سنن ابی داود
کی جامع اور مکمل شرح
مع متن، اعراب، ترجمہ احادیث وتخریج
الجزء الرابع
الدر المنضود
على
سنن أبي داود
کتاب الزکوة تا آخر کتاب المناسک
افادات درسیہ مع اضافات ونظر ثانی
حضرت مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہ
صدر المدرسین مظاہر علوم سہارنپور
تلمیذ رشید
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ
ناشر
مکتبۃ الشیخ
۳/۴۴۵، بہادر آباد، کراچی ۵ فون: 021-34935493

سنن ابی داؤد کی جامع اور مکمل شرح مع متن، اعراب، ترجمہ احادیث وتخریج

الدُّرُّ المنضُود

على

سُنَنِ أَبِي دَاوُد

کتاب الزکوٰۃ تا آخر کتاب المناسک

افادات درسیہ مع اضافات ونظر ثانی

حضرت مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہ

صدر المدرسین مظاہر علوم سہارنپور

تلمیذ رشید

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

مکتبۃ الشیخ

۳/۴۴۵، بہادر آباد، کراچی ۵ فون: 021-34935493

مؤلف دامت برکاتہم کی طرف سے تصحیح اغلاط اور اضافات کے ساتھ،
احادیث کے مکمل متن، ترجمہ اور تخریج کے ساتھ منفرد ایڈیشن

نام کتاب : الدر المنضود علی سنن أبي داود ﴿الجزء الرابع﴾

افادات درسیہ : حضرت مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہ
صدر المدرسین مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

ترجمہ : مولانا محمد زکریا مدنی مدظلہ (استاذ معہد الخلیل الاسلامی، کراچی)

تخریج و ترتیب جدید : اراکین الخلیب اکیڈمی
معراج منزل علامہ بنوری ٹاؤن،
کراچی۔0321-2357200

ناشر : مکتبۃ الشیخ ۳/۴۴۵، بہادر آباد کراچی ۵

اشاعت طبع جدید : ربیع الاول ۱۴۳۸ھ دسمبر 2016ء

مفتی محمد جمال الدین رحمانی

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسّلام علی سید المرسلین محمد وّ آلہ واصحابہ اجمعین

اللّٰھُمَّ إِنِّي أَحْمَدُكَ وَأَسْتَعِينُكَ

كِتَابُ الزَّكَاةِ

زکوۃ کے متعلق کا تفصیلی بیان

ابحاث خمسہ مفیدہ: یہاں شروع میں چند چیزیں قابل ذکر ہیں:

① المناسبۃ بما قبلہ وترتیب الکتب۔ ② المعنی اللغوی والشرعی۔

③ بدء المشروعیۃ۔ ④ ھل تجب الزکوۃ علی الأنبیاء؟

⑤ مشروعیت زکوۃ کی حکمت۔ فھذہ خمسۃ ابحاث۔

بحث اول (المناسبۃ بما قبلہ وترتیب الکتب): مصنفؒ جب اسلام کے رکن ثانی یعنی صلوۃ سے فارغ ہو گئے تو اب رکن ثالث کو شروع کرتے ہیں، حدیث: بُنِيَ الإِسْلامُ عَلَى خَمْسٍ [1] میں بھی یہی ترتیب ہے، شروع میں شہادتین پھر صلوۃ اس کے بعد زکوۃ، اور قرآن کریم کی ترتیب بھی یہی ہے اسی لئے اکثر فقہاء ومحدثین مصنفین نے ایسا ہی کیا ہے۔ چنانچہ صحیحین اور سنن ترمذی میں بھی یہی ترتیب ہے، لیکن سنن نسائی وابن ماجہ ان دونوں میں زکوۃ پر صوم کی تقدیم ہے اور...... موطا مالک کے نسخے مختلف ہیں، نسخ ہندیہ میں زکوۃ پر صوم کی تقدیم ہے اور بعض دوسرے نسخوں میں زکوۃ مقدم ہے صوم پر۔

قیاس کا تقاضا تو یہی ہے کہ صوم مقدم ہو زکوۃ پر، اس لئے صلوۃ وصوم دونوں عبادت بدنیہ ہیں اور زکوۃ عبادت مالیہ ہے۔ نیز اصح قول کی بناء پر صوم کی فرضیت مقدم ہے زکوۃ پر، کما سیاتی۔

اور تقدیم زکوۃ کی وجہ یہ ہے جیسا کہ اوپر گزرا کہ اکثر احادیث اور قرآن کریم کی ترتیب یہی ہے حتی کہ قرآن کریم میں [2] بتیس جگہ صلوۃ کیساتھ زکوۃ کا ذکر کیا گیا ہے جن میں آٹھ آیات سور مکیہ کی ہیں اور باقی سور مدنیہ کی۔ در مختار میں لکھا ہے کہ صلوۃ وزکوۃ

---

[1] صحیح البخاري - کتاب الإیمان - باب الإیمان وقول النبي صلی اللہ علیہ وسلم: بني الإسلام علی خمس ۸، صحیح مسلم - کتاب الإیمان - باب أرکان الإسلام ودعائمہ العظام ۱٦

[2] یہاں در مختار میں بجائے بتیس ۳۲ کے بیاسی ۸۲ مذکور ہے، اس پر علامہ شامیؒ نے تنبیہ کی ہے کہ اثنین وثمانین کے بجائے اثنین وثلاثین ہونا چاہیے۔ (رد المحتار علی الدر المختار - ج ۳ ص ۱۷۰، الحل المفھم)

کا یہ اقتران دلیل ہے اس بات کی کہ ان دونوں میں کمالِ اتصال و تعلق ہے۔[1]

اور دوسری وجہ تقدیم زکوۃ کی یہ ہو سکتی ہے کہ بعض علماء نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ ارکان اربعہ میں فضیلت کے لحاظ سے صلوۃ کے بعد زکوۃ کا مرتبہ ہے، ثم الصیام، ثم الحج، لیکن یہ ترتیب حنفیہ کے نزدیک ہے۔ چنانچہ علامہ ابن عابدینؒ نے ترتیب یہی لکھی ہے اور کتب شافعیہ، شرح اقناع وغیرہ میں اسکے خلاف ہے، انکے نزدیک صوم اور حج افضل ہے زکوۃ سے۔ چنانچہ روضۃ المحتاجین میں ہے: وقدم العلماء بیانها علی بیان الصوم والحج مع انهما افضل منها نظر الحدیث «بني الإسلام» اھ[2] اور پھر آگے انہوں نے حدیث میں تقدیم زکوۃ کی حکمت بیان کی ہے[3]۔

بحث ثانی (المعنی اللغوی والشرعی): زکوۃ لغۃً دو معنی میں مستعمل ہے:

① نماء وزیادتی، کہا جاتا ہے: زکا الزرع، جب کھیتی بڑھنی شروع ہو جائے۔

② طہارت وتزکیہ جیسا کہ اس آیت کریمہ میں: قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا[4]، يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ[5] اور چونکہ معنی لغوی معنی اصطلاحی میں ملحوظ ہوتے ہیں اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ یہ دونوں لغوی معنی زکوۃ شرعی میں پائے جاتے ہیں۔ ① اول اسلئے کہ اخراج زکوۃ مال میں برکت وزیادتی کا سبب ہے، حدیث میں ہے: مَا نَقَصَ مَالٌ مِنْ صَدَقَةٍ[6] اور یا یہ کہئے کہ زکوۃ کی وجہ سے ثواب میں زیادتی ہوتی ہے، اور یا اس لحاظ سے کہ زکوۃ کا تعلق مال نامی سے ہے ② اور ثانی معنی اسلئے پائے جاتے ہیں کہ زکوۃ سبب ہے رذیلۂ بخل سے پاکی کا یا طہارت من الذنوب کا۔

بعض علماء نے زکوۃ کے ایک تیسرے معنی بھی لکھے ہیں: مدح، کما فی قولہ تعالیٰ: فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ[7]، اور معنی شرعی زکوۃ کے[8] یہ ہیں: نصاب حولی میں سے ایک خاص جزء (ربع العشر) کی تملیک ایسے مسلم شخص کو کرنا جو فقیر ہو اور ہاشمی یا مولی الہاشمی

---

[1] رد المحتار علی الدر المختار - ج۳ ص ۱۷۰

[2] روضة المحتاجين ص ۲٦۷

[3] وہ یہ کہ چونکہ انسان کی جبلت میں بخل اور حب مالی ہے جسکی وجہ سے زکوۃ کا اداء کرنا مشکل ہوتا ہے اس لئے زکوۃ کی اہمیت اور تاکید ظاہر کرنے کیلئے حدیث میں اس کو مقدم کیا گیا ہے نیز زکوۃ کی ایک نوع یعنی صدقۃ الفطر ایسی ہے جو تقریباً سبھی پر واجب ہے خواہ وہ صغیر ہو یا کبیر غنی ہو یا فقیر بخلاف حج اور صوم کے اھ، غنی اور فقیر کا عموم صدقۃ الفطر میں عند الجمہور ہے خلافاً للحنفیۃ کما سیاتی، ۱۲۔

[4] تحقیق مراد کو پہنچا جس نے اس کو سنوار لیا (سورة الشمس ۹)

[5] پڑھ کر سناتا ہے ان کو اس کی آیتیں اور ان کو سنوارتا ہے (سورة الجمعة ۲)

[6] المعجم الأوسط للطبراني رقم الحديث ۲۲۷۰ ج۲ ص ۳۷٤

[7] سومت بیان کرو اپنی خوبیاں (سورة النجم ۳۲)

[8] علامہ قسطلانیؒ نے اسکی تعریف اور طرح کی ہے وہ لکھتے ہیں وفي الشرع: اسم لما يخرج عن مال أو بدن على وجه مخصوص اھ. (إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري - ج۳ ص ۲)، یہ تعریف انہوں نے اس لئے کی کہ دراصل زکوۃ کی دو قسمیں ہیں: زکوۃ مالیہ اور زکوۃ بدنیہ، زکوۃ بدنیہ سے مراد صدقۃ الفطر ہے

نہ ہو، بنیت امتثال امر خداوندی آتُوا الزَّكوٰةَ (یا اس طرح کہہ لیجئے بنیت زکوٰۃ) بشرط قطع المنفعة عن المملك (یعنی یہ تملیک اس طور پر ہو کہ اس کے بعد اس مال زکوٰۃ میں مزکّی کی کوئی منفعت باقی نہ رہے)۔ اس آخری قید کی وجہ سے مزکّی کے اصول وفروع مصرف زکوٰۃ ہونے سے نکل گئے۔ چنانچہ انکو زکوٰۃ دینا صحیح نہیں ہے کیونکہ ان رشتوں میں آپس میں منافع مشترک ہوتے ہیں لہذا مملِّك اور مملَّك کے درمیان قطع منفعت کا تحقق نہ ہوا۔ (زیلعی) زکوٰۃ کا اطلاق جس طرح اخراج مال پر ہوتا ہے جو کہ فعل مکلف ہے اسی طرح اس مال پر بھی ہوتا ہے جو زکوٰۃ میں ادا کیا جائے۔

تنبیه: بذل المجہود میں زکوٰۃ کی تعریف میں غیر هاشمي ولا مطّلبي لکھا ہے [1]، ہاشمی کے ساتھ مطلبی کی نفی شافعیہ کا مسلک ہے اور بذل میں یہ عبارت حافظؒ سے لی ہے جو شافعی ہیں۔ حنابلہ کی بھی ایک روایت ہے قیاس کرتے ہوئے زکوٰۃ کو خمس غنیمت پر۔ مالکیہ اس مسئلے میں حنفیہ کے ساتھ ہیں کما هو مصرح في كتبهم۔ حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک اس مسئلہ میں بنو المطلب بنوہاشم کے ساتھ نہیں ہیں، ہاں البتہ خمس غنیمت میں بنو المطلب ہمارے نزدیک بھی بنوہاشم کے حکم میں [2] ہیں، جیسا کہ آئندہ ان شاء اللہ تعالیٰ کتاب الجہاد میں تقسیم غنیمت کے باب میں آئے گا۔

فائدہ: زکوٰۃ کی تعریف سے معلوم ہوا کہ اسکی حقیقت تملیک ہے، لہذا جہاں تملیک کے معنی نہیں پائے جائیں گے وہ زکوٰۃ شرعی نہ ہوگی مثلاً مسجد پر خرچ کرنا، کفن میت میں دینا، رفاہ عام میں لگانا جیسے مہمان خانہ، مسافر خانہ وغیرہ بنوانا۔

بحث ثالث (بدء المشروعية): زکوٰۃ کی فرضیت کب ہوئی؟ اس میں تین قول ملتے ہیں:

① بعد الہجرة ۲ھ میں اور یہی سن صوم کی فرضیت کا ہے، لیکن ان دونوں میں سے کون مقدم ہے، زکوٰۃ یا صوم؟ اس میں دونوں قول ہیں، قال النووي في «الروضة» الی الاول اور اکثر کی رائے اسکے برعکس ہے کہ صوم کی فرضیت پہلے ہے زکوٰۃ سے (اس کی تائید آگے حدیث سے بھی آرہی ہے) صوم کی مشروعیت شعبان ۲ھ میں ہوئی اور زکوٰۃ کی شوال ۲ھ میں۔ البتہ صدقۃ الفطر کی مشروعیت قبل الزکوٰۃ صوم کے ساتھ ہوئی۔ جیسا کہ مسند احمد اور نسائی کی ایک [3] روایت میں اسکی تصریح ہے جس کے راوی قیس بن سعد ہیں، وہ فرماتے ہیں:

لے ہے صدقۃ الفطر کے وجوب کا تعلق مال اور نصاب سے نہیں بلکہ انسان کی ذات اور بدن سے ہے، اسی لئے اس کو زکوٰۃ الرأس والبدن کہتے ہیں کما سیأتی فی محلہ، نیز یہ تعریف مبنی ہے اس پر کہ زکوٰۃ کا اطلاق جس طرح تملیک مال اور اخراج مال پر ہوتا ہے اسی طرح مال مخرج پر بھی ہوتا ہے اسی لئے صاحب منہل نے لکھا ہے وفي عرف الشرع اسم للقدر المخرج من المال حقاً لله تعالى (المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود ج۹ ص۱۱۲)، یعنی مال کی وہ مخصوص مقدار جو نکالی جاتی ہے حق اللہ ہونے کی حیثیت سے۔

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج۸ ص۳

[2] یعنی خمس غنیمت میں جیسے بنوہاشم کا حصہ ہے اسی طرح بنو المطلب کا بھی ہے اسلئے کہ حدیث میں اس کی تصریح ہے، ۱۲۔

[3] امام نسائیؒ نے تو اس حدیث پر مستقل باب باندھا ہے: بَابُ فَرْضِ صَدَقَةِ الْفِطْرِ قَبْلَ نُزُولِ الزَّكَاةِ۔

أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَدَقَةِ الْفِطْرِ قَبْلَ أَنْ تَنْزِلَ الزَّكَاةُ، فَلَمَّا نَزَلَتِ الزَّكَاةُ [1]

دیکھئے! اس حدیث میں اس بات کی تصریح ہے کہ حضور نے صدقۃ الفطر کا امر فرضیت زکوۃ سے قبل فرمایا، زکوۃ کا نزول اسکے بعد ہوا۔ نیز اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ صوم کی فرضیت بھی زکوۃ سے قبل ہے اسلئے کہ صدقۃ الفطر تو صوم ہی سے متعلق ہے تو جب صدقۃ الفطر زکوۃ سے مقدم ہے تو صوم بھی زکوۃ سے مقدم ہوا (قالہ الحافظ)۔

(۲) دوسرا قول ابن الاثیر الجزریؒ کا ہے کہ زکوۃ کا نزول ۹ھ میں ہوا لیکن یہ قول مردود ہے اسلئے کہ بہت سی ایسی احادیث جو یقیناً ۹ھ سے پہلے کی ہیں ان میں زکوۃ کا ذکر موجود ہے مثلاً حدیث ضمام بن ثعلبہ جو ۵ھ کا واقعہ ہے ایسے ہی حدیث ہرقل جو ۷ھ کا واقعہ ہے۔ البتہ تحصیل زکوۃ کے لئے بعث عمال یہ ۹ھ میں ہوا، کما قال الشراح۔

(۳) تیسرا قول قول محدث شہیر ابن خزیمہ کا ہے کہ زکوۃ کی فرضیت قبل الہجرۃ ہے جس کو انہوں نے حدیث ام سلمہؓ سے ثابت کیا ہے، ہجرۃ الی الحبشہ سے متعلق ہے کہ نجاشی کے سوال کے جواب میں حضرت جعفر بن ابی طالبؓ نے فرمایا: وَيَأْمُرُنَا بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَالصِّيَامِ کہ محمد ﷺ ہم کو صلوۃ و زکوۃ و صیام کا حکم فرماتے ہیں۔ اور یہ قصہ ہجرۃ الی المدینہ سے قبل کا ہے۔ ابن خزیمہؒ کے استدلال پر حافظؒ نے اشکال کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: وفي استدلاله بذلك نظر، اس لئے کہ اس وقت تک تو صلوات خمسہ اور صیام بھی فرض نہیں ہوئے تھے تو ہو سکتا ہے کہ ان دونوں کے درمیان یہ سوال و جواب حضرت جعفرؓ کے حبشہ پہونچتے ہی نہ ہوا ہو، بلکہ ایک مدت کے بعد ہوا ہو اور اس مدت کے اثناء میں یہ چیزیں فرض ہو گئی ہوں، جس کی اطلاع حبشہ میں حضرت جعفرؓ تک پہونچ گئی ہو، حافظؒ فرماتے ہیں: ولکنه بعید اور پھر آگے وہ لکھتے ہیں: اور بہتر یہ ہے کہ یوں کہا جائے: اس حدیث میں صلوۃ و صیام و زکوۃ سے مطلق نماز اور روزہ و صدقہ مراد ہے نہ کہ صلوات خمسہ اور صیام رمضان اور زکوۃ معہودہ اھ [2]۔

لیکن ابن خزیمہؒ کے علاوہ بھی بعض دوسرے علماء کی رائے یہی ہے کہ زکوۃ کی فرضیت قبل الہجرۃ ہوئی، البتہ اس کی تفاصیل اور نصاب کا تقرر یہ چیزیں بعد الہجرۃ ہوئیں، کیونکہ بہت سی آیات قرآنیہ جو کہ مکی ہیں ان میں زکوۃ کا ذکر ہے جیسا کہ شروع میں گزر چکا کہ اس طرح کی آیات تقریباً آٹھ ہیں، ملا علی قاریؒ کی بھی یہی تحقیق ہے اور مولانا انور شاہؒ کی بھی کما فی فیض الباری [3]۔

بحث رابع (هل تجب الزكوة على الانبياء؟): بعض کتب حنفیہ و مالکیہ میں تصریح ہے (کما فی الاوجز) کہ زکوۃ انبیاء علیہم السلام پر واجب نہیں ہے اور در مختار میں تو اس پر اجماع نقل کیا ہے لیکن بظاہر اجماع سے علماء احناف کا اجماع مراد ہے، اس

---

[1] مسند أحمد — أحاديث رجال من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم — حديث قيس بن سعد بن عبادة ۲۳۸۴۰، سنن النسائي - كتاب الزكاة — باب فرض صدقة الفطر قبل نزول الزكاة ۲۵۰۷

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ۳ ص ۲۶۶

[3] فيض الباري على صحيح البخاري — ج ۳ ص ۸۹

لئے کہ مطلقاً اس پر اجماع کا ہونا مجھے کسی اور کتاب میں نہیں ملا، بلکہ صاحب روح المعانی[1] نے وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا[2] کی تفسیر کے ذیل میں اس سلسلے میں تردد کا اظہار کیا ہے، بلکہ بعض کتب شافعیہ جیسے انوار ساطعہ میں احقر کو اس بات کی تصریح مل گئی کہ شافعیہ کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کیلئے مِلک بھی ثابت ہوتی ہے اور اگر وہ صاحبِ نصاب ہوں تو زکوۃ بھی ان پر واجب ہوتی ہے۔

جن علماء کے نزدیک واجب نہیں تو عدم وجوب کا منشاء کیا ہے؟ اس میں چند قول ہیں: بعض کہتے ہیں: اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو دنیا کے مال و متاع سے منزّہ رکھا ہے، ان کے پاس جو کچھ ہوتا ہے وہ در حقیقت امانت اور ودیعت کے طور پر ہے مِلک اللہ تعالیٰ ہی کی ہوتی ہے اور بعض یوں کہتے ہیں کہ زکوۃ ذریعہ ہے تطہیر مال کا اور کسب انبیاء پہلے ہی سے پاک اور طیب ہے تطہیر کی ضرورت ہی نہیں اور کہا گیا ہے: زکوۃ ذریعہ ہے رذیلۂ بخل کے ازالہ کا اور وہ حضرات بخل سے منزّہ ہوتے ہیں۔

بحث خامس (مشروعیت زکوۃ کی حکمت): علماء نے اس میں متعدد مصالح و حکم لکھی ہیں:

① اپنے آپ کو گناہوں کی اور بخل کی گندگی سے پاک کرنا۔

② فقراء و مساکین پر احسان اور ان کے ساتھ ہمدردی۔

③ آخرت میں اس کی وجہ سے درجات کی بلندی۔

④ مال چونکہ انسان کو طبعاً محبوب ہے اس لئے اس کی کثرت پر قوی خطرہ ہے کہ آدمی اس میں مشغول و منہمک ہو کر اللہ تعالیٰ اور دارِ آخرت سے غافل ہو جائے تو اس محبت اور غفلت کو کم کرنے کے لئے زکوۃ کو واجب قرار دیا گیا تاکہ تعلق مع اللہ اور اس کا تقرب حاصل رہے۔

⑤ اس میں امتحان اور تمیز ہے مطیع اور غیر مطیع کے درمیان کہ کونسا بندہ ایسا ہے جو اپنی محبوب و مرغوب طبع شئے کو اللہ تعالیٰ کے لئے خرچ کرتا ہے اور کون نہیں کرتا۔

⑥ ایک فائدہ یہ ہے کہ جب فقراء کو ہر سال مالداروں کے مال میں سے ایک حصہ ملتا رہے گا تو ان کو اس سے ایک گونہ تسلی حاصل رہے گی جس کے نتیجہ میں ارباب اموال کے مال فقراء کے ناجائز تصرف اور قہر سے محفوظ رہیں گے ورنہ وہ لوگ زبردستی یا خیانت و سرقہ پر مجبور ہوں گے جس سے ظاہر ہے کہ فساد فی الارض ہوگا۔

ابتدائی مباحث پورے ہوئے اب حدیث الباب کو لیجئے۔

---

[1] روح المعاني في تفسير القرآن الكريم والسبع المثاني—ج١٦ ص٨٩-٩٠

[2] اور تاکید کی مجھ کو نماز کی اور زکوۃ کی جب تک میں رہوں زندہ۔ (سورۃ مریم ٣١)

١ـ بَابُ وُجُوبِ الزَّكَاةِ

فرضیت زکوۃ کا بیان

١٥٥٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الثَّقَفِيُّ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: لَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاسْتُخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ بَعْدَهُ، وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ، قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِأَبِي بَكْرٍ: كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ، وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ، حَتَّى يَقُولُوا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، فَمَنْ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ وَنَفْسَهُ، إِلَّا بِحَقِّهِ وَحِسَابُهُ عَلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ؟"، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: وَاللَّهِ لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ، فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ، وَاللَّهِ، لَوْ مَنَعُونِي عِقَالًا كَانُوا يُؤَدُّونَهُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنْعِهِ، فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: فَوَاللَّهِ، مَا هُوَ إِلَّا أَنْ رَأَيْتُ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ شَرَحَ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ لِلْقِتَالِ، قَالَ: فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ رَبَاحُ بْنُ زَيْدٍ وَرَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ بِإِسْنَادِهِ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: عِقَالًا. وَرَوَاهُ ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، قَالَ: عَنَاقًا. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ، وَمَعْمَرٌ، وَالزُّبَيْدِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، فِي هَذَا الْحَدِيثِ: لَوْ مَنَعُونِي عَنَاقًا، وَرَوَى عَنْبَسَةُ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ فِي هَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ: عَنَاقًا.

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی جب وفات ہوئی اور آپ ﷺ کے بعد حضرت ابو بکرؓ خلیفہ بنائے گئے اس وقت عرب کے بہت سے لوگ مرتد ہو گئے تو حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا کہ آپؓ ان مرتدین سے کیسے قتال کریں گے، حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: مجھے لوگوں سے قتال کا حکم ملا ہے یہاں تک کہ وہ لا إله إلا الله پڑھ لیں، پس جو شخص یہ کلمہ پڑھ لیگا تو وہ مجھ سے اپنا مال اور اپنی جان کو محفوظ کر لیگا (تو ایسے شخص کی جان اور مال سے تعرض کرنا صحیح نہ ہوگا) بسوائے اسلام کے حقوق کے اور ایسے شخص کا حساب اللہ کے ذمے ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: بقسم! میں ضرور بضرور ان لوگوں سے قتال کرونگا جنہوں نے نماز اور روزے کے درمیان فرق کیا ہے (کہ وہ نماز کو فرض مانتے ہیں لیکن زکوۃ ادا نہیں کرتے) پس بیشک زکوۃ مال کا حق ہے، خدا کی قسم! یہ لوگ مجھے وہ اونٹ کی رسی دینا چھوڑ دے جو وہ رسول اللہ ﷺ کو دیا کرتے تھے تو میں اس اونٹ کی رسی نہ دینے پر بھی ان سے قتال کرونگا، تو حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا: خدا کی قسم! میں نے دیکھا کہ اللہ پاک نے حضرت ابو بکرؓ کے سینے کو قتال کیلئے کھول دیا ہے اور انکا اسپر شرح صدر ہو گیا، تو میں سمجھ گیا کہ یہ قتال ہی برحق حکم ہے۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ رباح بن زید نے معمر کے واسطے سے زہری سے اس کی سند سے نقل کیا ہے (جیسا کہ اوپر عقیل نے زہری سے روایت کی ہے) بعض راوی نے یہاں لفظ عقال نقل کیا ہے اور ابن وہب نے یونس کے واسطے سے زہری سے لفظ عناق نقل کیا ہے۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے

ہیں کہ شعیب بن ابی حمزہ معمر اور زبیدی نے امام زہری سے اس حدیث میں لَوْ مَنَعُونِي عَنَاقًا ذکر کیا ہے اور عنبسہ نے یونس کے واسطے سے امام زہری سے اس حدیث میں لفظ عَنَاقًا ہی ذکر کیا ہے۔

۱۵۵۷- حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، قَالَا: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ هَذَا الْحَدِيثَ قَالَ: قَالَ أَبُو بَكْرٍ: إِنَّ حَقَّهُ أَدَاءُ الزَّكَاةِ، وَقَالَ: عِقَالًا.

ترجمہ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا اسلام کا حق زکوۃ ادا کرنا ہے اور اس حدیث میں راوی نے لفظ عقال ذکر کیا ہے۔

تخریج صحيح البخاري - الزكاة (١٣٣٥) صحيح البخاري - الزكاة (١٣٨٨) صحيح البخاري - استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم (٦٥٢٦) صحيح البخاري - الاعتصام بالكتاب والسنة (٦٨٥٥) صحيح مسلم - الإيمان (٢٠) جامع الترمذي - الإيمان (٢٦٠٧) سنن النسائي - الزكاة (٢٤٤٣) سنن النسائي - الجهاد (٣٠٩١) سنن النسائي - الجهاد (٣٠٩٢) سنن النسائي - الجهاد (٣٠٩٣) سنن النسائي - الجهاد (٣٠٩٤) سنن النسائي - تحريم الدم (٣٩٦٩) سنن النسائي - تحريم الدم (٣٩٧٠) سنن النسائي - تحريم الدم (٣٩٧١) سنن النسائي - تحريم الدم (٣٩٧٣) سنن النسائي - تحريم الدم (٣٩٧٥) سنن أبي داود - الزكاة (١٥٥٦) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/١١) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/١٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٢٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٥٢٩)

شرح الأحاديث یہ حدیث ابوداؤد کے علاوہ صحیحین اور ترمذی اور مسند احمد میں بھی ہے۔ ترمذی جلد ثانی کتاب الایمان کی پہلی حدیث یہی ہے اور حضرت امام بخاریؒ نے اس حدیث کو کئی جگہ ذکر کیا ہے، اولاً کتاب الایمان پھر کتاب الزکوۃ میں جس پر ترجمہ قائم کیا ہے بَابُ وُجُوبِ الزَّكَاةِ اس کے بعد جلد ثانی کے اخیر میں كِتَابُ اسْتِتَابَةِ الْمُرْتَدِّينَ وَالْمُعَانِدِينَ وَقِتَالِهِمْ میں اور وہاں اس پر ترجمہ قائم کیا ہے بَابُ قَتْلِ مَنْ أَبَى قَبُولَ الْفَرَائِضِ وَمَا نُسِبُوا إِلَى الرِّدَّةِ لیکن امام ابوداؤد نے اس حدیث کو یہاں کتاب الزکوۃ ہی کے عنوان کے تحت بغیر تبویب وترجمہ کے ذکر فرمایا ہے جس کی بظاہر وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ مصنف کی غرض اس حدیث کو یہاں لانے سے صرف زکوۃ کی اہمیت کو بیان کرنا ہے اور کسی خاص مسئلہ کا استنباط مقصود نہیں تاکہ اس پر کوئی مخصوص ترجمہ قائم فرماتے۔

یہ حدیث کافی محتاج تشریح وتوضیح ہے، شراح نے اس پر خوب لکھا ہے، ہم کوشش کریں گے کہ حسب ضرورت اس کا خلاصہ یہاں آجائے، واللہ المستعان۔

مناظرہ شیخین والی حدیث کی تشریح: اس حدیث میں دو جزء ہیں: ① ایک كَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ یہ تو تاریخی چیز ہے ② اور جزء ثانی اس کا مناظرہ شیخین ہے۔ حضرت عمرؓ کا اشکال حضرت ابو بکرؓ پر كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ؟ یہ اصولی اور فقہی مسئلہ ہے۔ جزء اول پر بعض شراح نے تفصیلی کلام کیا ہے اور بعض نے مختصراً، علامہ قسطلانیؒ نے شرح بخاری میں اس پر مختصراً ہی لکھا ہے ہم پہلے اسی کو لیتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ راوی حدیث مناظرہ شیخین کی تمہید میں فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد جب صدیق اکبرؓ خلیفہ بنائے گئے اور بعض قبائل عرب مرتد ہو گئے (جس پر صدیق اکبرؓ نے ان سے قتال کا ارادہ فرمایا) تو حضرت عمرؓ نے ان سے عرض کیا: کَیْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ الخ۔

حدیث کا جزء اول مرتدین کی تعیین: علامہ قسطلانی کَفَرَ مَنْ کَفَرَ پر لکھتے ہیں: بعض تو ان میں سے کافر ہوئے عبادت اوثان کی وجہ سے اور بعض مسیلمہ کذاب کے اتباع کے وجہ سے اہل یمامہ وغیرہ اور بعض اپنے ایمان پر قائم رہے لیکن وہ زکوٰۃ دینے سے انکار کر بیٹھے (اس تاویل باطل کے ذریعہ) کہ زکوۃ تو عہد نبوی کے ساتھ خاص تھی: لقولہ تعالیٰ: خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا [1]۔ دیکھئے اس آیت میں حضور ﷺ کو خطاب ہے کہ آپ ﷺ ان سے زکوۃ لیجئے اور زکوۃ لے کر ان کو گناہوں کے اثرات سے پاک کیجئے۔ نیز ان کے حق میں دعا بھی کیجئے، بے شک تمہاری دعا ان کے لئے موجب سکون وطمانینت ہے اور یہ شان عالی حضور ﷺ ہی کی تھی کہ آپ ﷺ کی دعا باعث سکون تھی، آپ ﷺ کے غیر کو یہ صفت کہاں حاصل ہے کہ وہ زکوۃ لے اھ [2]۔

اور امام نوویؒ نے شرح مسلم [3] میں خطابیؒ سے اس پر تفصیلی کلام نقل فرمایا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اہل ردت کی دو صنف تھیں: صنف اول وہ لوگ جو بالکل ہی اسلام سے پھر گئے تھے، اس صنف میں دو طرح کے لوگ تھے: بعض وہ تھے جو جھوٹے مدعیان نبوت مسیلمہ واسود عنسی وغیرہ کے اصحاب میں شامل ہو گئے تھے اور بعض وہ تھے جو اپنی جاہلیت سابقہ کیطرف لوٹ گئے تھے یعنی عبادت اصنام اور کفر وشرک (اور اس ارتداد میں اتنا عموم وابتلاء ہوا کہ) بسیط ارض پر صرف تین مسجدیں ایسی رہ گئی تھیں جن میں اللہ تعالیٰ کی عبادت ہوتی تھی، مسجد مکہ، مسجد مدینہ، اور مسجد عبد القیس، بحرین کے قریہ جواثی میں۔

اور صنف ثانی وہ لوگ تھے جو صلوٰۃ اور دیگر شرائع اسلام کو مانتے تھے لیکن زکوۃ کی فرضیت اور اسکے اداء إلی الإمام کا انکار کرتے تھے۔ یہ لوگ در حقیقت مرتد اور کافر نہیں تھے بلکہ باغی تھے، مرتدین کی کثرت کی وجہ سے ان میں خلط ہو گئے تھے اھ۔ اس کا خلاصہ یہ ہوا کہ اس زمانہ میں راہ حق سے بھٹکنے والے دو قسم کے تھے: ① مرتدین جس میں دو طرح کے لوگ تھے کما سبق، ② فارقین بین الصلوۃ والزکوۃ جن کو باغی کہنا چاہئے۔

خطابیؒ کے کلام سے معلوم ہو رہا ہے کہ فتنۂ ارتداد کی وباء تمام بلاد عرب میں پھیل گئی تھی جس نے عموم وشیوع کی شکل اختیار کر لی تھی، اس پر حضرت شیخ نے حاشیہ بذل میں اشارۃً اور شاہ صاحب نے فیض الباری میں صراحۃً نقد کیا ہے کہ اس طرح نقل کرنے

---

[1] لے ان کے مال میں سے زکوۃ کہ پاک کرے تو ان کو اور بابرکت کرے تو ان کو اس کی وجہ سے (سورۃ التوبۃ ۱۰۳)

[2] إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري — ج ۳ ص ٦

[3] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج ۱ ص ۲۰۲-۲۰٦

میں دینی مضرت کے علاوہ یہ ہے کہ یہ بات خلاف واقع بھی ہے، وقد مرمي عن ابن حزم (في كتابه الملل والنحل) أنه لم يرتد إلا شرذمة قليلة (فيض الباري[1])۔

حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند کا مضمون[2] اشاعت اسلام میں اس ارتداد سے متعلق قابل مطالعہ ہے۔

اور صاحب منہل وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ کی شرح میں لکھتے ہیں: یعنی دین سے پھر گئے وہ لوگ جن کے کفر کا اللہ نے ارادہ کیا اور شرائع اسلام کے منکر ہوگئے صلوۃ وزکوۃ سب کو چھوڑ دیا اور اپنی حالت سابقہ جو جاہلیت میں تھی اس کی طرف لوٹ گئے اور بعض جھوٹے مدعیان نبوت بھی ظاہر ہوئے، مسیلمہ کذاب بنو حنیفہ سے اور طلیحہ الأسدی اور سجاح بنت الحارث اور اسود عنسی یمن میں۔ ان مرتد ہونے والوں میں یہ قبائل تھے[3]: اسد، غطفان، بنو حنیفہ یمامہ میں اور اہل بحرین اور ازد عمان وقضاعہ اور اکثر بنو تمیم اور بعض بنو سلیم اور پھر آگے لکھتے ہیں: وثبت على الإسلام أهل المدينة، اللہ تعالیٰ نے ان کو اسلام پر جمائے رکھا ابو بکر صدیقؓ کی برکت سے اسی طرح باقی رہے اہل مکہ سہیل بن عمرو کی بدولت اس لئے کہ انہوں نے بھی اہل مکہ کو ایسا ہی خطبہ دیا جیسا کہ صدیق اکبر نے دیا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے موقع پر اور طائف میں قبیلہ ثقیف بھی قائم رہا اسلام پر عثمان بن ابی العاصؓ کی بدولت، انہوں نے بھی ان کو اسی طرح خطبہ ذیکر سمجھایا جیسا کہ سہیل نے دیا تھا اہل مکہ کو[4]۔

نیز اسلام پر قائم رہنے والوں میں یہ قبائل بھی ہیں: اسلم وغفار وجہینہ ومزینہ واشجع وہوازن وجشم واہل صنعاء وغیرہم۔

اور بعض وہ تھے جو صلوۃ وغیرہ امور دین کو مانتے تھے لیکن زکوۃ کو منع کرتے تھے، ایک شبہ کی وجہ سے اور یہ لوگ دراصل اہل بغی

---

[1] فیض الباري على صحيح البخاري — ج ٣ ص ٩١

[2] اس میں حضرت مولانا لکھتے ہیں: فتح مکہ اور وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تقریباً ڈیڑھ سال کا زمانہ ہے (کذا فی الاصل، والصواب علی الظاہر ڈھائی سال) اس عرصہ میں سارے ملک عرب میں اسلام پھیل گیا اور غالباً قبائل عرب میں کوئی قبیلہ بھی ظاہراً اسلام سے منحرف نہ رہا لیکن ان نو مسلموں میں بہت سے ایسے تھے جو فی الواقع مسلمان نہ ہوئے تھے بلکہ اپنی قوم کی دیکھا دیکھی احکام اسلام ادا کرنے لگے اور زمرۂ مسلمانان میں داخل ہوگئے تھے، (پھر آگے اس کو مولانا نے شواہد سے ثابت کیا ہے) اور بہت سے ایسے بھی تھے کہ گو اس وقت اپنے ارادہ اور اختیار سے اسلام لائے مگر ایمان انکے اندر راسخ نہ ہوا تھا، ایسے ہی لوگوں کی نسبت کلام مجید میں ارشاد ہے: قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُل لَّمْ تُؤْمِنُوا وَلَٰكِن قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ (ترجمہ: کہتے ہیں گنوار کہ ہم ایمان لائے، تو کہہ: تم ایمان نہیں لائے پر تم کہو: ہم مسلمان ہوئے اور ابھی نہیں گھسا ایمان تمہارے دلوں میں۔ سورۃ الحجرات ١٤)، ان لوگوں کے اندر ایمان راسخ نہ ہونے پایا تھا وہ اسلام کی برکات کا ذائقہ چکھنے نہ پائے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا سانحہ پیش آگیا اس لئے ان دونوں گروہوں میں فوراً تحریک پیدا ہوگئی اور ارتداد کی ایسی تند و تیز ہوا چلی کہ اکثر قبائل اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہے (پھر آگے اس میں اس کی تفصیل ہے جو اس کتاب میں دیکھی جاسکتی ہے) (اشاعت اسلام المعروف بہ دنیا میں اسلام کیونکر پھیلا — ص ٥٥-٥٦ مطبع قاسمی دار العلوم دیوبند)۔

[3] اور علامہ طیبیؒ لکھتے ہیں: جیسے قبیلہ غطفان اور فزارہ اور بنو سلیم وغیرہم، ١٢۔

[4] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج ٩ ص ١١٧

تھے ان پر کفر کا اطلاق تغلیظاً ہے اور کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو فرضیت زکوٰۃ ہی کے منکر ہو گئے تھے اور بعض لوگ ایسے تھے جو خود تو زکوٰۃ دینا چاہتے تھے لیکن ان کے رؤساء ان کو ادا کرنے سے روکتے تھے، جیسے بنی یربوع۔ چنانچہ انہوں نے اپنے صدقات کو جمع کر کے صدیق اکبرؓ کے پاس بھیجنے کا ارادہ کیا تو ان کو مالک بن نویرہ نے منع کر دیا، اور اس نے ان صدقات کو اپنے ہی قبیلہ والوں پر تقسیم کر دیا۔ یہ صورت حال مسلمانوں پر بڑی سخت گزری تو ابو بکر صدیقؓ نے بڑی سرعت کے ساتھ اس صورت حال کے انسداد کیلئے گیارہ لواء (جھنڈے) تیار کرائے اور ان کے لئے گیارہ ہی قاعد مقرر فرمائے، جن میں خالد بن الولیدؓ اور عکرمہؓ بن ابی جہل اور عمرو بن العاصؓ بھی تھے۔

فقاتلوا أهل الردة حتى رجعوا إلى الإسلام . وقاتلوا المتنبئين حتى قتل مسيلمة باليمامة ، والأسود [1] العنسي بصنعاء، وهرب طليحة الأسدي وسجاح بنت الحارث، وأسلما بعد ذلك . وقاتلوا مانعي الزكوة حتى أدوها ، وقطع دابر القوم الذين ظلموا ، والحمد لله رب العالمين، اهـ [2]۔

حدیث کا جزء ثانی فاروق اعظم کا اشکال: كَيْفَ نُقَاتِلُ النَّاسَ، وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: "أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، فَمَنْ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ وَنَفْسَهُ، إِلَّا بِحَقِّهِ وَحِسَابُهُ عَلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ؟ صدیق اکبرؓ نے جب مانعین زکوٰۃ سے قتال کا ارادہ فرمایا تو اس پر فاروق اعظمؓ نے اشکال کیا کہ یہ لوگ کلمہ گو ہیں، مسلمان ہیں اور حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ مجھے لوگوں سے قتال کا حکم دیا گیا ہے یہاں تک کہ وہ شہادتین کا اقرار کریں۔

اس حدیث میں اقرار شہادت کو قتال کی غایت قرار دیا گیا ہے اور یہ کہ شہادت کے بعد آدمی معصوم الدم والمال ہو جاتا ہے اور اس کی جان و مال سے تعرض جائز نہیں رہتا، پھر آپ ان سے قتال کا ارادہ کیسے فرما رہے ہیں؟ اس پر صدیق اکبرؓ نے فرمایا: وَاللهِ! لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ، فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ کہ واللہ! میں ضرور قتال کروں گا ان لوگوں سے جو فرق کرتے ہیں صلوٰۃ اور زکوٰۃ کے درمیان کہ صلوٰۃ کے تو قائل ہیں اور زکوٰۃ کے نہیں، اور دلیل میں یہ فرمایا کہ زکوٰۃ حقوق اسلام میں سے حق المال ہے اس کا مقابل بقرینۂ مقام سمجھ میں آرہا ہے یعنی کما ان الصلوۃ حق البدن یعنی جس طرح حق البدن کے تارک سے

---

[1] اسود عنسی کا قتل حضور ﷺ کی حیات میں ہو گیا تھا، فیروزؓ نامی صحابی نے اس کو حضور ﷺ ہی کے حکم سے قتل کیا تھا جس پر آپ ﷺ نے فرمایا تھا: فاز فیروز، اس کے مقتول ہو جانے کی اطلاع آپ ﷺ کو بذریعہ وحی کی گئی تھی، حضرت فیروزؓ نے قتل کرنے کے بعد اس کے قتل کی خبر آپ ﷺ کی خدمت میں جس قاصد کے ذریعہ کرائی تھی اسکے مدینہ منورہ پہنچنے سے ایک دن قبل آپ ﷺ کی وفات ہو گئی تھی، البتہ وحی کے ذریعہ آپ ﷺ کو اطلاع ہو گئی تھی، جس کا تذکرہ آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمادیا تھا، صحابہ نے دریافت کیا کہ کس نے قتل کیا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ایک مبارک شخص نے فاز فیروز ۱۲، اسود عنسی کذاب اور مسیلمہ کذاب دونوں کے قتل کے واقعہ کو مؤرخین نے ۱۱ھ کے وقائع میں ذکر کیا ہے، اسود کے قتل کو آپ ﷺ کی وفات سے قبل اور مسیلمہ کے قتل کو وفات کے بعد صدیق اکبرؓ کے قتال مرتدین جنگ یمامہ میں۔

[2] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود— ج۹ ص ۱۱۷-۱۱۸

قتال کیا جاتا ہے اسی طرح حق المال کے تارک سے بھی ہونا چاہیئے، اس سے بظاہر یہ معلوم ہو رہا ہے کہ تارک صلوۃ کے بارے میں سب صحابہ کے ذہن میں یہ تھا کہ اس سے قتال کیا جائے گا۔

صدیق اکبر کے جواب کا ماحصل: صدیق اکبرؓ کے جواب کا حاصل یہ ہوا کہ خود یہی حدیث جس کو آپ پیش کر رہے ہیں دلالت کر رہی ہے کہ مقاتلہ بحق الاسلام و بحق الکلمہ جائز ہے، یعنی جو شخص باوجود کلمہ گو ہونے کے حقوق اسلام میں سے کسی ایک حق کو ترک کرے تو اس سے قتال کیا جائے گا۔ شراح لکھتے ہیں کہ خلیفۂ ثانی نے یا تو إلَّا بِحَقِّهِ اس استثناء کی طرف التفات نہیں فرمایا تھا جس کی وجہ سے اشکال ہوا اور یا ان کے اشکال کی وجہ یہ تھی وہ سمجھ رہے تھے صدیق اکبرؓ یہ قتال ان لوگوں کے کفر کی وجہ سے کر رہے ہیں، صدیق اکبرؓ کے جواب سے معلوم ہوا کہ یہ ارادۂ قتال کفر کی وجہ سے نہیں بلکہ فرق بین الصلوۃ والزکوۃ کی وجہ سے ہے اور اس فرق کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں: ایک یہ کہ فرضیت زکوۃ ہی سے انکار ہو، دوسری یہ کہ انکار صرف اداء إلى الإمام سے ہو، اول صورت بھی اگرچہ کفر ہی کی ہے لیکن شرک کی طرح کفر صریح نہیں اور قتال جس طرح کفر صریح کی وجہ سے ہوتا ہے اسی طرح کفر غیر صریح کی وجہ سے بھی، اور صورت ثانیہ یعنی اداء إلى الإمام سے انکار یہ کفر نہیں بلکہ بغاوت ہے اور بُغاۃ سے بھی قتال مشروع ہے۔

شیخین کا اختلاف و مناظرہ کس گروہ کے بارے میں تھا؟: بعض مصنفین کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مناظرہ مرتدین اور مانعین زکوۃ سب ہی کے بارے میں تھا یہ تو غلط[1] ہے۔ چنانچہ اکثر شراح حدیث نے اس مناظرہ کو صرف فارقین بین الصلوۃ والزکوۃ پر محمول کیا ہے، خواہ وہ فارقین جاحدین زکوۃ ہوں یا مانعین زکوۃ، لیکن ہمارے مشائخ فرماتے ہیں کہ یہ مناظرہ و اختلاف جاحدین میں بھی نہیں تھا اس لئے کہ وہ تو کافر ہیں (کیونکہ ضروریات دین میں سے کسی چیز کا انکار کفر ہے) ان کے قتال میں کیا اشکال ہو سکتا ہے؟ بلکہ صرف مانعین اداء الی الامام میں تھا جو باغی تھے اور اسکی تائید حدیث کے اس جملہ سے بھی ہو رہی ہے: وَاللهِ! لَوْ مَنَعُونِي عِقَالًا كَانُوا يُؤَدُّونَهُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنْعِهِ۔ یہی بات حضرت نے بذل میں لکھی ہے، وتبعه صاحب المنهل[2]۔

منشأ اشکال: شراح نے لکھا ہے: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کو یہ حدیث صرف اتنی ہی پہونچی تھی یا اس وقت ان کو صرف اتنی ہی مستحضر تھی: حَتَّى يَقُولُوا: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، ورنہ صحیح بخاری میں خود حضرت عمرؓ کے صاحبزادے عبد اللہ بن عمرؓ

---

[1] یہاں سوال ہوتا ہے کہ راوی تو اس مناظرہ کی تمہید میں خود کہہ رہا ہے: وکفر من کفر من العرب، جس کا بظاہر تقاضا یہی ہے کہ یہ اختلاف و مناظرہ سب کے بارے میں تھا؟ جواب یہ ہے کہ بظاہر غلط فہمی اسی لفظ سے ہو رہی ہے، حالانکہ راوی کی غرض اس جملہ سے اس وقت کی عام حالت اور فضا کو بیان کرنا ہے نہ اس بات کو بیان کرنا کہ مناظرہ ان لوگوں کے بارے میں تھا اور اگر اس کا تعلق ان ہی لوگوں سے مانا جائے جن میں مناظرہ تھا تو یہ بھی ہو سکتا ہے اس لئے کہ ان مانعین زکوۃ میں بعض جاحدین زکوۃ تھے اور بعض صرف منکرین اداء، سو قسم اول تو واقعۃً کافر ہیں اور قسم ثانی جو باغی تھے ان پر کفر کا اطلاق تغلیباً ہے، ۱۲۔

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج۸ ص۹ - ۱۰، المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج۹ ص۱۱۸

کی حدیث میں حَتّٰی یَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ [1] موجود ہے، بلکہ صحیح مسلم کی ایک حدیث میں جو ابوہریرہؓ سے مروی ہے یہ ہے حَتّٰی یَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَيُؤْمِنُوا بِي، وَبِمَا جِئْتُ بِهِ [2]۔ اگر ان کو یہ پوری حدیث مستحضر ہوتی تو پھر اشکال ہی نہیں ہوتا، اسی طرح حضرت ابو بکرؓ کو بھی غالباً اتنی ہی یاد تھی، ورنہ زکوٰۃ کو صلوٰۃ پر قیاس کرنے کی یا یہ کہیے کہ إِلَّا بِحَقِّهِ سے استنباط کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی اور یہ بھی ممکن ہے کہ صدیق اکبرؓ کے علم میں پوری حدیث ہو، لیکن دلیل نظری سے ثابت کرنا چاہتے تھے اور گویا تنبیہ تھی عمر فاروقؓ کو کہ اگر آپ اپنی بیان کردہ حدیث میں غور کرتے تو اشکال پیش نہ آتا۔

فقہی مسئلہ: یہاں سوال ہوتا ہے کہ مانع زکوٰۃ کے بارے میں فقہاء کیا فرماتے ہیں؟ جواب یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں کِتَاب اسْتِتَابَةِ الْمُرْتَدِّينَ میں ایک باب مستقل اسی مسئلہ کے لئے قائم فرمایا ہے بَاب قَتْلِ مَنْ أَبَى قَبُولَ الْفَرَائِضِ وَمَا نُسِبُوا إِلَى الرِّدَّةِ اور اس میں امام بخاریؒ نے یہی حدیث مناظرۂ شیخین والی ذکر فرمائی ہے۔ اس باب کے ذیل میں علامہ عینیؒ وغیرہ شراح نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص فرائض اسلام میں سے کسی فرض کا انکار کرے پس اگر نفس فرضیت ہی کا انکار ہو تو وہ مرتد ہو جائے گا، مرتد کے احکام اس پر جاری ہوں گے یعنی قتل بعد الاستتابۃ اور اگر فرضیت کا تو قائل ہو لیکن ادا کا انکار کرتا ہو تو پھر حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ اس کو نہ قتل کیا جائے گا اور نہ اس سے قتال کیا جائے گا بلکہ قہراً زکوٰۃ لی جائے گی بشرطیکہ وہ جتھے والا نہ ہو اور مقابلہ پر نہ آئے اور اگر وہ جتھے والا ہے اور محاربہ کے لئے تیار ہے تو پھر امام المسلمین اسکے ساتھ قتال کرے گا۔ پس صدیق اکبرؓ نے ان مانعین زکوٰۃ کے ساتھ جو قتال کیا تھا وہ اسی نصب قتال کی وجہ سے تھا (کہ یہ مانعین زکوٰۃ قتال کے لئے خود ہی آمادہ تھے) تارک صلوٰۃ کا حکم جلد ثانی میں کتاب الصلوٰۃ کے شروع میں بالتفصیل گزر چکا اس کو بھی دیکھا جائے۔

اس حدیث میں ہے إِلَّا بِحَقِّهِ یہ ضمیر اسلام کی طرف راجع ہے جو قرینۂ مقام سے سمجھ میں آ رہا ہے اور بخاری شریف کی ایک روایت میں اسکی تصریح بھی ہے اور علامہ طیبیؒ نے ضمیر راجع کی ہے قول کی طرف جس پر "فمن قال" دال ہے یعنی بحق هذا القول أي قول لا إله إلا الله، وحسابه على الله، یعنی جو شخص کلمہ توحید لا إله إلا الله پڑھے گا اور اپنا اسلام ظاہر کرے گا تو ہم اس سے مقاتلہ ترک کر دیں گے اور اسکے باطن حال کی تفتیش نہیں کریں گے کہ آیا وہ مخلص ہے یا منافق باطن کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف مفوض ہے، البتہ بحق الاسلام قتال ضرور کریں گے مثلاً حدود وقصاص اور منع عن الصلوٰۃ والزکوٰۃ وغیرہ۔

وَاللّٰهِ، لَوْ مَنَعُونِي عِقَالًا: مزید بر آں صدیق اکبرؓ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر ان لوگوں نے زکوٰۃ کی ایک رسی بھی مجھے دینے سے انکار کیا تو میں اس پر بھی ان سے قتال کروں گا، عقال کی تفسیر میں چند قول ہیں:

---

[1] صحيح البخاري - كتاب الإيمان - باب فإن تابوا وأقاموا الصلاة وآتوا الزكاة فخلوا سبيلهم ٢٥

[2] صحيح مسلم - كتاب الإيمان - باب الأمر بقتال الناس حتى يقولوا: لا إله إلا الله محمد رسول الله ٢١

① بعضوں نے اسکو اسکے ظاہر پر رکھا ہے یعنی رسی کا ٹکڑا، اب یہ کہ رسی زکوٰۃ میں کہاں لیجاتی ہے تو انہوں نے کہا کہ یہ مبالغہ کے طور پر ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی زکوٰۃ میں سے قدرِ قلیل (جو قیمت میں رسی کے برابر ہو) ادا نہیں کرے گا چہ جائیکہ پوری زکوٰۃ۔

② عقال کا اطلاق صدقۃ عامٍ (ایک سال کی زکوٰۃ) پر ہوتا ہے اور دو سال کی زکوٰۃ کو عقالان کہتے ہیں۔ یہ قول بعض اکابر اہل لغت نضر بن شمیل، ابو عبید مبرد وغیرہ سے منقول ہے۔

③ اس سے مراد وہ رسی ہے جس میں حیوان کو باندھ کر زکوٰۃ میں ساعی کو دیتے ہیں اسلئے کہ حیوان کی زکوٰۃ میں تسلیم کا تحقق عادۃً بغیر اس کے نہیں ہوتا۔

④ ایک قول یہ ہے کہ عقال کہتے ہیں قلوص (جوان اونٹنی) کو، مطلب یہ ہوا کہ اگر ایک اونٹنی دینے سے انکار کریں گے تو اس پر بھی قتال کرونگا چہ جائیکہ اس سے زائد۔

⑤ اس سے زکوٰۃ ہی کی رسی مراد ہے جیسے کوئی شخص رسی ہی کی تجارت کرتا ہو تو ظاہر ہے اس کی زکوٰۃ میں رسی ہی واجب ہوگی اسلئے کہ عروض تجارت میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے لیکن یہ قول بس ایسا ہی ہے اسلئے کہ اس میں رسی کی کیا تخصیص ہے؟

فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ: فاروق اعظمؓ فرمارہے ہیں: مجھے یقین ہوگیا کہ صدیق اکبرؓ کی رائے حق ہے۔ یہ یقین کیسے ہوا؟ ظاہر ہے کہ اسی دلیل سے جو ان کے کلام اور اس مناظرہ میں مذکور ہے جس کی تشریح گزر چکی اور یہ مطلب نہیں کہ میں نے ان کے سامنے ہتھیار ڈالدیئے اور ان کی بات کو تقلیداً تسلیم کرلیا، اس لئے کہ ایک مجتہد کے لئے دوسرے مجتہد کی تقلید جائز نہیں۔

قَالَ بَعْضُهُمْ: عِقَالًا وَقَالَ: عَنَاقًا: عِقال تو کسرۂ عین کے ساتھ ہے جسکی تشریح پہلے گزر چکی ہے اور عَناق فتحۂ عین کے ساتھ ہے بکری کا بچہ جو ایک سال سے کم ہو۔ اس لفظ میں رواۃ کا اختلاف ہے بعض نے عقالاً کہا اور بعض نے عناقاً، زیادہ تر شراحِ شافعیہ لفظِ عَناق کو ترجیح دیتے ہیں۔ چنانچہ امام بخاریؒ نے تصریح فرمائی ہے: ھو اصح۔ اسکی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اس سے ایک اختلافی مسئلہ وابستہ ہے جس کا تعلق زکوٰۃ سوائم سے ہے۔ اور عناق ہونے کی صورت میں بظاہر شافعیہ کی اس میں تائید ہوتی ہے وہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص کی ملک میں صرف صِغار ہی صِغار ہوں تو ان پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں اس میں تین مذہب ہیں:

① امام مالکؒ و زفرؒ فرماتے ہیں: یجب فیھا ما یجب فی الکبار۔

② امام ابو یوسفؒ و امام شافعیؒ فرماتے ہیں: یجب واحدٌ منھا (یعنی بچہ ہی زکوٰۃ میں واجب ہوجائے گا)۔

③ طرفین (ابو حنیفہؒ و محمدؒ) فرماتے ہیں: لا یجب فیھا شيء، ان دونوں کے نزدیک سائمہ میں وجوب زکوٰۃ کیلئے مخصوص سِن شرط ہے وہ یہ کہ یا تو وہ سب کے سب مُسِنّہ ہوں یا کم از کم بعض ان میں سے مُسِنّہ ہوں اور بعض صِغار اور اگر وہ سب کے سب صغار ہوں، فصلان [1]، حُملان، عَجاجیل، تو پھر ان میں زکوٰۃ واجب نہ ہوگی جوھرۃ النیرۃ میں لکھا ہے کم سے کم سِنِ ابل جس میں زکوٰۃ

---

[1] فصلان جمع فیصل ولد الناقة اذا فصل عن امه، حملان جمع حمل (بفتحتین) ولد الشاة، عجاجول جمع عجول بروزن سنور بمعنى، العجل ولد البقر۔

واجب ہوتی ہے بنت مخاض ہے اور بقر میں تبیع اور غنم میں ثنی (یہ سب کے سب پورے ایک سال کے ہوتے ہیں، اس سے کم نہیں) لہذا ان دونوں کے نزدیک صغار سوائم سے نصاب کا انعقاد ہی نہیں ہوگا ہاں [1] البتہ صغار کے ساتھ کبار بھی ہوں خواہ وہ صرف ایک ہی ہو تب صغار میں زکوۃ واجب ہو جائے گی تبعاً للکبیر، گویا صغار سے نصاب کی تکمیل تو ہو سکتی ہے لیکن انعقاد نہیں ہو سکتا اور زکوۃ میں بچہ اس صورت میں بھی نہیں لیا جائے گا مثلاً کسی شخص کی ملکیت [2] میں نصاب غنم یعنی چالیس ۴۰ بکریاں تھیں، درمیان سال کے انہوں نے چالیس بچے دیئے پھر وہ سب بکریاں سال پورا ہونے سے قبل مر گئیں اور ان صغار پر سال پورا ہو گیا (یعنی حول الامہات) تو اس صورت میں ان صغار میں عند الطرفین زکوۃ واجب نہ ہوگی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حول الامہات کے پورا ہونے پر واجب ہو جائے گی، ان کے نزدیک حول الامہات ہی حول الاولاد ہے۔

مذکورہ بالا اختلاف سے معلوم ہوا کہ امام ابو یوسفؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک صغار کی زکوۃ میں صغیر واجب ہوتا ہے لہذا عناق والی روایت ان دونوں کے موافق اور موید ہوئی اور حنفیہ وغیرہ کے خلاف جواب یہ ہے کہ صدیق اکبرؓ کا یہ کلام تعلیقاً ہے کہ اگر بالفرض ایسا ہوتا ہوگا تو میں ایسا کروں گا لہذا اس کو دلیل ٹھہرانا کہاں درست ہے؟ نیز ان کا یہ کلام بطریق مبالغہ ہے۔ چنانچہ دوسری روایت میں لفظ عقال ہے، عقال ہی زکوۃ میں کب واجب ہوتی ہے؟ اور اگر بالفرض یہی مراد ہے جو آپ کہہ رہے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اس حدیث مرفوع کے خلاف ہے جو آگے باب زکاۃ السوائم میں آرہی ہے یعنی سوید بن غفلہؓ کی حدیث جس کے لفظ یہ ہیں: أَنْ لَا تَأْخُذَ مِنْ رَاضِعِ لَبَنٍ [3]۔ قال صاحب المنهل: أي لا تأخذ صغيراً يرضع اللبن اھ اور یہی معنی اس کے شیخ ابن الہمامؒ نے بیان کئے ہیں کما في البذل، اگرچہ شراح شافعیہ نے اس حدیث کے دوسرے معنی لئے ہیں وہ یہ کہ یہاں مضاف محذوف ہے ای ذات راضع لبن، یعنی دودھ دینے والی بکری زکوۃ میں نہ لی جائے کیونکہ وہ خیارِ مال سے ہے اور زکوۃ لی جاتی ہے أوساطِ مال سے، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

بحمد للہ حدیث کی شرح پوری ہوئی۔

---

[1] وفي القدوري: وليس في الفصلان والحملان والعجاجيل زكاة عند أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله، إلا أن يكون معها كبار اھ. (مختصر القدوري ص ١٦٦)

[2] اس مسئلہ کی فقہاء نے کئی مثالیں اور صورتیں بیان کی ہیں اور بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ مسئلہ مشکل ہے اس لئے کہ یہ کہنا کہ صغار میں زکوۃ واجب نہیں ہوتی بظاہر موجب اشکال ہے کیونکہ زکوۃ واجب ہوتی ہے حولان حول کے بعد اور سال پورا ہونے کے بعد ان پر فصلان یا حملان وغیرہ ہونا صادق نہیں آتا دوسرے لفظوں میں کہئے کہ وہ صغار صغار نہیں رہتے پھر اس کا کیا مطلب کہ صغار میں زکوۃ واجب نہیں ہوتی؟ اسلئے فقہاء کو اس کی توجیہ میں مخصوص صورتیں بیان کرنی پڑی (زیلعی) توجیہ کا حاصل یہ ہے: سال میں بچوں کو ان کی ماؤں کے تابع رکھا گیا ہے، اصول کے سال کو فروع کا سال قرار دیا گیا۔

[3] سنن أبي داود - كتاب الزكاة - باب في زكاة السائمة ١٥٧٩، بذل المجهود في حل أبي داود - ج٨ ص ٧٤

٢- بَابُ مَا تَجِبُ فِيهِ الزَّكَاةُ

کن اموال میں زکوۃ کی ادائیگی ضروری ہے؟

الفاظ ترجمہ دو معنی کو محتمل ہیں:

① ان اشیاء کا بیان جن میں زکوۃ واجب ہوتی ہو۔

② مال کی وہ مقدار جس میں زکوۃ واجب ہوتی ہے یعنی نصاب زکوۃ، حضرت شیخ کا میلان حاشیۂ بذل میں اول کی طرف ہے اور صاحب بذل ومنہل نے دوسرے معنی لئے ہیں، وھو الظاھر عندی [1]۔

زکوۃ کن کن اشیاء میں واجب ہے؟ مشہور ہے کہ زکوۃ تین چیزوں میں واجب ہوتی ہے:

①نقدین (ذھب وفضة)۔ ②عروض تجارت۔

③سوائم (ابل، بقر، غنم) زروع اور ثمار میں چونکہ عشر یا نصفِ عشر واجب ہوتا ہے اس لئے اس کو علیحدہ ذکر کرتے ہیں، کیونکہ زکوۃ شرعی تو ربع العشر (چالیسواں حصہ) کا نام ہے۔

صاحب بدائع فرماتے ہیں: زکوۃ کی دو قسمیں ہیں: فرض اور واجب۔ فرض تو زکوۃ المال ہے اور واجب زکوۃ الرأس یعنی صدقۃ الفطر اور زکوۃ المال کی دو قسمیں ہیں:

① زکوۃ الذھب والفضۃ واموال التجارۃ والسوائم۔

② زکوۃ الزروع والثمار (غلہ اور درختوں کے پھل) اور وہ عشر ہے یا نصف العشر اھ [2]۔

نیز جاننا چاہیئے کہ نقدین وسوائم کا تو نصاب متعین ہے اور مال تجارت میں قیمت کا اعتبار ہے اور زروع وثمار میں اختلاف ہے کہ اس کیلئے نصاب شرط ہے یا نہیں (کما سیأتی) اور بعض چیزیں ایسی ہیں جن میں وجوب زکوۃ مختلف فیہ ہے جیسے بقول وخضروات [3]۔

١٥٥٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ، وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ أَوَاقٍ صَدَقَةٌ، وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ».

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ پانچ اونٹ سے کم میں

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج٨ ص١٥، المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج٩ ص١٢٣

[2] بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع — ج٢ ص٢، أوجز المسالك إلى موطأ مالك — ج٥ ص٥٠٨

[3] حنفیہ کے نزدیک جن اشیاء میں زکوۃ واجب ہے اگر ان سب کو تفصیلاً شمار کیا جائے تو وہ کل ۹ نو ہیں: ذہب، فضہ، مال تجارت، سوائم جو تین ہیں: ابل، بقر، غنم، زروع، ثمار، عسل ان کے علاوہ ۲ دو میں اختلاف ہے امام صاحبؒ اور صاحبین کا، بقول اور خضروات امام صاحب قائل ہیں صاحبین نہیں، ۱۲۔

زکوۃ واجب نہیں اور پانچ اوقیہ چاندی (دو سو درہم) سے کم میں زکوۃ واجب نہیں اور پانچ وسق (تین سو صاع) سے کم زمین سے پیدا ہونے والے غلہ میں عشر واجب نہیں۔

صحيح البخاري - الزكاة (١٣٤٠) صحيح البخاري - الزكاة (١٣٧٩) صحيح البخاري - الزكاة (١٣٩٠) صحيح البخاري - الزكاة (١٤١٣) صحيح مسلم - الزكاة (٩٧٩) جامع الترمذي - الزكاة (٦٢٦) سنن النسائي - الزكاة (٢٤٤٥) سنن النسائي - الزكاة (٢٤٤٦) سنن النسائي - الزكاة (٢٤٧٣) سنن النسائي - الزكاة (٢٤٧٤) سنن النسائي - الزكاة (٢٤٧٥) سنن النسائي - الزكاة (٢٤٧٦) سنن النسائي - الزكاة (٢٤٨٣) سنن النسائي - الزكاة (٢٤٨٤) سنن النسائي - الزكاة (٢٤٨٥) سنن النسائي - الزكاة (٢٤٨٦) سنن النسائي - الزكاة (٢٤٨٧) سنن أبي داود - الزكاة (١٥٥٨) سنن ابن ماجه - الزكاة (١٧٩٣) موطأ مالك - الزكاة (٥٧٥) موطأ مالك - الزكاة (٥٧٦) سنن الدارمي - الزكاة (١٦٣٣) سنن الدارمي - الزكاة (١٦٣٤)

شرح الحديث یہ حدیث متفق علیہ (صحیح بخاری و مسلم دونوں میں ہے) اس میں تین چیزوں کا نصاب بیان کیا گیا ہے: نصاب ابل، نصاب ورق (فضہ)، اور نصاب الزرع (الحبوب یعنی زمین کی پیداوار کا نصاب جس میں عشر یا نصف العشر واجب ہوتا ہے، اب ہر ایک کے بارے میں ترتیب وار سنیئے:

① نصاب ابل خمس ذود بتایا جاتا ہے، ذود کا اطلاق جماعت ابل پر ہوتا ہے تین ۳ سے لے کر دس ۱۰ تک، اور کہا گیا ہے دو سے لے کر نو ۹ تک، اس کا مفرد من لفظہ نہیں آتا جیسے لفظ قوم اور رھط، خمس ذود کو دو طرح پڑھا گیا ہے اضافت کے ساتھ خمس ذودٍ اور خمس کی تنوین کے ساتھ خمسٌ ذودٌ، اس صورت میں ذود بدل ہو جائے گا خمس سے، خمس ذود سے مراد خمس ابلٍ من الذود ہے (اونٹوں میں سے پانچ) اور متبادر معنی یعنی خمسة اذواد مراد نہیں ہے اس لئے کہ پانچ ذود تو کم سے کم پندرہ اونٹ ہو جائیں گے جو مراد نہیں[1] ہے، یہ مسئلہ اجماعی ہے کہ نصاب ابل پانچ اونٹ ہیں۔

② نصاب فضہ خمس اواق ہے اواق اوقیہ کی جمع ہے یعنی چالیس درہم۔ پانچ اوقیہ کے دو سو درہم ہوتے ہیں بحساب وزن[2] سبعہ یعنی اس طرح کہ ہر دس درہم سات مثقال کے برابر ہوں اس اعتبار سے دو سو[3] درہم ایک سو چالیس مثقال کے برابر ہوں گے، نصاب فضہ میں اسی پر علماء کا اجماع ہے (قالہ الحافظ) لفظ اوقیہ سے ماخوذ ہے اور وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اتنی مقدار دراہم کی آدمی کو محتاجگی سے بچاتی ہے۔

③ اوسق، وسق کی جمع ہے ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور پانچ وسق کے تین سو صاع ہوتے ہیں تقریباً پچیس من۔ زمین کی پیداوار (زرعی پیداوار) کا نصاب اس حدیث میں پانچ وسق قرار دیا ہے زروع و ثمار میں بالاتفاق ایک صورت میں عشر اور ایک صورت میں نصف العشر واجب ہوتا ہے (صدقة الزرع کا مستقل باب آگے آرہا ہے) لیکن اس میں اختلاف ہے کہ

---

[1] یا پھر یوں کہا جائے کہ یہاں ذود کا استعمال مطلق ابل کے معنی میں ہے، اصلی معنی میں نہیں۔

[2] دراہم وزن کے اعتبار سے مختلف ہوتے تھے: وزن سبعہ، وزن ستہ، وزن خمسہ وغیرہ۔

[3] اور وزن جدید یعنی گرام کے اعتبار سے دو سو درہم کے بارے میں محاسبین کے قول مختلف ہیں: ① ۵۹۵ گرام، ② ۲۰۹ گرام، ③ ۶۱۲ گرام اور نصاب ذہب جو کہ بیس مثقال ہے، اس میں بھی تین قول ہیں: ① ۸۵ گرام، ② ۸۷ گرام، ③ ۹۰ گرام۔ (التسهيل الضروري للمسائل القدوري - ص ١٠٩)

معشرات یعنی جن چیزوں میں عشر واجب ہوتا ہے اس کیلئے کوئی خاص مقدار و نصاب شرط ہے جیسے زکوۃ کیلئے ہوتا ہے یا نہیں؟ ائمہ ثلاثہ اور صاحبین اس میں بھی نصاب کے قائل ہیں اور وہ نصاب یہی ہے جو اس حدیث میں مذکور ہے یعنی پانچ وسق اور ایک جماعت علماء کی جیسے ابن عباسؓ، عمر بن عبد العزیزؒ، ابراہیم نخعیؒ، ومجاہدؒ اور امام ابو حنیفہؒ وجوب عشر کیلئے نصاب کے قائل نہیں ہیں بلکہ قلیل و کثیر سب میں واجب مانتے ہیں۔

امام صاحب ومن وافقه کی دلیل: بعض آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ کی بناپر مثلاً وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ [1]، أَنفِقُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ [2] اور احادیث صحیحہ جو کتب صحاح میں موجود ہیں مجملہ ان کے حدیث ابن عمرؓ جو صحیح بخاری میں مرفوعاً مروی ہے: فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْعُيُونُ الْعُشْرُ..... وَمَا سُقِيَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ [3] اور اسی مضمون کی دوسری حدیث جو صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ سے مرفوعاً مروی ہے: فِيمَا سَقَتِ الْأَنْهَارُ، وَالْغَيْمُ الْعُشُورُ، وَفِيمَا سُقِيَ بِالسَّانِيَةِ نِصْفُ الْعُشْرِ [4]۔ اور یہ دونوں حدیثیں اسی کتاب میں باب صدقة الزرع میں آرہی ہیں، یہ آیات اور حدیثیں عام اور مطلق ہیں جس سے معلوم ہو رہا ہے کہ زرعی پیداوار میں بلا قید نصاب کے ایک صورت میں (جب کہ اس میں آب پاشی کی مؤنۃ برداشت کی گئی ہو) نصف عشر واجب ہوتا ہے اگر وہ زمینیں بارانی وغیرہ ہیں جن میں آب پاشی کی مشقت اٹھائی نہیں پڑتی ان میں عشر واجب ہوتا ہے، قاضی ابو بکر ابن العربی المالکیؒ فرماتے ہیں أقوى المذاهب في المسألة مذهب أبي حنيفة دليلاً وأحوطها للمساكين وأولاها قياماً بشكر النعمة [5]۔

جمہور کی طرف سے اس پر نقد اور ہماری طرف سے اسکا جواب: جمہور کی طرف سے حافظ ابن حجرؒ نے تبعاً للحافظ ابن القیم اس حدیث کا جواب یہ دیا ہے کہ اس سے مقصود صرف ان دو زمینوں کا فرق بیان کرنا ہے جن میں سے ایک کی پیداوار میں عشر اور ایک کی پیداوار میں نصف العشر واجب ہوتا ہے، نصاب وعدم نصاب سے اس میں تعرض ہی نہیں بلکہ اس لحاظ سے یہ حدیث (ابن عمرؓ و جابرؓ) مجمل ہے اور حدیث ابو سعید خدریؓ یعنی حدیث الباب مفسر ہے اور مفسر قاضی [6] ہوتا ہے

---

[1] اور ادا کرو ان کا حق جس دن ان کو کاٹو۔ (سورة الأنعام ۱٤۱)

[2] خرچ کرو ستھری چیزیں اپنی کمائی میں سے اور اس چیز میں سے کہ جو ہم نے پیدا کیا تمہارے واسطے زمین سے۔ (سورة البقرة ۲٦۷)

[3] صحيح البخاري - كتاب الزكاة - باب العشر فيما يسقي من ماء السماء وبالماء الجاري ۱٤۱۲

[4] صحيح مسلم - كتاب الزكاة - باب ما فيه العشر أو نصف العشر ۹۸۱

[5] عارضة الأحوذي شرح صحيح الترمذي - ج ۳ ص ۱۳۵

[6] وہ اس طرح بھی کہتے ہیں کہ حدیث ابو سعیدؓ خاص ہے اور حدیث ابن عمرؓ عام اور خاص کو تقدم حاصل ہے عام پر۔ ہماری طرف سے کہا گیا ہے کہ اول تو حنفیہ کے نزدیک عام، خاص دونوں قوت میں برابر ہوتے ہیں، دوسرے یہ کہ ہمارے پاس بھی خاص حدیث موجود ہے رواه الطحاوي، عن جابر بن عبد الله مرفوعاً: في كل عشرة أقناء قنو، يوضع في المسجد للمساكين. (شرح معاني الآثار - كتاب البيوع - باب العرايا ٤ ٦۰٥ - ج ٤ ص ۳۰، العرف الشذي شرح سنن الترمذي - ج ۲ ص ۱۰۸، أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ٥ ص ٤۹۷)۔

مجمل پر۔ ہماری طرف سے جواب دیا گیا کہ حدیث میں اجمال نہیں بلکہ اثبات عموم ہے اس لئے کہ لفظ ما عموم کیلئے ہے اور یہ کہنا کہ مقصود صرف تمیز بین العشر ونصف العشر ہے، یہ حدیث کی افادیت کو کم کرنا ہے بلکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ زمین کی پیداوار میں مطلقاً ایک صورت میں عشر اور ایک صورت میں نصف العشر ہے، نیز مفسر کیلئے ضروری ہے کہ مفسر کے تمام افراد کو شامل ہو اور یہاں پر ایسا نہیں ہے، اس لئے کہ حدیث ابن عمرؓ و جابرؓ میں تو ہر قسم کی پیداوار کا ذکر ہے خواہ وہ کیل و موسوق ہو یا نہ ہو جیسے زعفران وغیرہ، اور حدیث ابو سعید خدریؓ جس کو آپ مفسر کہنا چاہتے ہیں اس کا تعلق صرف موسوق و کیل سے ہے غیر موسوق کا حال اس میں بیان نہیں کیا گیا اسی لئے داؤد ظاہری نے یہ مسلک اختیار کیا کہ زمین کی پیداوار میں جو چیزیں موسوق یعنی کیلی ہیں جیسے تمام اجناس اور غلے ان کیلئے تو نصاب شرط ہے جو اس حدیث میں مذکور ہیں جو چیزیں غیر موسوق ہیں مثلاً زعفران اور روئی وغیرہ ان میں نصاب کی قید نہیں کما فی حدیث ابن عمرؓ گویا انہوں نے جمع بین الحدیثین کی یہ شکل اختیار کیا ہے۔

امام صاحب کی طرف سے حدیث الباب کی توجیہ: اب رہا مسئلہ یہ کہ حدیث الباب کا کیا حل ہے؟ سو اس کی امام صاحبؒ کی طرف سے مختلف توجیہات منقول ہیں جن کو حضرت شیخؒ نے أوجز المسالك [1] میں یکجا جمع فرمادیا ہے جن میں سے چند ہم یہاں ذکر کرتے ہیں:

① آپ یہ سمجھ لیجئے کہ صدقہ کا اطلاق زکوۃ اور عشر دونوں پر ہوتا ہے، اس حدیث میں تین چیزوں کا نصاب بیان کیا گیا ہے: ابل، فضہ، حبوب و ثمار تینوں جگہ لفظ صدقہ مذکور ہے۔ پہلی دو جگہ صدقہ سے بالاتفاق زکوۃ مراد ہے، تیسری جگہ جمہور نے تو صدقہ سے عشر مراد لیا ہے اسی لئے یہ حضرات عشر کیلئے بھی نصاب کے قائل ہیں اور امام صاحب کی جانب سے کہا گیا کہ اس تیسری جگہ بھی صدقہ سے زکوۃ ہی مراد ہے اور خمسۃ اوسق سے مراد وہ غلہ نہیں ہے جو اپنی کاشت سے حاصل ہوا ہو جیسا کہ جمہور سمجھ رہے ہیں بلکہ اس سے وہ غلہ مراد ہے جو تجارتی ہو جسکو آدمی نے کسی ذریعہ سے تجارت کیلئے خاص کر لیا ہو اور مال تجارت میں وجوب زکوۃ کیلئے نصاب بالاتفاق شرط ہے جسمیں قیمت کا اعتبار ہے۔ جو مال تجارت قیمت میں دو سو درہم کے برابر ہو اس میں زکوۃ واجب ہوتی ہے اور حضور ﷺ کے زمانہ میں ایک وسق غلہ کی قیمت عامہ ایک اوقیہ کی بقدر ہوتی تھی لہذا پانچ وسق غلہ قیمت میں پانچ اوقیہ چاندی کے برابر ہوا جو کہ نصاب فضہ ہے۔ حضرت گنگوہیؒ کی رائے الکوکب الدری [2] میں اس طرح لکھی ہے کہ لوگ (تاجران غلہ) اجناس کی قیمتوں کی تحقیق و تفتیش کرتے تھے کہ ان کو یہ معلوم ہو جائے کہ ہمارے پاس جو غلہ ہے وہ نصاب کے بقدر ہے یا نہیں؟ تا کہ پھر وہ اس کے اعتبار سے اسکو زکوۃ ادا کر سکیں اس پر آپ ﷺ نے اس زمانہ میں اجناس کی قیمت کے پیش نظر ایک تقریبی تحدید تجویز فرمادی، اب یہ کہ سب غلوں کی قیمت تو برابر نہیں ہوتی تو پھر پانچ وسق کو معیار

---

[1] أوجز المسالك إلى موطأ مالك — ج ٥ ص ٤٩٨-٥٠١

[2] الكوكب الدري على جامع الترمذي — ج ٢ ص ١٢

کیسے بنایا جاسکتا ہے؟ حضرت نے خود ہی یہ اشکال فرماکر لکھا ہے کہ ممکن ہے آپ ﷺ نے لوگوں کی سہولت اور دفع حرج کیلئے توسعاً یہ مقدار تجویز فرمادی ہو، واللہ تعالی أعلم۔

اس توجیہ میں کوئی بُعد نہیں ہے اکابر قدماء سے منقول ہے۔ نیز اس کی نظیر بھی باب زکوۃ میں موجود ہے مسئلۃ الخرص جس کے جمہور قائل ہیں اور پھر لسان شارع خواہ وہ تخمین کے قبیل سے ہو بہر حال حجۃ شرعیہ ہے۔

④ ایک توجیہ یہ کی گئی ہے کہ اس حدیث کا تعلق عاشر سے ہے، اور مطلب یہ ہے کہ جن کاشتکاروں کے یہاں معمولی سی کاشت ہوتی ہے ان کا عشر عاشر کو لینے کا حق نہیں ہے بلکہ وہ اس کو خود ادا کر سکتے ہیں، البتہ جن کے یہاں بڑی پیداوار ہے کم از کم پانچ وسق ان کی زکوۃ عاشر کو لینے کا حق ہے، ہمارے حضرت شیخ اسی جواب کو زیادہ پسند کرتے تھے۔

③ یہ حدیث عریہ پر محمول ہے اور عریہ جیسا کہ احادیث میں وارد ہے مادون خمسة أوسق ہی میں ہوتا ہے (کما سیجیء فی کتاب البیوع) عریہ ایک خاص طریقہ ہے ہبہ کا یعنی عند الحنفیہ اور عند الجمہور اس کی حقیقت بیع ہے۔ بہر حال جب مالک نے ایک شی ہبہ کر دی یا بیع کر دی تو پھر اس میں زکوۃ کیوں واجب ہو؟ یہ جواب ابو عبیدہ قاسم بن سلام سے کتاب الأموال میں منقول ہے جو کہ غریب الحدیث کے بڑے امام ہیں۔ یہ جواب شاہ صاحبؒ سے العرف الشذی میں منقول ہے وہاں سے حضرت شیخ نے أوجز میں نقل فرمایا ہے۔ یہ کل تین جواب ہوئے جس کو اس پر اضافہ مطلوب ہو وہ أوجز کو دیکھے۔

١٥٥٩ - حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ مُحَمَّدٍ الرَّقِّيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا إِدْرِيسُ بْنُ يَزِيدَ الْأَوْدِيُّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ الْجَمَلِيِّ، عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ الطَّائِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، يَرْفَعُهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ زَكَاةٌ، وَالْوَسْقُ سِتُّونَ مَخْتُومًا". قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «أَبُو الْبَخْتَرِيِّ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِي سَعِيدٍ».

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ رسول اللہ ﷺ سے مرفوعاً نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پانچ وسق غلہ سے کم میں زکوۃ لازم نہیں ہوتی اور وسق ساٹھ مہر لگے ہوئے صاع کا ہوتا ہے۔ امام ابو داودؒ فرماتے ہیں: اس روایت میں ابو البختری کا حضرت ابو سعید خدریؓ سے سماع ثابت نہیں۔

١٥٦٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ بْنِ أَعْيَنَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْمُغِيرَةِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: "الْوَسْقُ: سِتُّونَ صَاعًا مَخْتُومًا بِالْحَجَّاجِيِّ".

ترجمہ: ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ وسق ساٹھ صاع کو کہتے ہیں، ایسے صاع جن پر کوفہ کے گورنر حجاج بن یوسف ثقفی کی مہر لگی ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الزكاة (١٣٤٠) صحيح البخاري - الزكاة (١٣٧٩) صحيح البخاري - الزكاة (١٣٩٠) صحيح البخاري - الزكاة (١٤١٣) صحيح مسلم - الزكاة (٩٧٩) جامع الترمذي - الزكاة (٦٢٦) سنن النسائي - الزكاة (٢٤٤٥) سنن النسائي - الزكاة

(٢٤٤٦)سنن النسائي- الزكاة(٢٤٧٣)سنن النسائي- الزكاة(٢٤٧٤)سنن النسائي- الزكاة(٢٤٧٥)سنن النسائي- الزكاة(٢٤٧٦) سنن النسائي- الزكاة(٢٤٨٣)سنن النسائي- الزكاة(٢٤٨٤)سنن النسائي- الزكاة(٢٤٨٥)سنن النسائي- الزكاة(٢٤٨٦)سنن النسائي - الزكاة(٢٤٨٧)سنن أبي داود- الزكاة(١٥٥٩)سنن ابن ماجه- الزكاة(١٧٩٣)مسند أحمد- باقي مسند المكثرين(٦/٣)مسند أحمد- باقي مسند المكثرين(٣٠/٣)مسند أحمد- باقي مسند المكثرين(٤٥/٣)مسند أحمد- باقي مسند المكثرين (٥٩/٣)مسند أحمد- باقي مسند المكثرين(٦٠/٣)مسند أحمد- باقي مسند المكثرين(٧٣/٣)مسند أحمد- باقي مسند المكثرين(٧٤/٣)مسند أحمد- باقي مسند المكثرين (٧٩/٣)مسند أحمد- باقي مسند المكثرين(٨٦/٣)مسند أحمد- باقي مسند المكثرين(٩٧/٣)موطأ مالك- الزكاة(٥٧٥)موطأ مالك- الزكاة(٥٧٦)سنن الدارمي- الزكاة(١٦٣٣)سنن الدارمي- الزكاة(١٦٣٤)

شرح الحديث وَالْوَسْقُ: سِتُّونَ مَخْتُومًا: مختوم صاع کی صفت ہے یعنی سِتُّونَ صَاعًا مَخْتُومًا، ختم بمعنی مہر، وہ صاع جس پر سرکاری مہر لگی ہوئی ہو اور آگے آرہا ہے مختوما بالحجاج یعنی جس پر امیر کوفہ حجاج بن یوسف کی مہر لگی ہوئی ہو جس کو صاع حجاجی کہتے ہیں اور یہی صاع عراقی بھی کہلاتا ہے اور شافعیہ کا صاع صاعِ حجازی سے مشہور ہے اس کی تفصیل جلد اول میں مقدار ماء وضوء کے باب میں گزر چکی۔

١٥٦١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيُّ، حَدَّثَنَا صُرَدُ بْنُ أَبِي الْمَنَازِلِ، قَالَ: سَمِعْتُ حَبِيبًا الْمَالِكِيَّ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ: يَا أَبَا نُجَيْدٍ! إِنَّكُمْ لَتُحَدِّثُونَنَا بِأَحَادِيثَ مَا نَجِدُ لَهَا أَصْلًا فِي الْقُرْآنِ، فَغَضِبَ عِمْرَانُ، وَقَالَ لِلرَّجُلِ: «أَوَجَدْتُمْ فِي كُلِّ أَرْبَعِينَ دِرْهَمًا دِرْهَمًا، وَمِنْ كُلِّ كَذَا وَكَذَا شَاةً شَاةً، وَمِنْ كُلِّ كَذَا وَكَذَا بَعِيرًا كَذَا وَكَذَا، أَوَجَدْتُمْ هَذَا فِي الْقُرْآنِ؟» قَالَ: لَا، قَالَ: «فَعَنْ مَنْ أَخَذْتُمْ هَذَا؟ أَخَذْتُمُوهُ عَنَّا، وَأَخَذْنَاهُ عَنْ نَبِيِّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ»، وَذَكَرَ أَشْيَاءَ نَحْوَ هَذَا.

ترجمہ ایک شخص نے عمران بن حصینؓ سے کہا کہ اے ابو نجید! آپ ہمیں ایسی احادیث بیان کرتے ہیں کہ جب احادیث کی کوئی اصل ہم کتاب اللہ میں نہیں پاتے تو اس پر عمران بن حصینؓ غصہ ہوگئے اور انہوں نے اس شخص سے کہا کہ کیا تم لوگ قرآن کریم میں یہ حکم پاتے ہو کہ ہر چالیس درہم میں ایک درہم زکوۃ واجب ہے اور بکریوں کا زکوۃ کا نصاب اس طرح ہے اور اونٹ کا نصاب زکوۃ اس طرح ہے، کیا تمہیں یہ سارے تفصیلی مسائل قرآن میں ملتے ہیں؟ تو اس شخص نے جواب دیا: نہیں، تو حضرت عمران بن حصینؓ نے ارشاد فرمایا: تو تم نے یہ مسائل کہاں سے حاصل کیے؟ تم لوگوں نے یہ مسائل ہم (صحابہ کرامؓ) ہی سے تو حاصل کیے ہیں اور ہم صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ مسائل سیکھے ہیں اور عمران بن حصینؓ نے زکوۃ کے ان مسائل کی طرح اور دیگر مسائل ذکر فرمادیئے۔

شرح الحديث قَالَ رَجُلٌ لِعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ: يَا أَبَا نُجَيْدٍ! إِنَّكُمْ لَتُحَدِّثُونَنَا بِأَحَادِيثَ مَا نَجِدُ لَهَا أَصْلًا فِي الْقُرْآنِ، فَغَضِبَ عِمْرَانُ، وَقَالَ لِلرَّجُلِ: أَوَجَدْتُمْ فِي كُلِّ أَرْبَعِينَ دِرْهَمًا دِرْهَمًا: یہ حدیث صحاح میں سے صرف ابوداود ہی میں

ہے اورمنہل میں لکھا ہے: أخرجه البيهقي أيضاً في البعث اھ [1]۔

حافظؒ نے فتح الباری میں اس روایت کو بیہقی ہی کے حوالہ سے نقل کیا ہے جس میں یہ بھی ہے کہ عمران بن حصینؓ کی مجلس میں بعض صحابہؓ نے شفاعت کا ذکر کیا تو اس پر ایک شخص نے یہ اعتراض کیا جو یہاں روایت میں مذکور ہے۔ حافظؒ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ بظاہر یہ معترض خوارج میں سے تھا اسلئے کہ یہ فرقہ شفاعت کا انکار کرتا ہے اور صحابہ کرامؓ ان پر رد کیا کرتے تھے [2]۔

مضمون حدیث تو واضح ہے کہ ایک شخص نے عمران بن حصینؓ سے کہا کہ تم ہم سے ایسی ایسی حدیثیں بیان کرتے ہو جن کی کوئی اصل کتاب اللہ میں ہم نہیں پاتے، اس پر ان کو غصہ آ گیا اور فرمایا کہ زکوۃ کا ذکر قرآن میں ہے تو تم بھی اس کو مانتے ہو، اچھا یہ تو بتاؤ کہ قرآن میں یہ بھی ہے کہ اتنے مال میں زکوۃ واجب ہوتی ہے اور اس سے کم میں نہیں ہوتی۔ نیز یہ کہ اتنے مال میں اتنی مقدار واجب ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ، یہ سب تفاصیل قرآن میں کہاں ہیں؟ ظاہر ہے کہ یہ چیزیں تم نے ہم سے سیکھی ہیں اور ہم نے جناب رسول ﷺ سے مطلب یہ ہے کہ ہمارے دین و شریعت کا مدار صرف قرآن پر نہیں ہے، بلکہ رسول ﷺ کے بیانات اور تشریحات پر ہے، قرآن کریم تو متن ہے احادیث رسول اسکی تشریح ہیں، یہ حدیث حجیت حدیث کی صریح دلیل ہے۔

٣- بَابُ العُرُوضِ إِذَا كَانَتْ لِلتِّجَارَةِ، هَلْ فِيهَا مِنْ زَكَاةٍ؟

سامان تجارت میں زکوۃ دینے کا حکم

عروض بضم العین عرض کی جمع ہے، جیسے فلوس فلس کی، سامان ومتاع و كلُّ شيءٍ سوى النَّقْدَيْنِ (قاموس [3]) اور بعض نے لکھا ہے: عروض وہ سامان جو مکیل و موزون نہ ہو اور نہ وہ حیوان ہو نہ عقار (المصباح المنير [4])۔

١٥٦٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ سُفْيَانَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسَى أَبُو دَاوُدَ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سَعْدِ بْنِ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِيهِ سُلَيْمَانَ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، قَالَ: «أَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْمُرُنَا أَنْ نُخْرِجَ الصَّدَقَةَ مِنَ الَّذِي نُعِدُّ لِلْبَيْعِ».

ترجمہ: حضرت سمرہ بن جندبؓ نے ارشاد فرمایا: أَمَّا بَعْدُ! بے شک رسول اللہ ﷺ ہمیں ایسے سامان سے زکوۃ نکالنے کا حکم فرماتے تھے جس کو ہم تجارت کیلئے تیار کر کے رکھا کرتے تھے۔

شرح الحديث: اس باب سے مصنفؒ کی غرض مال تجارت میں زکوۃ کو ثابت کرنا ہے، اس کیلئے امام بخاریؒ نے بھی باب باندھا

---

[1] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج ٩ ص ١٣٢

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ١١ ص ٤٢٦

[3] القاموس المحيط — ص ٦٤٥

[4] المصباح المنير في غريب الشرح الكبير — ص ١٥٣

ہے بَابُ صَدَقَةِ الْكَسْبِ وَالتِّجَارَةِ لیکن اس باب کے تحت امام بخاریؒ نے کوئی حدیث ذکر نہیں فرمائی اسلئے کہ اس مسئلہ میں ان کی شرط کے مطابق کوئی حدیث نہیں تھی، بلکہ صرف ذکر آیت پر اکتفاء کیا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ [1] اور امام ابوداودؒ نے اس باب میں مکتوب سمرہؓ والی حدیث ذکر فرمائی ہے۔ ہمارے یہاں پہلے یہ گزر چکا کہ حضرت سمرہ بن جندبؓ نے اپنے بیٹوں کے نام ایک مجموعہ حدیثوں کا بھیجا تھا جس کے ابتداء میں اس طرح ہے: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ. أَمَّا بَعْدُ! چنانچہ یہ حدیث معجم طبرانی [2] میں اسی طرح ہے اسکے علاوہ دار قطنی [3] میں بھی ہے لیکن یہ حدیث صحاح ستہ میں سے صرف سنن ابوداود میں ہے اسکا مضمون یہ ہے کہ آپ اس مال میں سے اخراج زکوۃ کا حکم فرماتے تھے جس کو ہم حاصل اور مہیا کریں بیع اور تجارت کیلئے۔ اس حدیث پر مصنف نے سکوت فرمایا ہے اور منذری نے بھی، لہٰذا حجت ہے، نیز ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں: إسنادہ حسن اھ. (عون [4])۔

مال تجارت میں بالاتفاق جمہور علماء وائمہ اربعہ زکوۃ واجب ہے (حسب شرائط حولان حول ونصاب وغیرہ) خواہ اس میں پہلے سے زکوۃ واجب ہو جیسے ابل، بقر وغیرہ یا نہ ہو جیسے بِغال وحمیر۔ قسم اول میں زکوۃ ویسے بھی ہوگی قیمت کے لحاظ سے وہ یہ کہ اس کی قیمت دو سو درہم کے برابر ہو اور قسم ثانی میں فی نفسہ تو زکوۃ واجب نہیں ہاں اگر وہ تجارت کے لئے ہو تو بے شک زکوۃ واجب ہوگی (منھل [5])۔

داود ظاہری کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے وہ مال تجارت میں زکوۃ کے قائل نہیں ہیں، لحدیث «لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ صَدَقَةٌ فِي عَبْدِهِ وَلَا فِي فَرَسِهِ» [6]. ولم يقل: إلا أن ينوي بهما التجارة [7]۔ پھر باقی اموال تجارت کو انہوں نے انہی دو پر قیاس کیا اور حدیث الباب جس سے مال تجارت میں زکوۃ ثابت ہوتی ہے اس کو وہ کہتے ہیں: ضعیف ہے جعفر بن سعد کی وجہ سے اور جمہور کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی اجماع صحابہ وغیرہ کی وجہ سے تقویت ہو گئی ہے۔ نیز آیت کریمہ: أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ [8]، جمہور کی مؤید ہے، قال مجاهد: نزلت في التجارة [9]۔ ابن المنذر کہتے ہیں: لیکن اس کا منکر کافر نہ ہوگا لاجل

---

1. خرچ کرو ستھری چیزیں اپنی کمائی میں سے۔ (سورة البقرة ٢٦٧)
2. المعجم الكبير للطبراني رقم الحديث ٧٠٢٩ (ج٧ ص ٢٥٣)
3. سنن الدارقطني - كتاب الزكاة - باب زكاة مال التجارة وسقوطها عن الخيل والرقيق ٢٠٢٧ (ج٢ ص ٤٠)
4. عون المعبود شرح سنن أبي داود - ج٤ ص ٤٢٤
5. المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج٩ ص ١٣٢-١٣٣
6. صحيح البخاري - كتاب الزكاة - باب ليس على المسلم في عبده صدقة ١٣٩٥
7. شرح الزرقاني على موطأ الإمام مالك - ج١ ص ١٦٠
8. خرچ کرو ستھری چیزیں اپنی کمائی میں سے (سورة البقرة ٢٦٧)
9. الدر المنثور في التفسير بالمأثور - ج٣ ص ٢٥٣

الاختلاف [1]۔

تاجر کی دو قسمیں: مدیر ومحتکر اور مالکیہ کا مسلک: اسکے بعد آپ سمجھئے یہاں ایک مسئلہ ہے اختلافی وہ یہ کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تو ہر تاجر پر ہر سال زکوۃ واجب ہے، لیکن امام مالکؒ فرماتے ہیں: تاجر کی دو قسمیں ہیں: مدیر اور محتکر۔ مدیر کا حکم تو یہ ہے کہ اسپر مال میں ہر سال زکوۃ واجب ہوگی اور محتکر پر ہر سال واجب نہیں بلکہ جس وقت اور جس سال وہ اپنے مال کو فروخت کرے گا اس وقت صرف ایک سال کی زکوۃ دینی ہوگی۔ مدیر تو وہ تاجر ہے جو مال خرید تا رہے اور فروخت کرتا رہے جیسا کہ عام طور سے ہوتا ہے۔ اور محتکر وہ تاجر ہے جو مال تجارت کو روک کر رکھے (گودام میں محفوظ) قیمت کے بڑھنے کے انتظار میں اب خواہ کتنے ہی سال تک وہ مال کو روکے رکھے ان سالوں کی زکوۃ واجب نہ ہوگی۔ امام مالکؒ اسکی دلیل میں عمل اہل مدینہ کو پیش فرماتے ہیں جو انکے نزدیک مستقل حجت ہے۔ ایک مسئلہ اختلافی یہ ہے کہ مالکیہ وشافعیہ کے نزدیک وجوب زکوۃ کیلئے سال پورا ہونے کے وقت نصاب کا کامل ہونا کافی ہے اور حنفیہ کہتے ہیں سال کے اول وآخر میں نصاب کا پایا جانا ضروری ہے درمیان میں اگر کم رہ جائے تو مضر نہیں اور حنابلہ کے نزدیک از اول تا آخر کمال نصاب ضروری ہے (منهل [2])۔

٤ - بَابُ الْكَنْزِ مَا هُوَ؟ وَزَكَاةِ الْحُلِيِّ

کنز کسے کہتے ہیں؟ اور زیورات کی زکوۃ کا بیان

ترجمۃ الباب میں دو جزء ہیں اور دونوں ہی سے متعلق مصنف باب میں حدیثیں لائے ہیں۔ کنز کے لغوی معنی ادخار (ذخیرہ بنا کر رکھنا) اور شریعت میں اس مال کو کہتے ہیں جس میں زکوۃ واجب ہو اور ادانہ کی گئی ہو اور حلی بالفتح مفرد ہے اور اسکی جمع حلیٌّ آتی ہے جیسے ثَدْيٌ وثُدِيٌّ بمعنی زیور، خواہ سونے چاندی کا ہو یا کسی قیمتی پتھر موتی وغیرہ کا، مگر یہاں سونے چاندی ہی کا مراد ہے اسلئے کہ مسئلہ زکوۃ اسی سے متعلق ہے اور جو زیورات جواہر سے بنائے گئے ہوں، قیمتی پتھر، لولو، مرجان وغیرہ سے ان میں بالاتفاق زکوۃ نہیں ہے اس کیلئے موطا محمد کو دیکھا جائے۔

١٥٦٣ - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، وَحُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ، الْمَعْنَى، أَنَّ خَالِدَ بْنَ الْحَارِثِ، حَدَّثَهُمْ، حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ امْرَأَةً أَتَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهَا ابْنَةٌ لَهَا، وَفِي يَدِ ابْنَتِهَا مَسَكَتَانِ غَلِيظَتَانِ مِنْ ذَهَبٍ، فَقَالَ لَهَا: «أَتُعْطِينَ زَكَاةَ هَذَا؟» ، قَالَتْ: لَا، قَالَ: «أَيَسُرُّكِ أَنْ يُسَوِّرَكِ اللهُ بِهِمَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ سِوَارَيْنِ مِنْ نَارٍ؟» ، قَالَ: فَخَلَعَتْهُمَا، فَأَلْقَتْهُمَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَتْ: هُمَا لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلِرَسُولِهِ.

ترجمہ: عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ کی سند سے روایت ہے کہ ایک عورت اپنی بیٹی کے ساتھ

---

[1] سبل السلام الموصلة إلى بلوغ المرام — ج ٤ ص ٥٤

[2] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج ٩ ص ١٣٢-١٣٣

خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئی اور اس عورت کی بیٹی کے ہاتھ میں سونے کے دو وزنی کڑے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم ان کڑوں کی زکوۃ دیتی ہو؟ تو اس نے عرض کیا کہ نہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تمہیں اس سے خوشی ہوگی کہ اللہ پاک ان دونوں کڑوں کے بدلے میں روز قیامت تمہیں آگ کے دو کنگن پہنائے؟ راوی کہتے ہیں کہ اس عورت نے ان دونوں کنگنوں کو اتار دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر کے کہا کہ یہ دونوں کنگن اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہیں۔

تخریج جامع الترمذي - الزكاة (٦٣٧) سنن النسائي - الزكاة (٢٤٧٩) سنن أبي داود - الزكاة (١٥٦٣) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/١٧٨) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/٢٠٤) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/٢٠٨)

شرح الحديث أَنَّ امْرَأَةً أَتَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَعَهَا ابْنَةٌ لَهَا، وَفِي يَدِ ابْنَتِهَا مَسَكَتَانِ: امرأة کا نام کہا گیا ہے اسماء بنت یزید بن السکن ہے۔ یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اسی طرح اور نسائی میں مسنداً اور مرسلاً دونوں طرح ہے۔ علامہ زیلعیؒ فرماتے ہیں: اسنادہ صحیح اور یہی بات منذری نے کہی بلکہ انہوں نے اسکی سند کے ہر ہر راوی کی نشاندہی کرتے ہوئے اس کی توثیق نقل کی ہے۔

١٥٦٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا عَتَّابٌ يَعْنِي ابْنَ بَشِيرٍ، عَنْ ثَابِتِ بْنِ عَجْلَانَ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: كُنْتُ أَلْبَسُ أَوْضَاحًا مِنْ ذَهَبٍ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَكَنْزٌ هُوَ؟ فَقَالَ: «مَا بَلَغَ أَنْ تُؤَدَّى زَكَاتُهُ، فَزُكِّيَ فَلَيْسَ بِكَنْزٍ».

ترجمہ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں سونے کے کچھ پازیب پہنا کرتی تھیں (جو سفید چمک دار ہوتے ہیں) تو میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا یہ بھی وہی کنز ہیں جس پر قرآن کریم میں وعید نازل ہوئی ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر وہ مال جو اتنی مقدار کو پہنچ جائے کہ اس میں زکوۃ کی ادائیگی لازم ہو جائے پھر اس مال کی زکوۃ ادا کر دی جائے تو وہ مال کنز نہیں رہتا۔

شرح الحديث عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: كُنْتُ أَلْبَسُ أَوْضَاحًا مِنْ ذَهَبٍ: اوضاح جمع ہے وضح کی چاندی کے ایک زیور کا نام ہے چونکہ وہ سفید چمکدار ہوتا ہے اسی لئے اس کو وضح کہتے ہیں بعض نے اس کا ترجمہ خلخال سے کیا ہے یعنی پازیب جس کو فارسی میں پائے برنجن کہتے ہیں۔

أَكَنْزٌ هُوَ؟ یعنی زیور کا استعمال کرنا کیا یہ وہی کنز ہے جس پر قرآن کریم میں وعید آئی ہے يَوْمَ يُحْمَى عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ[1]، تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو مال بقدر نصاب ہو اور اس کی زکوۃ ادا نہ کی جائے وہ کنز کا مصداق ہے اور جس کی زکوۃ ادا کر دی جائے وہ کنز نہیں۔

---

[1] جس دن کہ آگ دہکائیں گے اس مال پر دوزخ کی پھر داغیں گے اس سے ان کے ماتھے اور کروٹیں اور پیٹھیں۔ (سورۃ التوبۃ ٣٥)

اس حدیث ام سلمہؓ کی تخریج دارقطنی، بیہقی، حاکم نے بھی کی ہے، وصححه الحاکم، بیہقی فرماتے ہیں: تفرد به ثابت بن عجلان، لیکن اس میں کچھ مضائقہ نہیں اسلئے کہ انکی بہت سے ائمہ نے توثیق کی ہے البتہ اسکی سند میں عتاب بن بشیر ہے جس میں مقال ہے (منہل [1])۔

۱۵۶۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِدْرِيسَ الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ الرَّبِيعِ بْنِ طَارِقٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ، أَخْبَرَهُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ، أَنَّهُ قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَأَى فِي يَدَيَّ فَتَخَاتٍ مِنْ وَرِقٍ، فَقَالَ: «مَا هَذَا يَا عَائِشَةُ؟»، فَقُلْتُ: صَنَعْتُهُنَّ أَتَزَيَّنُ لَكَ يَا رَسُولَ اللهِ! قَالَ: «أَتُؤَدِّينَ زَكَاتَهُنَّ؟»، قُلْتُ: لَا، أَوْ مَا شَاءَ اللهُ، قَالَ: «هُوَ حَسْبُكِ مِنَ النَّارِ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن شداد بن الهاد کہتے ہیں کہ ہم نبی اکرم ﷺ کی اہلیہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ ایک دفعہ میرے گھر تشریف لائے تو آپ ﷺ نے میرے ہاتھ میں چاندی کی بڑی انگوٹھیاں دیکھی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ! یہ کیا ہیں؟ تو میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں نے آپکے لئے زیب وزینت کی غرض سے پہنی ہیں، تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ! کیا تم ان کی زکوۃ دیتی ہو؟ تو میں نے کہا: نہیں، یا میں نے اس طرح کا کوئی اور جواب دیا، تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ انگوٹھیاں تمہارے لئے جہنم کے عذاب سے کافی ہیں۔

شرح الحدیث: فَقَالَتْ: دَخَلَ [2] عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَأَى فِي يَدَيَّ فَتَخَاتٍ: فتخات جمع ہے فتخة کی فتخة کی تا پر فتحہ اور سکون دونوں پڑھا گیا ہے، خاتم کبیر چاندی کی بڑی انگوٹھی یا چھلہ جس کو عورتیں ہاتھوں میں اور کبھی پاؤں میں بھی پہنتی ہیں۔

حلی نساء کی زکوۃ میں مذاہب علماء: ان احادیث ثلاثہ سے معلوم ہورہا ہے کہ حلی نساء میں زکوۃ واجب ہے مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ امام خطابیؒ فرماتے ہیں: صحابہ کی ایک جماعت عمر بن الخطابؓ، عبد اللہ بن مسعودؓ، عبد اللہ بن عمرؓ، عبد اللہ بن عباسؓ زیورات میں زکوۃ مانتے ہیں یہی مذہب تابعین میں سے ایک جماعت کا ہے، سعید بن المسیبؒ، سعید بن جبیرؒ، عطاءؒ، ابن سیرینؒ اور اسی کو اختیار کیا ہے سفیان ثوریؒ اور حنفیہ نے اور ایک جماعت صحابہ اور تابعین جیسے ابن عمرؓ، جابر بن عبد اللہؓ، عائشہؓ، قاسم بن محمد، شعبی زیورات میں زکوۃ کے قائل نہیں ہے، اسی کو اختیار کیا، امام مالکؒ واحمدؒ واسحاق بن راہویہؒ نے اور اظہر

---

[1] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج۹ ص۱۳٦

[2] والحديث أخرجه الدارقطني في سننه عن محمد بن عطاء، فنسبه الى جده دون أبيه، ثم قال: و محمد بن عطاء مجهول، قال البيهقي في المعرفة: هو محمد بن عمرو بن عطاء لكنه لما نسبه الى جده ظن الدارقطني انه مجهول وليس كذلك اهـ وقال ابن دقيق العيد في الامام: الحديث على شرط مسلم اهـ (عون المعبود شرح سنن أبي داود - ج٤ ص٤٢٩)

القولین امام شافعی کا بھی یہی ہے [1]۔ بذل میں علامہ عینیؒ سے منقول ہے کہ امام شافعی عراق میں تو یہی فرماتے تھے کہ زکوۃ نہیں ہے لیکن مصر میں جاکر اس مسئلہ میں انہوں نے توقف فرمایا، وقال: هٰذا مِمَّا استخیر الله فیهِ کہ میں اس میں اللہ تعالیٰ سے استخارہ کروں گا اھ [2]۔ خطابیؒ فرماتے ہیں: ظاہر قرآن اور آثار سے قائلین وجوب کی تائید ہوتی ہے اور جو لوگ قائل نہیں ہے انہوں نے نظر اور قیاس کا لحاظ کیا اور بعض آثار بھی ہیں، بہر حال احتیاط ادا ہی میں ہے اھ [3]۔ قیاس سے مراد بظاہر یہ ہے کہ زیور استعمال کی چیزوں میں سے ہے اور ضرورت واستعمال کی چیزوں میں زکوۃ واجب نہیں ہوتی، صاحب سبل السلام فرماتے ہیں: بعض آثار جو سلف سے منقول ہیں مقتضی ہیں عدم وجوب کو ڈلکِنْ بَعْدَ صِحَّةِ الْحَدِيثِ [4] لَا أَثَرَ لِلْآثَارِ اھ [5]۔ ایک قول اس مسئلہ میں یہ ہے کہ حلی کی زکوۃ ان کو عاریۃً پر دینا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ پوری عمر میں صرف ایک مرتبہ دینا واجب ہے، یہ دونوں قول حضرت انسؓ سے منقول ہیں۔ (منہل [6]) علامہ عینیؒ فرماتے ہیں: لیث بن سعد کا مذہب یہ ہے کہ جو زیور پہنا جاتا ہے اور عاریۃً پر دیا جاتا ہے اس میں زکوۃ نہیں ہے اور جو زیور زکوۃ سے بچنے کے لئے بنایا گیا ہو اس میں زکوۃ واجب ہے [7]۔

اس کے بعد آپ سمجھیے اس حدیث ثالث سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حلی میں زکوۃ واجب ہونے کیلئے نصاب شرط نہیں اس لئے کہ فتخات نصاب کے بقدر کہاں ہو سکتی ہیں؟ لیکن علماء نے بظاہر احادیث النقدین (جن میں نصاب مذکور ہے) کے پیش نظر اس کو بھی نصاب کے ساتھ مقید کیا ہے۔ (سبل السلام [8]) یہ اشکال آگے خود کتاب میں بھی آرہا ہے۔

١٥٦٦ - حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عُمَرَ بْنِ يَعْلَى، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ نَحْوَ حَدِيثِ الْخَاتَمِ. قِيلَ لِسُفْيَانَ: كَيْفَ تُزَكِّيهِ؟ قَالَ: تَضُمُّهُ إِلَى غَيْرِهِ.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ کی اس گزشتہ حدیث جس میں انگوٹھی رکھنے پر وعید شدید کا ذکر ہے اسی طرح عمر بن یعلیٰ سے بھی حدیث مروی ہے۔ اس میں یہ اضافہ ہے کہ سفیان سے پوچھا گیا کہ آپ انگوٹھی کی زکوۃ کس طرح ادا کریںگے؟ (ایک انگوٹھی تو نصاب کے بقدر نہیں ہوتی) تو انھوں نے جواب دیا: اس انگوٹھی کو باقی زیورات کے ساتھ ملا کر زکوۃ ادا کی جائے گی۔

---

[1] معالم السنن شرح سنن أبي داود — ج٢ ص١٧

[2] عمدة القاري شرح صحيح البخاري — ج٩ ص٣٣

[3] معالم السنن شرح سنن أبي داود — ج٢ ص١٧

[4] لیکن امام ترمذیؒ سوا ابن عمرو والی حدیث کی تضعیف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ولا يصح في هذا الباب عن النبي صلى الله عليه وسلم شيء، ١٢۔ (جامع الترمذي — كتاب الزكاة — باب ما جاء في زكاة الحلي ٦٣٧)۔

[5] سبل السلام الموصلة إلى بلوغ المرام — ج٤ ص٥١

[6] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج٩ ص١٣٥

[7] عمدة القاري شرح صحيح البخاري — ج٩ ص٣٣

[8] سبل السلام الموصلة إلى بلوغ المرام — ج٤ ص٥١

شرح الحدیث: **نصاب کی تکمیل کیلئے دومختلف مالوں کا ضم:** قِيلَ لِسُفْيَانَ: كَيْفَ تُزَكِّيهِ؟ قَالَ: تَضُمُّهُ إِلَى غَيْرِهِ یعنی اسکے علاوہ جو اسکے پاس زیور ہو اسکے ساتھ ملا کر نصاب پورا ہونے پر زکوۃ دے۔ ضم کا مسئلہ تفصیل طلب ہے اور اسکی کئی صورتیں ہیں: ① ضم العروض الى احد النقدين، ② ضم احد النقدين بالآخر۔ اگر عروض تجارت نصاب کے بقدر نہ ہوں لیکن اس کے پاس سونا یا چاندی ہے تو یہاں ضم بالاتفاق ہوگا اور اگر سونا و چاندی ہر ایک کا الگ الگ نصاب پورا نہ ہو یا ایک کا پورا ہو اور دوسرے کا ناقص تو اس صورت میں اختلاف ہے۔ ابن ابی لیلیٰ، حسن بن صالح اور امام شافعیؒ کے نزدیک ضم نہ ہوگا، وهو رواية عن أحمد اور روایت ثانیہ ان کی اور امام مالکؒ و ابوحنیفہؒ کے نزدیک ضم ہوگا ضم کے ذریعہ نصاب کی تکمیل کی جائے گی۔

ضم کی صورت کیا ہوگی؟ اس میں اختلاف ہے۔ ہدایہ میں ہے: ضم میں امام صاحبؒ کے نزدیک قیمت کا لحاظ ہوگا اور صاحبین کے نزدیک اجزاء کا یعنی وزن کا[1]۔

۵۔ بَابٌ فِي زَكَاةِ السَّائِمَةِ

سائمہ جانوروں کی زکوۃ کا بیان

یہ باب بہت طویل ہے مصنف علّامؒ اس میں بیس کے قریب روایات لائے ہیں، اس کا تعلق مواشی کی زکوۃ سے ہے۔

نصاب ذہب کا ثبوت اور محدثین کا اس کے بارے میں طرز عمل: اس سے قبل بَابُ مَا تَجِبُ فِيهِ الزَّكَاةُ میں ان اشیاء کی تعیین گزر چکی ہے جن میں زکوۃ واجب ہوتی ہے، ان میں نقدین یعنی ذہب اور فضہ بھی ہیں لیکن تبویب میں محدثین کا طرز مختلف ہے۔ امام بخاریؒ نے بَابُ زَكَاةِ الْوَرِقِ قائم کیا ہے لیکن ذہب پر کوئی باب نہیں باندھا۔ اور ایسا ہی امام نسائیؒ نے بھی کیا ہے اور امام ترمذیؒ نے ان دونوں پر مشترک بَابُ مَا جَاءَ فِي زَكَاةِ الذَّهَبِ وَالْوَرِقِ قائم کیا ہے لیکن باب کے تحت امام ترمذیؒ نے جو حدیث ذکر فرمائی[2] ہے اس میں صرف ورق مذکور ہے ذہب کا ذکر نہیں۔ اسی طرح ابن ماجہ میں بھی بَابُ زَكَاةِ الْوَرِقِ وَالذَّهَبِ ہے اور اس میں انہوں نے ذہب اور فضہ دونوں کے نصاب کے بارے میں حدیث ذکر فرمائی ہے۔ ذہب کے بارے میں ابن عمرؓ و عائشہؓ کی حدیث بسندٍ واحدٍ ذکر کی ہے: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "كَانَ يَأْخُذُ مِنْ كُلِّ عِشْرِينَ دِينَارًا نِصَاعِدًا نِصْفَ دِينَارٍ، وَمِنَ الْأَرْبَعِينَ دِينَارًا دِينَارًا"[3]۔

---

[1] أوجز المسالك إلى موطأ مالك — ج٥ ص٦٤٣ - ٦٤٥.

[2] اسمیں انہوں نے وہی حدیث علیؓ ذکر فرمائی جس کا ذکر آگے آرہا ہے، دراصل اسکے بعض طرق میں نصاب ذہب مذکور ہے اور بعض میں نہیں۔ امام ابوداودؒ نے تو دونوں طرق سے حدیث لی ہے لیکن امام ترمذیؒ نے اس کو صرف اس طرق سے ذکر کیا ہے جس میں نصاب ذہب نہیں ہے تو گویا انہوں نے ترجمۃ الباب میں ذہب کو ذکر کرکے اس طریق ثانی کی طرف اشارہ کر دیا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

[3] سنن ابن ماجہ - كتاب الزكاة - باب زكاة الورق والذهب ١٧٩١

لیکن امام ابوداودؒ نے مستقل باب نہ تو ورق پر قائم کیا اور نہ ذہب پر، حالانکہ نصاب ذہب کی حدیث اس میں موجود ہے لیکن اس کو مصنف نے اختلاف رواۃ وطرق کے ذیل میں ذکر فرمایا ہے نہ کہ قصداً اسی لئے شاید اس پر باب نہیں باندھا، باقی نصاب ورق کی حدیث، تو صحیح اور متفق علیہ ہے جو اس کتاب میں بھی بَابُ مَا تَجِبُ فِيهِ الزَّكَاةُ میں گزر چکی، غالباً مصنفؒ نے اسی پر اکتفاء کرتے ہوئے اس پر مستقل باب نہیں باندھا، واللہ اعلم۔

نصاب ذہب کا ثبوت: علامہ قسطلانیؒ بخاری کے بَابُ زَكَاةِ الْوَرِقِ کے تحت میں لکھتے ہیں: وأما الذهب: ففي عشرين مثقالاً منه ربع العشر؛ لحديث أبي داود بإسناد صحيح أو حسن، عن علي، عن النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ليس في أقل من عشرين ديناراً شيء، وفي عشرين نصف دينار، اھ [1]۔ اور اس کے بالمقابل ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں: لم يثبت عن النبي صلى الله عليه وسلم في نصاب الذهب [2]۔ اور حدیث علیؓ پر نقد کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا: ورواه الحفاظ موقوفاً على علي رضي الله عنه اھ۔

میں کہتا ہوں: نصاب ذہب والی حدیث کی صحت اگرچہ مختلف فیہ ہے لیکن اسکے باوجود مسئلہ تقریباً اجماعی ہے کہ نصاب ذہب عشرین مثقال ہے اور اس میں جو اختلاف ہے اس کو شاذ قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ حسن بصریؒ کا قول ہے کہ اس کا نصاب اربعین مثقال ہے۔ علامہ باجیؒ فرماتے ہیں: حسن کے بعد والے علماء کا اجماع ہو گیا ہے [3] عشرین مثقال پر، اسی طرح ابن قدامہ نے بھی عشرین پر اجماع نقل کیا ہے۔

دوسرا اجماع یہاں پر یہ ہے کہ نصاب ذہب میں مثقال کا اعتبار ہے قیمت کا نہیں، لیکن عطاءؒ وطاؤسؒ وزہریؒ فرماتے ہیں: اس میں قیمت فضہ کا اعتبار ہے لہذا جو ذہب قیمت میں دوسو دراہم کے برابر ہو گا اس میں زکوۃ واجب ہو گی، اسکے بعد آپ موجودہ باب کے بارے میں سنیئے۔

سائمۃ کی تعریف: سائمہ سوم سے ہے بمعنی چرنا۔ کہا جاتا ہے: سامت الماشية تسوم سوماً. أي رعت [4] اور إسامة متعدی ہے أسامها صاحبها [5]۔ جانور کو اس کے مالک نے جنگل یا مرعیٰ میں چرنے کے لئے چھوڑا جو مواشی جنگل میں سال کے اکثر حصہ میں چرتے پھرتے ہیں اور ان کے گھاس دانے کی مؤنت ومشقت مالک کو برداشت نہیں کرنی پڑتی ان کو سائمہ کہتے ہیں۔ اس میں یہ بھی قید ہے کہ یہ صحراء میں چھوڑنا درّ اور نسل کیلئے ہو تا کہ ان کا مال نامی ہونا ثابت ہو جائے لیکن چونکہ جو جانور اس طرح صحراء میں چھوڑ دیئے جاتے ہیں وہ وہی ہوتے ہیں جن سے مقصود درّ اور نسل ہوتا ہے اس لئے اس قید کو سائمہ کی تعریف میں اکثر ذکر

---

[1] إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري — ج٣ ص٣٩

[2] الاستذكار الجامع لمذاهب فقهاء الأمصار — ج٩ ص٣٤

[3] بیس مثقال کے کتنے گرام بنتے ہیں؟ اسکا بیان نصاب فضہ میں گزر چکا ہے، ١٢۔

[4] الصحاح تاج اللغة وصحاح العربية — ج٥ ص١٩٥٥

[5] الفائق في غريب الحديث — ج٢ ص٢٠٧

نہیں کیا جاتا۔ دراصل اسی وصف أسامة للدر والنسل کی وجہ سے نماء کے [1] معنی پیدا ہوتے ہیں اور زکوۃ مالِ نامی ہی میں واجب ہوتی ہے اور یہی ایک وجہ ہے عقلی اس کی کہ بغال میں زکوۃ واجب نہیں ہوتی عدم تناسل کیوجہ سے اور علوفہ میں مؤنت علف کیوجہ سے جیسا کہ جمہور علماء اور ائمہ ثلاثہ کا مذہب ہے، خلافاً للإمام مالك، فانه أوجب الزكوة في العلوفة أيضاً۔ علوفہ جس کو معلوفہ بھی کہتے ہیں یہ سائمہ کی ضد ہے، وہ جانور جن کو ان کا مالک سال کے اکثر حصہ میں حمل یا رکوب (باربرداری یا سواری) کی غرض سے گھر پر رکھتا ہو۔ علوفہ میں گھاس اور دانے کی مؤنت چونکہ مالک کو خود برداشت کرنی ہوتی ہے اس لئے ان میں نماء کی صفت مغلوب ہو جاتی ہے جس کا شریعت نے اعتبار نہیں کیا اسی لئے اس میں زکوۃ واجب نہیں کی گئی۔

جن سوائم میں زکوۃ واجب ہوتی ہے وہ تین ہیں: ابل اور بقر اور غنم (غنم معز یعنی بکری اور ضأن یعنی بھیڑ دونوں کو شامل ہے)۔

بغال اور حمیر میں زکوۃ بالاتفاق نہیں [2] ہے جس کی حدیث [3] میں تصریح ہے: لَمْ يَنْزِلْ عَلَيَّ فِيهِمَا شَيْءٌ..... إِلَّا هَذِهِ الْآيَةُ الْجَامِعَةُ الْفَاذَّةُ: فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝ [4] الخ۔

۱۵۶۷- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، قَالَ: أَخَذْتُ مِنْ ثُمَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَنَسٍ كِتَابًا، زَعَمَ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَتَبَهُ لِأَنَسٍ، وَعَلَيْهِ خَاتَمُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ بَعَثَهُ مُصَدِّقًا، وَكَتَبَهُ لَهُ، فَإِذَا فِيهِ: «هَذِهِ فَرِيضَةُ الصَّدَقَةِ الَّتِي فَرَضَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ، الَّتِي أَمَرَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ بِهَا نَبِيَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَنْ سُئِلَهَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ عَلَى وَجْهِهَا فَلْيُعْطِهَا، وَمَنْ سُئِلَ فَوْقَهَا فَلَا يُعْطِهِ، فِيمَا دُونَ خَمْسٍ وَعِشْرِينَ مِنَ الْإِبِلِ الْغَنَمُ فِي كُلِّ خَمْسِ ذَوْدٍ شَاةٌ، فَإِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا وَعِشْرِينَ فَفِيهَا بِنْتُ مَخَاضٍ إِلَى أَنْ تَبْلُغَ خَمْسًا وَثَلَاثِينَ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهَا بِنْتُ مَخَاضٍ، فَابْنُ لَبُونٍ ذَكَرٌ، فَإِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَثَلَاثِينَ، فَفِيهَا بِنْتُ لَبُونٍ إِلَى خَمْسٍ وَأَرْبَعِينَ، فَإِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَأَرْبَعِينَ، فَفِيهَا حِقَّةٌ طَرُوقَةُ الْفَحْلِ إِلَى سِتِّينَ، فَإِذَا بَلَغَتْ إِحْدَى وَسِتِّينَ، فَفِيهَا جَذَعَةٌ إِلَى خَمْسٍ وَسَبْعِينَ، فَإِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَسَبْعِينَ، فَفِيهَا ابْنَتَا لَبُونٍ إِلَى تِسْعِينَ، فَإِذَا بَلَغَتْ إِحْدَى وَتِسْعِينَ، فَفِيهَا حِقَّتَانِ طَرُوقَتَا الْفَحْلِ إِلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ، فَإِذَا زَادَتْ عَلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ، فَفِي كُلِّ أَرْبَعِينَ بِنْتُ لَبُونٍ، وَفِي كُلِّ خَمْسِينَ حِقَّةٌ، فَإِذَا تَبَايَنَ أَسْنَانُ الْإِبِلِ فِي فَرَائِضِ الصَّدَقَاتِ، فَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ الْجَذَعَةِ، وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ جَذَعَةٌ، وَعِنْدَهُ حِقَّةٌ، فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ، وَأَنْ يَجْعَلَ مَعَهَا شَاتَيْنِ إِنِ اسْتَيْسَرَتَا لَهُ، أَوْ عِشْرِينَ دِرْهَمًا،

---

[1] فقہاء نے لکھا ہے کہ بالفرض اگر إسامة سے مقصود در اور نسل نہ ہو بلکہ حمل یا رکوب ہی ہو تو پھر سائمہ ہونے کے باوجود ان میں زکوۃ واجب نہ ہوگی، (زیلعی وغیرہ)۔

[2] الا یہ کہ وہ تجارت کیلئے ہوں اس صورت میں مال تجارت کی حیثیت سے ان میں زکوۃ واجب ہوگی بحساب قیمت نصاب، اسی طرح سوائم بھی اگر در اور نسل کے لئے نہ ہوں بلکہ تجارت کے لئے ہوں تو ان میں مال تجارت کی زکوۃ واجب ہوگی قیمت کے لحاظ سے نہ کہ سائمہ ہونے کی حیثیت سے، ۱۲۔

[3] نصب الراية لأحاديث الهداية — ج ۲ ص ۳۵۹

[4] سو جس نے کی ذرہ بھر بھلائی وہ دیکھ لے گا۔ (سورۃ الزلزلۃ ۷)

وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ، وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ حِقَّةٌ وَعِنْدَهُ جَذَعَةٌ، فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ، وَيُعْطِيهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِينَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ، وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ، وَلَيْسَ عِنْدَهُ حِقَّةٌ وَعِنْدَهُ ابْنَةُ لَبُونٍ، فَإِنَّهَا تُقْبَلُ» . قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «مِنْ هَاهُنَا لَمْ أَضْبِطْهُ، عَنْ مُوسَى، كَمَا أُحِبُّ، وَيَجْعَلُ مَعَهَا شَاتَيْنِ إِنِ اسْتَيْسَرَتَا لَهُ، أَوْ عِشْرِينَ دِرْهَمًا، وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ بِنْتِ لَبُونٍ وَلَيْسَ عِنْدَهُ إِلَّا حِقَّةٌ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ» . قَالَ أَبُو دَاوُدَ: " إِلَى هَاهُنَا، ثُمَّ أَتْقَنْتُهُ: وَيُعْطِيهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِينَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ، وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ ابْنَةِ لَبُونٍ، وَلَيْسَ عِنْدَهُ إِلَّا بِنْتُ مَخَاضٍ، فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ وَشَاتَيْنِ أَوْ عِشْرِينَ دِرْهَمًا، وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ ابْنَةِ مَخَاضٍ، وَلَيْسَ عِنْدَهُ إِلَّا ابْنُ لَبُونٍ ذَكَرٌ، فَإِنَّهُ يُقْبَلُ مِنْهُ، وَلَيْسَ مَعَهُ شَيْءٌ، وَمَنْ لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ إِلَّا أَرْبَعٌ، فَلَيْسَ فِيهَا شَيْءٌ، إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا، وَفِي سَائِمَةِ الْغَنَمِ إِذَا كَانَتْ أَرْبَعِينَ، فَفِيهَا شَاةٌ إِلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ، فَإِذَا زَادَتْ عَلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ، فَفِيهَا شَاتَانِ إِلَى أَنْ تَبْلُغَ مِائَتَيْنِ، فَإِذَا زَادَتْ عَلَى مِائَتَيْنِ، فَفِيهَا ثَلَاثُ شِيَاهٍ إِلَى أَنْ تَبْلُغَ ثَلَاثَ مِائَةٍ، فَإِذَا زَادَتْ عَلَى ثَلَاثِ مِائَةٍ، فَفِي كُلِّ مِائَةِ شَاةٍ شَاةٌ، وَلَا يُؤْخَذُ فِي الصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ، وَلَا ذَاتُ عَوَارٍ مِنَ الْغَنَمِ، وَلَا تَيْسُ الْغَنَمِ، إِلَّا أَنْ يَشَاءَ الْمُصَدِّقُ، وَلَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُفْتَرِقٍ، وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ، وَمَا كَانَ مِنْ خَلِيطَيْنِ، فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ، فَإِنْ لَمْ تَبْلُغْ سَائِمَةُ الرَّجُلِ أَرْبَعِينَ، فَلَيْسَ فِيهَا شَيْءٌ، إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا وَفِي الرِّقَةِ رُبْعُ الْعُشْرِ، فَإِنْ لَمْ يَكُنِ الْمَالُ، إِلَّا تِسْعِينَ وَمِائَةً، فَلَيْسَ فِيهَا شَيْءٌ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا".

ترجمہ حماد بن سلمہ کہتے ہیں کہ میں نے ثمامہ بن عبد اللہ سے وہ والا نامہ لیا جس کے متعلق ثمامہ کا کہنا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے (اپنے دورِ خلافت میں جب حضرت انسؓ کو بحرین کی طرف روانہ فرمایا تھا اس وقت حضرت ابو بکرؓ نے) حضرت انسؓ کو یہ خط دے کر روانہ کیا تھا اور اس پر رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مہر لگی ہوئی تھی۔ حضرت انسؓ کو حضرت ابو بکرؓ نے بحرین کا گورنر بنا کر ان سے زکوۃ وصول کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ اس خط میں یہ لکھا تھا کہ یہ وہ فریضہ ہے جس کی ادائیگی اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اللہ پاک کے اپنے نبی کو دیئے گئے حکم کے مطابق مسلمانوں پر لازم قرار دی ہے، پس جو عامل اس خط کے مطابق مسلمانوں سے صدقہ طلب کرے تو اس عامل کو صدقہ دیا جائے اور جو عامل اس سے زیادہ مانگے تو اسے نہ دیا جائے۔ پچیس ۲۵ اونٹوں سے کم میں نصاب زکوۃ اس طرح ہے کہ ہر پانچ ۵ اونٹوں میں ایک بکری دینا لازم ہے، ۱۰ دس اونٹوں میں دو بکریاں اور پندرہ ۱۵ اونٹوں میں تین ۳ بکریاں اور بیس ۲۰ اونٹوں میں چار ۴ بکریاں دینا لازم ہیں) جب اونٹ پچیس ۲۵ کی تعداد کو پہنچ جائیں تو اس میں اونٹ کی ایسی بچی کو صدقہ میں دینا لازم ہے جس کی عمر کا دوسرا سال شروع ہو چکا ہو، پینتیس ۳۵ اونٹوں تک یہی حکم ہے اگر ان اونٹوں میں مذکورہ بالا صفات والی بچی (بنت مخاض) موجود نہ ہو تو اونٹ کا ایسا مذکر بچہ صدقہ میں دینا لازم ہے جو عمر کے تیسرے سال میں داخل ہو چکا ہو۔ جب اونٹوں کی تعداد چھتیس ۳۶ ہو جائے تو اس میں اونٹ کی ایسی بچی جو تیسرے سال میں داخل ہو چکی ہو اس کو صدقہ میں دینا لازم ہے، پینتالیس ۴۵ اونٹوں تک یہی حکم ہے۔ جب اونٹوں کی تعداد چھیالیس ہو جائے

تو اس میں ایسی اونٹنی کو صدقہ میں دینا ضروری ہے جو عمر کے چوتھے سال میں داخل ہو جائے اور ایسی حالت میں ہو کہ مذکر اونٹ اس سے جفتی کر سکتا ہو، ساٹھ ۶۰ اونٹوں تک یہی حکم شرعی ہے۔ جب اونٹوں کی تعداد اکسٹھ ۶۱ ہو جائے تو اس میں ایسی اونٹنی کا دینا لازم ہے جس کی عمر پانچویں سال کے ابتدائی حصہ میں داخل ہو چکی ہو، پچھتر ۷۵ تک یہی شرعی حکم ہے۔ پس جب اونٹوں کی تعداد چھہتر ۷۶ ہو جائے تو اس میں اونٹ کی ایسی دو بچیوں کا دینا لازم ہے جو عمر کے تیسرے سال میں داخل ہو چکی ہوں، نوے ۹۰ تک یہی حکم شرعی ہے۔ جب اونٹوں کی تعداد اکیانوے ۹۱ ہو جائے تو اس میں اونٹ کی ایسی دو بچیوں کا دینا لازم ہے جو عمر کے چوتھے سال میں داخل ہو چکی ہوں اور ان سے مذکر اونٹ جفتی کر سکتا ہو، ایک سو بیس ۱۲۰ تک یہی نصاب ہے۔ جب اونٹوں کی تعداد ایک سو بیس ۱۲۰ سے بڑھ جائے تو ہر چالیس ۴۰ اونٹوں میں ایک ایسی اونٹنی دینا لازم ہے جو عمر کے تیسرے سال میں داخل ہو رہی ہو اور ہر پچاس اونٹوں میں ایسی اونٹنی دینا لازم ہے جو عمر کے چوتھے سال میں داخل ہو رہی ہو۔ اگر اونٹ کے مالک پر واجب ہونے والے حکم شرعی میں اور اس کے پاس موجود اونٹوں کی عمروں میں اختلاف واقع ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ جس کے نصاب کے اعتبار سے اس پر ایسی اونٹنی لازم ہو رہی ہو جو عمر کے پانچویں سال میں داخل ہو چکی ہو لیکن اونٹ کے اس مالک کے پاس ایسی اونٹنی نہ ہو بلکہ اس کے پاس ایسی اونٹنی ہو جو عمر کے چوتھے سال میں داخل ہو چکی ہو تو اس سے یہی اونٹنی جو چوتھے سال میں داخل ہے لے لی جائے گی اور یہ اونٹ والا اگر آسانی ہو تو اس کے ساتھ دو بکریاں بھی صدقہ میں دے یا بیس ۲۰ درہم ادا کرے اور جس اونٹ والے کے مال میں ایسی اونٹنی لازم ہو جو عمر کے چوتھے سال میں داخل ہو چکی ہو لیکن اس اونٹ والے کے پاس ایسی اونٹنی نہ ہو بلکہ اس کے پاس اس سے عمدہ اونٹنی ہو جو عمر کے پانچویں سال میں داخل ہو چکی ہو تو اس سے ایسی اونٹنی لے لی جائے گی اور عامل اس اونٹ والے کو بیس ۲۰ درہم یا دو اونٹنیاں دے گا۔

اور جس اونٹ والے کے مال میں ایسی اونٹنی کو زکوۃ میں دینا لازم ہو جو عمر کے چوتھے سال میں داخل ہو گئی ہو لیکن اونٹ والے کے پاس ایسی اونٹنی نہ ہو بلکہ اس کے پاس اس سے سستی اونٹنی ہو جو عمر کے تیسرے سال میں داخل ہو چکی ہو تو اس اونٹ والے سے یہی اونٹنی جو تیسرے سال میں داخل ہو چکی ہو لے لی جائیگی۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں یہاں سے مجھے اپنے استاد موسیٰ بن اسماعیل کی حدیث اچھی طرح یاد نہیں..... اور اونٹ والا شخص اس سستی اونٹنی (بنت لبون) کے ساتھ اگر آسانی ہو تو دو بکریاں بھی دیگا ورنہ بیس درہم اس بنت لبون کے ساتھ ادا کرے گا..... اور جس شخص کے مال میں ایسی اونٹنی لازم ہو جو عمر کے تیسرے سال میں داخل ہو چکی ہو لیکن اسکے پاس اس سے عمدہ اونٹنی ہو جو عمر کے چوتھے سال میں داخل ہو چکی ہو تو ایسے اونٹ والے سے یہ عمدہ اونٹنی لے لی جائیگی۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ مجھے یہاں تک حدیث اچھی طرح محفوظ نہیں ہے اس کے بعد کی حدیث مجھے اچھی طرح محفوظ ہے کہ اس اونٹ والے کو صدقہ وصول کرنے والا شخص بیس درہم یا دو بکریاں دیگا اور جس شخص کے مال میں ایسی اونٹنی لازم ہو جو عمر کے تیسرے سال میں داخل ہو چکی ہو لیکن اس کے پاس اس سے کم

درجے کی اونٹنی ہو جو عمر کے دوسرے سال میں داخل ہوئی ہو تو اس سے یہ سستی والی اونٹنی اور دو بکریاں لے لی جائیگی یا دو بکریوں کے بدلے بیس درہم لیئے جائینگے اور جس شخص کے مال میں اونٹنی کی ایسی بچی دینا لازم ہو جو عمر کے دوسرے سال میں شروع ہو گئی ہو لیکن اس کے پاس اونٹنی کا ایسا نر بچہ موجود ہو جو عمر کے تیسرے سال میں داخل ہو گیا تو اس سے وہی لے لیا جائیگا اور اسکے ساتھ مزید کچھ لازم نہ ہو گا اور جس شخص کے پاس صرف چار اونٹ ہوں تو اس پر زکوۃ دینا لازم نہیں مگر یہ کہ یہ شخص نفلی طور پر کچھ صدقہ کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔ ازخود چرنے والی بکریوں کا نصاب اس طرح ہے کہ جب بکریاں چالیس کی تعداد تک پہنچ جائے تو چالیس بکریوں میں ایک بکری دینا لازم ہے۔ ایک سو بیس بکریوں تک یہی حکم شرعی ہے۔ جب بکریاں ایک سو بیس سے زیادہ ہو جائے تو اس میں دو بکریاں دینا لازم ہے۔ دو سو بکریوں تک یہی حکم شرعی ہے جب بکریاں دو سو سے زیادہ ہو جائے تو دو سو ایک میں تین بکری دینا لازم ہے، یہی حکم شرعی تین سو بکریوں تک ہے۔ پس جب بکریاں تین سو سے زیادہ ہو جائیں تو ہر سو بکریوں میں ایک بکری دینا لازم ہے۔ اور زکوۃ کی وصولی میں ایسی بکری نہ دی جائے جو عمر رسیدہ ہو (کہ اسکے دانت گر چکے ہوں) اور نہ ہی کانی بکری لی جائیگی اور نہ ہی مذکر بکرا لیا جائے گا مگر یہ کہ عامل اسی طرح لینا چاہے اور متفرق بکریوں اور اونٹنیوں کو ایک جگہ جمع نہ کیا جائے اور نہ ہی جمع شدہ بکریوں اور اونٹنیوں کو الگ الگ کیا جائے گا زکوۃ کے زیادہ یا کم ہو جانے کے ڈر سے۔ اور اونٹ یا بکریوں کے جو دو شریک ہوں تو یہ دونوں شریک برابر برابر ایک دوسرے سے حساب کرینگے۔ جس شخص کی ازخود چرنے والی بکریوں کی تعداد چالیس کے عدد کو نہ پہنچے تو اس شخص پر زکوۃ دینا لازم نہیں ہاں بکریوں کا مالک نفلی صدقہ کر سکتا ہے۔

چاندی کا نصاب یہ ہے کہ چاندی کا چالیس واں حصہ دینا لازم ہے، اگر کسی شخص کے پاس صرف ایک سو نوے درہم موجود ہوں تو ایسے شخص کے مال میں زکوۃ دینا لازم نہیں، البتہ ایسا شخص چاہے تو بطور نفل صدقہ کے دے سکتا ہے۔

تخریج صحیح البخاري - الزکاة (١٣٨٠) صحیح البخاري - الزکاة (١٣٨٢) صحیح البخاري - الزکاة (١٣٨٣) صحیح البخاري - الزکاة (١٣٨٥) صحیح البخاري - الزکاة (١٣٨٦) صحیح البخاري - الزکاة (١٣٨٧) صحیح البخاري - الشرکة (٢٣٥٥) صحیح البخاري - الحیل (٦٥٥٥) سنن النسائي - الزکاة (٢٤٤٧) سنن النسائي - الزکاة (٢٤٥٥) سنن أبي داود - الزکاة (١٥٦٧) سنن ابن ماجه - الزکاة (١٨٠٠) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرین بالجنة (١/١٢)

شرح الحدیث حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، قَالَ: أَخَذْتُ مِنْ ثُمَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَنَسٍ كِتَابًا، زَعَمَ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَتَبَهُ لِأَنَسٍ، وَعَلَيْهِ خَاتَمُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ بَعَثَهُ مُصَدِّقًا، وَكَتَبَهُ لَهُ، فَإِذَا فِيهِ: هَذِهِ فَرِيضَةُ الصَّدَقَةِ الَّتِي فَرَضَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ: اس حدیث میں کِتَابُ الصَّدَقَةِ کا ذکر ہے جس کو حضور اقدس ﷺ نے اپنی وفات سے قبل قلم بند کرایا تھا، اس میں زکوۃ کے احکام اور ان کی تفاصیل مذکور ہیں خصوصاً سوائم کی زکوۃ جو زیادہ تفصیل طلب ہے ابل، بقر، غنم ہر ایک کا نصاب اور مقدار واجب تاکہ عمال اس کتاب کے مطابق زکوۃ وصول کریں اس پر آپ ﷺ کی مہر

بھی تھی، اس کے بعد آنے والی روایت میں آرہا ہے: فَلَمْ يُخْرِجْهُ إِلَى عُمَّالِهِ حَتَّى قُبِضَ. فَقَرَنَهُ بِسَيْفِهِ. فَعَمِلَ بِهِ أَبُو بَكْرٍ حَتَّى قُبِضَ. ثُمَّ عَمِلَ بِهِ عُمَرُ حَتَّى قُبِضَ، یعنی آپ نے لکھوانے کے بعد اس کتاب کو اپنی تلوار کی نیام میں محفوظ فرمایا تھا اور عمال کے حوالہ نہیں فرمایا یہاں تک آپ ﷺ وفات پاگئے، آپ ﷺ کے بعد خلیفہ اول صدیق اکبرؓ نے اس کے مطابق عمل فرمایا اس کے بعد اسی طرح حضرت عمر فاروقؓ نے آپ نے اس کو عمال کے حوالہ بظاہر اس لئے نہیں [1] فرمایا کہ ان کو تو آپ زکوۃ کی تفصیل زبانی بالشافہہ تعلیم فرمادیتے تھے بلکہ اس کو محفوظ جگہ رکھ دیا تاکہ آپ ﷺ کے بعد آنے والے خلفاء اس کتاب کی طرف رجوع کریں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضرات شیخین نے اپنے اپنے زمانے میں اس کے مطابق زکوۃ وصول کرائی۔

اس سے زکوۃ کے مسائل کی اہمیت معلوم ہورہی ہے اسلئے کہ آنحضرت ﷺ کا معمول احکام واحادیث لکھوانے کا نہ تھا بلکہ آپ ﷺ کی تعلیم قولاً وفعلاً ہوتی تھی، لیکن زکوۃ کے احکام کو آپ ﷺ نے باقاعدہ قلم بند کرایا، یہ گویا زکوۃ ہی کی خصوصیت ہے جس کی وجہ بھی ظاہر کہ زکوۃ اور اس کا نصاب اور ہر نصاب میں کیا واجب ہوتا ہے یہ حسابی امور ہیں جن کا زبانی یاد رکھنا دشوار ہے۔

فَقَرَنَهُ بِسَيْفِهِ: بعض شراح نے لکھا ہے کہ تلوار کی نیام میں اس کو رکھنا اس میں لطیف اشارہ تھا جس کو صدیق اکبرؓ سمجھ گئے تھے کہ اگر کوئی جماعت زکوۃ سے انکار کرے تو اس کا حل اور علاج تلوار ہے۔ چنانچہ صدیق اکبرؓ نے مانعین زکوۃ کے ساتھ قتال فرمایا۔

مضمون حدیث: حماد بن سلمہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ کے پوتے ثمامہ بن عبد اللہ سے یہ کتاب لی ہے جس کے بارے میں ثمامہ یہ کہتے ہیں کہ یہ کتاب صدیق اکبرؓ نے میرے دادا (انسؓ) کو لکھوا کر دی تھی جس پر حضور اقدس ﷺ کی مہر بھی ہے جبکہ ابوبکر صدیقؓ ان کو عامل بنا کر بحرین بھیج رہے تھے صدقات وصول کرنے کے لئے۔

فَإِذَا فِيهِ: هَذِهِ فَرِيضَةُ الصَّدَقَةِ: اور صحیح بخاری کی ایک روایت میں اس طرح ہے: كَتَبَ لَهُ هَذَا الْكِتَابَ لَمَّا وَجَّهَهُ إِلَى الْبَحْرَيْنِ: بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ هَذِهِ فَرِيضَةُ الصَّدَقَةِ [2]۔ یہاں مضاف محذوف ہے ای نسخة فريضة الصدقة۔ چنانچہ دو حدیثوں کے بعد ایک حدیث آرہی ہے اس میں اس طرح ہے: هذه نسخة كتاب رسول الله ﷺ۔ نسخہ یعنی تحریر اور نوشتہ یعنی وہ تحریر ہے جس میں بیان ہے اس صدقہ اور زکوۃ کا جس کو معین فرمایا ہے رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں پر اور یہ وہی

---

[1] کذا فی المنهل، لیکن بظاہر سیاق روایت اور اس کے الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عمال کو نہ دینا قصداً نہیں تھا بلکہ چونکہ یہ کتاب آپ ﷺ نے بالکل آخری ایام حیات میں لکھوائی تھی ابھی تک اس کو عمال کے حوالہ کرنے کی نوبت نہ آئی تھی کہ سانحہ ارتحال حضور ﷺ کا پیش آگیا بلکہ بعض روایات سے تو ایسا مستفاد ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے زمانہ میں بھی مصدقین کے پاس یہ تحریر دیکھی گئی، لہذا یہ کہنا چاہیے کہ ابتداء میں جو کتاب آپ ﷺ نے لکھوائی یعنی اصل تحریر اس کو تو آپ ﷺ نے تلوار کی نیام میں محفوظ فرمادیا تھا لیکن اس کی نقول عمال کے حوالہ کی گئیں، واللہ تعالی اعلم بالصواب اس کی مزید تحقیق وتفتیش کی حاجت باقی ہے، ۱۲۔

[2] صحيح البخاري — كتاب الزكاة — باب زكاة الغنم ١٣٨٦

فریضہ ہے جس کا حکم دیا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو، یعنی جس کی تبلیغ کا حکم دیا ہے۔

الَّتِي أَمَرَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ بِهَا: یہ جملہ ماقبل سے بدل واقع ہو رہا ہے۔ اس میں فرض کی نسبت آپ کی طرف کی گئی ہے اگرچہ فرض تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے لیکن چونکہ آپ ﷺ اس کی طرف داعی ہیں اس لحاظ سے فرض کی نسبت آپ ﷺ کی طرف کردی گئی اور یا یہ فرض بمعنی قدر ہے، تقدیر یعنی تعیین نصاب اور اس صورت میں کلام اپنے ظاہر پر ہوگا تاویل کی حاجت نہیں اس لئے کہ اگرچہ اصل ایجاب تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے لیکن وہ مجمل ہے، آپ ﷺ نے اس کی تقدیر و تعیین فرمائی ہے بیان نصاب کے ذریعہ سے۔

یہ حدیث صحیح بخاری میں بھی ہے اس میں اسکو ثمامہ سے روایت کرنے والے انکے بھتیجے عبد اللہ بن المثنی ہیں۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں: اس حدیث کو حضرت امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں دس جگہ بسند واحد ذکر فرمایا ہے، کہیں مطلقاً اور کہیں مطولاً جن میں سے چھ جگہ کتاب الزکوۃ میں ذکر کیا ہے۔ ابن حزم فرماتے ہیں: هذا حديث في نهاية[1] الصحة، عمل به الصديق في حضرة العلماء ولم يخالفه أحد، اھ (منهل[2])۔

یہ حدیث براویت ابن عمرؓ آگے آرہی ہے جس میں ایک زیادتی ہے: فَلَمْ يُخْرِجْهُ إِلَى عُمَّالِهِ حَتَّى قُبِضَ، فَقَرَنَهُ بِسَيْفِهِ (وقد تقدمت الحوالة)۔

على المسلمين: اس قید سے مستفاد ہو رہا ہے کہ کفار زکوۃ کے مخاطب اور مکلف نہیں ہیں وعلی ہذا القیاس دوسرے فروع۔ (یہ ایک مشہور اختلافی مسئلہ ہے ہمارے یہاں اس پر کلام ان شاء اللہ تعالیٰ حدیث «بعث معاذ الى اليمن» کے ذیل میں آئیگا) اور چونکہ شافعیہ کفار کے مکلف ہونے کے قائل ہیں اسلئے حافظؒ نے اسکی تاویل فتح الباری[3] میں یہ کی ہے کہ مسلمین کی قید صحت ادا کے اعتبار سے ہے اسلئے کہ کافر کا زکوۃ ادا کرنا معتبر[4] نہیں اور اس حیثیت سے نہیں کہ وہ اس کے مکلف ہی نہیں ہیں اور ان کو اس پر آخرت میں عقاب نہیں ہوگا۔

فَمَنْ سُئِلَهَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ عَلَى وَجْهِهَا فَلْيُعْطِهَا: یعنی جس مسلمان سے اس کتاب کے مطابق زکوۃ کا مطالبہ لیا جائے تو اسکو چاہیئے کہ وہ اپنی زکوۃ ساعی کو دیدے اور جس سے مطالبہ اسکے خلاف کیا جائے یعنی ماوجب سے زیادہ تو نہ دے یا تو مطلب یہ

---

[1] لیکن علامہ عینیؒ نے اس حدیث کی بعض علماء سے تضعیف نقل کی ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ اس حدیث کا ایک جزء بظاہر حنفیہ کے خلاف ہے، حنفیہ نے اپنی تائید میں ایک دوسری حدیث پیش کی جس کی بیہقیؒ نے تضعیف کی تو اس کے جواب میں علامہ عینیؒ نے اس حدیث کی تضعیف بھی بہت سے ائمہ سے نقل کردی، علم کی تو ان حضرات کے پاس ماشاء اللہ کمی نہیں تھی، ۱۲۔

[2] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج ۹ ص ۱۵۳

[3] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ۳ ص ۲۵۲

[4] پس شافعیہ کے نزدیک کافر کے زکوۃ کا مکلف ہونیکا مطلب یہ ہے کہ اس پر واجب ہے کہ اولاً ایمان لائے اور پھر زکوۃ وغیرہ فرائض ادا کرے، ۱۲۔

ہے کہ بالکل ہی اس ساعی کو نہ دے اور اپنی زکوٰۃ خود ادا کردے یا مطلب یہ ہے کہ وہ مقدار زائد نہ دے۔ یہاں پر یہ سوال ہوتا ہے کہ آگے بَابُ رِضَا الْمُصَدِّقِ میں آرہا ہے: أَرْضُوا مُصَدِّقِيكُمْ وَإِنْ ظُلِمْتُمْ [1] یعنی عامل کو راضی کرکے واپس کرو اور جتنی زکوٰۃ وہ مانگے اس کو دیدو اگرچہ تم پر ظلم کیا جارہا ہے اس کے دو جواب ہوسکتے ہیں:

① اس آنے والی حدیث میں ان مصدقین کا ذکر ہے جو حضور ﷺ کے زمانہ کے ہیں جو کہ صحابہ ہیں اور ظاہر ہے کہ ایسے مصدقین ظلم ہرگز نہیں کرسکتے یہ امر آخر ہے کہ مزکی یہ سمجھ رہا ہو کہ مجھ پر ظلم ہو رہا ہے اور یہ حدیث جو یہاں ہے اس میں عام ضابطہ قیامت تک کیلئے بیان کیا گیا ہے اور اس میں سب طرح کے مصدق ہوسکتے ہیں، عادل اور ظالم بھی لہذا دونوں حدیثوں کا محمل مختلف ہوا۔

② دوسرا جواب یہ ہے کہ ان دو مختلف حکم میں احدہما بطور بیان جواز اور رخصت کے ہے اور دوسرا حکم بطور استحباب و ترغیب کے ہے [2]۔

فِيمَا دُونَ خَمْسٍ وَعِشْرِينَ مِنَ الْإِبِلِ الْغَنَمُ فِي كُلِّ خَمْسٍ ذَوْدٍ شَاةٌ: **نصاب ابل کا بیان:** اب یہاں سے بیان نصاب شروع ہوتا ہے۔ یہ شروع کے باب میں گزر چکا ہے کہ نصاب ابل پانچ اونٹ ہیں، یہاں یہ ہے کہ چوبیس تک یہی حکم ہے کہ ہر پانچ میں ایک بکری واجب ہوگی اور جب اونٹ پچیس ہوجائیں تو پھر زکوٰۃ بدل جائیگی اور بجائے بکریوں کے اونٹ ہی کا بچہ واجب ہوگا ایک خاص عمر کا جس کو بنت مخاض کہتے ہیں۔

جاننا چاہئے کہ اصل یہ ہے کہ مال کی زکوٰۃ، اسی مال کی جنس سے دی جائے اور زکوٰۃ بالقیمة [3] کا مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ حنفیہ کے نزدیک جائز ہے، جمہور کے نزدیک ناجائز، لیکن شریعت مطہرہ نے یہ قاعدہ زکوٰۃ ابل میں نہیں جاری کیا۔ چنانچہ پانچ ابل میں ایک بکری ہے اور دس میں دو بکریاں، اسی طرح چوبیس تک ہر پانچ میں ایک بکری ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ پانچ اونٹوں میں سے اگر اونٹ ہی دلوایا جائے تو اس میں مالک کا بڑا نقصان ہے اور اگر پچیس سے کم تک کچھ واجب نہ کیا جائے تو ظاہر ہے کہ اس میں فقراء کا نقصان ہے اس لئے شریعت نے جانبین کی رعایت میں یہ کیا کہ زکوٰۃ ابل کی ابتداء بکری سے کی اور جب اونٹ کافی اور معتدبہ مقدار میں ہوگئے یعنی پچیس تو اس میں ایک اونٹ کم عمر والا واجب کیا پھر اس کے بعد اس سے زائد عمر کا پھر اسی طرح بتدریج اضافہ ہوتا رہا، سبحان اللہ! کس قدر رعایت ملحوظ ہے۔

نصاب ابل کی تفصیل: اس کے بعد آپ سمجھئے کہ اس حدیث یعنی کتاب الصدقہ میں اونٹ کا جو نصاب بیان کیا گیا ہے وہ اس طرح ہے: پانچ سے لیکر چوبیس تک ہر پانچ میں ایک بکری۔ چنانچہ چوبیس تک چار بکریں واجب ہوئیں اور پچیس میں بنت

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الزكاة - باب رضا المصدق ١٥٨٩

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج٨ ص ٣٤

[3] یعنی جو چیز زکوٰۃ میں اصالۃً واجب ہے اس کے بجائے اس کی قیمت کے برابر کوئی دوسری چیز ادا کرنا۔ ١٢۔

مخاض، پینتیس تک پھر چھتیس میں بنت لبون، پینتالیس تک پھر چھیالیس میں ایک حقہ، ساٹھ تک پھر اکسٹھ سے پچھتر تک ایک جذعہ۔ مابین النصابین سب جگہ عفو ہے جس کو فقہاء وقص سے تعبیر کرتے ہیں یعنی جس طرح پانچ میں ایک بکری واجب ہوتی ہے، نو میں بھی ایک ہی واجب ہے تو پانچ سے آگے نو تک وقص ہوا پھر آگے چل کر اس عفو میں اضافہ ہو گیا۔ چنانچہ بنت مخاض کی ابتداء جہاں سے ہوئی ہے یعنی پچیس یہاں سے وقص تقریباً دوگنا ہو گیا یعنی دس اور پھر آگے چل کر اس میں اور اضافہ ہوا اور وقص بجائے دس کے پندرہ ہو گیا جیسا کہ مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہو رہا ہے۔

جذعہ سے زائد عمر کی اونٹنی زکوۃ میں واجب نہیں ہوتی بلکہ اس کے بعد پھر یہ کیا کہ جذعہ سے کم عمر والے بجائے ایک کے دو واجب ہونے لگے۔ چنانچہ چھہتر سے لیکر نوے تک زکوۃ دو بنت لبون ہے [1] پھر اکیانوے سے ایک سو بیس تک دو حقہ واجب ہوتے ہیں، یہاں وقص پہلے سے دوگنا ہو گیا، بجائے پندرہ کے تیس۔ یہ ساری تفصیل مذکورہ بالا حدیث میں مذکور ہے، اور پانچ سے لے کر ایک سو بیس تک جو تفصیل اس حدیث میں مذکور ہے وہ ائمہ اربعہ کے درمیان متفق علیہ ہے صرف ایک جزء میں اختلاف ہے، وہ یہ: فَإِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا وَعِشْرِينَ فَفِيهَا بِنْتُ مَخَاضٍ۔ جمہور علماء اور ائمہ اربعہ کا تو مذہب یہی ہے کہ پچیس میں ایک بنت مخاض، لیکن حضرت علیؓ کی ایک روایت میں جو اسی باب کی چھٹی حدیث ہے اس میں اس طرح ہے کہ پچیس میں پانچ بکریاں اور چھبیس میں بنت مخاض۔ حضرت علیؓ کی اس روایت کو بذل المجهود [2] میں فتح الباری کے حوالہ سے صرف مصنف ابن ابی شیبہ کی طرف منسوب کیا ہے جب کہ یہ روایت یہاں ابوداود میں بھی آگے آرہی ہے سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں: اس روایت میں رجال علیؓ میں سے کسی کو غلطی واقع ہوئی ہے اس لئے کہ علیؓ سے یہ بات بعید ہے کہ وہ اس کے قائل ہوں کیونکہ اس صورت میں موالاۃ بین الواجبین لازم آتا ہے یعنی دو واجب کے درمیان میں وقص نہیں پایا جارہا ہے جو کہ اصول زکوۃ کے خلاف ہے۔ (منہل [3]) اس حدیث میں مختلف اونٹوں کے نام آئے ہیں جس کی تشریح حاشیہ [4] میں کردی گئی ہے۔

---

[1] اسلئے کہ بنت لبون چھتیس سے شروع ہوتی ہے اور چھہتر میں دو چھتیس پائے جاتے ہیں، اسی طرح پینتالیس کے بعد سے حقہ شروع ہوتا ہے اور اکیانوے دو پینتالیس سے تجاوز کر رہا ہے اگرچہ دو چھیالیس پر مشتمل نہیں ہے، ۱۲۔

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۸ ص ۳۵

[3] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج ۹ ص ۱۴۲

[4] بنت مخاض، اونٹنی کا وہ بچہ جو پورے ایک سال کا ہو کر دوسرے سال میں داخل ہو جائے۔ مخاض سے مراد حاملہ اونٹنی، ویسے اصل معنی مخاض کے حمل کے ہیں کیونکہ اونٹنی بچہ دینے کے ایک سال بعد عامۃً حاملہ ہو جاتی ہے، اس لئے اس عمر کے بچہ کو بنت مخاض کہتے ہیں۔ بنت لبون اونٹنی کا وہ بچہ دو سال کا ہو کر تیسرے سال میں داخل ہو جائے اس لئے کہ اب سے ایک سال قبل تو اس کی ماں حاملہ تھی اب مزید ایک سال گزرنے سے وضع حمل ہو کر وہ اونٹنی دودھ دینے والی ہو گئی۔ حقہ اونٹنی کا وہ بچہ جو تین سال کا ہو کر چوتھے سال میں داخل ہو گیا ہو اس لئے کہ وہ اب اس چیز کا مستحق ہو گیا ہے کہ اس پر نر جفتی کرے اور اسی معنی کے لحاظ سے حقہ کی صفت طروقۃ الفحل لاتے ہیں طروقۃ بمعنی مطروقۃ اور فحل (نر) یعنی جس کو نر روند سکے (اس سے جفتی کر سکے) آگے ایک مستقل باب آرہا ہے: بَابُ تَفْسِيرِ أَسْنَانِ الْإِبِلِ، اس میں مصنف نے یہی سب چیزیں اونٹوں کے نام اور ان کے مصادیق بیان کئے ہیں، ۱۲۔

فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهَا بِنْتُ مَخَاضٍ، فَابْنُ لَبُونٍ: اونٹ میں نر اور مادہ کا فرق شرعاً معتبر ہے، مادہ زیادہ قیمتی ہوتی ہے نر سے اور یہ ظاہر ہے کہ زکوٰۃ میں جس عمر کا بچہ واجب ہو رہا ہے ضروری نہیں کہ وہ ریوڑ میں موجود ہو اس لئے اس کے بارے میں ہدایت فرمارہے ہیں کہ اگر بنت مخاض موجود نہ ہو تو اس کے بجائے نر یعنی ابن لبون دیا جائے، بنت مخاض تو ایک سال کی ہوتی ہے اور ابن لبون دو سال کا ہوتا ہے تو گویا وصف اُنوثت کے انتفاء سے جو نقص ہوا اس کی تلافی عمر کی زیادتی سے کی گئی۔ یہ بات امام ابو یوسفؒ اور شافعیؒ کے نزدیک تو حتمی اور معیاری ہے لیکن حنفیہ کے نزدیک یہ چیز معیاری نہیں ہے، بلکہ ہمارے یہاں قیمت کا اعتبار ہو گا۔ پس اگر ابن لبون قیمت میں بنت مخاض کے برابر ہو تب تو ایسا ہی ہو گا جو حدیث میں ہے ورنہ قیمت کے لحاظ سے تلافی دیکھی جائے گی اور یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ ممکن ہے اس وقت یہ دونوں قیمت میں برابر ہوتے ہوں تو اس طرح کرنے سے معادلہ فی المالیہ حاصل ہو جاتا ہے اور یہی مقصود ہے۔

فَإِذَا زَادَتْ عَلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ، فَفِي كُلِّ أَرْبَعِينَ بِنْتُ لَبُونٍ، وَفِي كُلِّ خَمْسِينَ حِقَّةٌ: یہ اسٹیشن آگیا ایک سو بیس تک جو کچھ گزرا وہ سب اجماعی ہے۔

ایک سو بیس کے بعد نصاب ابل میں ائمہ کا اختلاف: اب یہاں سے آگے روایات میں بھی اختلاف ہے اور علماء کے مابین بھی اس روایت کے پیش نظر جو یہاں مذکور ہے شافعیہ وحنابلہ فرماتے ہیں کہ ایک سو بیس کے بعد حساب دائر ہو گا اربعینات اور خمسینات پر، ہر چالیس میں ایک بنت لبون اور پچاس میں ایک حقہ اور یہ حساب ان دونوں کے یہاں ایک سو بیس کے فوراً بعد سے شروع ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ۱۲۱ میں چونکہ تین اربعین ہیں اس لئے اس میں تین بنات لبون ہوں گی اور ۱۳۰ میں دو اربعین اور خمسین ہے لہذا دو بنت لبون اور ایک حقہ واجب ہو گا۔

اور مالکیہ فرماتے ہیں: ایک سو بیس کے بعد حساب تو اربعینات وخمسینات ہی پر دائر ہو گا لیکن اس حساب کی ابتداء ۱۲۰ کے بعد فوراً یعنی ۱۲۱ سے نہ ہو گی بلکہ ۱۳۰ سے ہو گی۔ وہ فرماتے ہیں: اس حدیث میں زیادتی سے دہائی کی زیادتی مراد ہے مطلق زیادتی نہیں اسلئے کہ ایک سو بیس میں بھی تین اربعین ہیں اور وہاں بالاتفاق حقتین واجب ہیں لہذا اس اجماعی حکم میں تغیر ایک دہائی کے بعد سے شروع ہو گا لہذا ایک سو بیس کے بعد ایک سو انتیس تک تو حقتین ہی واجب [1] ہوں گے اور ایک سو تیس ۱۳۰ میں جا کر دو بنت لبون اور ایک حقہ واجب ہو گا۔

اور حنفیہ فرماتے ہیں ۱۲۰ کے بعد فریضہ کا استیناف یعنی از سر نو حساب چلے گا یعنی پانچ میں ایک بکری لہذا ۱۲۵ میں حقتین اور ایک

---

[1] علامہ عینیؒ نے (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۰) امام احمدؒ کا مذہب اسی کو قرار دیا ہے اور اوپر جو شافعیہ کا مسلک گزرا ہے اس کو امام احمدؒ کی ایک روایت قرار دیا ہے، لیکن میں کہتا ہوں: کتب حنابلہ میں مثل نیل المآرب وغیرہ امام احمدؒ کا مسلک وہی لکھا ہے جو شافعیہ کا ہے اور علامہ عینیؒ نے مالکیہ سے تین روایات نقل کی ہیں: ایک یہی جو مذکور ہوئی دوسری یہ کہ اس کو اختیار ہے چاہے تین بنات لبون دے چاہے دو حقہ اور تیسری یہ کہ تین بنات لبون متعین ہیں جس طرح شافعیہ کے یہاں ہیں، ابن عبد البرؒ نے اسی کو صحیح کہا ہے، کما فی الکافی، ۱۲۔

بکری ہوگی اور ایک سو تیس ۱۳۰ میں حقتین اور دو بکریاں ہوں گی اور ۱۳۵ میں حقتین اور تین بکریاں اور ۱۴۰ میں حقتین اور چار بکریاں اور ۱۴۵ میں حقتین اور ایک بنت مخاض اور ۱۵۰ میں تین حقے۔

ڈیڑھ سو کے بعد پھر استیناف ہوگا۔ چنانچہ ۱۱۵ میں تین حقے اور ایک بکری اور ۱۶۰ میں تین حقے اور دو بکریاں اور ۱۶۵ میں تین حقے اور تین بکریاں اور ۱۷۰ میں تین حقے اور چار بکریاں اور ۱۷۵ میں تین حقے اور ایک بنت لبون اور ۱۸۶ میں تین حقے اور ایک بنت لبون اور ۱۹۶ میں چار حقے دو سو تک اور دو سو میں اختیار ہے، چاہے اربعینات کے لحاظ سے پانچ بنات لبون دیدیں اور چاہے خمسینات کے لحاظ سے چار حقے دیدیں، ثم تستأنف کما بینا (بذل عن السرخسی[1])۔

جمہور کا استدلال تو حدیث الباب سے ہے جو یقیناً صحیح اور قوی ہے اور یہ حدیث ابوداؤد کے علاوہ صحاح میں سے صحیح بخاری میں متعدد جگہ مکرر سہ کرر اور ایسے ہی سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ میں ہے۔

ایک سو بیس ۱۲۰ کے بعد استیناف میں حنفیہ کا مستدل: اور حنفیہ کا استدلال عمرو بن حزم کی کتاب الصدقہ سے ہے جس میں اس طرح ہے: حماد بن سلمہ کہتے ہیں: میں نے قیس بن سعد سے کہا کہ میرے لئے محمد بن عمرو بن حزم کی کتاب الصدقہ حاصل کرو انہوں نے مجھ کو وہ کتاب دی اور بتایا کہ میں نے ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے لی ہے اور یہ بھی بتایا کہ حضور ﷺ نے یہ کتاب انکے دادا (عمرو بن حزم) کیلئے لکھوائی تھی۔ حماد کہتے ہیں: میں نے اس کو پڑھا تو اس میں نصاب ابل کے بارے میں یہ تھا: فَإِذَا كَانَتْ أَكْثَر من عِشْرِين وَمِائَةٍ فَإِنَّهُ يُعَادُ إِلَى أَوَّل فَرِيضَةِ الْإِبِلِ۔ علامہ عینیؒ شرح بخاری میں فرماتے ہیں: رَوَاهُ أَبُو دَاوُد فِي (الْمَرَاسِيل) وَإِسْحَاق بن رَاهَوَيْه فِي (مُسْنده) وَالطَّحَاوِي فِي (مشكله)[2]۔ دراصل کتب الصدقات حضور اقدس ﷺ سے متعدد منقول ہیں، کسی امام نے کسی کو اختیار کیا اور کسی نے اسکے علاوہ کسی دوسری کو جسکی تفصیل عینی[3] شرح بخاری میں موجود ہے۔ اس روایت پر بیہقی وغیرہ شراح شافعیہ نے کچھ اعتراضات کئے ہیں، یہ اعتراضات اور انکے جوابات پوری تفصیل سے[4] عمدۃ القاری میں موجود ہیں یہاں اس تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔

یہ استیناف فریضہ کا قول حضرت علیؓ اور ابن مسعودؓ، ابراہیم نخعیؒ، سفیان ثوریؒ سے بھی منقول ہے۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج۸ ص۳۶-۳۷

[2] عمدة القاري شرح صحيح البخاري — ج۹ ص۲۰

[3] کتب الصدقات متعدد ہیں: وہ لکھتے ہیں: ابن العربیؒ نے "المسالك شرح موطأ مالك" میں لکھا ہے: حضور ﷺ سے زکوۃ ماشیہ کے بارے میں تین کتب ثابت ہیں: کتاب ابی بکر، کتاب آل عمرو بن حزم، کتاب عمر بن الخطاب اور اسی پر امام مالکؒ کا اعتماد ہے۔ آگے لکھتے ہیں: وَقَالَ أَبُو الْحَارِث: قَالَ أَحْمد بن حَنْبَل: كتاب عَمْرو بن حزم فِي الصَّدقَات صَحِيح وَإِلَيْهِ أذهب اه. من العيني (عمدة القاري شرح صحيح البخاري — ج۹ ص۱۶)، میں کہتا ہوں: کتاب عمر بن الخطاب ابوداؤد میں آگے آرہی ہے اور کتاب ابی بکر تو اسی حدیث الباب میں مذکور ہے جو چل رہی ہے اور کتاب عمرو بن حزم کا حوالہ اوپر آچکا ہے۔

[4] ان میں بعض درس ترمذی (از مولانا تقی عثمانی) میں بھی لکھے ہیں۔

حنفیه کی طرف سے حدیث الباب کی توجیه: اور حدیث الباب کے بارے میں حنفیہ کیطرف سے جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ہمارے خلاف نہیں بلکہ ہمارا بھی اس پر عمل ہے وہ اس طرح کہ یوں کہا جائے :فاذا زادت میں زیادت سے زیادت کبیرہ مراد ہے جیسا کہ مالکیہ نے کہا کہ اس زیادت سے مطلق زیادت مراد نہیں بلکہ دہائی کی زیادتی مراد ہے۔ چنانچہ ۱۵۰ ابل میں ہمارے یہاں بھی تین حقے ہیں اور ۲۰۰ میں مالک کو اختیار ہے خواہ چار حقے خمسینات کالحاظ کرتے ہوئے ادا کرے اور چاہے پانچ بنات لبون دے اربعینات کے اعتبار سے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ۱۲۰ میں باتفاق آثار وباتفاق علماء حقتین واجب ہیں اور ۱۲۰ کے بعد آثار مختلف ہیں، پس مختلف فیہ کی وجہ سے متفق علیہ کا ترک مناسب نہیں، لہذا ۱۲۰ کے بعد حنفیہ نے حقتین کو باقی رکھتے ہوئے استیناف والی روایت پر عمل کیا اس صورت میں جمع بین الروایتین ہو جاتا ہے اور کسی ایک روایت کا اہمال لازم نہیں آتا (قاله شمس الأئمة السرخسي)۔

ایک اشکال وجواب: لیکن یہاں پر ایک اشکال ہے وہ یہ کہ اس باب کی چوتھی حدیث جس کی ابتداء حدثنا محمد بن العلاء سے ہے اس میں ایک سو بیس کے بعد صراحۃً وہی مذکور ہے جس کو شافعیہ نے اختیار کیا یعنی ۱۲۱ میں تین بنات لبون۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مشہور روایات کے خلاف ہے۔ عرف الشذی میں لکھا ہے: امام دار قطنیؒ کے ظاہر کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ زیادتی اس حدیث میں بطور تفسیر کے کسی راوی کی جانب سے ہے یعنی حدیث کا یہ جملہ مدرج ہے مرفوعاً ثابت نہیں [1]۔ ویسے اس کی ایک توجیہ بھی ہو سکتی ہے جو علامہ سرخسی سے منقول ہے وہ یہ کہ ۱۲۰ اونٹ تین شخصوں کے درمیان مشترک ہیں اس طرح کہ ان میں سے ایک کے ۳۵ ہیں اور ایک کے ۴۰ اور ایک کے ۴۵ ـ ۴۰ اور ۴۵ میں تو ایک ایک بنت لبون ہوئی اور جس شریک کے ۳۵ اونٹ تھے اس کو ایک اور حاصل ہو گیا پہلے سے اس کے ذمہ ایک بنت مخاض تھی اب اس ایک کی زیادتی کے بعد اس پر بھی بنت لبون واجب ہو گئی اس صورت میں مجموعی طور پر ۱۲۱ میں تین بنات لبون ہو جاتی ہیں۔ اس تاویل میں اگرچہ بظاہر بعد ہے لیکن تطبیق بین الروایات کا عذر اس کیلئے کافی ہے۔

فَإِذَا تَبَايَنَ أَسْنَانُ الْإِبِلِ فِي فَرَائِضِ الصَّدَقَاتِ، فَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ الْجَذَعَةِ، وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ جَذَعَةٌ، وَعِنْدَهُ حِقَّةٌ، فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ، وَأَنْ يَجْعَلَ مَعَهَا شَاتَيْنِ إِنِ اسْتَيْسَرَتَا لَهُ، أَوْ عِشْرِينَ دِرْهَمًا: **شرح حدیث اورتفاوت مابین السنین کی تلافی کا طریقه:** اس کی تشریح یہ ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ جس شخص پر زکوۃ میں جس عمر کا اونٹ واجب ہوا ہے وہ اس کے پاس موجود ہو، اگر ہو تو فبہا لیکن نہ ہو تو اسکا حل حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو واجب ہے یا اس سے ایک سال زیادہ عمر والا لے لے، اگر وہ ہو یا ایک سال کم عمر والا لے لے، اگر وہ ہو۔ اور اس تفاوت مابین السنین کی تلافی کی صورت یہ ہے کہ ایک شکل میں مالک ساعی کو عشرین درہم یا شاتین دیدے اور ایک صورت میں ساعی سے لے لے، تلافی کی یہ شکل امام شافعی

[1] العرف الشذي شرح سنن الترمذي — ج ٢ ص ١٠٢

واحمد اور داؤد ظاہری کے نزدیک اصولی ومعیاری ہے اور حنفیہ کے نزدیک اسمیں اصل قیمت ہے، قیمت کے لحاظ سے جو کچھ کمی بیشی ہے اس کا اعتبار ہوگا جیسا کہ قیاس کا تقاضا ہے۔ نیز حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے اس تفاوت کی تلافی ایک شاۃ یا دس درہم بتائی ہے اور اس حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ ممکن ہے اس وقت (جس وقت کی یہ حدیث ہے) قیمت کے لحاظ سے ان دونوں میں اتنا ہی فرق ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور امام مالکؒ کا مسلک منہل میں یہ لکھا ہے کہ ان کے نزدیک جس عمر کا واجب ہے وہی دینا ضروری ہے خواہ مالک کو خرید کر ہی دینا پڑے۔

وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ ابْنَةِ مَخَاضٍ، وَلَيْسَ عِنْدَهُ إِلَّا ابْنُ لَبُونٍ ذَكَرٌ، فَإِنَّهُ يُقْبَلُ مِنْهُ، وَلَيْسَ مَعَهُ شَيْءٌ: اوپر تفاوت کی حدیث میں جتنی شکلیں مذکور ہیں وہ سب ایک نوع کی تھیں یعنی عمر کے لحاظ سے اور یہاں سے اُس تفاوت کو بیان کیا جارہا ہے جو ذکورت وأنوثت کے لحاظ سے ہو۔ پس جاننا چاہیئے کہ ابل میں ذکر اور انثی کا فرق شرعاً معتبر ہے دونوں کی قیمت میں فرق ہوتا ہے۔ انثی کی زائد ہوتی ہے ذکر سے بخلاف بقر اور غنم کے کہ ان میں نر اور مادہ کا فرق معتبر نہیں خصوصاً عند الحنفیہ اور یہ بھی واضح رہے کہ ابل کی زکوٰۃ میں اصالۃً انثی ہی واجب ہوتی ہے لیکن اگر کسی کے پاس انثی نہیں ہے بلکہ ذکر ہے جیسا کہ حدیث بالا میں ہے کہ ایک شخص پر بنت مخاض واجب ہوئی لیکن وہ اسکے پاس موجود نہیں، البتہ اس سے ایک سال زائد عمر کا ذکر ہے یعنی ابن لبون تو اس صورت میں ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ بات متعین ہے (وهو رواية عن أبي يوسف) کہ بنت مخاض کے بجائے ابن لبون لیا جائے گا کما في الحديث گویا انوثت کی تلافی زیادتی عمر [1] سے کی جائیگی اور حضرت امام ابو حنیفہؒ وامام محمدؒ کے نزدیک بنت مخاض کے بجائے ابن لبون کا لینا متعین نہیں ہے بلکہ انکے نزدیک یہاں بھی قیمت کا اعتبار ہے۔

وَفِي سَائِمَةِ الْغَنَمِ إِذَا كَانَتْ أَرْبَعِينَ، فَفِيهَا شَاةٌ إِلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ الخ: نصاب غنم کی تفصیل: یہاں سے بکریوں کا نصاب شروع ہو رہا ہے جو چالیس ۴۰ ہے اور ایک سو بیس ۱۲۰ تک بالاتفاق یہی ہے، اس کے بعد ایک سو اکیس ۱۲۱ سے دو سو تک ۲۰۰ تک دو بکریاں ہیں۔

فَإِذَا زَادَتْ عَلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ، فَفِيهَا شَاتَانِ إِلَى أَنْ تَبْلُغَ مِائَتَيْنِ، فَإِذَا زَادَتْ عَلَى مِائَتَيْنِ، فَفِيهَا ثَلَاثُ شِيَاهٍ إِلَى أَنْ تَبْلُغَ ثَلَاثَ مِائَةٍ، فَإِذَا زَادَتْ عَلَى ثَلَاثِ مِائَةٍ، فَفِي كُلِّ مِائَةٍ شَاةٍ شَاةٌ: اور جب دو سو سے زائد ہو جائیں تو اس میں تین بکریاں ہیں، یہاں تک کہ تین سو تک پہونچ جائیں اور جب تین سو سے زائد ہو جائیں تو پھر ہر سو میں ایک بکری ہے یعنی جب تین سو پر سو زائد ہونگی یعنی چار سو ہو جائیں گی تب تین بکریوں پر ایک اور زائد ہو جائیگی لہذا تین بکریاں ۲۰۱ سے شروع ہو کر ۳۹۹ تک رہیں گے (یہ نہ سمجھا جائے کہ تین بکریاں صرف ۳۰۰ تک ہیں جیسا کہ ظاہر الفاظ سے شبہ ہوتا ہے) اور جب تین سو پر پوری سو زائد ہوں

---

[1] لیکن یہ ان کے یہاں سب جگہ نہیں ہے چنانچہ بنت لبون کے بجائے حِقّ ذکر (وہ نر جو بنت لبون سے ایک سال بڑا ہوتا ہے) نہیں لیا جائیگا، ہاں اس کو بنت مخاض کے بجائے لے سکتے ہیں هكذا عند الشافعية والمالكية لیکن حنابلہ کے یہاں جائز ہے، (كذا في هامش البذل)۔

گی یعنی چار سو تب ایک بکری بڑھ جائے گی اور ہر سو ۱۰۰ میں بکری بڑھتی رہے گی لہذا چار سو میں چار ۴۹۹ تک اور جب ایک بڑھ کر پوری پانچ سو ہو جائیں تو اس میں پانچ ہو جائیں گی۔

یہاں ایک اختلاف ہے وہ یہ کہ فَإِذَا زَادَتْ عَلَى ثَلَاثِ مِائَةٍ میں جمہور کے نزدیک تو ایک عدد کی زیادتی مراد ہے لہذا ۲۹۹ تک تین ہی بکریاں رہیں گی اور حسن بن صالح کے نزدیک مطلق زیادتی مراد ہے لہذا ان کے نزدیک تین سو ایک میں چار بکریاں واجب ہوں گی، تین سو ننانوے تک اور پھر آگے چار سو ۴۰۰ میں پانچ بکریاں ہو جائیں گی۔

وَلَا يُؤْخَذُ فِي الصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ، وَلَا ذَاتُ عَوَارٍ: بیان نصاب کے بعد یہاں سے یہ فرما رہے ہیں کہ کس قسم کی بکری یا جانور زکوٰۃ میں لینی چاہیئے؟ چنانچہ فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ میں هَرِمَةٌ یعنی بڈھی کھوسٹ نہ لی جائے اور نہ عیب دار۔ کونسا عیب مراد ہے؟ بعض کہتے ہیں: وہ عیب جس کی وجہ سے بیع میں خیار رد حاصل ہوتا ہے جو کہ عند التجار نقصان ثمن کا سبب ہو اور بعض کہتے ہیں: وہ عیب مراد ہے جو جواز اضحیہ سے مانع ہو۔

وَلَا تَيْسُ الْغَنَمِ، إِلَّا أَنْ يَشَاءَ الْمُصَدِّقُ: اور نہ لیا جائے بکریوں کی زکوٰۃ میں نر۔ زکوٰۃ البقر میں نر لے سکتے ہیں بالاتفاق، یہاں منع ہے مصدق کو دو طرح [1] پڑھا گیا ہے: ① مصدق تخفیف صاد کے ساتھ، صدقہ وصول کرنے والا یعنی ساعی اور ② مصدق تشدید صاد کے ساتھ، صدقہ ادا کرنے والا یعنی مالک۔ پہلی صورت میں استثناء کا تعلق تینوں سے ہوگا لہذا ساعی اگر کسی مصلحت سے بڈھی بکری (مثلاً کثرت لحم وغیرہ جس میں فقراء کا فائدہ زیادہ ہو) یا عیب دار یا نر لینا چاہے تو لے سکتا ہے اور دوسری صورت میں استثناء کا تعلق صرف اخیر یعنی تیس سے ہوگا یعنی مالک اگر تیس خود ہی دینا چاہے تو دے سکتا ہے ساعی کو از خود [2] لینے کا حق نہیں اور یہ اس لئے کہ بکریوں کے ریوڑ میں نر ایک دو ہی ہوتے ہیں جو مالک کی ضرورت کی چیز ہے جفتی وغیرہ کے لئے اس لئے وہ خود چاہے تو دے سکتا ہے۔

وَلَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُفْتَرِقٍ، وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ: یہ جملہ محتاج توضیح و تشریح ہے اور اس کی شرح میں ائمہ فقہ کا بھی اختلاف ہے اسلئے اس کا سمجھنا اس اختلاف کے سمجھنے پر موقوف ہے۔

خلطه جوار مؤثر ہے یا نہیں؟ اختلاف یہ ہے کہ شافعیہ، حنابلہ کے نزدیک سوائم کی زکوٰۃ کا تعلق مواشی کے اختلاط کی صورت میں قطائع [3] پر ہے، ملک پر نہیں، بلکہ ملک خلیطین بمنزلہ ملک رجل واحد ہے اور یہی مسلک امام مالک کا بھی ہے

---

[1] قال الحافظ: اختلف في ضبطه، فالأكثر على أنه بالتشديد، والمراد المالك وهذا اختيار أبي عبيد..... ومنهم من ضبطه بتخفيف الصاد وهو الساعي اهـ (فتح الباري شرح صحيح البخاري ـــ ج ۳ ص ۳۲۱)، اس میں اور بھی اقوال ہیں ہم نے اپنے اساتذہ سے یہی دو سنے تھے۔

[2] یہاں یہ سوال ہوگا کہ پھر پہلی صورت میں استثناء کا تعلق تینوں سے مان کر اخذ تیس کا اختیار ساعی کو کیوں دیا گیا ہے؟ اس کا جواب بعض شراح کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تیس میں ایک حیثیت دوسری بھی ہے وہ یہ کہ اس کا لحم مادہ کے مقابلہ میں نظیف اور لذیذ نہیں ہوتا (غیر خصی ہونیکی صورت میں) اسلئے کہا گیا کہ اگر ساعی ہی لینا چاہے تو لے سکتا ہے، ۱۲۔

[3] جمع قطیعة بمعنی گلہ۔

مگر ان کے اور شافعیہ کے مسلک میں ایک فرق ہے جو آگے معلوم ہو جائے گا لہذا گلہ میں جتنے مواشی ہوں گے ان کو دیکھا جائیگا خواہ وہ ایک شخص کی ملک ہوں یا چند شخصوں کی، ملک خلیطین بمنزلہ ملک رجل واحد کے ہے۔ الحاصل خلطہ[1] جوار مؤثر ہے شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک تو نصاب اور مقدار واجب دونوں میں اور امام مالک کے نزدیک صرف مقدار واجب میں، نصاب میں نہیں بلکہ ان کے نزدیک ہر خلیط کا صاحب نصاب ہونا ضروری ہے۔ اس کو مثال سے سمجھئے! انصاب میں مؤثر ہونے کی شکل یہ ہے ایک ریوڑ میں مثلاً چالیس ۴۰ بکریاں ہیں دو شخصوں[2] کی ملک، تو شافعیہ[3] وحنابلہ کے نزدیک اس میں ایک[4] بکری واجب ہو جائیگی جیسا کہ اگر یہ بکریاں صرف ایک شخص کی ہوتیں تب ان میں ایک بکری واجب ہوتی اور امام مالک کے نزدیک اس میں زکوۃ واجب نہ ہوگی کیونکہ ہر خلیط صاحب نصاب نہیں ہے اور اگر ایک خلیط صاحب نصاب ہو دوسرا نہ ہو تو زکوۃ صرف صاحب نصاب پر واجب ہوگی، دوسرے پر نہ ہوگی مثلاً ایک گلہ میں ساٹھ بکریاں ہیں چالیس ایک شخص کی اور بیس ایک شخص کی تو اس صورت میں زکوۃ صرف چالیس والے پر ہوگی۔

اور مقدار واجب میں مؤثر ہونیکی مثال یہ ہے کہ ایک گلہ میں مثلاً دو شخصوں کی اسی بکریاں تھیں، ہر ایک کی چالیس چالیس تو اس صورت میں ائمہ ثلاثہ[5] کے نزدیک زکوۃ میں صرف ایک بکری واجب ہوگی یعنی نصف نصف۔

اور حنفیہ کے نزدیک خلطہ[6] جوار مطلقاً معتبر نہیں، نصاب میں نہ مقدار واجب میں بلکہ ملک پر مدار ہے جیسا کہ اور دوسرے

---

[1] اس کو خلطۃ الاوصاف بھی کہتے ہیں، جمہور کے نزدیک اس کا تحقق چند چیزوں میں اشتراک واتحاد پر موقوف ہے: اتحاد فی المراح (بیت) والمسرح (وہ جگہ جہاں پہلے مواشی جمع ہوتے ہیں پھر وہاں سے چراگاہ جاتے ہیں) والمرعی (چراگاہ) والفحل (جفتی کرنیوالا نر) والمشرب (تالاب یا نہر) والراعی اس کے علاوہ بھی اور بعض شرائط ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ خلط کے لئے صرف اتحاد فی الراعی والمرعی کافی ہے۔

[2] یا اس سے زائد کی حتی کہ اگر ریوڑ میں چالیس بکریاں چالیس مالکوں کی ہیں تب بھی، ۱۲۔

[3] بعض کتب شافعیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خلیطین میں سے کم از کم ایک کا صاحب نصاب ہونا ضروری ہے مثلاً دو شخص بیس بکریوں میں شریک ہیں نصفا نصف اور ان دو میں سے صرف ایک شخص کی تیس بکریاں اور ہیں تو اب یہ صاحب الثلاثین صاحب نصاب ہو گیا تو اس صورت میں زکوۃ یعنی ایک بکری واجب ہو جائیگی جس کے پانچ حصے کر لئے جائیں گے اسلئے کہ مجموع مالین خمسین ہے پس ان پانچ حصوں میں سے ایک خمس دس بکریوں والے کے حصہ میں ہوگا اور باقی اربعۃ اخماس دوسرے خلیط کے حصہ میں، ۱۲۔

[4] ہر خلیط کے ذمہ میں نصف بکری واجب ہوئی۔

[5] علامہ عینی فرماتے ہیں: عند الجمہور خلطہ کا اثر ایجاب زکوۃ میں بھی ہوتا ہے اور ایسے ہی تکثیر زکوۃ میں بھی اور تقلیل زکوۃ میں بھی، مثال الاول: ایک ریوڑ میں خلیطین کے پانچ اونٹ یا چالیس بکریاں تھیں تو اس میں زکوۃ واجب ہوگی اور اگر خلطہ نہ ہوتا تو واجب نہ ہوتی۔ ومثال الثانی: ایک ریوڑ میں خلیطین میں سے ہر ایک کی ایک سو ایک بکریاں ہیں، کل دو سو دو، تو اس صورت میں تین بکریاں واجب ہوں گی ہر ایک شخص پر شاۃ اور نصف شاۃ (ڈیڑھ بکری) اور اگر خلطہ نہ ہو تو ہر ایک پر ایک ایک ہی شاۃ واجب ہوتی تو یہاں مقدار زکوۃ میں زیادتی خلطہ کیوجہ سے ہوئی۔ مثال الثالث: ایک ریوڑ میں ایک سو بیس بکریاں ہیں، تین شخصوں کی یعنی ہر ایک کو چالیس چالیس تو یہاں صرف ایک شاۃ واجب ہوگی، ہر ایک کے ذمہ میں ثلث شاۃ (ایک تہائی بکری) اور اگر خلطہ نہ ہوتا تو پھر تین بکریاں واجب ہوتیں یہ تقلیل کی مثال ہوئی۔

[6] خلطۃ کی دراصل دو قسمیں ہیں: خلطۃ الشیوع جسکو خلطۃ الاشتراک بھی کہتے ہیں اور خلطۃ الجوار جسکو خلطۃ الاوصاف بھی کہتے ہیں۔ قسم اول میں ←

اموال سونا، چاندی وغیرہ کی زکوۃ میں ہوتا ہے۔

خلطۃ الشیوع: اور ایسے ہی ان کے نزدیک خلطۃ الشیوع بھی غیر معتبر ہے اور طاؤس ❶ وعطاء بن ابی رباحؒ کے نزدیک خلطۃ الجوار تو معتبر نہیں خلطۃ الشیوع معتبر ہے، اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک دونوں معتبر ہیں۔

خلطۂ جوار میں جمہور کی دلیل: خلطۂ جوار کے مؤثر ہونے میں جمہور کا استدلال ہے حدیث الباب ❷ سے ہے، وہ اس طرح کہ اگر اجتماع وافتراق کی حالت میں شرعاً فرق نہ ہوتا تو اس سے منع کرنے سے کیا فائدہ جب دونوں حالتوں کا حکم ایک ہی ہے؟ لہٰذا معلوم ہوا کہ جانوروں کے اختلاط اور انفراد کا حکم مختلف ہے۔ حنفیہ کہتے ہیں: دوسری احادیث سے زکوۃ کے لئے ملک نصاب کا شرط ہونا ثابت ہے اور یہاں اس حدیث میں جمع وتفریق ملک ہی کے اعتبار سے مراد ہے کہ ساعی دو شخصوں کی ملکیت کو ایک شخص کی نہ قرار دے اور ایسے ہی ایک شخص کی ملک کو دو شخصوں کی نہ قرار دے۔

شرح حدیث: اسکے بعد سمجھئے کہ یہ جمع متفرق اور تفریق مجتمع جس سے حدیث میں منع کیا گیا ہے اسکا تعلق مالک اور ساعی دونوں سے ہو سکتا ہے، اسی طرح خشیۃ الصدقۃ کا تعلق بھی دونوں سے ہے۔ مالک کا خشیہ یا وجوب زکوۃ ہوگا یا زیادتی زکوۃ اور ساعی کا خطرہ اس کے مناسب ہوگا یعنی عدم وجوب زکوۃ یعنی یہ جمع وتفریق کی گڑبڑ یا اس نیت سے ہوگی کہ مجھ پر زکوۃ واجب نہ ہو یا اس نیت سے ہوگی کہ کم واجب ہو اور ساعی کی طرف سے یہ گڑبڑ اسلئے ہوگی تاکہ زکوۃ واجب ہو جائے یا زائد واجب ہو، لہٰذا یہاں چار مثالوں کی ضرورت ہے، دو مثالیں جمع وتفریق من المالک کی اور دو مثالیں جمع وتفریق من الساعی کی جو مندرجہ ذیل ہیں:

① (جمع المفترق من المالك) چالیس چالیس بکریاں فی الواقع دو جگہ تھیں (علی مسلك الجمهور) یا دو شخصوں کی ملک تھیں (علی مسلك الحنفية) لہٰذا ان میں دو بکریاں واجب تھیں لیکن ساعی کی آمد پر مالک نے ان کو مجتمع کر کے دکھایا (خواہ من حيث الملك خواہ من حيث المرعیٰ) تاکہ ان میں صرف ایک بکری واجب ہو۔

② (تفريق المجتمع من المالك) چالیس بکریاں مجتمع تھیں ساعی کی آمد پر ان کو دو جگہ بیس بیس متفرق کر دیا تاکہ زکوۃ واجب ہی نہ ہو۔

③ (جمع المفترق من الساعی) بیس بیس بکریاں متفرق تھیں جن میں کچھ زکوۃ واجب نہ تھی لیکن ساعی نے آکر ان کو

؎ ہر شریک کی ملک دوسرے کی ملک سے ممتاز نہیں ہوتی (جیسے مثلاً دو شخصوں کو میراث میں مشترک طور پر بکریاں ملی جنکو انہوں نے ابھی تک تقسیم نہیں کیا یا دو شخص مل کر مشترک طور پر بکریاں خرید لیں اور قسم ثانی میں ہر ایک کی ملک دوسرے سے ممتاز ہوتی ہے صرف خارجی چیزوں میں اتحاد ہوتا ہے راعی اور مرعیٰ وغیرہ، ۱۲۔

❶ فقد حكى الإمام البخاري في صحيحه: عنهما إذا علم الخليطان أموالهما فلا يجمع مالهما اهـ اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ دونوں قسمیں معتبر ہیں واللہ تعالیٰ اعلم، ۱۲۔

❷ جس میں ہے: لَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُفْتَرِقٍ، وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ، ۱۲۔

مجتمع قرار دیتا تاکہ ایک بکری زکوۃ میں واجب ہو جائے۔

④ (تفریق المجتمع من الساعی) اسی (۸۰) بکریاں مجتمع تھیں جن میں حسب قاعدہ ایک بکری واجب تھی لیکن ساعی نے آکر ان کو چالیس چالیس کے دو ریوڑ قرار دیے تاکہ بجائے ایک کے دو بکریاں واجب ہوں۔

اب سب گڑبڑوں اور دھوکہ دینے سے اس حدیث میں منع کیا گیا ہے: وَمَا كَانَ مِنْ خَلِيطَيْنِ، فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ۔ یہ کتاب الصدقہ والی حدیث کا ایک جزء ہے، حضرت امام بخاریؒ نے تو اس پر مستقل ہی ترجمۃ الباب قائم کیا ہے۔

شرح حدیث میں جمہور اور حنفیہ کا اختلاف: خلیطین سے کیا مراد ہے؟ اس میں اختلاف ہے۔ جمہور اس سے وہ دو شخص مراد لیتے ہیں جن کے جانوروں میں خلطہ جوار ہو یعنی ہر ایک کے جانور دوسرے سے ممتاز ہوں، ہر ایک اپنے اپنے جانوروں کو پہچانتا ہو، بس صرف راعی و مرعیٰ وغیرہ اوصاف میں اتحاد ہو۔ غرضیکہ جمہور کے نزدیک اس حدیث میں خلطہ جوار مذکور ہے اسی وجہ سے وہ اس کا اعتبار کرتے ہیں اور مؤثر مانتے ہیں اور دلیل میں اسی حدیث کو اور اس سے پہلے جو گزرا ہے: لَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُفْتَرِقٍ، وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ پیش کرتے ہیں۔

اور حنفیہ فرماتے ہیں: خلطہ جوار کوئی معتبر شئ نہیں اور نہ حدیث میں وہ مراد ہے بلکہ خلیط کہتے ہیں لغت میں: شریک کو، وہی یہاں مراد ہے اور شریکین کی جو ملک ہوتی ہے وہ غیر ممیز ہوتی ہے جیسا کہ خلطۃ الشیوع میں ہوتا ہے، گویا یہاں خلطۃ الشیوع مراد ہے مگر نہ بایں معنی کہ وہ ایجاب زکوۃ یا تقلیل و تکثیر زکوۃ میں مؤثر ہے، اس لحاظ سے تو ہمارے یہاں دونوں غیر معتبر ہیں بلکہ اسمیں ایک حسابی امر کا بیان ہے وہ یہ کہ مال مشترک کی زکوۃ حسب حصص واجب ہوا کرتی ہے، لہذا ساعی جب مال مشترک کی مشترک طور سے زکوۃ لے کر چلا جائے تو پھر بعد میں وہ شریکین (اگر انکے حصص متفاوت ہوں) تو آپس میں اپنا حساب لے دیکر صاف کر لیں اور اگر شرکت برابر کی ہو تو ظاہر ہے کہ زکوۃ بھی برابر واجب ہوگی تو پھر کسی تراجع کی حاجت [1] نہیں، مثلاً ایک سو بیس بکریاں دو شخصوں کے درمیان مشترک تھیں، ایک کی دو ثلث یعنی اسی تھیں اور ایک شریک کی ایک ثلث یعنی چالیس تھیں، اب زکوۃ تو دونوں کی برابر ہے، ہر ایک کے ذمہ ایک ایک بکری ہے لیکن بکریاں تو ایک دوسرے سے ممتاز نہیں ہیں بلکہ ہر بکری میں شرکت ہے تو اس صورت میں ساعی زکوۃ میں دو بکریاں لے جائیگا لیکن ان دو بکریوں میں صاحب الثلثین کے تو چار ثلث چلے گئے (یعنی ایک بکری پوری اور دوسری بکری کا ایک ثلث) اور صاحب الثلث کے صرف دو ثلث گئے، اب صاحب الثلثین کو چاہئے کہ صاحب الثلث سے ایک ثلث بکری کی قیمت وصول کر لے تاکہ دونوں کے حصہ میں زکوۃ کی ایک ایک بکری ہو جائے۔

یہ تشریح اور مثال تو حنفیہ کے مسلک کے پیش نظر ہے اور جمہور اس کی تشریح و تمثیل اس طرح کرتے ہیں: ایک گلہ میں چالیس

---

[1] مثلاً دو شخص اسی بکریوں میں برابر کے شریک ہیں، اب اس میں یہاں دو بکریاں زکوۃ کی واجب ہیں۔ چنانچہ ساعی دو بکریاں لے کر چلا گیا، ہر ایک بکری میں نصف ایک شریک کی ہے اور نصف دوسرے شریک کی، ۱۲۔

بکریاں ہیں دو شخصوں کی، ہر ایک کی بیس بیس ان میں صرف ایک بکری زکوٰۃ کی ہے، نصف ایک کے حصہ کی اور نصف دوسرے کے حصہ کی، اب ساعی جس شخص کی بکریوں میں سے بھی لے گیا ہو اس کو چاہیئے کہ نصف بکری کی قیمت دوسرے شریک سے وصول کرلے (یہ ہے وہ تراجع بالسویہ جو حدیث میں مذکور ہے) ایک اور مثال لیجئے! وہ یہ کہ ایک ریوڑ میں ایک سو پچاس بکریاں تھیں، سو ایک کی اور پچاس دوسرے کی جس میں دو بکریاں واجب تھیں اثلاثا یعنی ہر بکری میں ایک ثلث صاحب الخمسین کا اور دو ثلث صاحب المائۃ کے جس کا مطلب یہ ہوا کہ صاحب المائۃ کے ذمہ ایک بکری اور ثلث بکری ہے اور صاحب الخمسین کے ذمہ ایک بکری کے دو ثلث ہیں، اب اگر ساعی دو بکریاں صاحب المائۃ کی بکریوں میں سے لے گیا تو یہ صاحب المائۃ دوسرے شریک سے ہر ایک بکری کی ثلث قیمت لے لے اور اگر ساعی دو بکریاں صاحب الخمسین کی بکریوں میں سے لے گیا تو یہ صاحب الخمسین دوسرے شخص سے ہر بکری کے دو ثلث کی قیمت لے لے (ذكره العلامة القسطلاني [1])۔

فائدہ: خلطہ جوار جسکے جمہور علماء قائل ہیں اسمیں اختلاف ہے کہ یہ کن کن اشیاء میں معتبر ہے؟ حنابلہ و مالکیہ کے نزدیک صرف مواشی کی زکوٰۃ میں اور شافعیہ کے نزدیک مواشی کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ زروع و ثمار و نقدین ان سب میں معتبر ہے۔

وَفِي الرِّقَةِ رُبُعُ العُشْرِ: رِقَة کسر راء اور تخفیف قاف کے ساتھ ہے الفضة الخالصة، خواہ مضروب ہو یعنی سکہ یا غیر مضروب۔ دراصل ورق تھا واؤ کو حذف کرکے اس کے عوض اخیر میں تاء لے آئے جس طرح وعد و عدۃ ہے۔

۱۵۶۸- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ، عَنْ سُفْيَانَ بْنِ الْحُسَيْنِ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَتَبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِتَابَ الصَّدَقَةِ فَلَمْ يُخْرِجْهُ إِلَى عُمَّالِهِ حَتَّى قُبِضَ، فَقَرَنَهُ بِسَيْفِهِ، فَعَمِلَ بِهِ أَبُو بَكْرٍ حَتَّى قُبِضَ، ثُمَّ عَمِلَ بِهِ عُمَرُ حَتَّى قُبِضَ، فَكَانَ فِيهِ: «فِي خَمْسٍ مِنَ الْإِبِلِ شَاةٌ، وَفِي عَشْرٍ شَاتَانِ، وَفِي خَمْسَ عَشْرَةَ ثَلَاثُ شِيَاهٍ، وَفِي عِشْرِينَ أَرْبَعُ شِيَاهٍ، وَفِي خَمْسٍ وَعِشْرِينَ ابْنَةُ مَخَاضٍ إِلَى خَمْسٍ وَثَلَاثِينَ، فَإِنْ زَادَتْ وَاحِدَةً، فَفِيهَا ابْنَةُ لَبُونٍ إِلَى خَمْسٍ وَأَرْبَعِينَ، فَإِذَا زَادَتْ وَاحِدَةً، فَفِيهَا حِقَّةٌ إِلَى سِتِّينَ، فَإِذَا زَادَتْ وَاحِدَةً، فَفِيهَا جَذَعَةٌ إِلَى خَمْسٍ وَسَبْعِينَ، فَإِذَا زَادَتْ وَاحِدَةً، فَفِيهَا ابْنَتَا لَبُونٍ إِلَى تِسْعِينَ، فَإِذَا زَادَتْ وَاحِدَةً، فَفِيهَا حِقَّتَانِ إِلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ، فَإِنْ كَانَتِ الْإِبِلُ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ، فَفِي كُلِّ خَمْسِينَ حِقَّةٌ، وَفِي كُلِّ أَرْبَعِينَ ابْنَةُ لَبُونٍ، وَفِي الْغَنَمِ فِي كُلِّ أَرْبَعِينَ شَاةً شَاةٌ إِلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ، فَإِنْ زَادَتْ وَاحِدَةً، فَشَاتَانِ إِلَى مِائَتَيْنِ، فَإِنْ زَادَتْ وَاحِدَةً عَلَى الْمِائَتَيْنِ فَفِيهَا ثَلَاثُ شِيَاهٍ إِلَى ثَلَاثِ مِائَةٍ، فَإِنْ كَانَتِ الْغَنَمُ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ، فَفِي كُلِّ مِائَةِ شَاةٍ شَاةٌ، وَلَيْسَ فِيهَا شَيْءٌ حَتَّى تَبْلُغَ الْمِائَةَ، وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ، وَلَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ مَخَافَةَ الصَّدَقَةِ، وَمَا كَانَ مِنْ خَلِيطَيْنِ، فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ، وَلَا يُؤْخَذُ فِي الصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ، وَلَا ذَاتُ عَيْبٍ» قَالَ: وَقَالَ الزُّهْرِيُّ: «إِذَا جَاءَ الْمُصَدِّقُ قُسِّمَتِ الشَّاءُ أَثْلَاثًا، ثُلُثًا شِرَارًا، وَثُلُثًا خِيَارًا، وَثُلُثًا وَسَطًا، فَأَخَذَ الْمُصَدِّقُ مِنَ الْوَسَطِ»، وَلَمْ

[1] إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري ج ٣ ص ٤٤

يَذْكُرِ الزُّهْرِيُّ الْبَقَرَ.

ترجمہ: سالم اپنے والد عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے زکوۃ کے بیان کیلئے ایک خط لکھا ابھی آپ نے اس خط کو زکوۃ وصول کرنے والوں کو نہ بھیجا تھا کہ آپ ﷺ کی وفات ہوگئی تھی اور یہ والا نامہ آپ ﷺ نے اپنی تلوار کے نیام میں محفوظ رکھا تھا۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے اس خط کے مطابق عمل کیا یہاں تک ان کی بھی وفات ہوگئی۔ پھر حضرت عمرؓ نے بھی اسی خط کے مطابق عمل کیا یہاں تک ان کی بھی وفات ہوگئی۔ اس خط میں یہ لکھا تھا کہ پانچ اونٹوں میں ایک بکری زکوۃ میں دینا لازمی ہے اور دس اونٹوں میں دو بکریاں دینا لازم ہے اور پچیس اونٹوں میں اونٹنی کی ایسی بچی دینا لازم ہے جو عمر کے دوسرے سال میں لگ چکی ہو، پینتیس ۳۵ اونٹوں تک یہی شرعی حکم ہے۔ جب اونٹوں کی تعداد ۳۵ سے بڑھ جائے تو اس میں اونٹنی کی ایسی بچی دینا لازم ہے جسکی عمر کا تیسرا سال شروع ہو چکا ہو، پینتالیس ۴۵ تک یہی شرعی حکم ہے۔ جب اونٹوں کی تعداد پینتالیس ۴۵ سے بڑھ جائے تو اس میں اونٹنی کی ایسی بچی دینا لازم ہے جسکی عمر کا چوتھا سال شروع ہو چکا ہو، ساٹھ تک یہی حکم ہے۔ جب اونٹوں کی تعداد ساٹھ سے بڑھ جائے تو اس میں ایسی اونٹنی دینا لازم ہے جو عمر کے پانچویں سال میں داخل ہو چکی ہو، پچھتر ۷۵ تک یہی حکم شرعی ہے۔ جب اونٹوں کی تعداد پچھتر سے بڑھ جائے تو اس میں اونٹنی کے ایسے دو بچے زکوۃ میں دینا ضروری ہے جنکی عمروں کا تیسرا سال لگ چکا ہو، نوے تک یہی شرعی حکم ہے۔ جب اونٹوں کی تعداد نوے ۹۰ سے بڑھ جائے تو اس میں اونٹنی کے ایسے دو مؤنث بچے دینا صدقے میں ضروری ہے جو عمر کے چوتھے سال میں داخل ہو چکے ہوں، ایک سو بیس ۱۲۰ تک یہی شرعی حکم ہے۔ جب اونٹوں کی تعداد ایک سو بیس ۱۲۰ سے بڑھ جائے تو ہر پچاس اونٹوں میں ایسی اونٹنی دینا لازم ہے جو عمر کے چوتھے سال میں داخل ہو چکی ہو اور ہر چالیس اونٹوں میں ایسی اونٹنی کا دینا ضروری ہے جو عمر کے تیسرے سال میں داخل ہو چکی ہو۔ بکریوں کا نصاب یہ ہے کہ ہر چالیس ۴۰ بکریوں میں ایک بکری دینا لازم ہے، ایک سو بیس ۱۲۰ تک یہی شرعی حکم ہے۔ جب بکریوں کی تعداد ایک سو بیس ۱۲۰ سے زیادہ ہو جائے تو دو بکریاں زکوۃ میں دینا لازم ہے، دو سو ۲۰۰ تک یہی حکم شرعی ہے، جب بکریوں کی تعداد دو سو ۲۰۰ سے بڑھ جائے تو اس میں (دو سو ایک ۲۰۱ میں) تین بکریاں دینا لازم ہے، تین سو ۳۰۰ تک یہی شرعی حکم ہے۔ جب بکریوں کی تعداد تین سو سے بڑھ جائے تو شرعی حکم یہ ہے کہ ہر ایک سو بکری میں ایک بکری دینا لازم ہے اور ایک سو مکمل نہ ہونے کی صورت میں کوئی بکری دینا لازم نہیں۔ آدمی کی ایک جگہ موجود بکریوں کو جدا جدا نہ کیا جائے، نہ ہی علیحدہ علیحدہ موجود بکریوں کو جمع کیا جائے صدقے کے کم ہو جانے یا بڑھ جانے کے خوف سے اور دو شریکوں کا جو مال، مویشی ہو تو یہ دونوں شریک اپنے ساتھی سے برابر سرابر وصول کرلینگے۔ زکوۃ میں ایسا جانور نہ لیا جائے جسکی عمر زیادہ ہونے کے سبب اسکے دانت گر گئے ہوں اور نہ ہی صدقے میں کوئی عیب دار جانور لیا جائیگا۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ جب عامل زکوۃ وصول کرنے آئے تو بکریوں کو تین حصوں میں تقسیم کیا جائے گا: پہلی قسم جو کمزور اور

لاغر قسم کی بکریاں ہوں انکو علیحدہ کر دیا جائے گا، دوسری قسم عمدہ قسم کے جانوروں کو علیحدہ کر دیا جائیگا اور تیسری قسم کے جانور ہیں جو درمیانے درجے کے ہیں نہ بہت عمدہ نہ بہت گھٹیا ان کو علیحدہ کر دیا جائے گا اور عامل اس درمیانی قسم سے زکوۃ وصول کرے گا۔ امام زہریؒ نے گائے کا نصاب ذکر نہیں کیا۔

شرح الحدیث فَلَمْ يُخْرِجْهُ إِلَى عُمَّالِهِ حَتَّى قُبِضَ، فَقَرَنَهُ بِسَيْفِهِ: اس جملہ میں تقدیم وتاخیر ہے فَقَرَنَهُ بِسَيْفِهِ مقدم ہونا چاہئے اور حَتَّى قُبِضَ موخر کما ھو ظاھر، اس سے مستفاد ہورہا ہے کہ یہ کتاب الصدقہ آپ ﷺ نے لکھوائی تھی عمال وسعاۃ ہی کی نیت سے تاکہ اسکی نقلیں کرا کر ان کے حوالہ کی جائیں۔ چنانچہ صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ نے ایسا ہی کیا اور آپ ﷺ کو اس کی نوبت نہیں آئی (اس کے بارے میں کچھ اس سے قبل بھی گزرا ہے)۔

قَالَ الزُّهْرِيُّ: إِذَا جَاءَ الْمُصَدِّقُ: یعنی ساعی کی آمد پر جب وہ زکوۃ وصول کرنے کیلئے آئے تو جن جانوروں کی زکوۃ لینی ہے ان کو تین قسموں میں منقسم کر لیا جائے: اعلیٰ وافضل، اوسط، ادنیٰ، پھر مصدق کو چاہئے کہ اوسط میں سے لے۔

۱۵۶۹ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ الْوَاسِطِيُّ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ حُسَيْنٍ بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ، قَالَ: فَإِنْ لَمْ تَكُنْ ابْنَةُ مَخَاضٍ، فَابْنُ لَبُونٍ، وَلَمْ يَذْكُرْ كَلَامَ الزُّهْرِيِّ.

ترجمہ محمد بن یزید واسطی نے گزشتہ حدیث کی سند کے ساتھ ایسی حدیث کے ہم معنی روایت نقل کی ہے، اس میں یہ اضافہ ہے کہ اگر پچیس اونٹوں میں زکوۃ دینے کیلئے ایسی مؤنث اونٹنی موجود نہ ہو جو عمر کے دوسرے سال میں داخل ہو چکی ہو تو یہ شخص اسکے بدلے ایسا مذکر اونٹ دے سکتا ہے جو عمر کے تیسرے سال میں داخل ہو چکا ہو۔ محمد بن یزید راوی نے اپنی حدیث میں زہریؒ کا کلام ذکر نہیں کیا۔

۱۵۷۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: هَذِهِ نُسْخَةُ كِتَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي كَتَبَهُ فِي الصَّدَقَةِ، وَهِيَ عِنْدَ آلِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: أَقْرَأَنِيهَا سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، فَوَعَيْتُهَا عَلَى وَجْهِهَا. وَهِيَ الَّتِي انْتَسَخَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ وَسَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ. فَذَكَرَ الْحَدِيثَ، قَالَ: " فَإِذَا كَانَتْ إِحْدَى وَعِشْرِينَ وَمِائَةً، فَفِيهَا ثَلَاثُ بَنَاتِ لَبُونٍ حَتَّى تَبْلُغَ تِسْعًا وَعِشْرِينَ وَمِائَةً، فَإِذَا كَانَتْ ثَلَاثِينَ وَمِائَةً، فَفِيهَا بِنْتَا لَبُونٍ وَحِقَّةٌ حَتَّى تَبْلُغَ تِسْعًا وَثَلَاثِينَ وَمِائَةً، فَإِذَا كَانَتْ أَرْبَعِينَ وَمِائَةً، فَفِيهَا حِقَّتَانِ وَبِنْتُ لَبُونٍ حَتَّى تَبْلُغَ تِسْعًا وَأَرْبَعِينَ وَمِائَةً، فَإِذَا كَانَتْ خَمْسِينَ وَمِائَةً، فَفِيهَا ثَلَاثُ حِقَاقٍ حَتَّى تَبْلُغَ تِسْعًا وَخَمْسِينَ وَمِائَةً، فَإِذَا كَانَتْ سِتِّينَ وَمِائَةً، فَفِيهَا أَرْبَعُ بَنَاتِ لَبُونٍ حَتَّى تَبْلُغَ تِسْعًا وَسِتِّينَ وَمِائَةً، فَإِذَا كَانَتْ سَبْعِينَ وَمِائَةً، فَفِيهَا ثَلَاثُ بَنَاتِ لَبُونٍ وَحِقَّةٌ حَتَّى تَبْلُغَ تِسْعًا وَسَبْعِينَ وَمِائَةً، فَإِذَا كَانَتْ ثَمَانِينَ وَمِائَةً، فَفِيهَا حِقَّتَانِ وَابْنَتَا لَبُونٍ حَتَّى تَبْلُغَ تِسْعًا وَثَمَانِينَ وَمِائَةً، فَإِذَا كَانَتْ تِسْعِينَ وَمِائَةً، فَفِيهَا ثَلَاثُ حِقَاقٍ وَبِنْتُ لَبُونٍ حَتَّى تَبْلُغَ تِسْعًا وَتِسْعِينَ وَمِائَةً، فَإِذَا كَانَتْ

مِائَتَيْنِ، فَفِيهَا أَرْبَعُ حِقَاقٍ أَوْ خَمْسُ بَنَاتِ لَبُونٍ، أَيُّ السِّنَّيْنِ وُجِدَتْ أُخِذَتْ، وَفِي سَائِمَةِ الْغَنَمِ. فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ سُفْيَانَ بْنِ حُسَيْنٍ وَفِيهِ: «وَلَا يُؤْخَذُ فِي الصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ، وَلَا ذَاتُ عَوَارٍ مِنَ الْغَنَمِ، وَلَا تَيْسُ الْغَنَمِ، إِلَّا أَنْ يَشَاءَ الْمُصَدِّقُ».

ترجمہ: ابن شہاب زہریؒ فرماتے ہیں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ والانامہ جسکو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوۃ کے مسائل میں لکھنے کا حکم ارشاد فرمایا اور یہ خط عمر بن خطابؓ کے خاندان والوں کے پاس رہا۔ ابن شہاب زہریؒ کہتے ہیں کہ سالم بن عبد اللہ بن عمر نے مجھے یہ خط مبارک پڑھ کر سنایا تو میں نے اسی طرح اس والانامے کو محفوظ کر لیا اور یہ وہی خط مبارک ہے جو کہ عبد اللہ بن عبد اللہ بن عمر اور سالم بن عبد اللہ بن عمر سے حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے نقل کروایا۔ اسکے بعد امام زہریؒ نے اونٹوں کا نصاب بیان کیا اور اونٹوں کا نصاب ایک سو بیس تک بیان کرنے کے بعد امام زہریؒ نے فرمایا کہ جب اونٹوں کی تعداد ایک سو اکیس ۱۲۱ ہو جائے تو اس میں اونٹنی کے ایسے تیس مؤنث بچے دینا صدقے میں لازم ہیں جو عمر کے تیسرے سال میں داخل ہو چکے ہوں، اونٹوں کی تعداد ایک سو انتیس ۱۲۹ تک پہنچ جائے تب تک یہی حکم شرعی ہے۔ پس اونٹوں کی تعداد ایک سو تیس ۱۳۰ ہو جائے تو اس میں اونٹنی کے تین مؤنث بچے دینا لازم ہے جن میں سے دو مؤنث بچے اپنی عمر کے تیسرے سال میں داخل ہو چکے ہوں اور ایک مؤنث بچی عمر کے چوتھے سال میں داخل ہو چکی ہو، ایک سو انتالیس اونٹوں تک یہی حکم شرعی ہے۔ جب اونٹوں کی تعداد ایک سو چالیس ۱۴۰ ہو جائے تو اس میں تین اونٹنیاں زکوۃ میں دینی لازم ہے جن میں سے دو اونٹنیاں عمر کے پانچویں سال میں داخل ہو چکی ہوں اور ایک اونٹنی عمر کے چوتھے سال میں داخل ہو چکی ہو، ایک سو انچاس ۱۴۹ تک یہی حکم شرعی ہے۔ جب اونٹوں کی تعداد ایک سو پچاس ۱۵۰ ہو جائے تو اس میں ایسی تین اونٹنیاں دینا لازم ہے جو عمر کے پانچویں سال میں داخل ہو چکی ہوں، ایک سو انسٹھ ۱۵۹ تک یہی حکم شرعی ہے۔ جب اونٹوں کی تعداد ایک سو ساٹھ ۱۶۰ ہو جائے تو اس میں اونٹنی کے ایسے چار مؤنث بچے دینا لازم ہیں جو عمر کے تیسرے سال میں داخل ہو چکے ہوں، ایک سو انہتر ۱۶۹ تک یہی حکم شرعی ہے۔ جب اونٹوں کی تعداد ایک سو ستر ہو جائے تو اس میں ایسی چار اونٹنیاں دینا لازم ہیں جن میں سے تین مؤنث عمر کے تیسرے سال میں داخل ہو چکی ہوں اور چوتھی مؤنث اونٹنی اپنی عمر کے چوتھے سال میں داخل ہو چکی ہو، ایک سو اناسی ۱۷۹ تک یہی حکم شرعی ہے اور جب اونٹوں کی تعداد ایک سو اسّی ۱۸۰ ہو جائے تو اس میں ایسی چار اونٹنیاں زکوۃ میں دینا لازم ہے جن میں سے دو اونٹنیاں اپنی عمر کے چوتھے سال میں داخل ہو چکی ہوں اور دو اونٹنیاں اپنی عمر کے تیسرے سال میں داخل ہو چکی ہوں، ایک سو نواسی ۱۸۹ تک یہی حکم شرعی ہے۔ جب اونٹوں کی تعداد ایک سو نوے ہو جائے تو اس میں ایسی چار اونٹنیاں دینا لازم ہے جن میں سے تین اونٹنیاں عمر کے چوتھے سال میں داخل ہو چکی ہوں اور ایک اونٹنی عمر کے تیسرے سال میں داخل ہو چکی ہو، ایک سو ننانوے ۱۹۹ تک یہی حکم شرعی ہے۔ جب اونٹوں کی تعداد دو سو ہو جائے تو اس میں یا تو ایسی چار اونٹنیاں دے دے جو عمر کے چوتھے سال میں داخل ہو چکی ہوں یا پھر پانچ اونٹنیاں زکوۃ میں ادا کرے جو عمر کے تیسرے سال

میں داخل ہو چکی ہوں۔اے عامل!(زکوۃ وصول کرنے والے) تمہیں ان دونوں قسموں میں سے جو اونٹ بھی مل جائے انکو زکوۃ میں وصول کرلو۔خود سے چرنے والی بکریوں کے نصاب کے مطابق راوی نے سفیان بن حسین کی حدیث کی طرح روایت نقل کی اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ زکوۃ کے وصول کرنے میں کوئی عمر رسیدہ جانور نہ لیا جائے اور نہ ہی کوئی عیب دار بکری اور نہ ہی مذکر بکرا مگر یہ کہ عامل لینا چاہے۔

تخریج: جامع الترمذي – الزكاة (٦٢١) سنن أبي داود – الزكاة (١٥٦٨) سنن ابن ماجه – الزكاة (١٧٩٨) سنن ابن ماجه – الزكاة (١٨٠٥) مسند أحمد – مسند المكثرين من الصحابة (٢/١٥) مسند أحمد – مسند المكثرين من الصحابة (٢/١٥) سنن الدارمي – الزكاة (١٦٢٠) سنن الدارمي – الزكاة (١٦٢٦)

شرح الحديث: یہ پہلے گزر چکا کہ کتب الصدقات متعدد ہیں جن میں ایک کتاب عمر بن الخطابؓ کی طرف منسوب ہے، اس حدیث میں اسی کتاب کا ذکر ہے جس کے بارے میں راوی کہہ رہا ہے کہ یہ نسخہ حضرت عمرؓ کی آل واولاد کے پاس محفوظ تھا اور عمر ثانی عمر بن عبد العزیزؒ نے جب کہ وہ امیر مدینہ تھے (کما فی روایۃ الدار قطنی والحاکم) اس کتاب کو نقل کرا کر اپنے عمال کو اس کے مطابق عمل کرنیکی ہدایت فرمائی اور اس کی ایک نقل انہوں نے ولید بن عبد الملک کے پاس بھی بھیجی، ولید نے بھی اپنے عمال کو اس پر عمل کرنے کی ہدایت فرمائی اور پھر یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا بعد کے خلفاء میں وہ بھی اسی کتاب کے مطابق عمل کراتے رہے۔اوپر روایت میں ہے: امام زہریؒ فرماتے ہیں: حضرت سالم بن عبد اللہ بن عمر نے یہ کتاب مجھ کو پڑھائی تھی جس کو بعینہ میں نے زبانی یاد کر لیا تھا (حفظ کر لینا تو ان حضرات کیلئے بڑا آسان تھا، ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں حدیثیں زبانی یاد کر لیتے تھے)، فجزاهم الله تعالى عن الإسلام والمسلمين خيرا۔

قَالَ: فَإِذَا كَانَتْ إِحْدَى وَعِشْرِينَ وَمِائَةً، فَفِيهَا ثَلَاثُ بَنَاتِ لَبُونٍ: **شافعیہ وحنابلہ کی صریح دلیل:** اس کتاب الصدقہ کے خاص اس طریق میں یہ زیادتی ہے جو طریق سابق میں نہیں تھی بلکہ وہاں تو اس طرح تھا: إِلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ، فَإِنْ كَانَتِ الْإِبِلُ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ، فَفِي كُلِّ خَمْسِينَ حِقَّةٌ، وَفِي كُلِّ أَرْبَعِينَ ابْنَةُ لَبُونٍ۔ اور یہ جو اس روایت میں ہے شافعیہ وحنابلہ کے مسلک کے عین مطابق ہے اس کا جواب وتوجیہ پہلے گزر چکی اس کو یاد رکھیے۔

١٥٧١- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، قَالَ: قَالَ مَالِكٌ: وَقَوْلُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: «لَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ، وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ، هُوَ أَنْ يَكُونَ لِكُلِّ رَجُلٍ أَرْبَعُونَ شَاةً، فَإِذَا أَظَلَّهُمُ الْمُصَدِّقُ جَمَعُوهَا؛ لِئَلَّا يَكُونَ فِيهَا إِلَّا شَاةٌ. وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ، أَنَّ الْخَلِيطَيْنِ إِذَا كَانَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةُ شَاةٍ وَشَاةٌ، فَيَكُونُ عَلَيْهِمَا فِيهِمَا ثَلَاثُ شِيَاهٍ، فَإِذَا أَظَلَّهُمَا الْمُصَدِّقُ فَرَّقَا غَنَمَهُمَا، فَلَمْ يَكُنْ عَلَى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا إِلَّا شَاةٌ، فَهَذَا الَّذِي سَمِعْتُ فِي ذَلِكَ».

ترجمہ: امام مالکؒ نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ کے فرمان: لَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ کی صورت یہ ہے کہ تین افراد میں سے ہر ایک

شخص کے پاس علیحدہ علیحدہ ان کی ملکیت میں چالیس ۴۰ چالیس ۴۰ بکریاں ہوں جب زکوۃ وصول کرنے والا عامل آجائے تو یہ لوگ ان سب بکریوں کو ایک جگہ جمع کر دیتے ہیں تاکہ (ان پر لازم شدہ تین بکریوں کی جگہ صرف) ایک بکری دینا لازم ہو اور لَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ کی صورت یہ ہے کہ بکریوں میں دو آدمی شریک اور ان دونوں میں سے ہر ایک کی ایک سو ایک بکریاں ہیں (تو ان دونوں کے پاس مجموعی طور پر دو سو دو ۲۰۲ بکریاں ہیں تو خلطت جوار کی شرائط کی موجودگی میں ان ائمہ کے یہاں مجموعے پر زکوۃ آتی ہے، لہٰذا ان دونوں شریکوں پر مجموعی طور پر تین بکریاں لازم ہے جب ان شریکوں کے پاس عامل زکوۃ وصولی کیلئے آتا ہے تو یہ دونوں شریک اپنی اپنی بکریاں علیحدہ علیحدہ کر لیتے ہیں لہٰذا ہر ایک شریک پر اس کی بکریوں کی تعداد کے حساب سے صرف ایک بکری دینا لازم ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں: میں نے اس حدیث کی یہی تفسیر سنی ہے۔

شرح الحدیث امام مالکؒ کی بیان کردہ جمع وتفریق کی مثال: اس پر کلام ہمارے یہاں پہلے گزر چکا ہے۔
حضرت امام مالکؒ اس جمع وتفریق کی ہر ایک کی ایک ایک مثال جو انہوں نے اپنے مشائخ سے سنی تھی نقل فرماتے ہیں۔ جمع کی مثال یہ ہے: تین شخصوں کی الگ الگ چالیس چالیس بکریاں تھیں جن میں تین بکریاں واجب ہوتی تھی لیکن ان لوگوں نے یہ کیا کہ جب ساعی کے آنے کا وقت آیا تو تینوں نے اپنی بکریاں ایک جگہ جمع کر کے دکھائیں تاکہ ایک سو بیس کے اس ریوڑ میں صرف ایک بکری واجب ہو اس لئے کہ ملک خلطاء بمنزلہ ملک رجل واحد ہے اور اگر کسی ایک شخص کی ملکیت میں ایک سو بیس بکریاں ہوں تو ان میں ایک ہی واجب ہوتی ہے۔ تفریق کی مثال یہ دی ہے ایک گلہ میں دو شخصوں کی ہر ایک کی ایک سو ایک بکریاں یعنی کل دو سو دو بکریاں تھیں جس میں تین بکریاں واجب ہوئیں، (کما لو کانت لشخص واحدٍ) لیکن جب ساعی کے آنے کا وقت ہوا تو ان دونوں نے اپنی اپنی بکریاں دو جگہ الگ الگ کر لیں (ایک ریوڑ کے دو ریوڑ بنالئے) تاکہ ہر ایک پر صرف ایک ایک بکری واجب ہو۔

۱۵۷۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ، وَعَنِ الْحَارِثِ الْأَعْوَرِ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ زُهَيْرٌ: أَحْسِبُهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: «هَاتُوا رُبْعَ الْعُشُورِ، مِنْ كُلِّ أَرْبَعِينَ دِرْهَمًا دِرْهَمٌ، وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ شَيْءٌ حَتَّى تَتِمَّ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ، فَإِذَا كَانَتْ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ، فَفِيهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ، فَمَا زَادَ فَعَلَى حِسَابِ ذَلِكَ، وَفِي الْغَنَمِ فِي أَرْبَعِينَ شَاةً شَاةٌ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ إِلَّا تِسْعٌ وَثَلَاثُونَ، فَلَيْسَ عَلَيْكَ فِيهَا شَيْءٌ» - وَسَاقَ صَدَقَةَ الْغَنَمِ مِثْلَ الزُّهْرِيِّ - قَالَ: «وَفِي الْبَقَرِ فِي كُلِّ ثَلَاثِينَ تَبِيعٌ، وَفِي الْأَرْبَعِينَ مُسِنَّةٌ، وَلَيْسَ عَلَى الْعَوَامِلِ شَيْءٌ» - وَفِي الْإِبِلِ فَذَكَرَ صَدَقَتَهَا كَمَا ذَكَرَ الزُّهْرِيُّ - قَالَ: «وَفِي خَمْسٍ وَعِشْرِينَ خَمْسَةٌ مِنَ الْغَنَمِ، فَإِذَا زَادَتْ وَاحِدَةٌ فَفِيهَا ابْنَةُ مَخَاضٍ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ بِنْتُ مَخَاضٍ، فَابْنُ لَبُونٍ ذَكَرٌ إِلَى خَمْسٍ وَثَلَاثِينَ، فَإِذَا زَادَتْ وَاحِدَةً، فَفِيهَا بِنْتُ لَبُونٍ إِلَى خَمْسٍ وَأَرْبَعِينَ، فَإِذَا زَادَتْ وَاحِدَةً، فَفِيهَا حِقَّةٌ طَرُوقَةُ الْجَمَلِ إِلَى سِتِّينَ» - ثُمَّ سَاقَ مِثْلَ حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ - قَالَ: «فَإِذَا زَادَتْ وَاحِدَةً يَعْنِي وَاحِدَةً وَتِسْعِينَ، فَفِيهَا حِقَّتَانِ طَرُوقَتَا

الْجَمَلِ إِلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ، فَإِنْ كَانَتِ الْإِبِلُ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ، فَفِي كُلِّ خَمْسِينَ حِقَّةٌ، وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ، وَلَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُفْتَرِقٍ، خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ، وَلَا تُؤْخَذُ فِي الصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ، وَلَا ذَاتُ عَوَارٍ، وَلَا تَيْسٌ، إِلَّا أَنْ يَشَاءَ الْمُصَدِّقُ، وَفِي النَّبَاتِ مَا سَقَتْهُ الْأَنْهَارُ، أَوْ سَقَتِ السَّمَاءُ الْعُشْرُ. وَمَا سَقَى الْغَرْبُ فَفِيهِ نِصْفُ الْعُشْرِ»، وَفِي حَدِيثِ عَاصِمٍ، وَالْحَارِثِ: «الصَّدَقَةُ فِي كُلِّ عَامٍ»، قَالَ زُهَيْرٌ: أَحْسَبُهُ قَالَ مَرَّةً، وَفِي حَدِيثِ عَاصِمٍ: إِذَا لَمْ يَكُنْ فِي الْإِبِلِ ابْنَةُ مَخَاضٍ، وَلَا ابْنُ لَبُونٍ، فَعَشَرَةُ دَرَاهِمَ أَوْ شَاتَانِ.

ترجمہ: حضرت حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ زہیر کہتے ہیں میرے خیال میں ابو اسحاق راوی نے حضرت علیؓ سے مرفوعاً رسول اللہ ﷺ کا فرمان نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ زکوۃ میں اموال کا چالیسواں حصہ ادا کرو، ہر چالیس درہم میں ایک درہم دینا لازم ہے اور دو سو درہم کا نصاب مکمل ہونے سے پہلے زکوۃ میں کچھ حصہ دینا لازم نہیں۔ جب نصاب زکوۃ دو سو درہم ہو جائے تو اس میں پانچ درہم دینا لازم ہے اور جب دو سو درہم سے مال بڑھ جائے اس مال کی کمی بیشی کے اعتبار سے زکوۃ کم و بیش دینا لازم ہے۔ بکریوں کے نصاب میں ہر چالیس ۴۰ بکریوں میں ایک بکری دینا لازم ہے، اگر کسی کے پاس صرف انتالیس بکریاں ہوں اسمیں کچھ زکوۃ لازم نہیں۔ اسکے بعد ابو اسحاق راوی نے بکریوں کا وہی نصاب ذکر کیا جو امام زہری نے ذکر کیا تھا۔ ابو اسحاق راوی کہتے ہیں کہ گائے کا نصاب اس طرح ہے: ہر تیس گائے میں گائے کا ایسا بچہ دینا لازم ہے جو عمر کے دوسرے سال میں داخل ہو چکا ہو اور چالیس گائے میں گائے کا ایسا ایک بچہ دینا لازم ہے جو عمر کے تیسرے سال میں داخل ہو چکا ہو۔ وہ گائے جو کھیتی باڑی اور زمینوں کو سیراب کرنے کیلئے کام میں لائی جاتی ہیں ایسی گایوں میں زکوۃ لازم نہیں۔ اونٹوں کے نصاب کے متعلق ابو اسحاق نے امام زہری کی حدیث کی طرح نصاب ذکر کیا اس میں ابو اسحاق نے یہ زیادتی کی کہ پچیس اونٹوں میں پانچ بکریاں دینا لازم ہیں اور جب پچیس سے ایک بھی زیادہ ہو جائے تو ان (چھبیس) اونٹوں میں ایک ایسی مؤنث اونٹنی دینا لازم ہے جو عمر کے دوسرے سال میں داخل ہو چکی ہو، اگر ایسی مؤنث اونٹنی نہ ہو تو ایسا مذکر اونٹ دیا جائے جو عمر کے تیسرے سال میں داخل ہو چکا ہو، پینتیس ۳۵ اونٹوں تک یہی حکم شرعی ہے۔ جب اونٹوں کی تعداد پینتیس ۳۵ سے ایک بھی بڑھ جائے تو اس میں اونٹنی کی ایسی مؤنث بچی زکوۃ میں دینا لازم ہے جو عمر کے تیسرے سال میں داخل ہو چکی ہو، پینتالیس ۴۵ تک یہی حکم شرعی ہے۔ جب اونٹوں کی تعداد پینتالیس سے بڑھ جائے تو اس میں زکوۃ میں ایسی اونٹنی دینا لازم ہے جو عمر کے چوتھے سال میں داخل ہو چکی ہو اور اس سے مذکر اونٹ جفتی کر سکتا ہو، ساٹھ تک یہی حکم شرعی ہے۔ اسکے بعد ابو اسحاق راوی نے زہری کی حدیث کی طرح حدیث نقل کی، ہاں یہاں الفاظ کا فرق ہے کہ ابو اسحاق نے اپنی حدیث میں فرمایا کہ جب نوے پر ایک اونٹ کا اضافہ ہو جائے یعنی اکیانوے اونٹ ہو جائے تو اس میں ایسی دو اونٹنیاں زکوۃ میں دینا لازم ہیں جو عمر چوتھے سال میں داخل ہو چکی ہوں اور ان سے مذکر اونٹ جفتی کر سکتا ہو، ایک سو بیس ۱۲۰ تک یہی نصاب شرعی ہے۔ جب اونٹوں کی تعداد ایک سو بیس ۱۲۰ سے بڑھ جائے تو ہر پچاس اونٹوں میں ایک ایسی اونٹنی دینا لازم

ہے جو عمر کے چوتھے سال میں داخل ہو چکی ہو۔ اور جمع شدہ جانوروں کو علیحدہ علیحدہ نہ کیا جائے اور نہ ہی متفرق جانوروں کو ایک جگہ جمع کیا جائے، زکوۃ کے کم ہونے یا زیادہ ہونے کے خوف سے۔ اور زکوۃ میں عمر رسیدہ جانور نہ لیا جائے اور نہ ہی عیب دار جانور لیا جائے اور نہ ہی بکر از کوۃ میں وصول کیا جائے مگر یہ کہ عامل خود لینا چاہے۔ زمین کی پیداوار میں یہ حکم شرعی ہے کہ اس زمین کو بڑی بڑی نہریں یا آسمان کی بارش سیر اب کرتی ہو تو اس میں پیداوار کا دسواں حصہ دینا لازم ہے اور جس زمین کو بڑے ڈول کے ذریعے سیراب کیا جائے تو اسمیں زمین کی پیداوار کا بیسواں حصہ دینا لازم ہے۔ عاصم بن ضمرہ اور حارث الاعور کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ ہر سال ایک مرتبہ یہ پیداوار میں حکم شرعی لازم ہے۔ زہیر کہتے ہیں کہ میرے خیال میں ابو اسحاق نے فی کل عام کے بعد لفظ مرۃ کہا تھا اور عاصم بن ضمرہ کی حدیث میں یہ ہے کہ اگر پچیس اونٹوں کی صورت میں اس شخص کے پاس نہ تو اونٹنی کا ایسا مونث بچہ ہو جو عمر کے دوسرے سال میں داخل ہو چکا ہو اور نہ ہی ایسا مذکر بچہ اسکے پاس ہو جو عمر کے تیسرے سال میں داخل ہو چکا ہو تو یہ شخص (پچیس اونٹوں میں) دس درہم یا دو بکریاں ادا کرے گا۔

شرح الحدیث فَإِذَا كَانَتْ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ، فَفِيهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ، فَمَا زَادَ فَعَلَى حِسَابِ ذَلِكَ: **کیا نقدین کی زکوۃ کے نصاب میں وقص ہے؟** یعنی چاندی کا نصاب دو سو درہم ہے جس میں پانچ درہم واجب ہیں اور دو سو درہم سے جتنے زائد ہوں گے ان میں ان کے حساب سے زکوۃ واجب ہوگی حتی کہ اگر مائتین سے ایک درہم بھی زائد ہو گا تو ان کی زکوۃ پانچ درہم اور ایک درہم کا چالیسواں حصہ واجب ہوگی اس کا مطلب یہ ہوا کہ سونے چاندی کی زکوۃ میں نصاب پورا ہونے کے بعد وقص یعنی عفو نہیں ہے بلکہ ماز اد علی النصاب قلیل ہو یا کثیر اس میں اسکے بقدر زکوۃ واجب ہوگی بخلاف مواشی کی زکوۃ کے کہ وہاں ہر دو نصاب کے درمیان وقص ہوتا ہے۔ یہ حضرت علیؓ کی حدیث ہے صاحبین اور ائمہ ثلاثہؒ کا یہی مذہب ہے، اس میں امام اعظم ابو حنیفہؒ کا اختلاف ہے، وہ فرماتے ہیں: دو سو پر جب تک چالیس درہم اور بیس مثقال ذہب پر جب تک چار مثقال یعنی خمس نصاب زائد نہ ہو جائے اس میں کچھ واجب نہ ہو گا۔ یہی مسلک ہے سعید بن المسیبؒ اور طاؤسؒ اور حسن بصریؒ، شعبیؒ وغیرہ کا۔ امام صاحبؒ کا استدلال عمرو بن حزمؓ کی حدیث سے ہے، اسی طرح حضرت معاذؓ کی حدیث سے جن کے الفاظ بذل المجہود [1] میں مذکور ہیں لیکن ان دونوں حدیثوں پر محدثین کا سخت نقد ہے جس کو علامہ عینیؒ نے شرح بخاری [2] میں نقل کیا ہے اور پھر اس کے بعد انہوں نے حنفیہ کے مزید دلائل بیان کئے ہیں اور پھر اخیر میں لکھتے ہیں: وَالعجب من النَّوَوِيِّ مَعَ وُقُوفه على هَذِهِ الْأَحَادِيث الصَّحِيحَة كَيفَ يَقُول: وَلأبي حنيفَة حَدِيث ضَعِيف. وَيذكر الحَدِيث الْمُتَكَلّم فِيهِ. وَلم يذكر غَيره من الْأَحَادِيث الصَّحِيحَة [3] اور اس حدیث کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ آگے روایت (برقم الحدیث ۱۵۷۳) میں آرہا ہے: قَالَ: فَلَا أَدْرِي أَعَلِيٌّ

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج۸ ص ۶۰-۶۱

[2] عمدة القاري شرح صحيح البخاري — ج۸ ص ۲۵۹

[3] عمدة القاري شرح صحيح البخاري — ج۸ ص ۲۶۰

يَقُولُ: فَبِحِسَابِ ذَلِكَ، أَوْ رَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ یعنی حدیث کے اس جملہ کے متعلق راوی اظہار تردد کر رہا ہے کہ میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ بات حضرت علیؓ نے اپنی طرف سے فرمائی یا اس کو مرفوعاً بیان کیا۔

وَفِي الْبَقَرِ فِي كُلِّ ثَلَاثِينَ تَبِيعٌ، وَفِي الْأَرْبَعِينَ مُسِنَّةٌ: **نصاب بقر:** یہ نصاب بقر ہے یعنی تیس ۳۰ جس میں ایک تبیع ہے یا تبیعہ مذکر و مؤنث دونوں برابر ہیں جیسا کہ آگے حدیث معاذؓ (برقم الحدیث ۱۵۷۶) میں آرہا ہے: تَبِيعًا أَوْ تَبِيعَةً۔ اکثر کی رائے یہی ہے البتہ بقر کے مسنہ میں اختلاف ہے عند الحنفیۃ تو جملہ انواع بقر میں مادہ اور نر برابر ہیں اور عند الاکثر بقر میں جن صورتوں میں مسنہ واجب ہوتا ہے وہاں انوثت کا پایا جانا ضروری ہے جیسا کہ حدیث معاذؓ کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے اس کے الفاظ دیکھ لئے جائیں اور حنفیہ کی دلیل طبرانی کی روایت ہے جس میں اس طرح ہے: وَفِي كُلِّ أَرْبَعِينَ مُسِنٌّ أَوْ مُسِنَّةٌ [1]، البتہ زکوۃ غنم میں بالاتفاق انثی و ذکر برابر ہے۔ (المنہل [2]) تبیع گائے یا بھینس کا وہ بچہ جو ایک سال کا ہو کر دوسرے میں داخل ہو جائے اور چالیس ۴۰ میں مسنہ واجب ہے جو دو سال کا ہو کر تیسرے سال میں داخل ہو جائے۔ جمہور کا مسلک یہی ہے اس میں مالکیہ کا اختلاف ہے وہ کہتے ہیں: تبیع وہ ہے جو دو سال کا ہو کر تیسرے میں داخل ہو اور مسنہ وہ ہے جو تین سال کا ہو کر چوتھے میں داخل ہو (کذا فی المنہل)۔

مسنہ کو مسنہ کہتے ہیں طلوع اسنان کی وجہ سے یعنی جس کے سامنے کے دو دانت نکل آئے ہوں بخلاف رجل مسن کے، انسانوں میں مسن معمر اور سن رسیدہ کو کہتے ہیں یہاں یہ مراد نہیں ہے (منہل)۔

وَلَيْسَ عَلَى الْعَوَامِلِ شَيْءٌ: عوامل وہ جانور ہیں جن سے مالک کام لیتا ہو بار برداری یا کھیتی کا علی العوامل سے مراد علی صاحب العوامل ہے۔ اس صورت میں علی اپنے معنی میں ہوگا اور اگر مضاف محذوف نہ مانا جائے تو علی، فی کے معنی میں ہوگا، جمہور علماء سلفاً و خلفاً کا مذہب یہی ہے کہ عوامل میں اسی طرح علوفہ [3] میں زکوۃ واجب نہیں۔ قدوری میں ہے ولیس فی العوامل والحوامل والمعلوفۃ صدقۃ۔ صاحب جوہرۂ نیرہ فرماتے ہیں: اس لئے کہ وجوب زکوۃ کا سبب مال نامی ہے اور دلیل نماء اسامۃ ہے یا إعداد للتجارۃ اور وہ یہاں مفقود ہے۔ نیز معلوفہ میں تراکم مؤنت ہے جس کی وجہ سے نماء معنیً باقی نہیں رہتا، اھ [4]۔

وَفِي خَمْسٍ وَعِشْرِينَ خَمْسَةٌ مِنَ الْغَنَمِ: یعنی پچیس اونٹوں میں پانچ بکریاں ہیں۔ یہ بات خلاف اجماع ہے کیونکہ پچیس ابل میں بالاتفاق بنت مخاض ہے لہٰذا اس حدیث کا یہ قطعہ خلاف اجماع ہے، ہمارے یہاں اس پر کلام نصاب ابل کے بیان میں گزر چکا۔

---

[1] المعجم الكبير للطبراني برقم الحديث ١٠٩٧٤ — ج ١١ ص ٤٠

[2] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج ٩ ص ١٦٠-١٦١

[3] علوفہ (فتح عین کے ساتھ) اور معلوفہ دونوں طرح مستعمل ہے، ۱۲۔

[4] الجوهرة النيرة شرح مختصر القدوري — ج ١ ص ١٥٥

وَفِي النَّبَاتِ مَا سَقَتْهُ الْأَنْهَارُ الخ: اسکا تعلق زمین کی پیداوار اور عشر سے ہے جس کا باب آگے بَابُ صَدَقَةِ الزَّرْعِ مستقل آرہا ہے۔

فَعَشَرَةُ دَرَاهِمَ أَوْ شَاتَانِ: اس سے پہلے کتاب ابی بکرؓ میں شَاتَيْنِ أَوْ عِشْرِينَ دِرْهَمًا [1] گزر چکا ہے وہی زیادہ صحیح ہے اس حدیث علیؓ سے اس لئے کہ اس حدیث کی سند میں عاصم بن ضمرہ اور حارث اعور ہے، وهما ضعيفان (المنهل [2])۔

١٥٧٣ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، وَسَمَّى آخَرَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ، وَالْحَارِثِ الْأَعْوَرِ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَعْضِ أَوَّلِ هَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ: «فَإِذَا كَانَتْ لَكَ مِائَتَا دِرْهَمٍ، وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ، فَفِيهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ، وَلَيْسَ عَلَيْكَ شَيْءٌ - يَعْنِي - فِي الذَّهَبِ حَتَّى يَكُونَ لَكَ عِشْرُونَ دِينَارًا، فَإِذَا كَانَ لَكَ عِشْرُونَ دِينَارًا، وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ، فَفِيهَا نِصْفُ دِينَارٍ، فَمَا زَادَ، فَبِحِسَابِ ذَلِكَ»، قَالَ: فَلَا أَدْرِي أَعَلِيٌّ يَقُولُ: «فَبِحِسَابِ ذَلِكَ»، أَوْ رَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَيْسَ فِي مَالٍ زَكَاةٌ حَتَّى يَحُولَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ، إِلَّا أَنَّ جَرِيرًا، قَالَ ابْنُ وَهْبٍ «يَزِيدُ فِي الْحَدِيثِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ فِي مَالٍ زَكَاةٌ حَتَّى يَحُولَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ».

ترجمہ: ابو اسحاق، عاصم بن ضمرہ اور حارث الاعور حضرت علیؓ سے نبی اکرم ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں، اسمیں گزشتہ حدیث کا کچھ ابتدائی حصہ ذکر کیا گیا ہے۔ نیز ابو اسحاقؒ نے اس حدیث میں یہ الفاظ فرمائے کہ جب تمہارے پاس دو سو درہم ہو جائیں اور ان پر سال بھی گزر جائے تو اسمیں پانچ درہم دینا لازم ہے اور تمہارے پاس موجود سونے میں تم پر کچھ زکوٰۃ لازم نہیں یہاں تک کہ تمہارے پاس موجود سونا بیس دینار کا پہنچ جائے۔ جب تمہارے پاس بیس دینار سونا ہو اور اس پر سال بھی گزر جائے تو اس سونے میں آدھا دینار زکوٰۃ میں دینا لازم ہے اور بیس ۲۰ دینار سے جتنا اضافہ ہو جائے تو اس اضافہ کے حساب سے زکوٰۃ میں بھی (اس اضافہ کا چالیسواں حصہ مزید) ادا کیا جائے۔ ابو اسحاق کہتے ہیں کہ بِحِسَابِ ذٰلِكَ کا یہ آخری جملہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے یا حضرت علیؓ کا قول ہے۔ اور کسی بھی مال میں زکوٰۃ اسی وقت واجب ہوتی ہے جب اس پر سال گزر جائے...... ابن وہب استاد کہتے ہیں کہ جریر بن حازم نے حدیث میں نبی اکرم ﷺ سے یہ زیادتی نقل کی ہے کہ کسی مال میں زکوٰۃ اسی وقت لازم ہوتی ہے جب اس پر سال گزر جائے۔

تخریج: جامع الترمذي - الزكاة (٦٢٠) سنن النسائي - الزكاة (٢٤٧٧) سنن النسائي - الزكاة (٢٤٧٨) سنن أبي داود - الزكاة (١٥٧٢) سنن ابن ماجه - الزكاة (١٧٩٠) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/٩٢) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/١١٤) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/١٣٢) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/١٤٥) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/١٤٦) سنن الدارمي - الزكاة (١٦٢٩)

شرح الحديث: وَلَيْسَ عَلَيْكَ شَيْءٌ - يَعْنِي - فِي الذَّهَبِ حَتَّى يَكُونَ لَكَ عِشْرُونَ دِينَارًا: **نصاب ذہب:** نصاب ذہب پر

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الزكاة - باب في زكاة السائمة ١٥٦٧

[2] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ٩ ص ١٦٢

تفصیلی کلام بَابٌ فِي زَكَاةِ السَّائِمَةِ کے شروع میں گزر گیا۔

وَلَيْسَ فِي مَالٍ زَكَاةٌ حَتَّى يَحُولَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ: مال سے وہی مال مراد ہے جس میں زکوۃ یعنی ربع العشر (چالیسواں حصہ) واجب ہوتا ہے یعنی مواشی اور نقدین ان میں زکوۃ کا وجوب بغیر حولان حول نہیں ہوتا اس لئے کہ ان اموال میں نماء کا ظہور اور تحقق مضی حول ہی سے ہوتا ہے بخلاف زروع اور ثمار کے ان کے بارے میں اجماع ہے کہ ان میں حولان حول شرط نہیں ہے بلکہ نفس ادراک (قابل انتفاع ہونا) یا حصاد سے عشر واجب ہو جاتا ہے، لقولہ تعالی: وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ [1]۔

مالِ مستفاد میں زکوٰۃ کا مسئلہ واختلاف علماء: اس کے بعد آپ سمجھئے کہ ظاہر حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ حکم (وجوب زکوۃ کیلئے حولان حول) مال مستفاد کو بھی شامل ہے لیکن مال مستفاد کا مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ امام ترمذیؒ نے تو اس پر مستقل ترجمۃ الباب قائم فرمایا ہے اور اس کے بارے میں صریح حدیث بھی ذکر کی ہے: عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنِ اسْتَفَادَ مَالًا فَلَا زَكَاةَ عَلَيْهِ، حَتَّى يَحُولَ عَلَيْهِ [2]۔ لیکن امام ابوداؤدؒ نے نہ اس مسئلے پر باب قائم فرمایا اور نہ یہ صریح حدیث ذکر کی۔

(مسئلہ یہ ہے) مال مستفاد یعنی درمیان سال کے نصاب سے زائد حاصل ہونے والا مال اس پر مستقل سال گزرنا وجوب زکوۃ کیلئے شرط ہے یا نہیں بلکہ اصل نصاب پر سال کا گزرنا کافی ہے (اور یہ مال مستفاد حولان حول میں نصاب سابق کے تابع ہے) سو بعض صورتوں میں تو اس مال مستفاد کا بالاتفاق اصل نصاب کے ساتھ ضم ہوتا ہے یعنی یہ مال مستفاد حول میں مال سابق کے تابع ہوتا ہے اور بعض صورتوں میں بالاتفاق ضم نہیں ہوتا اور ایک صورت مختلف فیہ ہے، ہمارے یہاں اس میں ضم ہوتا ہے (یعنی مستقل سال گزرنا ضروری نہیں) اور شافعیہ وحنابلہ کے یہاں ضم نہیں ہوتا۔ اب اس اجمال کی تفصیل بھی سنئے! وہ یہ کہ مال مستفاد دو حال سے خالی نہیں، یا وہ مال سابق کی جنس سے ہوگا یا خلاف جنس سے۔ پس اگر خلاف جنس سے ہے مثلاً مال اول تو ابل ہے اور مال مستفاد غنم ہے تو یہاں بالاتفاق ضم نہ ہوگا، دونوں کا حول الگ الگ مانا جائیگا۔ اور اگر مال مستفاد مال سابق کی جنس سے ہے تو پھر دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ وہ مال اول ہی سے حاصل ہوا ہو (جیسے ربح جو مال تجارت میں درمیان سال کے حاصل ہوا ہو یا سوائم کے نصاب میں ان کی اولاد کا درمیان سال اضافہ ہوا ہو) اور دوسری صورت یہ ہے کہ وہ مال مستفاد سبب مستقل کے ذریعہ حاصل ہوا ہو مثلاً ہبہ کے ذریعہ یا اِرث وغیرہ کے۔ قسم اول (اولاد و ارباح) میں بالاتفاق ضم ہوگا اور جو سال اصل نصاب کا ہے وہی مال مستفاد کا ہوگا اور قسم ثانی میں اختلاف ہے شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک اس میں ضم نہ ہوگا، ہر ایک کا حول الگ مانا جائے گا اور ہر ایک کی زکوۃ الگ الگ وقت میں دیجائے گی اور حنفیہ ومالکیہ کے نزدیک اس صورت میں بھی ضم ہوگا۔ الحاصل ہمارے [3] یہاں مال

---

[1] اور ادا کرو ان کا حق جس دن ان کو کاٹو (سورۃ الأنعام: ۱٤۱)

[2] جامع الترمذي – كتاب الزكاة – باب ما جاء لا زكاة على المال المستفاد حتى يحول عليه الحول ٦٣١

[3] (جزئیہ) حنفیہ کے یہاں مال مستفاد کے ضم کی ایک صورت مختلف فیہ بھی ہے، وہ یہ کہ ایک شخص نے نصاب سوائم کی زکوۃ حولان حول پر ادا کرنے کے بعد ان کو فروخت کر کے ان کا ثمن حاصل کر لیا اور حال یہ ہے کہ اس کے پاس دراہم یا دنانیر کا بھی نصاب ہے جس پر ابھی نصف حول گزرا ہے، تو اب یہاں اس ثمن ←

مستفاد کو ضم کرنے کیلئے اتحاد فی الجنس کافی ہے اور شافعیہ وغیرہ کے یہاں کافی نہیں بلکہ انکے نزدیک ضم کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ مال مستفاد مال سابق سے ہی حاصل ہوا ہو، خواہ بطریق ربح یا بطریق ولادت۔ اور اختلاف جنس کی صورت میں بالاتفاق ضم نہیں ہوگا اور ایک روایت میں مالکیہ سوائم میں تو حنفیہ کے ساتھ ہیں کہ ضم ہوگا اور نقدین (ذہب وفضہ) میں شافعیہ کے ساتھ ہیں کہ وہاں ضم نہ ہوگا۔

حنفیہ کی دلیل: اب دلیل کے بارے میں سنیئے! حنفیہ دلیل سمعی میں تو یہ کہتے ہیں دیکھئے! حدیث میں ہے کہ ۲۵ اونٹوں میں ۳۵ تک بنت مخاض ہے، فَإِنْ زَادَتْ وَاحِدَةً فَفِيهَا ابْنَةُ لَبُونٍ [1] کہ اگر ۳۵ پر ایک زائد ہو جائے تو پھر بجائے بنت مخاض کے بنت لبون واجب ہوگی۔ اب یہ زیادتی حدیث میں مطلق بیان کی گئی ہے جب بھی ہو خواہ درمیان سال ہی کے کیوں نہ ہو۔ اور دلیل عقلی میں یہ پیش کرتے ہیں کہ دیکھئے! اتحاد جنس کی صورت میں مال مستفاد کا ضم مال سابق کے ساتھ نصاب [2] کے حق میں بالاتفاق ہوتا ہے، آپ کے نزدیک بھی اور ہمارے نزدیک بھی، تو جو نصاب کے اعتبار سے ضم ہوتا ہی ہے جو کہ سبب وجوب زکوۃ ہے تو حولان حول کے اعتبار سے یہ ضم بطریق اولیٰ ہونا چاہیئے کیونکہ حول کا درجہ تو اصل نصاب سے کم ہے۔

شافعیہ کی دلیل کا جواب: اور حدیث ترمذی جو کہ جمہور کا مستدل ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں رواۃ کا اختلاف ہے رفع اور وقف میں۔ بعض رواۃ نے اس کو مرفوعاً اور بعض نے موقوفاً روایت کیا۔ خود امام ترمذیؒ نے اس کے موقوف ہونے کو اصح کہا ہے اس لئے کہ اس کو مرفوعاً روایت کرنے والے عبد الرحمن بن زید بن اسلم ہیں، وھو ضعیف۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اپنے عموم پر تو کسی کے نزدیک بھی نہیں ہے، بعض صورتیں اس حکم سے بالاتفاق مستثنیٰ ہیں لہذا اس حدیث کو اسی صورت پر محمول کیا جائے جو اتفاقی ہے یعنی مختلف الجنس پر اور یا یہ کہا جائے کہ یہ حدیث حنفیہ کے خلاف نہیں، اس میں حولان حول سے مراد عام ہے خواہ وہ اصالۃً ہو (جیسے اصل نصاب میں) یا تبعاً للغیر جیسا کہ مال مستفاد میں، واللہ تعالی أعلم۔

۱۵۷۴- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «قَدْ عَفَوْتُ عَنِ الْخَيْلِ وَالرَّقِيقِ، فَهَاتُوا صَدَقَةَ الرِّقَةِ، مِنْ كُلِّ أَرْبَعِينَ دِرْهَمًا دِرْهَمًا،

لہ سوائم کا نصاب نقود کی طرف ضم ہوگا یا نہیں؟ امام صاحبؒ کے نزدیک ضم نہ ہوگا بلکہ ثمن کا سال مستقل مانا جائیگا اس کے بعد اس پر زکوۃ واجب ہوگی اور صاحبین کے نزدیک ضم ہوگا اور نصف حول گزرنے کے بعد نقود کیساتھ اس ثمن کی بھی زکوۃ دینی ہوگی۔ امام صاحب کی دلیل کتب فقہ میں مذکور ہے یعنی حدیث مرفوع لا ثنی فی الصدقۃ یعنی زکوۃ میں تکرار نہیں سال میں دو مرتبہ نہ لی جائے۔ (زیلعی علی الکنز) لیکن یہ اختلاف اس وقت ہے جب کہ ثمن سوائم نصاب کے بقدر ہو اور اگر اس سے کم ہو تو پھر بالاتفاق اس کا ضم نصاب کیطرف ہو کر نصاب کے ساتھ اس میں بھی زکوۃ واجب ہوگی، ۱۲۔

[1] سنن أبي داود - کتاب الزکاۃ - باب في زكاة السائمة ۱۵٦۸

[2] مثلاً ایک شخص کے پاس ابتداء سال میں نصاب بقر یعنی ۳۰ تیس بقر موجود تھیں پھر درمیان سال کے دس بقر اس کو مزید کسی ذریعہ سے حاصل ہو جائیں تو دیکھئے ان دس میں بھی (ان کو اصل نصاب کے تابع مان کر) زکوۃ واجب کی جاتی ہے، ورنہ صرف دس میں کہاں زکوۃ واجب ہوتی ہے، ۱۲۔

وَلَيْسَ فِي تِسْعِينَ وَمِائَةٍ شَيْءٌ، فَإِذَا بَلَغَتْ مِائَتَيْنِ، فَفِيهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ» ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، كَمَا قَالَ أَبُو عَوَانَةَ، وَرَوَاهُ شَيْبَانُ أَبُو مُعَاوِيَةَ، وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَلِيٍّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَى حَدِيثَ النُّفَيْلِيِّ، شُعْبَةُ، وَسُفْيَانُ وَغَيْرُهُمَا عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ عَلِيٍّ لَمْ يَرْفَعُوهُ، أَوْقَفُوهُ عَلَى عَلِيٍّ.

ترجمہ حضرت عاصم بن ضمرہ حضرت علیؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ میں نے گھوڑے اور غلام کی زکوٰۃ معاف کر دی ہے لہٰذا تم لوگ چاندی کی زکوٰۃ اس طرح ادا کرو کہ ہر چالیس درہم میں ایک درہم دیا کرو اور ایک سو نوے درہم میں زکوٰۃ لازم نہیں جب دراہم دو سو تک پہنچ جائیں تو ان دو سو درہموں میں پانچ درہم زکوٰۃ دینا لازم ہے۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو اعمش نے ابو اسحاق سے ابو عوانہ کی طرح نقل کیا ہے (کہ حضرت علیؓ سے پہلے عاصم بن ضمرہ راوی کو ذکر کیا حارث راوی کو ذکر نہ کیا) اس کے برعکس شیبان ابو معاویہ اور ابراہیم بن طہمان راوی نے اس روایت کو ابو اسحاق کے واسطے سے حارث راوی سے حضرت علیؓ سے مرفوعاً نقل کیا اور نفیلی کی گزشتہ حدیث (شاید عبد اللہ بن محمد النفیلی کی حدیث مراد ہے جو مصنف کے استاد عبد اللہ بن محمد النفیلی نے حدیث نمبر ۱۵۷۲ میں نقل کی) کو شعبہ اور سفیان وغیرہ نے ابو اسحاق عن عاصم کے بعد حضرت علیؓ کا اثر موقوف نقل کیا ہے، اسکو حضور ﷺ کا فرمان کہہ کر نقل نہیں کیا۔

تخریج جامع الترمذي- الزكاة (٦٢٠) سنن النسائي- الزكاة (٢٤٧٧) سنن النسائي- الزكاة (٢٤٧٨) سنن أبي داود- الزكاة (١٥٧٤) سنن ابن ماجه- الزكاة (١٧٩٠) مسند أحمد- مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/٩٢) مسند أحمد- مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/١١٤) مسند أحمد- مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/١٢١) مسند أحمد- مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/١٣٢) مسند أحمد- مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/١٤٥) مسند أحمد- مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/١٤٦) مسند أحمد- مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/١٤٨) سنن الدارمي- الزكاة (١٦٢٩)

شرح الحدیث یہ پہلے گزر چکا کہ تین قسم کے مواشی میں زکوٰۃ بالاتفاق واجب ہے: ابل، بقر، غنم اور بغال و حمیر میں بالاتفاق واجب نہیں ہے لیکن خیل میں اختلاف ہے۔ یہ حدیث زکوٰۃ الخیل ہی سے متعلق ہے، اس میں دو جزء ہیں: ایک زکوٰۃ الخیل، دوسرا صدقہ۔ امام بخاریؒ و ترمذیؒ نے تو دونوں پر مستقل ترجمۃ الباب قائم کیا ہے اور زکوٰۃ کی نفی کی ہے، امام ابوداؤدؒ نے آگے چل کر صدقۃ الرقیق پر تو باب باندھا ہے لیکن خیل سے متعلق باب قائم نہیں کیا۔

زکوٰۃ الخیل کا مسئلہ: مسئلہ مختلف فیہ ہے دراصل خیل کی تین قسمیں ہیں: ① برائے بار برداری یا سواری یا جہاد۔ ② برائے تجارت۔ ③ در[1] اور نسل کیلئے۔ قسم اول میں بالاتفاق زکوٰۃ نہیں، قسم ثانی میں بالاتفاق ہے الا الظاہریۃ، ظاہریہ تو مطلقاً مال تجارت میں زکوٰۃ کے قائل نہیں، کما تقدم فی بابہ۔ قسم ثالث میں اختلاف ہے ائمہ ثلاثہ و صاحبینؒ قائل نہیں، وھو اختیار الطحاوی، قیل: وعلیہ الفتوی، امام ابو حنیفہؒ و زفرؒ و حماد بن ابی سلیمانؒ، زید بن ثابتؓ وجوب زکوٰۃ کے قائل ہیں بشرطیکہ ذکور

[1] دوسرے لفظوں میں کہیئے خیل سائمہ ۱۲۔

واناث مختلط ہوں اسلئے کہ تناسل اسی صورت میں ہو سکتا ہے اور اگر صرف ذکور یا اناث ہوں تو اسمیں دو روایتیں ہیں: وجوب، عدم وجوب، لیکن اشبہ بالصواب یہ ہے کہ صرف اناث میں واجب ہے اسلئے کہ تناسل تو فحل مستعار سے ہو جاتا ہے عامۃً اور صرف ذکور میں نہیں۔ (زیلعی علی الکنز) پھر اسمیں اختلاف ہے کہ امام صاحبؒ کے نزدیک اسکا کچھ نصاب ہے یا نہیں؟ کہا گیا ہے کہ ہے ،فقیل :خمسة، وقیل: ثلاثة، وقیل اثنتان ذکر وأنثی، والصحیح أنه لا یشترط لعدم النقل (زیلعی [1]) اب یہ کہ مقدار زکوٰۃ کیا ہے؟ سو اسمیں تخییر ہے، چاہے تو ہر فرس میں ایک دینار دے اور چاہے تقویم کے بعد ہر دو سو درہم میں پانچ درہم دیدے۔

جمہور اور صاحبین کی دلیل حدیث الباب ہے اور حدیث ابو ہریرہؓ جو متفق علیہ ہے: لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِي عَبْدِهِ، وَلَا فَرَسِهِ صَدَقَةٌ [2]۔ دوسری بات یہ ہے کہ جن سوائم میں زکوٰۃ واجب ہے ان کا حدیث میں نصاب بالتفصیل مذکور ہے، نصاب خیل کسی صحیح حدیث میں وارد ہی نہیں۔

امام صاحبؒ کی دلیل: اور امام صاحب کی دلیل صحیح بخاری [3] و مسلم کی حدیث مرفوع ہے بروایت ابو ہریرہؓ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ الْخَيْلَ، فَقَالَ وَرَجُلٌ رَبَطَهَا تَغَنِّيًا وَتَعَفُّفًا وَلَمْ يَنْسَ حَقَّ اللهِ فِي رِقَابِهَا وَلَا ظُهُورِهَا فَهِيَ لَهُ سِتْرٌ [4]۔ حق اللہ فی الرقاب سے ظاہر ہے کہ زکوٰۃ مراد ہے اور اس کے علاوہ بعض آثار جو حضرت عمرؓ سے مروی ہیں۔ بذل المجہود میں بدائع الصنائع سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ابو عبیدہ بن الجراحؓ کی طرف صدقۃ الخیل کے بارے میں لکھ کر بھیجا کہ لوگوں کو اختیار دیدو چاہے تو وہ ہر فرس کی طرف سے ایک دینار دیدیں اور چاہے قیمت لگانے کے بعد ہر دو سو درہم میں پانچ درہم دیدیں [5]۔ وقال الزیلعي في شرح الکنز قال أبو عمر بن عبد البر الخبر في صدقة الخیل صحیح عن عمر اھ [6]۔ وکذا نقله العلامة العیني، وزاد وقال ابن رشد المالکي في القواعد قد صح عن عمر ان کان یأخذ الصدقة عن الخیل اھ [7]، ویسے اس کے خلاف بھی ایک روایت ہے امام مالکؒ نے اپنی سند سے روایت کیا کہ اہل شام نے ابو عبیدہ بن الجراحؓ سے کہا: ہمارے

---

[1] تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق — ج۱ ص۲٦٦

[2] صحیح مسلم — کتاب الزکاۃ — باب لا زکاۃ علی المسلم في عبده وفرسه ۹۸۲

[3] اس حدیث کو بعض محشین نے صرف مسلم کیطرف منسوب کیا ہے حالانکہ یہ حدیث بخاری میں بھی ہے۔ دراصل اس حدیث کو امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں دو جگہ ذکر فرمایا ہے: کتاب الجهاد والسیر — باب الخیل لثلاثة ۲۷۰۵ میں مختصراً اور کتاب المساقاة - باب شرب الناس وسقي الدواب من الأنهار ۲۲٤۲ میں حدیث پوری ذکر فرمائی ہے۔

[4] صحیح البخاري — کتاب التفسیر — باب سورة الزلزلة ٤٦۷۸، صحیح مسلم — کتاب الزکاۃ — باب إثم مانع الزکاۃ ۹۸۷

[5] بدائع الصنائع في ترتیب الشرائع — ج۲ ص۳٤، بذل المجهود في حل أبي داود — ج۸ ص٦۷-٦۸

[6] تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق — ج۱ ص۲٦٥

[7] عمدة القاري شرح صحیح البخاري — ج۹ ص۳۷

خیل میں سے زکوۃ لے لو۔ تو انہوں نے انکار کیا اور حضرت عمرؓ سے لکھ کر دریافت کیا، انہوں نے بھی انکار فرمایا۔ اہل شام نے پھر ابو عبیدہؓ سے تقاضا کیا انہوں نے دوبارہ حضرت عمرؓ سے معلوم کیا تو اس پر حضرت عمرؓ نے لکھا: إن أحبوا فخذ هامنهم واردد ها عليهم وارزق رقيقهم۔ (منهل [1]) کہ اگر وہ زکوۃ خیل دینا چاہ رہے ہیں تو ان سے لے لو اور پھر اس کو انہی پر لوٹا دو اس طرح کہ ان کے غلاموں پر ہی خرچ کر دو، تو ممکن ہے شروع میں حضرت عمرؓ کو اس پر انشراح نہ ہو بعد میں ہو گیا ہو (اس صورت میں جمع بین الروایتین ہو جائیگا ورنہ احدی الروایتین کا احتمال لازم آئے گا) یا یہ کہ اہل شام خیل کی زکوۃ میں خیل ہی دینا چاہتے ہوں اس سے انہوں نے انکار فرمایا کہ اس صورت میں ارباب خیل کا نقصان ہے، خیل بہت قیمتی چیز ہے جس طرح پچیس ۲۵ تک زکوۃ ابل میں ابل نہیں لیا جاتا بلکہ بکری لیجاتی ہے۔

یہ حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے جو فیصلہ فرمایا تھا وہ ان کا اجتہاد تھا، لیکن یہ حدیث مرفوع بھی ذہن میں رہنی چاہیئے: إِنَّ اللهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهِ [2]۔ بہر حال دلائل اگر بالکل صاف ہوتے تو اختلاف ہی کیوں ہوتا؟ واللہ سبحانہ وتعالی أعلم۔

۱۵۷۵- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا بَهْزُ بْنُ حَكِيمٍ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، وَأَخْبَرَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «فِي كُلِّ سَائِمَةِ إِبِلٍ فِي أَرْبَعِينَ بِنْتُ لَبُونٍ، وَلَا يُفَرَّقُ إِبِلٌ عَنْ حِسَابِهَا مَنْ أَعْطَاهَا مُؤْتَجِرًا - قَالَ ابْنُ الْعَلَاءِ: مُؤْتَجِرًا بِهَا - فَلَهُ أَجْرُهَا، وَمَنْ مَنَعَهَا فَإِنَّا آخِذُوهَا وَشَطْرَ مَالِهِ [3]، عَزْمَةٌ مِنْ عَزَمَاتِ رَبِّنَا عَزَّ وَجَلَّ، لَيْسَ لِآلِ مُحَمَّدٍ مِنْهَا شَيْءٌ».

ترجمہ بہز بن حکیم اپنے والد اور وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ہر چرنے والے چالیس اونٹوں میں اونٹنی کی ایسی ایک مؤنث بچی کا دینا لازم ہے جو عمر کے دوسرے سال میں داخل ہو چکی ہو اور ایک جگہ جمع شدہ اونٹوں کو علیحدہ علیحدہ جگہوں پر متفرق نہ کیا جائے کیونکہ اسطرح کرنے سے اونٹوں میں واجب زکوۃ کا حساب بدل جاتا ہے۔ پس جو شخص ثواب کے حصول کی نیت کرکے زکوۃ ادا کرے گا تو اسکو اللہ پاک کی جانب سے اجر وثواب ملے گا۔ اور جو شخص زکوۃ ادا نہیں کرے گا تو ہم اس سے زکوۃ اور اسکا آدھا مال مزید لینگے، یہ ہمارے رب کے واجب کردہ حقوق میں سے لازمی حق ہے۔ محمد ﷺ کے اہل خانہ کیلئے زکوۃ میں سے کچھ حصہ بھی لینا حلال نہیں۔

تخریج سنن النسائي - الزكاة (٢٤٤٤) سنن النسائي - الزكاة (٢٤٤٩) سنن أبي داود - الزكاة (١٥٧٥) سنن الدارمي - الزكاة (١٦٧٧)

شرح الحديث عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ: اس حدیث کے راوی بہز بن حکیم کے دادا ہیں جن کا نام

[1] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ٩ ص ١٦٨

[2] جامع الترمذي - كتاب المناقب - باب: بلا ترجمة ٣٦٨٢

[3] یہاں شیخ عوامہ نے اختلاف نسخ ذکر کیا ہے ایک نسخہ میں: وشطر ماله ہے اور نسخہ "مد" میں: وشطر أمن ماله ہے (كتاب السنن - ج ٢ ص ٣٢٣)

معاویہ بن حیدہ القشیری ہے۔

مَنْ أَعْطَاهَا مُؤْتَجِرًا - قَالَ ابْنُ الْعَلَاءِ: مُؤْتَجِرًا بِهَا - فَلَهُ أَجْرُهَا، وَمَنْ مَنَعَهَا فَإِنَّا آخِذُوهَا وَشَطْرَ مَالِهِ: جو شخص اپنی زکوٰۃ حصولِ اجر وثواب کی نیت سے دے گا تو اس کے لئے اس کا اجر ہے اور جو زکوٰۃ کو روکے گا تو ہم اس سے زکوٰۃ لے کر رہیں گے (بلکہ اور مزید) اس کا نصف مال بھی، گویا سزاء جرمانہ میں اس کے کل مال کا نصف بھی لیں گے۔ یہ عقوبت مالیہ ہے جس کے بارے میں شراح نے لکھا ہے کہ یہ ابتداء اسلام میں مشروع تھی بعد میں منسوخ ہوگئی لیکن فی الجملہ امام احمدؒ کا (فی روایۃ) اس پر عمل ہے اور امام شافعیؒ کا قول قدیم بھی ہے اور صحابہ میں حضرت عمرؓ سے بھی اس پر عمل منقول ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک ایسے شخص سے صرف زکوٰۃ جو واجب ہے وہی لی جائیگی۔

ایک احتمال اس جملہ کے معنی میں یہ بیان کیا گیا ہے: ہم اس کی زکوٰۃ لے کر رہیں گے خواہ وہ اس کے کل مال کا نصف ہی کیوں نہ ہو مثلاً اس کے پاس ۱۰۰۰ ہزار بکریاں تھیں جن میں دس بکریاں زکوٰۃ کی واجب تھیں، اس نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور اس کی وہ بکریاں ہلاک ہوگئیں اور صرف بیس باقی رہ گئیں تو ہم اس صورت میں اس کی پوری زکوٰۃ لیں گے، یعنی دس بکریاں جو کہ اس کے مال کا نصف ہے۔

وشطر ماله: جو اوپر حدیث میں مذکور ہے اسکو ایک دوسری طرح بھی پڑھا گیا ہے: وَشُطِّرَ مَالُه اور اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اسکی زکوٰۃ لیجائیگی اور اس طور پر لیجائیگی کہ اسکے مال کے دو حصے کئے جائیں گے ردی اور عمدہ اور پھر زکوٰۃ میں بجائے متوسط لینے کے عمدہ وافضل مال لیا جائیگا، الحاصل۔

عقوبت مالیہ: اس حدیث کی تشریح میں تین قول ہوگئے: صرف قول اول کی بنا پر یہ حدیث عقوبتِ مالیہ کے قبیل سے ہوگی نہ کہ اخیرین پر۔ عقوبت مالیہ کا مسئلہ اور بحث جلد ثانی کتاب الصلوٰۃ ابواب الجماعۃ میں بھی گزرا ہے اور اس نوع کی ایک حدیث آگے کتاب الجہاد میں بھی آرہی ہے یعنی عقوبۃ الغال والی حدیث: إِذَا وَجَدْتُمُ الرَّجُلَ قَدْ غَلَّ فَأَحْرِقُوا مَتَاعَهُ[1]۔

عَزْمَةٌ مِنْ عَزَمَاتِ رَبِّنَا عَزَّ وَجَلَّ، لَيْسَ لِآلِ مُحَمَّدٍ مِنْهَا شَيْءٌ: عزمۃ کو منصوب بھی پڑھ سکتے ہیں بنابر مفعولیت کے أي عزم الله ذلك علينا عزمةً۔ عزمت کہتے ہیں: کسی کام میں مضبوطی اور پختگی کو اور عزمۃ مرفوع بھی ہو سکتا ہے أي ذلك عزمةٌ، فرماتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے احکام میں سے ایک تاکیدی حکم ہے یا اللہ تعالیٰ کے حقوق واجبہ میں سے ایک حق واجب ہے (اور یہ جرمانہ جو لیا جائیگا یا پوری زکوٰۃ) اس میں محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے گھر والوں کا کچھ حصہ نہ ہوگا، سب کا سب بیت المال میں داخل ہوگا۔ یہ حدیث میرے علم میں صحاح میں سے صرف ابوداؤد اور نسائی میں ہے۔

۱۵۷۶ - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ مُعَاذٍ، "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الجهاد - باب في عقوبة الغال ۲۷۱۳

وَجَّهَهُ إِلَى الْيَمَنِ أَمَرَهُ أَنْ يَأْخُذَ مِنَ الْبَقَرِ مِنْ كُلِّ ثَلَاثِينَ تَبِيعًا، أَوْ تَبِيعَةً، وَمِنْ كُلِّ أَرْبَعِينَ مُسِنَّةً، وَمِنْ كُلِّ حَالِمٍ - يَعْنِي مُحْتَلِمًا - دِينَارًا، أَوْ عَدْلَهُ مِنَ الْمَعَافِرِ - ثِيَابٌ تَكُونُ بِالْيَمَنِ -".

ترجمہ: معاذ بن جبلؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے جب ان کو یمن کی طرف گورنر بنا کر بھیجا توان کو حکم دیا کہ گائے میں اسطرح زکوۃ لیں کہ ہر تیس گائے میں گائے کا ایسا بچہ یا ایسی بچی زکوۃ میں وصول کریں جو عمر کے دوسرے سال میں داخل ہو چکا ہو اور ہر چالیس گائے میں گائے کا ایک ایسا بچہ زکوۃ میں وصول کریں جو اپنی عمر کے تیسرے سال میں داخل ہو چکا ہو اور ہر بالغ ذمی شخص سے جزیہ کے طور پر ایک دینار وصول کرے یا دینار کی قیمت کے بقدر یمنی کپڑے وصول کریں جن کو معافر کہا جاتا ہے۔

۱۵۷۷- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَالنُّفَيْلِيُّ، وَابْنُ الْمُثَنَّى، قَالُوا: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ مُعَاذٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

ترجمہ: مسروق نے حضرت معاذ بن جبلؓ سے نبی اکرم ﷺ کا فرمان اسی طرح نقل ہے۔

تخریج: جامع الترمذي - الزكاة (٦٢٣) سنن النسائي - الزكاة (٢٤٥٠) سنن النسائي - الزكاة (٢٤٥١) سنن النسائي - الزكاة (٢٤٥٢) سنن النسائي - الزكاة (٢٤٥٣) سنن أبي داود - الزكاة (١٥٧٦) سنن ابن ماجه - الزكاة (١٨٠٣) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (٥/٢٣٠) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (٥/٢٣٣) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (٥/٢٤٠) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (٥/٢٤٧) موطأ مالك - الزكاة (٥٩٨) سنن الدارمي - الزكاة (١٦٢٣) سنن الدارمي - الزكاة (١٦٢٤)

شرح الأحاديث: حضرت معاذؓ کی یہ حدیث آگے بروایت ابن عباسؓ کسی قدر تفصیل سے آرہی ہے اس پر کلام ان شاء اللہ تعالیٰ وہیں آئے گا۔

وَمِنْ كُلِّ حَالِمٍ - يَعْنِي مُحْتَلِمًا - دِينَارًا، أَوْ عَدْلَهُ [1] مِنَ الْمَعَافِرِ: حدیث کے اس قطعہ کا تعلق جزیہ سے ہے، جزیہ کا تعلق کتاب الجہاد سے ہے۔ چنانچہ اس کا باب کتاب الجہاد میں آئے گا۔

شرح الحديث وتخريجه: حدیث معاذؓ بروایۃ ابن عباس جو صحیحین میں ہے اور ابو داؤد میں بھی آگے آرہی ہے جیسا کہ اسکا حوالہ ابھی اوپر گزرا ہے اس میں حدیث کا یہ قطعہ جو جزیہ سے متعلق ہے نہیں ہے یہ قطعہ صرف سنن اربعہ کی روایت میں ہے، امام ترمذیؒ وحاکم نے اس کی تصحیح کی ہے۔ (قالہ الحافظ) مضمون حدیث یہ ہے: حضرت معاذؓ کو جب آپ نے یمن کی جانب بھیجا والی اور گورنر بنا کر (کما جزم بہ الغسانی) یا قاضی بنا کر (کما جزم بہ ابن عبد البر) تو ان سے آپ نے احکام زکوۃ بیان

[1] عدل کو کسر عین اور فتح عین دونوں طرح ضبط کیا گیا ہے بمعنی مثل اور بعضوں نے دونوں میں فرق لکھا ہے وہ یہ کہ (عدل بالفتح) وہ شی جو دوسری شی کے مثل ہو خلاف جنس سے اور عدل (بالکسر) وہ شی جو دوسری شی کے برابر ہو اور اس کی جنس سے ہو۔ وقیل بعکس ذلک وقیل عدل الشیئ بکسر العین ای مثلہ فی الصورۃ وبالفتح ما کان مثلہ فی القیمۃ، ۱۲۔

فرمائے اور یہ بھی فرمایا کہ (اہل ذمہ میں سے) ہر بالغ سے (ایک سال میں) ایک دینار لیں یا ثوب معافری جو قیمت میں ایک دینار کے برابر ہو، معافر بروزن مساجد، یمن میں ایک جگہ ہے یا ایک قبیلہ ہے جس کی طرف کچھ خاص قسم کے کپڑے منسوب ہیں۔

فقه الحدیث، جزیہ کی مقدار میں ائمہ کے مذہب: اس حدیث میں دو مسئلہ مذکور ہیں: ① ایک مقدار جزیہ، ② دوسرے یہ کہ جزیہ صرف بالغ سے لیا جائے۔ پہلا مسئلہ مختلف فیہ ہے اور دوسرا اجماعی ہے۔ تمام مذاہب میں اس کی تصریح ہے کہ جزیہ کے لئے حریت، ذکورت، بلوغ شرط ہے۔ چنانچہ نساء اور صبیان سے نہیں لیا جاتا کیونکہ جزیہ قتل کے بجائے لیا جاتا ہے گویا جان کا بدل ہے اور قتل کا حکم صرف رجال کفار کے لئے ہے صبیان و نساء کے لئے نہیں۔

صحیح بخاری میں ہے: حضرت مجاہدؒ سے سوال کیا گیا: مَا شَأْنُ أَهْلِ الشَّامِ عَلَيْهِمْ أَرْبَعَةُ دَنَانِيرَ وَأَهْلُ الْيَمَنِ عَلَيْهِمْ دِينَارٌ؟ قَالَ جُعِلَ ذَلِكَ مِنْ قِبَلِ الْيَسَارِ [1]۔ یعنی اہل شام سے جزیہ میں چار دینار انکے غنی کی وجہ سے لئے گئے اور اہل یمن سے سال میں ایک دینار ان کے فقر کی وجہ سے لیا گیا اور امام مالکؒ کے نزدیک مطلقاً غنی ہو یا فقیر (کما ذکرہ فی المؤطا أوجز ج ۳ ص ۲۶۲) چار دینار یا چالیس درہم (بحساب دس درہم فی دینار) اور امام شافعیؒ کے نزدیک اقل مقدار ایک دینار ہے مطلقاً (بدون الفرق بین الغنی و الفقیر) ولا حد لاکثرھا۔ پس اگر ذمی ایک دینار سال میں دیتا ہے تو اس کو قتل کرنا جائز نہیں بس یہی کافی ہے (کذا فی الأوجز عن الزرقانی) لیکن حافظؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک ایک دینار سے کم لے سکتے ہیں اور ایسے ہی شرح اقناع جو فقہ شافعی میں ہے، یہ لکھا ہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک اقل مقدار ایک دینار اس وقت ہے جب کہ ہم کو اسکے لینے پر قدرت ہو ورنہ اس سے کم بھی طے کر سکتے ہیں اور اکثر کی کوئی حد نہیں ہے لیکن مستحب یہ ہے کہ فقیر سے ایک دینار اور متوسط سے دو دینار اور غنی سے چار دینار لئے جائیں اقتداءً بعمر رضی اللہ عنہ اھ۔ اور ابن رشد نے بدایۃ المجتھد میں مذہب احمدؒ یہ لکھا ہے کہ ایک دینار ہے، لایزاد علیه ولا ینقص منه، لیکن الروض المربع (فی فقه الحنابلة) میں مقدار جزیہ کو امام کے اجتہاد پر محول کیا ہے اور ایسے ہی ابن قدامہ نے، ولفظه: والمرجع فی الخراج والجزیة الی اجتهاد الامام اھ۔ لہذا تحقیق یہ ہے کہ امام احمدؒ کا مذہب وہ نہیں جو أوجز میں زرقانی وغیرہ سے نقل کیا ہے۔

جزیہ کی قسمیں: یہ بھی واضح رہے کہ جزیہ کی دو قسمیں ہیں: جزیہ صلح، جزیہ جبر۔ یہ مذکورہ بالا تفصیل قسم ثانی کی ہے اور جزیۂ صلح کی کوئی مقدار متعین نہیں ہے، جس چیز پر بھی مصالحت ہو جائے جیسا کہ مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نصاریٰ نجران سے مصالحت فرمائی تھی عَلَى أَلْفَيْ حُلَّةٍ [2]، دو ہزار کپڑوں کے جوڑوں پر کما سیاتی فی کتاب الخراج فی باب فی أخذ الجزیة [3]۔

---

[1] صحيح البخاري - أبواب الجزية والموادعة - باب الجزية والموادعة مع أهل الذمة والحرب

[2] سنن أبي داود - كتاب الخراج والإمارة والفيء - باب في أخذ الجزية ٣٠٤١

[3] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٢ ص ٣٨٢

در حدیث الباب جو بظاہر حنفیہ کے خلاف ہے، اس کا جواب [1] ہماری طرف سے یہی ہے کہ یہ جزیہ صلح تھا اس لئے کہ یمن عنوۃً نہیں فتح ہوا بلکہ صلحاً، اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ وہ اہل فاقہ تھے جس کی تائید اس اثر مجاہد سے ہوتی ہے جو شروع میں گزرا۔

جزیہ کن کفار سے لیا جاتا ہے؟ ایک مسئلہ یہاں پر یہ ہے کہ جزیہ کن کن کفار سے لیا جاتا ہے؟ امام شافعیؒ واحمدؒ کے نزدیک صرف اہل کتاب سے اور اسی حکم میں مجوس بھی ہیں اور حنفیہ کے نزدیک اہل کتاب کی تخصیص نہیں بلکہ مشرکین عجم سے بھی، البتہ مشرکین عرب سے نہیں لیا جائے گا اور امام مالکؒ کے نزدیک مشرکین عرب کا بھی استثناء نہیں ہے بلکہ سب سے لیا جائیگا، بجز مرتد کے، من العینی [2]۔

۱۵۷۸ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَبِي الزَّرْقَاءِ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، قَالَ: بَعَثَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْيَمَنِ، فَذَكَرَ مِثْلَهُ، لَمْ يَذْكُرْ ثِيَابًا تَكُونُ بِالْيَمَنِ، وَلَا ذَكَرَ - يَعْنِي - مُحْتَلِمًا، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ جَرِيرٌ، وَيَعْلَى، وَمَعْمَرٌ، وَشُعْبَةُ، وَأَبُو عَوَانَةَ، وَيَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، قَالَ يَعْلَى، وَمَعْمَرٌ، عَنْ مُعَاذٍ مِثْلَهُ

ترجمہ: مسروق نے حضرت معاذ بن جبلؓ سے نقل کیا کہ حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو یمن کی جانب روانہ فرمایا، اسکے بعد گزشتہ حدیث والا مضمون ہے۔ اس روایت میں سفیان راوی نے معافر کی تفسیر میں یمنی کپڑوں کو ذکر نہیں کیا اور حالم کی تفسیر یعنی محتلم سے بھی ذکر نہیں کی۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں: اس حدیث کو جریر، یعلیٰ، معمر، شعبہ، ابو عوانہ اور یحییٰ بن سعید نے بواسطہ اعمش ابووائل سے انہوں نے مسروق سے نقل کیا ہے۔ یعلیٰ بن عبید اور معمر راوی نے اس روایت کو عن معاذ معنعن ذکر کیا ہے۔

شرح الحديث: قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ جَرِيرٌ، وَيَعْلَى، وَمَعْمَرٌ، وَشُعْبَةُ، وَأَبُو عَوَانَةَ، وَيَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، قَالَ يَعْلَى، وَمَعْمَرٌ، عَنْ مُعَاذٍ مِثْلَهُ: یہ قال أبو داؤد تشریح طلب ہے لہذا سنیے! مصنف اختلاف روات فی الاسناد کو بیان فرما رہے ہیں۔ دراصل اس حدیث معاذ کا مدار اعمش پر ہے، اعمش سے نقل کرنے والے انکے متعدد تلامذہ ہیں، ان میں سب سے پہلے مصنف نے ابو معاویہ کی روایت کو ذکر کیا، ابو معاویہ نے اس کو اعمش سے دو طرح روایت کیا: عن الاعمش عن ابی وائل عن معاذ رضی اللہ عنہ، عن الاعمش عن ابراھیم عن مسروق عن معاذ، یعنی اعمش کا استاذ کبھی ابووائل کو قرار دیا اور کبھی ابراہیم کو، لیکن ابووائل و معاذ کے درمیان تو کوئی واسطہ ذکر نہیں کیا، ابراہیم اور معاذ کے درمیان مسروق کا واسطہ ذکر کیا۔

اور سفیان، یعلیٰ، معمر، ان تینوں نے اعمش کا استاذ صرف ابووائل کو قرار دیا اور پھر ابووائل اور معاذ کے درمیان مسروق کا واسطہ

---

[1] وكذا أفاد المحدث الكنكوهي في لامع الدراري على جامع البخاري (ج ۲ ص ۵۰۹) وكذا على القاري۔

[2] عمدة القاري شرح صحيح البخاري — ج ۱۵ ص ۷۸

بھی ذکر کیا۔

اور اسی طرح جریر، شعبہ، ابو عوانہ، یحیٰ بن سعید نے کیا، لیکن پہلے تین نے تو حدیث کو مسنداً روایت کیا یعنی معاذ صحابی کو ذکر کر کے اور ان چاروں نے حدیث کو مرسلاً روایت کیا (معاذ کو ذکر نہیں کیا)۔ حاصل یہ کہ یہ حدیث اعمش سے متعدد طرق سے مروی ہے، مسنداً بھی اور مرسلاً بھی۔ امام ترمذیؒ نے روایت مرسلہ (یعنی عن مسروق ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعث معاذا) کو اصح قرار دیا ہے جس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ مسروق کا لقاء معاذ سے ثابت نہیں، لہذا روایت مسندہ یعنی مسروق عن معاذ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ منقطع ہوئی بخلاف روایت مرسلہ کے کہ وہ انقطاع سے محفوظ ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ مرسل ہے، لیکن دوسرے محدثین ابن القطان، ابن حبان وغیرہ نے اسکے انقطاع کو تسلیم نہیں کیا اسلئے کہ مسروق معاذ کے زمانہ میں یمن ہی میں تھے پس لقاء ممکن ہوا جو عند الجمہور حدیث معنعن کے اتصال کے لئے کافی ہے۔ اگرچہ امام بخاریؒ کے نزدیک امکان لقاء کافی نہیں، ہو سکتا ہے کہ اس مسئلہ میں امام ترمذیؒ کی رائے امام بخاریؒ کی رائے کے موافق ہو، واللہ تعالی أعلم۔

تشكيل الاسانيد:

① ابو معاویہ .... أعمش، عن ابي وائل، عن معاذ، أن النبي ﷺ۔

② سفیان، یعلی، معمر .... أعمش، عن ابي وائل، عن مسروق، عن معاذ، أن النبي ﷺ۔

③ ابو معاویہ .... أعمش، عن إبراهيم، عن مسروق، عن معاذ، أن النبي ﷺ۔

④ جریر، شعبہ، ابو عوانہ، یحیٰ بن سعید .... أعمش، عن ابي وائل، عن مسروق، أن النبي ﷺ۔

١٥٧٩ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ هِلَالِ بْنِ خَبَّابٍ، عَنْ مَيْسَرَةَ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ، قَالَ: سِرْتُ - أَوْ قَالَ: أَخْبَرَنِي مَنْ سَارَ - مَعَ مُصَدِّقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِذَا فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنْ لَا تَأْخُذَ مِنْ رَاضِعِ لَبَنٍ، وَلَا تَجْمَعَ بَيْنَ مُفْتَرِقٍ، وَلَا تُفَرِّقَ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ وَكَانَ إِنَّمَا يَأْتِي الْمِيَاهَ حِينَ تَرِدُ الْغَنَمُ، فَيَقُولُ: أَدُّوا صَدَقَاتِ أَمْوَالِكُمْ، قَالَ: فَعَمَدَ رَجُلٌ مِنْهُمْ إِلَى نَاقَةٍ كَوْمَاءَ - قَالَ: قُلْتُ: يَا أَبَا صَالِحٍ مَا الْكَوْمَاءُ؟ قَالَ: عَظِيمَةُ السَّنَامِ -، قَالَ: فَأَبَى أَنْ يَقْبَلَهَا، قَالَ: إِنِّي أُحِبُّ أَنْ تَأْخُذَ خَيْرَ إِبِلِي، قَالَ: فَأَبَى أَنْ يَقْبَلَهَا، قَالَ: فَخَطَمَ لَهُ أُخْرَى دُونَهَا، فَأَبَى أَنْ يَقْبَلَهَا، ثُمَّ خَطَمَ لَهُ أُخْرَى دُونَهَا فَقَبِلَهَا، وَقَالَ: إِنِّي آخِذُهَا وَأَخَافُ أَنْ يَجِدَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ لِي: «عَمَدْتَ إِلَى رَجُلٍ فَتَخَيَّرْتَ عَلَيْهِ إِبِلَهُ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ هُشَيْمٌ، عَنْ هِلَالِ بْنِ خَبَّابٍ، نَحْوَهُ، إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: لَا يُفَرِّقُ.

ترجمہ: سوید بن غفلہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے زکوۃ کے وصول کرنے والے شخص کے ساتھ گیا یا سوید بن غفلہ نے یوں فرمایا کہ مجھے اس شخص نے بتلایا جو نبی اکرم ﷺ کی زکوۃ وصول کرنے والے شخص کے ساتھ گیا تھا کہ نبی اکرم ﷺ کے اس عہد نامہ میں (جس میں زکوۃ کے تفصیلی احکام مذکور تھے) لکھا تھا کہ تم ایسے شخص کی بکریوں سے کچھ وصول نہ کرنا جس

نے اپنی بکریاں دوسرے کو دودھ پینے کیلئے عطیہ کر رکھی ہوں اور تم متفرق علیحدہ علیحدہ بکریوں کو ایک جگہ اکٹھے مت کرنا اور نہ ہی ایک جگہ اکٹھے جانوروں کو الگ الگ کرنا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زکوۃ کی وصولی پر مقررہ شخص ایک جگہ جاتا جہاں پانی کے چشموں پر بکریاں پانی پینے کیلئے آتی ہیں، تو وہاں پہنچ کر یہ عامل کہتا کہ لوگو! اپنے مال، مویشی کی زکوۃ ادا کرو تو ان مال مویشی والوں میں سے ایک شخص زکوۃ میں دینے کیلئے اپنی ایک ایسی اونٹنی پیش کرتا جسکے کوہان بھرے ہوتے۔ ہلال راوی کہتے ہیں کہ میں نے میسرہ استاد سے پوچھا کہ کَوْمَاءُ کسے کہتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: کوہان بھری اونٹنی۔ راوی کہتا ہے کہ یہ عامل ایسی عمدہ اونٹنی لینے سے انکار کر دیتا تو مال مویشی کا مالک کہتا کہ میں چاہتا ہوں کہ تم میرے اونٹوں میں سے بہترین اونٹ زکوۃ میں لے لو تو یہ زکوۃ وصول کرنے والا منع کر دیتا۔ راوی کہتا ہے کہ مال مویشی والا شخص پھر ایک دوسری اونٹنی کی نکیل عامل کے حوالہ کرتا اور یہ اونٹنی پہلی اونٹنی سے کم قیمت ہوتی تو عامل اس اونٹنی کے لینے سے بھی انکار کر دیتا، پھر مویشی کا مالک ایک تیسری اونٹنی کی نکیل اس عامل کے حوالہ کرتا جو دوسری اونٹنی سے بھی کم قیمت ہوتی تو عامل اس اونٹنی کو قبول کر لیتا اور کہتا: میں اس اونٹنی کو وصول تو کر رہا ہوں لیکن مجھے اب بھی ڈر وخوف ہے کہ مجھ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ ہونگے کہ تم نے اس شخص کے اونٹوں میں سے عمدہ اونٹ کیوں وصول کیا؟ امام ابوداودؒ فرماتے ہیں: اس حدیث کو ہشیم نے ہلال بن خباب سے ابوعوانہ کی طرح نقل کیا ہے لیکن ہشیم نے لایفرق یائے تحتانیہ کے ساتھ کہا ہے (اور ابوعوانہ نے لاتفرق تائے فوقانیہ کے ساتھ نقل کیا تھا)۔

صحیح سنن النسائي- الزكاة (٢٤٥٧) سنن أبي داود- الزكاة (١٥٧٩) مسند أحمد- أول مسند الكوفيين (٤/٣١٥) سنن الدارمي- الزكاة (١٦٣٠)

شرح الحدیث عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ، قَالَ: سِرْتُ- أَوْ قَالَ: أَخْبَرَنِي مَنْ سَارَ- مَعَ مُصَدِّقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِذَا فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنْ لَا تَأْخُذَ مِنْ رَاضِعِ لَبَنٍ: سوید[1] بن غفلہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ کی بات ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک مصدق یعنی عامل کے ساتھ چلا یا سوید نے کہا کہ مجھے اس شخص نے بتایا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک مصدق کے ساتھ چلا تھا۔ یہ شک راوی ہے لیکن یہ روایت آگے بھی آرہی ہے وہاں شک راوی نہیں ہے، بلکہ اُس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ خود مصدق کے ساتھ گئے تھے۔ لہذا پہلی ہی بات (سرت مع مصدق النبی صلی اللہ علیہ وسلم) صحیح ہے۔ عہد سے مراد عہد نامہ یعنی کتاب الصدقہ ہے، زمانہ مراد نہیں کما توهم بعضهم (منہل)۔ اس میں مصدق کو ہدایت ہے کہ وہ زکوۃ مواشی میں راضع لبن کو نہ لے، راضع لبن سے مراد یا تو دودھ پیتا بچہ ہے اور یا بچے والی اونٹنی یا بکری مراد ہے جس کی پوری شرح مع منشاء اختلاف کتاب الزکوۃ کی پہلی حدیث (برقم ١٥٥٦) وَاللهِ! لَوْ مَنَعُونِي عَنَاقًا کے ذیل میں گزر چکی۔

وَكَانَ إِنَّمَا يَأْتِي الْمِيَاهَ حِينَ تَرِدُ الْغَنَمُ: درود کہتے ہیں: جانوروں کا تالاب یا چشمہ پر پانی پینے کیلئے پہنچنا۔ مطلب یہ ہے.......

---

[1] سوید بن غفلہ کو بعض نے صحابہ میں شمار کیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں یہ تابعی ہیں مخضرم مدینہ منورہ اس وقت حاضر ہوئے جب صحابہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن سے فارغ ہو رہے تھے، منہل عن التهذيب (المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ٩ ص ١٧٥)۔

مصدقین (زکوۃ وصول کرنے والے) کا معمول یہ تھا کہ وہ جانوروں کی زکوۃ لینے کے لئے وہاں پہونچتے تھے جہاں جانور پینے کے لئے جمع ہوتے ہیں کیونکہ اس میں دونوں کے لئے سہولت ہے۔

قال: فعمدَ رجلٌ منهُمْ: سوید کہتے ہیں کہ میں جس مصدق کے ساتھ گیا تھا وہ ایک شخص کے اونٹوں کی زکوۃ لینے کے لیے چشمہ پر پہونچا تو ایک شخص زکوۃ میں دینے کے لئے بہت عمدہ، اونچے کوہان والی اونٹنی لے کر آیا، تو اس مصدق نے اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا (کیونکہ وہ زیادہ عمدہ تھی اور قاعدہ یہ ہے کہ متوسط درجہ کی لی جائے) پھر وہ ایک دوسری اونٹنی کو اس کی نکیل پکڑ کر لایا کہ یہ لے لو لیکن اس مصدق نے اس کے لینے سے بھی انکار کر دیا، وہ شخص پھر ایک اور اونٹنی لے کر آیا جو پہلے سے کم درجہ کی تھی تو وہ اس نے لے لی اور یہ کہا کہ میں یہ لے تو رہا ہوں لیکن مجھے یہ اندیشہ ہے حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اس کو دیکھ کر فرمائیں گے کہ تو نے زکوۃ میں ایسی عمدہ اونٹنی کیوں لی ہے؟ یہ حدیث ابن ماجہ میں بھی ہے، اس میں یہ لفظ ہیں: فَأَتَاهُ رَجُلٌ بِنَاقَةٍ عَظِيمَةٍ مُلَمْلَمَةٍ[1]۔ یعنی ایسی اونٹنی لے کر آیا جو فربہی کی وجہ سے بالکل گول ہو رہی تھی۔

دیکھئے یہ حضرات اپنی زکوۃ کس خوش دلی سے ادا کرتے تھے اور عمدہ سے عمدہ مال دینا چاہتے تھے، فاجزل الله مثوبتهم وارزقنا اتباعهم۔

۱۵۸۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي لَيْلَى الْكِنْدِيِّ، عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ، قَالَ: أَتَانَا مُصَدِّقُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخَذْتُ بِيَدِهِ، وَقَرَأْتُ فِي عَهْدِهِ: «لَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُفْتَرِقٍ، وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ، خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ»، وَلَمْ يَذْكُرْ: «رَاضِعَ لَبَنٍ».

ترجمہ: سوید بن غفلہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا عامل آیا تو میں نے اس سے مصافحہ کیا اور اس کے صحیفہ میں یہ مضمون پڑھا کہ الگ الگ متفرق شدہ بکریوں کو ایک جگہ جمع نہ کیا جائے اور نہ ہی جمع شدہ بکریوں کو علیحدہ علیحدہ کیا جائے زکوۃ کے کم ہو جانے یا بڑھ جانے کے اندیشہ سے اور ابو لیلیٰ راوی نے پہلا جملہ لَا تَأْخُذَ مِنْ رَاضِعِ لَبَنٍ ذکر نہیں کیا۔

تخریج: سنن النسائي- الزكاة (٢٤٥٧) سنن أبي داود- الزكاة (١٥٨٠) مسند أحمد- أول مسند الكوفيين (٤/٣١٥) سنن الدارمي- الزكاة (١٦٣٠)

۱۵۸۱ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ زَكَرِيَّا بْنِ إِسْحَاقَ الْمَكِّيِّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي سُفْيَانَ الْجُمَحِيِّ، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ ثَفِنَةَ الْيَشْكُرِيِّ - قَالَ الْحَسَنُ: رَوْحٌ يَقُولُ: مُسْلِمُ بْنُ شُعْبَةَ قَالَ: اسْتَعْمَلَ نَافِعُ بْنُ عَلْقَمَةَ أَبِي عَلَى عِرَافَةِ قَوْمِهِ، فَأَمَرَهُ أَنْ يُصَدِّقَهُمْ، قَالَ: فَبَعَثَنِي أَبِي فِي طَائِفَةٍ مِنْهُمْ، فَأَتَيْتُ شَيْخًا كَبِيرًا يُقَالُ لَهُ: سِعْرُ بْنُ دَيْسَمٍ، فَقُلْتُ: إِنَّ أَبِي بَعَثَنِي إِلَيْكَ - يَعْنِي - لِأُصَدِّقَكَ، قَالَ: ابْنُ أَخِي، وَأَيَّ نَحْوٍ تَأْخُذُونَ؟ قُلْتُ: نَخْتَارُ، حَتَّى إِنَّا نَتَبَيَّنُ ضُرُوعَ الْغَنَمِ، قَالَ: "ابْنُ أَخِي، فَإِنِّي أُحَدِّثُكَ أَنِّي كُنْتُ فِي شِعْبٍ مِنْ هَذِهِ الشِّعَابِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَنَمٍ لِي، فَجَاءَنِي رَجُلَانِ عَلَى بَعِيرٍ، فَقَالَا لِي: إِنَّا رَسُولَا رَسُولِ

---

[1] سنن ابن ماجه- كتاب الزكاة- باب ما يأخذ المصدق من الإبل ١٨٠١

اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْكَ، لِتُؤَدِّيَ صَدَقَةَ غَنَمِكَ، فَقُلْتُ: مَا عَلَيَّ فِيهَا؟ فَقَالَا: شَاةٌ. فَأَعْمِدُ إِلَى شَاةٍ قَدْ عَرَفْتُ مَكَانَهَا مُمْتَلِئَةٍ مَحْضًا وَشَحْمًا، فَأَخْرَجْتُهَا إِلَيْهِمَا، فَقَالَا: هٰذِهِ شَاةُ الشَّافِعِ، وَقَدْ نَهَانَا رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَأْخُذَ شَافِعًا. قُلْتُ: فَأَيَّ شَيْءٍ تَأْخُذَانِ؟ قَالَا: عَنَاقًا جَذَعَةً، أَوْ ثَنِيَّةً. قَالَ: فَأَعْمِدُ إِلَى عَنَاقٍ مُعْتَاطٍ، وَالْمُعْتَاطُ الَّتِي لَمْ تَلِدْ وَلَدًا، وَقَدْ حَانَ وِلَادُهَا، فَأَخْرَجْتُهَا إِلَيْهِمَا، فَقَالَا: نَاوِلْنَاهَا، فَجَعَلَاهَا مَعَهُمَا عَلَى بَعِيرِهِمَا، ثُمَّ انْطَلَقَا". قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ أَبُو عَاصِمٍ، عَنْ زَكَرِيَّاءَ، قَالَ أَيْضًا: مُسْلِمُ بْنُ شُعْبَةَ، كَمَا قَالَ رَوْحٌ.

ترجمہ عمرو بن ابی سفیان الجمحی کہتے ہیں کہ مسلم بن ثفنہ سے روایت ہے..... مصنف کہتے ہیں: میرے استاذ حسن بن علی نے روح کے واسطہ سے راوی کا نام مسلم بن شعبہ نقل کیا...... مسلم راوی کہتے ہیں: نافع بن علقمہ نے میرے والد کو انکی قوم کے احوال اور نگہبانی کیلئے مقرر کیا اور انہیں انکے قبیلہ سے زکوٰۃ کی وصولی کا حکم دیا۔ مسلم کہتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے ایک جماعت کے ہمراہ بھیجا تو ہم ایک بڑے بزرگ کے پاس حاضر ہوئے جنکو سعر کہا جاتا تھا تو میں نے ان سعر صحابی سے عرض کیا کہ میرے والد نے مجھے آپ کی خدمت میں آپ کے اموال کی زکوٰۃ لینے کی غرض سے بھیجا ہے، تو حضرت سعر نے فرمایا: اے بھتیجے! تم کس طرح مویشی کی زکوٰۃ وصول کرتے ہو؟ تو میں نے کہا کہ ہم مویشی میں عمدہ مال وصول کرتے ہیں یہاں تک ہم بکریوں کے تھنوں کا بھی اچھی طرح اندازہ کرتے ہیں، تو حضرت سعرؓ نے فرمایا: اے بھتیجے! میں تمہیں ایک حدیث سناتا ہوں، میں عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ان گھاٹیوں میں سے ایک گھاٹی میں اپنی بکریوں سمیت رہا کرتا تھا تو میرے پاس ایک اونٹ پر سوار ہو کر دو شخص آئے اور انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں تاکہ تم اپنی بکریوں کی زکوٰۃ ہمیں دو، تو میں نے پوچھا مجھ پر اس مویشی میں کتنی زکوٰۃ واجب ہے؟ انہوں نے بتلایا کہ ایک بکری واجب ہے، تو میں نے ایک ایسی بکری کا قصد کیا جسکو میں دیگر بکریوں کے مقابلہ میں خوب جانتا تھا، خوب دودھ بھری ہوئی اور چربی سے بھرپور تو ایسی بکری میں نے ان دونوں عاملوں کے سپرد کر دی تو انہوں نے کہا کہ اس بکری کے یہاں تو بچہ پیدا ہونے والا ہے؟ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایسی عمدہ بکری لینے سے منع فرمایا ہے جو بچہ جننے والی ہو، تو میں نے پوچھا کہ تم کیسی بکری زکوٰۃ میں وصول کرو گے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ بکری کے بچوں میں مؤنث بچی جو عمر میں ایک سال سے کم ہو یا وہ بکری جو دوسرے سال میں داخل ہو یا ثنیہ ہو، تو میں نے ایسی بکری کا قصد اور ارادہ کیا جو عناق معتاط تھی یعنی اس بکری کی ایسی عمر ہو چکی تھی کہ اسکو حمل ٹھہر سکتا ہو لیکن ابھی تک حمل ٹھہرا نہ ہو...... تو وہ بکری میں نے ان دونوں کے سپرد کر دی تو ان دونوں عاملوں نے کہا کہ ہمیں یہ بکری پکڑا دو تو انہوں نے اس بکری کو اپنے اونٹ پر اپنے ساتھ رکھا اور چلے گئے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں: ابوعاصم نے اس حدیث کو زکریاء سے نقل کیا، تو راوی کا نام روح راوی کی طرح مسلم بن شعبہ نقل کیا ہے۔

۱۵۸۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ النَّسَائِيُّ، حَدَّثَنَا رَوْحٌ، حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ إِسْحَاقَ بِإِسْنَادِهِ بِهٰذَا الْحَدِيثِ قَالَ مُسْلِمُ بْنُ

شُعْبَةَ: قَالَ فِيهِ: وَالشَّافِعُ الَّتِي فِي بَطْنِهَا الْوَلَدُ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَرَأْتُ فِي كِتَابِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَالِمٍ بِحِمْصَ عِنْدَ آلِ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ الْحِمْصِيِّ، عَنِ الزُّبَيْدِيِّ، قَالَ: وَأَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ جَابِرٍ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُعَاوِيَةَ الْغَاضِرِيِّ، مِنْ غَاضِرَةِ قَيْسٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "ثَلَاثٌ مَنْ فَعَلَهُنَّ فَقَدْ طَعِمَ طَعْمَ الْإِيمَانِ: مَنْ عَبَدَ اللهَ وَحْدَهُ وَأَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَعْطَى زَكَاةَ مَالِهِ طَيِّبَةً بِهَا نَفْسُهُ، رَافِدَةً عَلَيْهِ كُلَّ عَامٍ، وَلَا يُعْطِي الْهَرِمَةَ، وَلَا الدَّرِنَةَ، وَلَا الْمَرِيضَةَ، وَلَا الشَّرَطَ اللَّئِيمَةَ، وَلَكِنْ مِنْ وَسَطِ أَمْوَالِكُمْ، فَإِنَّ اللهَ لَمْ يَسْأَلْكُمْ خَيْرَهُ، وَلَمْ يَأْمُرْكُمْ بِشَرِّهِ".

ترجمہ: زکریا ابن اسحٰق راوی نے بھی سند میں مسلم بن شعبہ سے نقل کیا اسمیں زکریا راوی نے یہ اضافہ کیا کہ شافع اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس کے پیٹ میں بچہ ہو۔ امام ابوداودؒ فرماتے ہیں: میں نے عبداللہ بن سالم کی کتاب میں مقام حمص میں یہ حدیث پڑھی، عمر بن حارث حمصی کے قبیلے کے لوگوں کے پاس یہ کتاب تھی، اس میں زبیدی سے روایت ہے نیز عبداللہ بن سالم کہتے ہیں کہ مجھے یحیٰی بن جابر نے جبیر بن نفیر کے واسطے سے عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُعَاوِيَةَ الْغَاضِرِيِّ، مِنْ غَاضِرَةِ قَيْسٍ کی سند سے روایت ہے کہ غاضرہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جو شخص تین عادتیں اختیار کریگا تو ایسا شخص ایمان کی لذت چکھ لے گا: ① اللہ وحدہ کی عبادت کرے اور ② یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، ③ اپنے مال کی زکوٰۃ خوش دلی کے ساتھ دے اسطرح کہ اسکا نفس زکوٰۃ کی ادائیگی میں اسکی مدد کر رہا ہو، اسطرح ہر سال زکوٰۃ دے۔ نیز زکوٰۃ میں عمر رسیدہ جانور نہ دیا جائے اور نہ ہی خارشی اونٹنی اور نہ بیمار جانور اور نہ گھٹیا خراب مال دیا جائے بلکہ اپنے مال مویشی میں سے درمیانی قسم میں سے زکوٰۃ ادا کرے کیونکہ اللہ پاک نے تم سے تمہارا بہترین مال نہیں مانگا اور تمہیں برے مال دینے کا حکم نہیں دیا۔

تخریج: سنن النسائي - الزكاة (٢٤٦٢) سنن أبي داود - الزكاة (١٥٨١)

شرح الاحادیث: قَالَ الْحَسَنُ: رَوْحٌ يَقُولُ: مُسْلِمُ بْنُ شُعْبَةَ: مصنف کے استاذ حسن بن علی کو یہ حدیث دو استاذوں سے پہونچی ہے: وکیع اور روح بن عبادہ۔ سند میں جو ایک راوی مذکور ہیں مسلم، ان کے بارے میں وکیع نے تو یہ کہا: مسلم بن ثفنہ اور روح نے کہا: مسلم بن شعبہ لیکن صحیح شعبہ ہی ہے، ثفنہ غلط ہے۔ صرح به علماء الرجال من البخاري والدارقطني وغيرهم۔ روح کی روایت آگے کتاب میں آرہی ہے۔

قَالَ: اسْتَعْمَلَ نَافِعُ بْنُ عَلْقَمَةَ أَبِي عَلَى عِرَافَةِ قَوْمِهِ: مسلم بن شعبہ کہتے ہیں کہ میرے والد (شعبہ) کو نافع بن علقمہ نے انکو قوم کا عریف بنایا، عریف القوم قوم کے چودھری اور سردار کو کہتے ہیں، عِرَافَةِ اس کا مصدر ہے یعنی چودراہٹ۔ عام طور سے ہر قوم اور قبیلہ میں انہی میں سے ایک چودھری ہوا کرتا ہے تو نافع نے شعبہ کو انکی قوم کا چودھری بنادیا تھا تاکہ وہ انکی زکوٰۃ بھی وصول کیا کریں۔

آگے مسلم کہتے ہیں: میرے باپ شعبہ نے مجھ کو اپنی قوم کے کچھ لوگوں کے پاس زکوٰۃ لینے کیلئے بھیجدیا تو میں ایک بڑے میاں جن کا نام سعر تھا، اس میں سین کا فتحہ اور کسرہ دونوں ضبط کیا گیا ہے (پورا نام سعر بن سوادہ ہے) ان کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ

مجھے میرے والد نے بھیجا ہے زکوۃ لینے کیلئے۔ اس پر انہوں نے کہا: میرے بھتیجے (ہمارے یہاں ایسے موقعہ پر کہتے ہیں: صاحبزادے) زکوۃ میں کس قسم کا جانور لوگے؟ میں نے کہا کہ چھانٹ کر لونگا (عمدہ سے عمدہ) یہاں تک کہ میں بکریوں کے تھن تک دیکھوں گا کہ کس بکری کے بڑے ہیں تا کہ وہی لوں۔ یہ بات چونکہ اس کی خلاف اصول تھی اس لئے ان بڑے میاں نے اس کو سمجھانے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا ایک واقعہ سنایا تا کہ معلوم ہو جائے کہ زکوۃ وصول کرنے کا کیا ضابطہ اور طریقہ ہے، آگے مضمون واضح ہے ترجمہ کی ضرورت نہیں۔

فَأَعْمَدُ إِلَى شَاةٍ قَدْ عَرَفْتُ مَكَانَهَا مُمْتَلِئَةٍ مَحْضًا وَشَحْمًا: پس میں نے قصد کیا زکوۃ میں ایسی بکری دینے کا جس کا مرتبہ میں ہی پہچانتا تھا جو کہ دودھ اور چربی سے بھری ہوئی تھی یعنی بہت دودھ دینے والی اور فربہ تھی۔ انہوں نے اس کو دیکھ کر کہا: هَذِهِ شَاةُ الشَّافِعِ کہ یہ تو بچے والی بکری ہے یا حاملہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی بکری لینے سے منع فرمار کھا ہے۔ میں نے پوچھا: پھر کیسی بکری لوگے؟ تو انہوں نے کہا: ایسی پٹھیا جوان جو تقریباً ایک سال کی ہو۔ تو پھر میں نے ان کو ایسی بکری لاکر دی جو ابھی تک حاملہ نہیں ہوئی تھی لیکن حمل کے قابل ہو گئی تھی معتاط، دراصل اس بکری کو کہتے ہیں جو کثرت سمن (فربہی) کیوجہ سے حاملہ نہ ہوتی ہو لہذا یہاں حدیث میں: الَّتِي لَمْ تَلِدْ وَلَدًا، میں ولادت سے مراد مجازاً حمل ہے (راوی کہتا ہے) وہ دونوں ساعی اس کو اپنے ساتھ اونٹ پر سوار کر کے لے گئے۔

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَرَأْتُ فِي كِتَابِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَالِمٍ بِحِمْصَ الخ: مصنف فرمارہے ہیں یہ حدیث (جو آگے آرہی ہے) میں نے عبداللہ بن سالم سے براہ راست [1] نہیں سنی بلکہ ان کی کتاب میں پڑھی ہے۔

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثٌ مَنْ فَعَلَهُنَّ فَقَدْ طَعِمَ طَعْمَ الْإِيمَانِ: ایمان کا ذائقہ چکھنے سے مراد یہ ہے کہ اس شخص کو ایمان کی بشاشت اور انشراح حاصل ہو جاتا ہے، یہ تو ایک معنوی لذت لیکن (یوں کہتے ہیں) اس کا اثر ایسا ہوتا ہے جیسے محسوس شی کا ہوتا ہے (اللهم ارزقنامنه)۔

طَيِّبَةً بِهَا نَفْسُهُ: اس طرح زکوۃ ادا کرے کہ ادا کرتے وقت اندر سے جی خوش ہو رہا ہو (خوش دلی سے)۔

رَافِدَةً عَلَيْهِ: اس حال میں کہ اسکا نفس اس کی اعانت کر رہا ہو زکوۃ ادا کرنے میں، رفد بمعنی اعانت رفد يرفد از باب ضرب۔

وَلَا يُعْطِي الْهَرِمَةَ: بہت زیادہ عمر والی (بوڑھی) ولا الدرنة، درنة بمعنی جرباء (خارشی اونٹنی)۔

وَلَا الشَّرَطَ اللَّئِيمَةَ: شرط شین اور راء دونوں کے فتح کے ساتھ رذائل المال (گھٹیا)۔

١٥٨٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي

---

[1] مصنفؒ نے عبداللہ بن سالم کا زمانہ نہیں پایا عبداللہ بن سالم طبقہ سابعہ میں سے ہیں جو کہ کبار تبع تابعین کا طبقہ ہے جیسے امام مالک، سفیان ثوری وغیرہ والمصنف من الطبقة الحادية عشر اسی لئے منذری نے کہا یہ حدیث منقطع ہے (عون المعبود)۔

بَكْرٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَعْدِ بْنِ زُرَارَةَ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، قَالَ: بَعَثَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُصَدِّقًا، فَمَرَرْتُ بِرَجُلٍ، فَلَمَّا جَمَعَ لِي مَالَهُ لَمْ أَجِدْ عَلَيْهِ فِيهِ إِلَّا ابْنَةَ مَخَاضٍ، فَقُلْتُ لَهُ: أَدِّ ابْنَةَ مَخَاضٍ، فَإِنَّهَا صَدَقَتُكَ، فَقَالَ: ذَاكَ مَا لَا لَبَنَ فِيهِ، وَلَا ظَهْرَ، وَلَكِنْ هَذِهِ نَاقَةٌ فَتِيَّةٌ عَظِيمَةٌ سَمِينَةٌ، فَخُذْهَا، فَقُلْتُ لَهُ: مَا أَنَا بِآخِذٍ مَا لَمْ أُومَرْ بِهِ، وَهَذَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْكَ قَرِيبٌ، فَإِنْ أَحْبَبْتَ أَنْ تَأْتِيَهُ، فَتَعْرِضَ عَلَيْهِ مَا عَرَضْتَ عَلَيَّ فَافْعَلْ، فَإِنْ قَبِلَهُ مِنْكَ قَبِلْتُهُ، وَإِنْ رَدَّهُ عَلَيْكَ رَدَدْتُهُ، قَالَ: فَإِنِّي فَاعِلٌ، فَخَرَجَ مَعِي وَخَرَجَ بِالنَّاقَةِ الَّتِي عَرَضَ عَلَيَّ حَتَّى قَدِمْنَا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ: يَا نَبِيَّ اللهِ، أَتَانِي رَسُولُكَ لِيَأْخُذَ مِنِّي صَدَقَةَ مَالِي، وَايْمُ اللهِ مَا قَامَ فِي مَالِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا رَسُولُهُ قَطُّ قَبْلَهُ، فَجَمَعْتُ لَهُ مَالِي، فَزَعَمَ أَنَّ مَا عَلَيَّ فِيهِ ابْنَةُ مَخَاضٍ، وَذَلِكَ مَا لَا لَبَنَ فِيهِ، وَلَا ظَهْرَ، وَقَدْ عَرَضْتُ عَلَيْهِ نَاقَةً فَتِيَّةً عَظِيمَةً لِيَأْخُذَهَا فَأَبَى عَلَيَّ، وَهَا هِيَ ذِهْ قَدْ جِئْتُكَ بِهَا يَا رَسُولَ اللهِ خُذْهَا، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «ذَاكَ الَّذِي عَلَيْكَ، فَإِنْ تَطَوَّعْتَ بِخَيْرٍ آجَرَكَ اللهُ فِيهِ، وَقَبِلْنَاهُ مِنْكَ»، قَالَ: فَهَا هِيَ ذِهْ يَا رَسُولَ اللهِ، قَدْ جِئْتُكَ بِهَا فَخُذْهَا، قَالَ: فَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَبْضِهَا، وَدَعَا لَهُ فِي مَالِهِ بِالْبَرَكَةِ.

ترجمہ: حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے زکوۃ کی وصولی کیلئے عامل بنا کر بھیجا تو میرا گزر ایسے شخص پر سے ہوا جو مال مویشی والا تھا، تو اس شخص نے میرے سامنے اپنا سارا مال حاضر کر دیا تو اسکے مال میں لازم اونٹنی کی وہ مؤنث بچی جو دوسرے سال میں لگ چکی ہو یہ اونٹنی کی بچی مجھے نہیں ملی، تو میں نے ان سے کہا کہ تم پر تو اونٹنی کی ایسی مؤنث بچی زکوۃ میں دینا لازم ہے تم وہ ادا کرو، تو اس شخص نے جواب دیا کہ اس اونٹنی کی بچی میں نہ تو دودھ ہوتا ہے اور نہ ہی سواری کے کام آتی ہے لیکن تم یہ دوسری صحت مند فربہ موٹی، تازی اونٹنی لے لو، تو میں نے ان سے کہا کہ میں ایسی اونٹنی نہیں لے سکتا جسے لینے کا مجھے حکم نہیں اور رسول اللہ ﷺ یہیں تمہارے قریب تشریف فرما ہیں، اگر تم چاہو تو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر وہ جانور پیش کر دو جو تم نے مجھے دیا ہے۔ پس اگر رسول اللہ ﷺ تمہارے اس جانور کو قبول فرمالیں تو میں بھی اس جانور کو لے لوں گا ورنہ اگر رسول اللہ ﷺ اس جانور کو لینے سے منع فرمادینگے تو میں بھی نہیں لوں گا، تو اس مویشی کے مالک نے کہا کہ میں ایسا ہی کرتا ہوں۔ پس وہ شخص میرے ساتھ اس اونٹنی کو لیکر نکلا جو اس نے مجھے زکوۃ میں دینے کیلئے دکھائی تھی یہاں تک ہم حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے، تو اس شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! آپ کا قاصد میرے پاس میرے مویشی کی زکوۃ لینے کیلئے آیا ہے اور خدا کی قسم! آج سے رسول اللہ ﷺ اور انکے قاصد میں سے کوئی شخص بھی میرے مال مویشی میں نہیں آیا، تو میں نے آپکے قاصد کے لئے اپنا سارا مال جمع کر دیا، تو آپ کے قاصد نے یہ کہا کہ میرے اونٹوں میں اونٹنی کی وہ مؤنث بچی لازم ہے جو عمر کے دوسرے سال میں لگ چکی ہو لیکن اس بچی کے اندر نہ تو دودھ ہے اور نہ یہ اونٹنی کی بچی سواری کے کام آسکتی ہے۔ میں نے آپ کے قاصد پر ایک صحت مند جوان اونٹنی پیش کی تا کہ وہ اسکو زکوۃ میں وصول کرے لیکن انہوں نے اس اونٹنی کو لینے سے

انکار کر دیا اور یہ ہے وہ اونٹنی اے اللہ کے رسول! میں آپ کے پاس اسکو لے آیا ہوں تو رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ تم پر تو وہی اونٹنی کی بچی بنت مخاض لازم تھی پس اگر تم یہ عمدہ اونٹنی دیکر مزید ثواب کمانا چاہو تو اللہ پاک تمہیں اسکا بہترین بدلہ دیگا اور ہم تم سے یہ عمدہ اونٹنی وصول کر لینگے تو اس مویشی کے مالک نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ وہ عمدہ اونٹنی ہے آپکی خدمت میں لایا ہوں اسکو قبول فرمالیجئے۔ حضور صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اس عمدہ اونٹنی کو لینے کا حکم فرمایا اور مویشی والے کے مال میں برکت کی دعا فرمائی۔

تخریج سنن أبي داود - الزكاة (١٥٨٣) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (٥/١٤٢)

شرح الحدیث ابی بن کعبؓ ایک زکوۃ دینے والے کا قصہ بیان کر رہے ہیں کہ میں نے اس سے کہا کہ تمہارے اوپر صرف بنت مخاض واجب ہے، اس نے کہا کہ یہ بچہ لے کر کیا کرو گے نہ وہ سواری کے کام کا ہے اور نہ دودھ کے اور دیکھو! یہ جوان فربہ اونٹنی کھڑی ہے یہ لے لو، میں نے کہا: یہ تو میں نہیں لے سکتا، ضابطہ کے خلاف ہے۔

وَهَذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْكَ قَرِيبٌ: دیکھو! یہاں قریب میں جناب رسول صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مقیم اور تشریف فرما ہیں (بظاہر یہ حضور صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے کسی سفر کا قصہ ہے، آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا قیام جہاں ہو گا وہ جگہ اس شخص کی زمین سے قریب ہو گی) تو ان سے جا کر اجازت لے لو اگر حضور صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجازت دیدیں گے تو میں یہی لے لوں گا الی آخر القصة۔

١٥٨٤ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ إِسْحَاقَ الْمَكِّيُّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ صَيْفِيٍّ، عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ، فَقَالَ: «إِنَّكَ تَأْتِي قَوْمًا أَهْلَ كِتَابٍ، فَادْعُهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوكَ لِذَلِكَ، فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللَّهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوكَ لِذَلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللَّهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً فِي أَمْوَالِهِمْ، تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ، وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوكَ لِذَلِكَ، فَإِيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ، وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ، فَإِنَّهَا لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللَّهِ حِجَابٌ».

ترجمہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے حضرت معاذؓ کو یمن بھیجا اور ان سے فرمایا کہ تم ایسے لوگوں کے پاس جارہے ہو جو اہل کتاب (یہود و نصارا) ہیں تو تم انہیں اس بات کی دعوت دینا کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ پس اگر وہ تمہاری یہ دعوت مان لیں تو تم ان کو بتلانا کہ اللہ پاک نے ان لوگوں پر ہر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں۔ پس اگر وہ لوگ اس نماز کے فریضے کو مان لیں تو تم ان کو بتلانا کہ اللہ پاک نے ان لوگوں پر ان کے اموال کی زکوۃ فرض فرمائی ہے جو ان کے مالداروں سے وصول کر کے ان کے غریبوں کو دی جاتی ہے۔ پس اگر وہ لوگ تمہاری یہ بات مان لیں تو تم ان سے زکوۃ وصول کرتے وقت ان کے عمدہ مال لینے سے بچنا اور مظلوم شخص کی بد دعا سے بچنا کیونکہ مظلوم کی بد دعا اور اللہ پاک کے درمیان کوئی پردہ اور آڑ نہیں ہوتی۔

تخریج صحيح البخاري - الزكاة (١٣٣١) صحيح البخاري - الزكاة (١٣٨٩) صحيح البخاري - الزكاة (١٤٢٥) صحيح البخاري - المظالم والغصب (٢٣١٦) صحيح

البخاري - المغازي (٤٠٩٠) صحيح البخاري - التوحيد (٦٩٣٧) صحيح البخاري - التوحيد (٦٩٣٧) صحيح مسلم - الإيمان (١٩) جامع الترمذي - الزكاة (٦٢٥) سنن النسائي - الزكاة (٢٤٣٥) سنن أبي داود - الزكاة (١٥٨٤) سنن ابن ماجه - الزكاة (١٧٨٣) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٣٣/١) سنن الدارمي - الزكاة (١٦١٤)

شرح الحديث حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ ...... عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ:

یہ وہی حدیث معاذؓ ہے جس کا ایک ٹکڑا اس سے قبل گزر چکا اور وہیں اس حدیث کی تخریج وغیرہ بھی بیان ہو چکی۔

فَقَالَ: إِنَّكَ تَأْتِي قَوْمًا أَهْلَ كِتَابٍ: وہاں زیادہ تر نصاریٰ اور یہود ہی تھے، مشرکین بھی تھے لیکن اہل کتاب کی تخصیص مشرکین کے مقابلہ میں تو تفضیلاً ہے یا تغلیباً۔ اہل کتاب پڑھے لکھے ہوتے تھے، مشرکین عرب کی طرح جاہل امی نہیں ہوتے تھے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو ہدایت فرمائی کہ جہاں تم جا رہے ہو وہاں کے لوگوں سے ان کے حال کے مناسب بات کرنا اولاً ان کو دعوت دیں توحید کی (ابطال تثلیث اور عزیر علیہ السلام کو ابن اللہ ماننے سے) اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے اقرار کی۔

فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوكَ لِذَلِكَ، فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ: پس اگر وہ شہادتین میں تمہاری بات قبول کر لیں اور اسلام میں داخل ہو جائیں تب ان کے سامنے ارکان اسلام رکھیں (آگے صلوات خمسہ اور زکوۃ کا ذکر ہے)۔ اس حدیث میں زکوۃ کی فرضیت بیان کرنے کے بعد ساعی کو خاص طور سے اس بات کی ہدایت کی گئی ہے کہ وہ زکوۃ میں لوگوں کے کرائم اموال (سب سے عمدہ مال) میں سے نہ لے بلکہ متوسط لے اور مظلوم کی بددعا سے بچے۔

هل الكفار مخاطبون بالفروع؟ اس حدیث میں ایک مشہور اصولی اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ مل رہا ہے جو کہ سب سے پہلے آپ نے غالباً نور الانوار میں پڑھا ہو گا وہ یہ کہ کفار فروع شریعت کے مکلف ہیں یا نہیں؟ سو اس میں یہ لکھا ہے کہ اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ کفار ایمان اور عقوبات (حدود و قصاص وغیرہ) اسی طرح معاملات (بیع و شراء، اجارہ، نکاح وغیرہ) ان سب چیزوں کے وہ دنیا میں مکلف ہیں (سوى الخمر والخنزير، فانهما مباحان لهم لا لنا كما ورد في الحديث)، البتہ شرائع یعنی عبادات میں کچھ تفصیل اور اختلاف ہے، وہ یہ کہ اس پر تو اتفاق ہے کہ کفار عبادات کے مواخذہ اخرویہ کے لحاظ سے مکلف ہیں۔ چنانچہ کافر کو آخرت میں عذاب جس طرح ترک ایمان پر ہو گا اسی طرح ترک اعتقاد صلوۃ پر بھی ہو گا لیکن اس میں اختلاف ہے کہ کفار نماز وغیرہ کے اداء فی الدنیا کے لحاظ سے بھی مکلف ہیں یا نہیں؟ سو مشائخ عراق اس لحاظ سے بھی کفار کو مکلف مانتے ہیں اور یہی مذہب امام شافعیؒ کا ہے یعنی کافر دنیا میں اس بات کا مکلف ہے کہ اولاً وہ اسلام لائے اور پھر نماز ادا کرے اور اگر اس نے ایسا نہیں کیا تو اس کو ان دونوں چیزوں (ترک ایمان و ترک اداء صلوۃ) پر عقاب ہو گا لیکن صحیح عند الحنفیہ یہ ہے (اور یہی مشائخ ماوراء النہر کا مسلک ہے) کہ کفار عبادات کے اداء فی الدنیا کے لحاظ سے مکلف نہیں ہیں، لہذا کافر کو آخرت میں عتاب صرف ترک اعتقاد صلوۃ پر ہو گا ترک ادا پر نہ ہو گا اسلئے کہ وہ ادا فی الدنیا کا مکلف ہی نہیں ہے۔ اور دلیل میں صاحب نور الانوار نے یہی حدیث معاذؓ پیش کی ہے، اسلئے کہ اس میں یہ ہے جب وہ شہادتین کا اقرار کر لیں تب ان سے بتاؤ کہ اسلام میں یہ یہ چیزیں فرض ہیں، معلوم ہوا کہ اگر وہ اسلام قبول نہ کریں تو پھر انکے سامنے یہ فرائض رکھنے ہی نہیں اور وہ ان کے مخاطب ہی نہیں۔

حدیث الباب سے استدلال میں اشکال: لیکن اس استدلال پر اشکال ہے وہ یہ کہ اس حدیث سے مقصود نفس فرائض کو بیان کرنا نہیں ہے کہ فلاں فلاں چیزیں فرض ہیں، اس میں تو دعوۃ إلی الإسلام کا طریقہ کار مذکور ہے کہ ان کو ایمان اور احکام اسلام کی دعوت بتدریج دیجائے دفعۃً تمام تکلیفات ان کے سامنے نہ رکھی جائیں کہ یہ صورت بعض مرتبہ قبول سے مانع بن جاتی ہے، لہذا بتدریج وبترتیب ان کو دعوت دیجائے۔ چنانچہ آگے اس حدیث میں یہ ہے کہ جب وہ نماز کو قبول کرلیں تو پھر زکوۃ کا مسئلہ ان کے سامنے رکھیں، تو کیا زکوۃ کا مکلف آدمی نماز کے بعد ہوتا ہے؟ (أفاده السندي على النسائي) اور امام نوویؒ نے اسکا دوسرا جواب دیا ہے وہ یہ کہ اس حدیث میں صلوۃ کا ترتب ایمان پر باعتبار اداء صلوۃ کے ہے نہ باعتبار نفس وجوب صلوۃ کے، اس لئے کہ اداء صلوۃ بغیر ایمان کے بالاتفاق صحیح نہیں۔ بہر حال اس استدلال پر اشکال ہے جو معقول ہے اگرچہ ہمارے بعض علماء نے اس کا جواب بھی دیا ہے۔ چنانچہ صاحب اللمعات تحریر فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں ایمان کے بعد صلوۃ اور زکوۃ کے درمیان ترتیب اہمیت صلوۃ کیوجہ سے ہے، ان کے لفظ یہ ہیں: وأما تقديم الإعلام بالصلوات قبل الإعلام بالزكوة فلفضلها على سائر الأعمال لا لاشتراطها بها اهـ[1]

ویسے اس مسئلہ میں جس طرح حنفیہ کے یہاں دونوں قول ہیں (مشائخ عراق ومشائخ ماوراء النہر کا اختلاف) اسی طرح شافعیہ کے یہاں بھی كما صرح به النووي، ونقله عنه العيني اور صاحب منہل نے تو شافعیہ، حنفیہ، حنابلہ تینوں کا مسلک ایک ہی لکھا ہے یعنی عدم تکلیف اور مالکیہ ومشائخ عراق کا مسلک مکلف ہونا لکھا ہے، والله تعالى أعلم بالصواب۔

تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ، وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ: (جہاں تم جارہے ہو یعنی یمن) وہاں کے اغنیاء سے زکوۃ لیکر انہی کے فقراء میں دے دو۔ دوسرا احتمال اس کی شرح میں یہ ہے کہ یہ دونوں ضمیریں "مسلمین" کی طرف راجع ہیں یعنی اغنیاء مسلمین سے زکوۃ لے کر فقراء مسلمین میں دیجائے، گویا عام ضابطہ بیان کیا جارہا ہے اہل یمن کی خصوصیت پیش نظر نہیں ہے۔

صرف پہلی صورت میں حدیث کا بظاہر تقاضا یہ ہوگا کہ زکوۃ ایک شہر کی دوسرے شہر میں منتقل نہ کی جائے اور اگر احتمال ثانی لیا جائے تو پھر حدیث میں اس کے برعکس جواز نقل کی طرف اشارہ ہوسکتا ہے۔

نقل زکوۃ کا مسئلہ مع اختلاف ائمہ: اس مسئلہ پر مصنف نے آگے ایک مستقل باب باندھا ہے: بَابٌ فِي الزَّكَاةِ هَلْ تُحْمَلُ مِنْ بَلَدٍ إِلَى بَلَدٍ؟ یہ مسئلہ علماء کے مابین اختلافی ہے۔ جمہور علماء ائمہ ثلاثہ عدم جواز نقل کے قائل ہیں۔ پس اگر کسی نے منتقل کی تو اصح قول کے مطابق عند المالکیہ جائز ہو جائے گی اور شافعیہ کے یہاں جائز نہ ہوگی علی الاصح، الا یہ کہ اس جگہ میں مستحقین زکوۃ موجود نہ ہوں اور ابن قدامہ[2] نے حنابلہ سے دونوں روایتیں نقل کی ہیں، اور حنفیہ کے نزدیک بلا ضرورت

---

[1] سنن ابن ماجہ — ص ۱۲۷ (طبع قدیمی)

[2] انہوں نے اصل مسئلہ بیان کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ امام احمدؒ کے یہاں ایک جگہ کی زکوۃ دوسری جگہ جو مسافت قصر پر واقع ہو وہاں لیجانا ناجائز ہے یعنی مسافت قصر کی تصریح کی ہے، ۱۲۔

ومصلحت نقل کرنا مکروہ ہے پس اگر مصلحۃً منتقل کی مثلاً اس وجہ سے کہ دوسری جگہ احتیاج زائد ہے یا قرابت اور رشتہ داری ہے، یا اصلح واورع یا انفع للمسلمین کیطرف زکوۃ منتقل کی تب کراہت نہیں ہے۔

امام بخاریؒ نے جو ترجمۃ الباب اس مسئلہ پر قائم فرمایا ہے اس سے بظاہر حنفیہ کے مسلک کی تائید معلوم ہوتی ہے بَابُ أَخْذِ الصَّدَقَةِ مِنَ الْأَغْنِيَاءِ وَتُرَدَّ فِي الْفُقَرَاءِ حَيْثُ كَانُوا یعنی اغنیاء سے زکوۃ لے کر فقراء کو دی جائے وہ فقراء جہاں بھی موجود ہوں۔ یہی مسلک لیث بن سعد اور ابن المنذر شافعی کا مختار ہے اور ایک قول امام شافعیؒ کا بھی ہے اور بقول ابن المنیرؒ شارح بخاری یہی مذہب امام بخاریؒ کا ہے اور حافظ صاحبؒ یوں کہتے ہیں: بظاہر مصنف کی مراد یہ ہے کہ اگر اس شہر میں فقراء نہ ہوں (جہاں کے اغنیاء کی زکوۃ ہے) تو پھر جہاں بھی فقراء ہوں وہاں بھیجی جائے یہی مسلک امام شافعیؒ کا ہے اھ [1]۔ غرض کہ حافظؒ یہ نہیں چاہتے کہ ترجمۃ البخاری حنفیہ کے موافق ہو۔ لامع الدراری [2] میں حضرت گنگوہیؒ کا ارشاد حدیث معاذؓ کی ترجمۃ البخاری سے مطابقت کے ذیل میں منقول ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت معاذؓ کو اہل کتاب کی طرف بھیجا تھا جیسا کہ حدیث میں تصریح ہے، لہذا یہ ضمیریں اہل کتاب ہی کی طرف راجع ہوں گی یعنی ان اہل کتاب سے (بعد اسلامهم) ان کی زکوۃ لے کر اہل کتاب ہی کیطرف رد کردو اور ظاہر ہے کہ وہ اہل کتاب صرف ایک ہی شہر یا قریہ میں نہیں ہوتے، مختلف مواضع میں تھے لہذا اس سے بھی عموم نکل آئیگا اھ۔ اس حدیث سے شراح نے اور بھی بعض مسائل زکوۃ مستنبط کئے ہیں جن کے ذکر کرنے میں تطویل ہے اور نہ استیعاب مقصود ہے۔

١٥٨٥ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ سِنَانٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الْمُعْتَدِي فِي الصَّدَقَةِ كَمَانِعِهَا».

ترجمہ: انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ زکوۃ وصول کرتے وقت اس میں واجب مقدار سے زیادہ لینے والے پر ایسے ہی گناہ ہو گا جیسا کہ اس شخص کو گناہ ہوتا ہے جو زکوۃ ادا نہیں کرتا۔

تخریج: جامع الترمذي - الزكاة (٦٤٦) سنن أبي داود - الزكاة (١٥٨٥) سنن ابن ماجه - الزكاة (١٨٠٨)

شرح الحدیث: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْمُعْتَدِي فِي الصَّدَقَةِ كَمَانِعِهَا: زکوۃ دینے میں یا وصول کرنے میں حد سے تجاوز کرنے والا مانند اس شخص کے ہے جو زکوۃ کو روکنے والا ہو۔ یہ حدیث مزکی اور ساعی دونوں سے متعلق ہو سکتی ہے جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہو رہا ہے۔ مزکی کا حد سے تجاوز کرنا یہ ہے کہ غیر مستحق کو زکوۃ دے یا ناقص زکوۃ دے، پوری ادا نہ کرے یا زکوۃ دیکر احسان جتائے اور اذیت پہونچائے یا مقدار واجب سے زیادہ دے ڈالے جس سے اہل و عیال کو پریشانی لاحق ہو اور ساعی کا حد سے تجاوز یہ ہے کہ زکوۃ میں بجائے متوسط مال کے اعلیٰ درجہ کا مال وصول کرے یا مقدار واجب سے زائد ظلماً لے

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج٣ ص ٣٥٧

[2] لامع الدراري على جامع البخاري - ج٢ ص ١٧٣

اس لئے کہ اس صورت میں پھر آئندہ سال مالک شاید زکوۃ نہ دے اور اپنے مال کا کتمان کرلے پورے کا یا بعض کا، تو چونکہ یہ ساعی منع زکوۃ کا سبب بنا اس لئے اس کو مانع یعنی زکوۃ سے روکنے والا قرار دیا گیا۔ بحمد اللہ تعالیٰ باب کی احادیث پر کلام پورا ہوا۔

٦۔ بَابُ رِضَا الْمُصَدِّقِ

زکوۃ وصول کرنے والے کو خوش رکھنے کا بیان

مصدق یعنی ساعی کو راضی کر دینا یعنی حسب طلب اس کو زکوۃ دیکر، امام نوویؒ نے صحیح مسلم کی شرح میں اس پر باب باندھا ہے: بَابُ إِرْضَاءِ السُّعَاةِ یہ ترجمہ زیادہ واضح ہے۔ باب کی پہلی حدیث میں جو حضرت بشیر بن الخصاصیہؓ سے مروی ہے یہ ہے کہ بعض صحابہؓ نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ بعض عمال زکوۃ لینے میں ہم پر زیادتی کرتے ہیں تو کیا وہ جتنی ہم پر زیادتی کرتے ہیں ہم اسکے بقدر اپنا مال ان سے چھپا سکتے ہیں؟ آپ نے انکو اس سے منع فرما دیا۔

دوسری حدیث میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے یہ فرمایا: سَيَأْتِيكُمْ رُكَيْبٌ مُبْغَضُونَ تمہارے پاس ایسے قافلے آئیں گے جو تمہارے نزدیک مبغوض ہوں گے یعنی جن سے تم کو بغض وعداوت ہوگی لیکن (مبغوض ہونے کے باوجود) جب وہ آئیں تو ان کو مرحبا کہو، ان کی آمد پر اظہار مسرت کرو اور جس مال کی زکوۃ لینے آئیں اسکو ان کے سامنے کر دو تاکہ اس میں جتنی زکوۃ بیٹھتی ہے وہ لے لیں۔

١٥٨٦- حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ حَفْصٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ رَجُلٍ، يُقَالُ لَهُ: دَيْسَمٌ، وَقَالَ ابْنُ عُبَيْدٍ مِنْ بَنِي سَدُوسٍ، عَنْ بَشِيرٍ ابْنِ الْخَصَاصِيَةِ، -قَالَ ابْنُ عُبَيْدٍ فِي حَدِيثِهِ: وَمَا كَانَ اسْمُهُ بَشِيرًا، وَلَكِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمَّاهُ بَشِيرًا- قَالَ: قُلْنَا: إِنَّ أَهْلَ الصَّدَقَةِ يَعْتَدُونَ عَلَيْنَا، أَفَنَكْتُمُ مِنْ أَمْوَالِنَا بِقَدْرِ مَا يَعْتَدُونَ عَلَيْنَا؟ فَقَالَ «لَا».

ترجمہ: بشیر بن خصاصیہ سے روایت ہے کہ محمد بن عبید نے اپنی حدیث میں کہا کہ ان کا نام بشیر نہیں تھا لیکن رسول اللہ ﷺ نے انکا نام بشیر رکھ دیا تھا...... فرماتے ہیں کہ ہم نے بشیر خصاصیہ سے عرض کیا کہ صدقہ لینے والے عامل ہم پر ظلم کرتے ہیں تو کیا جس قدر وہ ہم پر زیادتی کرتے ہیں ہم اپنے مال مویشی میں سے اتنا مال چھپا سکتے ہیں؟ تو حضرت بشیر خصاصیہؓ نے فرمایا کہ ایسا نہیں کر سکتے۔

١٥٨٧- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، وَيَحْيَى بْنُ مُوسَى، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ أَيُّوبَ بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ، إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ أَصْحَابَ الصَّدَقَةِ يَعْتَدُونَ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «رَفَعَهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ».

ترجمہ: معمر نے اپنی حدیث میں اس واقعے کو مرفوعا نقل کیا کہ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! صدقہ دینے والے لوگ ہم پر زیادتی کرتے ہیں الخ۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ عبد الرزاق نے معمر سے اس روایت کو مرفوعا نقل کیا ہے۔

شرح الأحاديث: زکوۃ وصول کرنے والوں کو مبغوض اس لئے فرمایا کہ وہ انسان سے ایسی چیز لینے آتے ہیں جو اس کو طبعاً

محبوب ہے یعنی مال تو گویا یہ لوگ اس لحاظ سے طبعاً مبغوض ہوئے اور یہ مطلب نہیں کہ وہ شرعاً بھی قابل بغض ہیں اس لئے کہ شرعاً مبغوض تو وہ اس وقت ہوسکتے ہیں جب وہ واقعی زکوٰۃ لینے میں ظلم وزیادتی کریں اور یہاں یہ بات ہے نہیں، اسلئے کہ یہ ان عمال کے بارے میں کہا جارہا ہے جو آپ کے زمانہ میں تھے اور ظاہر ہے کہ وہ ظلم کر نہیں سکتے اور بعض شراح نے اس حدیث کو ہر زمانہ کے لئے عام مانتے ہوئے اور ظلم کو اسکے ظاہر پر رکھتے ہوئے یہ کہا کہ آپ نے باوجود ظلم کے پوری زکوٰۃ دینے کا امر اسلئے فرمایا کہ پوری نہ دینے میں مخالفت سلطان ہے، اسلئے کہ عامل اس کا نائب ہوتا ہے اور مخالفت سلطان میں فتنہ ہے لیکن اس کو رد کردیا گیا کہ اگر یہ بات ہوتی تو آپ کتمان مال کی اجازت دے دیتے ظلم سے بچنے کے لئے اور اس صورت میں مخالفت بھی نہ پائی جاتی حالانکہ آپ نے ارباب اموال کو کتمان کی اجازت نہیں دی۔

تنبیہ: بَابٌ فِي زَكَاةِ السَّائِمَةِ کے شروع میں ایک حدیث گزری ہے جس میں یہ تھا: فَمَنْ سُئِلَهَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ عَلَى وَجْهِهَا فَلْيُعْطِهَا، وَمَنْ سُئِلَ فَوْقَهَا فَلَا يُعْطِهِ [1]۔ حدیث الباب بظاہر اس کے خلاف ہے یہ اشکال اور اس کا جواب وہیں گزر چکا۔

١٥٨٨ - حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَا: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ، عَنْ أَبِي الْغُصْنِ، عَنْ صَخْرِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جَابِرِ بْنِ عَتِيكٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «سَيَأْتِيكُمْ رُكَيْبٌ مُبْغَضُونَ. فَإِنْ جَاءُوكُمْ. فَرَحِّبُوا بِهِمْ. وَخَلُّوا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَبْتَغُونَ، فَإِنْ عَدَلُوا فَلِأَنْفُسِهِمْ، وَإِنْ ظَلَمُوا فَعَلَيْهَا، وَأَرْضُوهُمْ فَإِنَّ تَمَامَ زَكَاتِكُمْ رِضَاهُمْ. وَلْيَدْعُوا لَكُمْ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «أَبُو الْغُصْنِ هُوَ ثَابِتُ بْنُ قَيْسِ بْنِ غُصْنٍ».

ترجمہ: جابر بن عتیکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب تمہارے پاس زکوٰۃ لینے والوں کی جماعت آئیگی جن سے تمہیں طبعی طور پر بغض اور نفرت ہوگی۔ پس جب وہ لوگ تمہارے پاس آئیں تو تم لوگ انکو خوش آمدید کہنا، وہ تم سے زکوٰۃ میں جس طرح کا مال طلب کریں اسکو لینے کیلئے تم ان کو اور انکے مطلوبہ مال کے درمیان سے ہٹ جانا، پس اگر ان لوگوں نے زکوٰۃ کی وصولی میں حساب سے کام لیا تو ان کا اپنا فائدہ ہے اور اگر ان لوگوں نے زکوٰۃ کی وصولی میں ظلم کیا تو اسکا گناہ انہیں پر ہوگا۔ تم لوگ ان زکوٰۃ وصول کرنے والوں کو خوش رکھو، ان لوگوں کو خوش رکھنا تمہاری زکوٰۃ کی مکملات میں سے ہے اور زکوٰۃ وصول کرنے والے لوگوں کو چاہیئے کہ تمہارے لیے دعا کیا کریں۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں: ابوالغصن کا نام ثابت قیس بن غصن ہے۔

١٥٨٩ - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ يَعْنِي ابْنَ زِيَادٍ، ح وحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ، وَهَذَا حَدِيثُ أَبِي كَامِلٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ هِلَالٍ الْعَبْسِيُّ، عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: جَاءَ نَاسٌ يَعْنِي مِنَ الْأَعْرَابِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: إِنَّ نَاسًا مِنَ الْمُصَدِّقِينَ يَأْتُونَا

[1] سنن أبي داود – كتاب الزكاة – باب في زكاة السائمة ١٥٦٧

فَيَظْلِمُونَا، قَالَ: فَقَالَ: «أَرْضُوا مُصَدِّقِيكُمْ». قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، وَإِنْ ظَلَمُونَا؟ قَالَ: «أَرْضُوا مُصَدِّقِيكُمْ». زَادَ عُثْمَانُ: «وَإِنْ ظُلِمْتُمْ». قَالَ أَبُو كَامِلٍ فِي حَدِيثِهِ: قَالَ جَرِيرٌ: مَا صَدَرَ عَنِّي مُصَدِّقٌ بَعْدَ مَا سَمِعْتُ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا وَهُوَ عَنِّي رَاضٍ".

ترجمہ جریر بن عبداللہ فرماتے ہیں: کچھ دیہاتی لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: بہت سے صدقہ لینے والے عامل ہم سے زکوٰۃ وصول کے وقت ظلم وزیادتی کرتے ہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے زکوٰۃ وصول کرنے والوں کو خوش رکھا کرو۔ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! اگرچہ وہ ہم پر ظلم کریں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اپنے صدقہ وصول کرنے والوں کو خوش رکھا کرو۔ عثمان بن ابی شیبہ نے یہ اضافہ کیا کہ اگرچہ تم پر ظلم کیا جائے۔ ابو کامل راوی نے اپنی حدیث میں یہ زیادتی نقل کی کہ حضرت جریر نے فرمایا کہ جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان سنا اسکے بعد سے کوئی بھی عامل مجھ سے زکوٰۃ وصول کرکے واپس گیا تو وہ مجھ سے راضی خوشی ہی واپس لوٹا۔

تخریج صحيح مسلم - الزكاة (٩٨٩) جامع الترمذي - الزكاة (٦٤٧) سنن النسائي - الزكاة (٢٤٦٠) سنن النسائي - الزكاة (٢٤٦١) سنن أبي داود - الزكاة (١٥٨٩) سنن ابن ماجه - الزكاة (١٨٠٢) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٣٦٢) سنن الدارمي - الزكاة (١٦٧٠)

٧- بَابُ دُعَاءِ الْمُصَدِّقِ لِأَهْلِ الصَّدَقَةِ

زکوٰۃ وصول کرنے والا مالِ مویشی کی زکوٰۃ دینے والے کو دعا دے

حضور اکرم ﷺ کا معمول شریف تھا کہ جو شخص آپ کی خدمت میں اپنی زکوٰۃ لے کر آتا تو اس کو دعا سے نوازتے تھے، کتب فقہ میں بھی متصدق کے حق میں دعا کو مستحب لکھا ہے۔ فقہاء نے لکھا ہے: دعا دونوں کے حق میں مستحب ہے، مزکی بوقت ادا یہ کہے: اللَّهُمَّ اجْعَلْهَا مَغْنَمًا، وَلَا تَجْعَلْهَا مَغْرَمًا [1]، اور ساعی کو کہنا چاہیے آجَرَكَ اللهُ فِيمَا أَعْطَيْتَ، وَبَارَكَ لَكَ فِيمَا أَبْقَيْتَ، وَجَعَلَهُ لَكَ طَهُورًا [2]۔ ان میں سے پہلی دعا کو امام ابن ماجہؒ نے اپنی سنن میں بروایت ابوہریرہؓ مرفوعاً ذکر کیا ہے اور دوسری دعا جو ساعی کو کرنی چاہیے وہ یہاں حدیث الباب میں اسطرح ہے: اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ فُلَانٍ، امام بخاریؒ نے بھی اس پر مستقل باب قائم کیا ہے: بَابُ صَلَاةِ الْإِمَامِ وَدُعَائِهِ لِصَاحِبِ الصَّدَقَةِ اور پھر اس میں انہوں نے یہی ابن ابی اوفیؓ والی حدیث ذکر فرمائی ہے۔

١٥٩٠ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ، وَأَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى، قَالَ: كَانَ أَبِي مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ، وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَاهُ قَوْمٌ بِصَدَقَتِهِمْ، قَالَ: «اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ فُلَانٍ»، قَالَ: فَأَتَاهُ أَبِي بِصَدَقَتِهِ، فَقَالَ: «اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ أَبِي أَوْفَى».

---

[1] سنن ابن ماجه - كتاب الزكاة - باب ما يقال عند إخراج الزكاة ١٧٩٧

[2] مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح - ج ٤ ص ٢٣٤

ترجمہ: عبد اللہ بن ابی اوفی سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میرے والد ابو اوفی ان لوگوں میں سے ایک تھے جنہوں نے درخت کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کسی قبیلے کے لوگ اپنی زکوٰۃ صدقات لیکر حاضر ہوتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: اے اللہ! فلاں قبیلے والوں پر اپنی رحمت نازل فرما، عبد اللہ بن ابی اوفی کہتے ہیں کہ میرے والد بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی زکوٰۃ اور صدقات لیکر حاضر ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دعا دی: اے اللہ! ابو اوفی کے آل و اولاد پر اپنی خاص رحمت نازل فرما۔

تخریج: صحيح البخاري - الزكاة (١٤٢٧) صحيح البخاري - المغازي (٣٩٣٣) صحيح البخاري - الدعوات (٥٩٧٣) صحيح البخاري - الدعوات (٥٩٩٨) صحيح مسلم - الزكاة (١٠٧٨) سنن النسائي - الزكاة (٢٤٥٩) سنن أبي داود - الزكاة (١٥٩٠) سنن ابن ماجه - الزكاة (١٧٩٦) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٥٣/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٥٥/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٨١/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٨٣/٤)

شرح الحدیث: عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى، قَالَ: كَانَ أَبِي مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ الخ: عبد اللہ بن ابی اوفی فرماتے ہیں: میرے والد یعنی ابو اوفی (ان کا نام علقمہ بن خالد ہے) اصحاب الشجرہ میں سے تھے وہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں زکوٰۃ لے کر حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حسب معمول دعا میں اس طرح فرمایا: اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ أَبِي أَوْفَى۔ یہاں لفظ آل مقحم (زائد) ہے گاہے اسکو زائد کر دیا جاتا ہے جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ابو موسیٰ اشعری کی قراءت قرآن سن کر فرمایا تھا: لَقَدْ أُوتِيتَ مِزْمَارًا مِنْ مَزَامِيرِ آلِ دَاوُدَ[1]۔ یہاں بھی لفظ آل زائد ہے اسلئے کہ خوش الحانی جس کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدح فرما رہے ہیں وہ خود داؤد علیہ السلام کو حاصل تھی۔ شراح نے یہ بھی لکھا ہے کہ اسطرح لفظ آل کی زیادتی کسی جلیل القدر شخص کے حق میں کیجاتی ہے۔

اصحاب الشجرہ وہ صحابہ کرام ہیں جو بیعت الرضوان میں شریک تھے بیعت الرضوان مشہور بیعت کا نام ہے جو مقام حدیبیہ ۶ھ میں تحت الشجرۃ ہوئی تھی، جس کے بارے میں قرآن کریم میں ہے: لَقَدْ رَضِيَ اللهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ[2]، بظاہر اس آیت کی وجہ سے اس بیعت کو بیعت الرضوان کہتے ہیں۔

اس حدیث میں صلوٰۃ کا استعمال غیر نبی پر استقلالاً ہو رہا ہے جو جمہور کے نزدیک امت کے حق میں ممنوع ہے۔ اس کی پوری بحث کتاب الصلوٰۃ کے اخیر میں بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى غَيْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ میں (رقم الحديث ١٥٣٢ کے تحت) گزر چکی ہے۔

---

[1] صحيح البخاري - كتاب فضائل القرآن - باب حسن الصوت بالقراءة للقرآن ٤٧٦١، صحيح مسلم - كتاب صلاة المسافرين وقصرها - باب استحباب تحسين الصوت بالقرآن ٧٩٣

[2] تحقیق اللہ خوش ہوا ایمان والوں سے جب بیعت کرنے لگے تجھ سے اس درخت کے نیچے (سورۃ الفتح ١٨)

٨- بَابُ تَفْسِيرِ أَسْنَانِ الْإِبِلِ

اونٹوں کی عمروں کا تفصیلی بیان [1]

اس باب پر میں کہا کرتا ہوں کہ یہاں سنن ابوداؤد یعنی حدیث کی کتاب میں قاموس کا ایک باب آگیا۔ امام ابوداؤدؒ نے پڑھنے والوں کی سہولت کے لئے زکوۃ الابل کی احادیث میں اونٹوں کے جو مختلف اور عجیب عجیب نام آتے ہیں ان سب کی تشریح یکجا بیان فرمادی تاکہ لغت کی کتابوں کی طرف رجوع نہ کرنا پڑے، جزاہ اللہ عنا أحسن الجزاء۔

اسنان سن کی جمع ہے بمعنی عمر اور سن کے معنی دانت کے بھی آتے ہیں۔ دراصل جانوروں کی عمر کا پتہ ان کے اسنان یعنی دانتوں ہی سے چلتا ہے لہذا دونوں معنوں میں مناسبت ظاہر ہے۔

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُهُ مِنَ الرِّيَاشِيِّ، وَأَبِي حَاتِمٍ، وَغَيْرِهِمَا، وَمِنْ كِتَابِ النَّضْرِ بْنِ شُمَيْلٍ، وَمِنْ كِتَابِ أَبِي عُبَيْدٍ وَرُبَّمَا ذَكَرَ أَحَدُهُمُ الْكَلِمَةَ قَالُوا: يُسَمَّى الْحُوَارُ ثُمَّ الْفَصِيلُ، إِذَا فَصَلَ، ثُمَّ تَكُونُ بِنْتَ مَخَاضٍ لِسَنَةٍ إِلَى تَمَامِ سَنَتَيْنِ، فَإِذَا دَخَلَتْ فِي الثَّالِثَةِ، فَهِيَ ابْنَةُ لَبُونٍ، فَإِذَا تَمَّتْ لَهُ ثَلَاثُ سِنِينَ، فَهُوَ حِقٌّ وَحِقَّةٌ إِلَى تَمَامِ أَرْبَعِ سِنِينَ، لِأَنَّهَا اسْتَحَقَّتْ أَنْ تُرْكَبَ، وَيُحْمَلَ عَلَيْهَا الْفَحْلُ، وَهِيَ تَلْقَحُ، وَلَا يُلْقِحُ الذَّكَرُ حَتَّى يُثْنِيَ، وَيُقَالُ لِلْحِقَّةِ: طَرُوقَةُ الْفَحْلِ، لِأَنَّ الْفَحْلَ يَطْرُقُهَا إِلَى تَمَامِ أَرْبَعِ سِنِينَ، فَإِذَا طَعَنَتْ فِي الْخَامِسَةِ، فَهِيَ جَذَعَةٌ حَتَّى يَتِمَّ لَهَا خَمْسُ سِنِينَ، فَإِذَا دَخَلَتْ فِي السَّادِسَةِ، وَأَلْقَى ثَنِيَّتَهُ، فَهُوَ حِينَئِذٍ ثَنِيٌّ حَتَّى يَسْتَكْمِلَ سِتًّا، فَإِذَا طَعَنَ فِي السَّابِعَةِ سُمِّيَ الذَّكَرُ رَبَاعِيًا، وَالْأُنْثَى رَبَاعِيَةً إِلَى تَمَامِ السَّابِعَةِ، فَإِذَا دَخَلَ فِي الثَّامِنَةِ، وَأَلْقَى السِّنَّ السَّدِيسَ الَّذِي بَعْدَ الرَّبَاعِيَةِ، فَهُوَ سَدِيسٌ وَسَدَسٌ إِلَى تَمَامِ الثَّامِنَةِ، فَإِذَا دَخَلَ فِي التِّسْعِ وَطَلَعَ نَابُهُ، فَهُوَ بَازِلٌ، أَيْ بَزَلَ نَابُهُ - يَعْنِي طَلَعَ - حَتَّى يَدْخُلَ فِي الْعَاشِرَةِ، فَهُوَ حِينَئِذٍ مُخْلِفٌ، ثُمَّ لَيْسَ لَهُ اسْمٌ، وَلَكِنْ يُقَالُ: بَازِلُ عَامٍ، وَبَازِلُ عَامَيْنِ، وَمُخْلِفُ عَامٍ، وَمُخْلِفُ عَامَيْنِ، وَمُخْلِفُ ثَلَاثَةِ أَعْوَامٍ إِلَى خَمْسِ سِنِينَ، وَالْخَلِفَةُ: الْحَامِلُ قَالَ أَبُو حَاتِمٍ: "وَالْجَذُوعَةُ: وَقْتٌ مِنَ الزَّمَنِ لَيْسَ بِسِنٍّ، وَفُصُولُ الْأَسْنَانِ عِنْدَ طُلُوعِ سُهَيْلٍ". قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَأَنْشَدَنَا الرِّيَاشِيُّ:

إِذَا سُهَيْلٌ آخِرَ اللَّيْلِ طَلَعْ ۞ فَابْنُ اللَّبُونِ الْحِقُّ، وَالْحِقُّ جَذَعْ

لَمْ يَبْقَ مِنْ أَسْنَانِهَا غَيْرُ الْهُبَعْ

وَالْهُبَعُ: الَّذِي يُولَدُ فِي غَيْرِ حِينِهِ.

ترجمہ: امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اونٹوں کی عمروں کی یہ تفصیل ابوالفضل الریاشی اور ابوحاتم وغیرہ سے سنی ہے، نیز نضر بن شمیل اور ابوعبید قاسم بن سلام کی کتابوں میں بھی یہ تفسیر موجود ہے بسا اوقات کسی امر کی تفسیر میں جو تفسیر منقول

---

[1] مصنف نے اسنان ابل کی یہ تفسیر اسی طرح کتاب الحدود کی باب الدیات میں بھی بیان فرمائی ہے، ۱۲۔

ہوتی ہے اسکا کچھ حصہ ان مذکورہ علماء میں سے کسی ایک نے ذکر کیا ہوتا ہے...... ان علماء نے فرمایا: الحوار اس بچے کو کہتے ہیں جسکو اونٹنی جفتی ہے اور وہ ماں کے ساتھ ہی رہتا ہے۔ پھر جب اس بچے کو اس کی ماں سے الگ کر دیا جاتا ہے تو اس کو فصیل کہتے ہیں۔ پھر جب یہ بچہ ایک سال کا ہو چکا ہو تو اس عمر سے لیکر دوسرے سال کے مکمل ہونے تک اسکو بنت مخاض کہتے ہیں۔ پھر اونٹنی کا بچہ جب اپنی عمر کے تیسرے سال میں داخل ہو جائے تو اسکو بنت لبون کہتے ہیں۔ پھر جب اونٹنی کے بچے کی عمر تین سال پوری ہو جائے تو اسکو حق کہتے ہیں اور اسکی مؤنث کو حقہ کہتے ہیں کیونکہ یہ اونٹنی کی بچی اس قابل ہو جاتی ہے کہ اس پر سواری کی جاسکے اور یہ مؤنث اونٹنی اس قابل ہو جاتی ہے کہ اس پر (مذکر) جفتی کر سکے اور اس عمر کا مذکر تو جفتی کرنے کے قابل نہیں ہوتا یہاں تک کہ وہ پورے پانچ سال کا ہو جائے لیکن اس عمر میں مؤنث اونٹنی اس قابل ہو جاتی ہے کہ اسکو حمل ٹھہر سکے...... اور اس حقہ اونٹنی کو طروقۃ الفحل کہا جاتا ہے کیونکہ اسکا نر اونٹ اس سے جفتی کر سکتا ہے۔ چار سال عمر مکمل ہونے تک اسکو حق اور حقہ کہتے ہیں۔ جب اونٹنی کا بچہ عمر کے پانچویں سال میں داخل ہو جائے تو اسکو جزعہ کہتے ہیں...... پانچ سال مکمل ہونے تک...... جب اونٹنی اپنی عمر کے چھٹے سال میں داخل ہو جائے اور اپنے اگلے دو دانت نکال دے تو اسکو ثنی کہتے ہیں یہاں تک کہ وہ چھ سال کی ہو جائے...... جب اونٹنی اپنی عمر کے ساتویں سال میں داخل ہو جائے تو اسکے مذکر کو رباعی اور مؤنث کو رباعۃ کہتے ہیں، سات سال کی عمر مکمل ہونے تک یہی اسکا نام ہے۔ جب یہ اونٹنی عمر کے آٹھویں سال میں داخل ہو جائے اور اپنے چار دانتوں کے بعد والے سدیس دانت نکال دے تو اس اونٹنی کو سدیس اور سدس کہتے ہیں۔ جب اونٹنی اپنی عمر کے نویں سال میں داخل ہو اور اسکی کچلی (نوکدار دانت) نکل آئے تو اسکو بازل کہتے ہیں، لغت میں بذل نابہ کہتے ہیں یعنی اسکی کچلی باہر نکل آئی۔ جب اونٹ دسویں سال میں داخل ہو جائے تو اس اونٹ کو مخلف کہتے ہیں...... اس عمر کے بعد اونٹ کا کوئی نام نہیں لیکن دس سال سے عمر بڑھ جانے کے بعد پچھلے ناموں میں قید کا اضافہ کر دیا کرتے ہیں، مثلاً نویں سال کو داخل ہوئے ایک سال ہو چکا ہو تو اس کو بازل عام کہتے ہیں اور اگر دو سال ہو چکے ہوں تو اس کو بازل عامین کہتے ہیں اور اگر دس سال شروع ہوئے ایک سال گزر جائے تو اس کو مخلف عام کہتے ہیں اور اگر دو سال گزر جائیں تو اس کو مخلف عامین کہتے ہیں اور اگر دس سال شروع ہوئے تین سال گزر جائیں تو اسکو مخلف ثلاثۃ الاعوام کہتے ہیں اور اگر دس سال شروع ہوئے پانچ سال گزر چکے ہوں تو اس مخلف خمسہ اعوام کہتے ہیں۔ الخلف حاملہ اونٹنی کو کہتے ہیں۔ ابو حاتم نے فرمایا: جذوعہ اس وقت کہتے ہیں کہ جب اونٹنی کی عمر ایک خاص زمانے کو پہنچ جائے، دانت نکلنے سے اس کا کوئی تعلق نہیں اور اونٹوں کی عمروں میں تبدیلی سہیل نامی ستارے کے طلوع ہونے کے وقت ہوتی ہے۔ امام ابو داودؒ فرماتے ہیں کہ میرے استاد ابو الفضل ریاشی نے ہمیں یہ اشعار سنائے:

إِذَا سُهَيْلٌ آخِرَ اللَّيْلِ طَلَعْ — فَابْنُ اللَّبُونِ الْحِقُّ، وَالْحِقُّ جَذَعْ

لَمْ يَبْقَ مِنْ أَسْنَانِهَا غَيْرُ الْهُبَعْ

ترجمہ: ۔۔۔ جب سہیل نامی ستارہ پہلی رات طلوع ہوتا ہے تو اونٹ کو ابن اللبون کہتے ہیں اور کوئی اونٹ ابن لبون سے حقہ بن جاتا ہے اور حقہ اونٹ جذعہ بن جاتا ہے، اونٹ کی تمام عمروں کا ذکر آگیا سوائے ہبع کے اور ہبع اونٹنی کے اس بچے کو کہتے ہیں جو بے موسم کے پیدا ہو گیا ہو۔

تخریج: السنن الكبرى للبيهقي- كتاب الزكاة- جماع أبواب فرض الإبل السائمة- باب التفسير أسنان الإبل (۷۲۷۲)

شرح الحدیث: قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُهُ مِنَ الرِّيَاشِيِّ: ۔۔۔ مصنف نے اسنان ابل کی یہ تفسیر و تشریح جن جن علماء لغت وادب اور محدثین سے سنی ہے ان کا حوالہ دے رہے ہیں۔ ان میں سے بعض سے مصنف نے براہ راست سنا ہے اور بعض کی کتب وتصنیفات میں دیکھا ہے۔ ریاشی هو أبو الفضل عباس بن الفرج البصري النحوي ثقة (بذل[1])۔ منہل میں لکھا ہے کہ امام ابو داؤد نے ان سے اس کتاب میں صرف یہی تفسیر نقل کی ہے کوئی حدیث روایت نہیں کی[2] أبو حاتم محمد بن ادریس الرازي أحد الحفاظ (بذل[3])۔ حضرت نے بذل میں ان کی تعیین امام ابو حاتم رازی مشہور محدث سے کی ہے اسی طرح صاحب عون المعبود نے بھی لیکن صاحب منہل نے لکھا ہے: هو سهيل بن محمد بن عثمان السجستاني النحوي المقرئ اهـ[4]

والله أعلم بالصواب۔

وَمِنْ كِتَابِ النَّضْرِ بْنِ شُمَيْلٍ: ۔۔۔ نضر بن شمیل لغت اور ادب کے بہت بڑے امام ہیں اور ساتھ ہی حدیث کے بھی، ایسے ہی ابو عبیدہ قاسم بن سلام ان دونوں کی غریب الحدیث (لغات حدیث) میں کتاب مشہور ہیں۔

وَرُبَّمَا ذَكَرَ أَحَدُهُمُ الْكَلِمَةَ: ۔۔۔ یعنی یہ تفسیر جو میں نے نقل کی ہے اس میں بعض چیزیں تو ایسی ہیں جو ان حضرات میں سب سے منقول ہیں اور بعض حصہ اس کا ایسا ہے جو سب سے منقول نہیں بلکہ صرف بعض کے کلام میں ہے۔ اس تمہید کے بعد مصنف فرماتے ہیں: قَالُوا: يُسَمَّى الْحُوَارُ ثُمَّ الْفَصِيلُ، إِذَا فَصَلَ یعنی پیدا ہونے کے بعد سب سے پہلا نام اونٹنی کے بچہ کا حوار ہے جب تک وہ اپنی ماں کے ساتھ چلتا پھرتا ہے پھر جب وہ تقریباً ایک سال کا ہو جاتا ہے اور اپنی ماں سے جدا کر دیا جاتا ہے تو اس کو فصیل کہتے ہیں (اور فطیم بھی، فصال اور فطام دونوں ہم معنی ہیں) پھر اس کے بعد سے دو سال تک اس کو بنت مخاض کہتے ہیں۔ مخاض کے معنی حمل کے ہیں اور ماخض بمعنی حامل کیونکہ ایک سال پورا ہونے کے بعد دوسرے سال میں وہ اونٹنی دوبارہ حاملہ ہو جاتی ہے۔ فَإِذَا دَخَلَتْ فِي الثَّالِثَةِ پھر جب وہ بچہ دو سال کا ہو کر تیسرے سال میں داخل ہو جاتا ہے تو اس کی ماں جو گزشتہ سال حاملہ تھی اب وضع حمل کے بعد دودھ دینے لگتی ہے اس لئے اب اس کے بچہ کو بنت لبون کہتے ہیں۔ فَإِذَا تَمَّتْ لَهُ ثَلَاثُ سِنِينَ فَهُوَ

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود- ج ۸ ص ۹۵

[2] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود- ج ۹ ص ۱۹۳

[3] بذل المجهود في حل أبي داود- ج ۸ ص ۹۵

[4] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود- ج ۹ ص ۱۹۳

حِقٌّ وَحِقَّةٌ اور جب وہ بچہ پورے تین سال کا ہو کر چوتھے سال میں داخل ہوتا ہے تو چار سال پورے ہونے تک اسکو حقہ کہتے ہیں یعنی اگر مادہ ہو اور اگر نر ہو تو حق اس لئے کہ اس عمر میں پہونچکر اونٹ اور اونٹنی دونوں سواری کے قابل ہو جاتے ہیں اور صرف مادہ اس قابل ہو جاتی ہے کہ اس پر نر جفتی کر سکے لیکن نر اس عمر کا جفتی کے لائق نہیں ہوتا۔ یہی مطلب ہے اس جملہ کا جو آرہا ہے: وَهِيَ تَلْقَحُ، وَلَا يُلْقِحُ الذَّكَرُ حَتَّى يُثْنِيَ یعنی نر جفتی کے قابل نہیں ہوتا جب تک وہ ثنی نہ ہو جائے، ثنی وہ اونٹ ہے جو پانچ سال کا ہو کر چھٹے سال میں داخل ہو جائے جیسا کہ آگے خود کتاب میں آجائیگا: فَإِذَا طَعَنَتْ فِي الْخَامِسَةِ، فَهِيَ جَذَعَةٌ حَتَّى يَتِمَّ لَهَا خَمْسُ سِنِينَ۔ پھر جب چار سال پورے کر کے پانچویں میں داخل ہوتا ہے تو اس کو اگر مادہ ہو جذعہ اور نر ہو تو جذع کہتے ہیں [1]۔

فائدہ: لغت میں لکھا ہے کہ جذع ہر حیوان کا الگ ہوتا ہے، گائے، بیل اور گھوڑے میں جذع وہ ہے جو تیسرے سال میں ہو اور اونٹ میں جو پانچویں سال میں ہو اور بکری میں وہ ہے جو دوسرے سال میں ہو۔

آگے کتاب میں یہ بات آرہی ہے کہ اونٹ کا اس عمر میں یہ نام یعنی جذع کسی دانت کے نکلنے یا گرنے کے اعتبار سے نہیں ہے جیسے بعض اور دوسرے نام۔ چنانچہ فرماتے ہیں: وَالْجُذُوعَةُ: وَقْتٌ مِنَ الزَّمَنِ لَيْسَ بِسِنٍّ یعنی اونٹ کا جذع ہونا بس یہ ایک خاص زمان عمر کے اعتبار سے ہے، سن یعنی دانت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

فَإِذَا دَخَلَتْ فِي السَّادِسَةِ، وَأَلْقَى ثَنِيَّتَهُ، فَهُوَ حِينَئِذٍ ثَنِيٌّ: جب اونٹنی پورے پانچ سال کی ہو کر چھٹے سال میں داخل ہو اور اپنے ثنایا اس نے گرا لئے ہوں تو اس کو ثنی کہتے ہیں اور مادہ ہو تو ثنیہ۔ ثنیہ دراصل سامنے کے اوپر نیچے کے دو دانت کو کہتے ہیں جس کی جمع ثنایا آتی ہے، پانچ سال کے بعد جب اونٹ کے سامنے کے دانت گر جاتے ہیں (دودھ کے دانت) اس وقت اس کو ثنیہ کہتے ہیں۔

فائدہ: ثنیہ ہر جانور کا الگ ہوتا ہے، گائے بکریوں میں وہ جو تیسرے سال میں ہو اور خیل میں وہ جو چوتھے سال میں ہو اور اونٹ میں وہ جو چھٹے سال میں ہو۔

فَإِذَا طَعَنَ فِي السَّابِعَةِ سُمِّيَ الذَّكَرُ رَبَاعِيًا، وَالْأُنْثَى رَبَاعِيَةً. رباعیہ دراصل اس دانت کو کہتے ہیں جو ثنیہ اور ناب [2] (کچلی) کے درمیان میں ہوتا ہے دونوں طرف اوپر نیچے جو کل چار ہوتے ہیں، تو چونکہ اس عمر میں اونٹ کا یہ دانت گر جاتا ہے اسلئے اسکو رباعی کہتے ہیں۔

فَإِذَا دَخَلَ فِي الثَّامِنَةِ، وَأَلْقَى السِّنَّ السَّدِيسَ الَّذِي بَعْدَ الرَّبَاعِيَةِ، فَهُوَ سَدِيسٌ وَسَدَسٌ: یعنی جب آٹھویں سال میں

---

[1] جذع دراصل کمسن جانور کو کہتے ہیں اور اس کا استعمال انسانوں میں جوان آدمی کے معنی میں بھی ہوتا ہے جیسے ورقہ بن نوفل کے کلام میں آپ صحیح بخاری میں پڑھ چکے ہیں: يَا لَيْتَنِي فِيهَا جَذَعًا۔ (بخاری برقم الحدیث ٦٥٨١) نیز واضح رہے کہ جذع اسنان زکوۃ کی انتہاء ہے، اس سے زائد عمر کا اونٹ زکوۃ میں واجب نہیں ہوتا حالانکہ قربانی اس کی درست نہیں جب تک مسنہ نہ ہو یعنی چھ سال کا، ۱۲۔

[2] یہ جو ہم نے لکھا ہے یہ تو انسان کے اعتبار سے ہے اور اونٹ کے لحاظ سے یوں کہا جائے گا کہ رباعیہ وہ دانت ہے جو ثنیہ اور سدس کے درمیان ہوتا ہے کما سیاتی فتامل وتشکر ۱۲۔

پہونچے اور سن سدیس اس کا گر جائے تو اب اس کو سدیس اور سدس کہتے ہیں۔ سدس اس دانت کو کہتے ہیں جو رباعیہ کے بعد ناب سے پہلے ہے۔ یہ چار ہوتے ہیں، دو نیچے رباعیہ کے دائیں بائیں اور اسی طرح دو اوپر رباعیہ کے دائیں بائیں ان کو قوارح کہتے ہیں، لیکن انسان کے منہ میں رباعیہ کے بعد ناب ہی ہوتا ہے، رباعیہ اور ناب کے درمیان کوئی اور دانت نہیں ہوتا (کذا یستفاد من العون عن لسان العرب [1])۔ چنانچہ کتب تجوید میں دانتوں کی تفصیل میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

فَإِذَا دَخَلَ فِي التِّسْعِ وَطَلَعَ نَابُهُ، فَهُوَ بَازِلٌ: جب اونٹ نویں سال میں داخل ہوتا ہے تو اسکا ناب (کچلی نوکدار دانت) نکل آتا ہے تو اسکو بازل کہتے ہیں۔ بزل کے معنی شق (چیرنا) کے ہیں چونکہ یہ دانت اپنی جگہ کے گوشت کو چیر کر باہر نکلتا ہے اسی لئے اسکو بازل کہتے ہیں (یوں تو سارے ہی دانت گوشت کو چیر کر باہر نکلتے ہیں لیکن وجہ تسمیہ میں اطراد شرط نہیں یعنی جہاں بھی وجہ تسمیہ پائی جائے وہاں تسمیہ بھی پایا جائے یہ کوئی ضروری نہیں ہے)۔

حَتَّى يَدْخُلَ فِي الْعَاشِرَةِ، فَهُوَ حِينَئِذٍ مُخْلِفٌ، ثُمَّ لَيْسَ لَهُ اسْمٌ: یعنی مخلف کے بعد پھر کوئی خاص نام نہیں ہے بلکہ پہلے ہی نام میں قیود بڑھاتے چلے جاتے ہیں، مثلاً بازل عام، بازل عامین، مخلف عام، مخلف عامین یعنی ایک سال کا بازل، دو سال کا بازل، ایک سال کا مخلف، دو سال کا مخلف جس طرح عربی زبان میں عشر کے بعد اعداد کے نام مستقل نہیں ہیں، بلکہ پچھلے عدد کے ساتھ قیود لگاتے جاتے ہیں، احد عشر، ثانی عشر وغیرہ۔

قَالَ أَبُو حَاتِمٍ: وَالْجَذُوعَةُ الخ: قد مر شرحه قريبا۔

وَفُصُولُ الْأَسْنَانِ عِنْدَ طُلُوعِ سُهَيْلٍ: ہر چیز کی ایک فصل اور موسم ہوتا ہے اسی طرح نتاج ابل (اونٹوں کی پیدائش) کی بھی ایک خاص فصل ہے جس میں عام طور سے اونٹ بیاتے ہیں۔ اس فصل کے آنے پر اونٹوں کے بچوں کا سال پورا ہوتا رہتا ہے ایک سال والا دو سال کا ہو جاتا ہے اور دو والا تین سال کا ہو جاتا ہے اور وہ موسم ہے طلوع سہیل کا، یعنی سہیل نامی ستارہ جس زمانہ میں شروع رات میں طلوع ہونے لگے تب سمجھو کہ اونٹوں کے بیانے کا زمانہ آگیا اسی زمانہ میں درختوں کے پھل پکتے ہیں جس کو موسم ربیع کہتے ہیں۔

شعر: إِذَا سُهَيْلٌ آخِرَ اللَّيْلِ طَلَعْ ... فَابْنُ اللَّبُونِ الْحِقُّ، وَالْحِقُّ جَذَعْ

لَمْ يَبْقَ مِنْ أَسْنَانِهَا غَيْرُ الْهُبَعْ

آخری بیت کا مطلب یہ ہے کہ ان اشعار میں سب اونٹوں کی عمروں کا ذکر آگیا بس ایک کا ذکر رہ گیا وہ وہ ہے جس کو ھُبَع کہتے ہیں اور ھُبَع اونٹنی کے اس بچہ کو کہتے ہیں جو بے موسم پیدا ہو، مثلاً اول صیف میں یا آخر ربیع میں۔ (منہل [2]) الحمد للہ اس باب کی

[1] لسان العرب لابن منظور — ج٦ ص٢١٥، عون المعبود شرح سنن أبي داود — ج٩ ص١٧٦٣

[2] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج ٩ ص١٩٤

شرح پوری ہوئی۔

٩۔ بَابُ أَيْنَ تُصَدَّقُ الْأَمْوَالُ؟

زکوٰۃ وصول کرنے والا شخص مال مویشی والوں سے کس مقام پر زکوٰۃ وصول کرے گا؟
یعنی مواشی کی زکوٰۃ کس جگہ وصول کی جائے؟

١٥٩١ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «لَا جَلَبَ، وَلَا جَنَبَ، وَلَا تُؤْخَذُ صَدَقَاتُهُمْ إِلَّا فِي دُورِهِمْ»[1].

ترجمہ: عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ کی سند سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ زکوٰۃ وصول کرے والا شخص کسی دور جگہ پر مت جاکر بیٹھ جائے اور یوں نہ کہے کہ مال مویشی والے لوگ اپنے اموال کی زکوٰۃ لیکر میرے پاس حاضر ہوں اور نہ ہی مال مویشی کے مالک اپنے مویشی اتنی دور دراز مقام پر لے جائیں جہاں ساعی کو زکوٰۃ کی وصولی میں مشقت اٹھانی پڑے۔ لوگوں سے ان کے مویشیوں کی زکوٰۃ انکے محلوں اور قبیلوں سے ہی وصول کیجائے۔

١٥٩٢ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي، يَقُولُ: عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ فِي قَوْلِهِ: «لَا جَلَبَ، وَلَا جَنَبَ»، قَالَ: أَنْ تُصَدَّقَ الْمَاشِيَةُ فِي مَوَاضِعِهَا، وَلَا تُجْلَبَ إِلَى الْمُصَدِّقِ، وَالْجَنَبُ عَنْ [غَيْرِ] هَذِهِ الْفَرِيضَةِ أَيْضًا: لَا يُجْنَبُ أَصْحَابُهَا، يَقُولُ: وَلَا يَكُونُ الرَّجُلُ بِأَقْصَى مَوَاضِعِ أَصْحَابِ الصَّدَقَةِ فَتُجْنَبُ إِلَيْهِ، وَلَكِنْ تُؤْخَذُ فِي مَوْضِعِهِ.

ترجمہ: محمد بن اسحاق نے لَا جَلَبَ وَلَا جَنَبَ کی تفسیر میں فرمایا کہ جلب کی صورت یہ ہے کہ مویشیوں کی زکوٰۃ انکے مقامات سے ہی لی جائے گی اور ساعی کے پاس ان مویشیوں کو کھینچ کر نہیں لے جائے گا اور جنب کی تفسیر یہ ہے کہ اسی طرح مویشی کے مالکوں کو تنگ کرکے دور مقام پر نہ بلایا جائے یعنی زکوٰۃ وصول کرنے والا ایسا نہ کرے کہ مال مویشی کے مالکوں کی جگہ سے دور جاکر بیٹھ جائے اور مال مویشی کے مالک اپنے مویشی لیکر اسکے پاس آئیں لیکن زکوٰۃ اسی جگہ وصول کی جائے جہاں مویشیوں کے مالک کا علاقہ اور محلہ ہے۔

تخریج: سنن أبي داود– الزكاة (١٥٩١) سنن أبي داود - الجهاد (٢٥٨١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/٢١٥) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/٢١٦).

---

[1] مسند أحمد (مسند المكثرين من الصحابة - مسند عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله عنهما ٦٧٢٣) کی روایت کے الفاظ اس طرح ہیں: تُؤْخَذُ صَدَقَاتُ الْمُسْلِمِينَ عَلَى مِيَاهِهِمْ۔ اس روایت کا تعلق صرف مواشی سے ہے اور ابوداؤد کی روایت کے الفاظ عام ہیں خواہ زکوٰۃ مواشی کی ہو یا دوسرے مال کی۔ بہر حال ان حدیثوں سے معلوم ہو رہا ہے کہ ساعی کا فرض ہے کہ وہ زکوٰۃ لوگوں کے گھروں اور تالابوں پر جاکر وصول کرے نہ یہ کہ زکوٰۃ دینے والے اپنی زکوٰۃ اس تک پہونچائیں۔ (سبل السلام الموصلة إلى بلوغ المرام - ج ٤ ص ١٨)۔

شرح الأحادیث جلب اور جنب ہر ایک کے شراح نے دو دو معنی لکھے ہیں ایک کا تعلق کتاب الزکوۃ سے ہے اور دوسرے معنی کا تعلق کتاب الجہاد سے، اسی لئے یہ حدیث دونوں جگہ ذکر کی جاتی ہے۔ چنانچہ مصنف نے بھی اس کو دونوں جگہ ذکر کیا ہے اور امام نسائی [1] وابن ماجہ نے صرف کتاب الجہاد میں اور امام ترمذیؒ نے صرف کتاب النکاح میں باب الشغار [2] میں۔

پہلے معنی جلب کے یہ ہیں کہ سعاۃ (زکوۃ وصول کرنیوالے) جو مواشی کی زکوۃ لینے کے لئے جائیں تو ایسی جگہ جاکر ٹھہریں جو مواشی سے بہت دور فاصلہ پر ہو اور وہاں ٹھہر کر ارباب اموال سے کہیں کہ اپنے مواشی کو یہاں لاؤ تاکہ ہم ان کو دیکھ کر ان کی زکوۃ لیں۔ یہ معنی ہیں جلب کے جس سے اس حدیث میں منع کیا گیا ہے وہ ظاہر ہے کہ اس میں زکوۃ دینے والوں پر پریشانی ومشقت ہے اور دوسرے معنی جلب کے یہ ہیں کہ مسابقہ خیل (گھوڑ دوڑ) کے وقت احد المتسابقین کسی اپنے آدمی کو مقرر کردے کہ جب سباق شروع ہو تو میرے گھوڑے کو بھگانے کیلئے خوب چلانا اکسانا تاکہ میرا گھوڑا آگے نکل جائے۔ اس سے منع کیا گیا ہے اس لئے کہ اصول مسابقت اور دیانت کے خلاف ہے۔

اور جنب کے پہلے معنی یہ ہیں کہ ارباب اموال جب دیکھیں کہ زکوۃ وصول کرنیوالوں کے آنے کا وقت قریب ہے تو وہ ان کو پریشان کرنے کیلئے اپنے مال (حیوانات) کو بہت دور لیجاکر ٹھہرالیں تاکہ سعاۃ کو زکوۃ لینے کیلئے وہیں جانا پڑے اور دوسرے معنی جنب کے یہ ہیں کہ میدان گھوڑ دوڑ میں احد المتسابقین جب مسابقت شروع ہو تو اپنے ساتھ برابر میں ایک دوسرے گھوڑے کو بھی لے لے تاکہ آگے چل کر جب دیکھے کہ میرا گھوڑا سست ہورہا ہے تو فوراً وہ پہلے گھوڑے کی پشت پر سے اس برابر والے گھوڑے پر آجائے۔ اس سے بھی منع کیا گیا ہے یہ بھی غلط بات ہے اس لئے کہ مسابقت جس گھوڑے کے ساتھ طے تھی یہ وہ نہیں ہے۔

یہاں ایک تیسری چیز بھی ہے تلقی الجلب جسکا تعلق کتاب البیوع سے ہے . أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ تَلَقِّي الْجَلَبِ [3] یعنی مال مجلوب کا استقبال کر کے اس کو خرید لینا۔ مال مجلوب وہ مال جس کو دیہات سے دیہاتی شہر میں برائے فروخت لارہے ہوں تو کوئی شخص اس مال کو قبل اس کے کہ وہ شہر کی منڈی میں پہونچے (اور وہاں پہونچ کر صحیح نرخ میں فروخت ہو) یہ شخص اس کو راستہ ہی میں خرید لے اس سے منع اس لئے کیا گیا کہ اس میں اندیشہ ہے تلبیس سعر کا کہ اس دیہاتی کو دھوکہ دیکر اس سے سستا خرید لے۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ فِي قَوْلِهِ: «لَا جَلَبَ. وَلَا جَنَبَ» محمد بن اسحاق جلب اور جنب کی تفسیر کررہے ہیں جلب کی یہ کی کہ جس جگہ مواشی پہلے سے ہیں وہیں جاکر ساعی کو زکوۃ وصول کرنی چاہیے یہ نہیں کہ مزکی اپنی زکوۃ ساعی کے پاس لیکر جائے۔

---

[1] سنن النسائي- كتاب الخيل- باب الجلب ٣٥٩٠

[2] جامع الترمذي- كتاب النكاح- باب ما جاء في النهي عن نكاح الشغار ١١٢٣

[3] سنن أبي داود- كتاب البيوع- باب في التلقي ٣٤٣٧

والجنب[1] على هذه الطريقة أيضا لا يجنب أصحابها: یہاں ابوداؤد کے نسخے مختلف ہیں جو الفاظ جس نسخہ کے ہم نے اختیار کئے وہی زیادہ درست ہے مطلب یہ ہے کہ جس قسم کی ہدایت لا جلب میں ساعی کو دی گئی ہے اسی طرح لا جنب میں اصحاب المواشی کو دی گئی ہے کہ ان کو بھی یہ نہ چاہئے کہ اپنا مال معروف جگہ چھوڑ کر کسی دور جگہ لے کر چلے جائیں کہ اس صورت میں ساعی پر مشقت پڑے گی۔

ولا يكون الرجل بأقصى مواضع أصحاب الصدقة: یہ محمد بن اسحاق والی ہی تفسیر چل رہی ہے غالباً یہ لا جنب کی دوسری تفسیر ہے اور یہ وہی ہے جو معنی لا جلب کے بیان کئے گئے اور اس صورت میں گویا جلب اور جنب دونوں ہم معنی ہو جائیں گے اور اس کو تاکید پر محمول کیا جائیگا اور پہلی صورت میں بجائے تاکید تاسیس ہوگی، وهو الأولى، هذا ما عندي، والله تعالى أعلم۔

١٠- باب الرجل يبتاع صدقته

ایک آدمی اپنی صدقہ کی ہوئی شئ کو خرید سکتا ہے یا نہیں خرید سکتا؟

صدقہ کرنے کے بعد متصدق کا متصدق علیہ سے اس چیز کو خرید لینا۔ حدیث الباب سے اسکا عدم جواز معلوم ہوتا ہے امام بخاریؒ نے بھی اس پر باب باندھا ہے: هل يشتري صدقته؟ اور اس کے ذیل میں یہی حدیث ابن عمرؓ ذکر کی ہے جو یہاں ہے۔

١٥٩٣- حدثنا عبد الله بن مسلمة، عن مالك، عن نافع، عن عبد الله بن عمر، أن عمر بن الخطاب رضي الله عنه حمل على فرس في سبيل الله، فوجده يباع، فأراد أن يبتاعه، فسأل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ذلك، فقال: «لا تبتعه، ولا تعد في صدقتك».

ترجمہ: حضرت عمرؓ بن خطاب نے اللہ کے راستے میں ایک شخص کو گھوڑے کی سواری کا اختیار دیا (بایں طور کہ اس مجاہد کو اپنے گھوڑے کا مالک بنا دیا) تو حضرت عمرؓ نے دیکھا وہ گھوڑا فروخت ہو رہا ہے تو حضرت عمرؓ نے اس گھوڑے کو خریدنے کا ارادہ فرمایا۔ چنانچہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس گھوڑے کے خریدنے کے متعلق دریافت فرمایا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے عمرؓ تم اپنے اس گھوڑے کو مت خریدو اور تم اپنے صدقے کو واپس اپنے پاس مت رکھو۔

تخریج: صحيح البخاري - الزكاة (١٤١٨) صحيح البخاري - الوصايا (٢٦٢٣) صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٨٠٩) صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٨٤٠) صحيح مسلم - الهبات (١٦٢١) سنن النسائي - الزكاة (٢٦١٦) سنن النسائي - الزكاة (٢٦١٧) سنن أبي داود - الزكاة (١٥٩٣) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٢٥/١) مسند أحمد - مسند المكثرين

---

[1] یہاں اختلاف نسخ ہے، شیخ عوامہ نے اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے وہ لکھتے ہیں: «عن هذه الفريضة» الضبة فوق «عن» من ص. ح. وعلى حاشية ك. ب بدل «عن»: «نسخة: غير». و«الفريضة» جاءت في م. ب. ع. ونسخة على حاشية ص. ك. س: الطريقة. وصحح عليها في ك. فالنص في م. ب. ع: والجنب عن هذه الطريقة أيضا. (كتاب السنن — ج ٢ ص ٢٣٨)

من الصحابة (٢/٥٥) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/١٠٣) موطأ مالك - الزكاة (٦٢٤) موطأ مالك - الزكاة (٦٢٥)

شرح حدیث عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَمَلَ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللهِ، فَوَجَدَهُ يُبَاعُ، فَأَرَادَ أَنْ يَبْتَاعَهُ.....فَقَالَ: «لَا تَبْتَعْهُ، وَلَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ»: حضرت عمرؓ نے کسی شخص کو ایک گھوڑے پر سوار کیا یعنی اس کو گھوڑا ہبہ فرمایا بطور صدقہ کے۔ چنانچہ بخاری کی روایت میں ہے: تَصَدَّقَ بِفَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللهِ [1]۔ اور ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے اس کو وقف کیا تھا، اب یہ کہ پھر اس کی بیع کیسے جائز ہوگئی؟ جواب دیا گیا کہ اس گھوڑے کو ہزال اور ضعف اس طرح لاحق ہوگیا تھا کہ وہ جہاد کے کام کا نہیں رہا تھا، واللہ اعلم۔ بہر حال روایت میں یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ اس گھوڑے کو وہ شخص فروخت کر رہا ہے تو انہوں نے چاہا کہ اس کو میں ہی خرید لوں (وہ اس گھوڑے کی خوبی کو جانتے ہوں گے وہ یہی کہ حضور ﷺ کا عطا کیا ہوا ہے)۔ حضور ﷺ سے اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے ان کو خریدنے سے منع فرمایا کہ صدقہ کرکے اس کو واپس مت لو۔ اس خریدنے کو آپ ﷺ نے عود فی الصدقة اس لئے فرمایا کہ ظاہر ہے وہ شخص، جب یہ خریدتے تو ضرور ان کی رعایت کرتا اور ثمن میں کمی کرتا ان کے احسان سابق کی وجہ سے تو جس قدر وہ ثمن میں کمی کرتا اس کے لحاظ سے گویا عمرؓ عود کرنے والے ہوتے۔

مذاہب ائمہ: امام احمدؒ کا مسلک یہی ہے کہ متصدق کا شراء اپنی صدقہ کی ہوئی چیز کا جائز نہیں مالکیہ کے یہاں بھی یہ ایک وجہ ہے اور یہی مذہب ہے ابن المنذرؒ شافعی کا۔ جمہور علماء کے نزدیک جائز ہے اور یہ حدیث نہی تنزیہ پر محمول ہے اور دلیل جمہور کی وہ حدیث ہے جو آگے بَابُ مَنْ يَجُوزُ لَهُ أَخْذُ الصَّدَقَةِ وَهُوَ غَنِيٌّ میں آرہی ہے: لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ إِلَّا لِخَمْسَةٍ: لِغَازٍ فِي سَبِيلِ اللهِ، أَوْ لِعَامِلٍ عَلَيْهَا، أَوْ لِغَارِمٍ، أَوْ لِرَجُلٍ اشْتَرَاهَا بِمَالِهِ [2]۔

فائدہ: ابن سعدؒ نے طبقات میں لکھا ہے کہ اس فرس کا نام ورد تھا اور وہ حضرت تمیم داریؓ کا تھا انہوں نے حضور ﷺ کو ہبہ کیا تھا، پھر آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ کو مرحمت فرمادیا تھا (بذل عن الحافظ [3])۔

١١- بَابُ صَدَقَةِ الرَّقِيقِ

غلام میں زکوٰۃ کے واجب ہونے کا بیان

١٥٩٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَيَّاضٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَيْسَ فِي الْخَيْلِ وَالرَّقِيقِ زَكَاةٌ، إِلَّا زَكَاةُ الْفِطْرِ فِي الرَّقِيقِ».

---

[1] صحيح البخاري - كتاب الزكاة - باب هل يشتري صدقته ١٤١٨

[2] سنن أبي داود - كتاب الزكاة - باب من يجوز له أخذ الصدقة وهو غني ١٦٣٥

[3] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٨ ص ١٠٢

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ نبی اکرم ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں: گھوڑے اور غلام میں زکوۃ واجب نہیں البتہ غلاموں کی طرف سے صدقہ فطر دینا لازمی ہے۔

تخریج: صحيح البخاري-الزكاة(١٣٩٤)صحيح البخاري-الزكاة(١٣٩٥)صحيح مسلم-الزكاة(٩٨٢)جامع الترمذي-الزكاة(٦٢٨) سنن النسائي-الزكاة(٢٤٦٧)سنن النسائي-الزكاة(٢٤٦٨)سنن النسائي-الزكاة(٢٤٦٩)سنن النسائي-الزكاة(٢٤٧٠)سنن النسائي -الزكاة(٢٤٧١)سنن النسائي-الزكاة(٢٤٧٢)سنن أبي داود-الزكاة(١٥٩٤)سنن ابن ماجه-الزكاة(١٨١٢)مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٢/٢٤٢)مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٢/٢٤٩)مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٢/٢٥٤)مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٢/٢٧٩)مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٢/٤٠٧)مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٢/٤١٠)مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٢/٤٢٠)مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٢/٤٣٢)مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٢/٤٦٩)مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٢/٤٧٠)مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٢/٤٧٧)موطأ مالك-الزكاة(٦١٢)سنن الدارمي-الزكاة(١٦٣٢)

شرح الحديث: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَيْسَ فِي الْخَيْلِ وَالرَّقِيقِ زَكَاةٌ، إِلَّا زَكَاةُ الْفِطْرِ فِي الرَّقِيقِ»: زکوۃ الخیل کا مسئلہ بَابٌ فِي زَكَاةِ السَّائِمَةِ کی حدیث نمبر: ١٥٧٤ قَدْ عَفَوْتُ عَنِ الْخَيْلِ وَالرَّقِيقِ کے ذیل میں گزر چکا۔ دوسرا مسئلہ یہاں عبد کا ہے، عبید تجارت میں زکوۃ تمام ائمہ کے نزدیک ہے خلافاً للظاہریۃ اور عبید خدمت میں بالاتفاق زکوۃ نہیں ہے، لیکن عبید تجارت میں صدقۃ الفطر ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے اور بھی اس میں بعض اختلافات ہیں جو ان شاء اللہ تعالیٰ باب صدقۃ الفطر کے ذیل میں آئیں گے۔

١٥٩٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِي عَبْدِهِ، وَلَا فِي فَرَسِهِ صَدَقَةٌ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ مسلمان کے غلام اور اسکے گھوڑے میں زکوۃ واجب نہیں۔

تخریج: صحيح البخاري-الزكاة(١٣٩٤)صحيح البخاري-الزكاة(١٣٩٥)صحيح مسلم-الزكاة(٩٨٢)جامع الترمذي-الزكاة(٦٢٨) سنن النسائي-الزكاة(٢٤٦٧)سنن النسائي-الزكاة(٢٤٦٨)سنن النسائي-الزكاة(٢٤٦٩)سنن النسائي-الزكاة(٢٤٧٠)سنن النسائي -الزكاة(٢٤٧١)سنن النسائي-الزكاة(٢٤٧٢)سنن أبي داود-الزكاة(١٥٩٥)سنن ابن ماجه-الزكاة(١٨١٢)مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٢/٢٤٢)مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٢/٢٤٩)مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٢/٢٥٤)مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٢/٢٧٩)مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٢/٤٠٧)مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٢/٤١٠)مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٢/٤٢٠)مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٢/٤٣٢)مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٢/٤٦٩)مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٢/٤٧٠)مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٢/٤٧٧)موطأ مالك-الزكاة(٦١٢)سنن الدارمي-الزكاة(١٦٣٢)

١٢ - بَابُ صَدَقَةِ الزَّرْعِ

زمین کی پیداوار میں عشر اور نصف واجب ہونے کا بیان

مسائل الباب کا تجزیہ: اس باب کا تعلق زرعی پیداوار کی زکوۃ سے ہے جس کو عشر کہتے ہیں۔ اس سلسلہ میں مصنف نے تو ایک ہی باب قائم کیا ہے اور امام ترمذیؒ نے تین باب قائم فرمائے ہیں جن میں سے ایک باب کا تعلق زروع وثمار کے نصاب سے ہے جس میں انہوں نے لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ [1] حدیث ذکر فرمائی ہے اور دوسرے باب کا مضمون یہ ہے کہ کس زمین کی پیداوار میں عشر واجب ہوتا ہے اور کون سی میں نصف العشر اور تیسرا باب ہے: مَا جَاءَ فِي زَكَاةِ الْخَضْرَاوَاتِ یعنی سبزیاں اور ترکاریاں، مقصد یہ ہے کہ زمین کی کن کن پیداوار میں صدقہ واجب ہوتا ہے، آیا سب میں یا صرف بعض میں؟

امام ابوداؤدؒ کی غرض اس باب سے یہ بتلانا ہے کہ کس زمین میں عشر واجب ہوتا ہے اور کونسی میں نصف العشر؟ رہا مسئلہ نصاب کا سو یہ اختلافی ہے جس پر کلام ہمارے یہاں بالکل شروع میں گزر چکا ہے۔ جمہور اسمیں باقاعدہ نصاب کے قائل ہیں حتی کہ صاحبین بھی اور امام اعظم ابوحنیفہؒ نصاب کے قائل نہیں ہیں بلکہ زمین کی پیداوار جتنی بھی ہو قلیل یا کثیر سب میں صدقہ کے قائل ہیں۔ یہ ایک اہم اختلاف ہے جو کسی قدر تفصیل سے بحمد اللہ شروع میں گزر چکا ہے۔

باقی یہ مسئلہ کہ زمین کی کس کس پیداوار میں صدقہ ہے؟ اس پر امام ابوداؤدؒ نے اگرچہ کوئی باب قائم نہیں فرمایا لیکن تکمیلاً للبحث اسکو ہم بیان کریں گے۔

١٥٩٦ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ الْهَيْثَمِ الْأَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْأَنْهَارُ وَالْعُيُونُ، أَوْ كَانَ بَعْلًا الْعُشْرُ، وَفِيمَا سُقِيَ بِالسَّوَانِي، أَوِ النَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ» [2]۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: جن کھیتوں کو آسمان سے اترنے والی بارش اور بڑی بڑی نہریں اور بڑے چشمے سیراب کریں یا پھر وہ ایسے کھیت ہوں کہ وہ اپنی جڑوں کے ذریعے خود ہی پانی پی لیں تو ان سب زمینوں کی پیداوار کا دسواں حصہ دینا لازمی ہے اور جو کھیت اونٹنی کے ذریعے سیراب کئے جائیں یا اونٹوں کے ذریعے ان کھیتوں میں پانی ڈالا جائے تو ایسے کھیتوں کی پیداوار کا بیسواں حصہ دینا ضروری ہے۔

---

[1] جامع الترمذي - كتاب الزكاة - باب ما جاء في صدقة الزرع والتمر والحبوب ٦٢٦

[2] شیخ عوامہ نے یہاں اختلاف نسخ ذکر کیا ہے جس کی طرف صاحب تقریر نے بھی اشارہ کیا ہے: جاء في م و حاشية ك آخر هذا الحديث: «قال أبو داود: البعل ما شرب بعروقه، ولم يعن في سقيه، وقال قتادة: البعل من النخل: مران»، والمران: الرماح الصلبة اللدنة، وقال أبو عبيد: المران: نبات الرماح. «اللسان». (كتاب السنن - ج ٢ ص ٣٣٩)

تخريج صحيح البخاري - الزكاة (١٤١٢) جامع الترمذي - الزكاة (٦٤٠) سنن النسائي - الزكاة (٢٤٨٨) سنن أبي داود - الزكاة (١٥٩٦) سنن ابن ماجه - الزكاة (١٨١٧)

شرح الحديث قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْأَنْهَارُ وَالْعُيُونُ، أَوْ كَانَ بَعْلًا الْعُشْرُ، وَفِيمَا سُقِيَ بِالسَّوَانِي، أَوِ النَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ: العشر اور اسی طرح نصف العشر ترکیب میں مبتداء مؤخر ہے اور فِيمَا سَقَتِ الخ، یہ خبر مقدم ہے سوانی جمع ہے سانیة کی، کنویں سے پانی لانیوالی اونٹنی اور نضح مصدر ہے اونٹ کے ذریعہ زمین کو سیر اب کرنا اور ناضح سیر اب کرنیوالا اونٹ، اس کی جمع نواضح آتی ہے، لیکن یہاں مراد تقابل کیوجہ سے مطلق کسی آلہ سے زمین سیر اب کرنا۔

أَوْ كَانَ بَعْلًا: بعل کی تفسیر کتاب کے بعض نسخوں میں اس طرح ہے: قال أبوداؤد: البعل ماشرب بعروقه ولم يتعن في سقيه۔ یعنی بعل وہ کھیتی یا درخت ہیں جو پانی اور تری کو اپنی جڑوں کے ذریعہ سے خود ہی کھینچ لیں اور ان میں آب پاشی کی ضرورت پیش نہ آئے اور بخاری وترمذی کی حدیث میں بعلاً کے بجائے أَوْ كَانَ عَثَرِيًّا ہے اور عثری کی تفسیر مظاہر حق میں یہ لکھی ہے: عثری اس زمین کو کہتے ہیں کہ پانی دیجاوے ساتھ عاثور کے اور عاثور کہتے ہیں ایک گڑھے کو کہ کھودا جاتا ہے زمین میں بطور تالاب کے اور اسمیں سے پانی (خود بخود) پہونچتا ہے کھیتی وغیرہ میں اور بعضوں نے کہا کہ عثری کہتے ہیں اس کھیتی کو کہ تر وتازہ رہتی ہے ہمیشہ بسبب قرب ہونے پانی کے اھ [1]۔ حاصل یہ کہ جس کھیت یا درختوں میں آب پاشی کی مشقت برداشت کرنی پڑتی ہے تو اس میں زکوٰۃ نصف العشر یعنی بیسواں حصہ واجب ہے اور جہاں ایسا نہیں ہے وہاں عشر واجب ہے۔ یہ مسئلہ تو یہاں حدیث میں مصرح ہے اور امام نوویؒ نے لکھا ہے کہ یہ مسئلہ متفق علیہ ہے لیکن اگر ایسا کھیت یا درخت ہوں جن میں کبھی آب پاشی کی نوبت آتی ہو اور کبھی نہیں، سو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر یہ دونوں چیزیں علی التساوی ہیں تو عند الجمہور اس میں ثلاثة ارباع العشر واجب ہے یعنی ایک ربع کم ایک عشر اور یہی ایک قول حنفیہ کا ہے اور مشہور قول ان کا نصف العشر ہے اور اگر احدھما أکثر من الآخر ہو تو حنفیہ وحنابلہ کے یہاں اکثر کا اعتبار ہے اور یہی ایک روایت مالکیہ وشافعیہ کی ہے اور دوسری روایت ان کی یہ ہے: يؤخذ من كل بحسابه۔ (منہل [2]) یعنی ہر ایک کا حساب الگ الگ کیا جائیگا۔

خضر اوات[3] میں وجوب عشر کا مسئلہ: اس حدیث کے اطلاق سے ثابت ہو رہا ہے کہ زرعی پیداوار میں وجوب عشر کیلئے نصاب شرط نہیں ہے لہذا یہ حدیث امام صاحب ومن وافقہ کی دلیل ہے وقد مر تحقیقه تحت حديث (١٥٥٨) "لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ"۔

---

[1] مظاہر حق جدید - ج ۲ ص ۱۹۵

[2] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ۹ ص ۱۹۹

[3] الخضراوات هي مالا يكال ولا يقتات۔ وہ اشیاء اور پیداوار جو نہ کیلی ہوں اور نہ از قبیل قوت انسان، ۱۲۔

اب آپ وہ مسئلہ لیجئے کہ زمین کی پیداوار میں سے کس کس نوع میں صدقہ واجب ہے اور کس میں نہیں؟ امام صاحب کے نزدیک زمین کی پیداوار میں جس طرح نصاب شرط نہیں اسی طرح کسی خاص پیداوار کی بھی تخصیص نہیں بلکہ ہر قسم کی پیداوار [1] میں عشر واجب مانتے ہیں خواہ وہ باقی رہنے والی چیز ہو جیسے غلہ، اناج اور یا نہ ہو جیسے خضراوات اور بقول یعنی ساگ سبزیاں اور پھل الا الحطب والقصب والحشيش [2] (بانس اور لکڑی اور گھاس) کہ ان میں عشر نہیں ہے۔

امام صاحبؒ کی دلیل: امام صاحب کا مستدل حدیث الباب ہے جو کہ متفق علیہ ہے صحیح بخاری و مسلم کی روایت ہے اور اس کے علاوہ عمومات قرآنیہ۔

اس مسئلہ میں صاحبین اور جمہور کا امام صاحب کے ساتھ اختلاف ہے۔ صاحبین کے نزدیک پیداوار میں جس طرح نصاب شرط ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا اسی طرح یہ بھی شرط ہے کہ وہ چیز بلا معالجہ و تدبیر کے ایک سال تک باقی رہنے والی ہو۔ فقہاء لکھتے ہیں: ماله ثمرة باقية [3]۔ لہذا ریاحین واوراد وبقول یعنی سبزیاں اور پھل پھول وغیرہ ان میں ان کے نزدیک عشر واجب نہیں [4] ہے اور ائمہ ثلاثہ باقیہ میں سے امام شافعیؒ وامام مالکؒ کا مسلک یہ ہے کہ عشر اس پیداوار میں واجب ہے جو قوت مدخر ہو یعنی آدمی کیلئے خوراک [5] وغذا ہو اور وہ ذخیرہ بنا کر رکھی جاسکتی ہو، مثلاً حنطة، شعیر، سلت، ذرة (جوار) عدس (مسور) حمص (چنا) وغیرہ لہذا جو چیز قوت نہ ہو جیسے خضراوات اس میں عشر واجب نہیں اور امام احمدؒ کے نزدیک عشر ہر ایسی پیداوار میں ہے جو کیلی ہو جیسے جملہ حبوب یعنی غلے اور باقی [6] رہنے والی اگرچہ قوت نہ ہو جیسے ثمار یابسة، تمر، زبیب تین (انجیر) اور کموں (زیرہ) فلفل (سیاہ مرچ) بزر القطن (بنولہ) سمسم (تل) وغیرہ ان سب میں عشر واجب ہے اور جو چیزیں باقی رہنے والی نہ ہوں جیسے عام پھل کمثری، تفاح، اور انجیر غیر یابس اور خضراوات کالقثاء والخیار والبطیخ والباذنجان وغیرہ وغیرہ ان میں واجب نہیں ہے۔

---

[1] پیداوار سے مراد یہ ہے کہ وہ ایسی شئ ہو جس کو زمین میں لوگ عادۃً بوتے ہیں اور اس سے مقصود استغلال یعنی کمائی اور آمدنی کا حصول ہو، بخلاف حطب اور حشیش وغیرہ کے کہ ان میں یہ بات نہیں پائی جاتی ہے بلکہ ان کو تو زمین سے دور کر کے صاف کیا جاتا ہے، ہاں اگر وہ قصب یا حشیش اس قسم کا ہو جس سے استغلال اور کمائی مقصود ہو تو اس میں بھی عشر واجب ہوگا۔

[2] اور اشجار گو قیمتی چیز ہیں لیکن ان میں عشر اس لئے واجب نہیں کہ ان کو زمین کے تابع قرار دیا گیا گویا وہ زمین کے جزء ہیں اور ذات ارض پر عشر نہیں ہے بلکہ اس کی پیداوار میں ہے، ۱۲ (زیلعی)۔

[3] تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق ج ۱ ص ۲۹۱

[4] مظاہر حق (جدید ج ۲ ص ۱۸۷) میں لکھا ہے: اور اختلاف کیا ہے بیچ ساگوں کے اور ترکاریوں کے اور میووں کے کہ برس دن نہ رہیں اور اماموں کے نزدیک واجب نہیں زکوۃ ان میں، اھ۔

[5] صفت اقتیات جس کے شافعیہ ومالکیہ قائل ہیں یہ مالکیہ کے یہاں تو عام ہے یعنی جس چیز میں قوت بننے کی صلاحیت ہو خواہ وہ بحالت مجبوری ہو اور شافعیہ کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے ان کے یہاں حالت اختیار کا اعتبار ہے حالت مجاعہ وضرورت میں قوت ہونا معتبر نہیں، ۱۲۔

[6] یعنی خشک کر کے باقی رکھی جاتی ہو، ۱۲۔

ایک مذہب یہاں اور ہے جس کو اختیار کیا ہے حسن بصریؒ، حسن بن صالحؒ، سفیان ثوریؒ، شعبیؒ نے وہ یہ کہ عشر صرف چار چیزوں میں واجب ہے: القمح، الشعير، زبيب، تمر، لحديث أبي موسى الأشعري ومعاذ حين بعثهما رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى اليمن يعلمان الناس أمر دينهم، فقال: «لا تأخذوا الصدقة إلا من هذه الأربعة: الشعير، والحنطة والزبيب والتمر». أخرجه الحاكم والدارقطني والطبراني والبيهقي[1] ـ ولحديث عمر رضي الله عنه إنما سنّ رسول الله صلى الله عليه وسلم الزكاة في هذه الأربعة (المذكورة قبل) رواه الدارقطني[2] ـ اور ابن ماجہ کی روایت میں اس میں ایک پانچویں شئ کا اضافہ ہے الذرة مگر ان سب روایات پر (جن میں عشر کا انحصار اشیاء اربعہ میں کیا گیا ہے) محدثین نے کلام فرمایا ہے۔ نیز یہ روایات ائمہ اربعہ کے بھی خلاف ہیں کیونکہ ائمہ اربعہ میں سے کسی کے نزدیک بھی عشر کا انحصار ان اشیاء اربعہ میں نہیں (منہل وغیرہ)۔

مذاہب ائمہ کا خلاصہ[3]: خلاصہ مذہب یہ ہے کہ امام شافعیؒ و مالکؒ کے نزدیک خضراوات یعنی سبزیوں اور پھلوں و پھولوں میں عشر واجب نہیں بلکہ صرف ان چیزوں میں ہے جن کا ادخار کیا جاتا ہو قوت ہونے کی حیثیت سے اور امام احمدؒ کے نزدیک جملہ کیلات اور باقی رہنے والی چیزوں میں ہے خواہ وہ قوت ہوں یا نہ ہوں، لہٰذا ترکاریوں اور سبزیوں میں تو عشر نہیں ہے کہ نہ وہ کیلی ہیں اور نہ باقی رہنے والی لیکن جو پھل وغیرہ خشک ہوں اور باقی رہنے والے ہوں ان میں عشر واجب ہے اگرچہ وہ از قبیل قوت نہیں، تقریباً یہی مسلک جو امام احمدؒ کا ہے صاحبین کا بھی ہے، تفاصیل میں اختلاف ہے۔

دلائل فریقین: اب رہ گیا مسئلہ دلیل کا، جمہور اور صاحبین کا استدلال تو اس حدیث سے ہے جس پر امام ترمذیؒ نے مستقل باب باندھا ہے لیکن حدیث کو انہوں نے ضعیف بھی قرار دیا ہے، وہ فرماتے ہیں: باب ما جاء في زكاة الخضراوات، عن عيسى بن طلحة، عن معاذ، أنه كتب إلى النبي صلى الله عليه وسلم يسأله عن الخضراوات وهي البقول؟ فقال: «ليس فيها شيء». إسناد هذا الحديث ليس بصحيح، وليس يصح في هذا الباب عن النبي صلى الله عليه وسلم شيء اهـ[4] ـ اور اس سے آگے انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ صحیح یہ ہے یہ حدیث مرسل ہے اس کو مسند قرار دینا صحیح نہیں یعنی موسیٰ بن طلحہ جو کہ تابعی ہیں وہ اس کو براہ راست بدون واسطہ معاذؓ کے حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ اس حدیث کو دارقطنی نے بھی روایت کیا ہے اور امام صاحب کا استدلال حدیث الباب یعنی حدیث ابن عمرؓ سے ہے جو کہ متفق علیہ ہے، بخاری و مسلم نے اس کی تخریج کی ہے۔

١٥٩٧ - حدثنا أحمد بن صالح، حدثنا عبد الله بن وهب، أخبرني عمرو، عن أبي الزبير، عن جابر بن عبد الله، أن رسول

---

[1] المستدرك على الصحيحين رقم الحديث ١٤٥٩ (ج١ص٥٥٨)، سنن الدارقطني رقم الحديث ١٩٢١ (ج٢ص٤٨٢)، السنن الكبرى للبيهقي رقم الحديث ٧٤٥١ (ج٤ص٢١٠)

[2] سنن الدارقطني رقم الحديث ١٩١٢ (ج٢ص٤٨٠)

[3] ہم نے تمام اختلافات و مذاہب ائمہ کو شروح حدیث و کتب فقہ کا مطالعہ کرکے لکھا ہے، واللہ الموفق، ١٢۔

[4] جامع الترمذي- كتاب الزكاة- باب ما جاء في زكاة الخضراوات ٦٣٨

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «فِيمَا سَقَتِ الْأَنْهَارُ وَالْعُيُونُ الْعُشْرُ، وَمَا سُقِيَ بِالسَّوَانِي فَفِيهِ نِصْفُ الْعُشْرِ».

ترجمہ: جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ جن کھیتوں کو بڑی بڑی نہر سیراب کریں (جیسے دجلہ، فرات کی نہر) اور جن کو چشمے سیراب کریں تو ان میں پیداوار کا دسواں حصہ دینا لازم ہے اور جن کھیتوں کو اونٹنی کے ذریعے سیراب کیا جائے تو ان میں پیداوار کا بیسواں حصہ دینا لازم ہے۔

تخریج: صحيح مسلم - الزكاة (٩٨١) سنن النسائي - الزكاة (٢٤٨٩) سنن أبي داود - الزكاة (١٥٩٧) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٤١/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٥٣/٣)

١٥٩٨ - حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ خَالِدٍ الْجُهَنِيُّ، وَحُسَيْنُ بْنُ الْأَسْوَدِ الْعِجْلِيُّ قَالَا: قَالَ وَكِيعٌ: «الْبَعْلُ الْكَبُوسُ الَّذِي يَنْبُتُ مِنْ مَاءِ السَّمَاءِ»، قَالَ: ابْنُ الْأَسْوَدِ، وَقَالَ يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ آدَمَ: سَأَلْتُ أَبَا إِيَاسٍ الْأَسَدِيَّ، عَنِ الْبَعْلِ، فَقَالَ: «الَّذِي يُسْقَى بِمَاءِ السَّمَاءِ»، وَقَالَ: النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ: "الْبَعْلُ: مَاءُ الْمَطَرِ".

ترجمہ: وکیع فرماتے ہیں کہ حدیث میں مذکور بعل اس کھیتی کو کہتے ہیں جو آسمان سے اترنے والی بارش کے ذریعے خوشوں کو اگادے۔ ابن الاسود نے کہا کہ یحیٰی بن آدم نے کہا کہ میں نے ابو ایاس اسدی سے اس بعل کھیت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ اس کھیت کو بعل کہتے ہیں جو بارش کے ذریعے از خود سیراب ہو جائے۔

١٥٩٩ - حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ، عَنْ شَرِيكِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ، فَقَالَ: «خُذِ الْحَبَّ مِنَ الْحَبِّ، وَالشَّاةَ مِنَ الْغَنَمِ، وَالْبَعِيرَ مِنَ الْإِبِلِ، وَالْبَقَرَةَ مِنَ الْبَقَرِ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «شَبَرْتُ قِثَّاءَةً بِمِصْرَ ثَلَاثَةَ عَشَرَ شِبْرًا، وَرَأَيْتُ أُتْرُجَّةً عَلَى بَعِيرٍ بِقِطْعَتَيْنِ قُطِّعَتْ وَصُيِّرَتْ عَلَى مِثْلِ عِدْلَيْنِ».

ترجمہ: معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو یمن کی جانب روانہ فرمایا تو اسوقت ان سے فرمایا کہ تم غلے کی زکوٰۃ میں غلہ اور اناج وصول کرنا اور بکریوں کی زکوٰۃ میں بکری وصول کرنا اور اونٹوں کی زکوٰۃ لینے میں اونٹ وصول کرنا اور گائے کی زکوٰۃ میں گائے وصول کرنا۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے مصر کی ایک ککڑی کو بالش سے ناپا تو وہ تیرہ بالش کی تھی اور میں نے ایک نارنگی دیکھی جسکے دو ٹکڑے کرکے ایک اونٹ پر رکھ دیئے گئے، اس کے دونوں ٹکڑے اونٹ کی پیٹھ پر دو ترازوں کے مانند لٹک رہے تھے۔

تخریج: سنن النسائي - الزكاة (٢٤٥٢) سنن النسائي - الزكاة (٢٤٥٣) سنن أبي داود - الزكاة (١٥٩٩) سنن ابن ماجه - الزكاة (١٨٠٣) سنن ابن ماجه - الزكاة (١٨١٤)

شرح الحدیث: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ، فَقَالَ: «خُذِ الْحَبَّ مِنَ الْحَبِّ، وَالشَّاةَ مِنَ الْغَنَمِ، وَالْبَعِيرَ مِنَ الْإِبِلِ، وَالْبَقَرَةَ مِنَ الْبَقَرِ»: یعنی غلہ کی زکوٰۃ میں غلہ لو اور بکری کی زکوٰۃ میں بکری، ظاہر حدیث سے مستفاد

ہوتا ہے کہ ہر مال کی زکوٰۃ بعینہ اسی مال سے لیجائے اور قیمت نہ لی جائے۔

اداء الزكوة بالقيمة میں مذاہب ائمہ کی تحقیق: مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ امام بخاریؒ نے اس پر مستقل باب قائم کیا ہے: بَابُ الْعَرْضِ فِي الزَّكَاةِ، یعنی زکوٰۃ میں اصل شئ کے بجائے اس کی قیمت کے برابر سامان لینا اور پھر اس کے لئے انہوں نے بعض آثار اور روایات ذکر فرمائی ہیں۔ سب سے پہلے حضرت معاذؓ کی حدیث (تعليقاً بصيغة الجزم): وَقَالَ: طَاوُسٌ قَالَ مُعَاذٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لِأَهْلِ الْيَمَنِ الخ ذکر کی ہے، وہ یہ کہ انہوں نے اہل الیمن سے فرمایا کہ تم بجائے غلہ کے زکوٰۃ میں فلاں فلاں قسم کے یمنی کپڑے لے آؤ تمہارے لئے اسمیں آسانی ہے اور اہل مدینہ کے حق میں یہ کپڑے زیادہ بہتر رہیں گے۔ شراح بخاری میں سے ایک شارح ابن رشید ہیں وہ فرماتے ہیں: اس مسئلہ میں امام بخاریؒ نے حنفیہ کے مسلک کی موافقت کی ہے اگرچہ وہ ان کی بکثرت مخالفت کرتے ہیں۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں: اصل یہ ہے کہ زکوٰۃ میں قیمت کا دینا جائز ہے حنفیہ کے نزدیک، وَهُوَ قَول عمر وَابْنه عبد الله وَابْن مَسْعُود وَابْن عَبَّاس ومعاذ وطاووس. وَهُوَ مَذْهَب الْبُخَارِيّ، وَإِحْدَى الرِّوَايَتَيْنِ عَن أَحْمد. وَقَالَ مَالك وَالشَّافِعِيّ: لَا يجوز، وَهُوَ قَول دَاوُد. اھ[1]، اور أوجز میں ہے کہ امام مالکؒ کی اسمیں دونوں روایتیں ہیں: جواز وعدم جواز لیکن مشہور عدم جواز ہی ہے کما قال الباجی۔ صاحب منہل نے امام شافعی واحمد دونوں کا مذہب عدم جواز لکھ کر لکھا ہے: الا ان لهم في اخراج احد النقدين عن الآخر قولين: قول بالجواز وقول بالمنع۔ یعنی دراہم ودنانیر کی زکوٰۃ میں ایک کے بجائے دوسرا دینے میں ان دونوں کے دو قول ہیں: جواز اور عدم جواز اور مالکیہ کے مسلک میں صاحب منہل نے تین روایتیں لکھی ہیں۔ دو تو وہی جو اوپر گزری اور تیسری جو اخراج الذهب والفضة عن الحرث والماشية فقط مع الكراهة، وعدم الجواز فيما عدا ذلك اور دلائل پر انہوں نے خاصا کلام فرمایا ہے۔

برکت زکوۃ کی مثال: قوله: قَالَ أَبُو دَاوُدَ: شَبَرْتُ قِثَّاءَةً بِمِصْرَ ثَلَاثَةَ عَشَرَ شِبْرًا، وَرَأَيْتُ أُتْرُجَّةً عَلَى بَعِيرٍ بِقِطْعَتَيْنِ: مصنفؒ برکت زکوٰۃ کا ایک اعجوبہ بیان فرمارہے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ مصر میں ایک ککڑی دیکھی جس کو میں نے اپنی بالشت سے ماپا تو وہ تیرہ بالشت کی تھی اور اسی طرح میں نے ایک نارنگی دیکھی جس کے دو ٹکڑے کر کے اس کو ایک اونٹ کے اوپر لادا گیا تھا، ایک قطعہ اس کا اس کی کمر کی دائیں طرف تھا اور دوسرا بائیں طرف۔

احقر کہتا ہے: اسی طرح میں نے الأنوار الساطعة میں دیکھا وہ لکھتے ہیں: (فائدہ) گیہوں کا دانہ جب شروع میں جنت سے نکل کر آیا تھا تو بیضۂ نعامہ (سیمرغ کا انڈا) کے برابر تھا اور مکھن سے زائد نرم وملائم تھا اور مشک سے زیادہ خوشبودار لیکن مرور ایام کے ساتھ چھوٹا ہوتا چلا گیا اور فرعون کے زمانہ تک مرغی کے بیضہ کے برابر ہو گیا اور ایک مدت تک اتنا ہی رہا یہاں تک کہ جب حضرت یحیٰ علیہ السلام کو ذبح کیا گیا تو وہ اور چھوٹا ہو گیا کبوتر کے بیضہ کے برابر پھر اسی طرح وہ چھوٹا ہوتا گیا یہاں تک کہ موجودہ ہیئت پر آ گیا اھ۔

---

[1] عمدة القاري شرح صحيح البخاري — ج ۹ ص ۸

اس طرح حضرت شیخ نے حاشیہ بذل میں بحوالہ حافظ ابن القیمؒ امام احمدؒ سے نقل کیا کہ انہوں نے بنو امیہ کے بعض خزانوں میں ایک تھیلی میں گیہوں کا دانہ دیکھا جو مقدار میں کھجور کی گٹھلی جیسا تھا، اھ [1]۔

۱۳۔ بَابُ زَكَاةِ الْعَسَلِ

شہد کی زکوۃ کا بیان

زمین کی پیداوار دو ہیں: زروع اور ثمار، اس کے علاوہ دو اور بھی شمار کی جاتی ہیں یعنی معدن اور رکاز لیکن ان دو کا باب مصنفؒ نے یہاں کتاب الزکاۃ میں نہیں باندھا ہے بلکہ جلد ثانی میں کتاب الجہاد کے بعد کتاب الخراج میں باندھا ہے، ہاں امام بخاریؒ و ترمذیؒ نے کتاب الزکاۃ ہی میں اس پر باب باندھا ہے۔

مذاہب ائمہ: عسل بھی ثمار کی طرح زمین کی پیداوار ہے اس میں زکوۃ ہو گی یا نہیں؟ سو جاننا چاہیئے کہ عشر کے بارے میں مالکیہ و شافعیہ کا جو ضابطہ ہے اس کا تقاضایہ ہے کہ عسل میں ان کے نزدیک زکوۃ نہیں ہونی چاہیئے کیونکہ عسل قوت مدخر نہیں ہے اور حنابلہ وصاحبین کے قاعدہ کا تقاضایہ ہے کہ عسل میں ان کے یہاں عشر ہونا چاہیئے کیونکہ عسل مکیل مدخر ہے۔ چنانچہ مذاہب ائمہ زکوۃ عسل کے بارے میں اسی طرح ہیں اور امام صاحب کے نزدیک تو پیداوار میں عموم پہلے ہی سے ہے، لہذا حاصل یہ ہوا کہ عسل میں شافعیہ و مالکیہ کے نزدیک عشر نہیں ہے اور امام صاحب و امام احمد اور صاحبین کے نزدیک اس میں عشر ہے اور یہی مذہب ہے اسحاق بن راہویہ اور عمر بن عبد العزیز اور صحابہ میں حضرت عمرؓ و ابن عباسؓ کا، امام شافعیؒ کا بھی ایک قول ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ عام ضابطہ یہ ہے امام صاحب کے نزدیک عشر صرف عشری زمین میں ہوتا ہے ارض خراجیہ میں نہیں اور جمہور کے نزدیک دونوں میں ہوتا ہے، یہ ساری گفتگو تو نفس مسئلہ کی حیثیت سے تھی اب دلیل سنیئے۔

۱۶۰۰- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي شُعَيْبٍ الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ أَعْيَنَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ الْمِصْرِيِّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: جَاءَ هِلَالٌ أَحَدُ بَنِي مُتْعَانَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعُشُورِ نَحْلٍ لَهُ، وَكَانَ سَأَلَهُ أَنْ يَحْمِيَ لَهُ وَادِيًا، يُقَالُ لَهُ: سَلَبَةُ، فَحَمَى لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَلِكَ الْوَادِيَ، فَلَمَّا وُلِّيَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَتَبَ سُفْيَانُ بْنُ وَهْبٍ، إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ يَسْأَلُهُ عَنْ ذَلِكَ، فَكَتَبَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: «إِنْ أَدَّى إِلَيْكَ مَا كَانَ يُؤَدِّي إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عُشُورِ نَحْلِهِ، فَاحْمِ لَهُ سَلَبَةَ، وَإِلَّا، فَإِنَّمَا هُوَ ذُبَابُ غَيْثٍ يَأْكُلُهُ مَنْ يَشَاءُ».

ترجمہ: عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ کی سند سے روایت ہے کہ بنو متعان قبیلے کے ایک شخص ہلال خدمت نبوی ﷺ میں اپنے شہد کا دسواں حصہ لیکر حاضر ہوئے۔ ان ہلال نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا تھا کہ سلبہ وادی بطور خاص انہی کو دے دی جائے جس میں خاص شہد انہی کا ہو، تو رسول اللہ ﷺ نے یہ وادی سلبہ ان کیلئے خاص کر دی تھی۔ جب عمر بن

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۸ ص ۱۰۸

خطاب خلیفہ بنائے گئے تو سفیان ابن وہب نے حضرت عمرؓ کو خط لکھ کر اس وادی سلبہ کے متعلق دریافت کیا۔ حضرت عمرؓ نے خط کا یہ جواب دیا کہ اگر ہلال اس وادی سلبہ میں اسی طرح اس کے شہد کا دسواں حصہ ادا کرتا رہے جیسا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو ادا کیا کرتے تھے تو تم اس وادی سلبہ کو ان کے ساتھ مختص ہی رہنے دو، اور اگر یہ شخص اپنے شہد کا دسواں حصہ ادا نہ کرے تب تو یہ شہد بارش کی مکھیوں کی وجہ سے حاصل ہوا ہے جو شخص چاہے اس شہد کو کھا سکتا ہے۔

شرح الحدیث: اس باب میں مصنفؒ نے تین حدیثیں [1] فرمائی ہیں، تینوں عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ کی ہیں عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ کی سند سے۔ پہلی حدیث میں عمروؓ سے روایت کرنے والے عمرو بن الحارث ہیں اور دوسری میں عبد الرحمن بن الحارث اور تیسری میں اسامہ بن زید۔ مضمون سب کا معمولی فرق کے ساتھ مشترک ہے۔ پہلی حدیث میں یہ ہے کہ ہلال متعی (بنی متعان کی طرف منسوب) حضور ﷺ کی خدمت میں اپنے شہد کا عشر لے کر حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ سے وادی سلبہ کے بارے میں درخواست کی تھی کہ وہ ان کو بطور حمی دیدی جائے (یعنی اس کو ان کے لئے خاص کر دیا جائے ان کے علاوہ کوئی اور اس زمین سے فائدہ نہ اٹھائے)۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ان کے لئے اس وادی کا حمی فرما دیا (پھر ایک مدت کے بعد حضرت عمرؓ کی خلافت میں) سفیان بن عبد اللہ الثقفی نے جو کہ حضرت عمرؓ کی طرف سے طائف کے عامل تھے حضرت عمرؓ کو اس سلسلہ میں لکھا (غالباً یہ لکھا ہوگا کہ یہ وادی ان کیلئے خاص رکھی جائے یا نہیں) تو اس پر حضرت عمرؓ نے جواب لکھوایا۔

فَكَتَبَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: إِنْ أَدَّى إِلَيْكَ مَا كَانَ يُؤَدِّي إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عُشُورِ نَحْلِهِ، فَاحْمِ لَهُ سَلَبَةَ، وَإِلَّا، فَإِنَّمَا هُوَ ذُبَابُ غَيْثٍ يَأْكُلُهُ مَنْ يَشَاءُ کہ اگر شخص مذکور اسی طرح اس عسل کا عشر ادا کرتا رہے جس طرح حضور ﷺ کو ادا کرتا تھا تب تو حمی کو باقی رکھا جائے ورنہ نہیں بلکہ اس خصوصیت کو ختم کر دیا جائے جو چاہے اس وادی کا شہد حاصل کرے اور تحریر فرمایا کہ یہ شہد ایک بارش کی مکھی کی کمائی ہے جو چاہے اس کو کھا سکتا ہے۔ بارش کی طرف نسبت اس لئے کی کہ بارش ہی کیوجہ سے درختوں پر پھل پھول آتے ہیں جن کا یہ مکھی عرق چوس کر شہد بناتی ہے اور چونکہ یہ زمین (جس کا یہ شہد تھا) ارض موات کے قبیل سے تھی اس لئے سب کو اس سے فائدہ اٹھانے کا حق ہے۔

۱۶۰۱- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ، حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ، وَنَسَبَهُ إِلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ الْمَخْزُومِيِّ. قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ شَبَابَةَ [2] بَطْنٌ مِنْ فَهْمٍ فَذَكَرَ نَحْوَهُ، قَالَ: مِنْ كُلِّ عَشْرِ قِرَبٍ قِرْبَةٌ، وَقَالَ سُفْيَانُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الثَّقَفِيُّ: قَالَ: وَكَانَ يَحْمِي لَهُمْ وَادِيَيْنِ زَادَ فَأَدَّوْا إِلَيْهِ مَا كَانُوا يُؤَدُّونَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

---

[1] اور چاہیئے اس طرح کہہ لیجئے اس باب میں مصنف نے عبد اللہ بن عمروؓ کی حدیث تین طریق سے ذکر کی ہے، ۱۲۔

[2] استاذ محترم حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ نے اس پر یہ لکھا ہے: مقصد یہ ہے کہ ہلال جن کا ذکر پہلی حدیث میں آیا ہے وہ قبیلہ شبابہ سے ہیں اور شبابہ شاخ ہے قبیلہ فہم کی، اھ۔ لیکن یہ اس پر موقوف ہے کہ ہلال مذکور کا شبابی ہونا ثابت ہو جائے ورنہ روایت میں تو تصریح ہے ان کے متعی ہونیکی اور یہ بھی ممکن ہے کہ متعی اور شبابی ان دونوں نسبتوں میں تضاد نہ ہو جمع ہو سکتی ہوں، واللہ أعلم فلیستئل، ۱۲۔

وَحَمَى لَهُمْ وَادِيَيْهِمْ.

ترجمہ: عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ کی سند سے مروی ہے کہ قبیلہ فہم کی ایک شاخ شبابہ کے لوگ خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے، اس کے بعد عبد الرحمن راوی نے عمر بن الحارث کیطرح حدیث نقل کی، اس حدیث میں یہ اضافہ ہے: عبد الرحمن راوی نے کہا کہ ہر دس مشکیزوں میں ایک مشکیزہ شہد دینا لازم ہے۔ سفیان بن عبد اللہ ثقفی نے فرمایا کہ ان قبیلے والوں کے کیلئے شہد کی دو وادیاں مختص کی گئیں اور اس حدیث میں عبد الرحمن راوی نے یہ فرمایا کہ تم لوگ خدمت نبوی میں عشر پیش کیا کرتے تھے وہی عشر ابھی ادا کرو اور ان کیلئے دو وادیوں کو بطور حمی خاص کر دیا گیا۔

شرح الحدیث: یہ حدیث ثانی ہے جس کا مضمون یہ ہے:

عبد اللہ بن عمرو بن العاص فرماتے ہیں کہ قبیلہ شبابہ جو کہ ایک شاخ ہے قبیلہ فہم کی وہ حضور ﷺ کی خدمت میں عشر لے کر حاضر ہوئے اور پھر آگے وہی مضمون ہے جو گزشتہ حدیث میں تھا یعنی حمی سے متعلق لیکن اس حدیث میں وَادِيَيْنِ تثنیہ کے صیغہ کے ساتھ ہے اور پہلی میں وَادِيًا بصیغہ مفرد تھا اور دوسری زیادتی یہ ہے کہ اس میں نصاب عسل بھی مذکور ہے۔

مِنْ كُلِّ عَشْرِ قِرَبٍ قِرْبَةٌ: یعنی ہر دس مشکیزوں میں ایک مشکیزہ اور حدیث ثالث کا مضمون بھی یہی ہے اس میں اس طرح ہے: أَنَّ بَطْنًا مِنْ فَهْمٍ یعنی قبیلہ فہم کی ایک شاخ، اس شاخ سے مراد وہی بنو شبابہ ہے جو پہلی حدیث میں مذکور ہے۔

یہ احادیث الباب کی تشریح ہے حدیث تو دراصل ایک ہی ہے البتہ اس کے طرق اور بعض الفاظ میں اختلاف ہے۔

حدیث الباب سے استدلال: اس کے بعد جاننا چاہیئے کہ اس حدیث سے عسل میں عشر کا وجوب ثابت ہو رہا ہے جیسا کہ حنفیہ و حنابلہ کا مذہب ہے۔ یہ حدیث سنن نسائی میں بھی ہے اور امام نسائیؒ نے اس پر سکوت فرمایا ہے کوئی نقد نہیں کیا، البتہ امام ترمذیؒ نے بَابُ مَا جَاءَ فِي زَكَاةِ الْعَسَلِ کے تحت ابن عمرؓ کی حدیث مرفوع: فِي كُلِّ عَشَرَةِ أَزُقٍّ زِقٌّ لا کر فرمایا ہے: وفي الباب عن أبي هريرة، وأبي سيارة المتعي، وعبد الله بن عمرو. اور فرمایا ہے: ولا يصح عن النبي صلى الله عليه وسلم في هذا الباب كبير شيء (یعنی زیادہ تر اس مسئلہ میں روایات غیر صحیح ہیں)۔ والعمل على هذا عند أكثر أهل العلم اه [1]۔ یعنی حدیث تو ضعیف ہے لیکن عمل اکثر اہل علم کا اسی پر ہے۔ عبد اللہ بن عمروؓ کی حدیث جس کا امام ترمذیؒ نے حوالہ دیا ہے وہ تو یہی ہے جو یہاں کتاب میں ہے اور ابو سیارہؓ کی حدیث ابن ماجہ میں ہے: عَنْ أَبِي سَيَّارَةَ الْمُتَعِيِّ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّ لِي نَحْلًا الخ [2]۔

بعض شراح حدیث ابن حجرؒ وغیرہ نے اس میں تردد ظاہر کیا ہے کہ ہلال متعی اور ابو سیارہ دونوں ایک ہی شخص ہیں یا الگ الگ۔

وجوب العشر فی العسل کی احادیث پر اگرچہ کلام ہے لیکن تعدد طرق کیوجہ سے حدیث کی تقویت ہو جاتی ہے خصوصاً جبکہ

---

[1] جامع الترمذي - كتاب الزكاة - باب ما جاء في زكاة العسل ٦٢٩

[2] سنن ابن ماجه - كتاب الزكاة - باب زكاة العسل ١٨٢٣

حدیث کے مخارج متعدد اور طرق مختلف ہوں۔ عسل پھولوں اور کلیوں سے پیدا ہوتا ہے اور تکمیل مدخر ہے جس طرح حبوب اور بعض ثمار ہیں جن میں بالاتفاق عشر واجب ہے۔

نصاب عسل: نصاب عسل میں بھی اختلاف ہے۔ امام صاحبؒ کے نزدیک تو ان کے قاعدہ کے مطابق کوئی نصاب نہیں قلیل وکثیر سب میں واجب ہے اور صاحبین میں سے امام ابویوسفؒ کے نزدیک اس کا نصاب عشر قرب (دس مشکیزے) ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک خمس فرق ہے، ایک فرق تین صاع کا ہوتا ہے اور امام احمدؒ کے نزدیک دس فرق ہے۔

١٦٠٢- حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمُؤَذِّنُ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ بَطْنًا مِنْ فَهْمٍ بِمَعْنَى الْمُغِيرَةِ، قَالَ: مِنْ عَشْرِ قِرَبٍ قِرْبَةٌ، وَقَالَ: وَادِيَيْنِ لَهُمْ.

ترجمہ: عَمْرُو بْنُ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ سے روایت ہے کہ قبیلہ فہم کی ایک شاخ کے لوگ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اسکے بعد مغیرہ کی حدیث کی مانند مذکور ہے۔ اسامہ بن زید نے یہ اضافہ فرمایا کہ دس مشکیزوں میں ایک مشکیزہ دینا لازم ہے اور اسامہ نے فرمایا: ان قبیلے والوں کیلئے دو وادیوں کو حمی کے طور پر خاص کر دیا گیا۔

تخریج: سنن النسائي-الزكاة(٢٤٩٩) سنن أبي داود-الزكاة(١٦٠٠).

١٤- بَابٌ فِي خَرْصِ الْعِنَبِ

درخت پہ لگی ہوئی انگوروں کے اندازہ سے عشر دینے کا بیان

خرص کا مسئلہ بھی زکوۃ کے مشہور اختلافی مسائل میں سے ہے جس کے جمہور علماء ومنهم الأئمة الثلاثة قائل ہیں، امام صاحبؒ اور صاحبین اور شعبیؒ اور سفیان ثوریؒ اس کے قائل نہیں ہیں۔

خرص سے متعلق مباحث ثمانیہ فقہیہ: یہاں چند باتیں قابل ذکر ہیں: ① خرص کی تعریف یعنی اسکے شرعی معنی۔ ② اس کا حکم اور فائدہ۔ ③ خرص کن کن چیزوں میں ہوتا ہے صرف ثمار میں یا حبوب میں بھی؟ نیز ثمار میں سے کس کس ثمر میں ہے؟ ④ خرص کے وقت رب المال کی رعایت میں کچھ مقدار عشر میں سے چھوڑی جائیگی یا نہیں؟ ⑤ اگر بعد الجفاف خرص کا خطأ ہونا ظاہر ہو تو اس صورت میں خارص ہی کے قول پر عمل ہوگا یا موجودہ صورت حال کو دیکھا جائیگا؟ ⑥ اگر کسی آفت سماویہ کیوجہ سے مالک کی بلا تعدی کے ثمار قبل الجفاف ضائع ہو جائیں تو زکوۃ ساقط ہوگی یا نہیں؟ ⑦ خرص کا ثبوب من حیث الدلیل اور منکرین خرص کا جواب۔ ⑧ خرص کے بارے میں مسلک حنفیہ کی تحقیق۔

اب شروح حدیث وکتب فقہ کی مدد سے یہ مضامین لکھے جاتے ہیں، واللہ الموفق۔

بحث اول: خرص بالفتح والکسر دونوں طرح ضبط کیا گیا ہے (از باب نصر)۔ اس کے لغوی معنی تخمین وتقدیر کے ہیں، اپنی رائے اور اندازہ سے کسی شئ کی مقدار متعین کرنا اور شرعاً درختوں پر لگے ہوئے پھلوں کی مقدار متعین کرنا کہ فی الحال یہ اتنے

ہیں اور عند الجداد (درختوں پر سے توڑنے کے وقت) ان کی مقدار یہ ہوگی لہٰذا اس میں اتنی زکوٰۃ واجب ہوگی جو عند الجداد ہی لیجائیگی (کیونکہ جداد ہی کے وقت وہ قوت مدخر بنتے ہے)۔ خرص عند الجمہور دراصل ایک قسم کا معاہدہ ہے ساعی کا رب المال سے کہ تمہارے مال میں اتنی زکوٰۃ واجب ہے جو تم سے اپنے وقت پر لی جائیگی۔ چنانچہ رب المال اس مقدار کو اپنے ذمہ میں لے لیتا ہے۔ یہ سب کچھ عند الجمہور ہے، حنفیہ خرص کے قائل نہیں ان کے مذہب کی تحقیق آخر میں آئیگی۔

بحث ثانی: خرص کا فائدہ قائلین خرص کے یہاں یہ ہے کہ رب المال کے لئے تو یہ سہولت ہو جاتی ہے کہ وہ اپنے مال میں اب خرص کے بعد جس طرح چاہے تصرف کر سکے رطباً و یابساً یعنی فی الحال تر و تازہ بھی اور بعد میں بھی، خود کھانا دوسروں کو اس میں سے عطاء کرنا ہبہ کرنا، صدقۂ نافلہ دینا وغیرہ، اس لئے کہ شافعیہ کے یہاں قبل الخرص مالک کے لئے اس مال میں تصرف حرام ہے جب تک کہ زکوٰۃ نہ نکال لے اس لئے کہ رب المال کے پاس جو مال ہے وہ اداء زکوٰۃ سے قبل مشترک ہے اس کے اور فقراء کے درمیان، البتہ حنابلہ کے یہاں قبل الخرص صرف ثلث یا ربع مال میں تصرف جائز ہے اس سے زائد میں نہیں۔

اور خرص میں فقراء کا فائدہ یہ ہے کہ ان کا حق خیانت اور نقص سے محفوظ ہو جاتا ہے اسلئے کہ سارے زکوٰۃ دینے والے امانت دار نہیں ہوتے ہیں۔ اب یہ کہ خرص عند الجمہور واجب ہے یا مستحب؟ مختلف فیہ ہے۔ حافظ فرماتے ہیں: قائلین خرص کے نزدیک اسکے حکم میں اختلاف ہے۔ جمہور فرماتے ہیں: مستحب ہے اور ایک وجہ شافعیہ کے یہاں اسکے وجوب کی ہے جس کو صیمری نے نقل کیا ہے۔ اور منہل میں ہے: ذهب مالك وأصحابه إلى الوجوب، وهو قول بعض أهل الظاهر وقول للشافعي. قالت الشافعية والحنابلة يسن، اهـ[1]۔

بحث ثالث: خرص عند الجمہور والائمۃ الثلاثۃ صرف تمر اور عنب میں ہے زیتون میں نہیں على القول المشهور الافى رواية شاذة عن الشافعي ومالك، اگرچہ اس میں (زیتون) زکوٰۃ واجب ہے لیکن خرص مشروع نہیں، لعدم ورود النص، لیکن زہری، اوزاعی، لیث کے نزدیک اس میں بھی خرص ہے، لانه ثمر تجب فيه الزكوة فيخرص كالرطب اور بعض علماء کے نزدیک (منهم الإمام البخاري) تمر اور عنب کے علاوہ بھی ہر اس پھل میں ہے جو رطباً (تر و تازہ) و یابساً دونوں طرح کھایا جاتا ہو اور چوتھا مذہب یہاں قاضی شریح اور داؤد ظاہری کا ہے انکے نزدیک خرص تمر کے ساتھ خاص ہے اسکے علاوہ کسی اور چیز میں نہیں ہے۔

اور حبوب و زروع میں بالاتفاق خرص مشروع نہیں ہے۔

بحث رابع: خرص کے وقت کچھ مقدار چھوڑی جائیگی یا نہیں؟ حنابلہ کے یہاں خارص کی حسب رائے و مصلحت ثلث یا ربع کا ترک کرنا واجب ہے، کما في نيل المآرب۔ (ص ٦٠) یہ مقدار کیوں چھوڑی جائیگی؟ مالک کے خود کھانے اور ہدیہ وغیرہ کرنے کیلئے۔ قال الحافظ في الفتح: وبه قال الليث وأحمد وإسحاق وغيرهم، وقال مالك[2] وسفيان: لا يترك لهم شيء.

---

[1] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج ٩ ص ٢١٠

[2] قلت: وفي كتاب الكافي (في فقه مالك) لابن عبد البر: والمشهور من مذهب مالك أنه لا يترك الخارص شيئاً في خرصه من ثمر النخل أو العنب إلا خرصه، وقد روى بعض المدنيين أنه يخفف في الخرص ويترك للعرايا والصلة ونحوها اهـ. (الكافي في فقه أهل المدينة — ص ١٠٠-١٠١)

وهو المشهور عن الشافعي اه[1]۔ اور دلیل ترک آگے کتاب میں آرہی ہے۔

بحث خامس: (ظهور الخطأ في الخرص بعد الجفاف) اس صورت میں مالکیہ کا ظاہر قول یہ ہے کہ خارص ہی کے قول پر عمل کیا جائیگا بشرطیکہ وہ عارف اور ماہر ہو اور شافعیہ کے نزدیک موجودہ صورت حال کا اعتبار ہوگا، کذا فی الفتح وإرشاد السالك فی فقه مالك (ص ٦٢٦)۔

بحث سادس: (آفت سماویہ) اس صورت میں سب کے نزدیک زکوۃ ساقط ہو جائی گی بشرطیکہ جو کچھ مال بچا ہے وہ نصاب (پانچ وسق) کے بقدر نہو۔

بحث سابع: اس میں کلام طویل ہے۔ بہر حال مصنف نے اس سلسلہ میں یہاں دو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں: حدیث عتاب بن اسیدؓ اور حدیث سہل بن ابی حثمہؓ، وفیهما مقال کما سیأتي اور ایک تیسری حدیث عائشہؓ جو خرص یہود کے بارے میں ہے کہ آپ ﷺ ابن رواحہؓ کو بھیجا کرتے تھے یہود خیبر کے پاس ان کے باغاتِ نخل کا خرص کرنے کے لئے، لیکن اس تیسری حدیث کا تعلق زکوۃ مسلمین کے خرص سے نہیں ہے (حالانکہ مقصود وہی ہے)۔

ابن العربی کا مسئلۂ خرص میں محققانہ ومنصفانہ کلام: اس سلسلہ میں میرے خیال میں سب سے زیادہ کھل کر اور منصفانہ بات قاضی ابو بکر ابن العربیؒ نے فرمائی ہے۔ عارضة الأحوذي شرح ترمذی میں انہوں نے احادیث خرص کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا: خرص کے بارے میں کوئی حدیث صحیح وارد نہیں ہے، ہاں صرف ایک حدیث اس میں صحیح ہے جس کو بخاری ومسلم نے روایت کیا جس میں یہ ہے کہ حضور ﷺ جب تبوک تشریف لے جارہے تھے تو راستہ میں ایک بڑھیا کا باغ پڑتا تھا، آپ ﷺ اس میں تشریف لے گئے اور جو صحابہؓ آپ ﷺ کے ساتھ تھے، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: اخرصوا کہ تم سب اس باغ کے پھلوں کا خرص کرو۔ چنانچہ سب نے خرص کیا اور خود آپ نے بھی کیا، آپ ﷺ کے خرص کی مقدار حدیث میں دس وسق مذکور ہے (صحابہؓ کے خرص کی مقدار معلوم نہیں کیا کیا تھی؟) پھر جب تبوک سے واپسی ہورہی تھی تو آپ ﷺ نے اس عورت سے دریافت فرمایا کہ اس میں سے کتنا مال (تمر) اترا؟ تو اس نے وہی مقدار بتائی جو آپ ﷺ کے خرص کے مطابق[2] تھی۔ ابن العربیؒ فرماتے ہیں اور اسی کے قریب قریب (بظاہر ثبوت اور صحت میں) حدیث ابن رواحہؓ بھی ہے لیکن اس کا تعلق زکوۃ مسلمین سے نہیں بلکہ وہ یہود سے متعلق ہے، یہود سے تو آپ ﷺ نے خرص اسلئے فرمایا تھا: لأنهم كانوا غير

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ٣ ص ٣٤٧

[2] بظاہر ابن العربیؒ کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ ایک حدیث گو صحیح ہے لیکن اس میں اس بات کی تصریح کہاں ہے کہ آپ نے یہ خرص لاخذ الحق کیا تھا نہ آگے حدیث میں یہ ہے کہ آپ نے اس خرص کے مطابق اس سے زکوۃ وصول فرمائی اور اگر یہ خرص الزام حکم کے لئے ہوتا تو پھر آپ اس عورت سے کیوں دریافت فرماتے کہ بتا کتنا مال اسمیں سے اترا؟ در حقیقت یہ تو ایک قسم کا اختبار اور امتحان تھا صحابہ کا کہ دیکھیں کس کا اندازہ صحیح نکلتا ہے، هذا ما فهمته من سياق كلامه. والله تعالى أعلم، ١٢۔

اُمناء اور یہاں گفتگو خرص لاجل الزکوۃ میں ہو رہی ہے اور حدیث سہل ابن ابی حثمہؓ وعتاب بن اسیدؓ گو خرص فی الزکوۃ کے بارے میں ہیں لیکن وہ ثابت اور صحیح نہیں۔ ابن العربیؒ نے ایک نقد اور جرح اور بھی فرمائی ہے، وہ یہ کہ خرص کے بارے میں روایات جیسی کیسی بھی ہیں (قوی یا ضعیف) لیکن وہ صرف خرص النخل سے متعلق ہیں، خرص زیتون کے بارے میں کوئی حدیث نہیں ہے حالانکہ آپ ﷺ کے زمانہ میں زیتون بکثرت ہوتا تھا اور اس میں عشر بھی واجب ہے، ایسا کیوں ہے؟ اھ [1] مختصراً۔

امام طحاوی کی رائے: امام طحاویؒ نے شرح معانی الآثار میں خرص یہود کے بارے میں یہ فرمایا ہے کہ وہ بھی الزام حکم کیلئے نہ ہوتا تھا بلکہ صرف اس لئے کہ معلوم ہو جائے کہ ان باغات میں جو مال ہے اس کی کیا مقدار ہے تاکہ بوقت صرام اسی کے بقدر ان سے وصول کیا جائے اور وہ اس میں گڑبڑ نہ کرنے پائیں [2]۔ ابن العربیؒ اور طحاویؒ کے کلام میں بظاہر فرق یہی ہے کہ اول الذکر کے نزدیک یہود کے ساتھ خرص الزام حکم کیلئے ہوتا تھا اور مؤخر الذکر کے نزدیک صرف معرفت مقدار کے لئے تاکہ ان کی خیانت کا پتہ چل سکے۔

ابن رشد مالکیؒ نے بھی اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ خرص کا معتبر ماننا اصول و قواعد کے خلاف ہے (پھر مانتے کیوں ہیں؟ لاجل الاثر) خلاف اصول اس لئے ہے کہ اس میں بیع مزابنہ کی شکل ہے اور بیع الرطب بالتمر نسیئۃً کے قبیل سے ہے جو بالاتفاق ممنوع ہے، اھ۔

نہی عن الخرص کی حدیث: میں کہتا ہوں: امام طحاویؒ نے خرص کے خلاف ایک صریح حدیث بھی روایت کی ہے، وهو حديث جابر: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَهَى عَنِ الْخَرْصِ وَقَالَ أَرَأَيْتُمْ إِنْ هَلَكَ الثَّمَرُ أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ مَالَ أَخِيهِ بِالْبَاطِلِ [3]، اگر کوئی کہے کہ پھر آپ ﷺ یہود کے ساتھ کیوں خرص کرتے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہود سے خرص صرف معرفت مقدار کے لئے کیا جاتا تھا نہ کہ الزام حکم کے لئے (قاله الطحاوی)۔

شافعیہ کی طرف سے حدیث النہی کا جواب: شراحِ شافعیہ حافظ ابن حجرؒ وغیرہ نے حدیث جابرؓ کے بارے میں کہا کہ وہ ہمارے خلاف نہیں ہے اس لئے کہ اگر آفت سماویہ سے قبل الجفاف پھلوں کا نقصان ہو جائے اور وہ ضائع ہو جائیں تو پھر ہم بھی اس صورت میں خارص کے قول پر عمل نہیں کرتے۔ احقر عرض کرتا ہے کہ باغات کے پھلوں کا جو لوگ کاروبار کرتے ہیں وہ تقریباً ہمیشہ ہی اس طرح کی بات کہا کرتے ہیں کہ ہمارا اتنا نقصان ہو گیا تو یہ تو پھر اختلاف اور نزاع کی شکل ہو جائیگی۔

بحث ثامن: گزشتہ مباحث سے یہ بات معلوم ہو چکی کہ حنفیہ خرص کے قائل نہیں ہیں یعنی اسطرح جسطرح جمہور کہتے ہیں، کما تقدم التصریح بذلك فی کلام الطحاوی۔ علامہ عینیؒ کے کلام سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے اور دوسرے شراح حدیث نے بھی اس

[1] عارضة الأحوذي شرح صحيح الترمذي — ج ٣ ص ١٤١-١٤٣
[2] شرح معاني الآثار – كتاب الزكاة – باب الخرص ٣٠٩٦ (ج ٢ ص ٣٩)۔
[3] شرح معاني الآثار – كتاب الزكاة – باب الخرص ٣١٠١ (ج ٢ ص ٤١)

مسئلہ میں حنفیہ کا خلاف نقل کیا ہے۔ حضرت شیخؒ أوجز میں لکھتے ہیں: اسی لئے اکثر فروع حنفیہ اس مسئلہ کے بیان سے خالی ہیں۔

خرص کے بارے میں حضرت گنگوہیؒ کی رائے: لیکن حضرت اقدس گنگوہیؒ کی تقریر ترمذی (الکوکب الدری) وتقریر ابوداؤد ہر دو میں تصریح ہے کہ حنفیہ کے نزدیک عشر وخراج دونوں میں خرص (بالمعنى الذي اخذه الجمهور) جائز ہے البتہ مزارعت میں جائز نہیں [1]۔ اسی طرح حضرت کی تقریر بخاری (لامع الدراری) میں بھی اسی طرف اشارہ ملتا ہے کہ خرص عشر اور عریہ وغیرہ میں جائز ہے، البتہ خرص بالبیع (بیع مزابنہ) وہ جائز نہیں، لعارض شبهة الربوا، گویا یہ شبهة الربوا خرص فی الزكوة میں نہیں ہے۔

ہمارے حضرت شیخ کو حضرت گنگوہیؒ کی رائے اور نقل مذہب پر ایسا لگتا ہے کہ کچھ تعجب ہے (کیونکہ بہت سے علماء احناف کی تصریح کے خلاف ہے) اسکے باوجود شیخؒ نے حاشیہ کوکب میں حضرت اقدس گنگوہی کے کلام کی حتی الامکان توجیہ فرمائی ہے (اس کو وہاں دیکھ لیا جائے)۔ اسی طرح مولانا انور شاہ کشمیریؒ کی تقاریر بخاری وترمذی (فیض الباری وعرف الشذی) میں لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں حنفیہ اور جمہور کا کوئی خاص اختلاف نہیں ہے، لیکن احقر کو اس میں یہ خلجان ہے کہ پھر ہمارے فقہاء اسکو اپنی کتاب میں کیوں ذکر نہیں کرتے جس طرح باقی مذاہب کی کتب میں یہ مسئلہ ملتا ہے؟ بلکہ انکی کتب میں تو یہاں تک تصریح ملتی ہے کہ باغ والے کو اپنے باغ کے پھلوں میں قبل الخرص تصرف کرنا حرام ہے، ہمارے یہاں تو ایسا نہیں ہے، فتدبر، وهذا جهد المقل في توضيح هذه المسألة وبيان متعلقاتها، والله الموفق۔

ان مباحث پر مطلع ہونے کے بعد اب آپ حدیث الباب کو لیجئے۔

١٦٠٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ السَّرِيِّ النَّاقِطُ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مَنْصُورٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ عَتَّابِ بْنِ أَسِيدٍ، قَالَ: "أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُخْرَصَ الْعِنَبُ، كَمَا يُخْرَصُ النَّخْلُ، وَتُؤْخَذُ زَكَاتُهُ زَبِيبًا، كَمَا تُؤْخَذُ زَكَاةُ النَّخْلِ تَمْرًا".

ترجمہ عتاب بن اسیدؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ درخت پہ لگی انگوروں کا ایسا ہی اندازہ لگایا جائے گا جیسا کہ درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کا اندازہ لگایا جاتا ہے اور انگوروں کی زکوۃ کشمش کی صورت میں وصول کی جاتی ہے۔

١٦٠٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ الْمُسَيَّبِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نَافِعٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ صَالِحٍ التَّمَّارِ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «سَعِيدٌ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ عَتَّابٍ شَيْئًا».

ترجمہ ابن شہاب زہریؒ سے گزشتہ حدیث کی سند کے ساتھ اسی حدیث کے ہم معنی روایت مروی ہے۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ سعید بن مسیب نے عتاب بن اسیدؓ سے کوئی حدیث نہیں سنی۔

---

[1] الكوكب الدري على جامع الترمذي - ج٢ ص١٧-١٨

تخریج جامع الترمذي-الزكاة(٦٤٤) سنن النسائي-الزكاة(٢٦١٨) سنن أبي داود-الزكاة(١٦٠٣) سنن ابن ماجه-الزكاة(١٨١٩).

شرح الأحاديث عَنْ عَتَّابِ بْنِ أَسِيدٍ، قَالَ: "أَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُخْرَصَ الْعِنَبُ، كَمَا يُخْرَصُ النَّخْلُ، وَتُؤْخَذُ زَكَاتُهُ زَبِيبًا، كَمَا تُؤْخَذُ زَكَاةُ النَّخْلِ تَمْرًا": اس حدیث کی تشریح یہ ہے کہ جمہور کے نزدیک کھجور کی زکوٰۃ میں رطب یعنی تر وتازہ کھجور تولی نہیں جاتی بلکہ جب وہ خشک ہو کر تمر بن جاتی ہے، اسلئے کہ ادخار اسی کا ہوتا ہے رطب ذخیرہ بنا کر نہیں رکھی جاتی بہت جلد سڑ جاتی ہے، علی ہذا القیاس عنب کی زکوٰۃ بعد الجفاف جب وہ زبیب بن جاتی ہے لی جاتی ہے اسلئے ان دونوں چیزوں کا خرص اسی لحاظ سے ہوتا ہے کہ یہ رطب تمر بننے کے بعد اور عنب زبیب بننے کے بعد اس کی مقدار کتنی ہوگی؟ چنانچہ جمہور کے نزدیک معشرات کا جو نصاب ہے پانچ وسق وہ بعد الجفاف ہی ہے۔

حدیث الباب کا حنفیہ کی طرف سے جواب: یہ حدیث سنن اربعہ کی روایت ہے اور قائلین خرص کی دلیل ہے لیکن یہ منقطع ہے اس لئے کہ سعید بن المسیب کا سماع عتابؓ سے ثابت نہیں بلکہ انہوں نے ان کا زمانہ ہی نہیں پایا، ابن المسیب کی ولادت خلافت عمرؓ میں ہے اور عتابؓ کی وفات اس دن ہے جس دن صدیق اکبرؓ کی وفات ہوئی۔ قال المنذری: انقطاعه ظاهر، لہذا حجت نہیں۔

١٥- بَابٌ فِي الْخَرْصِ

کھجوروں اور انگوروں کی پیداوار کا اندازہ لگا کر عشر وصول کرنا

خرص کا مفہوم عند الحنفیہ وعند الجمہور: یعنی یہ اندازہ لگانا کہ درختوں پر جو رطب یا انگور ہیں وہ فی الحال کتنے ہیں اور تمر وزبیب بننے کے بعد کتنے ہوں گے تا کہ ابھی سے یہ معلوم ہو جائے کہ اس باغ میں سے تقریباً اتنا عشر وصول کرنا ہے جسکی تحقیقی مقدار بعد الجفاف متعین ہوگی، خرص کا یہ مفہوم حنفیہ کے مسلک کے پیش نظر ہے اور جمہور کے نزدیک اسکا مفہوم مقدار عشر کا فیصلہ کر دینا ہے جس کا مالک باغ کو ابھی سے ذمہ دار بنا دیا جاتا ہے کہ عشر لینے کا جب وقت آئیگا تو ہم تم سے اتنی زکوٰۃ لے لیں گے۔ یہاں پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ مصنف کو اولاً مطلق خرص کا باب قائم کرنا چاہیئے تھا اسکے بعد خرص العنب کا، اسلئے کہ مطلق مقدم ہوتا ہے مقید پر، مصنف نے اسکے خلاف کیوں کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس دوسرے باب سے مصنف کا مقصود نفس خرص کو بیان کرنا نہیں ہے تا کہ اشکال وارد ہو بلکہ خرص سے متعلق بعض دوسرے احکام بیان کرنا ہے، فلا إشكال۔

١٦٠٥ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: جَاءَ سَهْلُ بْنُ أَبِي حَثْمَةَ، إِلَى مَجْلِسِنَا، قَالَ: أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا خَرَصْتُمْ، فَخُذُوا [1]، وَدَعُوا الثُّلُثَ، فَإِنْ لَمْ

[1] شیخ عوامہ نے یہاں اختلاف نسخ ذکر کیا ہے، وہ لکھتے ہیں: النسخ: «فجذوا» رسمها في ص. ح بجيم وخاء معجمة، وفي ك: فجذُّوا، وفي ب. س: فخذوا، وفي م نقط الذال فقط. وعلى حاشية ص. ح. ك: فجدوا، بالجيم والدال المهملة. والجذاذ والجداد-بالمعجمة والمهملة- بمعنى واحد، وهو قطع

تَدَعُوا، أَوْ تَجِدُوا الثُّلُثَ، فَدَعُوا الرُّبُعَ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «الْخَارِصُ يَدَعُ الثُّلُثَ لِلْحِرْفَةِ».

ترجمہ عبد الرحمٰن بن مسعود کہتے ہیں کہ سہل بن ابی حثمہؓ ہماری مجلس میں تشریف لائے اور انہوں نے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا تھا کہ جب درخت پر لگے پھل کا اندازہ کر چکو تو تم ان پھلوں کو توڑ دو اور ایک تہائی مقدار زکوٰۃ کو پھل کے مالکوں کے پاس ہی چھوڑ دو۔ پس اگر تم لوگ زکوٰۃ کی مقدار کا ایک تہائی مت چھوڑو یا ایک تہائی چھوڑنے کو نامناسب سمجھو تو تم کل مقدار زکوٰۃ کا ایک چوتھائی پھلوں کے مالک کے پاس رہنے دو۔

تخریج جامع الترمذي - الزكاة (٦٤٣) سنن النسائي - الزكاة (٢٤٩١) سنن أبي داود - الزكاة (١٦٠٥) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٤٨/٣) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٣/٤) صحيح ابن حبان - الزكاة (٣٢٨٠)

شرح الحديث واختلاف نسخ أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا خَرَصْتُمْ، فَخُذُوا، وَدَعُوا الثُّلُثَ، فَإِنْ لَمْ تَدَعُوا، أَوْ تَجِدُوا الثُّلُثَ، فَدَعُوا الرُّبُعَ»: پہلے جملہ کا مطلب یہ ہے کہ جب تم خرص کر چکو تو پھل توڑلو، یعنی باغ والوں کو توڑنے کی اجازت دیدو اس لئے کہ پھلوں کا توڑنا یہ خارص کا کام نہیں ہے بلکہ مالک باغ کا ہے۔ توڑنے سے مراد یہ ہے کہ ان کو اس میں تصرف کرنیکی اجازت واختیار دیدو۔ اس سے بظاہر معلوم ہو رہا ہے کہ قبل الخرص مالک کو اپنے مال میں تصرف کرنیکا اختیار نہیں ہے چنانچہ شافعیہ وغیرہ کا مذہب یہی ہے، کما تقدم تفصیلہ۔

یہ جذّوا امر کا صیغہ ہے جذٌ (ذال معجمہ کے ساتھ) سے، جس کے معنی قطع کے ہیں اور بعض نسخوں میں یہ لفظ فجدوا دال مہملہ کے ساتھ ہے جدٌ سے امر کا صیغہ، جسکے معنی کوشش اور سعی کے ہیں یعنی جب تم خرص کرو تو خوب اچھی طرح کوشش کیساتھ کرو، ایسا نہ ہو کہ فقراء کا یا مالک باغ کا نقصان کر جاؤ (بے احتیاطی کیوجہ سے) بلکہ صحیح صحیح اندازہ لگاؤ اور دال مہملہ کی صورت میں بھی پہلے معنی ہو سکتے ہیں اسلئے کہ جدٌ اور جداد کے معنی قطع کے بھی آتے ہیں اور بعض نسخوں میں فخذوا ہے اخذ سے امر کا صیغہ یعنی جب تم نے خرص کر لیا تو (جب زکوٰۃ لینے کا وقت آئے) تو اس خرص کے مطابق زکوٰۃ وصول کرو۔

وَدَعُوا الثُّلُثَ: اور خرص کے وقت ایک ثلث زکوٰۃ مالک باغ کے پاس چھوڑدو۔ جو لوگ ترک کے قائل ہیں جیسا امام احمدؒ انکے نزدیک تو اس حدیث کی توجیہ کی حاجت ہی نہیں ہے اور مصنف بھی حنبلی ہی ہیں، اور جو قائل نہیں جیسے امام مالکؒ وشافعیؒ تو غالباً وہ اسکی توجیہ یہ کرتے ہوں گے کہ ترک سے مقصود تخفیف فی الزکوۃ نہیں ہے، زکوٰۃ میں تو کمی نہیں کی جائیگی بلکہ اس ترک سے مقصود یہ ہے کہ چونکہ باغ والوں کے پاس بھی فقراء لینے کیلئے آتے ہیں اسلئے کچھ مقدار ثلث یا ربع مالک باغ ہی کے پاس رہنے دو تاکہ وہ اپنے ہاتھ سے بھی کچھ زکوٰۃ دے سکے۔ یہ ترک ایک مستقل اختلافی مسئلہ ہے جو گزشتہ مباحث ثمانیہ میں سے بحث رابع میں گزر چکا۔

لِلْحِرْفَةِ النخل. أي تمرة، والجيم بالفتح والكسر. (كتاب السنن - ج ٢ ص ٣٤٣)

فَإِنْ لَمْ تَدَعُوا، أَوْ تَجُدُّوا الثُّلُثَ: پس اگر نہ چھوڑو تم ثلث کو یا (یوں کہا راوی نے) کہ نہ پاؤ ترک ثلث کو مناسب تو پھر ربع ہی چھوڑ دو۔ یہاں بھی نسخے مختلف ہیں اس صورت میں تو خطاب دونوں فعلوں میں عمال کو ہو گا۔ اور بعض نسخوں میں ہے: تجُدُّوا الثُّلُثَ اس صورت میں تَدَعُوا کا خطاب عمال کو اور تَجُدُّوا کا ارباب مال کو ہو گا، یعنی اگر نہ کاٹو تم اپنے لئے ثلث کو تو ربع ہی کاٹ لو (کاٹنے سے مراد اپنے لئے لینا)۔

عرف الشذی [1] میں اس حدیث کے متعدد معانی لکھے ہیں جس کا جی چاہے اس کو دیکھ لے۔

تخریج الحدیث: قال المنذری: والحدیث أخرجه الترمذي والنسائي، اهـ، وعزاه الحافظ فی الفتح [2] الی السنن وصحیح ابن حبان۔ یہ حدیث بھی قائلین خرص کی دلیل ہے، اس کی سند میں عبدالرحمن بن مسعود بن نیار الانصاری [3] ہیں جو متکلم فیہ ہیں بعض نے ان کی توثیق کی ہے اور ابن القطانؒ نے لایعرف حالہ کہا ہے۔

١٦ ـ بَابُ مَتَى يُخْرَصُ التَّمْرُ؟

درخت پر لگی کھجوروں کا اندازہ کس وقت کیا جائے؟

١٦٠٦ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أُخْبِرْتُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ وَهِيَ تَذْكُرُ شَأْنَ خَيْبَرَ: «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْعَثُ عَبْدَ اللهِ بْنَ رَوَاحَةَ إِلَى يَهُودَ فَيَخْرُصُ النَّخْلَ حِينَ يَطِيبُ قَبْلَ أَنْ يُؤْكَلَ مِنْهُ».

ترجمہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ...... جب حضرت عائشہؓ خیبر کا واقعہ بیان کر رہی تھی ...... حضور ﷺ عبداللہ بن رواحہؓ کو خیبر کے یہود کے پاس بھیجا کرتے تھے۔ پس عبداللہ بن رواحہؓ اسوقت درخت پہ لگی کھجوروں کا اندازہ لگایا کرتے تھے جب ان کھجوروں میں مٹھاس پیدا ہو جاتی اور یہ کھجور درخت سے ابھی تک کھائی نہیں جاتی تھی۔

تخریج سنن أبي داود – الزكاة (١٦٠٦) مسند أحمد – باقي مسند الأنصار (٦/١٦٣)

شرح الحدیث كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْعَثُ عَبْدَ اللهِ بْنَ رَوَاحَةَ إِلَى يَهُودَ فَيَخْرُصُ النَّخْلَ حِينَ يَطِيبُ قَبْلَ أَنْ يُؤْكَلَ مِنْهُ: عبداللہ بن راوحہؓ خرص کے ماہر تھے اسی لئے آپ ﷺ ان کو یہود خیبر کے باغات کیطرف بھیج کر ان سے خرص کراتے تھے۔

---

[1] العرف الشذي شرح سنن الترمذي — ج ٢ ص ١١٩

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ٣ ص ٣٤٧

[3] قال أبو الحسن بن القطان الفاسي: لايعرف حاله، وقال أبو بكر البزار: معروف، وذكره أبو حاتم بن حبان البستي في الثقات، وقال ابن حجر العسقلاني في التقريب: مقبول، ووثق الذهبي.

حدیث سے معلوم ہوا کہ خرص ثمار بدوصلاح کے بعد ہونا چاہیئے اس سے پہلے نہیں یہی جمہور کا مسلک ہے اور یہ کہ خرص میں خارص واحد عدل کا قول معتبر ہے۔ وبه قالت المالكية والحنابلة وجماعةٌ من الشافعية إن كان عدلاً عارفاً. وقال جماعة من الشافعية: لابد من الاثنين (منہل [1])۔

١٧ - بَابُ مَا لَا يَجُوزُ مِنَ الثَّمَرَةِ فِي الصَّدَقَةِ؟

زکوۃ میں کس قسم کا پھل دینا جائز نہیں؟

١٦٠٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا عَبَّادٌ، عَنْ سُفْيَانَ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: «نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجُعْرُورِ، وَلَوْنِ الْحُبَيْقِ أَنْ يُؤْخَذَا فِي الصَّدَقَةِ»، قَالَ الزُّهْرِيُّ: «لَوْنَيْنِ مِنْ تَمْرِ الْمَدِينَةِ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَأَسْنَدَهُ أَيْضًا أَبُو الْوَلِيدِ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ كَثِيرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ.

ترجمہ: سہل بن حنیف سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے زکوۃ میں جعرور اور لون الحبیق نامی کھجوریں لینے سے منع فرمایا ہے۔ گھٹیا اور ردی قسم کی کھجوروں کی یہ دو قسمیں ہیں۔ امام زہریؒ نے اسکی یہی تفسیر کی۔ امام ابو داوُدؒ فرماتے ہیں کہ ابو الولید راوی نے سلیمان بن کثیر سے بھی اس روایت کو مسنداً زہری سے نقل کیا ہے۔

شرح الحدیث: اس حدیث کے راوی سہل بن حنیف ہیں اور سہل سے ان کے بیٹے ابو امامہ جن کا نام "اسعد" ہے روایت کرتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے صدقۃ الثمار میں اس سے منع فرمایا کہ جعرور (بروزن عصفور) اور لون الحبیق لی جائے۔ یہ دو گھٹیا قسم کے کھجور کے نام ہیں جیسا کہ خود روایت میں مذکور ہے۔ لکھا ہے حبیق منسوب ہے ابن حبیق کی طرف جو ایک شخص کا نام ہے۔ زکوۃ وعشر کا ضابطہ یہ ہے کہ وہ متوسط درجہ سے لی جائے نہ گھٹیا نہ سب سے عمدہ۔ دار قطنی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض لوگ صدقہ میں ردی قسم کی کھجور دیتے تھے تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے منع فرمایا اور یہ آیت شریفہ نازل ہوئی: وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنفِقُونَ [2]، اور ایک روایت میں ہے: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُؤْخَذَ فِي الصَّدَقَةِ الرُّذَالَةُ [3]۔ رذالہ بمعنی ردی کھجور (منہل [4])۔

١٦٠٨ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَاصِمٍ الْأَنْطَاكِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى يَعْنِي الْقَطَّانَ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنِي صَالِحُ بْنُ أَبِي عَرِيبٍ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ مُرَّةَ، عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ وَبِيَدِهِ عَصًا، وَقَدْ

---

[1] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود – ج ٩ ص ٢١٥

[2] اور قصد نہ کرو گندی چیز کا اس میں سے کہ اس کو خرچ کرو۔ (سورۃ البقرۃ ٢٦٧)

[3] سنن النسائي – كتاب الزكاة – باب قوله عز وجل {وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنفِقُونَ} ٢٤٩٣

[4] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود – ج ٩ ص ٢١٦

عَلَّقَ رَجُلٌ قِنَا حَشَفًا، فَطَعَنَ بِالْعَصَا فِي ذَلِكَ الْقِنْوِ، وَقَالَ: «لَوْ شَاءَ رَبُّ هَذِهِ الصَّدَقَةِ تَصَدَّقَ بِأَطْيَبَ مِنْهَا» . وَقَالَ: «إِنَّ رَبَّ هَذِهِ الصَّدَقَةِ يَأْكُلُ الْحَشَفَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ».

ترجمہ عوف بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس مسجد میں تشریف لائے اور آپ کے دست مبارک میں ایک لاٹھی تھی...... ہم میں سے ایک شخص نے روی کھجوروں کا ایک خوشہ مسجد میں لگادیا تھا...... تو نبی اکرم ﷺ نے اپنی لاٹھی سے اس کھجور کے خوشے کو ہلایا اور ارشاد فرمایا کہ اگر ان کھجوروں کا مالک چاہتا تو اس سے عمدہ کھجوریں صدقہ کرتا اور ارشاد فرمایا کہ ایسی گھٹیا کھجوریں صدقہ کرنے والا شخص روز قیامت گھٹیا کھجوریں کھائے گا۔

تخریج سنن النسائي - الزكاة (٢٤٩٣) سنن أبي داود - الزكاة (١٦٠٨)

شرح الحدیث قنا قاف کے فتحہ و کسرہ کے ساتھ دونوں لغت ہیں اور ایسے ہی قنو (بضم القاف و کسرها) بمعنی خوشۂ کھجور اور حشف خشک ردی تمر۔ یعنی ایک شخص نے ردی کھجور کا خوشہ مسجد نبوی میں (برائے فقراء) ٹانگ رکھا تھا تو اسکو دیکھ کر آپ ﷺ نے چھڑی سے اسکو ہلایا اور ناراض ہو کر فرمایا کہ اسکو لٹکانے والا اگر چاہتا تو اس سے اچھا خوشہ بھی لٹکا سکتا تھا مگر اس نے نہیں چاہا اب اللہ تعالیٰ اس کو بھی اس کے بدلہ میں قیامت کے دن ایسی ہی گھٹیا کھجوریں کھلائیں گے۔ قیامت کے دن کھانے سے بظاہر حقیقۃً کھانا مراد نہیں ہے بلکہ اس خصلت سیئہ کی سزا کا چکھنا مراد ہے، جزاء اکل پر اکل کا اطلاق مشاکلۃً ہے اور حقیقت اکل بھی مراد ہو سکتی ہے بایں طور کہ اللہ تعالیٰ بروز قیامت اس شخص کے اندر اکل کی خواہش و رغبت پیدا فرمادیں اور پھر ایسی ہی گھٹیا کھجور اس کو کھلائیں (منہل [1])۔ دراصل صحابہ کرامؓ میں جو حضرات باغ والے یا اہل وسعت تھے وہ ایسا کرتے تھے کہ نادار لوگوں کی نیت سے مسجد میں کھجور کے خوشے لٹکادیتے تھے تاکہ جب یہ لوگ نماز کیلئے مسجد میں آئیں تو اس میں سے ایک دو دانہ کھجور توڑ کر کھالیں۔ آگے بَابٌ فِي حُقُوقِ الْمَالِ میں ایک حدیث آرہی ہے: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ مِنْ كُلِّ جَادٍّ [2] عَشَرَةِ أَوْسُقٍ مِنَ التَّمْرِ، بِقِنْوٍ يُعَلَّقُ فِي الْمَسْجِدِ لِلْمَسَاكِينِ [3]۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس تعلیق قنو کا دستور حضور اکرم ﷺ کی ترغیب سے تھا۔

١٨- بَابُ زَكَاةِ الْفِطْرِ

صدقہ فطر کا بیان

جاننا چاہیئے کہ زکوٰۃ کی دو قسمیں ہیں: زکوٰۃ مالیہ اور دوسری قسم زکوٰۃ بدنیہ جس کو صدقۃ الفطر کہتے ہیں۔ مصنفؒ جب قسم اول کے

---

[1] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج ٩ ص ٢١٧

[2] جاد اسم فاعل ہے جد بمعنی القطع سے، بمعنی مجدود (درخت سے توڑی ہوئی کھجور) یعنی ہر دس وسق کھجوروں کے ذخیرہ میں سے کم از کم ایک خوشہ مسجد میں ٹانگا جاوے، (لطیفہ) الکوکب الدری میں اس حدیث سے ایک لطیف استنباط بھی فرمایا ہے، وہ یہ کہ مسجد کی چھت میں گرمی کے زمانہ میں ہوا کیلئے پنکھے لٹکا سکتے ہیں۔ ۱۲

[3] سنن أبي داود - كتاب الزكاة - باب في حقوق المال ١٦٦٢

ضروری اور اہم ابواب سے فارغ ہو گئے تو اب یہاں سے اسکی قسم ثانی کو بیان فرماتے ہیں، پھر اس سے فارغ ہو کر مصنف بقیہ ابواب الزکوٰۃ بیان کریں گے۔

صدقة الفطر سے متعلق مباحث عشرہ علمیہ مفیدہ: یہاں شروع میں پہلے چند امور کا جان لینا طالب علم کے لئے مفید اور موجب بصیرت ہے اور ہماری ترتیب کے لحاظ سے وہ دس چیزیں ہیں:

① صدقۃ الفطر کا تسمیہ اور وجہ تسمیہ۔ ② اس کی مشروعیت کا سال۔ ③ اس کا حکم شرعی مع اختلاف ائمہ۔ ④ صدقۃ الفطر کا سبب وجوب۔ ⑤ شرط وجوب اور کیا غنیٰ بھی اس کے شرائط میں سے ہے یا نہیں؟ ⑥ وقت وجوب۔ ⑦ کیفیت وجوب وهل له قضاء ان لم يؤد يوم العيد؟ ⑧ کیا عبد پر بھی واجب ہے اگر ہے تو ادا کون کرے گا وہ خود یا اس کی طرف سے مولیٰ؟ ⑨ صدقۃ الفطر کی مقدار اور مقدار حنطہ میں اختلاف۔ ⑩ صدقة الفطر من الاقط کا معیار اور حکم۔

بحث اول (تسمیہ اور وجہ تسمیہ): صدقۃ الفطر کے اسماء کئی ہیں: زكوٰة الفطر، زكوٰة رمضان، زكوٰة الصوم، صدقة الرأس، صدقة النفوس، زكوٰة البدن، صدقۃ الفطر میں اضافت الی وقت الوجوب ہے یا الی الشرط کہہ لیجئے۔ اور صدقة الرأس والبدن میں اضافت الی السبب ہے (کما ستعرف)۔ پھر فطر میں دو قول ہیں: بمعنی فطرت واصل خلقة، بمعنی الافطار وهو الأظهر، فقد ورد في حديث: زَكَاةَ الْفِطْرِ مِنْ رَمَضَانَ [1] (قاله الحافظان ابن حجر والعيني [2])۔

بحث ثانی (مشروعیت کا سال): ۲ھ ہجری میں عید سے دو دن قبل۔ آپ ﷺ نے عید سے دو روز قبل لوگوں کو خطبہ دیا جس میں صدقۃ الفطر کی تعلیم فرمائی ﷺ شرّف وکرّم (وقد تقدم شئ منه في مبدأ كتاب الزكوٰة)۔

بحث ثالث (حکم شرعی مع اختلاف ائمہ): اس میں چار قول ہیں: ائمہ ثلاثہ اور جمہور کے نزدیک صدقۃ الفطر فرض ہے اور حنفیہ کے نزدیک واجب، اشہب مالکی، ابن اللبان شافعی کے نزدیک سنت مؤکدہ۔ ابو بکر بن کیسان الاصم اور ابراہیم بن علیہ کے نزدیک منسوخ ہے، لحدیث قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَدَقَةِ الْفِطْرِ قَبْلَ أَنْ تَنْزِلَ الزَّكَاةُ، فَلَمَّا نَزَلَتِ الزَّكَاةُ لَمْ يَأْمُرْنَا وَلَمْ يَنْهَنَا [3]۔ (رواه [4] أحمد وابن خزيمة والنسائي وابن ماجه والحاكم) لیکن یہ استدلال صحیح نہیں، إذ نزول [5] فرض لايدل على سقوط فرض آخر۔

---

[1] صحيح مسلم – كتاب الزكاة – باب زكاة الفطر على المسلمين من التمر والشعير ٩٨٤

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري – ج٣ ص٣٦٧، عمدة القاري شرح صحيح البخاري – ج٩ ص١٠٧.

[3] سنن النسائي – الزكاة (٢٥٠٧) مسند أحمد – مسند المكيين (٤٢٢/٣) مسند أحمد – باقي مسند الأنصار (٦/٦) مسند أحمد – باقي مسند الأنصار (٦/٦) المستدرك على الصحيحين – الزكاة (١٤٩١)، سنن ابن ماجه – الزكاة (١٨٢٨)، صحيح ابن خزيمة – الزكاة (٢٣٩٤)

[4] یہ حدیث ہمارے یہاں کتاب الزکوٰۃ کے شروع میں بھی گزر چکی، ۱۲۔

[5] المنهل المفهم میں یہاں تبعاً للاوجز اس طرح ہے: اذ سقوط فرض لايدل على سقوط فرض آخر، اھ، یہ سبقت قلم ہے، ۱۲۔ قال الإمام البيهقي: ←

فائدہ: ائمہ ثلاثہ کا مذہب اگرچہ صدقۃ الفطر کی فرضیت لکھا ہے لیکن اس کے باوجود ان کے نزدیک اس کا منکر کافر نہیں ہے کیونکہ فرض سے مراد ان کی غیر قطعی ہے اور حنفیہ کے نزدیک فرض غیر قطعی نہیں ہوتا وہ ہمیشہ قطعی ہی ہوتا ہے بلکہ غیر قطعی کو وہ واجب سے تعبیر کرتے ہیں یہ ایک مستقل اختلافی و اصولی مسئلہ ہے کہ احناف کی اصطلاح واجب کی ہے اور جمہور کے نزدیک فرض غیر قطعی، بس یہ اختلاف صرف لفظی ہے حقیقی نہیں۔

بحث رابع (سبب وجوب): صدقۃ الفطر کا سبب وجوب رأسٌ یموتہٗ ویلی علیہ ولایۃً تامۃً ہے لما فی الحدیث: عَمَّنْ تَمُونُونَ [1]، یعنی وہ ذات جس کی مؤنۃ (نفقہ وغیرہ) آدمی برداشت کرتا ہے اور جس پر اس کو ولایت تامہ حاصل ہو۔ اسکا اولین مصداق تو آدمی کی خود اپنی ذات ہے اور اسی طرح اس میں اسکی اولاد صغار بھی داخل ہے، اولاد کبار اور زوجہ اس میں داخل نہیں، ان پر آدمی کو ولایت تامہ حاصل نہیں ہوتی۔ چنانچہ حنفیہ بلکہ جمہور وائمہ ثلاثہ کے نزدیک اولاد صغار کا مسئلہ یہ ہے کہ اگر وہ مالدار ہوں تو باپ پر واجب ہے کہ ان کے مال میں سے ان کا صدقۃ الفطر ادا کرے اور اگر مالدار نہ ہوں تو پھر باپ وغیرہ جو بھی ان کا ولی ہو ان کی طرف سے وہ ادا کرے، لیکن امام محمدؒ کا اس میں اختلاف ہے۔ ان کے نزدیک صغیر کا صدقہ مطلقاً باپ پر ہے، وہ صغیر مالدار ہو یا نہ ہو اور اگر وہ یتیم ہو اس کے باپ نہ ہو تو پھر کسی پر اس کا صدقہ نہیں ہے، اور زوجہ کا مسئلہ بھی اختلافی ہے جمہور ومنهم الأئمة الثلاثة کے نزدیک اس کا صدقہ زوج پر واجب ہے جس طرح نفقہ اس پر واجب ہے اور حنفیہ کے نزدیک زوجہ کا صدقۃ الفطر خود اس پر ہی ہے جیسا کہ اس کے مال کی زکوٰۃ خود اسی کے مال میں واجب ہے، یہی مسلک سفیان ثوریؒ، ابن المنذرؒ، وابن سیرینؒ اور ظاہریہ کا ہے۔

حنفیہ کا استدلال عَلَى كُلِّ ذَكَرٍ وَأُنْثَى [2] سے ہے اسمیں زوجہ بھی آگئی اور غیر منکوحہ بالغہ عورت کا صدقہ تو بالاتفاق خود اسی پر ہے۔

بحث خامس (شرط وجوب): شرط وجوب تین ہیں: اسلام، حریت، غنیٰ یعنی صاحب نصاب ہونا لیکن حولان حول شرط نہیں۔ یہ حنفیہ کا مسلک اور مالکیہ کی ایک روایت ہے، جمہور کے نزدیک صدقۃ الفطر کے وجوب کیلئے نصاب شرط نہیں بلکہ غنی اور فقیر سب پر واجب ہے صرف یہ ضروری ہے کہ اس شخص کے پاس اپنے اور اپنے اہل وعیال کے ایک دن کے نفقہ کے علاوہ اتنا مال ہو کہ اس میں سے صدقۃ الفطر ادا کر سکے یہی مسلک امام شافعیؒ واحمدؒ ومالکؒ (فی روایۃ) کا ہے، لحدیث ثعلبة بن أبي صُعير ﷺ مرفوعاً عند المصنف (جو اگلے باب میں آرہی ہے) وفيه: عَلَى كُلِّ غَنِيٍّ أَوْ فَقِيرٍ. أَمَّا فَقِيرُكُمْ فَيَرُدُّهُ اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ أَكْثَرَ مِمَّا أَعْطَى [3]۔

لے وهذا لا يدل على سقوط فرضها؛ لأن نزول فرض لا يوجب سقوط آخر وقد أجمع أهل العلم على وجوب زكاة الفطر. (السنن الكبرى - ج٤ ص٢٦٩)

[1] عمدة القاري شرح صحيح البخاري - ج٩ ص١٠٧

[2] سنن النسائي - كتاب الزكاة - باب مكيلة زكاة الفطر ٢٥٠٨

[3] سنن أبي داود - كتاب الزكاة - باب من روى نصف صاع من قمح ١٦١٩

قاضی ابو بکر بن العربی مالکیؒ نے اس میں حنفیہ کے مسلک کو ترجیح دی ہے (جو مالکیہ کی بھی ایک روایت ہے) اس لئے کہ حدیث ثعلبہؓ ان احادیث صحیحہ کا مقابلہ نہیں کر سکتی جن سے غنی کا شرط ہونا معلوم ہوتا ہے، لَا صَدَقَةَ إِلَّا عَنْ ظَهْرِ غِنًى [1] وغیرہ احادیث صحیحہ ہیں۔ اسی طرح اصول کا تقاضا بھی یہی ہے اور حدیث ثعلبہ اول تو ضعیف ہے اسلئے کہ اس کی سند میں النعمان بن راشد ہے، قال المنذری: لایحتج بحدیثہ۔ دوسرے اس کا ایک جواب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ غنیٰ امور اضافیہ میں سے ہے۔ پس فقیر سے فقیر نسبی مراد ہے یعنی وہ غنی جو کبار اغنیاء کے اعتبار سے فقیر ہے۔

بحث سادس (وقت وجوب): یہ پہلے آچکا کہ صدقۃ الفطر میں، فطر سے مراد افطار صوم ہے لہذا اس کا وقت وجوب وقت افطار ہے۔ اب افطار سے کونسا افطار مراد ہے؟ حنابلہ تو یہ کہتے ہیں: رمضان کے آخری دن کا وقت غروب (لیلۃ العید کا شروع) اور حنفیہ یہ کہتے ہیں: یہ افطار تو شروع رمضان سے ہو رہا ہے، یہ مراد نہیں بلکہ وہ خاص وقت افطار جو ایک ماہ کے بعد ہو رہا ہے یعنی عید کے دن طلوع فجر کا وقت۔ پس جو شخص اس وقت موجود ہوگا اسی پر صدقۃ الفطر واجب ہوگا اور جو شخص اس سے قبل مر جائے یا جو بچہ اس وقت کے گزرنے کے بعد پیدا ہو اس پر صدقۃ الفطر نہ ہوگا اور مالکیہ کے اس میں دونوں قول ہیں مثل المذہبین، اسی طرح امام شافعیؒ کے بھی ان کا قول جدید مثل احمدؒ کے ہے اور قول قدیم میں وہ ہمارے ساتھ ہیں [2]۔

بحث سابع (کیفیت وجوب): اس کا وجوب موسَّعاً ہے یامضیقاً (غیر موسَّع)، فعند الحنفية هي من الواجبات الموسعة، فوقت اداءها جميع العمر مثل الزكوة اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک صدقۃ الفطر واجبات غیر موسعہ میں سے ہے۔ چنانچہ انکے نزدیک اس کی تاخیر یوم عید سے حرام ہے لیکن اس وقت ادا نہ کرنے سے ذمہ سے ساقط نہ ہوگا۔ پھر امام شافعیؒ و احمدؒ کے نزدیک تو بعد میں دینا قضا شمار ہوگا اور مالکیہ کے نزدیک یہ دینا ہوگا تو ادا ہی لیکن تاخیر کیوجہ سے گناہ ہوگا اور حسن ابن زیاد کے نزدیک یوم الفطر گزرنے کے بعد صدقۃ الفطر ساقط ہی ہو جاتا ہے اور ابن القیم کے نزدیک صلوۃ العید کے بعد اس کا وقت نہیں رہتا بلکہ ساقط ہو جاتا ہے (بذل وحاشیۃ بذل [3])۔

بحث ثامن (کیا عبد پر بھی واجب ہے؟): حدیث میں ہے: عَلَى كُلِّ حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ [4]، اسکے پیش نظر داؤد ظاہری کا مسلک یہ ہے کہ صدقۃ الفطر عبد پر ہی واجب ہوتا ہے اور اسی کے ذمہ ہے اسکا ادا کرنا اور سید پر لازم ہے کہ اسکو اکتساب کی مہلت دے تاکہ وہ کما کر اپنا صدقۃ الفطر خود ادا کر سکے جس طرح نماز کیلئے اسکو وقت دینا ضروری ہے۔

اور جمہور ومنهم الأئمة الأربعة کے نزدیک عبد کے صدقۃ الفطر کی ادائیگی سید پر ہے، اب یہ کہ ابتداء ہی سے سید پر ہے یا ابتداءً تو

---

[1] صحيح البخاري - كتاب الزكاة - باب لا صدقة إلا عن ظهر غنى

[2] عمدة القاري شرح صحيح البخاري - ج ٩ ص ١١٨

[3] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٨ ص ١٢٦

[4] صحيح البخاري - أبواب صدقة الفطر - باب صدقة الفطر على العبد وغيره من المسلمين ١٤٣٣

عبد پر واجب ہوتا ہے پھر سید اسکی طرف سے متحمل ہوتا ہے؟ اس میں شافعیہ کے دونوں قول ہیں اور حنفیہ یوں کہتے ہیں: عبد میں اہلیت وجوب نہیں ہے بلکہ عبد کا صدقہ واجب بھی مولیٰ ہی پر ہوتا ہے اور ادا بھی اسی کے ذمہ ہے۔ یہاں دو اختلاف اور ہیں، ایک یہ کہ عبد خدمت اور عبد تجارت میں فرق ہے یا نہیں؟ ایسے ہی عبد مسلم اور غیر مسلم کے حکم میں فرق ہے یا نہیں؟ یہ اختلافات آئندہ حدیث کے ذیل میں آرہے ہیں۔

بحث تاسع (صدقة الفطر کی مقدار اور مقدار حنطه میں اختلاف) وعاشر (صدقة الفطر من الاقط کی معیار اور حکم): کا بیان ان شاء اللہ تعالیٰ آگے حدیث کے ذیل میں آئے گا۔

١٦٠٩- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ الدِّمَشْقِيُّ، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ السَّمَرْقَنْدِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ - قَالَ عَبْدُ اللهِ: حَدَّثَنَا أَبُو يَزِيدَ الْخَوْلَانِيُّ وَكَانَ شَيْخَ صِدْقٍ وَكَانَ ابْنُ وَهْبٍ يَرْوِي عَنْهُ، حَدَّثَنَا سَيَّارُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ - قَالَ مَحْمُودٌ: الصَّدَفِيُّ - عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: «فَرَضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ طُهْرَةً لِلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ، وَطُعْمَةً لِلْمَسَاكِينِ، مَنْ أَدَّاهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ، فَهِيَ زَكَاةٌ مَقْبُولَةٌ، وَمَنْ أَدَّاهَا بَعْدَ الصَّلَاةِ، فَهِيَ صَدَقَةٌ مِنَ الصَّدَقَاتِ».

ترجمہ عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر کو لازم قرار دیا، کہا کہ روزے میں جو لغو کام اور فحش باتیں ہو گئیں ان سے روزے پاک صاف ہو جائیں اور فقراء کی روزی کا سامان ہو جائے...... جو شخص عید کی نماز سے پہلے یہ صدقہ فطر ادا کرتا ہے تو اللہ پاک اسکو اعلیٰ درجے کی قبولیت کے ساتھ قبول فرماتے ہیں اور جو شخص عید کی نماز کے بعد صدقہ فطر ادا کرے تب بھی یہ صدقات واجب میں سے ایک لازم صدقہ ہے۔

تخریج سنن أبي داود - الزكاة (١٦٠٩) سنن ابن ماجه - الزكاة (١٨٢٧)

شرح الحدیث عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: فَرَضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ طُهْرَةً لِلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ، وَطُعْمَةً لِلْمَسَاكِينِ: **صدقة الفطر کی مشروعیت میں حکمت:** اس حدیث میں صدقۃ الفطر کی مشروعیت اور اس کی حکمت بیان کی گئی ہے، وہ یہ کہ صیام [1] میں جو کچھ نقص واقع ہوا ہو اس کی تلافی ہو جائے۔ دوسرے یہ کہ فقراء کا اس میں فائدہ ہے۔ دار قطنی کی ایک روایت میں ہے: أَغْنُوهُمْ عَنِ الطَّوَافِ فِي هَذَا الْيَوْمِ [2]. کہ فقراء کو عید کے دن (طلب معاش میں گلیوں میں اور بازاروں میں) گشت کرنے سے مستغنی کر دو۔

حدیث الباب کے بارے میں حافظ منذریؒ نے لکھا ہے: والحدیث أخرجه ابن ماجه اھ، معلوم ہوا یہ حدیث صحاح ستہ میں سے

[1] یہ ترجمہ و مطلب ہمارے نسخہ کے لحاظ سے ہے اور بعض نسخوں میں طهرة للصائم ہے وہاں مطلب ہو گا کہ روزہ دار کی تطہیر عن الإثم ہو جائے۔

[2] عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: فَرَضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ، وَقَالَ: «أَغْنُوهُمْ فِي هَذَا الْيَوْمِ». وَقَالَ يُوسُفُ: صَدَقَةُ الْفِطْرِ (سنن الدارقطني كتاب زكاة الفطر ٢١٣٣)۔

صرف ابوداؤد میں اور ابن ماجہ میں ہے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں: اس حدیث سے بعض علماء نے اس پر استدلال کیا ہے کہ صبی پر صدقۃ الفطر نہیں ہے اس لئے کہ تطہیر کا تعلق تو اثم سے ہوتا ہے اور صبی آثم نہیں ہے، اسی طرح حسن بصریؒ اور سعید بن المسیبؒ نے اس پر استدلال کیا کہ صدقۃ الفطر صرف اس پر واجب ہے جس نے روزہ رکھا ہو اس لئے کہ جب کسی نے روزہ رکھا ہی نہیں تو تطہیر صیام کہاں ہوا؟ لیکن اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ "طهرة للصائم" یہ قید غالب الناس کے لحاظ سے ہے ہر جگہ اس کا تحقق ضروری نہیں، مثلاً جس نے کبھی کوئی گناہ کیا ہی نہ ہو بلکہ وہ شخص محقق الصلاح ہو تو کیا اس پر بھی واجب نہ ہوگا[1]؟

۱۹۔ بَابُ مَتَى تُؤَدَّى؟

صدقہ فطر کس وقت ادا کیا جائے؟

صدقۃ الفطر کب تک ادا کیا جاسکتا ہے؟ اس مسئلہ پر کلام ابتدائی ابحاث میں گزر چکا کہ صدقۃ الفطر واجبات موسعہ میں سے ہے یا واجبات مضیقہ میں سے؟ گزشتہ مباحث میں سے بحث سابع یہی ہے۔

۱۶۱۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: «أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِزَكَاةِ الْفِطْرِ أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ». قَالَ: فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُؤَدِّيهَا قَبْلَ ذَلِكَ بِالْيَوْمِ وَالْيَوْمَيْنِ.

ترجمہ عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ لوگوں کے عید کی نماز کیلئے جانے سے پہلے صدقہ فطر ادا کیا جائے۔ راوی کہتا ہے: عبد اللہ بن عمرؓ عید سے ایک دو دن پہلے صدقہ فطر ادا کرتے تھے۔

تخریج صحیح البخاري - الزكاة (١٤٣٢) صحيح مسلم - الزكاة (٩٨٦) جامع الترمذي - الزكاة (٦٧٧) سنن النسائي - الزكاة (٢٥٠٤) سنن النسائي - الزكاة (٢٥٢١) سنن أبي داود - الزكاة (١٦١٠) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/٦٧) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/١٥١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/١٥٥) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/١٥٧)

شرح الحدیث **صدقۃ الفطر کی تقدیم کب تک جائز ہے؟** عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: «أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِزَكَاةِ الْفِطْرِ أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ». قَالَ: فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُؤَدِّيهَا قَبْلَ ذَلِكَ بِالْيَوْمِ وَالْيَوْمَيْنِ.

اس میں یہ دوسرا مسئلہ ہے وہ یہ کہ صدقۃ الفطر کی تعجیل جائز ہے یا نہیں؟ مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک عید سے صرف ایک دو دن قبل دے سکتے ہیں، یہی ایک روایت حنفیہ کی ہے اور دوسری روایت حنفیہ کی ایک دو سال تعجیل کی ہے۔ حنابلہ کی ایک روایت یہ ہے کہ نصف رمضان کے بعد سے دینا جائز ہے جس طرح اذان فجر نصف لیل کے بعد اور روانگی از مزدلفہ نصف لیل کے بعد سے جائز ہے اور عند الشافعی رمضان کے کسی بھی حصہ میں دے سکتے ہیں، رمضان سے قبل دینا جائز نہیں اور یہی ایک روایت حنفیہ کی

---

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج۷ ص۵۸-۵۹

ہے۔ ہمارے یہاں اس میں مختلف روایات ہیں۔ چنانچہ دو اس سے پہلے گزر چکیں اور تیسری روایت یہ ہے جس کو اصح کہا گیا ہے کہ مطلقاً تقدیم جائز ہے، ولو علی رمضان [1]۔

٢٠ - بَابُ كَمْ يُؤَدَّى فِي صَدَقَةِ الْفِطْرِ؟

صدقہ فطر میں اناج کی کتنی مقدار ادا کیجائے؟

صدقة الفطر کی مقدار: یہ وہی بحث تاسع ہے جس کو ہم نے آئندہ پر محول کر دیا تھا، یعنی صدقۃ الفطر کی مقدار۔ صدقۃ الفطر کی مقدار جملہ اشیاء مذکورہ فی الحدیث میں عند الجمہور، ومنہم الائمۃ الثلاثۃ ایک صاع ہے۔ حنطہ [2] میں حنفیہ کا جمہور سے اختلاف ہے، حنفیہ کے نزدیک نصف صاع ہے۔ اسی کو اختیار کیا ہے ابن المنذر شافعیؒ نے بڑی قوت کیساتھ۔ اور صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کا مذہب اس کو ثابت کیا ہے اور یہی مذہب ہے سفیان ثوریؒ اور ابن المبارکؒ کا اور یہی ایک روایت ہے ابن حبیب مالکیؒ سے حافظ ابن قیمؒ اور ان کے شیخ ابن تیمیہؒ کا میلان بھی اسی طرف ہے۔ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: امام احمدؒ کا جو مسلک کفارات میں ہے کہ وہ کفارات میں حنطہ کا نصف مانتے ہیں غیر حنطہ سے اس کا قیاس اور تقاضا صدقۃ الفطر میں بھی یہی ہے کہ نصف صاع ہو، اھ۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ حنابلہ کی کتب میں تصریح ہے ایک صاع کی اور بظاہر امام نوویؒ سے شرح مسلم میں سبقت قلم ہوئی کہ امام احمدؒ کا مسلک مثل حنفیہ کے لکھدیا۔

١٦١١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ - وَقَرَأَهُ عَلَيَّ مَالِكٌ أَيْضًا - عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَضَ قَالَ فِيهِ - فِيمَا قَرَأَهُ عَلَيَّ مَالِكٌ - «زَكَاةُ الْفِطْرِ مِنْ رَمَضَانَ صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعٌ مِنْ شَعِيرٍ عَلَى كُلِّ حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ، ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى مِنَ الْمُسْلِمِينَ».

ترجمہ: ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر مقرر فرمایا...... عبد اللہ بن مسلم استاذ کہتے ہیں کہ امام مالکؒ نے مجھ پر جب حدیث قرأت کی تھی اس طرح فرمایا تھا...... رمضان میں صدقہ فطر کی مقدار یہ ہے کہ کھجور میں سے ایک صاع ادا کیجئے اور جو میں سے بھی ایک صاع ادا کرنا ہر ایک آزاد، غلام، مذکر، مؤنث مسلمان شخص پر لازم ہے۔

١٦١٢ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ السَّكَنِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَهْضَمٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: فَرَضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا، فَذَكَرَ بِمَعْنَى مَالِكٍ، زَادَ: وَالصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ، وَأَمَرَ بِهَا أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ عَبْدُ اللهِ الْعُمَرِيُّ، عَنْ نَافِعٍ بِإِسْنَادِهِ قَالَ: عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ، وَرَوَاهُ سَعِيدٌ الْجُمَحِيُّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ قَالَ فِيهِ: مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَالْمَشْهُورُ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ لَيْسَ فِيهِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ.

---

[1] أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ٦ ص ٣٠٦-٣٠٨

[2] اور زیب میں صرف امام صاحب یہ فرماتے ہیں کہ نصف صاع ہے، صاحبین اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اس کا ایک صاع ہے، ١٢۔

ترجمہ: عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر ایک صاع ادا کرنا لازم قرار دی، اسکے بعد عمر بن نافع نے امام مالک کی حدیث کے ہم معنی روایت نقل کی، اسمیں یہ اضافہ ہے کہ چھوٹے نابالغ اور بالغ شخص پر بھی صدقہ فطر ادا کرنا لازم ہے اور حضور ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم صدقہ فطر اسوقت سے پہلے ادا کریں جب لوگ عید کی نماز کیلئے جاتے ہیں۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ عبد اللہ العمری نے نافع سے انکی سند سے نقل کیا کہ صدقہ فطر ایک مسلم پر دینا لازم ہے اور سعید الجمحی نے عبید اللہ کے واسطہ سے نافع سے نقل کیا، اسمیں مِنَ الْمُسْلِمِينَ کا اضافہ نقل کیا ہے۔ عبید اللہ سے مذکور مشہور حدیثوں میں مِنَ الْمُسْلِمِينَ کے لفظ کا اضافہ مذکور نہیں ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الزكاة (١٤٣٢) صحيح البخاري - الزكاة (١٤٣٣) صحيح البخاري - الزكاة (١٤٣٦) صحيح البخاري - الزكاة (١٤٣٨) صحيح البخاري - الزكاة (١٤٤٠) صحيح البخاري - الزكاة (١٤٤١) صحيح مسلم - الزكاة (٩٨٤) جامع الترمذي - الزكاة (٦٧٥) جامع الترمذي - الزكاة (٦٧٦) سنن النسائي - الزكاة (٢٥٠٠) سنن النسائي - الزكاة (٢٥٠١) سنن النسائي - الزكاة (٢٥٠٢) سنن النسائي - الزكاة (٢٥٠٣) سنن النسائي - الزكاة (٢٥٠٤) سنن النسائي - الزكاة (٢٥٠٥) سنن النسائي - الزكاة (٢٥١٦) سنن أبي داود - الزكاة (١٦١١) سنن ابن ماجه - الزكاة (١٨٢٦) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٥/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٥٥/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٦٣/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٦٦/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٦٧/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٠٢/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١١٤/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٣٧/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٥١/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٥٥/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٥٧/٢) موطأ مالك - الزكاة (٦٢٧) سنن الدارمي - الزكاة (١٦٦١) سنن الدارمي - الزكاة (١٦٦٢)

شرح الاحادیث: عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَضَ (قَالَ فِيهِ - فِيمَا قَرَأَهُ عَلَيَّ مَالِكٌ - زَكَاةَ الْفِطْرِ مِنْ رَمَضَانَ): بین القوسین والی عبارت جملہ معترضہ ہے، شروع سند میں یہ آیا تھا: عبد اللہ بن مسلمہ فرماتے ہیں: حَدَّثَنَا مَالِكٌ - وَقَرَأَهُ عَلَيَّ مَالِكٌ۔

شرح السند: یعنی عبد اللہ بن مسلمہ کو یہ حدیث امام مالکؒ سے بطریق تحدیث بھی پہونچی ہے اور بطریق قرأت علی الشیخ بھی جس کو اخبار کہتے ہیں۔ اب یہاں الفاظ حدیث کے بارے میں عبد اللہ بن مسلمہ یہ فرمارہے ہیں کہ سماع من الشیخ والی صورت میں تو لفظ صرف یہ ہیں: فرض زکاۃ الفطر، اور قرأت علی الشیخ والی روایت میں: زَكَاةُ الْفِطْرِ مِنْ رَمَضَانَ ہے۔ مِنْ رَمَضَانَ کا لفظ اس میں زائد ہے۔

صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ، أَوْ صَاعٌ مِنْ شَعِيرٍ: جاننا چاہیئے کہ داؤد ظاہری کے نزدیک صدقۃ الفطر منحصر ہے ان دو چیزوں میں جو اس حدیث میں مذکور ہیں: تمر اور شعیر اور جمہور کے نزدیک ان دو میں انحصار نہیں ہے ان احادیث کی بنا پر جن میں اور دوسری اشیاء بھی مذکور ہیں۔

مِنَ الْمُسْلِمِينَ: **عبد کافر کی طرف سے صدقة الفطر:** بحث ثامن میں یہ گزرا تھا کہ اس میں یہ اختلاف ہے کہ عبد

مسلم وکافر کے حکم میں فرق ہے یا نہیں؟ سو جمہور، ومنهم الأئمة الثلاثة کے نزدیک تو فرق ہے، ان کے نزدیک مولیٰ پر صرف عبد مسلم کا صدقۃ الفطر واجب ہے، عبد کافر کا نہیں اور حنفیہ کے نزدیک مولیٰ پر دونوں کی طرف سے صدقہ دینا واجب ہے۔ یہاں روایت میں مِنَ الْمُسْلِمِينَ کی قید مذکور ہے جو جمہور کے موافق ہے۔ حنفیہ کی طرف سے جواب میں کہا گیا کہ امام ترمذیؒ نے اس زیادتی کے بارے میں فرمایا ہے: امام مالکؒ اسکے ساتھ متفرد ہیں، نافع کے شاگردوں میں سے کسی اور نے یہ زیادتی ذکر نہیں کی، لیکن امام نوویؒ نے امام ترمذیؒ کے اس نقد پر رد کیا ہے کہ ایسا نہیں ہے بلکہ مالکؒ کی متابعت کی گئی ہے۔ چنانچہ اس زیادتی کو نافع سے مالک کے علاوہ ضحاک بن عثمان اور عمر بن نافع نے بھی روایت کیا ہے اور یہ دونوں ثقہ ہیں، اھ [1]۔ میں کہتا ہوں: عمر بن نافع کی روایت تو صحیح بخاری میں ہے اور ضحاک بن عثمان کی صحیح مسلم میں ہے، دونوں میں مِنَ الْمُسْلِمِينَ کی قید مذکور ہے (كما قال النووي) بلکہ ابن دقیق العید تو یہ فرماتے ہیں کہ اس زیادتی کو نافع سے روایت کرنے والے سات راوی ہیں [2]، لہذا تفرد اور ضعف کا دعویٰ تو صحیح نہیں ہے جب کہ یہ لفظ صحیحین کی روایت میں موجود ہے۔ اصل جواب اس کا یہ ہے کہ اسباب میں تزاحم نہیں ہوتا ایک مسبب کے متعدد اسباب ہو سکتے ہیں، یہاں پر مسبب یعنی صدقۃ الفطر ایک ہے اور اس کا سبب عبد کافر میں اس کی ذات ہے اور عبد مسلم میں اس کی ذات اسی لئے بعض روایات میں مِنَ الْمُسْلِمِينَ مذکور ہے اور بعض میں نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ مولیٰ پر عبد کی طرف سے جو صدقۃ الفطر واجب ہوتا ہے اس کی علت میں اختلاف ہے۔ حنفیہ کے نزدیک اس کی علت عبد کا مال ہونا ہے اور جمہور کے نزدیک اس کی علت اس کا مکلف ہونا ہے اور مال جس طرح عبد مسلم ہے ایسے ہی عبد کافر بھی ہے اور مکلف ظاہر ہے کہ عبد مسلم ہی ہے عبد کافر نہیں اسی لئے جمہور اسلام کی قید لگاتے ہیں، واللہ أعلم۔

ایک اختلاف یہاں پر یہ ہے کہ صدقۃ الفطر عبید خدمت وعبید تجارت دونوں میں ہے یا صرف عبید خدمت میں؟ عند الأئمة الثلاثة اس میں عموم ہے، ان کے نزدیک دونوں میں ہے اور حنفیہ کے نزدیک صرف عبید للخدمة میں ہے للتجارة میں نہیں ہے کیونکہ ان میں تو زکوٰۃ تجارت واجب ہوتی ہے، ولیس في مالٍ زكاتان (ایک مال میں دو زکوتیں واجب نہیں ہوتیں)۔

۱۶۱۳- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، أَنَّ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ، وَبِشْرَ بْنَ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَاهُمْ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، ح وحَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، "أَنَّهُ فَرَضَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ، أَوْ تَمْرٍ، عَلَى الصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ، وَالْحُرِّ وَالْمَمْلُوكِ". زَادَ مُوسَى: وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ فِيهِ أَيُّوبُ، وَعَبْدُ اللَّهِ يَعْنِي الْعُمَرِيَّ، فِي حَدِيثِهِمَا عَنْ نَافِعٍ: ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى أَيْضًا.

ترجمہ: عبد اللہ بن عمرؓ نبی اکرم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ہر چھوٹے بڑے، آزاد غلام (مسدد استاد نے

---

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج—ج۷ص۶۱

[2] عمدة القاري شرح صحيح البخاري—ج۹ص۱۱۰

یہ اضافہ کیا) مذکر اور مؤنث پر صدقہ فطر کو لازم قرار دیا کہ جَو کا ایک صاع یا کھجور کا ایک صاع ادا کرے۔ امام ابو داودؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں ایوب اور عبد اللہ العمری نے بھی نافع سے حدیث کو نقل کرتے ہوئے ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى کا اضافہ نقل کیا۔

تخریج: صحيح البخاري - الزكاة (١٤٣٢) صحيح البخاري - الزكاة (١٤٣٣) صحيح البخاري - الزكاة (١٤٣٦) صحيح البخاري - الزكاة (١٤٣٨) صحيح البخاري - الزكاة (١٤٤٠) صحيح البخاري - الزكاة (١٤٤١) صحيح مسلم - الزكاة (٩٨٤) جامع الترمذي - الزكاة (٦٧٥) جامع الترمذي - الزكاة (٦٧٦) سنن النسائي - الزكاة (٢٥٠٠) سنن النسائي - الزكاة (٢٥٠١) سنن النسائي - الزكاة (٢٥٠٢) سنن النسائي - الزكاة (٢٥٠٣) سنن النسائي - الزكاة (٢٥٠٤) سنن النسائي - الزكاة (٢٥٠٥) سنن النسائي - الزكاة (٢٥١٦) سنن أبي داود - الزكاة (١٦١٣) سنن ابن ماجه - الزكاة (١٨٢٦) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/٥) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/٥٥) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/٦٣) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/٦٦) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/٦٧) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/١٠٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/١١٤) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/١٣٧) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/١٥١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/١٥٥) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/١٥٧) موطأ مالك - الزكاة (٦٢٧) سنن الدارمي - الزكاة (١٦٦١) سنن الدارمي - الزكاة (١٦٦٢)

١٦١٤- حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ خَالِدٍ الْجُهَنِيُّ، حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْجُعْفِيُّ، عَنْ زَائِدَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي رَوَّادٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: «كَانَ النَّاسُ يُخْرِجُونَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ أَوْ تَمْرٍ أَوْ سُلْتٍ أَوْ زَبِيبٍ». قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: فَلَمَّا كَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، وَكَثُرَتِ الْحِنْطَةُ، جَعَلَ عُمَرُ نِصْفَ صَاعٍ حِنْطَةً مَكَانَ صَاعٍ مِنْ تِلْكَ الْأَشْيَاءِ.

ترجمہ: عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ عہد نبوی میں لوگ صدقہ فطر ایک صاع جَو کا یا کھجور کا یا بغیر چھلکے والی جَو کا ایک صاع یا کشمش کا ایک صاع دیا کرتے تھے....... عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ خلیفہ بنائے گئے اور گیہوں میں پیداوار زیادہ ہوگئی تو حضرت عمرؓ نے ان مذکورہ بالا چیزوں کی جگہ گیہوں کا آدھا صاع مقرر فرمادیا۔

تخریج: صحيح البخاري - الزكاة (١٤٣٢) صحيح البخاري - الزكاة (١٤٣٣) صحيح البخاري - الزكاة (١٤٣٦) صحيح البخاري - الزكاة (١٤٤٠) صحيح البخاري - الزكاة (١٤٤١) صحيح مسلم - الزكاة (٩٨٤) جامع الترمذي - الزكاة (٦٧٥) جامع الترمذي - الزكاة (٦٧٦) سنن النسائي - الزكاة (٢٥٠٠) سنن النسائي - الزكاة (٢٥٠١) سنن النسائي - الزكاة (٢٥٠٢) سنن النسائي - الزكاة (٢٥٠٣) سنن النسائي - الزكاة (٢٥٠٤) سنن النسائي - الزكاة (٢٥٠٥) سنن النسائي - الزكاة (٢٥١٦) سنن أبي داود - الزكاة (١٦١٤) سنن ابن ماجه - الزكاة (١٨٢٦) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/٥) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/٥٥) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/٦٣) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/٦٦) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/١٠٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/١١٤) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/١٣٧) موطأ مالك - الزكاة (٦٢٧) سنن الدارمي - الزكاة (١٦٦١) سنن الدارمي - الزكاة (١٦٦٢)

شرح الحديث **صدقة الفطر میں کیا چیز دی جائے؟** عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: «كَانَ النَّاسُ يُخْرِجُونَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ أَوْ تَمْرٍ أَوْ سُلْتٍ أَوْ زَبِيبٍ»: یہاں لفظ أَوْ تخییر کیلئے ہے حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک آدمی کو اختیار ہے ان اشیاء مذکورہ میں سے چاہے جونسی قسم صدقہ میں دیدے اور امام شافعیؒ ومالکؒ کا مذہب یہ ہے کہ صدقۃ الفطر میں وہ چیز دینا ضروری ہے جو غالب قوت بلد ہو یعنی اس شہر میں زیادہ تر جو نسا غلہ کھایا جاتا ہے صدقۃ الفطر میں وہی دیا جائے (حاشیۂ بذل [1])۔

فائدہ: شروع باب سے ابن عمرؓ کی حدیث چل رہی ہے جو متعدد طرق سے مروی ہے اب تک جتنے طرق آئے ان سب میں صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعٌ مِنْ شَعِيرٍ صرف دو کا ذکر ہے۔ چنانچہ اسی سے داؤد ظاہری نے استدلال کیا (کما تقدم) کہ صدقۃ الفطر صرف ان دو میں سے دے سکتے ہیں، لیکن اس طریق میں جو کہ عبد العزیز بن ابی رواد کا طریق ہے سلت اور زبیب کا اضافہ ہے۔ حافظ کہتے ہیں: اسکو امام مسلمؒ نے کتاب التمییز میں عبد العزیز کا وہم قرار دیا ہے [2]۔

اسی طرح اسی روایت میں جو لفظ آگے آرہا ہے فَلَمَّا كَانَ عُمَرُ، اس پر بھی بعض محدثین نے نقد کیا ہے کہ عمرؓ کی تصریح مرجوح ہے اصل روایت میں النَّاسُ ہے جس کا مصداق معاویہؓ ہیں، لیکن امام طحاویؒ نے اپنی بیان کردہ روایت سے یہی ثابت کیا ہے کہ نصف صاع حنطہ کو صَاعٌ مِنْ شَعِيرٍ کے برابر قرار دینے والے عمرؓ ہی ہیں ان کے بعد عثمانؓ [3]۔ دراصل شافعیہ وغیرہ چونکہ حنطہ میں صاع کے قائل ہیں اور یہ روایت ان کے خلاف ہے اسی لئے وہ اس روایت پر نقد کی کوشش کر رہے ہیں، مثلاً یہی کہ ایسا کرنے والے معاویہؓ تھے عمرؓ نہیں تھے [4]، اس سے مسئلہ ذرا اھون ہو جاتا ہے۔

قَالَ عَبْدُ اللهِ: فَلَمَّا كَانَ عُمَرُ، وَكَثُرَتِ الْحِنْطَةُ، جَعَلَ عُمَرُ نِصْفَ صَاعِ حِنْطَةٍ مَكَانَ صَاعٍ مِنْ تِلْكَ الْأَشْيَاءِ: یعنی حضور ﷺ کے زمانہ میں تو مدینہ منورہ میں حنطہ نہیں تھا اس لئے عام طور سے لوگ صدقۃ الفطر میں تمر اور شعیر دیتے تھے، لیکن جب حضرت عمرؓ کا زمانہ آیا اور اسلامی فتوحات میں اضافہ ہوتا گیا، ملک شام فتح ہوا اور وہاں سے مدینہ میں حنطہ آنا شروع ہوا تو حضرت عمرؓ نے حنطہ کے نصف صاع کو غیر حنطہ کے ایک صاع کے برابر قرار دیا، یعنی عملی طور سے ورنہ نفس ثبوت تو اس کا (نصف صاع حنطہ) عند الحنفیہ حضور ﷺ ہی سے ہے اور یا یہ کہا جائے کہ راوی اپنے زعم اور علم کے لحاظ سے کہہ رہا ہے کہ عمرؓ نے ایسا کیا، باقی! اس تاویل کی حاجت اُس صورت میں ہے جب کہ یہ تسلیم کیا جائے کہ نصف صاع حنطہ کا ثبوت آنحضرت ﷺ سے ہے لیکن یہ چیز مختلف فیہ بین المحدثین ہے اس کا آگے ایک مستقل باب آرہا ہے۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ٨ ص ١٣٢

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ٣ ص ٢٦٨

[3] شرح معاني الآثار للطحاوي — ج ٢ ص ٤٦

[4] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ٣ ص ٣٧٢

۱۶۱۵- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: «فَعَدَلَ النَّاسُ بَعْدُ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ». قَالَ: «وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ يُعْطِي التَّمْرَ فَأَعْوَزَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ التَّمْرُ عَامًا فَأَعْطَى الشَّعِيرَ».

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ بعد کے زمانے میں لوگ گیہوں کا آدھا صاع ان مذکورہ اشیاء کے بدلے میں دینے لگے۔ نافع کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرؓ کھجور کا ایک صاع صدقہ فطر میں ادا کیا کرتے تھے تو ایک سال مدینہ والوں کے یہاں کھجور نایاب ہوگئی تو عبداللہ بن عمرؓ نے کھجوروں کے بدلے جَو کے ذریعے صدقہ فطر ادا کیا۔

شرح الحدیث: فَأَعْوَزَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ التَّمْرُ عَامًا: ابن عمرؓ کا معمول تو ہمیشہ صدقۃ الفطر میں صاع تمر دینے کا تھا (کیونکہ وہ اجود الاصناف ہے) ایک مرتبہ اہل مدینہ کو تمر نے عاجز کر دیا یعنی تمر کی پیداوار مدینے میں نہیں ہوئی یا کم ہوئی اس لئے مجبوراً انہوں نے اس سال بجائے تمر کے شعیر ادا کیا۔

۱۶۱۶- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا دَاوُدُ يَعْنِي ابْنَ قَيْسٍ، عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: "كُنَّا نُخْرِجُ إِذْ كَانَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ عَنْ كُلِّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ، حُرٍّ أَوْ مَمْلُوكٍ، صَاعًا مِنْ طَعَامٍ أَوْ صَاعًا مِنْ أَقِطٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ زَبِيبٍ، فَلَمْ نَزَلْ نُخْرِجُهُ حَتَّى قَدِمَ مُعَاوِيَةُ حَاجًّا أَوْ مُعْتَمِرًا، فَكَلَّمَ النَّاسَ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَكَانَ فِيمَا كَلَّمَ بِهِ النَّاسَ أَنْ قَالَ: إِنِّي أَرَى أَنَّ مُدَّيْنِ مِنْ سَمْرَاءِ الشَّامِ تَعْدِلُ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، فَأَخَذَ النَّاسُ بِذَلِكَ. فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ، فَأَمَّا أَنَا فَلَا أَزَالُ أُخْرِجُهُ أَبَدًا مَا عِشْتُ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ ابْنُ عُلَيَّةَ وَعَبْدَةُ وَغَيْرُهُمَا عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ، عَنْ عِيَاضٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ بِمَعْنَاهُ، وَذَكَرَ رَجُلٌ وَاحِدٌ فِيهِ عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ أَوْ صَاعًا مِنْ حِنْطَةٍ وَلَيْسَ بِمَحْفُوظٍ.

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ ہم میں موجود تھے تو ہم ہر چھوٹے اور بڑے، آزاد اور غلام کیطرف سے صدقہ فطر میں اناج کا ایک صاع ادا کرتے تھے یا پنیر کا ایک صاع ادا کیا کرتے تھے یا کھجور کا ایک صاع ادا کیا کرتے تھے یا کشمش کا ایک صاع ادا کیا کرتے تھے ہم اسی طرح صدقہ فطر نکالتے رہے یہاں تک کہ حضرت امیر معاویہؓ اپنے زمانہ خلافت میں حج یا عمرہ کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو انہوں نے ممبر پر لوگوں سے خطاب کیا۔ چنانچہ ان کے بیان کا ایک حصہ یہ تھا انہوں نے ارشاد فرمایا کہ میرا خیال یہ ہے کہ ملک شام کی دو مد گندم کھجور کی ایک صاع کی قیمت کے برابر ہے۔ پس لوگوں نے حضرت امیر معاویہؓ کی اس بات پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ میں تو زندگی بھر مذکورہ بالا اشیاء میں ایک صاع صدقہ فطر نکالتا رہوں گا۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ اسماعیل بن علیہ اور عبدہ وغیرہ نے محمد بن اسحاق سے عن عبداللہ بن عبداللہ بن عثمان بن حکیم بن حزام عن عیاض عن ابی سعید گزشتہ حدیث کے ہم معنی نقل کی ہے اور اس حدیث میں ایک شخص (یعقوب دورقی نے) ابن علیہ سے یہ

نقل کیا ہے کہ ہم عہد نبوی میں گیہوں کا آدھا صاع نکالا کرتے تھے اور یہ بات غیر محفوظ ہے۔

۱۶۱۷- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ، لَيْسَ فِيهِ ذِكْرُ الْحِنْطَةِ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَدْ ذَكَرَ مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ، فِي هَذَا الْحَدِيثِ عَنِ الثَّوْرِيِّ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عِيَاضٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ. وَهُوَ وَهْمٌ مِنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ هِشَامٍ، أَوْ مِمَّنْ رَوَاهُ عَنْهُ.

ترجمہ: مسدد نے اسماعیل کے واسطے سے جو حدیث نقل کی ہے اس میں گیہوں سے صدقہ فطر نکالنے کا ذکر نہیں۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ معاویہ بن ہشام نے اس حدیث میں سفیان ثوری سے عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عِيَاضٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ نقل کیا ہے کہ ہم عہد نبوی میں گیہوں کا آدھا صاع دیا کرتے تھے۔ یہ روایت یا تو معاویہ بن ہشام کا وہم ہے یا ان راویوں کا وہم ہے جنہوں نے معاویہ بن ہشام سے اس روایت کو نقل کیا ہے۔

تخريج: صحيح البخاري - الزكاة (١٤٣٤) صحيح البخاري - الزكاة (١٤٣٥) صحيح البخاري - الزكاة (١٤٣٧) صحيح البخاري - الزكاة (١٤٣٩) صحيح مسلم - الزكاة (٩٨٥) جامع الترمذي - الزكاة (٦٧٣) سنن النسائي - الزكاة (٢٥١١) سنن النسائي - الزكاة (٢٥١٢) سنن النسائي - الزكاة (٢٥١٣) سنن النسائي - الزكاة (٢٥١٤) سنن النسائي - الزكاة (٢٥١٧) سنن النسائي - الزكاة (٢٥١٨) سنن أبي داود - الزكاة (١٦١٦) سنن ابن ماجه - الزكاة (١٨٢٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٣/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٧٣/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٩٨/٣) موطأ مالك - الزكاة (٦٢٨) سنن الدارمي - الزكاة (١٦٦٣) سنن الدارمي - الزكاة (١٦٦٤)

شرح الأحاديث: عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: "كُنَّا نُخْرِجُ إِذْ كَانَ فِينَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ......صَاعًا مِنْ طَعَامٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ أَقِطٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ زَبِيبٍ، فَلَمْ نَزَلْ نُخْرِجُهُ حَتَّى قَدِمَ مُعَاوِيَةُ حَاجًّا، أَوْ مُعْتَمِرًا، فَكَلَّمَ النَّاسَ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَكَانَ فِيمَا كَلَّمَ بِهِ النَّاسَ أَنْ قَالَ: إِنِّي أَرَى أَنَّ مُدَّيْنِ مِنْ سَمْرَاءِ الشَّامِ تَعْدِلُ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، فَأَخَذَ النَّاسُ بِذَلِكَ: شروع باب سے اب تک متعدد طرق سے حدیث ابن عمرؓ چلی آرہی ہے یہ حدیث ابوسعید خدریؓ کی ہے، اس میں حنطہ کا بھی ذکر ہے وہ اس طور پر کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں ہم صدقۃ الفطر میں فلاں فلاں اشیاء ایک ایک صاع دیا کرتے تھے، پھر جب حضرت معاویہؓ کا دور آیا تو انہوں نے یہ فرمایا کہ میں حنطہ کا نصف صاع شعیر کے ایک صاع کے برابر سمجھتا ہوں۔ چنانچہ لوگوں نے اس کو اختیار کر لیا۔

صدقة الفطر میں دیجانیوالی اشیاء منصوصه: جاننا چاہئے کہ جو اشیاء صدقۃ الفطر میں دیجاتی ہیں وہ صحیحین میں صرف چار مذکور ہیں، حدیث ابن عمرؓ میں ان میں سے صرف دو، تمر اور شعیر اور حدیث ابوسعید خدریؓ میں چار تمر، شعیر، اقط، زبیب اور ان اشیاء اربعہ کی مقدار سب کی ایک ایک صاع بیان کی گئی ہے۔

صاعا من طعام پر کلام: اور ایک لفظ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ کا آتا ہے حنطہ کا ذکر یا اس کی مقدار صحیحین کی کسی حدیث مرفوع یا موقوف میں صراحۃً نہیں ہے بجز لفظ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ کے جس کے بارے میں بعض شراح شافعیہ کی رائے یہ ہے کہ اس سے

مراد حنطہ ہے اور بعض دوسروں نے اس کی پرزور تردید کی ہے اور اس تردید کو حافظ ابن حجرؒ نے بھی دبے لفظوں میں تسلیم کیا ہے ہاں یہ ضرور آتا ہے صحیحین میں کہ حضرت معاویہؓ اپنے زمانہ میں ایک مرتبہ حج یا عمرہ کی غرض سے مکہ مکرمہ تشریف لائے اور ممبر پر بیٹھ کر لوگوں کے سامنے یہ بات رکھی کہ میری رائے یہ ہے سمراء الشام (جو حنطہ ملک شام سے آرہا ہے) کا نصف صاع تمر کے برابر ہے، فَأَخَذَ النَّاسُ بِذَلِكَ، توسب لوگوں نے اس کو قبول کر لیا بجز ابو سعید خدریؓ کے کہ انہوں نے یہ فرمایا کہ میں تو اسی طرح ادا کرتا رہوں گا جس طرح اب تک دیتا چلا آیا ہوں۔

حنطه کا ذکر صحاح میں: البتہ صحاح میں سے باقی سنن اربعہ میں حنطہ کی تصریح حدیث مرفوع میں (مرفوع حقیقی و حکمی) موجود ہے، لیکن بیانِ مقدار میں روایات مختلف ہیں، بعض میں صاع اور اکثر میں نصف صاع۔ چنانچہ ابوداؤد نے نصف صاع حنطہ پر مستقل باب (بَابُ مَنْ رَوَى نِصْفَ صَاعٍ مِنْ قَمْحٍ) باندھا ہے اور اس میں انہوں نے دو حدیثیں ذکر کی ہیں: ① ثعلبہ بن ابی صعیر کی حدیث (برقم ۱۶۱۹)، ② عبداللہ بن عباس کی حدیث (برقم ۱۶۲۲)۔ پہلی حدیث کا مضمون یہ ہے کہ حضور ﷺ نے صاع حنطہ کو دو شخصوں کی طرف سے صدقۃ الفطر قرار دیا (لہٰذا ہر شخص کیطرف سے نصف صاع ہوا) اور دوسری حدیث [1] کا مضمون یہ ہے کہ حضور ﷺ نے شعیر اور تمر کا ایک صاع فرض قرار دیا اور حنطہ کا نصف صاع۔

ثعلبه بن ابی صعیر کی حدیث پر بحث ونقد: ثعلبہ بن ابی صعیر کی حدیث جس کو امام ابوداؤد نے متعدد طرق سے ذکر کیا ہے اور حنفیہ کی دلیل ہے، اس پر بعض محدثین کو کلام ہے کہ اس میں سنداً و متناً اضطراب [2] ہے لیکن اس کے تمام طرق کو علامہ زیلعیؒ نے نصب الرایہ [3] میں جمع کیا ہے اور ہر ایک پر تفصیلی کلام کیا ہے اور اس کے بعض طرق کو صحیح اور قوی قرار دیا ہے۔ الحاصل صاع حنطہ کی کوئی صحیح اور صریح دلیل نہیں ہے بخلاف نصف صاع من بر کے کہ وہ بعض صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ فی الواقع اصل مدار جمہور کا حدیث ابو سعید خدریؓ صاعٌ من طعامٍ پر ہے اس میں شک نہیں کہ یہ حدیث بالکل صحیح اور متفق علیہ ہے (أخرجه الشيخان) لیکن یہ کہنا کہ طعام سے مراد حنطہ [4] ہے بہت کمزور بات ہے، جب کہ صحیح بخاری کی ایک

---

[1] لیکن اس حدیث ابن عباسؓ کو امام نسائیؒ نے تین طرق سے ذکر کیا ہے، ایک میں نصف صاع حنطۃ ہے اور ایک میں صاع من حنطۃ ہے اور تیسرے طریق میں صاعٌ من طعام ہے، امام نسائیؒ نے اسی کو اثبت قرار دیا ہے، لیکن پھر آگے چل کر انہوں نے حنطہ کا مستقل باب باندھ کر اس میں پھر یہی حدیث ابن عباس جس میں نصف صاعٍ من بر ہے ذکر کی ہے اور اس پر سکوت کیا ہے اور امام ترمذی نے صاع من بر کی کوئی صریح حدیث بیان نہیں کی بجز صاعاً من طعام کے (جس کو بعض شافعیہ نے حنطہ پر محمول کیا ہے) ہاں نصف صاع کی حدیث مرفوع من حدیث عمرو بن شعیب عن أبیه عن جدہ ذکر کی ہے اور اس کو حسن کہا ہے، ۱۲۔

[2] اس اضطراب کی تشریح و بیان کسی قدر اپنے محل میں جہاں یہ حدیث آ گے آرہی ہے وہاں آرہا ہے، ۱۲۔

[3] نصب الراية لأحاديث الهداية — ج۲ ص۴۰۶

[4] بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ طعام سے مراد ذرہ ہے، یعنی جوار اس لئے کہ اس وقت کی عام خوراک یہی تھی اور بعض کہتے ہیں کہ طعام جنس کا درجہ ہے جو مجمل ہے آگے حدیث میں شعیر، تمر، زبیب، وغیرہ اس کا بیان ہے، ۱۲۔

روایت میں خود ابو سعید خدریؓ اعتراف کر رہے ہیں: وَكَانَ طَعَامَنَا الشَّعِيرُ وَالزَّبِيبُ وَالْأَقِطُ وَالتَّمْرُ [1]۔

حافظ ابن المنذر کی اس بارے میں رائے: ابن المنذرؒ نے یہاں دوسرا طریق اختیار کیا، وہ فرماتے ہیں کہ حنطہ کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث قابل اعتماد طریق سے ثابت نہیں ہے اور نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں حنطہ موجود تھا مگر اقل قلیل، پھر جب صحابہؓ کے زمانہ میں حنطہ کثرت سے ہونے لگا تو انہوں نے اپنی رائے اور اجتہاد سے اس کی مقدار نصف صاع کرلی، اب صحابہؓ کے قول سے عدول کی قطعاً گنجائش نہیں ہے اس لئے کہ وہ ہمارے امام اور پیشوا تھے۔ اس پہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: لیکن ابو سعید خدریؓ کو تو اس رائے سے اتفاق نہیں تھا لہذا اجماع کہاں ہوا؟ اھ۔ میں کہتا ہوں اجماع نہ سہی جمہور صحابہؓ نے تو اسی کو اختیار کیا تھا۔ دوسری بات یہ ہے کہ ابو سعیدؓ نے یہ کہاں فرمایا کہ حنطہ کا ایک صاع دینا چاہئے، وہ تو یہ فرما رہے ہیں کہ جو جو اجناس واشیاء ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صدقۃ الفطر میں دیتے تھے میں تو اب بھی وہی دوں گا، یعنی صدقۃ الفطر میں حنطہ نہ دونگا نہ یہ کہ اس کا ایک صاع دوں گا اور بالفرض اگر یہی مراد ہو کہ حنطہ کا بھی ایک ہی صاع دونگا تو یہ تو وہ اپنی ذات کے بارے میں فرما رہے ہیں دوسروں کو مسئلہ تو نہیں بتا رہے ہیں، وھذا ظاھر کما لا یخفی۔

شوکانی فرماتے ہیں: اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ طعام کے مصداق میں حنطہ بھی شامل ہے تو پھر یہ احادیث جن میں حنطہ کے نصف صاع کی تصریح ہے اپنے مجموع طرق کے لحاظ سے اس قابل ہیں کہ ان کی وجہ سے حنطہ کی اس مسئلہ میں تخصیص کرلی جائے۔

تنبیہ: سنن ابو داؤد میں ابو سعید خدریؓ کی حدیث کے ایک طرق میں صَاعًا مِنْ حِنْطَةٍ اور ایک دوسرے طریق میں نِصْفَ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ آیا ہے، امام ابو داؤد نے ان دونوں کو وہم اور غیر محفوظ قرار دیا ہے اور واقعہ بھی یہی کہ ابو سعید خدریؓ کی حدیث کے صحیح طرق میں حنطہ کی تصریح نہیں ہے نہ حنطہ کی اور نہ اس کی مقدار کی۔

١٦١٨- حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، سَمِعَ عِيَاضًا، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ، يَقُولُ: «لَا أُخْرِجُ أَبَدًا إِلَّا صَاعًا، إِنَّا كُنَّا نُخْرِجُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعَ تَمْرٍ أَوْ شَعِيرٍ أَوْ أَقِطٍ أَوْ زَبِيبٍ». هَذَا حَدِيثُ يَحْيَى، زَادَ سُفْيَانُ: أَوْ صَاعًا مِنْ دَقِيقٍ. قَالَ حَامِدٌ: فَأَنْكَرُوا عَلَيْهِ، فَتَرَكَهُ سُفْيَانُ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «فَهَذِهِ الزِّيَادَةُ وَهْمٌ مِنَ ابْنِ عُيَيْنَةَ».

ترجمہ: عیاض کہتے ہیں کہ میں نے ابو سعید خدریؓ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں ہمیشہ ہر شئی میں سے ایک صاع صدقہ فطر ادا کروں گا، ہم بیشک عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کھجور یا جو یا پنیر یا کشمش کا ایک صاع نکالا کرتے تھے۔ یہ یحییٰ کی حدیث کے الفاظ ہیں اور سفیان راوی نے یہ اضافہ کیا کہ ہم آٹا کا ایک صاع بھی ادا کیا کرتے تھے۔ مصنف کے استاد حامد کہتے ہیں کہ میں نے سفیان راوی پر اس زیادتی کرنے پر نکیر فرمائی سفیان راوی نے اس زیادتی کو نقل کرنا چھوڑ دیا۔ امام

[1] صحيح البخاري - أبواب صدقة الفطر - باب الصدقة قبل العيد ١٤٣٩

ابو داوٗد فرماتے ہیں کہ یہ زیادتی سفیان بن عیینہ کا وہم ہے۔

تخریج صحيح البخاري - الزكاة (١٤٣٤) صحيح البخاري - الزكاة (١٤٣٥) صحيح البخاري - الزكاة (١٤٣٧) صحيح البخاري - الزكاة (١٤٣٩) صحيح مسلم - الزكاة (٩٨٥) جامع الترمذي - الزكاة (٦٧٣) سنن النسائي - الزكاة (٢٥١١) سنن النسائي - الزكاة (٢٥١٢) سنن النسائي - الزكاة (٢٥١٣) سنن النسائي - الزكاة (٢٥١٤) سنن النسائي - الزكاة (٢٥١٧) سنن النسائي - الزكاة (٢٥١٨) سنن أبي داود - الزكاة (١٦١٨) سنن ابن ماجه - الزكاة (١٨٢٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٢٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٧٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٩٨) موطأ مالك - الزكاة (٦٢٨) سنن الدارمي - الزكاة (١٦٦٣) سنن الدارمي - الزكاة (١٦٦٤)

٢١- بَابُ مَنْ رَوَى نِصْفَ صَاعٍ مِنْ قَمْحٍ

گیہوں کا آدھا صاع کہنے والوں کی دلیل کے بیان میں

ترجمۃ الباب حنفیہ کے موافق ہے۔ اس میں مصنفؒ نے دو حدیثیں ذکر کی ہیں: ایک ثعلبہ بن ابی صعیرؓ کی، دوسری ابن عباسؓ کی۔ ان دونوں پر کلام ہمارے یہاں باب سابق میں گزر چکا اور یہ بھی کہ بعض محدثین نے اس حدیث پر یہ نقد کیا ہے کہ اس کی سند اور متن دونوں میں اضطراب ہے۔

١٦١٩- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ رَاشِدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ مُسَدَّدٌ: عَنْ ثَعْلَبَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي صُعَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، وَقَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ ثَعْلَبَةَ، أَوْ ثَعْلَبَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي صُعَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «صَاعٌ مِنْ بُرٍّ أَوْ قَمْحٍ عَلَى كُلِّ اثْنَيْنِ صَغِيرٍ أَوْ كَبِيرٍ، حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ، ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى، أَمَّا غَنِيُّكُمْ فَيُزَكِّيهِ اللهُ، وَأَمَّا فَقِيرُكُمْ، فَيَرُدُّ اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ أَكْثَرَ مِمَّا أَعْطَى». زَادَ سُلَيْمَانُ فِي حَدِيثِهِ: غَنِيٍّ أَوْ فَقِيرٍ.

ترجمہ عبداللہ بن ابی صعیرؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے گیہوں کا یا گندم کا ایک صاع صدقہ فطر میں ہر دو شخصوں کی صورت سے ادا کرنا لازم ہے چاہے وہ نابالغ ہو یا بالغ، آزاد ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت۔ تم میں سے جو لوگ مالدار ہیں تو اللہ پاک ان کی جان و مال کو صدقہ فطر کے ذریعے پاک فرمادینگے۔ تم لوگوں میں جو لوگ تنگ دست ہیں تو ایسے لوگوں کو اللہ پاک انکے ادا کردہ صدقہ فطر سے زیادہ عطا فرمائیں گے۔ سلیمان راوی نے اپنی حدیث میں یہ اضافہ کیا کہ صدقہ فطر مالدار اور فقیر اور تنگ دست ہر ایک پر دینا لازم ہے۔

شرح الحدیث **صحابی راوی حدیث کے نام کی تحقیق:** اس پہلی حدیث کے راوی کے نام میں رواۃ کا اختلاف ہے۔ دراصل اسکو بیٹا اپنے باپ سے روایت کر رہا ہے لیکن باپ کا نام کیا ہے اور بیٹے کا کیا؟ اسمیں رواۃ کا اختلاف ہے۔ بعض رواۃ جس نام کو بیٹے کا قرار دے رہے ہیں تو دوسرے بعض اسکو باپ کا نام قرار دے رہے ہیں، کتب رجال میں بھی اسی طرح یہ اختلاف منقول ہے۔ بہر حال امام ابوداوٗدؒ نے اس میں جو اختلاف ذکر کیا اسکے پیش نظر اس حدیث کا راوی جسکی طرف اسکو منسوب کیا جائیگا اسکا حاصل تین قول ہیں: ① ابو صعیر، ② ثعلبہ بن ابی صعیر، ③ عبداللہ بن ابی صعیر، تقریب

التہذیب [1] میں حافظؒ کا میلان یہ معلوم ہوتا ہے کہ بیٹے کا نام تو عبد اللہ ہے اور باپ کا نام ثعلبہ بن صعیر یا ثعلبہ بن ابی صعیر ہے اور اسی کی طرف میلان ہے علامہ ذہبیؒ کا الکاشف [2] میں۔ ایسے ہی بذل المجہود [3] میں دار قطنی سے نقل کیا ہے کہ صحیح عبد اللہ بن ثعلبہ بن ابی صعیر ہے پھر عبد اللہ اس کو اپنے باپ ثعلبہ سے روایت کرتے ہیں لہذا راویٔ حدیث علی الراجح ثعلبہ بن ابی صعیر ہوئے۔

حدیث ثعلبہ پر نقد اور اسکا جواب: ثعلبہ کی حدیث سے حنطہ کا نصف صاع ثابت ہوتا ہے اس پر شراح شافعیہ یہ اشکال کرتے ہیں کہ اس حدیث میں سنداً و متناً اضطراب ہے۔ اول تو صحابی کے نام میں اختلاف ہے کہ ثعلبہ ہے یا عبد اللہ بن ثعلبہ، دوسرے یہ کہ بعض اسکو مرسلاً اور بعض مسنداً روایت کرتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ پہلے اختلاف کا تعلق صرف اسم سے ہے مسمی میں کوئی اختلاف نہیں وہ تو متعین ہے اور ارسال واسناد کا اختلاف بھی کوئی سنگین نہیں ہے حدیث مرسل بھی عند الجمہور حجت ہے، جبکہ یہاں سند کے تمام روات ثقات ہیں اور متن میں اختلاف یہ ہے کہ بعض نے روایت کیا ہے صاع من قمح اور اکثر نے نصف صاع من بر اور بعض نے صاع من قمح عن کل انسان یا عن کل راس اور بعض نے صاع من بر بین اثنین، اگر بین اثنین صحیح ہے تو ہر ایک پر نصف صاع ہوا اور اگر صحیح عن کل راس یا عن کل انسان ہے تو ظاہر ہے کہ ہر ایک کی طرف سے پورا ایک صاع ہوا، لیکن یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ مصنف نے اس حدیث پر کیا باب باندھا ہے؟ نصف صاع ہی کا باندھا ہے گویا مصنف کے نزدیک اس حدیث میں نصف صاع ہی راجح ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ نصف صاع بعض دوسری روایات سے بھی ثابت ہے۔ چنانچہ مسند أحمد میں ہے: عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ، قَالَتْ: كُنَّا نُؤَدِّي زَكَاةَ الْفِطْرِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُدَّيْنِ مِنْ قَمْحٍ [4]۔ اس کے علاوہ اور بھی بعض روایات ہیں جن کو علامہ عینیؒ نے شرح بخاری میں ذکر کیا ہے اور ان میں سے بعض ہمارے یہاں بھی پہلے باب میں گزر چکیں۔

نیز خطابیؒ وغیرہ شراح شافعیہ نے اسی حدیث سے ایک دوسرے اختلافی مسئلہ پر استدلال کیا ہے جو ہمارے یہاں پہلے گزر چکا ہے وہ یہ کہ صدقۃ الفطر غنی اور فقیر دونوں پر واجب ہے جیسا کہ شافعیہ وغیرہ کا مسلک ہے اور اس حدیث کو وہ اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حدیث ان کے نزدیک بھی قابل استدلال ہے۔

---

[1] بذل المجهود (ج ٨ ص ١٤١) کی مراجعت سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں صحیح تهذیب التهذیب ہے، کیونکہ حضرت شیخؒ نے حافظؒ کا قول یوں نقل کیا ہے: ثعلبة بن صعير. ويقال: بن عبد الله بن صعير. ويقال: بن أبي صعير. ويقال: عبد الله بن ثعلبة بن صعير العذري. له حديث واحد عن النبي صلى الله عليه وسلم في صدقة الفطر. وعنه ابنه عبد الله. وفيه خلاف كثير. (تهذيب التهذيب ج ٢ ص ٢٣-٢٤)

[2] الكاشف في معرفة من له رواية في الكتب الستة— ج ١ ص ٢٨٣

[3] بذل المجهود في حل أبي داود— ج ٨ ص ١٤١

[4] مسند أحمد- مسند النساء- حديث أسماء بنت أبي بكر الصديق رضي الله عنهما ٢٦٩٣٥ (ج ٤٤ ص ٥٠٢)

۱۶۲۰- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ الدَّرَابَجِرْدِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا بَكْرٌ هُوَ ابْنُ وَائِلٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ ثَعْلَبَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَوْ قَالَ: عَبْدِ اللهِ بْنِ ثَعْلَبَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى النَّيْسَابُورِيُّ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ بَكْرٍ الْكُوفِيِّ - قَالَ: مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى هُوَ بَكْرُ بْنُ وَائِلِ بْنِ دَاوُدَ - أَنَّ الزُّهْرِيَّ، حَدَّثَهُمْ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ ثَعْلَبَةَ بْنِ صُعَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: "قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيبًا، فَأَمَرَ بِصَدَقَةِ الْفِطْرِ، صَاعِ تَمْرٍ أَوْ صَاعِ شَعِيرٍ عَنْ كُلِّ رَأْسٍ - زَادَ عَلِيٌّ فِي حَدِيثِهِ: «أَوْ صَاعِ بُرٍّ أَوْ قَمْحٍ بَيْنَ اثْنَيْنِ»، ثُمَّ اتَّفَقَا - عَنِ الصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ، وَالْحُرِّ وَالْعَبْدِ".

ترجمہ: عبد اللہ بن ثعلبہ بن عبد اللہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا فرمان نقل کرتے ہیں اور امام زہری نے دوسری سند میں بغیر شک عبد اللہ بن ثعلبہ عن ابیہ کی سند سے نقل کیا کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کھڑے ہو کر وعظ بیان فرما رہے تھے تو آپ نے یہ حکم دیا کہ ہر ایک نفس کی طرف سے صدقہ فطر میں کھجور کا ایک صاع یا جو کا ایک صاع دیا جائے۔ مصنف کے استاد علی بن حسن نے یہ اضافہ کیا کہ گیہوں یا گندم کا ایک صاع دو افراد کیطرف سے ادا کیا جائے، اسکے بعد مصنف کے دونوں استاد متفق ہیں کہ صدقہ فطر نابالغ اور بالغ، آزاد اور غلام سب کیطرف سے ادا کرنا لازم ہے۔

۱۶۲۱- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: وَقَالَ: ابْنُ شِهَابٍ، قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ ثَعْلَبَةَ: قَالَ ابْنُ صَالِحٍ: قَالَ الْعَدَوِيُّ: وَإِنَّمَا هُوَ الْعُذْرِيُّ خَطَبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ قَبْلَ الْفِطْرِ بِيَوْمَيْنِ بِمَعْنَى حَدِيثِ الْمُقْرِئِ.

ترجمہ: عبد اللہ بن ثعلبہ سے روایت ہے ...... مصنف کہتے ہیں کہ میرے استاد احمد بن صالح نے کہا کہ میرے شیخ عبد الرزاق نے ان کی کنیت العدوی بیان کی ہے حالانکہ یہ کنیت غلط ہے ان کی صحیح کنیت العذری ہے ...... نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے لوگوں کو عید الفطر سے دو دن پہلے وعظ فرمایا اسکے بعد گزشتہ حدیث عبد اللہ بن یزید المقری کی حدیث کے الفاظ کی طرح نقل کیا ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الزكاة (١٦٢٠) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٤٣٢)

۱۶۲۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ حُمَيْدٌ: أَخْبَرَنَا عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ: خَطَبَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَحِمَهُ اللهُ فِي آخِرِ رَمَضَانَ عَلَى مِنْبَرِ الْبَصْرَةِ، فَقَالَ: أَخْرِجُوا صَدَقَةَ صَوْمِكُمْ، فَكَأَنَّ النَّاسَ لَمْ يَعْلَمُوا، فَقَالَ: «مَنْ هَاهُنَا مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ قُومُوا إِلَى إِخْوَانِكُمْ فَعَلِّمُوهُمْ، فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ، فَرَضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذِهِ الصَّدَقَةَ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ شَعِيرٍ أَوْ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ قَمْحٍ، عَلَى كُلِّ حُرٍّ أَوْ مَمْلُوكٍ، ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى، صَغِيرٍ أَوْ كَبِيرٍ»، فَلَمَّا قَدِمَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ رَأَى رُخْصَ السِّعْرِ، قَالَ: «قَدْ أَوْسَعَ اللهُ عَلَيْكُمْ، فَلَوْ جَعَلْتُمُوهُ صَاعًا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ». قَالَ حُمَيْدٌ: وَكَانَ الْحَسَنُ يَرَى صَدَقَةَ رَمَضَانَ عَلَى مَنْ صَامَ.

ترجمہ: حسن کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن عباسؓ نے بصرہ کے ممبر پر رمضان کے آخری حصے میں بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا لوگو! تم اپنے روزوں کا صدقہ ادا کرو۔ پس ایسا معلوم ہوتا تھا کہ لوگوں نے یہ بات نہیں سمجھی، عبد اللہ بن عباسؓ نے ارشاد فرمایا کہ یہاں اہل مدینہ میں سے کون لوگ موجود ہیں وہ اپنے ان اہل بصرہ بھائیوں کے پاس کھڑے ہوں اور انکو صدقہ فطر کے احکام سکھلائیں، کیونکہ ان بصرہ والوں کو یہ احکام معلوم نہیں......رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر کھجور میں سے ایک صاع یا جو میں سے ایک صاع یا گیہوں میں سے آدھا صاع ہر شخص پر لازم قرار دیا چاہے وہ آزاد ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت، نابالغ بچہ ہو یا بڑا......جب حضرت علیؓ بصرہ تشریف لائے اور انہوں نے دیکھا کہ اناج کی قیمتیں سستی ہو گئیں تو ارشاد فرمایا کہ اللہ پاک نے تم لوگوں پر وسعت اور فراخی فرمادی ہے اگر تم لوگ گیہوں گندم وغیرہ تمام اناج سے ایک صاع پورا ادا کر دیا کرو تو کیا ہی اچھا ہو۔ حمید راوی کہتے ہیں کہ حسن بصری کا مذہب یہ تھا کہ صدقہ فطر ان لوگوں پر لازم ہے جو رمضان میں روزہ رکھیں (نابالغ بچوں پر حسن بصری کے نزدیک صدقہ فطر دینا لازم نہیں)۔

تخریج: سنن النسائي-الزكاة (٢٥٠٨) سنن النسائي-الزكاة (٢٥٠٩) سنن النسائي-الزكاة (٢٥١٠) سنن أبي داود-الزكاة (١٦٢٢)

شرح الحديث: حضرت ابن عباسؓ حضرت علیؓ کی جانب سے بصرہ کے والی اور گورنر تھے تو انہوں نے بصرہ کے منبر پر رمضان کی آخری تاریخوں میں ایک خطبہ دیا جس میں صدقۃ الفطر نکالنے کی ترغیب تھی اور اس کی مقدار کا بھی بیان تھا، تمر اور شعیر کا ایک صاع اور حنطہ کا نصف صاع اسکے بعد روایت میں یہ ہے کہ جب حضرت علیؓ (بظاہر اپنے دار الخلافہ کوفہ سے) بصرہ میں تشریف لائے اور وہاں آکر گیہوں کے نرخ میں ارزانی دیکھی تو انہوں نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے گیہوں کی فراوانی فرمائی ہے تو تم لوگ بھی اگر بجائے نصف صاع ایک ہی صاع دو تو کیا ہی اچھا ہے۔

وَكَانَ الْحَسَنُ يَرَى صَدَقَةَ رَمَضَانَ عَلَى مَنْ صَامَ: یعنی حسن بصریؒ صدقۃ الفطر کے وجوب کے صرف اس شخص پر قائل تھے جس نے رمضان کے روزے رکھے ہوں، بذل میں حضرتؒ نے تحریر فرمایا ہے: یعنی انکا مذہب یہ تھا کہ صدقۃ الفطر صبیان پر واجب نہیں، ولکن لم نقف علی دلیله. اھ[1]۔ میں کہتا ہوں کہ ہمارے یہاں صدقۃ الفطر کے شروع میں طهرة للصائم کی شرح میں گزر چکا ہے کہ اس سے حسن بصریؒ اور سعید بن المسیبؒ نے یہ استدلال کیا ہے کہ صدقۃ الفطر صرف مَنْ صَامَ پر ہے مَنْ لم يصم پر نہیں۔

تکملہ: بحمد اللہ تعالیٰ صدقۃ الفطر کے مسائل واحادیث پر کلام پورا ہو گیا لیکن ابھی ایک مسئلہ باقی ہے وہ یہ کہ بعض گزشتہ احادیث صَاعًا مِنْ أَقِطٍ بھی گزرا ہے دریافت طلب چیز یہ ہے کہ فقہاء اور ائمہ اس میں کیا فرماتے ہیں، سو مذہب حنفی میں تو یہ تصریح کہ اقط میں قیمت کا لحاظ ہے دیگر اشیاء منصوصہ کی قیمت کے برابر دیا جائیگا مثلاً ایک صاع شعیر کی قیمت کے برابر دیا جائیگا،

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ٨ ص ١٤٧

احناف یہ فرماتے ہیں کہ جو چیزیں غیر منصوص ہیں یا[1] موثق طریق سے ثابت نہیں ہیں ان میں قیمت کا اعتبار ہوگا، دوسرے ائمہ کے یہاں اقط کے بارے میں روایات مختلف ہیں مالکیہ کا مسلک یہ ہے کہ صدقۃ الفطر میں وہ چیز دیجا سکتی ہیں جو غالب[2] قوت بلد ہو سو اگر اقط پر یہ بات کسی مقام اور شہر میں صادق آتی ہے کہ وہاں کے باشندوں کی یہ اقط ہی زیادہ تر خوراک ہو تو اس کا ایک صاع دینا جائز ہوگا ورنہ نہیں اور شافعیہ کی اس میں دو روایتیں ہیں جواز اور عدم جواز اور تیسرا قول ان کا اس میں یہ ہے کہ اہل بادیہ (دیہاتی) کیلئے صاع اقط دینا جائز ہے اور اہل حاضرہ (شہری) کے لئے جائز نہیں، اور امام احمدؒ کا مسلک حافظ ابن حجرؒ نے یہ لکھا ہے: یجوز إعطاء الاقط عنده ان لم یجد غیره، اور ابن قدامہ حنبلی نے یہ لکھا ہے کہ غیر واجد[3] کیلئے تو اسکا دینا جائز ہے اور واجد الغیر میں وہ لکھتے ہیں ہمارے یہاں دو روایتیں ہیں جواز اور عدم جواز۔

یہاں ایک مسئلہ اختلافی اور ہے جس کی طرف امام مالکؒ نے موطا میں اشارہ فرمایا ہے: قَالَ مَالِكٌ: تَجِبُ زَكَاةُ الْفِطْرِ عَلَى أَهْلِ الْبَادِيَةِ كَمَا تَجِبُ عَلَى أَهْلِ الْقُرَى[4] یعنی صدقہ جس طرح شہریوں پر واجب ہے اسی طرح دیہاتیوں پر بھی ہے، اوجز میں لکھا ہے جمہور کا مسلک یہی ہے اور لیث بن سعد، زہری، ربیعہ یہ فرماتے ہیں کہ صدقۃ الفطر اہل بادیہ پر واجب نہیں ہے صرف اہل قری پر ہے، اھ[5]۔

٢٢- بَابٌ فِي تَعْجِيلِ الزَّكَاةِ

زکوٰۃ جلد ادا کرنے کا بیان

١٦٢٣- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ، حَدَّثَنَا شَبَابَةُ، عَنْ وَرْقَاءَ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. قَالَ: "بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ عَلَى الصَّدَقَةِ فَمَنَعَ ابْنُ جَمِيلٍ، وَخَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ، وَالْعَبَّاسُ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا يَنْقِمُ ابْنُ جَمِيلٍ إِلَّا أَنْ كَانَ فَقِيرًا. فَأَغْنَاهُ اللهُ، وَأَمَّا خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ، فَإِنَّكُمْ تَظْلِمُونَ خَالِدًا. فَقَدِ احْتَبَسَ أَدْرَاعَهُ، وَأَعْتُدَهُ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَأَمَّا الْعَبَّاسُ عَمُّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهِيَ عَلَيَّ وَمِثْلُهَا» . ثُمَّ قَالَ: «أَمَا شَعَرْتَ أَنَّ عَمَّ الرَّجُلِ صِنْوُ الْأَبِ» أَوْ «صِنْوُ أَبِيهِ».

---

[1] لیکن اس میں بندہ کو یہ اشکال ہے کہ اقط کا ذکر روایات میں بکثرت حتی کہ صحیحین کی روایت میں موجود ہے اس کا جواب شاید یہ ہو سکتا ہے کہ جب یہ بات ہے کہ اقط کے بارے میں دوسرے ائمہ کا بھی تو اختلاف ہے اور ان سے اس میں مختلف روایات ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بات ضرور ہے اسی طرح امام بخاریؒ نے باوجود حدیث الاقط ذکر کرنیکے اس پر مستقل باب نہیں باندھا جب کہ انہوں نے دوسری تمام اشیاء پر مستقل تبویب کی ہے، مولانا انور شاہ فرماتے ہیں میرا تجربہ یہ ہے کہ حضرت امام بخاری کو اگر کسی حدیث کے ایک جزو میں تردد ہوتا ہے تو وہاں وہ ایسا کرتے ہیں کہ حدیث تو ذکر فرمادیتے ہیں لیکن اس جزء پر مستقل ترجمہ قائم نہیں کرتے واللہ تعالی اعلم۔

[2] ففی کتبھم ,صاع من اغلب قوت البلد، ۱۲۔

[3] یعنی جس کے پاس اقط کے علاوہ کوئی اور چیز دینے کیلئے نہ ہو اور واجد الغیر یعنی جس کے پاس اقط کے علاوہ دوسری چیز بھی دینے کیلئے ہو، ۱۲۔

[4] موطأ مالك - كتاب الزكاة - من تجب عليه زكاة الفطر ٩٨٧

[5] أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ٦ ص ٢٧٠

ترجمہ: حضرت ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر بن خطابؓ کو زکوۃ لینے کیلئے ساعی بنا کر بھیجا تو حضرت عمرؓ نے آکر فرمایا کہ ابن جمیل نے زکوۃ دینے سے منع کر دیا، اور خالد بن ولیدؓ اور حضرت عباسؓ بھی زکوۃ نہیں دے رہے، تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ابن جمیل اس وجہ سے زکوۃ دینے سے انکار کر رہا ہے کیونکہ فقیر تنگ دست تھا اور اللہ نے اسکو مالداری عطا فرمادی...... خالد بن ولیدؓ سے زکوۃ کے مطالبے میں تم اس پر ظلم کر رہے ہو کیونکہ انہوں نے اپنی زرہیں اور جنگی اسلحہ اور سازوسامان کو اللہ پاک کے راستے میں وقف کر دیا ہے...... رہے عباسؓ رسول اللہ ﷺ کے چچا تو ان کے سال گزشتہ کی زکوۃ اور اتنی ہی مزید زکوۃ جو سال گزرنے پر فرض ہو جائے گی یہ میرے ذمے ہے، پھر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ کسی آدمی کا چچا اسکے باپ کے درجے میں ہوتا ہے (باپ کی طرح ہوا کرتا ہے)۔

تخریج: صحيح البخاري - الزكاة (١٣٩٩) صحيح مسلم - الزكاة (٩٨٣) سنن أبي داود - الزكاة (١٦٢٣)

شرح الحدیث: حضور ﷺ نے حضرت عمرؓ کو عامل علی الصدقۃ بنا کر بھیجا تا کہ لوگوں کی زکوۃ وصول کریں چنانچہ انہوں نے اس خدمت کو انجام دیا اور واپس آکر تین شخصوں کی حضور ﷺ سے شکایت کی ایک ابن جمیل دوسرے خالد بن الولید تیسرے حضرت عباسؓ کو انہوں نے زکوۃ دینے سے انکار کر دیا، ابن جمیل کا نام معلوم نہیں اصح قول یہی ہے، اسی لئے حافظ ذہبیؒ نے اسکو فيمن عرف بأبيه ولم يسم کے ذیل میں ذکر کیا ہے، وقيل إسمه عبد الله وقيل حميد، آپ ﷺ نے تینوں میں سے ہر ایک کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار فرمایا، مَا يَنْقِمُ ابْنُ جَمِيلٍ إلخ، ابن جمیل کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسکے لئے زکوۃ ادا کرنے سے کوئی چیز مانع نہیں ہو سکتی ہے (اور کوئی عذر اسکے پاس نہیں ہے) سوائے اسکے کہ وہ شروع میں فقیر تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس کو غنی بنا دیا اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اس کو غنی بنانا منع زکوۃ کا سبب اور عذر ہرگز نہیں ہو سکتا ہے پس خلاصہ یہ ہوا کہ کوئی بھی سبب اور عذر منع زکوۃ کا اس کے پاس نہیں ہے، فصحاء عرب بعض مرتبہ کسی شئ کی نفی میں مبالغہ اس طور پر کرتے ہیں کہ بجائے اسی شئ کی نفی کرنے کے اس کی جگہ ایسی شئ رکھتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں جس میں اس محل کی صلاحیت بالکل نہیں ہوتی پس اگر ایسا کرنا مقام مدح میں ہو تو علم بیان میں اس کو تاکید المدح بما یشبہ الذم سے تعبیر کرتے ہیں اور اگر مقام مذمت میں ہو تو اس کو تاکید الذم بما یشبہ المدح کہتے ہیں اول کی مثال:

ع ولا عَيْبَ فيهِمْ غَيْرَ أنَّ سُيُوفَهم *** بِهِنَّ فُلُولٌ مِنْ قِرَاعِ الكَتَائِبِ

اور ثانی کی مثال میں یہی [1] حدیث پیش کیجا سکتی ہے (قسطلانی شرح بخاری) میں کہتا ہوں اور اسی قبیل سے ہے [2] باری تعالیٰ کا قول

---

[1] عام طور سے شراح نے تو اس حدیث کو بھی تاکید المدح بما یشبہ الذم لکھا ہے لیکن علامہ قسطلانیؒ نے وہ تفصیل لکھی ہے جو ہم نے اوپر نقل کی فجزاہ اللہ خیرا، ایسے ہی ہمارے استاذ محترم الادیب الاریب حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ نے بھی درس میں فرمایا تھا کہ یہ تاکید الذم بما یشبہ المدح ہے۔ فتشکر ۱۲۔

[2] إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري — ج ٣ ص ٥٨

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِي حَاجَّ إِبْرَاهِيمَ فِي رَبِّهِ أَنْ آتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ [1]۔

بعض شراح نے لکھا ہے کہ یہ ابن جمیل منافق شخص تھا بعد میں تائب ہو گیا تھا اس آیت کے نزول کے بعد وَمَا نَقَمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ فَإِنْ يَتُوبُوا يَكُ خَيْرًا لَهُمْ [2] کہنے لگا استتابني ربي فتاب وصلحت حاله [3]۔

وَأَمَّا خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ، فَإِنَّكُمْ تَظْلِمُونَ خَالِدًا، فَقَدِ احْتَبَسَ أَدْرَاعَهُ [4]، وَأَعْتُدَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ: خالد بن الولیدؓ کے بارے میں آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ انہوں نے تو اپنا جنگی سامان سب کا سب زرہیں اور دیگر ہتھیار دواب (جو تجارت کیلئے تھے ان کو سال پورا ہونے سے قبل) وقف فی سبیل اللہ کر دیا ہے یعنی پھر ان پر زکوۃ واجب کہاں؟ لہذا تمہارا ان سے زکوۃ کا مطالبہ کرنا یہ ان پر ظلم ہے، اور دوسرا مطلب اس جملہ کا یہ لکھا ہے کہ خالدؓ کی سخاوت کا جب یہ حال ہے (جو اوپر مذکور ہوا) تو وہ زکوۃ واجبہ دینے سے کیسے انکار کر سکتے ہیں بلکہ تم کو کچھ غلط فہمی ہو رہی ہے (خالدؓ کی کسی بات سے)، تیسرا مطلب یہ لکھا ہے کہ آپ ﷺ کی مراد یہ ہے کہ خالدؓ نے جو سامان جہاد کیلئے وقف کیا ہے اسی کو ان کی زکوۃ واجبہ میں محسوب کر لیا جائے اس لئے کی فی سبیل اللہ یعنی جہاد یہ خود مصارف زکوۃ میں سے ہے (تو یوں سمجھو کہ انہوں نے اپنی زکو خود ہی ادا کر دی ہے)۔

وَأَمَّا الْعَبَّاسُ عَمُّ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَهِيَ عَلَيَّ وَمِثْلُهَا، ثُمَّ قَالَ: أَمَا شَعَرْتَ أَنَّ عَمَّ الرَّجُلِ [5] صِنْوُ الْأَبِ أَوْ صِنْوُ أَبِيهِ: حدیث کے اس قطعہ کی شرح میں دو قول ہیں: ① ایک یہ کہ آپ ﷺ نے اپنی کسی ضرورت یا بیت المال کی ضرورت سے حضرت عباسؓ سے دو سال کی زکوۃ پیشگی قبل الوقت لے لی تھی اس لئے آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ عباسؓ کی دو سال کی زکوۃ میرے ذمہ ہے میں اس کو اداء کرونگا، بعض روایت میں اس کی تصریح بھی ہے إِنَّا كُنَّا احْتَجْنَا إِلَى مَالٍ فَتَعَجَّلْنَا مِنَ الْعَبَّاسِ صَدَقَةَ مَالِهِ لِسَنَتَيْنِ [6]، اور خود اسی کتاب میں اگلی روایت میں آرہا ہے کہ حضرت عباسؓ نے حضور ﷺ سے تعجیل زکوۃ کے بارے میں دریافت کیا تھا جس پر آپ ﷺ نے ان کو اس کی اجازت دیدی تھی، یہی مطلب مصنف کے ترجمۃ الباب کے مناسب بھی ہے، ② اور دوسرا مطلب اس کا یہ لکھا ہے کہ عباسؓ میرے عم محترم ہیں ان کے مجھ پر حقوق ہیں لہذا میں ان کی زکوۃ اپنے ذمہ میں لیتا ہوں اس مطلب کی تائید اس جملہ سے ہو رہی ہے أَمَا شَعَرْتَ أَنَّ عَمَّ الرَّجُلِ صِنْوُ أَبِيهِ یا مطلب یہ ہے کہ ان کی اس سال اور آئندہ سال کی زکوۃ میں

---

[1] کیا نہ دیکھا تو نے اس شخص کو جس نے جھگڑا کیا ابراہیم سے اسکے رب کی بابت اسی وجہ سے کہ دی تھی اللہ نے اسکو سلطنت (سورۃ البقرۃ ۲۵۸)

[2] اور یہ سب کچھ اسی کا بدلہ تھا کہ دولت مند کر دیا انکو اللہ نے اور اسکے رسول نے اپنے فضل سے سو اگر توبہ کرلیں تو بھلا ہے انکے حق میں (سورۃ التوبۃ ۷۴)

[3] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری - ج ۹ ص ۴۶

[4] ادراع ادرع کی جمع لوہے کی زرہ اور اعتد عتد (بفتحتين) کی جمع ہے وہ سامان جو جہاد کیلئے تیار کیا جائے من الدواب والسلاح وقبل الخيل خاصة اور مسلم کی روایت میں اعتادہ ہے وہ بھی عتد کی جمع ہے۔

[5] صنو، بمعنی مثل دراصل صنو اس کھجور کے درخت کو کہتے ہیں جو کسی دوسری کھجور کی جڑ سے نکل آئے ان دونوں کو صنوان کہتے ہیں اور ہر ایک کو صنو، ۱۲۔

[6] سنن الدارقطني - كتاب الزكاة - باب تعجيل الصدقة قبل الحول ۲۰۱۱

خود وصول کر چکا ہوں پھر اب دوبارہ وہ زکوۃ کیوں دیں؟ لیکن علی کا لفظ اس مطلب کے بظاہر منافی ہے۔

فائدہ: سنن ابوداؤد اور صحیح مسلم کی روایت میں تو اسی طرح ہے فَهِيَ عَلَيَّ وَمِثْلُهَا اور صحیح بخاری اور نسائی [1] کی روایۃ کے لفظ یہ ہیں: فَهِيَ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ وَمِثْلُهَا مَعَهَا، یہ لفظ اور زیادہ قابل اشکال ہے کہ عباسؓ کی زکوۃ عباسؓ ہی پر صدقہ کردی جائے بعض شراح نے کہا کہ ہاں! ایسا ہو سکتا ہے اور یہ قصہ تحریم الصدقہ علی بنی ہاشم سے پہلے کا ہے (لیکن یہ جواب کافی نہیں اسلئے کہ یہ تو ہو سکتا ہے کہ شروع میں بنو ہاشم پر صدقہ حرام نہ ہو لیکن آدمی کی زکوۃ خود اسی پر صدقہ کردی جائے یہ کیسے ہو سکتا ہے، زکوۃ میں تو اخراج المال عن ملکہ ہونا چاہیئے) دوسرا مطلب اسکا (بخاری والی روایت کا) یہ لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا عباسؓ میرے عم محترم ہیں، بڑے آدمی ہیں ان سے ناامید مت ہو پس یہ صدقہ ان پر ثابت اور واجب ہے اور اسی پر بس نہیں بلکہ اسکے ساتھ مزید اتنا ہی اور (جس کو وہ دیں گے) انکی شان کی یہی مناسب ہے۔

اور بعض شراح نے بخاری کی روایت کی توجیہ کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ اصل روایت کا لفظ تو علی ہی ہے اور علیہ میں یا مشدد ہے جو کہ یاء متکلم ہی ہے اور اخیر میں ہائے سکتہ ہے، علیہ اس صورت میں دونوں روایتیں ایک ہی ہو جائینگی اور بخاری کی روایت کا مفہوم بھی وہی ہو گا جو ابوداؤد کا ہے۔

اس حدیث سے علماء نے بہت سے مسائل وفوائد استنباط کئے ہیں منجملہ ان کے ایک وقف منقول ہے، جو کہ [2] اختلافی ہے۔

تعجیل زکوۃ میں مذاہب ائمہ: نیز تعجیل زکوۃ کا مسئلہ جیسا کہ مصنف نے ثابت کیا ہے یہ بھی اختلافی ہے ائمہ ثلاثہ حنفیہ، شافعیہ، حنابلہ کے نزدیک ملک نصاب کے بعد حولان حول سے قبل اخراج زکوۃ جائز ہے، حسن بصریؒ، سفیان ثوریؒ، داؤد ظاہریؒ کے نزدیک تعجیل جائز نہیں یہ حضرات فرماتے ہیں زکوۃ کا ایک وقت متعین ہے جس طرح نماز کا وقت ہوتا ہے نہ قبل الوقت وہ جائز ہے نہ یہ یہی مذہب مالکیہ کا ہے، لیکن ایک روایت میں وہ یہ فرماتے ہیں کہ تقدیم یسیر جائز ہے پھر یسیر کے مصداق میں ان کے یہاں چند قول ہیں ایک ماہ، نصف ماہ، پانچ دن، تین دن کذا قال العینی [3] اور حاشیہ کوکب [4] میں حنابلہ کا مسلک یہ لکھا ہے کہ ان کے یہاں صرف دو سال کی تقدیم جائز ہے، والحديث أخرجه أيضاً أحمد والبخاري ومسلم والنسائي والدارقطني (منهل [5])۔

تم الكلام [6] على حديث الباب ومسئلة فلله الحمد والمنة۔

---

[1] سنن النسائي- كتاب الزكاة- باب: إعطاء السيد المال بغير اختيار المصدق ٢٤٦٤

[2] اس کیلئے کتب فقہ کیطرف رجوع کیا جائے یہاں بیان کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ صرف اشارہ مقصود ہے، ۱۲۔

[3] عمدة القاري شرح صحيح البخاري- ج٩ ص٤٧

[4] الكوكب الدري على جامع الترمذي- ج ٢ ص ٣١

[5] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود- ج ٩ ص ٢٤٤

[6] اس حدیث کی شرح ہم نے شروح بخاری فتح الباری، عینی، قسطلانی کی روشنی میں کی ہے، ۱۲۔

١٦٢٤- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّا، عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ حُجَيَّةَ، عَنْ عَلِيٍّ، «أَنَّ الْعَبَّاسَ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي تَعْجِيلِ صَدَقَتِهِ قَبْلَ أَنْ تَحِلَّ، فَرَخَّصَ لَهُ فِي ذَلِكَ»، قَالَ مَرَّةً: فَأَذِنَ لَهُ فِي ذَلِكَ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ هُشَيْمٌ، عَنْ مَنْصُورِ بْنِ زَاذَانَ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَدِيثُ هُشَيْمٍ أَصَحُّ.

ترجمہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عباسؓ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا زکوۃ اسکے مقررہ وقت آنے سے پہلے دے سکتے ہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عباسؓ کو اجازت مرحمت فرمادی کہ آپ وقت مقررہ سے پہلے زکوۃ دے سکتے ہیں، امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو ہشیم نے عَنْ مَنْصُورِ بْنِ زَاذَانَ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مرسلاً نقل کیا ہے اور ہشیم کی یہ مرسل حدیث زیادہ صحیح ہے۔

تخریج جامع الترمذي - الزكاة (٦٧٨) جامع الترمذي - الزكاة (٦٧٩) سنن أبي داود - الزكاة (١٦٢٤) سنن ابن ماجه - الزكاة (١٧٩٥) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/١٠٤) سنن الدارمي - الزكاة (١٦٣٦)

٢٣- بَابٌ فِي الزَّكَاةِ هَلْ تُحْمَلُ مِنْ بَلَدٍ إِلَى بَلَدٍ؟

ایک ملک سے دوسرے ملک اپنی زکوۃ بھیجنے کا کیا حکم ہے؟

اس مسئلہ پر کلام ہمارے یہاں بَابٌ فِي زَكَاةِ السَّائِمَةِ کی حدیث (١٥٨٤) تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ، وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ کے ذیل میں گزر چکا ہے۔

١٦٢٥- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا أَبِي، أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَطَاءٍ، مَوْلَى عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ زِيَادًا - أَوْ بَعْضَ الْأُمَرَاءِ - بَعَثَ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ عَلَى الصَّدَقَةِ، فَلَمَّا رَجَعَ قَالَ لِعِمْرَانَ: أَيْنَ الْمَالُ؟ قَالَ: «وَلِلْمَالِ أَرْسَلْتَنِي، أَخَذْنَاهَا مِنْ حَيْثُ كُنَّا نَأْخُذُهَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَوَضَعْنَاهَا حَيْثُ كُنَّا نَضَعُهَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

ترجمہ عمران بن حصینؓ کے آزاد کردہ غلام ابراہیم بن عطا اپنے والد عطا عن ابی میمونہ سے نقل کرتے ہیں کہ زیاد یا کسی اور حاکم گورنر نے عمران بن حصینؓ کو زکوۃ کی وصولی کیلئے بھیجا، جب حضرت عمرانؓ بغیر مال لیے تشریف لائے تو اس حاکم نے حضرت عمران بن حصینؓ سے کہا اے عمرانؓ مال کہاں ہے؟ تو حضرت عمران بن حصینؓ نے جواب دیا کہ کیا تم نے مجھے مال لینے کیلئے بھیجا تھا (بلکہ تم نے مجھے زکوۃ کا عامل بنا کر بھیجا تھا کہ میں زکوۃ وصول کر کے فقراء میں تقسیم کردو) تو عہد نبوی میں ہم زکوۃ جن لوگوں سے لیا کرتے تھے ان لوگوں سے ہم نے زکوۃ وصول کرلی اور عہد نبوی میں جن فقراء کو ہم زکوۃ پہنچایا کرتے تھے ان فقراء کو ہم نے زکوۃ پہنچادی ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الزكاة (١٦٢٥) سنن ابن ماجه - الزكاة (١٨١١)

٢٤ - بَابُ مَنْ يُعْطِي مِنَ الصَّدَقَةِ، وَحَدُّ الْغِنَى

زکوۃ کن لوگوں کو دی جاسکتی ہے؟ اور غنی کون لوگ ہیں؟

ترجمۃ الباب میں وَحَدُّ الْغِنَى اس لئے بڑھایا کہ مَنْ يُعْطِي مِنَ الصَّدَقَةِ وہی شخص ہو سکتا ہے جو غنی نہ ہو، لہذا اب ضرورت اس کی ہے کہ یہ معلوم ہو حد غنی کیا ہے؟

حدغنی کے بارے میں اختلاف روایات: سو جاننا چاہئے کہ حد غنی کے بارے میں روایات حدیثیہ بھی مختلف ہیں اور مذاہب ائمہ بھی، پہلے اختلاف روایات سنیئے! باب کی حدیث اول میں جو کہ عبد اللہ بن مسعودؓ سے مرفوعاً مروی ہے اس کی مقدار خَمْسُونَ دِرْهَمًا یا اس کے برابر سونا مذکور ہے، اور اس کے بعد باب کی تیسری حدیث میں جو سہل بن الحنظلیہ سے مروی ہے اس کی مقدار قَدْرُ مَا يُغَدِّيهِ وَيُعَشِّيهِ مذکور یعنی شِبَعُ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ (صبح وشام کی خوراک)۔

روایات کے اس تعارض کو بعض علماء نے تو اس طرح رد کیا ہے کہ یہ اختلاف اشخاص واحوال کے اعتبار سے ہے اصل چیز اس میں قدر کفایۃ ہے اب بعض الناس کے حق میں قدر کفایۃ پچاس درہم ہے اور بعض کے حق میں چالیس درہم ہے اور بعض شراح نے توجیہ اس طرح کی ہے کہ ان احادیث میں آپ کے مخاطب وہ حضرات تھے جن میں اکثر تجارت پیشہ تھے تو آپ نے تجارت کے راس المال کیلئے تخمیناً ایک مقدار چالیس یا پچاس درہم متعین فرمادی ہے اور تیسری روایت یعنی قَدْرُ مَا يُغَدِّيهِ وَيُعَشِّيهِ کی توجیہ یہ کی گئی ہے کہ اس سے صرف ایک دن رات کی روزی مراد نہیں ہے بلکہ روزانہ صبح وشام کی خوراک اور اسکا مستقل نظم مراد ہے وہ جس طرح بھی ہو، دستکاری سے ہو یا تجارت وزراعت وغیرہ سے غرض کہ مقصود جملہ احادیث سے مقدار کفایت کا حصول ہے۔

اور بعض علماء نے ان احادیث کے درمیان تطبیق اس طرح کی ہے کہ بعض کو بعض کیلئے ناسخ مانا ہے چنانچہ حدیث الاوقیہ کو ناسخ مانا ہے مَا يُغَدِّيهِ وَيُعَشِّيهِ کے لئے اور خود حدیث الاوقیہ کے لئے ناسخ مانا ہے خَمْسُونَ دِرْهَمًا والی حدیث کو، اور بعض علماء نے فرمایا کہ نسخ کی ترتیب اس طرح نہیں بلکہ اس کے برعکس ہے کثرت سے قلت کی طرف آئے ہیں پس خَمْسُونَ دِرْهَمًا کے لئے ناسخ أَرْبَعُونَ دِرْهَمًا ہے اور أَرْبَعُونَ کے لئے غداء وعشاء والی روایت ناسخ ہے۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم، یہ تو اختلاف روایات اور جمع بین الروایات پر گفتگو ہوئی۔

حد غنی کے بارے میں مذاہب ائمہ کی تحقیق: حد غنی کے بارے میں اختلاف مذاہب بھی سنیئے! اس میں تین چار مذہب ہیں:

① سفیان ثوری ابن المبارک، اسحاق بن راہویہ کے نزدیک خَمْسُونَ دِرْهَمًا۔

② ابو عبید قاسم بن سلام أَرْبَعُونَ دِرْهَمًا،

اور ائمہ اربعہ کے مذاہب اس طرح ہیں:

امام احمدؒ کے نزدیک علی الدوام مقدار کفایۃ کا حصول یعنی بقدر کفایۃ مستقل معاش اور روزی کا حصول خواہ وہ نقد مال کے ذریعہ ہو یا بطریق کسب، لہذا ایسا شخص غنی ہے نہ اس کیلئے سوال جائز ہے اور نہ اخذ زکوٰۃ (بدون السوال) خواہ وہ صاحب نصاب ہو یا نہ ہو، والروایۃ الثانیۃ عنہ وجود خمسین درھمًا أو قیمتہا من الذھب، اور شافعیہ کا مسلک یہ ہے ہر روز کی آمدنی و کمائی کا بقدر کفایۃ حاصل کرنا (ان کان مدارہ علی الکسب) یا بقیہ عمر غالب کی کفایۃ کا حصول (ان کان مدارہ علی النقد) اس کی تشریح آگے آرہی ہے اور مالکیہ کا مسلک یہ ہے قوت ❶ عام یعنی سال بھر کی روزی کا حاصل ہونا یعنی جو اسکے اور اسکے اہل وعیال کیلئے کافی ہو (یہ آخری قید تو سبھی مذاہب میں معتبر ہے) اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ عند الجمہور غنی کی کوئی خاص مقدار متعین نہیں ہے بلکہ اس کا مدار کفایت اور عدم کفایت پر ہے اور ظاہر ہے کہ قدر کفایۃ سب کی برابر نہیں ہے لوگوں کے حسب حال ہے اسلئے کہ بعض کثیر العیال ہیں تو بعض قلیل العیال یا عدم العیال ایسے ہی بعض لوگ قوی مکتسب (قادر علی الکسب ہیں) اور بعض ضعیف غیر قادر علی الکسب لہذا اگر کسی شخص کو باوجود صاحب نصاب ہونیکے تمام کفایۃ حاصل نہیں ہے تو وہ عند الجمہور زکوٰۃ لے سکتا ہے اخذ زکوٰۃ اس کے لئے جائز ہے مثلاً ایک شخص چالیس بکریوں کا مالک ہے لیکن اس کی آمدنی اس کو کافی نہیں ہے تو وہ زکوٰۃ لے سکتا ہے اگرچہ خود اسپر بھی اپنی زکوٰۃ واجب ہے، حنفیہ کے نزدیک غنی کی حد متعین ہے یعنی نصاب نامی کا مالک ہونا لہذا جو شخص صاحب نصاب ہوگا وہ ان کے نزدیک غنی ہے خواہ اس کو ماتحصل بہ الکفایۃ علی الدوام حاصل ہو یا نہ ہو اور جو شخص صاحب نصاب نہیں ہے وہ غیر غنی ہے اس کے لئے اخذ زکوٰۃ جائز ہے اگرچہ اسکو ماتحصل بہ الکفایۃ حاصل ہو۔

اس سب سے معلوم ہوا کہ عند الجمہور غنی کی دو قسمیں الگ الگ ہیں: ① اول وہ غنی جو موجب زکوٰۃ ہے وہ تو یہ ہے کہ آدمی صاحب نصاب ہو اور ② دوسری قسم الغنی المانع عن اخذ الزکوٰۃ ہے یعنی قدر کفایۃ کا حاصل ہونا، اور حنفیہ کے نزدیک وجوب زکوٰۃ اور منع عن الزکوٰۃ دونوں کا تعلق ❷ نصاب سے ہے۔

نیز جاننا چاہیئے کہ امام احمدؒ کی ایک روایت تو یہی ہے جو اوپر مذکور ہوئی اور ان کی دوسری روایت میں (وھو اظھر الروایتین

---

❶ کفایت کے بارے میں شافعیہ نے تو بقیہ عمر غالب کا اعتبار کیا ہے (کما سیاتی) اور مالکیہ نے ایک سال کی کفایت کا اعتبار کیا ہے، اور کتب حنابلہ میں بعض سے تو یہی ایک سال کا اعتبار معلوم ہوتا ہے، اور بعض نے علی الدوام، بظاہر ان دونوں میں فرق صرف لفظی ہے اسلئے کہ جب ہر سال ایک ایک سال کی کفایۃ کا اعتبار کریں گے تو وہ علی الدوام ہی ہوگیا واللہ تعالیٰ اعلم، ۱۲۔

❷ اصل اور بنیادی اختلاف اور جمہور کے مسلک کے درمیان یہی ہے اسکو اچھی طرح ذہن میں رکھنا چاہیئے اسکے ساتھ ساتھ یہ بھی ذہن میں رہے کہ فقہاء احناف یہ کہتے ہیں کہ ہمارے یہاں غنی کی تین قسمیں ہیں: الغنی الموجب للزکوۃ اور وہ نصاب نامی حولی کا مالک ہونا ہے، ثانی الغنی المانع عن اخذ الزکوۃ اس کا مصداق بھی یہی ہے یعنی مالک نصاب ہونا لیکن حولان حول شرط نہیں پس جو شخص صاحب نصاب ہے اور اسکے مال پر حولان حول نہیں ہوا ہے تو اس کیلئے اخذ زکوٰۃ ناجائز ہے، نیز اس پر صدقۃ الفطر اور اضحیہ واجب ہے اور تیسری قسم الغنی المحرم للسوال ہے اور وہ یہ ہے کہ آدمی صبح شام کی روزی اور ما یستتر بہ عورۃ کا مالک ہو ایسے شخص کے لئے اخذ زکوٰۃ بغیر سوال کے تو جائز ہے البتہ سوال حرام ہے۔

كما قال الموفق) ثمن اور غیر ثمن کا فرق ہے وہ یہ کہ مانع عن الأخذ یا تو ماتحصل به الکفایة ہے اور یا خمسون درهمًا أو قیمتها من الذهب اگر کسی کے پاس پچاس درہم یا ان کی قیمت کے بقدر ذہب ہے تو وہ بھی مانع عن الأخذ ہے۔

شافعیہ کے مسلک کی تفصیل وتوضیح: جیسا کہ ان کی کتب میں مذکور ہے یہ ہے کہ جو شخص تجارت اور کسب نہیں کر سکتا عدم قدرت اور ضعف کیوجہ سے یا اس کے لائق اسباب فراہم نہ ہونیکی وجہ سے بلکہ اس کا گزر موجودہ مال پر ہے تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ مال اس کی بقیہ [1] عمر غالب تک کے لئے کافی ہے تب تو وہ شخص غنی ہے اس کے لئے اخذ زکوۃ جائز نہیں اور اگر وہ مال اتنا نہیں ہے تو پھر وہ شخص غنی نہیں اس کے لئے اخذ زکوۃ جائز ہے اور عمر غالب انہوں نے اثنین وستین باسٹھ سال قرار دی ہے اور تجارت وکسب کی صورت میں ان کے یہاں ہر روز کی آمدنی اور اس کے ربح کا اعتبار ہے کہ اگر وہ اس کو کافی ہو سکتی ہے تب تو وہ غنی ہے ورنہ نہیں [2]۔

تکمیل: حنفیہ اور جمہور علماء کے درمیان حد غنی میں جو اختلاف ہے وہ دراصل مبنی ہے ایک اور اختلاف پر جس کو تتمیمًا للبحث لکھا جاتا ہے، اسلئے کہ مشہور ہے: تتبین الأشیاء باضدادها۔

فقیر اور مسکین کی تعریف میں ائمہ کا اختلاف: وہ یہ کہ فقیر اور مسکین جن کا مصرف زکوۃ ہونا منصوص من اللہ تعالیٰ ہے ان کی تعریف اور مصداق میں اختلاف ہے وہ یہ ہے کہ فقیر شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک وہ شخص ہے جس کے پاس نقد مال یا کسب کی آمدنی بالکل ہی نہ ہو یا اگر ہو تو نصف کفایت سے کم ہو مثلاً ایک شخص کی مقدار کفایۃ تو ہر روز کی دس درہم ہے لیکن آمدنی اور کمائی اس کی صرف چار درہم ہو اور مسکین ان دونوں اماموں کے نزدیک وہ ہے جس کو تمام کفایت تو حاصل نہ ہو لیکن نصف کفایۃ یا اس سے اکثر حاصل ہو مثلاً مثال مذکور میں شخص مذکور کی روزانہ کی کمائی پانچ درہم سے کم اور نو سے زائد نہ ہو۔

اور عند الحنفیہ فقیر کی تعریف یہ ہے جو مادون النصاب کا مالک ہو یا مالک نصاب تو ہو لیکن وہ مال غیر نامی ہو یا نامی بھی ہو لیکن وہ اس کی حاجت اصلیہ مسکن وملبس وغیرہ سے فاضل نہ ہو، اور عند المالکیہ فقیر وہ ہے جس کے پاس کفایۃ عام (پورے سال کی روزی کا بندوبست) نہ ہو بلکہ اس سے کم ہو اور مسکین ان دونوں (حنفیہ ومالکیہ) کے نزدیک وہ ہے من لاشیٔ له أصلاً۔

اس تفصیل سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ جمہور کے نزدیک غنی کا مدار نصاب پر نہیں ہے بلکہ کفایت وعدم کفایت پر ہے، ایسے ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک فقیر ادنی حالاً من المسکین ہے اور حنفیہ ومالکیہ کے نزدیک اس کے برعکس ہے فتدبر وتشکر لعلك لاتجد هذا التفصیل والتحقیق بهذا النهج فی غیر هذا الشرح۔

١٦٢٦ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ

---

[1] مثلاً جس شخص کی موجودہ عمر پچاس ہے تو اب اس کی بقیہ عمر غالب صرف بارہ سال ہے، ۱۲۔

[2] روضة المحتاجين — ص ۲۸۸

يَزِيدَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ سَأَلَ وَلَهُ مَا يُغْنِيهِ، جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ خُمُوشٌ، أَوْ خُدُوشٌ، أَوْ كُدُوحٌ فِي وَجْهِهِ» . فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، وَمَا الْغِنَى؟ قَالَ: «خَمْسُونَ دِرْهَمًا. أَوْ قِيمَتُهَا مِنَ الذَّهَبِ» . قَالَ يَحْيَى: فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُثْمَانَ لِسُفْيَانَ: "حِفْظِي أَنَّ شُعْبَةَ لَا يَرْوِي عَنْ حَكِيمِ بْنِ جُبَيْرٍ. فَقَالَ سُفْيَانُ: حَدَّثَنَاهُ زُبَيْدٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ.

ترجمہ: عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے جس شخص کے پاس (پیٹ بھرنے کے بقدر) اتنا مال موجود ہو جو اسے سوال کرنے سے روک دے پھر بھی وہ لوگوں سے سوال کرے تو روز قیامت اس حال میں آئیگا کہ اسکے چہرے پر زخم لگے ہونگے یا اسکی دوسری جگہ کی کھال چھلی ہوگی یا اسکے جسم پر کسی کے کاٹنے کے نشانات ہونگے۔ عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول مالدار ہونے کی وہ کونسی حد ہے جسمیں سوال کرنا حرام ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص کے پاس پچاس درہم یا اسکے بقدر سونا ہو تو اسکو لوگوں سے مانگنا حرام ہے۔ یحیٰ بن آدم کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن عثمان نے سفیان سے کہا مجھے یہ یاد پڑتا ہے کہ شعبہ استاد حکیم بن جبیر سے حدیث نقل نہیں کرتے تو سفیان نے انکے جواب میں فرمایا اس حدیث کو ہمیں حکیم بن جبیر کے علاوہ زبید راوی نے بھی محمد بن عبد الرحمٰن بن یزید سے روایت کی ہے۔

تخریج: جامع الترمذي- الزكاة (٦٥٠) سنن النسائي- الزكاة (٢٥٩٢) سنن أبي داود- الزكاة (١٦٢٦) سنن ابن ماجه- الزكاة (١٨٤٠) مسند أحمد- مسند المكثرين من الصحابة (٣٨٨/١) مسند أحمد- مسند المكثرين من الصحابة (٤٤١/١) مسند أحمد- مسند المكثرين من الصحابة (٤٦٦/١) سنن الدارمي- الزكاة (١٦٤٠)

شرح الحدیث: یہ اس باب کی پہلی حدیث ہے اب تک ترجمۃ الباب ہی کے تحت کلام ہو رہا تھا۔

جاءت کی ضمیر مؤنث مسئلہ کی طرف راجع ہے جو سأل سے مفہوم ہو رہا ہے تقدیر عبارت یہ ہے: جاءت المسئلة یوم القیامة وهی خموش أو خدوش، یعنی جو شخص سوال کرے بغیر حاجت کے تو آئیگا یعنی ظاہر ہوگا اس کا یہ سوال کرنا بروز قیامت اس حال میں کہ وہ داغ دھبے ہوں گے اس کے چہرے میں یعنی یہ اس کا سوال کرنا قیامت کے دن ذریعہ ہوگا اس کے چہرے کے داغدار اور عیب دار ہونے کا یعنی اس کی رسوائی اور ذلت کا، اور نسائی کی روایت میں ہے: جَاءَتْ خُمُوشًا، أَوْ كُدُوحًا فِي وَجْهِهِ[1]. خموش اور کدوح کے نصب کے ساتھ حال ہونیکی بنا پر، اور ابوداؤد کی روایت میں خموش اور خدوش مبتداء محذوف کی خبر ہے اور یہ جملہ اسمیہ حال واقع ہو رہا ہے۔

خموش اور خدوش اور کدوح تینوں میں حرف اول مفہوم ہے یہ سب الفاظ متقارب المعنی ہیں جس کو اردو میں نوچنا، چھیلنا، کھرچنا کہتے ہیں یہ تینوں مصدر بھی ہو سکتے ہیں اور جمع بھی، خموش خمش کی جمع اور کدوح کدح کی جمع کہا جاتا ہے خمشت المرأة وجهها

[1] سنن النسائي- كتاب الزكاة- باب حد الغنى ٢٥٩٢

جب کہ وہ اپنے چہرہ کو ناخن سے یا کسی اور چیز سے نوچے اور زخمی کرے، یہاں پر لفظ أَوْ یا تو شک راوی ہے کہ راوی کو اچھی طرح یاد نہیں رہا استاذ سے کونسا لفظ سنا تھا اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ خود متکلم (حضور اکرم ﷺ) کے کلام میں ہو اس صورت میں أَوْ تقسیم اور تنویع کیلئے ہوگا اور اس صورت میں ان تینوں کو مختلف المرتبہ کرنا ہوگا، اختلاف مراتب سائلین کے لحاظ سے اس لئے کہ بعض ان میں مقل ہوتے ہیں (کبھی کبھار سوال کرلیا) اور بعض مکثر اور بعض مفرط (بہت زیادہ سوال کرنے والے) اسی طرح خمش ابلغ ہے خدش سے اور خدش ابلغ ہے کدح سے اسلئے کہ خمش خاص چہرہ میں ہوتا ہے اور خدش مطلق جلد کے اندر اور کدح فوق الجلد (کھال کے اوپر اوپر) بخلاف خدش کے کہ وہ کھال کے اندر تک ہوتا ہے اور بعضوں نے ان تینوں میں فرق اور طرح لکھا ہے وہ یہ کہ الخمش بالظفر (ناخن سے نوچنا) والخدش بالعود (کسی لکڑی سے نوچنا) والکدح بالسن (دانت سے کاٹنا)۔

قَالَ يَحْيَى: فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُثْمَانَ لِسُفْيَانَ: حِفْظِي أَنَّ شُعْبَةَ، لَا يَرْوِي عَنْ حَكِيمِ بْنِ جُبَيْرٍ: حدیث بالا کو سفیان نے حکیم بن جبیر سے روایت کیا ہے تو اس پر عبداللہ بن عثمان نے جو کہ شعبہ کے تلمیذ ہیں، سفیان سے کہا کہ جہاں تک مجھے یاد ہے وہ یہ ہے کہ میرے استاذ شعبہ حکیم بن جبیر سے روایت نہیں لیتے ہیں (ان کے ضعف کیوجہ سے) لہٰذا بہتر یہ تھا کہ آپ بھی اس حدیث کو کسی اور راوی سے روایت کرتے) تو اس کے جواب میں سفیان نے فرمایا: فقد حدثنا زبید عن محمد بن عبد الرحمن یعنی یہ حدیث مجھے حکیم بن جبیر کے علاوہ زبید سے بھی پہونچی ہے (لہٰذا تمہارا انشاء پورا ہو گیا اس لئے کہ زبید ثقہ ہیں) یہ زبید زبید بن الحارث ہیں. کما فی المنہل اور یہ صحاح ستہ کے راوی ہیں، وفی التقریب ثقةٌ، ثبتٌ عابدٌ، اھ والحدیث أخرجه أیضاً أحمد والنسائي والترمذي وابن ماجه والدارمي والطحاوي والدارقطني (منهل [1])۔

۱۶۲۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي أَسَدٍ، أَنَّهُ قَالَ: نَزَلْتُ أَنَا وَأَهْلِي بِبَقِيعِ الْغَرْقَدِ، فَقَالَ لِي أَهْلِي: اذْهَبْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَلْهُ لَنَا شَيْئًا نَأْكُلُهُ. فَجَعَلُوا يَذْكُرُونَ مِنْ حَاجَتِهِمْ، فَذَهَبْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَوَجَدْتُ عِنْدَهُ رَجُلًا يَسْأَلُهُ، وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: «لَا أَجِدُ مَا أُعْطِيكَ»، فَتَوَلَّى الرَّجُلُ عَنْهُ وَهُوَ مُغْضَبٌ وَهُوَ يَقُولُ: لَعَمْرِي إِنَّكَ لَتُعْطِي مَنْ شِئْتَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَغْضَبُ عَلَيَّ أَنْ لَا أَجِدَ مَا أُعْطِيهِ، مَنْ سَأَلَ مِنْكُمْ وَلَهُ أُوقِيَّةٌ، أَوْ عِدْلُهَا، فَقَدْ سَأَلَ إِلْحَافًا»، قَالَ الْأَسَدِيُّ: فَقُلْتُ: لَلِقْحَةٌ لَنَا خَيْرٌ مِنْ أُوقِيَّةٍ - وَالْأُوقِيَّةُ أَرْبَعُونَ دِرْهَمًا - قَالَ: فَرَجَعْتُ وَلَمْ أَسْأَلْهُ، فَقَدِمَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذَلِكَ شَعِيرٌ وَزَبِيبٌ، فَقَسَمَ لَنَا مِنْهُ، أَوْ كَمَا قَالَ: حَتَّى أَغْنَانَا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَكَذَا رَوَاهُ الثَّوْرِيُّ كَمَا قَالَ مَالِكٌ.

ترجمہ: عطاء بن یسار بنو اسلم کے ایک شخص سے نقل کرتے ہیں کہ میں اور میرے اہل خانہ بقیع غرقد مقام پر اقامت

[1] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ۹ ص ۲۵۰

پذیر ہوئے تو مجھ سے میرے اہل خانہ نے کہا کہ تم رسول اللہ ﷺ کے پاس جاکر ہمارے لیے کچھ مانگ کر لے آؤ اور گھر کے یہ افراد اس شخص سے اپنی ضروریات اور فاقہ کشی کا ذکر کرنے لگے، تو یہ صحابی رسول خدمت نبوی میں حاضر ہوئے یہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص کو دیکھا جو حضور ﷺ سے سوال کر رہا تھا اور حضور ﷺ فرما رہے تھے تمہارے دینے کیلئے میرے پاس کچھ نہیں ہے تو وہ سوالی شخص حضور ﷺ کے پاس غصے کی حالت میں واپس جاتے ہوئے یہ کہہ رہا تھا خدا کی قسم آپ اپنی مرضی سے جسکو چاہتے ہیں دیدیا کرتے ہیں، اسکے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ شخص مجھ پر اسلئے غصہ کر رہا ہے کہ مجھے اسکو دینے کی کوئی چیز نہیں مل رہی، تم میں سے جو شخص اس حال میں لوگوں سے مانگتا پھرے کہ اسکے پاس چالیس درہم چاندی یا اس کے مساوی کوئی سامان ہو (جو حاجت اصلیہ سے زائد ہو) تو یہ شخص ان لوگوں میں داخل ہے جو زور زبردستی کر کے لوگوں سے لپٹ لپٹ کر مانگتے ہیں، تو بنو اسد کے اس شخص نے کہا کہ میں نے دل میں سوچا کہ میری یہ دودھ دینے والی اونٹنی ایک اوقیہ چاندی سے قیمتی ہے...... ایک اوقیہ چاندی چالیس درہم کا ہوتا ہے...... تو قبیلہ اسد کے اصحاب کہتے ہیں کہ میں بغیر کچھ سوال کیے واپس لوٹ گیا...... اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کچھ جو اور کشمش آئے تو حضور ﷺ نے اس میں سے ہم لوگوں کو تقسیم فرما کر عنایت فرمائی...... یہاں تک کہ اللہ پاک نے ہمیں مالدار بنادیا۔ امام ابوداودؒ فرماتے ہیں کہ سفیان ثوریؒ نے امام مالکؒ کی اس حدیث کی طرح روایت نقل کی ہے۔

تخریج سنن النسائي - الزكاة (٢٥٩٦) سنن أبي داود - الزكاة (١٦٢٧) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٤/ ٣٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/ ٤٣٠) موطأ مالك - الجامع (١٨٨٤)

شرح الحدیث مجھ پر ناراض ہوتا ہے اس لئے کہ میرے پاس کوئی چیز اس کو دینے کے لئے نہیں ہے (جب یہ بات ہے تو پھر یہ غصہ بالکل غلط اور بے محل ہے)۔

مَنْ سَأَلَ مِنْكُمْ وَلَهُ أُوقِيَّةٌ، أَوْ عِدْلُهَا، فَقَدْ سَأَلَ إِلْحَافًا: جو شخص سوال کرے جبکہ اس کے پاس چالیس درہم یا ان کے برابر قیمت میں اور کوئی چیز ہو تو اس شخص نے سوال میں مبالغہ اور بیجا اصرار کیا۔

فَقُلْتُ: لَلِقْحَةٌ لَنَا خَيْرٌ مِنْ أُوقِيَّةٍ: لَلِقْحَةٌ میں لام اول لام ابتداء ہے جو مفتوح ہے اور لام ثانی مکسور اور مفتوح دونوں طرح ہے لقحہ کہتے ہیں دودھ دینے والی اونٹنی کو یہ صحابی حضور ﷺ کی خدمت میں اپنی حاجت کیوجہ سے سوال کی نیت سے گئے تھے وہاں جاکر جب انہوں نے آپ سے یہ سنا کہ جو شخص اس حال میں سوال کرے کہ اس کے پاس ایک اوقیہ چاندی ہو تو اس کا یہ سوال ناجائز ہے تو پھر یہ سوچنے لگے کہ ہمارے پاس جو اونٹنی ہے وہ تو چالیس درہم سے زائد ہے، لہذا یہ صاحب وہاں سے بغیر سوال کے چلے آئے۔ والحديث أخرجه أيضا النسائي والطحاوي (منہل [1])۔

---

[1] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج ٩ ص ٢٥٢

۱۶۲۸- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَهِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي الرِّجَالِ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ سَأَلَ وَلَهُ قِيمَةُ أُوقِيَّةٍ، فَقَدْ أَلْحَفَ»، فَقُلْتُ: نَاقَتِي الْيَاقُوتَةُ هِيَ خَيْرٌ مِنْ أُوقِيَّةٍ - قَالَ هِشَامٌ: خَيْرٌ مِنْ أَرْبَعِينَ دِرْهَمًا - فَرَجَعْتُ، فَلَمْ أَسْأَلْهُ شَيْئًا، زَادَ هِشَامٌ فِي حَدِيثِهِ: وَكَانَتِ الْأُوقِيَّةُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعِينَ دِرْهَمًا.

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: جس شخص کے پاس ایک اوقیہ چاندی کے بقدر کوئی سامان ہو اور پھر بھی وہ شخص لوگوں سے مانگتا پھرے تو اس نے لوگوں سے زور زبردستی کے ساتھ مانگا ہے، تو میں نے اپنے دل میں سوچا کہ میری یاقوتہ اونٹنی ایک اوقیہ چاندی سے بہتر ہے۔ ہشام راوی نے یہ الفاظ نقل کئے کہ میری اونٹنی چالیس درہم سے قیمتی ہے تو میں بغیر سوال کئے واپس لوٹ گیا۔ ہشام نے اپنی حدیث میں یہ اضافہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں چالیس درہم کو اوقیہ کہتے تھے۔

تخریج: سنن النسائي – الزكاة (۲۵۹۵) سنن أبي داود – الزكاة (۱۶۲۸) مسند أحمد – باقي مسند المكثرين (۷/۳) مسند أحمد – باقي مسند المكثرين (۹/۳)

شرح الحدیث: فَقُلْتُ: نَاقَتِي الْيَاقُوتَةُ هِيَ خَيْرٌ مِنْ أُوقِيَّةٍ: يَاقُوتَةُ ان کی اونٹنی کا نام ہے، اس سے معلوم ہوا کہ تسمیۃ الدواب جائز ہے چنانچہ حضور ﷺ سے بھی یہ تسمیہ ثابت ہے، والحديث أخرجه أيضاً أحمد والنسائي والدارقطني وكذا الطحاوي مختصراً (منهل [1])۔

۱۶۲۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مِسْكِينٌ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُهَاجِرِ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي كَبْشَةَ السَّلُولِيِّ، حَدَّثَنَا سَهْلُ ابْنُ الْحَنْظَلِيَّةِ، قَالَ: قَدِمَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُيَيْنَةُ بْنُ حِصْنٍ، وَالْأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ، فَسَأَلَاهُ، فَأَمَرَ لَهُمَا بِمَا سَأَلَا، وَأَمَرَ مُعَاوِيَةَ فَكَتَبَ لَهُمَا بِمَا سَأَلَا، فَأَمَّا الْأَقْرَعُ، فَأَخَذَ كِتَابَهُ، فَلَفَّهُ فِي عِمَامَتِهِ وَانْطَلَقَ، وَأَمَّا عُيَيْنَةُ فَأَخَذَ كِتَابَهُ، وَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَانَهُ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، أَتُرَانِي حَامِلًا إِلَى قَوْمِي كِتَابًا لَا أَدْرِي مَا فِيهِ، كَصَحِيفَةِ الْمُتَلَمِّسِ، فَأَخْبَرَ مُعَاوِيَةُ بِقَوْلِهِ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ سَأَلَ وَعِنْدَهُ مَا يُغْنِيهِ، فَإِنَّمَا يَسْتَكْثِرُ مِنَ النَّارِ» - وَقَالَ النُّفَيْلِيُّ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ: مِنْ جَمْرِ جَهَنَّمَ - فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، وَمَا يُغْنِيهِ؟ - وَقَالَ النُّفَيْلِيُّ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ: وَمَا الْغِنَى الَّذِي لَا تَنْبَغِي مَعَهُ الْمَسْأَلَةُ؟ - قَالَ: «قَدْرُ مَا يُغَدِّيهِ وَيُعَشِّيهِ» وَقَالَ النُّفَيْلِيُّ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ: «أَنْ يَكُونَ لَهُ شِبْعُ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، أَوْ لَيْلَةٍ وَيَوْمٍ»، وَكَانَ حَدَّثَنَا بِهِ مُخْتَصَرًا عَلَى هَذِهِ الْأَلْفَاظِ الَّتِي ذَكَرْتُ.

ترجمہ: سہل بن حنظلیہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس عیینہ بن حصن اور اقراع بن حابس آئے اور انہوں

---

[1] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج ۹ ص ۲۵۳

نے آپ سے کچھ چیز مانگی، تو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ان کی مانگی ہوئی چیز کے متعلق دینے کا حکم دیا، اور حضرت معاویہؓ سے فرمایا کہ جو یہ مانگ رہے ہیں وہ ان کیلئے تحریر لکھ کر دیدو، تو حضرت معاویہؓ نے تحریر لکھ دی...... اقرع بن حابس نے اس تحریر کو لیکر اپنے عمامے سے لپیٹ لیا اور وہ چلے گئے لیکن عیینہ بن حصن اس تحریر کو لیکر دوبارہ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے محمد میں اپنی قوم کے پاس ایسی تحریر لیکر چلا جاؤں کہ مجھے اسکے بارے میں معلوم ہی نہیں کہ اسکا کیا مضمون ہے اور یہ متلمس شاعر کے صحیفہ کی طرح نہ ہو..... حضرت معاویہؓ نے متلمس کے صحیفہ کی طرح..... اس جملے کا مطلب رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو سمجھایا..... تو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا جو شخص اتنے مال کی موجودگی میں جو بقدر کفایت ہو سوال کرے گا تو یہ شخص جہنم کی آگ زیادہ سے زیادہ مانگ رہا ہے..... نفیلی استاد نے دوسرے موقع پر فرمایا کہ ایسا آدمی جہنم کے انگارے مانگ رہا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وہ کتنی مقدار ہے جسکی موجودگی میں آدمی مالدار شمار ہوتا ہے نفیلی استاد نے دوسری جگہ پر فرمایا کہ مالداری کی وہ کیا حد ہے کہ اس صورت میں سوال کرنا مناسب نہ ہو؟ تو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے پاس صبح وشام کا کھانا یا اسکے بقدر روپیہ پیسہ موجود ہو اسکے لیے سوال کرنا صحیح نہیں..... عبد اللہ بن محمد نفیلی نے دوسرے مقام پر فرمایا کہ جس شخص کے پاس ایک دن اور رات یا ایک رات ایک دن کے بقدر پیٹ بھرنے کا اناج موجود ہو تو اس کیلئے سوال کرنا صحیح نہیں..... میں نے جو الفاظ ذکر کیے ہیں اس سے مختصر الفاظ کیساتھ نفیلی استاد نے ہمیں حدیث سنائی تھی۔

صحیح سنن أبي داود - الزكاة (١٦٢٩) مسند أحمد - مسند الشاميين (٤/ ١٨١)

شرح الحديث عُيَيْنَةُ بْنُ حِصْنٍ مؤلفة القلوب میں سے تھے ان کا معاملہ گڑبڑ تھا فتح مکہ کے بعد اسلام لائے تھے پھر صدیق اکبرؓ کے عہد میں مرتد ہوگئے تھے، طلیحہ اسدی سے بیعت کرلی تھی پھر دوبارہ اسلام لے آئے ایک موقعہ پر آپ نے ان کو الأحمق المطاع [1] فرمایا تھا، اور اقرع بن حابسؓ بھی اگرچہ شروع میں مؤلفۃ القلوب میں سے تھے لیکن اسلام سے قبل بھی اور بعد میں بھی معزز لوگوں میں سے تھے اور اخلاص کے ساتھ اسلام میں داخل ہوئے تھے، یہ دونوں حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں کچھ سوال کرنے اور مانگنے آئے تھے آپ نے اپنے کاتب حضرت معاویہؓ سے فرمایا کہ ان کیلئے فلاں فلاں عامل کے نام میری طرف سے پرچہ لکھ دو کہ اسکو اتنا دیدو اور اس کو اتنا دیدو چنانچہ حضرت معاویہؓ نے تحریر لکھ کر ان کے حوالہ کردی اقرع نے تو اس تحریر کو اپنے عمامہ میں رکھ لیا اور عُيَيْنَةُ بْنُ حِصْنٍ کو اس تحریر پر اعتماد نہ ہوا وہ اس تحریر کو معاویہؓ سے لیکر آپ کی خدمت میں آیا اور آکر کہا (کیونکہ اسوقت تک اچھی طرح اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے)۔

فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، أَتُرَانِي حَامِلًا إِلَى قَوْمِي كِتَابًا لَا أَدْرِي مَا فِيهِ، كَصَحِيفَةِ الْمُتَلَمِّسِ: کیا آپ کا خیال یہ ہے کہ میں اپنی قوم کے پاس ایسی تحریر لے کر چلا جاؤں گا جس کے بارے میں مجھے صحیح معلوم نہیں ہے کہ اس میں کیا لکھا ہے صحیفہ متلمس کیطرح۔

---

[1] اپنی قوم کا بے وقوف سردار، ۱۲۔

فَأَخْبَرَ مُعَاوِيَةُ بِقَوْلِهِ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: پس خبر دی حضرت معاویہؓ نے یعنی مطلب بیان کیا عیینہ کے کلام کا رسول اللہ ﷺ سے یعنی صحیفہ متلمس کا مطلب نہیں سمجھے حضرت معاویہؓ اس کو جانتے تھے اس لئے انہوں نے اس کی تشریح آپ کی سامنے بیان کردی۔

صحیفۂ متلمس کی شرح: متلمس شاعر جاہلی، شعراء جاہلیہ میں سے ایک شاعر ہے جس کا نام جریر ہے اس کا قصہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ کی بات ہے جریر اور طرفہ بن العبد دونوں نے اپنے زمانہ کے بادشاہ عمرو بن ہند کی شاعرانہ مدح کی (انعام لینے کیلئے) بادشاہ نے ان دونوں کیلئے الگ الگ ایک ایک رقعہ لکھ کر دیا کہ عامل کے نام یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ میں نے اس میں انعام دینے کی بابت لکھا ہے حالانکہ اس میں یہ تھا کہ جب یہ دونوں تمہارے پاس پہونچیں تو فوراً ان کو قتل کردیں، طرفہ تو یہ رقعہ لے کر سیدھا اس عامل کے پاس چلا گیا اور وہاں جاکر مارا گیا، لیکن متلمس نے تاڑ لیا تھا اس نے اس رقعہ کو کھول کر دیکھا تو اس میں قتل کا حکم لکھا ہوا ملا اس نے اس رقعہ کو پھینکا اور نجات پائی، یہ ہے وہ صحیفہ متلمس کا واقعہ جس کی طرف عیینہ بن حصن نے اشارہ کیا فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، وَمَا يُغْنِيهِ؟ قَالَ: «قَدْرُ مَا يُغَدِّيهِ وَيُعَشِّيهِ» صبح وشام کی خوراک یعنی ایک دن کا گزارہ جس کے پاس ہو، اس حدیث کو حنفیہ نے سوال پر محمول کیا ہے جیسا کہ خود یہاں اس روایت میں اس کی تصریح ہے یعنی ایسے شخص کیلئے سوال جائز نہیں ہاں اخذ زکوٰۃ اس کے لئے جائز ہے، اور بعض علماء نے اس کو عام رکھا ہے سوال اور اخذ زکوٰۃ دونوں میں اور اس پر محمول کیا ہے کہ مراد یہ ہے جس شخص کو علی الدوام غداء وعشاء حاصل ہو یعنی مستقل صبح وشام کی روزی کا بندوبست، چنانچہ عند الجمہور جس شخص کو، پورے سال کیلئے تمام کفایۃ حاصل ہو اسکو نہ سوال جائز ہے نہ اخذ زکوٰۃ اس کی تفصیل شروع باب گزر چکی ہے، والحدیث أخرجه أيضًا الطحاوي مختصر أو أخرجه أحمد مطولاً (منہل [1])۔

۱۶۳۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ يَعْنِي ابْنَ عُمَرَ بْنِ غَانِمٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زِيَادٍ، أَنَّهُ سَمِعَ زِيَادَ بْنَ نُعَيْمٍ الْحَضْرَمِيَّ، أَنَّهُ سَمِعَ زِيَادَ بْنَ الْحَارِثِ الصُّدَائِيَّ، قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعْتُهُ، فَذَكَرَ حَدِيثًا طَوِيلًا [2]، قَالَ: فَأَتَاهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: أَعْطِنِي مِنَ الصَّدَقَةِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ اللهَ تَعَالَى لَمْ يَرْضَ بِحُكْمِ نَبِيٍّ وَلَا غَيْرِهِ فِي الصَّدَقَاتِ، حَتَّى حَكَمَ فِيهَا هُوَ، فَجَزَّأَهَا ثَمَانِيَةَ أَجْزَاءٍ، فَإِنْ كُنْتَ مِنْ تِلْكَ الْأَجْزَاءِ أَعْطَيْتُكَ حَقَّكَ»

ترجمہ: زیاد بن نعیم کہتے ہیں کہ انہوں نے زیاد بن حارث صدائی سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے خدمت نبوی میں حاضر ہوکر رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی اسکے بعد زیاد بن حارث نے لمبی حدیث ذکر کی، راوی کہتے ہیں کہ پھر ایک

---

[1] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج ۹ ص ۲۵۵

[2] یہ حدیث واقعی بہت طویل ہے اور قابل مطالعہ ہے جس کو حضرت نے بذل المجہود میں دوسری کتب حدیث سے نقل کیا ہے، فارجع إليه لو شئت. (بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۸ ص ۱۶۲)۔

صاحب حاضر خدمت ہوئے اور انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے صدقات کے مال میں سے عطا فرمایئے تو ان سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ پاک اپنے کسی نبی یا کسی اور شخص کے صدقات کے مصارف کے متعلق فیصلہ کرنے پر راضی نہیں ہوئے یہاں تک کہ اللہ پاک نے ازخود صدقات کے مصارف کا فیصلہ فرمایا، پس صدقات کے مصارف کی اللہ پاک نے آٹھ قسمیں بیان فرمائی، اگر تم ان قسموں میں سے کسی قسم میں داخل ہو تو میں تم کو تمہارا حق دیدونگا۔

شرح الحدیث یعنی اللہ تعالیٰ نے صدقات اور زکوٰۃ کا معاملہ کسی نبی یا غیر نبی کے فیصلہ اور اس کے اجتہاد پر نہیں چھوڑا بلکہ اس کا فیصلہ حق تعالیٰ شانہ نے خود فرمایا ہے اور مستحقین زکوٰۃ کو آٹھ قسم کے لوگوں میں منحصر فرمادیا ہے اگر تو ان میں سے ہوگا تو میں تجھے بھی تیرا حصہ دیدونگا۔

اس حدیث میں مجملاً مصارف زکوٰۃ کا ذکر آگیا ہے جس کی تفصیل قرآن کریم میں موجود ہے: اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ [1]۔

زکوٰۃ کے مصارف ثمانیہ کا بیان مع مذاہب ائمہ: یہاں ضرورت اس کی ہے کہ ان مصارف ثمانیہ میں سے ہر ایک کا بیان اور اسکی تعریف عند الفقہاء بیان کی جائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ مصارف ثمانیہ اب بھی سب باقی ہے یا ان میں سے کسی کا نسخ بھی ہوا ہے؟ تیسری بات یہ کہ کیا ان مصارف ثمانیہ کا استیعاب اور تعمیم ضروری ہے یا نہیں؟

بحث اول (مصارف ثمانیہ کے مصادیق): (۱)، (۲) فقیر اور مسکین ہر ایک کی تعریف مع اختلاف ائمہ ابھی قریب میں گزر چکی۔

(۳) عاملین وہ لوگ ہیں جن کو امام المسلمین کی جانب سے زکوٰۃ و صدقات کی وصولیابی کیلئے مقرر کیا جائے ان کو زکوٰۃ کی رقم میں سے دیا جاتا ہے لیکن ان کو جو کچھ دیا جاتا ہے وہ زکوٰۃ ہونیکی حیثیت سے نہیں بلکہ حق الخدمت اور معاوضۂ عمل کے طور پر دیا جاتا ہے اسی لئے عامل کو ہر حال میں دیا [2] جاتا ہے خواہ وہ غنی ہو یا فقیر، جملہ مصارف زکوٰۃ میں سے صرف یہی ایک مصرف ایسا ہے

---

[1] زکوٰۃ جو ہے وہ حق ہے مفلسوں کا اور محتاجوں کا اور زکوٰۃ کے کام پر جانے والوں کا اور جن کا دل پر چانا منظور ہے اور گردنوں کے چھڑانے میں اور جو تاوان بھریں اور اللہ کے راستہ میں اور راہ کے مسافر کو (سورۃ التوبۃ ، ٦٠)

[2] اس میں اختلاف ہے کہ عامل کو کتنی مقدار زکوٰۃ دیجائیگی حنفیہ کے نزدیک بقدر کفایۃ لیکن اگر مال زکوٰۃ صرف اتنا ہے کہ اگر عامل کو بقدر کفایۃ دیا جائے تو ساری زکوٰۃ اسی میں صرف ہوجاتی ہے تو ایسی صورت میں اس کو صرف نصف دیں گے اس سے زائد نہیں، اور مالکیہ کا مسلک یہ ہے کہ بقدر اجرۃ عمل دیجائیگی خواہ سب اسمیں چلی جائے، اور شافعیہ کا مسلک بہت سے علماء نے یہ لکھا ہے کہ انکے نزدیک چونکہ تسویہ بین الاصناف الثمانیہ واجب ہے اسلئے عامل کو صرف ثمن (آٹھواں حصہ) دیا جائیگا لیکن یہ صحیح نہیں بلکہ انکا مسلک یہ ہے کہ کمافی کتبھم) کہ اگرچہ ان کے نزدیک تسویہ ضروری ہے لیکن عامل اس سے مستثنیٰ ہے اس کو بقدر اجرۃ عمل کے دیا جائیگا اور حنابلہ کے نزدیک سب کو حسب حاجۃ دیا جائیگا اور عامل کو بقدر اس کے عمل کے، ۱۲ (من الأوجز)۔

[3] وفی حاشیۃ شرح الاقناع (ج۲، ص۲۹۷) ولو کان غنیاً ومن شرائط الاسلام. وان لایکون هاشمیاً ولا مطلبیاً ولا مولیٰ لهما. وفی الانوار الساطعه (ص۲۲٦) فی مذهب المالکیة ویعطی العامل من الزکوة ولو غنیاً بشرط ان یکون مسلماً حراً غیر هاشمی عدلاً عالماً باحکام الزکوة اه. وفی نیل

جس کو زکوۃ معاوضۂ خدمت کے طور پر دیجاتی ہے ورنہ زکوۃ تو کہتے ہی ہیں اس عطیہ کو جو ناداروں کو بغیر کسی معاوضۂ خدمت کے دیا جائے اسی لئے یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ پھر اس طرح دینے سے زکوۃ کیونکر اداء ہوجاتی ہے؟ جواب یہ ہے کہ عاملین فقراء کیطرف سے حکماً وکیل ہیں اور وکیل کا قبضہ مؤکل ہی کا قبضہ ہوتا ہے تو یوں سمجھیے کہ زکوۃ کی یہ رقم فقراء کے ہاتھ میں پہونچ کر ان کیطرف سے عاملین کی خدمت کا عوض ہے اور فقیر کو اپنے مال زکوۃ میں تصرف کا اختیار ہے جو چاہے کرے جس کو چاہے دے (معارف القرآن [1] للمفتی محمد شفیعؒ) اور علامہ زیلعی کنز کی شرح میں لکھتے ہیں کہ جو کچھ عامل کو دیا جاتا ہے وہ من وجہ اسکے عمل کی اجرت ہے اسی لئے اسکو دینا جائز ہے زکوۃ سے باوجود اسکے غنی کے اور صدقہ ہے من وجہ اسی لئے عامل ہاشمی کو دینا جائز نہیں۔

④ مؤلفة القلوب، اس کے مصداق میں کفار بھی ہیں اور مسلم بھی، شیخ ابن الہمام نے ان کی تین قسمیں لکھی ہیں: ① وہ کفار جن کو آپ زکوۃ اس لئے دیتے تھے تاکہ وہ ہم سے قریب ہو کر مسلمان ہوجائیں، ② وہ کافر جن کو زکوۃ اس لئے دی جاتی تھی کہ ان کے شر سے محفوظ رہ سکیں، ③ وہ مسلمان جن کے اسلام میں ضعف تھا تاکہ ان کے ایمان میں پختگی آجائے۔

مؤلفة القلوب کامصرف زکوۃ ہوناب بھی باقی ہے یاانکاحصہ ساقط ہوگیا؟ ائمہ کے درمیان یہ مسئلہ اختلافی ہے حنفیہ کے نزدیک ان کا حصہ مطلقاً ساقط ہوگیا صدیق اکبرؓ کے زمانہ میں باتفاق صحابہ اسلئے کہ جس ضرورت اور مصلحت سے ان کو دیا جاتا تھا وہ حضور ﷺ کے بعد باقی نہیں رہی، اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ وشوکت عطا فرمادیا اور تالیف کی حاجت باقی نہیں رہی اور یہ انتفاء الحکم الارتفاع العلۃ کے قبیل سے ہے، لہذا یہ اشکال نہ کیا جائے کہ حضور ﷺ کے بعد اس حکم شرعی میں نسخ کیسے واقع ہوگیا، مالکیہ کا مشہور مسلک (کما فی الشرح الکبیر) یہ ہے کہ مؤلفة القلوب اگر کفار ہیں تو ان کا حصہ ساقط ہوچکا لغلبۃ الاسلام اور اگر مسلم ہیں تو باقی ہے، اور صاحب منہل مالکیہ کے مسلک میں لکھتے ہیں کہ مؤلف کافر کے بارے میں تو دو قول ہیں، قیل یعطی وقیل لایعطی اور مؤلف مسلم کو ان کے یہاں بالاتفاق دے سکتے ہیں اھ [2]، اسی طرح شافعیہ کے نزدیک مؤلفة المسلمین کا سہم باقی ہے اور مؤلفة الکفار کے بارے میں یہ ہے کہ زکوۃ تو

لہ المآرب فی فقہ الحنابلة وشرط کون العامل علیها مکلفاً أمیناً کافیاً من غیر ذوی القربی ویعطی قدر اجرة منها ولو غنیاً اھ . وقال الموفق (ج۲ص۶۵٤) یجوز للعامل ان یاخذ عمالة من الزکوۃ سواءٌ کان حراً اوعبداً وظاهر کلام الخرقی انه یجوز ان یکون کافراً وهذه احدی الروایتین عن احمد والروایة الاخری لایجوز ان یکون العامل کافراً ویجوز ان یکون غنیاً وذاقرابة لرب المال اھ . وفی الزیلعی (ج۱ص۲۹۷) علی الکنز فلاتحل للعامل الهاشمي تنزیهاً لقرابة النبي – صلی الله علیه وسلم – عن شبهة الوسخ وتحل للغني لأنه لا یوازي الهاشمي في استحقاق الکرامة اھ . وفی الجوهرة النیرة (ج۱ص۱۵۷) فَإِنْ جُعِلَ الْهَاشِمِيُّ عَامِلًا وَأُعْطِيَ مِنْ غَيْرِ الزَّكَاةِ فَلَا بَأْسَ بِهِ ثُمَّ الَّذِي يَأْخُذُهُ الْعَامِلُ أُجْرَةٌ مِنْ وَجْهٍ حَتَّى يَجُوزَ لَهُ مَعَ الْغِنَى وَصَدَقَةٌ مِنْ وَجْهٍ حَتَّى لَا يَجُوزَ لِلْعَامِلِ الْهَاشِمِيِّ تَنْزِيهًا لَهُ عَنْهَا اھ . وفی الکنز الزکوۃ تملیک المال من فقیر مسلمٍ غیر هاشمي ولامولاه وقال الزیلعی (۲۵۲) احترز به عن الغنی والکافر والهاشمي ومولاه لان دفع الزکوۃ الیهم مع العلم لایجوز . اھ

[1] معارف القرآن — ج٤ ص۳۹۷

[2] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج۹ ص۲۵۸

ان کو بالاتفاق نہیں دی جائیگی، غیر زکوۃ بھی علی الاصح لیکن شدید مجبوری کے وقت مصلحۃً غیر زکوۃ دے سکتے ہیں [1]،
حنابلہ کے یہاں مؤلفۃ القلوب مطلقاً کفار ہوں یا مسلمین مصرف زکوۃ ہیں لیکن بشرط الحاجۃ یعنی اگر تالیف کی حاجت ہو ورنہ نہیں چنانچہ خلفاء راشدین کے زمانہ میں چونکہ تالیف کی حاجت نہیں تھی اس لئے ان حضرات نے ان کو نہیں دیا اور نہ دینے کی وجہ یہ نہیں تھی کہ ان کا حصہ ساقط ہو گیا [2]۔

⑤ الرقاب، حنفیہ کے نزدیک اسکا مصداق مکاتبین ہیں زکوۃ کی رقم سے مکاتبین کا تعاون کیا جائے تاکہ وہ بدل کتابت اداء کرکے اپنی گردنوں کو غلامی سے رہا کر سکیں، تحریر رقبہ یعنی خالص غلام کو آزاد کرنا اس میں داخل نہیں یہی مذہب شافعیہ وحنابلہ [3] کا ہے البتہ مالکیہ کا اس میں اختلاف ہے ان کے نزدیک وفی الرقاب سے مراد تحریر رقبہ ہے یعنی رقیق مؤمن کو خرید کر آزاد کرنا نیز یہ بھی شرط ہے کہ وہ خالص رقیق ہو (جس کو قن کہتے ہیں) مدبر یا مکاتب نہ ہو امام مالکؒ کا مشہور قول یہی ہے، اور اسی طرف میلان امام بخاریؒ کا ہے، اور ایک روایت امام مالکؒ سے اس میں یہ بھی ہے کہ مکاتب کی اعانت بھی اس میں داخل ہے وہ بھی مال زکوۃ سے کی جاسکتی ہے۔

⑥ والغارمین، اس سے مراد وہ مدیون ہے جس کے پاس وفاء دین نہ ہو یا ہو لیکن اداء دین کے بعد کچھ نہ بچتا ہو اور اگر بچتا بھی ہو تو وہ بقدر نصاب کے نہ ہو، اور اسی طرح وہ شخص جسکا دین لوگوں کے ذمہ ہو اور وہ ان سے وصول کرنے پر قادر نہ ہو (غلام کا اطلاق مدیون اور دائن دونوں پر ہوتا ہے) اور شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک اس کے مصداق میں وہ شخص بھی [5] داخل ہے جس نے اصلاح ذات البین کے لئے تحمل حمالہ کیا ہو اگرچہ وہ غنی ہو، اور حنفیہ کے نزدیک تحمل حمالہ والا شخص غنی ہونیکی صورت میں مصرف زکوۃ نہیں ہے۔

⑦ فی سبیل اللہ، اس کا مصداق عند الحنفیہ منقطع [6] الغزاۃ ہے یعنی جو شخص جہاد میں جانا چاہتا ہے لیکن وہ سامان جہاد کے

---

[1] روضۃ المحتاجین — ص ۷۸۹

[2] الروض المربع — ج ۳ ص ۳۱۴-۳۱۵

[3] حنابلہ کی کتب میں فی الرقاب کے ضمن میں یہ بھی لکھا ہے ویفک الاسیر المسلم کہ زکوۃ کی رقم سے مسلمان قیدی کو بھی رہا کیا جاسکتا ہے، ۱۲۔

[4] جمہور کے نزدیک اس سے زکوۃ اداء نہیں ہوگی اس لئے کہ زکوۃ میں تملیک ضروری ہے اور یہ رقم زکوۃ کی جس سے شراء عبد ہوگا اس کی تملیک کس کو کی جارہی ہے؟ عبد کو یا مولیٰ کو عبد میں تو مالک بننے کی صلاحیت نہیں ہے اور مولیٰ ہو سکتا ہے کہ غنی ہو، بخلاف مکاتب کے کہ اس میں مالک بننے کی صلاحیت ہے کیونکہ اس کو اگرچہ ملک رقبہ حاصل نہیں ہے لیکن ملک ید حاصل ہے مولیٰ نے اس کو کمانے کی اور مالک بننے کی اجازت دے رکھی ہے، ۱۲۔

[5] لیکن اس کیلئے ان کے یہاں کچھ قیود اور تفصیل ہے جو ان کی کتابوں میں لکھی ہے من شاء فلیرجع الیہ، ۱۲۔

[6] فی سبیل اللہ کی تفسیر عند الجمہور مجاہدین کے ساتھ کی گئی ہے بدون قید فقر واحتیاج کے، اور حنفیہ میں سے امام ابو یوسف کی رائے بھی یہی ہے لیکن بقید حاجت وفقر اسی لئے انہوں نے اس کو منقطع الغزاۃ سے تعبیر کیا ہے اور امام محمد کے نزدیک اس سے منقطع الحاج مراد ہے یعنی وہ شخص جس پر حج فرض ہو چکا تھا لیکن فی الحال فقیر ہے ایسے شخص کو حج فرض ادا کرنے کیلئے زکوۃ دی جاسکتی ہے الروض المربع (فی فقہ الحنابلۃ) میں بھی اس کی تصریح ہے کہ حج فرض کی ادائیگی کیلئے نادار شخص کو زکوۃ دے سکتے ہیں۔

مہیا کرنے پر قادر نہ ہونیکی وجہ سے مجاہدین کی جماعت سے منقطع ہو رہا ہے تو ایسے شخص کا زکوۃ کی رقم سے تعاون کیا جاسکتا ہے، اور ائمہ ثلاثہ شافعیہ ومالکیہ وحنابلہ کے نزدیک اس سے مطلقاً غزاۃ ومجاہدین مراد ہیں بلا قید فقر کے لہذا یہ لوگ غنی ہونے کے باوجود سامان جہاد وغیرہ کی تیاری کے لئے بقدر ضرورت زکوۃ لے سکتے ہیں (کماھو مصرح فی کتبھم)۔

⑧ ابن السبیل، سے مراد وہ مسافر ہے جس کے پاس سفر میں مال نہ رہا ہو اگرچہ اپنے وطن میں وہ ذومال اور غنی ہو، پھر جاننا چاہیئے کہ مسافر دو طرح کے ہیں: المسافر المنقطع بالسفر اور المسافر المنشئ للسفر، اول کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص جو پہلے سے سفر میں ہے اور درمیان سفر اس کو حاجت پیش آئی نفقہ ختم ہو جانیکی وجہ سے اور منشئ للسفر وہ شخص ہے جو انشاء سفر یعنی سفر کی ابتداء کر رہا ہے اپنے وطن سے اور حال یہ کہ اس کے پاس سفر خرچ ہے نہیں، حنفیہ وحنابلہ کے نزدیک ابن السبیل کے مصداق میں صرف قسم اول داخل ہے، اور شافعیہ کے نزدیک اس میں دونوں قسمیں داخل ہیں کماھو مصرح فی کتبھم اور علامہ باجی مالکی نے امام مالک کا مذہب بھی یہی نقل کیا ہے (کما فی ھامش البذل) لہذا اگر کوئی شخص اپنے وطن سے سفر کرنا چاہتا ہے لیکن سفر خرچ اس کے پاس ہے نہیں ویسے بودر کفایۃ معاش کا انتظام اس کے پاس ہے تو یہ شخص اگر سفر نہ کرے تو اس کے لئے شافعیہ کے نزدیک اخذ زکوۃ جائز نہیں ہے ہاں سفر کیلئے زکوۃ لینا[1] جائز ہے، بحمد اللہ مصارف زکوۃ کی تشریح پوری ہوگئی۔

بحث ثانی : بحث اول کے ضمن میں مؤلفۃ القلوب کے بیان میں گزر چکی ہے۔

بحث ثالث: شافعیہ کے نزدیک زکوۃ کو ان اصناف ثمانیہ پر تقسیم کرنا ضروری ہے بشرطیکہ یہ جملہ مصارف واصناف محل مال میں موجود ہوں ورنہ جو موجود ہوں ان میں تقسیم کی جائیگی یہ اس صورت میں ہے جبکہ تقسیم امام المسلمین کیطرف سے ہو جس نے عمال کے ذریعہ زکوۃ وصول کی ہے لیکن مالک اگر خود اداء کرے بدون توسط عامل کے تو اس صورت میں زکوۃ عامل کے علاوہ باقی مصارف سبعہ میں تقسیم کی جائیگی، نیز ہر صنف میں کم از کم تین شخصوں کو دینا ضروری ہے سوائے عامل کے، عامل اگر صرف ایک ہی ہو تو ظاہر ہے کہ پھر اس ایک ہی کو دی جائیگی (أنوار ساطعة ص ۱٤٨)۔

اور حنابلہ کے نزدیک تعمیم الاصناف واجب نہیں صنف واحد پر بھی اکتفاء جائز ہے البتہ تعمیم مستحب ہے (نیل المآرب) اسی طرح مالکیہ کے نزدیک بھی تعمیم واجب نہیں بلکہ ان کے یہاں ایثار المضطر علی غیرہ اولی ہے یعنی جو زیادہ محتاج ہو اس کو دینا اولی ہے الاحوج فالاحوج (أنوار ساطعة ص ۲۲۷) حنفیہ کے نزدیک بھی تعمیم ضروری نہیں بلکہ تخییر ہے چاہے جملہ اصناف میں تقسیم کرے اور چاہے بعض میں خواہ صرف ایک ہی میں، وحدیث الباب أخرجه أيضًا الطحاوي وأخرجه الإمام أحمد من حديث حباب ابن بح الصدائي صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم (منهل[2])۔

---

[1] لیکن ان کے یہاں یہ قید ہے کہ وہ سفر کسی غرض صحیح کے لئے ہو خواہ نزھۃ (تفریح) ہی کیلئے سہی لہذا شخص ہائم کیلئے یعنی جس کا حال پراگندہ ہے سفر سے کوئی خاص نیت نہیں ہے اخذ زکوۃ جائز نہیں ہے اسی طرح جمہور کے نزدیک بھی قید ہے کہ وہ سفر کسی معصیت کیلئے نہ ہو بلکہ مباح ہو۔

[2] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود ــ ج ۹ ص ۲۵۹

۱۶۳۱- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَيْسَ الْمِسْكِينُ الَّذِي تَرُدُّهُ التَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ، وَالْأُكْلَةُ وَالْأُكْلَتَانِ، وَلَكِنَّ الْمِسْكِينَ الَّذِي لَا يَسْأَلُ النَّاسَ شَيْئًا، وَلَا يَفْطِنُونَ [1] بِهِ فَيُعْطُونَهُ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے حقیقی نادار اور غریب وہ شخص نہیں ہے جو ایک اور دو کھجوریں لیکر واپس لوٹ جائے یا ایک دو نوالے لیکر واپس لوٹ جاتا ہے، لیکن قرآن کریم میں مذکور صدقات کے مصارف میں سے ایک مصرف مسکین سے مراد ایسا فقیر نادار شخص ہے جو لوگوں سے کچھ سوال نہیں کرتا اور نہ ہی لوگوں کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص ضرورت مند ہے کہ وہ اسکی مدد کر سکیں۔

۱۶۳۲- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَعُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، وَأَبُو كَامِلٍ الْمَعْنَى، قَالُوا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مِثْلَهُ، قَالَ: «وَلَكِنَّ الْمِسْكِينَ الْمُتَعَفِّفُ»، زَادَ مُسَدَّدٌ فِي حَدِيثِهِ: «لَيْسَ لَهُ مَا يَسْتَغْنِي بِهِ، الَّذِي لَا يَسْأَلُ وَلَا يُعْلَمُ بِحَاجَتِهِ فَيُتَصَدَّقَ عَلَيْهِ فَذَاكَ الْمَحْرُومُ»، وَلَمْ يَذْكُرْ مُسَدَّدٌ: «الْمُتَعَفِّفُ الَّذِي لَا يَسْأَلُ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ مُحَمَّدُ بْنُ ثَوْرٍ، وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، وَجَعَلَا الْمَحْرُومَ مِنْ كَلَامِ الزُّهْرِيِّ، وَهُوَ أَصَحُّ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ نبی اکرم ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں گزشتہ حدیث کی مانند اس میں یہ الفاظ ہیں کہ حقیقی نادار وہ ہوتا ہے جو سوال سے بچنے والا ہو۔ مسدد استاد نے اپنی حدیث میں یہ الفاظ زائد نقل کئے ایسے فقیر شخص کے پاس نہ تو اتنا مال ہے کہ وہ اسکے ذریعے لوگوں سے سوال کرنے سے بچ سکے اور نہ ہی یہ شخص لوگوں سے سوال کرتا ہے اور نہ ہی اسکی ضرورت لوگوں کو معلوم ہوتی ہے تاکہ لوگ اس پر صدقہ کر سکے۔ پس یہی وہ شخص ہے جسکو قرآن نے محروم سے ذکر کیا ہے: لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ...... مسدد نے اپنی حدیث میں اَلْمُتَعَفِّفُ الَّذِي لَا يَسْأَلُ کا جملہ ذکر نہیں کیا۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو محمد بن ثور اور عبد الرزاق نے معمر سے نقل کیا ہے اور ان دونوں راویوں نے فَذَاكَ الْمَحْرُومُ والا جملہ کو زہری کے کلام کے طور پر ذکر کیا ہے نہ حدیث مرفوع اور یہی بات زیادہ صحیح ہے کہ یہ زہری کا کلام ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الزكاة (۱۴۰۶) صحيح البخاري - الزكاة (۱۴۰۹) صحيح البخاري - تفسير القرآن (۴۲۶۵) صحيح مسلم - الزكاة (۱۰۳۹) سنن النسائي - الزكاة (۲۵۷۱) سنن النسائي - الزكاة (۲۵۷۲) سنن النسائي - الزكاة (۲۵۷۳) سنن أبي داود - الزكاة (۱۶۳۱) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/۲۶۰) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/۳۹۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/۴۶۹) موطأ مالك - الجامع (۱۷۱۳) سنن الدارمي - الزكاة (۱۶۱۵)

[1] اس میں طاء پر ضمہ اور کسرہ دونوں پڑھ سکتے ہیں فطن یفطن باب کرم ونصر وسمع تینوں سے آتا ہے۔

شرح الأحاديث: یعنی مسکین وہ شخص نہیں ہے جس کو ایک یا دو کھجور اور ایک دو لقمے ادھر سے اُدھر لوگوں کے دروازوں پر گشت کرائیں، بلکہ در حقیقت مسکین یعنی کامل مسکین وہ شخص ہے جو لوگوں سے نہ سوال کرے اور نہ لوگ اس کو محتاج اور فقیر سمجھیں تاکہ اس کو کچھ دے سکیں یعنی اس کے سوال نہ کرنے کی وجہ سے لوگ اس کو حاجت مند ہی نہیں سمجھتے، اور اسی لئے کچھ دیتے بھی نہیں، اس حدیث سے گذشتہ اختلافی مسئلہ کہ حنفیہ ومالکیہ کے نزدیک مسکین وہ ہے من لاشئ له کی تائید ہوتی ہے واستدلوا أيضاً بقوله تعالى: أَوْ مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ[1]، أي لاصقا بالتراب من الجوع والعرى، وأما قوله تعالى: أَمَّا السَّفِينَةُ فَكَانَتْ لِمَسَاكِينَ يَعْمَلُونَ فِي الْبَحْرِ[2] فلاينافي ما ذكر لأنه إنما سماهم مساكين مجازا ترحماً وشفقةً عليهم لأنهم كانوا مظلومين ضعفاء (من المنهل[3])۔

جس مسکین کا ذکر اوپر حدیث میں آیا ہے اس کو آنیوالی حدیث میں اَلْمَحْرُوْمُ سے تعبیر کیا ہے فَذَاكَ الْمَحْرُوْمُ، یہ قرآن پاک کی آیت کی طرف اشارہ ہے: وَفِيٓ أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُومِ[4] ـ والحديث أخرجه أيضًا البخاري ومسلم والنسائي (منهل[5])۔

١٦٣٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ، قَالَ: أَخْبَرَنِي رَجُلَانِ: أَنَّهُمَا أَتَيَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، وَهُوَ يُقَسِّمُ الصَّدَقَةَ، فَسَأَلَاهُ مِنْهَا، فَرَفَعَ فِينَا الْبَصَرَ وَخَفَضَهُ، فَرَآنَا جَلْدَيْنِ[6]، فَقَالَ: «إِنْ شِئْتُمَا أَعْطَيْتُكُمَا، وَلَا حَظَّ فِيهَا لِغَنِيٍّ، وَلَا لِقَوِيٍّ مُكْتَسِبٍ».

ترجمہ: عبید اللہ بن عدی بن خیار کہتے ہیں کہ ہمیں دو صحابیوں نے بتلایا کہ وہ دونوں حجۃ الوداع کے موقع پر خدمت نبوی میں حاضر ہوئے حضور ﷺ صدقے کے اموال کو تقسیم کر رہے تھے تو ان دونوں نے بھی ان اموال سے سوال کیا تو حضور ﷺ نے ہماری طرف اپنی نگاہوں کو اٹھا کر دیکھا اور نگاہوں کو پست فرمالیا (اوپر سے نیچے تک ہم پر نظر ڈالی) تو آپ ﷺ نے ہمیں طاقت ور اور مضبوط پایا، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم چاہو تو تم دونوں کو صدقہ کے ان مال میں سے دیدوں، لیکن صدقے کے ان اموال میں نہ تو کسی مالدار کا حصہ ہے اور نہ ہی کسی ایسے شخص کا جو طاقت ور ہو اور کمانے پر قادر ہو۔

تخریج: سنن النسائي - الزكاة (٢٥٩٨) سنن أبي داود - الزكاة (١٦٣٣)

---

[1] یا محتاج کو جو خاک میں رل رہا ہے (سورۃ البلد ١٦)
[2] وہ جو کشتی تھی سو چند محتاجوں کی جو محنت کرتے تھے دریا میں (سورۃ الكهف ٧٩)
[3] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج ٩ ص ٢٦١
[4] اور ان کے مال میں حصہ تھا مانگنے والوں کا اور ہارے ہوئے کا (سورۃ الذاريات ١٩)
[5] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج ٩ ص ٢٦٢
[6] جلدین تثنیہ ہے جلد کا بمعنی قوی، ماخوذ ہے جلد (بفتح الجيم واللام) سے بمعنی قوت، کہا جاتا ہے جلد الرجل جلد أفهو جلد وجليد، ١٢۔

شرح الحديث: دو شخص جن کا نام معلوم نہیں لیکن ہیں وہ صحابی، اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے حجۃ الوداع کے موقعہ پر جب کہ آپ ﷺ صدقات تقسیم فرمارہے تھے وہ دونوں کہتے ہیں کہ ہم نے آپ ﷺ سے سوال کیا تو آپ ﷺ نے ہم پر نظر ڈالی اوپر نیچے یعنی ہمیں اوپر سے نیچے تک دیکھا پس آپ ﷺ نے دیکھ کر ہمیں قوی اور مضبوط پایا پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو میں تم کو اس صدقہ کے مال میں سے دیدوں لیکن حقیقت یہ ہے کہ صدقہ میں غنی اور قوی مکتسب (جو کمانے پر قادر ہو) اس کا حصہ نہیں ہے۔

نادار قادر علی الکسب غنی کے حکم میں ہے یا نہیں؟ اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ جو شخص نادار لیکن قادر علی الکسب ہو وہ بھی حکم میں غنی کے ہے چنانچہ امام شافعی وامام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ کا مذہب یہی ہے کہ آدمی جیسے غنی بالمال ہوتا ہے اسی طرح بالکسب بھی ہوتا ہے چنانچہ ان دونوں کے نزدیک قوی مکتسب کیلئے اخذ زکوۃ جائز نہیں، اور حنفیہ ومالکیہ کے نزدیک قدرۃ علی الکسب سے آدمی غنی شمار نہیں ہوتا، اور اس کیلئے اخذ زکوۃ جائز ہے، یہ حضرات اس حدیث کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ سوال پر محمول ہے، قوی مکتسب کیلئے گو اخذ زکوۃ جائز ہے لیکن سوال جائز نہیں اور دلیل اس کی یہ ہے کہ آپ ﷺ ان سے یہ فرمارہے ہیں کہ اگر تم چاہو تو میں تم کو اس میں سے دیدوں تو اگر ان کو دینے سے زکوۃ ساقط نہ ہوتی تو پھر آپ ﷺ یہ تعلیق کیوں فرماتے، علامہ طیبیؒ نے شافعیہ کی طرف سے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ آپ ﷺ کی مراد یہ ہے کہ باوجود حرام ہونے کے اگر تم اکل حرام پر راضی ہو تو تم کو اس میں سے دیدوں، گویا یہ بات آپ ﷺ نے ان سے توبیخاً فرمائی (منہل)۔ والحديث أخرجه أيضًا أحمد والنسائي والطحاوي (منهل[1])۔

٦٣٤ - حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ مُوسَى الْأَنْبَارِيُّ الْخُتُّلِيُّ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ رَيْحَانَ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ، وَلَا لِذِي مِرَّةٍ سَوِيٍّ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ سُفْيَانُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، كَمَا قَالَ إِبْرَاهِيمُ. وَرَوَاهُ شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدٍ قَالَ: «لِذِي مِرَّةٍ قَوِيٍّ»، وَالْأَحَادِيثُ الْأُخَرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْضُهَا: «لِذِي مِرَّةٍ قَوِيٍّ، وَبَعْضُهَا لِذِي مِرَّةٍ سَوِيٍّ» وَقَالَ عَطَاءُ بْنُ زُهَيْرٍ: أَنَّهُ لَقِيَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو، فَقَالَ: «إِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَحِلُّ لِقَوِيٍّ، وَلَا لِذِي مِرَّةٍ سَوِيٍّ».

ترجمہ: عبد اللہ بن عمروؓ نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ زکوۃ اور صدقات کا سوال کرنا ایسے شخص پر حرام ہے جو مالدار ہو اور ایسے شخص پر بھی سوال کرنا حرام ہے جو طاقت ور صحیح الاعضاء ہو۔ امام ابو داودؒ فرماتے ہیں: اس حدیث سفیان نے سعید بن ابراہیم سے ایسے ہی نقل کیا جیسا ان کے صاحبزادے ابراہیم نے سعد سے نقل کیا ہے، اور اس حدیث کو شعبہ نے جب سعد بن ابراہیم سے نقل کیا تو اسمیں لِذِي مِرَّةٍ قَوِيٍّ کے الفاظ نقل کئے

[1] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود ج ٩ ص ٢٦٤

ہے، اور نبی اکرم ﷺ کی دوسری حدیثوں میں بعض مقامات پر لِذِي مِرَّةٍ قَوِيٍّ کے الفاظ ہیں اور بعض احادیث لِذِي مِرَّةٍ سَوِيٍّ کے الفاظ ہیں، عطا بن زہیر نے کہا کہ انہوں عبداللہ بن عمرؓ سے ملاقات کی تو انہوں نے یہ الفاظ ارشاد فرمائے: إِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَحِلُّ لِقَوِيٍّ، وَلَا لِذِي مِرَّةٍ سَوِيٍّ۔

تخریج: جامع الترمذي - الزكاة (٦٥٢) سنن أبي داود - الزكاة (١٦٣٤) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/١٩٢) سنن الدارمي - الزكاة (١٦٣٩)

شرح الحدیث: مرة بمعنی قوة یعنی الذی قوة اور سوي بمعنی سالم یعنی جس کے اعضاء صحیح سالم ہوں، کیونکہ ایسا شخص قادر علی الکسب ہے، یہ حدیث بھی شافعیہ وحنابلہ کی دلیل ہے، حنفیہ کہتے ہیں اس میں کمال حل کی نفی ہے، نہ کہ اصل حل کی کیونکہ ان کے نزدیک ایسے شخص کیلئے زکوۃ جائز ہے جو قوی ہو اور اپنی حاجات اصلیہ کے علاوہ نصاب کا مالک نہ ہو، دوسری توجیہ وہ یہ کرتے ہیں کہ اسکو سوال پر محمول کیا جائے، کما تقدم في الحديث السابق، والحديث أخرجه أيضًا أحمد والدارمي والدارقطني والطحاوي والترمذي وقال حديث حسن، اهـ، لكن في سنده ريحان بن يزيد وفيه مقال (منهل [1])۔

٢٥ - بَابُ مَنْ يَجُوزُ لَهُ أَخْذُ الصَّدَقَةِ وَهُوَ غَنِيٌّ؟

کس مالدار شخص کو زکوۃ لینا صحیح ہے؟

١٦٣٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ إِلَّا لِخَمْسَةٍ: لِغَازٍ فِي سَبِيلِ اللهِ، أَوْ لِعَامِلٍ عَلَيْهَا، أَوْ لِغَارِمٍ، أَوْ لِرَجُلٍ اشْتَرَاهَا بِمَالِهِ، أَوْ لِرَجُلٍ كَانَ لَهُ جَارٌ مِسْكِينٌ فَتُصُدِّقَ عَلَى الْمِسْكِينِ، فَأَهْدَاهَا الْمِسْكِينُ لِلْغَنِيِّ".

ترجمہ: عطاء بن یسار کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کسی مالدار شخص کیلئے زکوۃ لینا حلال نہیں مگر پانچ مالدار افراد کیلئے زکوۃ لینا حلال ہے: ① وہ مجاہد شخص جو اللہ کے راستے میں جہاد کر رہا ہو، ② وہ شخص جسکو حاکم وقت زکوۃ کی وصولی کیلئے مقرر کرے، ③ وہ مالدار شخص جو مقروض ہو (اور اسپر قرضہ اتنا ہو کہ جب اس قرضہ کو اسکے پاس موجود مال سے نکالیں گے (منہا کریں گے) تو یہ شخص صاحب نصاب نہ رہے گا، ④ وہ مالدار شخص جو اس زکوۃ میں دی ہوئی چیز کو فقیر سے خرید لے، ⑤ وہ مالدار شخص جس کا پڑوسی غریب نادار تھا تو اس غریب پڑوسی پر کچھ صدقہ کیا گیا تو اس غریب نادار پڑوسی نے اپنے مالدار پڑوسی کو یہ زکوۃ کا مال ہدیہ کر دیا۔

١٦٣٦ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بِمَعْنَاهُ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ زَيْدٍ، كَمَا قَالَ مَالِكٌ:

---

[1] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج ٩ ص ٢٦٥

وَرَوَاهُ الثَّوْرِيُّ، عَنْ زَيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي الثَّبْتُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے انہوں نے امام مالک عن زید بن اسلم کی مانند روایت ذکر کی ہے۔ امام ابوداودؒ فرماتے ہیں: سفیان بن عیینہ نے عن زید بن اسلم، امام مالکؒ کی روایت کو نقل کیا ہے اور سفیان ثوری نے عن زید بن اسلم نقل کیا تو یہ الفاظ فرمائے کہ رسول اللہ ﷺ سے مجھے ایک ثقہ راوی نے روایت نقل کی ہے (تو سفیان ثوریؒ نے ثقہ راوی مجملا کہا ہے جبکہ دیگر راویوں نے ان راوی کا نام عطا بن یسار بتلایا ہے)۔

تخریج سنن أبي داود- الزكاة (١٦٣٥) سنن ابن ماجه- الزكاة (١٨٤١) مسند أحمد- باقي مسند المكثرين (٥٦/٣) موطأ مالك- الزكاة (٦٠٤)

شرح الحدیث مع بیان مذاہب ائمہ: مال زکوۃ غنی کیلئے حلال نہیں ہے بلکہ پانچ طرق کے غنی ایسے ہیں کہ ان کیلئے مال زکوۃ لینا جائز ہے:

① غازی فی سبیل اللہ، جہاد میں جانے والے کیلئے چنانچہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اس شخص کیلئے باوجود غنی ہونے کے اخذ زکوۃ جائز ہے پھر مالکیہ کے نزدیک تو یہ عام ہے ہر مجاہد کے حق میں خواہ دیوان میں اس کا نام ہو (اور مال فئی سے اس کو حصہ ملتا ہو جو مجاہدین کو ملتا ہے) یا نہ ہو، اور امام شافعیؒ و احمدؒ کے نزدیک اس سے وہ مجاہد مراد ہے جو تطوعا[1] جہاد میں جانا چاہتا ہو یعنی از خود دیوان میں اس کا نام نہ ہو اور مال فئی سے اس کو حصہ نہ ملتا ہو۔

اور حنفیہ کے نزدیک اس سے وہ مجاہد غنی مراد ہے جو جہاد میں شرکت نہ کرنیکی صورت میں تو غنی ہو لیکن جہاد میں شرکت اور اس کی تیاری کے لئے سامان جہاد خریدنے کی وجہ سے اس کو فقر اور حاجت لاحق ہو گئی ہو، تو یہ شخص اپنی حالت سابقہ کے پیش نظر غنی ہے لیکن حالت عارضہ جو اس وقت درپیش ہے اس کے لحاظ سے محتاج ہے غرضیکہ اس حدیث میں غازی فی سبیل اللہ سے اس قسم کا غنی مراد ہے، بخلاف ائمہ ثلاثہ کے ان کے نزدیک مطلق غنی مراد ہے، حنفیہ یوں کہتے ہیں زکوۃ کے اصل مستحق فقراء ہی ہیں اس لئے کہ آیۃ کریمہ إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ[2]، اور حدیث معاذؓ جس میں ہے تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ. وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ[3]، اپنے مضمون میں یہ دونوں نص ہیں، صریح اور صحیح ہیں لہذا حدیث الباب کے معنی بھی اسی کی روشنی میں متعین کئے جائیں گے واللہ تعالیٰ اعلم، اور جمہور یہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ اور حدیث معاذؓ جیسی احادیث مخصوص منہ البعض ہیں اور

---

[1] دراصل اسلامی ملک میں جہاد میں جانیوالے یعنی لشکری حکومت کی طرف سے متعین ہوتے ہیں جس کو ہمارے عرف میں فوج کہتے ہیں ان کیلئے دیوان یعنی ایک رجسٹر ہوتا ہے جس میں لشکریوں کے نام کا اندراج ہوتا ہے اور ان کو باقاعدہ بیت المال سے رزق یعنی وظیفہ ملتا ہے اس جماعت کو مرتزقہ بھی کہتے ہیں یعنی وہ جماعت جہاد میں جانیوالوں کی جن کا بیت المال سے رزق اور وظیفہ متعین ہے، کتاب الجہاد میں اس قسم کی چیزیں اور ابواب آئیں گے تو جن لوگوں کے نام اس رجسٹر میں ہوتے ہیں ان کا تو باری باری جہاد میں جانا گویا متعین اور واجب ہوتا ہے ان کے علاوہ جو لوگ جہاد میں جانا چاہتے ہیں ایسوں کا جہاد تطوعا سمجھا جاتا ہے، ۱۲۔

[2] زکوۃ جو ہے وہ حق ہے مفلسوں کا اور محتاجوں کا (سورۃ التوبۃ ٦٠)

[3] سنن أبي داود- كتاب الزكاة- باب في زكاة السائمة ١٥٨٤

مخصص یہی حدیث ہے(منہل بزیادۃ[1])۔

② اولعاملٍ علیھا، اس پر سب کا اتفاق ہے کہ عامل الصدقات کے لئے اخذ زکوۃ جائز ہے اس کا غنی ہونا اس سے مانع نہیں اس لئے کہ وہ جو کچھ لیتا ہے بطور حق الخدمۃ اور اجرۃ عمل کے لیتا ہے نہ کہ بطور صدقہ کے۔

③ اولغارمٍ، وہ مدیون جس کا دین اس مال سے زائد ہو جو اسکے پاس ہے یا اسکے برابر ہو یا کم ہو لیکن اداءدین کے بعد جو مال باقی رہے وہ بقدر نصاب نہ ہو (ایسا شخص اگر چہ صورۃً وظاہراً اپنے موجودہ مال کے اعتبار سے غنی ہے لیکن فی الواقع غنی نہیں ہے) اور ایک تفسیر غارم کی یہ کی گئی ہے کہ اس سے وہ شخص مراد ہے جس نے اصلاح ذات البین کے لئے تحمل حمالہ کر لیا ہو اس کی تشریح مصارف زکوۃ کے بیان میں گزر چکی ہے اس کو دیکھ لیا جائے۔

④ اولرجلٍ اشتراھا بمالہ، جو شخص غنی مال زکوۃ کو فقیر سے خرید لے اس کے لئے بھی یہ مال زکوۃ جائز ہو جاتا ہے یہ بھی جاننا چاہیئے کہ شراءزکوۃ کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ کسی دوسرے کی دی ہوئی زکوۃ کو فقیر سے خریدنا اس میں تو کوئی اختلاف نہیں ہے اور ایک صورت یہ ہے کہ ایک شخص اپنی ہی دی ہوئی زکوۃ کو فقیر سے خریدے، جمہور کے نزدیک تو یہ بھی جائز ہے گو مکروہ ہے، امام احمدؒ کے نزدیک جائز نہیں یہ اختلافی مسئلہ بَابُ الرَّجُلِ يَبْتَاعُ صَدَقَتَهُ کے ذیل میں گزر چکا۔

⑤ اولرجل کان لہ جارٌ مسکین، اگر کسی غنی شخص کو فقیر مال زکوۃ ہدیہ کر دے تو یہ مال اس غنی کے لئے لینا جائز ہے، اس نمبر ⑤ اور گذشتہ نمبر ④ دونوں کے جواز اخذ کی وجہ ظاہر ہے کہ جب زکوۃ ایک مرتبہ اپنے محل ومصرف میں پہنچ گئی تو ادا ہو گئی اب یہ فقیر جو کچھ اس میں تصرف کر رہا ہے کر سکتا ہے اس کا اپنا مال ہے اور وہ جس کو بھی دیگا بطور زکوۃ اور صدقہ کے نہیں دے گا اسلئے کہ اول تو اس فقیر پر اپنی زکوۃ واجب ہی نہیں ہے بالفرض اگر ہو بھی تو زکوۃ کا زکوۃ ہونا موقوف ہے نیت زکوۃ پر اور وہ یہاں ہے نہیں (منہل) بذل[2] میں حضرتؒ نے اس پر قصہ بریرہ لکھا ہے: لَهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ، جو تم مشکوۃ اور اس سے پہلے نور الانوار میں پڑھ چکے ہو کہ تبدل ملک مستلزم ہے تبدل عین کو حکماً، نیز یہ حدیث آگے اسی کتاب میں بَابُ الْفَقِيرِ يُهْدِي لِلْغَنِيِّ مِنَ الصَّدَقَةِ میں آرہی ہے۔

١٦٣٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ الطَّائِيُّ، حَدَّثَنَا الْفِرْيَابِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عِمْرَانَ الْبَارِقِيِّ، عَنْ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ إِلَّا فِي سَبِيلِ اللهِ، أَوِ ابْنِ السَّبِيلِ، أَوْ جَارٍ فَقِيرٍ يُتَصَدَّقُ عَلَيْهِ، فَيُهْدِي لَكَ أَوْ يَدْعُوكَ» . قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ فِرَاسٌ، وَابْنُ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

---

[1] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج ٩ ص ٢٦٧

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ٨ ص ١٧٤

ترجمہ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ کسی مالدار کیلئے زکوٰۃ لینا حلال نہیں ہے مگر ① وہ مالدار جو اللہ کے راستے میں جہاد کر رہا ہو، ② وہ مالدار جو مسافر ہو، ③ کسی مالدار کا پڑوسی غریب نادار ہو اسے کوئی صدقہ کرے تو یہ شخص اس صدقہ / زکوٰۃ کو تمہیں ہدیہ کردے یا اس صدقہ کے مال میں کھانے کیلئے تمہیں بلائے۔ امام ابوداودؒ فرماتے ہیں: فراس اور ابن ابی لیلی نے عطیہ سے اسی طرح (ابن السبیل کا لفظ) نقل کیا ہے۔

تخريج سنن أبي داود - الزكاة (١٦٣٧) سنن ابن ماجه - الزكاة (١٨٤١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٥٦) موطأ مالك - الزكاة (٦٠٤)

٢٦ - بَابُ كَمْ يُعْطَى الرَّجُلُ الْوَاحِدُ مِنَ الزَّكَاةِ؟

ایک شخص کو کتنی زکوٰۃ دی جاسکتی ہے؟

١٦٣٨ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الصَّبَّاحِ، حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ عُبَيْدٍ الطَّائِيُّ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، زَعَمَ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ يُقَالُ لَهُ: سَهْلُ بْنُ أَبِي حَثْمَةَ، أَخْبَرَهُ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدَاهُ بِمِائَةٍ مِنْ إِبِلِ الصَّدَقَةِ - يَعْنِي - دِيَةَ الْأَنْصَارِيِّ الَّذِي قُتِلَ بِخَيْبَرَ».

ترجمہ بشیر بن یسار کہتے ہیں کہ قبیلہ انصار کے ایک شخص سہل بن ابی حثمہ نے انہیں بتلایا کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقہ کے اونٹ میں سے انکو سو اونٹ بطور دیت عطا فرمائے، یہ اس انصاری شخص کی دیت تھی جسے مقام خیبر میں قتل کیا گیا تھا۔

تخريج صحيح البخاري - الديات (٦٥٠٢) صحيح مسلم - القسامة والمحاربين والقصاص والديات (١٦٦٩) سنن النسائي - القسامة (٤٧١٣) سنن أبي داود - الزكاة (١٦٣٨)

شرح الحديث یہاں اس باب میں تین چیزیں محتاج بیان ہیں: ① اول ترجمۃ الباب میں جو مسئلہ مذکور ہے (کہ ایک شخص کو زکوٰۃ کی کتنی مقدار دی جاسکتی ہے) اس کا بیان واختلاف ائمہ، ② دوم حدیث الباب کی تشریح، ③ سوم حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت، تینوں ہی چیزیں قابل تحقیق ہیں، واللہ الموفق والمیسر۔

بحث اول (ایک شخص کو کتنی زکوٰۃ دی جاسکتی ہے): مسئلہ مختلف فیہ ہے، حنفیہ کے نزدیک شخص واحد کو مادون النصاب دی جاسکتی ہے اور بقدر نصاب دینا مکروہ ہے مگر یہ کہ وہ شخص مدیون ہو تو پھر اس صورت میں اتنی دے سکتے ہیں کہ اداء دین کے بعد اسکے پاس مادون النصاب باقی رہے، ایسے ہی اگر کوئی شخص ذو عیال ہے تو اس کو اتنی مقدار دی جاسکتی ہے کہ اگر وہ ان سب پر تقسیم کیجائے تو ہر ایک کے حصہ میں نصاب سے کم آئے، اور امام مالک واحمد رحمہما اللہ کے نزدیک ایک شخص کو بقدر کفایۃ عام دے سکتے ہیں یعنی اتنی مقدار جو اسکو مع عیال کے پورے سال کیلئے کافی ہو جائے، اور حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک اتنی مقدار دی جائے جو اس کہ بقیہ عمر غالب تک کیلئے کافی ہو جائے اور عمر غالب باسٹھ سال ہے کما تقدم (المنهل) خطابیؒ

فرماتے ہیں کہ شافعیہ کا مذہب یہ ہے کہ اس میں کوئی تحدید نہیں ہے بلکہ بقدر الحاجت دے سکتے ہیں، اور سفیان ثوریؒ کے نزدیک شخص واحد کو خمسون درہما سے زائد نہ دی جائے اور یہی ایک قول امام احمدؒ کا ہے، اھ (عون [1]) دراصل جمہور کا مذہب اس میں (کماقال الموفق) یہ ہے کہ کسی فقیر کو ما یحصل بہ الغنی سے زائد نہ دی جائے اور ما یحصل بہ الغنی کی تفصیل ہمارے یہاں پہلے گزر چکی ہے کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اس کا مصداق قدر کفایت ہے مالکیہ وحنابلہ کے یہاں کفایۃ عام (پورے سال کی کفایت) اور شافعیہ کے نزدیک غیر مکتسب کے لئے بقیہ عمر غالب کی کفایت اور مکتسب (مثلاً تاجر) کے حق میں ہر روز کی کفایت کا حصول، یعنی روزانہ اس کی اتنی آمدنی ہو جو اس کے اور اس کے عیال کیلئے کافی ہو۔

بحث ثانی (تشریح حدیث): مذکورہ بالا الفاظ حدیث کا ترجمہ تو یہ ہے کہ سہل ابن ابی حثمہ انصاریؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ان کو ۱۰۰ سو اونٹ صدقات کے اونٹوں میں سے دیئے ان انصار کی دیۃ میں جو قتل کر دیئے گئے تھے خیبر میں یعنی جن کو یہود خیبر نے قتل کر دیا تھا۔

یہ حدیث یہاں بہت مجمل اور مختصر ہے جو تفصیل کے ساتھ "کتاب الحدود" کے ذیل میں "باب القسامۃ" میں آرہی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک انصاری صحابی جن کا نام عبداللہ بن سہل ہے ایک روز اپنے ساتھی کے ساتھ جن کا نام محیصہ ہے مدینہ منورہ سے خیبر کی طرف گئے، خیبر پہنچنے کے بعد یہ دونوں ساتھی ٹہلتے ٹہلتے ایک دوسرے سے جدا ہو گئے کچھ ہی دیر بعد جب محیصہ لوٹ کر اپنی جگہ آئے جہاں سے جدا ہوئے تھے تو دیکھا کہ ان کے ساتھی عبداللہ بن سہل ایک کھجور کے درخت کے نیچے مقتول پڑے ہیں پھر اس کے بعد آگے حدیث میں یہ ہے کہ انصار نے یہ قتل کا مقدمہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں پیش کیا چونکہ قاتل تعیین کے ساتھ معلوم نہیں تھا اور یہود خیبر پر انصار کو شبہ تھا اس لئے حضور ﷺ تسلیماً نے قسامہ کا فیصلہ فرمایا تفصیل تو اس کی اپنے مقام پر آئے گی خلاصہ اس کا یہ ہے کہ انصار یہود کی قسموں کو ماننے پر تیار نہیں ہوئے کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں ان کی قسموں کا اعتبار نہیں (لہٰذا مقدمہ خارج ہو جانا چاہیے تھا) لیکن اسکے باوجود حضور اکرم ﷺ تسلیماً نے صحابی مقتول کی دیت میں سو اونٹ بیت [2] المال کے اونٹوں میں سے مقتول کے بھائی (جو مقدمہ لے کر آئے تھے) عبدالرحمن بن سہل کو دیئے [3]۔

---

[1] عون المعبود على سنن أبي داود — ج ٥ ص ٤٨

[2] اور صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے بمائۃ إبل من عندہ کہ اپنے پاس سے آپ ﷺ نے سو اونٹ دیئے۔ اسکی توجیہ کی گئی ہے کہ بخاری کی روایت میں عندیۃ سے مراد اپنی ملک نہیں ہے بلکہ امر اور حکم مراد ہے یعنی اپنے حکم سے دلواتے، یا یہ مراد ہے کہ اپنی طرف سے دلوائے یعنی یہود سے نہیں دلوائے خواہ بیت المال ہی سے دلوائے ہوں اور علامہ قرطبیؒ کی رائے یہ ہے کہ من عندہ والی روایت اصح ہے بنسبت من إبل الصدقۃ کے، سو ہو سکتا ہے کہ سردست آپ ﷺ نے وہ اونٹ اہل صدقات سے بطور قرض لے کر دیئے ہوں، اور پھر بعد میں مال فئی وغیرہ سے سو اونٹ بیت المال کے سابق مد میں داخل کر دئے ہوں، دراصل بیت المال کے اندر مختلف مدات کے اموال ہوتے ہیں جن کا حساب کتاب الگ الگ رہتا ہے ہر مد (فنڈ) کے مصارف بھی الگ ہوتے ہیں صدقات، زکوٰت، کا مد الگ ہوتا ہے خمس غنائم و خمس معادن و رکاز وغیرہ کا الگ اور خراج و جزیہ کا الگ، ۱۲۔

[3] آپکا انصار کو مقتول کی دیۃ عطاء کرنا ان کی رعایت میں مصلحۃ تھا کہ ایک مسلمان کا خون ویسے ہی مفت ضائع نہ ہو اور یہ کہ آئندہ ان دونوں فریق انصار و یہود کے درمیان کھٹ پٹ اور بے چینی نہ رہے کذا قال المشائخ رحمہم اللہ یہ سب باتیں اچھی طرح سمجھ لیجئے انشاء اللہ باب القسامۃ میں بہت کام آئیں گی، واللہ الموفق، ۱۲۔

مذکورہ بالا واقعہ کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے یہ دیت عبد الرحمن بن سہل کو دلوائی تھی حالانکہ یہاں حدیث الباب میں وداہ کی ضمیر سہل بن ابی حثمہ کی طرف راجع ہو رہی ہے، لہذا یہ لفظ محتاج تاویل ہے یا تو یہ کہا جائے کہ سہل کو دینے سے مراد ان کی قوم کو دینا ہے اور ان کی قوم انصار ہے اور مقتول کے بھائی عبد الرحمن جن کو دی گئی وہ بھی انصاری ہیں اور یا یہ کہا جائے کہ یہاں یہ ضمیر غیر مذکور کی طرف راجع ہے اور وہ غیر اصل قصہ میں مذکور ہے۔

ایک فقہی اشکال اور اسکا جواب: یہاں ایک سوال یہ ہے کہ مصارف زکوۃ متعین ہیں اور دیت ان مصارف میں سے نہیں ہے، پھر یہ اونٹ دیت میں کس طور پر دیے گئے؟ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ممکن ہے یوں کہا جائے کہ اس صورت حال کو تحمل حمالہ پر محمول کیا جائے کہ اصلاح ذات البین کیلئے گویا آپ ﷺ نے یہ دیت اپنے ذمہ میں لے لی اور پھر سہم غارمین سے لیکر اس کو عطاء فرمادیا اور یا یہ کہا جائے کہ مؤلفۃ القلوب کے سہم سے یہ اونٹ آپ نے ان کو دیئے، والتوجیہ الأول للخطابي والثاني ذکرہ صاحب المنہل۔

بحث ثالث (حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقۃ): میرے نزدیک بہت مشکل ہے اس لئے کہ اول تو یہ اونٹوں کا دینا بطور زکوۃ کہاں تھا، بلکہ بطور دیت تھا، دوسرے یہ کہ سو اونٹ شخص واحد کو زکوۃ میں دینا کسی کا بھی مذہب نہیں ہے، کھینچ تان کر توجیہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ یہ تو صحیح ہے یہ دینا بطور زکوۃ کے نہ تھا، لیکن چونکہ مال زکوۃ سے تھا اس حیثیت سے ترجمہ کے ساتھ مناسبت ہو جائے گی، رہا یہ اشکال کہ اتنی بڑی مقدار زکوۃ میں ایک شخص کو کیسے دیجاتی سکتی ہے تو اس کا حل یہ ہو سکتا ہے کہ بیشک کسی فقیر کو تو اس کی ضرورت میں اتنی مقدار نہیں دی جاسکتی ہے لیکن یہ تو تحمل حمالہ تھا جس کا تعلق دین سے ہوتا ہے اور مقدار دین تو بڑی سے بڑی ہو سکتی ہے۔

هذا ما عندي والله سبحانه وتعالى وأعلم بالصواب، الحمد للہ باب کے متعلقہ مباحث پورے ہو گئے، یہ باب سبق میں مجھے ہمیشہ مشکل ہی معلوم ہوا امید ہے کہ اب حل ہو گیا ہوگا۔ وحديث الباب أخرجه أيضًا البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه مختصرا أو مطولاً (منهل [1])۔

٢٧۔ بَابُ مَا تَجُوزُ فِيهِ الْمَسْأَلَةُ؟

﴿کن صورتوں میں لوگوں سے سوال کرنا جائز ہے؟﴾

١٦٣٩ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ عُقْبَةَ الْفَزَارِيِّ، عَنْ سَمُرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الْمَسَائِلُ كُدُوحٌ يَكْدَحُ بِهَا الرَّجُلُ وَجْهَهُ، فَمَنْ شَاءَ أَبْقَى عَلَى وَجْهِهِ، وَمَنْ شَاءَ تَرَكَ، إِلَّا أَنْ يَسْأَلَ الرَّجُلُ ذَا سُلْطَانٍ، أَوْ فِي أَمْرٍ لَا يَجِدُ مِنْهُ بُدًّا».

---

[1] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود ج ٩ ص ٢٧٤

ترجمہ: حضرت سمرہ بن جندبؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ لوگوں سے مانگنے کی عادت روز قیامت اس مانگنے والے شخص کے چہرے پر زخم اور نوچے ہوئے چہرے کے مانند ہوگا، یہ شخص اپنے چہرے کو زخمی کر رہا ہوگا پس جو چاہے (لوگوں سے مانگ کر) ان زخموں کو اپنے چہرے پر لگائے رکھے اور جو چاہے (لوگوں سے مانگنے کی عادت ختم کر کے) اپنے چہرے کے ان نشانات کو ختم کر دے...... الا یہ ہے کہ ایک شخص اپنے وقت کے حکمران سے اپنا حق مانگے یا اس معاملے میں لوگوں سے سوال کرے جس میں اسکے لئے کوئی چارۂ کار نہ ہو۔

تخریج: جامع الترمذي- الزكاة (٦٨١) سنن النسائي- الزكاة (٢٥٩٩) سنن النسائي- الزكاة (٢٦٠٠) سنن أبي داود- الزكاة (١٦٣٩)

شرح الحديث: مسائل مسئلہ کی جمع بمعنی سوال اور کدوح کدح کی جمع کسی چوٹ یا کھرچنے کا نشان مراد داغ دھبہ، یعنی لوگوں سے مانگنا سوال کرنا اپنے چہرہ کو داغدار عیب دار بنانا ہے پس جس کا جی چاہے اور اپنے چہرہ کو داغدار بنالے نہ چاہے تو سوال سے بچے یعنی سوال کی ذلت سے آدمی کے چہرہ کی رونق آب و تاب زائل ہوتی ہے اس کی عزت پامال ہوتی ہے جس کا جی چاہے اپنے چہرہ کی رونق کو باقی رکھے اور جس کا نہ چاہے وہ اس کو زائل کر دے لیکن اس سے مقصود تخییر نہیں ہے کہ آپ اجازت دے رہے ہیں بلکہ یہ زجر و توبیخ کے قبیل سے ہے کقولہ تعالی: فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۚ إِنَّآ أَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا [1]، پھر آگے فرماتے ہیں مگر یہ کہ کوئی شخص سوال کرے کسی ذی سلطنت شخص سے (امیر اور حاکم سے جو بیت المال میں سے دے اس لئے کہ بیت المال میں سب مسلمانوں کا حصہ ہے) یا یہ کہ کسی کی حاجت اور مجبوری بڑی شدید ہو جہاں سوال کے بغیر چارہ ہی نہ ہو (تو پھر اس صورت میں غیر ذی سلطنت سے بھی سوال کر سکتا ہے)۔ والحديث أخرجه أيضًا النسائي والترمذي وقال حسنٌ صحيحٌ (منهل [2])۔

١٦٤- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ هَارُونَ بْنِ رِئَابٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي كِنَانَةُ بْنُ نُعَيْمٍ الْعَدَوِيُّ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ مُخَارِقٍ الْهِلَالِيِّ، قَالَ: تَحَمَّلْتُ حَمَالَةً، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «أَقِمْ يَا قَبِيصَةُ حَتَّى تَأْتِيَنَا الصَّدَقَةُ، فَنَأْمُرَ لَكَ بِهَا». ثُمَّ قَالَ: "يَا قَبِيصَةُ، إِنَّ الْمَسْأَلَةَ لَا تَحِلُّ إِلَّا لِأَحَدِ ثَلَاثَةٍ: رَجُلٍ تَحَمَّلَ حَمَالَةً فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ، فَسَأَلَ حَتَّى يُصِيبَهَا، ثُمَّ يُمْسِكُ، وَرَجُلٍ أَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ، فَاجْتَاحَتْ مَالَهُ، فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ، فَسَأَلَ حَتَّى يُصِيبَ قِوَامًا مِنْ عَيْشٍ" - أَوْ قَالَ: «سِدَادًا مِنْ عَيْشٍ» - "وَرَجُلٍ أَصَابَتْهُ فَاقَةٌ، حَتَّى يَقُولَ: ثَلَاثَةٌ مِنْ ذَوِي الْحِجَى مِنْ قَوْمِهِ قَدْ أَصَابَتْ فُلَانًا الْفَاقَةُ، فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ، فَسَأَلَ حَتَّى يُصِيبَ قِوَامًا مِنْ عَيْشٍ - أَوْ سِدَادًا مِنْ عَيْشٍ - ثُمَّ يُمْسِكُ، وَمَا سِوَاهُنَّ مِنَ الْمَسْأَلَةِ، يَا قَبِيصَةُ، سُحْتٌ يَأْكُلُهَا صَاحِبُهَا سُحْتًا".

---

[1] پھر جو کوئی چاہے مانے اور جو کوئی چاہے نہ مانے ہم نے تیار کر رکھی ہے گناہ گاروں کے واسطے آگ (سورة الكهف ٢٩)

[2] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج ٩ ص ٢٧٥

ترجمہ قبیصہ بن مخارق ہلالی کہتے ہیں کہ میں نے دو فقیروں کے درمیاں صلح کی غرض سے مال کا وافر حصہ اپنے ذمے لیا تھا تو میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے قبیصہ ہمارے پاس ٹھہرو..... ہمارے پاس صدقے کے اموال آئینگے تو ہم ان اموال صدقہ میں تمہارے لیے دینے کا حکم دینگے، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے قبیصہ لوگوں سے مانگنا صرف تین آدمیوں کیلئے جائز ہے: ① وہ شخص جو دو فریقوں میں صلح صفائی کیلئے مال کا وافر حصہ اپنے ذمے لے لے تو اسکے لئے لوگوں سے سوال کرنا حلال ہے، لہٰذا یہ لوگوں سے سوال کر سکتا ہے یہاں تک کہ اسکو اس قدر مال مل جائے جسقدر اسنے اپنے ذمہ لیکر خرچ کیا ہے اسکے بعد لوگوں سے سوال کرنے سے یہ شخص رک جائے، ② وہ شخص جسکو آسانی آفت (سمندر میں ڈوبنا، آگ کا لگنا، کھیت جل جانا) پہنچی تو اس آفت سماویہ نے اسکے مال کو جڑ سے اکھیڑ پھینکا تو ایسے شخص کیلئے بھی لوگوں سے سوال کرنا حلال ہے یہاں تک کہ اسے اسکے گزارے کے بقدر اسکی ضروری حاجات پوری ہو جائیں یا فرمایا کہ وہ اس حالت میں آجائے کہ اسکا گزارہ چل سکے، ③ وہ شخص جسکو فاقہ کشی کی نوبت اس حالت تک آپہنچے کہ تین عقلمند شخص اسکے قبیلے کے یہ کہیں کہ فلانے شخص کو فاقہ کشی کی نوبت آگئی، تو اسکے لئے لوگوں سے مانگنا اس وقت تک جائز ہے کہ اسکے گزارہ والی ضروریات پوری ہو جائیں یا زندگی گزارنے کا سامان اور راستہ بن جائے، پھر یہ شخص سوال کرنے سے رک جائے۔ اے قبیصہ! ان تین کے علاوہ لوگوں سے مانگنا حرام ہے۔ لوگوں سے مانگ کر کھانے والا شخص حرام کھا رہا ہے۔

تخریج صحيح مسلم - الزكاة (١٠٤٤) سنن النسائي - الزكاة (٢٥٧٩) سنن أبي داود - الزكاة (١٦٤٠) مسند أحمد - مسند المكيين (٣/٤٧٧) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٥/٦٠) سنن الدارمي - الزكاة (١٦٧٨)

شرح الحدیث یعنی سوال کی گنجائش صرف تین قسم کے لوگوں کیلئے ہے: ① جس نے تحمل حمالہ کیا ہو یعنی دو شخصوں کے درمیان صلح صفائی کرانے کے لئے اپنے ذمہ کسی کا حق لے لیا ہو، ② وہ شخص کہ جس کے مال پر ناگہانی آفت اور مصیبت آپڑی ہو جس کی وجہ سے اس کا سارا مال تباہ و برباد ہو گیا ہو (تو وہ سوال کر سکتا ہے) حَتَّى يُصِيبَ قِوَامًا مِنْ عَيْشٍ أَوْ قَالَ: «سِدَادًا مِنْ عَيْشٍ»، یہاں تک کہ اس کو اپنی روزی اور گزارہ کا بندوبست حاصل ہو یعنی جب تک حاصل نہ ہو سوال کر سکتا ہے حاصل ہونے کے بعد نہیں، ③ ایک وہ شخص جس کی پہلے سے تو مالی حالت اچھی تھی لیکن بعد میں تنگی میں مبتلا ہو گیا بلکہ اس کی تنگی محقق ہو گئی اس طور پر کہ اس کی قوم کے تین شخص باخبر عقل مند یہ گواہی دیں کہ ہاں واقعی فلاں شخص آج کل فاقہ میں مبتلا ہے۔

دراصل مانگنے والے دو طرح کے ہوتے ہیں، ایک غیر معروف شخص جس کی حاجت اور عدم حاجت کا حال اچھی طرح معلوم نہ ہو، دوسرے معروف شخص جانا پہچانا جس کے بارے میں محلہ والے پہلے سے یہ جانتے ہوں کہ وہ حاجت مند نہیں ہے ایسا آدمی چونکہ سوال میں متہم ہوتا ہے اس لئے اس کا سوال اس وقت تک مباح نہیں ہے جب تک کہ اس کی قوم کے چند اشخاص یہ نہ کہدیں کہ ہاں واقعی اب یہ شخص حاجت مند ہے، اپنی قوم کی قید اس لئے ہے کہ وہ بنسبت دوسروں کے زیادہ واقف حال ہوتے

ہیں۔ اس حدیث سے بعض شافعیہ جیسے ابن خزیمہ وغیرہ نے اس پر استدلال کیا ہے کہ ثبوت اعسار کیلئے تین آدمیوں کی شہادت درکار ہے، جمہور علماء یہ کہتے ہیں کہ یہ چیز باب شہادت سے نہیں ہے بلکہ تبین حال اور تحقیق حال کے قبیل سے ہے یا یہ کہا جائے کہ بطریق استحباب کے ہے ورنہ اعسار (تنگدستی) کا ثبوت بھی دوسرے دعاوی کی طرح شہادۃ عدلین سے ہو جاتا ہے۔

حدغنی کے بارے میں جمہور کی دلیل: اس حدیث میں حَتّٰی یُصِیبَ قِوَامًا مِنْ عَیْشٍ سے جمہور کی تائید ہوتی ہے کہ غنیٰ اور فقر کا مدار حصول کفایت پر ہے، وقد تقدم تفصیل الخلاف فیه، والحدیث أخرجه أیضًا أحمد ومسلم والنسائی وابن حبان والدارقطنی وابن خزیمة (منہل [1])۔

١٦٤١- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنِ الْأَخْضَرِ بْنِ عَجْلَانَ، عَنْ أَبِي بَكْرٍ الْحَنَفِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُهُ، فَقَالَ: «أَمَا فِي بَيْتِكَ شَيْءٌ؟» قَالَ: بَلَى، حِلْسٌ نَلْبَسُ بَعْضَهُ وَنَبْسُطُ بَعْضَهُ، وَقَعْبٌ نَشْرَبُ فِيهِ مِنَ الْمَاءِ، قَالَ: «ائْتِنِي بِهِمَا»، قَالَ: فَأَتَاهُ بِهِمَا، فَأَخَذَهُمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ، وَقَالَ: «مَنْ يَشْتَرِي هَذَيْنِ؟» قَالَ رَجُلٌ: أَنَا، آخُذُهُمَا بِدِرْهَمٍ، قَالَ: «مَنْ يَزِيدُ عَلَى دِرْهَمٍ مَرَّتَيْنِ، أَوْ ثَلَاثًا»، قَالَ رَجُلٌ: أَنَا آخُذُهُمَا بِدِرْهَمَيْنِ فَأَعْطَاهُمَا إِيَّاهُ، وَأَخَذَ الدِّرْهَمَيْنِ وَأَعْطَاهُمَا الْأَنْصَارِيَّ، وَقَالَ: «اشْتَرِ بِأَحَدِهِمَا طَعَامًا فَانْبِذْهُ إِلَى أَهْلِكَ، وَاشْتَرِ بِالْآخَرِ قَدُومًا فَأْتِنِي بِهِ»، فَأَتَاهُ بِهِ، فَشَدَّ فِيهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُودًا بِيَدِهِ، ثُمَّ قَالَ لَهُ: «اذْهَبْ فَاحْتَطِبْ وَبِعْ، وَلَا أَرَيَنَّكَ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا»، فَذَهَبَ الرَّجُلُ يَحْتَطِبُ وَيَبِيعُ، فَجَاءَ وَقَدْ أَصَابَ عَشْرَةَ دَرَاهِمَ، فَاشْتَرَى بِبَعْضِهَا ثَوْبًا، وَبِبَعْضِهَا طَعَامًا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "هَذَا خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ تَجِيءَ الْمَسْأَلَةُ نُكْتَةً فِي وَجْهِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، إِنَّ الْمَسْأَلَةَ لَا تَصْلُحُ إِلَّا لِثَلَاثَةٍ: لِذِي فَقْرٍ مُدْقِعٍ، أَوْ لِذِي غُرْمٍ مُفْظِعٍ، أَوْ لِذِي دَمٍ مُوجِعٍ".

ترجمہ: حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ ایک انصاری شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ سوال کیا (کوئی چیز مانگی) تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تمہارے گھر میں کچھ بھی نہیں ہے؟ تو اس نے عرض کیا کوئی نہیں ایک ٹاٹ ہے جسکا کچھ حصہ ہم اوڑھتے ہیں اور کچھ حصہ ہم بچھاتے ہیں اور لکڑی کا ایک پیالہ ہے جس میں ہم پانی پیتے ہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان دونوں چیزوں کو میرے پاس لے آؤ، تو یہ شخص یہ دونوں چیزیں لیکر حاضر خدمت ہوا، تو رسول اللہ ﷺ نے یہ دونوں چیزیں اپنے دست مبارک میں لیکر ارشاد فرمایا: کون مجھ سے یہ دونوں چیزیں ایک درہم کے بدلے لے سکتا ہے؟ تو حاضرین مجلس میں ایک شخص نے عرض کیا کہ میں ان دونوں چیزوں کو ایک درہم کے بدلے لینے کو تیار ہوں، تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کون ہیں جو ایک درہم سے زیادہ قیمت لگائے؟ دو یا تین دفعہ یہ بات ارشاد فرمائی، تو حاضرین مجلس میں ایک شخص نے عرض کیا کہ میں ان دونوں چیزوں کو دو درہم کے بدلے لینے کو تیار ہوں، تو رسول اللہ

[1] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود ج ٩ ص ٢٧٧

ﷺ نے یہ ٹاٹ اور پیالہ اس شخص کو دیکر اس سے دو درہم لے لئے اور یہ دو درہم اس انصاری کو دیئے اور ارشاد فرمایا کہ تم ایک درہم کے بدلے اناج خرید کر اپنے اہل خانہ کو پہنچادینا اور دوسرے درہم سے تم کلہاڑا خرید لینا اور آری لیکر میرے پاس آجانا پس وہ شخص آری لیکر خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوا، تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست اقدس سے اس کلہاڑے میں لکڑی داخل کی اور اس سے فرمایا: جاؤ لکڑیوں کو کاٹ کر بیچو اور میں تمہیں پندرہ دن تک نہ دیکھوں، پس یہ آدمی لکڑیاں کاٹ کر ان کو فروخت کرتا رہا جب پندرہ دن بعد یہ آیا تو اسکے پاس دس درہم جمع ہو چکے تھے، تو اسنے چند درہموں کے بدلے کچھ کپڑے خریدے اور کچھ درہموں کے بدلے اناج خریدا، تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ لکڑیاں کاٹ کر فروخت کرنا تمہارے لیے اس سے بہتر ہے کہ تم لوگوں سے مانگتے پھرو اور یہ تمہارا لوگوں سے سوال کرنا روز قیامت تمہارے چہرے پر داغ دھبے کی صورت میں ظاہر ہوگا...... لوگوں سے مانگنا صرف تین لوگوں کیلئے حلال ہے: ① ایسے فقیر نادار کیلئے جسکا فقر اسے مٹی میں ملادے، ② ایسے شخص کیلئے جس پر ہولناک اور شدید قرضہ ہو، ③ ایسے شخص کیلئے جس نے کسی کے خون کی دیت اپنے ذمے لے لی ہو ایک ایسی صورت میں جہاں کسی انسان کا خون دوسرے کی تکلیف اور بے چینی کا باعث بن رہا ہو۔

تخریج جامع الترمذي – البيوع (١٢١٨) سنن النسائي – البيوع (٤٥٠٨) سنن أبي داود – الزكاة (١٦٤١) سنن ابن ماجه – التجارات (٢١٩٨) مسند أحمد – باقي مسند المكثرين (٣/١٠٠)

شرح الحدیث مضمون حدیث واضح ہے محتاج تشریح نہیں۔

بیع المزایدة (نیلامی بولی) کا جواز: نیز اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے اس شخص کے ٹاٹ اور لکڑی کے پیالہ کو اس طریقہ پر فروخت فرمایا جس کو بیع من یزید اور بیع المزایدہ سے تعبیر کرتے ہیں، پہلی تعبیر کو امام ترمذیؒ نے اور دوسری تعبیر کو امام بخاریؒ نے ترجمۃ الباب میں اختیار کیا ہے جس کو ہمارے یہاں نیلام کرنا اور نیلامی بولی کہتے ہیں، یہ جمہور کے نزدیک جائز ہے اور ابراہیم نخعی کے نزدیک مکروہ ہے اور بعض علماء جیسے امام اوزاعی واسحق بن راہویہ تخصیص کے قائل ہیں وہ یہ کہ اس طرح کی بیع صرف غنائم اور مواریث میں جائز ہے ہر جگہ نہیں، حدیث الباب کو امام ترمذیؒ نے حسن کہا ہے، اور امام بخاریؒ نے اس مسئلہ میں کوئی صریح حدیث مسنداً ذکر نہیں فرمائی۔

وَلَا أَرَيَنَّكَ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا: ہرگز نہ دیکھوں تم کو پندرہ دن تک (پندرہ دن تک مجھ کو اپنی صورت نہ دکھانا) یعنی میری مجلس میں مت آنا بلکہ جس کام پر تجھ کو مامور کر رہا ہوں اسی میں لگے رہنا، پھر پندرہ دن پورے ہونے کے بعد آکر صورت حال بیان کرنا۔

إِنَّ الْمَسْأَلَةَ لَا تَصْلُحُ إِلَّا لِثَلَاثَةٍ: لِذِي فَقْرٍ مُدْقِعٍ، أَوْ لِذِي غُرْمٍ مُفْظِعٍ، أَوْ لِذِي دَمٍ مُوجِعٍ: سوال کرنا نہیں جائز ہے مگر تین قسم کے لوگوں کیلئے:

① ایسے شخص کیلئے جس کو اس کا فقر دقعاء یعنی مٹی میں ملا دینے والا ہو، کما فی قوله تعالیٰ: أَوْ مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ[1]۔

② ایسے مدیون شخص کے لئے جس کا دین فظیع یعنی شدید ہو (یقال افظع الامر ای اشتد) دین کے شدید ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی ادائیگی بہت مشکل ہو فقدان اسباب کیوجہ سے۔

③ ایسے دم والے کیلئے جس کو اس کا دم بے چین کر دینے والا ہو، یعنی کسی قتل کے مسئلہ میں ایک شخص نے اپنے اوپر دیت لے لی اصلاح ذات البین کے طور پر لیکن اس کے اندر اتنی استطاعت نہیں کہ وہ اس کو ادا کر سکے اب اگر دیت ادا نہیں کرتا تو قاتل کو قتل کر دیا جائیگا جس سے اس ذمہ لینے والے کو تکلیف ہو گی تو ایسی صورت حال میں اس کو سوال کرنا جائز ہے، والحديث أخرجه أيضاً أحمد وابن ماجه والترمذي وقال حديثٌ حسنٌ وأخرجه النسائي مختصراً (منهل[2])۔

٢٨۔ بَابُ كَرَاهِيَةِ الْمَسْأَلَةِ

لوگوں سے مانگنے کی ناپسندیدگی کا بیان

۱٦٤٢ - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ رَبِيعَةَ يَعْنِي ابْنَ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ، عَنْ أَبِي مُسْلِمٍ الْخَوْلَانِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي الْحَبِيبُ الْأَمِينُ أَمَّا هُوَ إِلَيَّ فَحَبِيبٌ، وَأَمَّا هُوَ عِنْدِي فَأَمِينٌ عَوْفُ بْنُ مَالِكٍ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَةً، أَوْ ثَمَانِيَةً، أَوْ تِسْعَةً، فَقَالَ: «أَلَا تُبَايِعُونَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟» وَكُنَّا حَدِيثَ عَهْدٍ بِبَيْعَةٍ، قُلْنَا: قَدْ بَايَعْنَاكَ، حَتَّى قَالَهَا ثَلَاثًا، فَبَسَطْنَا أَيْدِيَنَا فَبَايَعْنَاهُ، فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّا قَدْ بَايَعْنَاكَ، فَعَلَامَ نُبَايِعُكَ؟ قَالَ: «أَنْ تَعْبُدُوا اللهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، وَتُصَلُّوا الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ، وَتَسْمَعُوا وَتُطِيعُوا»، وَأَسَرَّ كَلِمَةً خَفِيَّةً، قَالَ: «وَلَا تَسْأَلُوا النَّاسَ شَيْئًا»، قَالَ: فَلَقَدْ كَانَ بَعْضُ أُولَئِكَ النَّفَرِ يَسْقُطُ سَوْطُهُ فَمَا يَسْأَلُ أَحَدًا أَنْ يُنَاوِلَهُ إِيَّاهُ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «حَدِيثُ هِشَامٍ لَمْ يَرْوِهِ إِلَّا سَعِيدٌ».

ترجمہ: ابو مسلم خولانی کہتے ہیں کہ مجھے ایسے صحابی کی حدیث سنائی جو مجھے محبوب بھی تھے اور میرے نزدیک امانت دار اور سچے ہیں یعنی عوف بن مالکؓ وہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں سات یا آٹھ یا نو افراد تھے تو رسول اللہ ﷺ نے ہم سے ارشاد فرمایا کیا تم لوگ رسول اللہ ﷺ سے بیعت نہیں کرو گے؟ ہم چونکہ تھوڑے زمانہ پہلے ہی بیعت ہو چکے تھے، ہم نے عرض کیا: ہم تو آپ ﷺ سے بیعت ہو چکے ہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے تین دفعہ یہی بات ارشاد فرمائی، لہٰذا ہم نے اپنے ہاتھ پھیلا دیئے اور آپ ﷺ ہم سے بیعت لینے لگے، تو ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم تو آپ سے پہلے سے بیعت ہو چکے ہیں تو ابھی ہمیں کن امور پر بیعت فرمائیں گے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تم لوگوں سے بیعت لے رہا ہوں کہ

---

[1] یا محتاج کو جو خاک میں رل رہا ہے (سورة البلد ١٦)

[2] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج ٩ ص ٢٧٩

تم اللہ کی عبادت کروگے اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراؤ گے اور پانچ نمازیں پڑھو گے اور حاکم کی بات سنو گے اور اسکی بات مانو گے...... تو رسول اللہ ﷺ نے ایک بات ہلکی آواز میں فرمائی وہ یہ کہ لوگوں سے کوئی چیز نہیں مانگو گے۔ عوف بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ اس جماعت کے بعض لوگوں نے اس جملے پر اس سختی سے عمل کیا کہ اگر اسکے ہاتھ سے کوڑا گر جاتا تو وہ کسی سے یہ نہ کہتا کہ اسے کوڑا پکڑا دے (بلکہ خود سواری سے اتر کر اس کوڑے کو خود ہی اٹھاتا)۔ امام ابوداودؒ فرماتے ہیں کہ ہشام کی یہ حدیث مذکور صرف سعید بن عبد العزیز ربیعہ سے نقل کرتے ہیں۔

تخریج صحيح مسلم - الزكاة (١٠٤٣) سنن النسائي - الصلاة (٤٦٠) سنن أبي داود - الزكاة (١٦٤٢) سنن ابن ماجه - الجهاد (٢٨٦٧) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٢٧)

شرح الحدیث عوف بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک روز حضور ﷺ کی مجلس میں سات یا آٹھ یا نو شخص موجود تھے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا مجھ سے بیعت نہیں کرتے؟ وہ فرماتے ہیں کہ چونکہ ہم قریب ہی میں آپ ﷺ سے بیعت ہو چکے تھے یعنی بیعت اسلام اس لئے ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) ہم تو آپ ﷺ سے بیعت کر چکے، تو پھر اب کس چیز پر بیعت کریں اس پر آپ ﷺ نے ان حاضرین کو بعض اعمال صالحہ پر بیعت فرمایا جو حدیث میں مذکور ہیں۔

صوفیہ کی بیعتِ سلوک پر استدلال: حضرت شیخؒ حاشیۂ بذل میں لکھتے ہیں اس حدیث میں بیعت سلوک پر جو صوفیاء کرام کے یہاں معروف ہے دلیل ملتی ہے اسلئے کہ ظاہر ہے یہ بیعت علی الاسلام تو تھی نہیں بلکہ اعمال صالحہ اور کفر و شرک سے بچنے پر تھی اھ [1]. وفي المنهل تحت عنوان 'فقه الحديث' دل الحديث على ما كان عليه النبي صلى الله تعالى عليه وسلم من الحرص على نشر الدعوة وتبليغ الأحكام كلما وجد إلى ذلك سبيلا، وعلى مشروعية التعاهد على البر والتقوى اھ [2]۔

وَأَسَرَّ كَلِمَةً خَفِيَّةً: اور ایک بات آپ ﷺ نے ذرا ہلکی آواز میں ارشاد فرمائی (تاکہ سب نہ سنیں) وہ یہ کہ وَلَا تَسْأَلُوا النَّاسَ شَيْئًا، اس عدم سوال کی ہدایت کو آپ ﷺ نے آہستہ سے بظاہر اس لئے فرمایا کہ چونکہ لوگوں کے احوال مختلف ہوتے ہیں بعض کیلئے سوال کی گنجائش ہوتی ہے بلکہ بعض مرتبہ ضروری ہوتا ہے، اور بعض کے لئے سوال کی گنجائش نہیں ہوتی اس لئے سب لوگ اس کے مخاطب اور مکلف نہ ہوئے [3] (كذا في المنهل - ج ٩ ص ٢٨٠)۔

قَالَ: فَلَقَدْ كَانَ بَعْضُ أُولَئِكَ النَّفَرِ يَسْقُطُ سَوْطُهُ فَمَا يَسْأَلُ أَحَدًا: وہ بات جو آپ ﷺ نے ان صحابہؓ سے خفیۃً بیان فرمائی تھی اس پر ان حضرات نے شدت سے عمل فرمایا، راوی اس کو بیان کر رہا ہے کہ ان بیعت کرنے والوں میں سے بعض

---

1. بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٨ ص ١٨٤
2. المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ٩ ص ٢٨٠ - ٢٨١
3. احقر کے ذہن میں اسکی حکمت یہ آتی ہے کہ اس جزء کو آپ ﷺ نے رازدارانہ انداز میں فرمایا جس کو بعض سن سکیں اور بعض نہ سن سکیں اور لوگوں کی عادت ہوتی ہے وہ راز اور خفیہ بات کی جستجو کیا کرتے ہیں، اسی طرح یہاں آپ ﷺ کی مجلس سے اٹھنے کے بعد ایک دوسرے سے سوال کریں گے کہ آپ ﷺ نے وہ آہستہ سے کیا بات فرمائی تھی؟ جس سے اس میں مزید اہمیت پیدا ہو گی، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کا حال یہ تھا کہ اگر ان میں سے کسی سوار کا کوڑا بھی زمین پر گر جاتا تو کسی دوسرے سے اس کو اٹھا کر دینے کا سوال نہ کرتا تھا بلکہ خود سواری سے اتر کر اس کو اٹھاتا تھا، رضی اللہ تعالی عنہم وعن سائر الصحابة۔ والحديث أخرجه أيضًا مسلم والنسائي وكذا ابن ماجه في باب البيعة، وأشار المصنف إلى كونه غريبا بقوله حديث هشام لم يروه الا سعيد. اھ (منهل [1])۔

١٦٤٣ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ، عَنْ ثَوْبَانَ - قَالَ: وَكَانَ ثَوْبَانُ مَوْلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ يَكْفُلُ لِي أَنْ لَا يَسْأَلَ النَّاسَ شَيْئًا، وَأَتَكَفَّلُ لَهُ بِالْجَنَّةِ؟»، فَقَالَ ثَوْبَانُ: أَنَا، فَكَانَ لَا يَسْأَلُ أَحَدًا شَيْئًا".

ترجمہ: حضرت ثوبانؓ ...... جو رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام ہے ...... فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص مجھے اس بات کی ضمانت دے کہ وہ لوگوں سے کچھ نہیں مانگے گا تو میں ایسے آدمی کیلئے جنت کی ضمانت دیتا ہوں، تو حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں اسکی ضمانت دیتا ہوں ...... تو حضرت ثوبانؓ کسی سے بھی کوئی چیز نہیں مانگتے تھے۔

تخریج: سنن النسائي - الزكاة (٢٥٩٠) سنن أبي داود - الزكاة (١٦٤٣) سنن ابن ماجه - الزكاة (١٨٣٧)

٢٩ - بَابٌ فِي الِاسْتِعْفَافِ

لوگوں سے سوال کرنے سے بچنا اور حرام چیزوں سے بچنے کا بیان

عفۃ بمعنی ترک و پرہیز کہا جاتا ہے، عَفَّ عن الشيء (يَعِفُّ) من باب ضرب (عِفَّةً) بالكسر و (عَفًّا) بالفتح امتنع عنه [2]، پس مطلب یہ ہوا کہ آدمی کا اللہ تعالی سے عفۃ عن السوال طلب کرنا یعنی یہ کہ وہ اس کو سوال سے بچالے۔

١٦٤٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ نَاسًا مِنَ الْأَنْصَارِ سَأَلُوا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْطَاهُمْ، ثُمَّ سَأَلُوهُ فَأَعْطَاهُمْ، حَتَّى إِذَا نَفِدَ عِنْدَهُ، قَالَ: «مَا يَكُونُ عِنْدِي مِنْ خَيْرٍ، فَلَنْ أَدَّخِرَهُ عَنْكُمْ، وَمَنْ يَسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللهُ، وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللهُ، وَمَنْ يَتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللهُ، وَمَا أَعْطَى اللهُ أَحَدًا مِنْ عَطَاءٍ أَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ».

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ کچھ انصاری لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے کچھ مال مانگا تو آپ ﷺ نے انکو دیدیا، پھر انہوں نے دوبارہ سوال کیا، تو آپ ﷺ نے انکو دوبارہ عطا فرمایا، یہاں تک جب آپکے پاس موجود مال ختم ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس جو مال ہوتا ہے تو میں اسکو ذخیرہ کرکے ہرگز نہیں رکھوں گا اور جو آدمی

---

[1] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج ٩ ص ٢٨١

[2] المصباح المنير في غريب الشرح الكبير — ص ١٥٩

لوگوں سے مانگنے سے بچنے کی کوشش کرے گا تو اللہ پاک اسکو لوگوں سے مانگنے سے بچالینگے اور جو آدمی لوگوں سے استغناء ظاہر کرے گا (لوگوں سے یوں کہے گا میرے پاس اللہ کا دیا سب کچھ ہے) تو ایسے شخص کو اللہ پاک دل کا غناء عطا فرمائیں گے اور جو شخص مصیبتوں اور تکلیفوں میں تکلیف پر صبر کرے یا لوگوں سے مانگنے کے مواقع میں مشقت اٹھا کر نہ مانگے تو اللہ پاک اسکو صبر نصیب فرماتے ہیں، کسی بھی شخص کو کوئی ایسا خزانہ عطا نہیں ہوا جو خزانہ صبر کرنے کی دولت سے بڑھ کر ہو۔

تخریج صحیح البخاري - الزكاة (١٤٠٠) صحيح البخاري - الرقاق (٦١٠٥) صحيح مسلم - الزكاة (١٠٥٣) جامع الترمذي - البر والصلة (٢٠٢٤) سنن النسائي - الزكاة (٢٥٨٨) سنن أبي داود - الزكاة (١٦٤٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/١٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٤٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٤٧) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٩٤) موطأ مالك - الجامع (١٨٨٠) سنن الدارمي - الزكاة (١٦٤٦)

شرح الحدیث یعنی بعض انصار آپ ﷺ سے بار بار سول کرتے رہے (کچھ وقفہ سے) آپ ﷺ ان کو عطا فرماتے رہے یہاں تک جب آپ ﷺ کے پاس جو کچھ تھا وہ نہ رہا تو ایک روز آپ ﷺ نے ان سے فرمایا دیکھو! جو کچھ مال میرے پاس ہوتا ہے اس کو میں ہر گز اٹھا کر نہیں رکھتا ہوں (بلکہ تقسیم کر دیتا ہوں) پھر آپ ﷺ نے فرمایا وَمَنْ يَسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللهُ، وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللهُ۔

جو شخص اپنے نفس سے عفۃ عن السوال طلب کرتا ہے یعنی سوال سے بچنے کی کوشش کرتا ہے اور اپنے نفس کو اس پر آمادہ کرتا ہے، اور یا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے عفۃ عن السوال طلب کرتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ وہ اس کو سوال سے بچالے يُعِفَّهُ اللهُ، تو پھر واقعی اللہ تعالیٰ اس کو بچالیتے ہیں اور اس سے اگلے جملہ کا مطلب یہ ہے اور جو شخص اپنا غنیٰ ظاہر کرتا ہے (لوگوں سے استغناء برت کے) تو پھر اللہ تعالیٰ اس کو فی الواقع غنی بنا دیتے ہیں مال کے ذریعہ یا غنیٰ القلب کے ذریعہ۔

وَمَنْ يَتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللهُ: جو شخص اللہ تعالیٰ سے توفیق صبر طلب کرتا ہے یا جو شخص اپنے آپ کو صبر پر آمادہ کرتا ہے اور بتکلف اس کو اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو خصلت صبر عطاء فرما ہی دیتے ہیں جس سے اس کو صبر کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

وَمَا أَعْطَى اللهُ أَحَدًا مِنْ عَطَاءٍ أَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ: یعنی صبر سے زیادہ وسیع تر کوئی دولت کبھی کسی کو عطا نہیں ہوئی (اس لئے کہ اس سے زیادہ وسیع کوئی خصلت ہے ہی نہیں) کیونکہ صبر ایک ایسی خصلت ہے جس کی ضرورت زندگی کے شعبوں میں سے ہر ایک شعبہ میں پیش آتی ہے اس لئے کہ انسان کو منازل حیات میں سے ہر منزل میں کوئی نہ کوئی ناگوار بات پیش آتی ہی ہے اور اس کا بہترین علاج اور حل صبر ہے تو گویا صبر آدمی کے قدم قدم پر کام آنیوالی شی ہے اسی لئے اس کو اوسع العطایا فرمار ہے ہیں، صبر کا خلاصہ رضا بالقضا [1] ہے کہ جو ناگوار بات پیش آئی ہے وہ منجانب اللہ اور تقدیر الٰہی سے ہے جس میں نہ معلوم کتنی مصالح

---

[1] یہ تفسیر صبر علی المصیبۃ کی ہے صبر کی دو قسمیں اور ہیں: ① صبر عن المعصیۃ نفس کو معصیت سے روکنے کی کوشش کرنا۔ ② صبر علی الطاعۃ اپنے نفس کو طاعۃ پر جمانا اور اس میں مشقت برداشت کرنا۔

ہوں گی، والحدیث أخرجه أیضًا البخاری ومسلم والنسائي والترمذي (منہل [1])۔

١٦٤٥- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُدَ، ح وحَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ حَبِيبٍ أَبُو مَرْوَانَ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، وَهَذَا حَدِيثُهُ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ سَلْمَانَ، عَنْ سَيَّارٍ أَبِي حَمْزَةَ، عَنْ طَارِقٍ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ أَصَابَتْهُ فَاقَةٌ، فَأَنْزَلَهَا بِالنَّاسِ، لَمْ تُسَدَّ فَاقَتُهُ، وَمَنْ أَنْزَلَهَا بِاللهِ، أَوْشَكَ اللهُ لَهُ بِالْغِنَى، إِمَّا بِمَوْتٍ عَاجِلٍ، أَوْ غِنًى عَاجِلٍ [2]».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جس شخص پر شدید فقر اور گزارے کی تنگی کے حالات آئے اور اسنے یہ حالات لوگوں کے سامنے پیش کر دیئے تو اسکا یہ فقر وفاقہ ختم نہ ہوگا اور جس شخص نے اپنے گزارے کی تنگی کو اللہ پاک کے سامنے پیش کر دیا تو ممکن ہے کہ اللہ پاک اسکو جلدی مالداری عطا فرمادے یا تو یہ شخص جلدی مر جائے گا یا اسکو اللہ پاک جلد مالدار بنا دینگے۔

تخریج: جامع الترمذي-الزهد(٢٣٢٦) سنن أبي داود-الزكاة(١٦٤٥)

شرح الحدیث: جس شخص کو فقر وفاقہ پیش آئے اور وہ اس کو لوگوں کے سامنے رکھدے تو اس کا فاقہ دور نہ ہوگا (اس لئے کہ اول تو یہ ضروری نہیں کہ وہ اس کو دیں اور اگر دے بھی دیں تو لوگوں کی طرف احتیاج تو باقی رہی ان سے استغناء نہ ہوا) اور جو اپنے اس فاقہ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے رکھے اور اسی سے اپنی حاجت طلب کرے تو (دو حال سے خالی نہیں) یا تو اللہ تعالیٰ اس کا انتظام موت عاجل سے فرمادیں گے کہ قریب ہی زمانہ میں اس کے کسی عزیز قریب کو موت دے کر اس کے ترکہ سے اس کی ضرورت پوری فرمادیں گے یا مطلب یہ کہ خود اس حاجت مند ہی کو اس کا وقت آجانے کی وجہ سے اٹھالیں گے نہ محتاج ہوگا نہ حاجت باقی رہے گی، دوسری شکل یہ ہے کہ اس کو کسی بھی ذریعہ سے سر دست اور فوراً ہی غناء عطا فرمادیں گے۔ والحدیث أخرجه أیضًا الترمذي وقال حسن غریب (منہل [3])۔

١٦٤٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ بَكْرِ بْنِ سَوَادَةَ، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ مَخْشِيٍّ، عَنِ ابْنِ الْفِرَاسِيِّ، أَنَّ الْفِرَاسِيَّ، قَالَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَسْأَلُ يَا رَسُولَ اللهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا، وَإِنْ كُنْتَ سَائِلًا لَا بُدَّ، فَاسْأَلِ الصَّالِحِينَ».

ترجمہ: حضرت فراسیؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا

---

[1] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج ٩ ص ٢٨٢

[2] ابوداود کے سب نسخوں میں اسی طرح ہے أو غِنًى عَاجِلٍ لیکن مشکوۃ میں او غنی آجل (بالہمزہ) ہے، علامہ طیبیؒ نے تو اسی کو ترجیح دی ہے لیکن یہ صحیح نہیں بظاہر راجح وہی ہے جو یہاں ہے اس لئے کہ حدیث کا مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو ضرور کفایۃ فرمائیں گے اور فی الفور اسکا نظم فرمائیں گے خواہ اسکے کسی عزیز کو موت دیکر یا کسی اور طریقہ سے (من البذل المجهود في حل أبي داود — ج ٨ ص ١٨٨ والمنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج ٩ ص ٢٨٣)۔

[3] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج ٩ ص ٢٨٣

میں لوگوں سے سوال کر سکتا ہوں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگوں سے سوال مت کرو اگر تمہارے لئے سوال کرنا انتہائی ضروری ہو تب تم نیک لوگوں سے مانگنا۔

تخریج: سنن النسائي - الزكاة (٢٥٨٧) سنن أبي داود - الزكاة (١٦٤٦)

شرح الحدیث: اور اگر سوال تیرے لئے ایسا ہی ضروری ہو تو پھر صلحاء سے سوال کرنا اس لئے کہ صالح سے سوال کرنے میں زیادہ ذلت نہیں ہے کیونکہ صالح شخص کسی مسلمان کو ذلیل نہیں سمجھتا دوسرے یہ کہ اگر اس کے پاس ہوا تو دیدیگا ورنہ کم از کم دعاء کرے گا اور مناسب رہنمائی کرے گا۔

اس حدیث کو ابن الفراسی اپنے باپ فراسی سے روایت کرتے ہیں بنو فراس ایک قبیلہ ہے ان دونوں میں سے کسی کا نام معلوم نہیں ہے، اور بعض کہتے ہیں فراسی ہی نام ہے، اور کہا گیا ہے صحیح فراس ہے بغیر یاء نسبت کے اور فراس ہی ان کا نام ہے، والحديث أخرجه أيضًا النسائي (منهل [1])۔

١٦٤٧ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْأَشَجِّ، عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنِ ابْنِ السَّاعِدِيِّ، قَالَ: اسْتَعْمَلَنِي عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَلَى الصَّدَقَةِ، فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنْهَا وَأَدَّيْتُهَا إِلَيْهِ، أَمَرَ لِي بِعُمَالَةٍ، فَقُلْتُ: إِنَّمَا عَمِلْتُ لِلَّهِ وَأَجْرِي عَلَى اللهِ، قَالَ: خُذْ مَا أُعْطِيتَ، فَإِنِّي قَدْ عَمِلْتُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَمَّلَنِي، فَقُلْتُ مِثْلَ قَوْلِكَ، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا أُعْطِيتَ شَيْئًا مِنْ غَيْرِ أَنْ تَسْأَلَهُ، فَكُلْ وَتَصَدَّقْ».

ترجمہ: بسر بن سعید، ابن الساعدی سے نقل کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن الساعدی نے فرمایا کہ مجھے حضرت عمرؓ نے زکوٰۃ کی وصولی پر نگراں بنایا جب میں زکوٰۃ کی وصولی سے فارغ ہوا اور جمع شدہ زکوٰۃ اور صدقات میں نے حضرت عمرؓ کو دیدئے تو حضرت عمرؓ نے میرے کام کی مزدوری دینے کا حکم فرمایا تو میں نے عرض کیا کہ میں نے تو یہ کام اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے کیا تھا لہٰذا اللہ پاک ہی مجھے میرا اجر اور ثواب عطا فرمائیں گے، تو حضرت عمرؓ نے فرمایا تمہیں جو دیا جارہا ہے تم اسے لیلو، کیونکہ عہد نبوی ﷺ مین میں نے بھی زکوٰۃ کی وصولی کا کام سرانجام دیا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے میرے کام کی مزدوری عطا فرمائی تھی تو میں نے بھی تمہاری اس بات کی طرح جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا تھا (کہ میں نے تو صرف رضائے الٰہی کیلئے یہ کام کیا ہے) تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ جب تمہیں کوئی چیز بغیر سوال کئے دی جائے تو تم وہ چیز کھا بھی سکتے ہو اور صدقہ بھی کر سکتے ہو۔

تخریج: صحيح مسلم - الزكاة (١٠٤٥) سنن النسائي - الزكاة (٢٦٠٥) سنن النسائي - الزكاة (٢٦٠٨) سنن أبي داود - الزكاة (١٦٤٧) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/١٧) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/٢١) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/٤٠) سنن الدارمي - الزكاة (١٦٤٧)

---

[1] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ٩ ص ٢٨٥

شرح الحديث عمالہ یعنی اجرۃ عمل اور اس کا وظیفہ مضمون حدیث واضح ہے۔

فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا أُعْطِيتَ شَيْئًا مِنْ غَيْرِ أَنْ تَسْأَلَهُ، فَكُلْ وَتَصَدَّقْ»: یعنی جب کہیں سے کوئی چیز بغیر سوال واشراف نفس کے آئے تو اس کو قبول کر لینا چاہیے، اور قبول کر کے کھائے پیے اور صدقہ بھی کرے۔

حضرت شیخ فرمایا کرتے تھے صوفیاء کہتے ہیں کہ اگر کوئی چیز (حلال) بغیر فرمائش اور لالچ کے ملے تو اس کو اللہ تعالیٰ کیطرف سے سمجھتے ہوئے رد نہیں کرنا چاہیے ورنہ پھر سوال پر بھی نہیں ملتی، صاحب منہل لکھتے ہیں ایسی شیٔ کا قبول کرنا امام احمد کے نزدیک واجب ہے ظاہر حدیث کی بناپر، اور جمہور کے نزدیک صرف مستحب [1] ہے۔

تنبیہ: اس حدیث کی سند میں ہے عن ابن الساعدی، قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں: الصواب ابن السعدی واسمه قدامة ابن وقدان وقيل عمرو بن وقدان، وہ فرماتے ہیں کہ انکو سعدی اسلئے کہتے ہیں کہ انہوں نے بچپن میں قبیلۂ بنو سعد بن بکر میں دودھ پیا تھا ویسے یہ قرشی، عامری مالکی ہیں من بنی مالک بن حنبل بن عامر، اور انکے بیٹے کا نام عبداللہ بن السعدی ہے وہ بھی صحابی ہیں لہذا یہ صحابی ابن الصحابی ہوئے [2]، حافظ منذریؒ فرماتے ہیں: وأما الساعدي فنسبة إلى بني ساعدة من الأنصار من الخزرج ولا وجه له ههنا یعنی ساعدی کے درست ہونیکی یہاں کوئی صورۃ نہیں ہے بلکہ ابن السعدی ہی صحیح ہے، اھ (من العون [3])۔

میں کہتا ہوں حافظؒ نے تقریب کی "کنی" میں ابن الساعدی کو نہیں لیا صرف ابن السعدی کو لیا ہے: وقال هو عبد الله اهـ، والحديث أخرجه أيضا مسلم والنسائي من طريق المصنف بلفظه وأخرجه البخاري والنسائي من طريق الزهري عن ابن السعدي بلفظ تقدم اهـ (منهل [4])۔

١٦٤٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ، وَهُوَ يَذْكُرُ الصَّدَقَةَ، وَالتَّعَفُّفَ مِنْهَا، وَالْمَسْأَلَةَ: «الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى، وَالْيَدُ الْعُلْيَا الْمُنْفِقَةُ، وَالسُّفْلَى السَّائِلَةُ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: اخْتُلِفَ عَلَى أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، فِي هَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ عَبْدُ الْوَارِثِ: الْيَدُ الْعُلْيَا الْمُتَعَفِّفَةُ،

---

[1] علامہ عینیؒ نے طبری سے نقل کیا ہے جب یہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے جزیہ لینے کو فرمایا ہے حالانکہ یہ بات ظاہر کہ انکے اکثر اموال کسب حرام خمور اور خنازیر اور سودی معاملات کے ذریعہ سے حاصل ہوئے ہیں تو پھر اہل اسلام میں سے جس کے پاس جو مال ہے جس کے بارے میں یہ معلوم نہ ہو کہ اسکو اس نے کس طرح کمایا ہے جائز طریقہ سے یا ناجائز طریقہ سے اسکو قبول کرنا جائز ہے بشرطیکہ بعینہ اس مال کا حرام ہونا معلوم نہ ہو جو وہ دے رہا ہے، اھ (عمدة القاري شرح صحيح البخاري — ج ٩ ص ٥٥-٥٦، المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج ٩ ص ٢٨٧) قلت لي فيه نظر اہل اسلام کو اہل کتاب پر قیاس کرنا کیسے درست ہے اسلئے کہ اہل کتاب کیلئے خمر اور خنزیر حلال ہیں وفي نور الأنوار (تحت عنوان هل الكفار مخاطبون بالفروع) الا الخمر والخنزير فان الخمر لهم كالخل لنا والخنزير لهم كالشاة لنا اهـ. فتأمل، ١٢۔

[2] إكمال المعلم بفوائد مسلم — ج ٣ ص ٥٨١

[3] عون المعبود شرح سنن أبي داود — ج ٥ ص ٦٣

[4] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج ٩ ص ٢٨٨

وَقَالَ: أَكْثَرُهُمْ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ. الْيَدُ الْعُلْيَا الْمُنْفِقَةُ، وَقَالَ وَاحِدٌ عَنْ حَمَّادٍ: الْمُتَعَفِّفَةُ.

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر صدقہ کیلئے ترغیب دے رہے تھے اور فقراء کو سوال کرنے کی عادت سے بچنے اور پرہیز کرنے کا سوال کرنے کی برائی پر بیان فرما رہے تھے، اسمیں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اوپر والا ہاتھ، نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ اوپر والے ہاتھ سے خرچ کرنے والا ہاتھ مراد ہے اور نچلے والے ہاتھ سے سوال کرنے والا ہاتھ مراد ہے۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں ایوب عن نافع کی یہ مذکورہ بالا سند متعدد الفاظ حدیث سے مروی ہے۔ عبد الوارث نے ایوب سے نقل کیا کہ ید علیہ سے مراد وہ ہاتھ ہے جو لوگوں سے لینے سے (سوال کرنے سے) بچتا ہے اور حماد بن زید سے اکثر راویوں نے نقل کیا کہ ایوب نے کہا کہ علیاء سے مراد خرچ کرنے والا ہاتھ ہے اور حماد کے ایک شاگرد نے کہا کہ یہ علیاء سے مراد وہ ہاتھ ہے جو لوگوں سے سوال کرنے سے بچتا ہے۔

تخریج صحيح البخاري - الزكاة (١٣٦٢) صحيح مسلم - الزكاة (١٠٣٣) سنن النسائي - الزكاة (٢٥٣٣) سنن أبي داود - الزكاة (١٦٤٨) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٤/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٦٧/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٩٨/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٢٢/٢) موطأ مالك - الجامع (١٨٨١) سنن الدارمي - الزكاة (١٦٥٢)

شرح الحدیث الفاظ متن میں رواۃ کا جو اختلاف ہے مصنف اس کو بیان فرما رہے ہیں وہ یہ کہ اس حدیث کو نافع سے روایت کرنے والے ایک تو مالک ہیں جن کی روایت سب سے پہلے مصنف نے بیان کی، انہوں نے تو الْيَدُ الْعُلْيَا کی تفسیر الْمُنْفِقَةُ کے ساتھ روایت کی ہے اور دوسرے شخص نافع سے روایت کرنے والے ایوب سختیانی ہیں پھر ایوب کے شاگرد آپس میں مختلف ہیں، بعض نے ان سے یہی نقل کیا (الْيَدُ الْعُلْيَا الْمُنْفِقَة) اور بعض نے اس کے خلاف الْيَدُ الْعُلْيَا الْمُتَعَفِّفَةُ نقل کیا ہے، ثانی کے نقل کرنے والے عبد الوارث ہیں اول کے نقل کرنے والے ایوب سے حماد بن زید ہیں، حماد کے اکثر شاگردوں نے ان سے یہی نقل کیا ہے (الْمُنْفِقَة) لیکن حماد کے صرف ایک شاگرد نے ان سے الْمُتَعَفِّفَةُ نقل کیا ہے، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ایک سے مراد مسدد ہیں پھر آگے فرماتے ہیں ایک نہیں بلکہ دو ہیں دوسرے ابو الربیع الزہرانی ہیں، اھ[1]، عون المعبود میں لکھا ہے: رجح الخطابي في المعالم رواية المتعففة، فقال إنها أشبه وأصح، ورجح ابن عبد البر في التمهيد رواية المنفقة، فقال إنها أولى وأشبه بالصواب من قول من قال المتعففة، وكذا رواه البخاري في صحيحه عن عارم عن حماد بن زيد. وقال النووي في شرح مسلم إنه الصحيح.....قال المنذري: وأخرجه البخاري ومسلم والنسائي بهذا اللفظ اليد العليا المنفقة والسفلى السائلة اھ[2]، حافظؒ فرماتے ہیں کہ اکثر احادیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ الْيَدَ الْعُلْيَا الْمُنْفِقَةُ ہے اور السُّفْلَى السَّائِلَةُ قال

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ٣ ص ٢٩٧

[2] عون المعبود شرح سنن أبي داود - ج ٥ ص ٦٦

وَهَذَا هُوَ الْمُعْتَمَدُ وَهُوَ قَوْلُ الْجُمْهُورِ اهـ [1]۔

۱۶۴۹- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبِيدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ التَّيْمِيُّ، حَدَّثَنِي أَبُو الزَّعْرَاءِ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ أَبِيهِ مَالِكِ بْنِ نَضْلَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْأَيْدِي ثَلَاثَةٌ: فَيَدُ اللَّهِ الْعُلْيَا، وَيَدُ الْمُعْطِي الَّتِي تَلِيهَا، وَيَدُ السَّائِلِ السُّفْلَى، فَأَعْطِ الْفَضْلَ، وَلَا تَعْجِزْ عَنْ نَفْسِكَ".

ترجمہ: حضرت مالک بن نضلہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ ہاتھ تین قسم کے ہوتے ہیں: ① اللہ پاک کا ہاتھ تو اوپر والا ہاتھ ہے، ② خرچ کرنے والے شخص کا ہاتھ اللہ پاک کے ہاتھ سے متصل ہوتا ہے، ③ اور مانگنے والے شخص کا ہاتھ یہ سفلی کہلاتا ہے لہٰذا تم اپنی ضروریات سے زائد مال خرچ کرو اور اپنے نفس کے منع کرنے کی وجہ سے تم خرچ کرنے سے عاجز نہ ہو۔

تخریج: سنن أبي داود – الزكاة (۱۶۴۹) مسند أحمد – مسند المكيين (۴۷۳/۳) مسند أحمد – مسند الشاميين (۱۳۷/۴)

شرح الحدیث: **جمع بین الروایات:** جملہ احادیث کو سامنے رکھتے ہوئے کہا جائیگا کہ علو حقیقی تو ید اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے اور آدمیوں میں ید علیا المنفقۃ ہے اور ید سفلی سائلہ، اور پھر اگر مزید تفصیل کو لیا جائے تو یوں کہا جائے گا کہ ترتیب اسی طرح ہے الْمُنْفِقَةُ، الْمُتَعَفِّفَةُ عَنِ الْأَخْذِ، الْآخِذَةُ بِغَيْرِ سُؤَالٍ، وَأَسْفَلُ الْأَيْدِي السَّائِلَةُ ہے (بذل عن الحافظ [2])۔

۳۰- بَابُ الصَّدَقَةِ عَلَى بَنِي هَاشِمٍ

بنو ہاشم کو زکوۃ دینے کا بیان

۱۶۵۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنِ ابْنِ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ رَجُلًا عَلَى الصَّدَقَةِ مِنْ بَنِي مَخْزُومٍ، فَقَالَ لِأَبِي رَافِعٍ: اصْحَبْنِي فَإِنَّكَ تُصِيبُ مِنْهَا، قَالَ: حَتَّى آتِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْأَلَهُ، فَأَتَاهُ فَسَأَلَهُ، فَقَالَ: «مَوْلَى الْقَوْمِ مِنْ أَنْفُسِهِمْ، وَإِنَّا لَا تَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ».

ترجمہ: حضرت ابو رافعؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو جن کا تعلق بنی مخزوم سے تھا، زکوۃ کی وصولی کیلئے روانہ کیا تو ان صاحب نے ابو رافعؓ سے کہا کہ تم میرے ساتھ ہو جاؤ تاکہ تمہیں بھی اس زکوۃ کے مال میں کچھ حصہ مل جائے تو، ابو رافع نے کہا کہ جب تک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات نہ پوچھ لوں اس وقت تک میں تمہارے ساتھ نہیں جا سکتا، پس ابو رافعؓ خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور یہ بات دریافت کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی بھی قوم اور قبیلے کا آزاد کردہ شخص وہی حکم رکھتا ہے جو حکم اس قبیلے والوں کا ہوتا ہے اور ہم بنو ہاشم

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري – ج ۳ ص ۲۹۷

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري – ج ۳ ص ۲۹۸، بذل المجهود في حل أبي داود – ج ۸ ص ۱۹۲

کے قبیلے والے لوگوں کیلئے زکوٰۃ لینا حلال نہیں (تو تمہارے لیئے بھی زکوٰۃ صدقات لینا حلال نہیں)۔

صحیح جامع الترمذي-الزكاة(٦٥٧)سنن النسائي-الزكاة(٢٦١٢)سنن أبي داود-الزكاة(١٦٥٠)مسند أحمد-من مسند القبائل(٦/٣٩٠)

شرح الحدیث مسئلہ مترجم بہا کے بیان سے پہلے بطور تمہید اس مضمون کا ذکر کرنا مناسب ہے کہ حضور اکرم ﷺ قرشی ہاشمی ہیں، قبیلہ قریش تمام قبائل عرب میں سب سے افضل ہے جیسا کہ احادیث میں اسکی تصریح ہے، ترمذی شریف کی ایک روایت مرفوعہ میں ہے: ثُمَّ تَخَيَّرَ القَبَائِلَ فَجَعَلَنِي مِنْ خَيْرِ قَبِيلَةٍ[1]، اور صحیح مسلم میں ہے: النَّاسُ تَبَعٌ لِقُرَيْشٍ فِي هَذَا الشَّأْنِ[2] (أي الخلافة)۔

پھر بطون قریش میں سب سے افضل بنوہاشم ہیں اس لئے کہ حضور اکرم ﷺ ہاشمی ہیں، آپ ﷺ ہاشم بن عبد مناف کی اولاد میں ہیں، ہاشم آپ کے جد ثانی ہیں، صحیح مسلم اور سنن ترمذی کی حدیث سے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے اسماعیل کو منتخب فرمایا اور اسماعیل کی اولاد میں سے بنو کنانہ کو (مراد نضر بن کنانہ ہیں گو کنانہ کے اور بیٹے بھی ہیں) اور بنو کنانہ میں سے منتخب فرمایا[3] قریش کو اور قریش میں سے منتخب فرمایا بنوہاشم کو اور بنوہاشم میں سے منتخب اور ممتاز فرمایا مجھ کو۔

اسی علو نسبی اور شرف اصلی کے احترام میں شریعت مطہرہ نے بنوہاشم کو مصرف زکوٰۃ نہیں قرار دیا حدیث شریف میں ہے إِنَّ هَذِهِ الصَّدَقَاتِ إِنَّمَا هِيَ أَوْسَاخُ النَّاسِ، وَإِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ، وَلَا لِآلِ مُحَمَّدٍ[4]، یعنی صدقہ کا مال لوگوں کا میل کچیل ہے محمد اور آل محمد کیلئے جائز نہیں ہے، چنانچہ اس پر تو تمام علماء کا اجماع ہے کہ آپ ﷺ کیلئے زکوٰۃ جائز نہیں، بعض علماء نے صدقۂ نافلہ کے بارے میں بھی اجماع ہی نقل کیا ہے کہ وہ بھی آپ ﷺ کیلئے جائز نہیں لیکن یہ اجماعی نہیں بلکہ اس میں بعض کا اختلاف ہے اگرچہ جمہور کا مسلک یہی ہے کہ وہ بھی آپ ﷺ کیلئے جائز نہ تھا اسی طرح اس پر بھی اجماع ہے کہ بنوہاشم کیلئے زکوٰۃ جائز نہیں اور صدقۃ التطوع میں اختلاف ہے، عند الحنفیہ اس میں دونوں قول ہیں بعض نے جواز کو ترجیح دی ہے اور بعض نے عدم جواز

---

[1] جامع الترمذي-كتاب المناقب-باب في فضل النبي صلى الله عليه وسلم ٣٦٠٧۔

[2] صحيح مسلم-كتاب الإمارة-باب الناس تبع لقريش، والخلافة في قريش ١٨١٨

[3] آپ کے اجداد کرام میں سے قریش کا مصداق کون ہے اس میں دو قول مشہور ہیں: ① نضر بن کنانہ، نضر بن کنانہ کی اولاد قریش ہے، ② فہر بن مالک لہذا اولاد فہر قریش ہے ان میں سے پہلا قول جمہور کیطرف منسوب ہے آپ کے سلسلۂ نسب میں فہر بن مالک گیارہویں پشت ہے اور نضر بن کنانہ تیرہویں پشت هكذا محمد بن عبد الله بن عبد المطلب بن هاشم بن عبد مناف بن قصي بن كلاب بن مرة بن كعب بن لؤي بن غالب بن فهر بن مالك بن النضر بن كنانة بن خزيمة بن مدركة بن إلياس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان، صحیح بخاری (صحيح البخاري-كتاب فضائل الصحابة-باب مبعث النبي صلى الله عليه وسلم) میں آپ ﷺ کا نسب عالی یہیں تک مذکور ہے علماء نے لکھا ہے کہ اس سے آگے بطریق صحیح محفوظ نہیں۔ (**فائدہ**) خلفاء راشدین کا نسب آپ ﷺ سے اسطرح مل رہا ہے کہ علیؓ آپ سے دوسری پشت عبد المطلب) میں اور عثمان غنیؓ چوتھی پشت (عبد مناف) اور صدیق اکبرؓ ساتویں پشت (مرۃ) اور عمر فاروقؓ آٹھویں پشت (کعب) میں مل رہے ہیں۔

[4] صحيح مسلم-كتاب الزكاة-باب ترك استعمال آل النبي على الصدقة ١٠٧٢

کو حضرت گنگوہیؒ کی رائے کوکب [1] میں عدم جواز ہی کی ہے اور باقی ائمہ ثلاثہ کے یہاں قول معتمد یہ ہے کہ ان کیلئے صدقہ نافلہ جائز ہے (منہل [2])۔

حرمت صدقہ میں بنو ہاشم کیساتھ بنو المطلب بھی ہیں یا نہیں؟ آل محمد جن کیلئے حدیث بالا میں صدقہ کو ناجائز قرار دیا گیا ہے اس سے مراد صرف بنو ہاشم ہیں یا انکے ساتھ بنو المطلب بھی شامل ہیں؟ یہ مسئلہ علماء کے مابین اختلافی ہے، دراصل ہاشم بن عبد مناف جن کی اولاد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ان کے تین بھائی اور تھے مطلب، نوفل، عبد شمس، لہذا ان چاروں کے چار خاندان ہوئے ان میں سے بنو ہاشم کا مرتبہ سب سے اعلیٰ ہے اسلئے کہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی خاندان میں سے ہیں پھر باقی تین خاندانوں میں سے بنو المطلب کو یہ خصوصیت وشرف حاصل ہے کہ انہوں نے زمانہ جاہلیت واسلام دونوں میں بنو ہاشم کی نصرت وحمایت کی چنانچہ برزمان مقاطعہ قریش شعب ابی طالب میں بنو ہاشم کے ساتھ صرف بنو المطلب ہی تھے۔ اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خمس غنیمت کی تقسیم میں سہم ذوی القربیٰ کو بنو ہاشم اور بنو المطلب دونوں پر تقسیم فرماتے تھے جس پر بنو نوفل اور بنو عبد شمس کے بعض افراد نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس بات کا شکوہ بھی کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو ہاشم کے ساتھ صرف بنو المطلب کو شامل فرمایا، باقی دو قبیلوں کو چھوڑ دیا حالانکہ جو رشتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بنو المطلب کا ہے وہی ہمارا بھی ہے، سب ایک دادا کی اولاد ہیں، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا «إِنَّا وَبَنُو الْمُطَّلِبِ لَا نَفْتَرِقُ فِي جَاهِلِيَّةٍ، وَلَا إِسْلَامٍ، وَإِنَّمَا نَحْنُ وَهُمْ شَيْءٌ وَاحِدٌ» وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [3] یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہاتھ کی انگلیوں کی دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کر کے فرمایا کہ ہم اور وہ ہمیشہ اس طرح رہے ہیں، مطلب یہ ہوا کہ یہ تو صحیح ہے کہ تینوں خاندان میرے ساتھ قرابت میں برابر ہیں لیکن نصرت وتعاون کے لحاظ سے برابر نہیں اس لحاظ سے صرف بنو المطلب ہمارے ساتھ ہیں اس سے معلوم ہوا کہ خمس غنیمت میں بنو ہاشم کے ساتھ بنو المطلب بھی شامل ہیں۔

اب یہ کہ حرمت صدقہ کے مسئلہ میں بھی بنو المطلب بنو ہاشم کے ساتھ ہیں یا نہیں؟ ان میں اختلاف ہے امام ابو حنیفہؒ وامام مالکؒ کے نزدیک نہیں ہیں، اور امام شافعیؒ کے نزدیک داخل ہیں ان کے نزدیک ان دونوں کیلئے زکوٰۃ جائز نہیں ہے اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی اس میں دونوں روایتیں ہیں "کما فی المغنی" ایک مثل شافعیہ کے، دوسری مثل حنفیہ ومالکیہ کے، امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ آپ نے سہم ذوی القربیٰ قبائل قریش میں سے کسی کو نہیں دیا بجز بنو ہاشم اور بنو المطلب کے، اور دراصل یہ بدل ہے اس کا کہ ان دونوں قبیلوں کو صدقات میں سے کچھ نہیں دیا جاتا، جمہور کہتے ہیں یہ بات نہیں بلکہ بنو المطلب کو ایک دوسری وجہ سے دیا گیا یعنی نصرت وحمایت جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے جو اوپر گزری، اور نصرت وحمایت اخذ زکوٰۃ سے مانع نہیں ہے بلکہ

---

[1] الكوكب الدري على جامع الترمذي— ج ٢ ص ٢٢

[2] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود— ج ٩ ص ٢٩٣-٢٩٤

[3] سنن أبي داود— كتاب الخراج والإمارة والفيء— باب في بيان مواضع قسم الخمس، وسهم ذي القربى ٢٩٨٠

اس سے مانع صرف قرابت ہے اور قرابت میں اقرب الی النبی اصرف بنو ہاشم ہیں باقی تینوں خاندان قرابت میں برابر ہیں لہذا ان کا حکم بھی یکساں ہو گا۔

بنو ہاشم کا مصداق: پھر ایک اختلاف یہاں پر اور ہے وہ یہ کہ بنو ہاشم کا مصداق کون کون ہیں؟ حنفیہ کے نزدیک اس میں صرف پانچ گھرانے داخل ہیں، آل عباس، آل علی، آل جعفر، آل عقیل (یہ جعفر و عقیل دونوں علیؓ کے بھائی ہیں) آل الحارث بن عبد المطلب حنفیہ کے نزدیک ابو لہب کی اولاد اس میں داخل نہیں ہے اس لئے کہ آپ ﷺ کے خاندان والوں میں سے صرف مذکورہ بالا پانچ گھرانوں نے آپ ﷺ کی نصرت وحمایت فرمائی جس کی وجہ سے وہ اعزاز واکرام کے مستحق ہوئے، بخلاف بنی ابی لہب کے کہ انہوں نے تو آپ ﷺ کو اذیت پہنچائی، لہذا وہ کرامت کے بجائے اہانت کے مستحق ہوئے اور جمہور کے نزدیک ابو لہب کی اولاد میں جو اسلام لئے آئے وہ بھی اس میں داخل ہیں جیسے عتبہ و معتب جو کہ فتح مکہ کے موقعہ پر اسلام لائے تھے اور آپ ﷺ ان کے اسلام لانے پر مسرور ہوئے تھے (منہل [1])۔

ایک اختلاف یہاں اور ہے وہ یہ کہ بنو ہاشم کے ساتھ ان کے موالی بھی شامل ہیں یا نہیں؟ مسئلہ اختلافی ہے جمہور علماء ائمہ ثلاثہ کے نزدیک حدیث الباب کی بنا پر (مَوْلَى الْقَوْمِ مِنْ أَنْفُسِهِمْ) موالی بنی ہاشم کا حکم بھی یہی ہے، اور امام مالکؒ و بعض شافعیہ کے نزدیک وہ اس حکم میں داخل نہیں ہیں۔

ازواج مطہرات اس حکم میں داخل ہیں یا نہیں؟ ایک بحث یہاں پر اور ہے کہ آل نبی جن پر صدقہ حرام ہے اس کے مصداق میں ازواج مطہرات بھی داخل ہیں یا نہیں؟ ابن بطالؒ شارح بخاری امام بخاریؒ کے ترجمہ بَابُ الصَّدَقَةِ عَلَى مَوَالِي أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے تحت میں فرماتے ہیں کہ باتفاق فقہاء آپ ﷺ کی ازواج اس حرمت کے حکم میں جب داخل نہیں ہیں تو موالی ازواج بطریق اولیٰ اس میں داخل نہیں [2]، لیکن اس پر حافظؒ نے فتح الباری میں اولاً ایک اشکال [3] کیا وہ یہ کہ ابن قدامہ نے مغنی میں حضرت عائشہؓ کی ایک روایت ذکر کی جس کو خلال نے اپنی سند سے ذکر کیا ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت عائشہؓ کی خدمت میں ایک چیز بطور صدقہ کے بھیجی تو اس کو انہوں نے یہ کہہ کر واپس کر دیا إِنَّا آلَ مُحَمَّدٍ لَا تَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ کہ ہم آل محمد سے ہیں اور آل محمد کیلئے صدقہ جائز نہیں ہے، اس پر ابن قدامہؒ لکھتے ہیں کہ یہ حدیث تحریم الصدقہ علی الازواج پر دلالت کرتی ہے اس پر حافظؒ لکھتے ہیں وَهَذَا لَا يَقْدَحُ فِيمَا نَقَلَه ابن بطال [4]. بظاہر حافظؒ کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ یہ روایت ابن بطالؒ نے جو اتفاق علماء نقل کیا ہے اسکے منافی نہیں ہے، فقہاء کا اتفاق اپنی جگہ

---

[1] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج ۹ ص ۲۹۲
[2] شرح صحيح البخاري لابن بطال — ج ۳ ص ۵۴۳-۵۴۴
[3] اور پھر آگے چل کر خود ہی اس کا جواب بھی دیدیا ۱۲۔
[4] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ۳ ص ۳۵۶

ہے، یہ دوسری بات ہے کہ یہ اثر عائشہ بظاہر ان کے اتفاق کیخلاف ہے، بہر حال یہ کسی فقیہ سے منقول نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج پر صدقہ حرام ہے، اس اثر عائشہ کو علامہ عینیؒ نے مصنف بن ابی شیبہ کیطرف بھی منسوب کیا ہے [1]، میں کہتا ہوں ازواج مطہرات کے اس حکم میں داخل نہ ہونیکی وجہ یہ ہے کہ ان میں سے کوئی بھی ہاشمیہ نہیں ہے گو اکثر قرشیہ ہیں، چنانچہ نسائی شریف میں ایک روایت [2] ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یارسول اللہ یہ کیا بات ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نکاح کیلئے قریش کو (یعنی وہ قریش جو ہاشمی نہیں ہیں) پسند فرماتے ہیں اور ہمیں یعنی بنوہاشم کو چھوڑ دیتے ہیں اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تمہارے ذہن میں کوئی ایسی ہاشمیہ ہے جس سے میں نکاح کر سکوں؟ انہوں نے کہا جی ہاں بنت حمزہ ہے اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حمزہ میرے رضاعی بھائی ہیں لہٰذا ان کی بیٹی میرے لئے حلال نہیں، اس سے بھی یہی معلوم ہو رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب شادیاں غیر بنوہاشم میں ہوئی ہیں۔

١٦٥١ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، وَمُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَمُرُّ بِالتَّمْرَةِ الْعَائِرَةِ، فَمَا يَمْنَعُهُ مِنْ أَخْذِهَا، إِلَّا مَخَافَةُ أَنْ تَكُونَ صَدَقَةً».

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گری پڑی کھجوروں کے پاس سے گزرتے تھے اور انکے صدقہ کا مال ہونے کے خوف سے انہیں اٹھاتے نہیں تھے۔

تخریج: صحيح البخاري - البيوع (١٩٥٠) صحيح البخاري - في اللقطة (٢٢٩٩) صحيح مسلم - الزكاة (١٠٧١) سنن أبي داود - الزكاة (١٦٥١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١١٩/٣)

١٦٥٢ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا أَبِي، عَنْ خَالِدِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ تَمْرَةً، فَقَالَ: «لَوْلَا أَنِّي أَخَافُ أَنْ تَكُونَ صَدَقَةً لَأَكَلْتُهَا»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ هِشَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ هَكَذَا.

ترجمہ: حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کھجور پائی تو ارشاد فرمایا: اگر مجھے اس کھجور کے صدقہ ہونے کا خوف نہ ہوتا تو میں ضرور اس کھجور کو کھالیتا۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ خالد بن قیس کی طرح ہشام راوی نے بھی قتادہ سے اسی طرح حدیث نقل کی ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - البيوع (١٩٥٠) صحيح البخاري - في اللقطة (٢٢٩٩) صحيح مسلم - الزكاة (١٠٧١) سنن أبي داود - الزكاة (١٦٥٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١١٩/٣)

١٦٥٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْمُحَارِبِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ كُرَيْبٍ.

---

[1] عمدة القاري شرح صحيح البخاري — ج٩ ص٨٧

[2] ولفظ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِيِّ، عَنْ عَلِيٍّ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا لَكَ تَنَوَّقُ فِي قُرَيْشٍ وَتَدَعُنَا؟ قَالَ: «وَعِنْدَكَ أَحَدٌ؟» (سنن النسائي - كتاب النكاح - باب تحريم بنت الأخ من الرضاعة ٣٣٠٤) ١٢۔

مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: «بَعَثَنِي أَبِي إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي إِبِلٍ، أَعْطَاهَا إِيَّاهُ مِنَ الصَّدَقَةِ[1]».

ترجمہ کریب جو کہ ابن عباسؓ کے مولیٰ اور آزاد کردہ غلام ہیں وہ ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ ان کو ان کے والد نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں بھیجا ان اونٹوں کے بارے میں جو آپ ﷺ نے انکو صدقہ کے اونٹوں سے دیئے تھے۔

شرح الحدیث کریب جو کہ ابن عباسؓ کے مولیٰ اور آزاد کردہ غلام ہیں وہ ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ انکو انکے والد یعنی عباس نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں بھیجا ان اونٹوں کے بارے میں جو آپ ﷺ نے انکو صدقہ کے اونٹوں سے دیئے تھے اور اس سے اگلی روایت میں یہ زیادتی ہے کہ حضرت عباسؓ کا ابن عباسؓ کو یہ بھیجنا ان اونٹوں کے بدلنے کیلئے تھا، بظاہر مطلب یہ ہے کہ کسی وقت میں حضور ﷺ نے حضرت عباسؓ سے وہ اونٹ جو قرض لئے تھے بھیجے یعنی انکا بدل بھیجا تو ان میں سے بعض کو حضرت عباسؓ نے بدلنا چاہا اور اسی غرض کیلئے انہوں نے ابن عباسؓ کو حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا (کذا فی البذل[2])۔
اس تشریح کے بعد اب یہ اشکال نہیں رہتا کہ حضرت عباسؓ تو خالص ہاشمی ہیں، اور ہاشمی کے لئے صدقہ جائز نہیں ہے بیہقی نے اس حدیث میں دو احتمال لکھے ہیں: ① ایک تو وہی جو ہم نے اوپر لکھا ہے آپ ﷺ نے یہ صدقہ کے اونٹ قرض کی ادائیگی میں بھیجے تھے اور یہی وجہ ہے کہ حضرت عباسؓ کو ان کے بدلنے کا بھی حق ہو، ورنہ صدقہ کے تبدیل کا کیا مطلب؟ ② اور دوسرا احتمال یہ لکھا ہے کہ ممکن ہے یہ واقعہ تحریم الصدقہ علی بن ہاشم سے قبل کا ہو پھر بعد میں تحریم ہوگئی۔

١٦٥٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ أَبِي عُبَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ كُرَيْبٍ، مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، نَحْوَهُ زَادَ أَبِي: «يُبَدِّلُهَا لَهُ».

ترجمہ ابن عباسؓ سے گزشتہ حدیث مروی ہے کہ اس میں یہ اضافہ کہ حضرت عباسؓ نے یہ اونٹ اسلئے دیئے تھے تا کہ ان کے بدلے میں انکو دوسرے اونٹ دے دیئے جائیں۔

شرح الحدیث **شرح السند:** زَادَ أَبِي: «يُبَدِّلُهَا لَهُ»: زاد کی ضمیر فاعل ابو عبیدہ راوی کی طرف[3] راجع ہے، اور أَبِي: «يُبَدِّلُهَا لَهُ» یہ جملہ زاد کا مفعول بہ ہے، ترجمہ عبارت کا یہ ہے مصنف فرمارہے ہیں کہ اس دوسری روایت میں جس کے

---

① جار مجرور بظاہر أَعْطَاهَا سے متعلق ہے اور مطلب یہ ہے کہ جو اونٹ حضور ﷺ نے عباس کو دیئے تھے صدقہ کے اونٹوں میں سے تو عباس نے ان اونٹوں کو آپ سے بدلنا چاہا تو اس لئے کہ ان میں کوئی کمی اور نقص ہوگا (یہ تو میرے ذہن کی بات ہے) اور صاحب منہل نے یہ لکھا ہے کہ بدلنے سے عباس کا مقصود یہ تھا کہ اہل صدقہ کے بجائے حضور ﷺ ان کے پاس دوسرے اونٹ بھیجیں گویا انہوں نے صدقہ کی چیز کو لینا نہیں چاہا تنزہا و تورعا اگرچہ یہ اونٹ صدقہ کے طور پر نہیں تھے بلکہ اداء قرض میں تھے، اور صاحب عون المعبود نے تو اس کے مطلب کو بالکل ہی بدل دیا وہ لکھتے ہیں کہ من الصدقۃ، أعطاها سے متعلق نہیں ہے بلکہ يبدلها سے متعلق ہے اور مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے عباس کے پاس جو اونٹ بھیجے تھے وہ غیر صدقہ کے اونٹوں میں سے تھے لیکن جب حضور ﷺ کے پاس اہل صدقہ آگئے (بیت المال میں) تو عباس نے سابق اونٹوں کو بدلنا چاہا کہ ان کو لے کر اہل صدقہ میں سے دے دیجئے، اھ واللہ تعالی اعلم۔

② بذل المجهود في حل أبي داود — ج ٨ ص ١٩٧

③ یہاں بظاہر یہ دھوکہ ہوتا ہے کہ "أَبِي" ترکیب میں "زَادَ" کا فاعل ہے حالانکہ ایسا نہیں خوب اچھی طرح سمجھ لیجئے۔

راوی ابو عبیدہ ہیں انہوں نے اس جملہ کی زیادتی کی أبي: بینہ لہ، اور یہی روایت جس کے راوی محمد بن فضیل [1] ہیں انہوں نے یہ زیادتی ذکر نہیں کی، اور اس جملہ کا مطلب جیسا کہ اوپر ہم لکھ چکے ہیں یہ ہے ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مجھ کو میرے والد عباسؓ نے حضور ﷺ کی خدمت میں ان اونٹوں کے بدلنے کے لئے بھیجا تھا (أبي کا مصداق عباسؓ ہیں)۔

۳۱- بَابُ الْفَقِيرِ يُهْدِي لِلْغَنِيِّ مِنَ الصَّدَقَةِ

فقیر شخص مالدار کو صدقے کا مال ہدیہ کر سکتا ہے

۱۶۵۵- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْزُوقٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِلَحْمٍ، قَالَ: «مَا هَذَا؟»، قَالُوا: شَيْءٌ تُصُدِّقَ بِهِ عَلَى بَرِيرَةَ، فَقَالَ: «هُوَ لَهَا صَدَقَةٌ، وَلَنَا هَدِيَّةٌ».

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گوشت لایا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: یہ گوشت کہاں سے آیا ہے؟ تو اہل خانہ نے بتلایا کہ یہ تھوڑا سا گوشت ہے جو حضرت بریدہؓ کو صدقہ میں دیا گیا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ گوشت بریدہ کیلئے تو صدقہ تھا لیکن ہمارے لئے ہدیہ ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الزكاة (١٤٢٤) صحيح البخاري - الهبة وفضلها والتحريض عليها (٢٤٣٨) صحيح مسلم - الزكاة (١٠٧٤) سنن النسائي - العمرى (٣٧٦٠) سنن أبي داود - الزكاة (١٦٥٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/١٣٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/١٨٠)

شرح الحدیث: فَقَالَ: «هُوَ لَهَا صَدَقَةٌ، وَلَنَا هَدِيَّةٌ»: حدیث بہت مشہور و معروف ہے جس کی تخریج امام بخاری و مسلم دونوں نے کی ہے، مضمون حدیث واضح ہے محتاج بیان نہیں، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فقیر کے صدقہ پر قبضہ کرنے کے بعد وہ شئی صدقہ نہیں رہتی اب اگر وہ کسی کو وہ شئی ہدیہ کرنا چاہے تو وہ ہدیہ ہی ہو گی صدقہ نہ ہو گی، اسی لئے اہل اصول نے لکھا ہے تبدل ملک مستلزم ہے تبدل عین کو حکماً۔

صدقہ اور ہدیہ کے درمیان فرق: صدقہ اور ہدیہ میں فرق یہ ہے کہ صدقہ میں متصدق کی نیت اور مقصود صرف ثواب آخرت ہوتا ہے فقیر کی ذات اس میں مقصود نہیں ہوتی اور ہدیہ وہ عطیہ ہے جس سے مقصود مہدی الیہ کا تقرب حاصل کرنا ہوتا ہے اور اس کا اکرام مقصود ہوتا ہے۔ ہدیہ میں حصول ثواب درجۂ ثانوی میں ہوتا ہے، اور بعض نے اس فرق کو اس طرح واضح کیا ہے کہ صدقہ کا بدلہ آدمی کو آخرت ہی میں ملتا ہے اسی لئے دنیا میں فقیر پر اس کی منت اور احسان باقی رہتا ہے بخلاف ہدیہ کے کہ ہدیہ کا بدلہ دنیا میں ہدیہ ہی سے ہو جاتا ہے پس صدقہ میں ایک نوع کی پستی اور ذلت ہے، بخلاف ہدیہ کے کہ اس میں مہدیٰ الیہ کا اعزاز و اکرام ہے اسی لئے صدقہ آپ ﷺ اور بنو ہاشم کیلئے جائز نہیں، صدقہ اور ہدیہ کے درمیان فرق ایک

[1] پہلی سند میں اعمش کے شاگرد محمد بن فضیل ہیں اور دوسری میں ابو عبیدہ، ۱۲۔

حدیث [1] مرفوع میں بھی وارد ہے جو سنن نسائی میں "باب العمریٰ" کے اخیر میں موجود ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ صدقہ سے مقصود تقرب الی اللہ ہوتا ہے اور ہدیہ سے مقصود مہدیٰ الیہ کا تقرب ہوتا ہے کہ اس سے تعلق میں اضافہ ہو جائے۔

٣٢- بَابُ مَنْ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ ثُمَّ وَرِثَهَا

کوئی شخص کچھ صدقہ کرے پھر اپنے صدقہ کیئے ہوئے مال کا خود ہی وارث بن سکتا ہے

١٦٥٦- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَطَاءٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ بُرَيْدَةَ، أَنَّ امْرَأَةً أَتَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: كُنْتُ تَصَدَّقْتُ عَلَى أُمِّي بِوَلِيدَةٍ، وَإِنَّهَا مَاتَتْ وَتَرَكَتْ تِلْكَ الْوَلِيدَةَ، قَالَ: «قَدْ وَجَبَ أَجْرُكِ، وَرَجَعَتْ إِلَيْكِ فِي الْمِيرَاثِ».

ترجمہ: حضرت بریدہؓ کہتے ہیں کہ ایک خاتون خدمت نبوی میں حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا کہ میں نے اپنی والدہ کو ایک کم عمر باندی صدقہ کی تھی، اب میری والدہ کا انتقال ہو گیا اور انہوں نے یہ باندی وراثت میں چھوڑی ہے (بظاہر یہ عورت اکیلی والدہ کی وارث ہے) تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے صدقے کا ثواب لکھا جا چکا اور یہ باندی میراث میں تمہاری ملکیت میں لوٹ آئی۔

تخریج: صحيح مسلم - الصيام (١١٤٩) جامع الترمذي - الزكاة (٦٦٧) سنن أبي داود - الزكاة (١٦٥٦) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٣٩٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٤٩/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٥١/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٥٩/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٦١/٥)

شرح الحدیث: حدیث الباب کا مضمون واضح ہے محتاج بیان نہیں ہے جس سے معلوم ہو رہا ہے کہ صدقہ کی چیز اگر متصدق کے پاس میراث میں لوٹ کر آئے تو اس کے لینے میں کچھ مضائقہ نہیں اور یہ عود فی الصدقہ نہیں ہے اس لئے...... کہ میراث امر غیر اختیاری ہے، اکثر علماء کا مسلک یہی ہے اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اس قسم کی چیز کو لینے کے بعد پھر دوبارہ کسی کو صدقہ ہی کر دینا چاہیے اسلئے کہ اولاً اسکو صدقہ کرنیکی وجہ سے حق اللہ اس سے وابستہ ہو گیا ہے (عون المعبود [2]) لیکن انکی یہ بات بظاہر اس حدیث کے خلاف ہے۔

دوسری چیز یہاں شرأ المتصدق صدقتہ ہے جس کا مستقل باب بہت پہلے گزر چکا اس میں بیشک امام احمدؒ کا اختلاف ہے۔

---

[1] جس کے الفاظ یہ ہیں: عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَلْقَمَةَ الثَّقَفِيِّ، قَالَ: قَدِمَ وَفْدُ ثَقِيفٍ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُمْ هَدِيَّةٌ. فَقَالَ: «أَهَدِيَّةٌ أَمْ صَدَقَةٌ؟ فَإِنْ كَانَتْ هَدِيَّةً فَإِنَّمَا يُبْتَغَى بِهَا وَجْهُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَضَاءُ الْحَاجَةِ، وَإِنْ كَانَتْ صَدَقَةً فَإِنَّمَا يُبْتَغَى بِهَا وَجْهُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ». قَالُوا: لَا بَلْ هَدِيَّةٌ. فَقَبِلَهَا مِنْهُمْ (سنن النسائي - كتاب العمرى - باب عطية المرأة بغير إذن زوجها ٣٧٥٨)، اس جملہ کی شرح میں بذل المجہود میں بھی بظاہر کاتب کی غلطی سے گڑبڑ ہو گئی تھی جس کو ہم نے بذل محشی میں درست کر دیا اور حاشیہ میں بھی وضاحت کر دی ہے، ١٢۔

[2] عون المعبود شرح سنن أبي داود — ج ٥ ص ٧٤

٣٣- بَابٌ فِي حُقُوقِ الْمَالِ

مال کے اندر واجب شدہ حقوق کا بیان

١٦٥٧- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ أَبِي النَّجُودِ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: «كُنَّا نَعُدُّ الْمَاعُونَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَوَرَ الدَّلْوِ وَالْقِدْرِ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم عہد نبوی میں ڈول اور ہانڈی وغیرہ جیسی معمولی اشیاء کا ادھار دینا ماعون میں شمار کیا کرتے تھے۔

شرح الحدیث: قرآن کریم میں بخلاء کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ[1]، ان کا حال یہ ہے کہ ماعون سے بھی انکار کرتے ہیں وہ بھی نہیں دیتے اس کی تفسیر[2] میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ماعون کا مصداق حضور ﷺ کے زمانہ میں ہمارے ذہن میں ڈول اور ہانڈی وغیرہ جیسی معمولی اشیاء کا عاریت پر دینا تھا، اور ایک قول اس میں یہ ہے کہ اس سے مراد زکوۃ ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ اس کا اعلیٰ فرد زکوۃ ہے اور ادنیٰ فرد معمولی اشیاء کا عاریۃً دینا ہے (بذل)۔

١٦٥٨- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَا مِنْ صَاحِبِ كَنْزٍ، لَا يُؤَدِّي حَقَّهُ، إِلَّا جَعَلَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُحْمَى عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ، فَتُكْوَى بِهَا جَبْهَتُهُ وَجَنْبُهُ وَظَهْرُهُ، حَتَّى يَقْضِيَ اللهُ تَعَالَى بَيْنَ عِبَادِهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّونَ، ثُمَّ يَرَى سَبِيلَهُ إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِمَّا إِلَى النَّارِ، وَمَا مِنْ صَاحِبِ غَنَمٍ لَا يُؤَدِّي حَقَّهَا، إِلَّا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَوْفَرَ مَا كَانَتْ، فَيُبْطَحُ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ، فَتَنْطَحُهُ بِقُرُونِهَا، وَتَطَؤُهُ بِأَظْلَافِهَا، لَيْسَ فِيهَا عَقْصَاءُ، وَلَا جَلْحَاءُ، كُلَّمَا مَضَتْ أُخْرَاهَا، رُدَّتْ عَلَيْهِ أُولَاهَا، حَتَّى يَحْكُمَ اللهُ بَيْنَ عِبَادِهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّونَ، ثُمَّ يَرَى سَبِيلَهُ إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِمَّا إِلَى النَّارِ، وَمَا مِنْ صَاحِبِ إِبِلٍ لَا يُؤَدِّي حَقَّهَا، إِلَّا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَوْفَرَ مَا كَانَتْ، فَيُبْطَحُ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ، فَتَطَؤُهُ بِأَخْفَافِهَا، كُلَّمَا مَضَتْ عَلَيْهِ أُخْرَاهَا، رُدَّتْ عَلَيْهِ أُولَاهَا، حَتَّى يَحْكُمَ اللهُ تَعَالَى بَيْنَ عِبَادِهِ، فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّونَ، ثُمَّ يَرَى سَبِيلَهُ إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ وَإِمَّا إِلَى النَّارِ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: جس شخص کے پاس خزانہ (سونا چاندی ہو) اور وہ اس مال کی زکوۃ ادا نہ کرے تو روز قیامت اللہ پاک اس مال کو اس طرح انگارہ بنادینگے کہ اس سے مالک کی پیشانی اور اسکے پہلو اور

---

[1] اور مانگی نہ دیویں برتنے کی چیز (سورۃ الماعون ۷)

[2] ماعون معن سے ہے جس کے معنی شئی قلیل کے ہیں اس میں ایک دو قول اور بھی ہیں جن کو حضرت شیخ نے تفسیر جمل سے حاشیہ بذل (ج ۸ ص: ۲۰۰) میں نقل کیا ہے، ۱۲۔

اسکی پیٹھ کو داغا جائے گا یہاں تک کہ ہماری گنتی کے مطابق پچاس ہزار سال کی مقدار کے برابر والے دن میں اللہ پاک اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ فرما کر فارغ ہو جائینگے۔ پھر یہ شخص اپنے رستے پر جائے گا یا تو جنت کی طرف یا جہنم کی طرف...... جو شخص بھی بکریوں کا مالک ہو اور وہ بکریوں کی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو روز قیامت یہ بکریاں دنیا میں جس حالت میں تھی اس سے خوب فربہ اور موٹی تازی حالت میں آئینگی پس یہ آدمی منہ کے بل ان بکریوں کے سامنے ایک کھلی زمین میں جو بالکل ہموار ہو گی لیٹا ہو گا پس یہ بکریاں اسکو اپنی سینگوں سے مارینگی اور اپنے پاؤں (کھروں) کے ذریعے روندیں گی ان بکریوں میں کوئی بکری ایسی نہ ہو گی جسکے سینگ ملے ہوئے ہوں یا وہ بکری بغیر سینگ کے ہو جب بھی ان بکریوں میں آخری بکری اپنے مالک کو روند کر گزر جائیگی تو پھر ان بکریوں میں پہلی بکری اسکو روندنے لگے گی یہاں تک تمہاری گنتی کے مطابق پچاس ہزار سال کے بقدر دن میں اللہ پاک اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ سے فارغ ہو جائینگے اسوقت تک یہ عذاب ہوتا رہے گا..... پھر اسکے بعد یہ شخص اپنے رستہ کی طرف جائیگا یا تو جنت کی طرف یا جہنم کی طرف...... جو شخص اونٹوں کا مالک ہو لیکن وہ ان اونٹوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو روز قیامت یہ اونٹ اس حالت میں آئینگے کہ دنیا میں وہ جو سب سے اچھی حالت میں ہونگے اس عمدہ حالت میں خوب موٹے تگڑے، ایسی حالت میں روز قیامت میں یہ اونٹ آئینگے اور یہ اونٹ والا شخص ان اونٹوں کے سامنے چہرے کے بل ڈال دیا جائیگا سیدھی اور ہموار زمین (چٹیل میدان) میں پس جب آخری اونٹ مالک کو روند کر گزر جائے گا تو پہلا اونٹ دوبارہ اسکو روندنا شروع کر دے گا اور یہ عذاب اسکو مسلسل ہوتا رہے گا یہاں تک کہ اللہ پاک تمہاری گنتی کے مطابق پچاس ہزار سال والے دن میں اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کر کے فارغ ہو جائینگے پھر یہ شخص اپنا رستہ دیکھے گا یا تو جنت کی طرف جائے گا اور یا جہنم کی طرف۔

شرح الحدیث إِلَّا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَوْفَرَ مَا كَانَتْ: اصحاب المواشی کو مواشی کی زکوٰۃ نہ دینے پر بروز قیامت جو عذاب دیا جائیگا، اس حدیث میں اس کا بیان ہے، فرماتے ہیں کہ وہ بکریاں آئیں گی بروز قیامت بہت اچھی حالت میں جو کبھی دنیا میں ان کی رہی ہو گی یعنی خوب فربہ اور قوی ہو کر تا کہ مالک کو اچھی طرح روند سکیں۔

فَيُبْطَحُ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ: پس اوندھے منہ ڈالا جائیگا اس کو ان بکریوں کیوجہ سے یعنی ان کی زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے ایک چٹیل میدان میں۔

فَتَنْطَحُهُ: نطح ینطح از باب ضرب وفتح سینگ مارنا۔

وَتَطَؤُهُ بِأَظْلَافِهَا: وطی بمعنی روندنا، اظلاف ظلف کی جمع گائے بھینس بکری کا کھر یعنی قدم جو منشق یعنی بیچ میں سے چرا ہوا ہوتا ہے اس کا مقابل حافر ہے یعنی وہ غیر منشق ہو جیسے گھوڑے گدھے کا۔

لَيْسَ فِيهَا عَقْصَاءُ، وَلَا جَلْحَاءُ: عقصاء جس کے سینگ پیچیدہ ہوں اور جلحاء وہ جس کے سینگ ہی نہ ہوں۔

كُلَّمَا مَضَتْ أُخْرَاهَا، رُدَّتْ عَلَيْهِ أُولَاهَا: یعنی ان جانوروں کے مالک کو زمین پر الٹا لٹا کر ان تمام جانوروں کو اسکے اوپر کو چلایا جائے

گا وہ سب اس کو اپنے پاؤں سے روندتے ہوئے اور سینگ مارتے ہوئے اس پر سے گزریں گے گویا وہ سب جانور گول دائرہ کی شکل میں جمع ہوں گے جب ان سب کا ایک چکر پورا ہو جائیگا تو پھر دوبارہ ان کو اس پر گھمایا جائیگا جب بھی آخری جانور گزر چکے گا تو پھر پہلا اس پر چلنے لگے گا کیونکہ آخری کے گزرنے سے ان کا ایک چکر پورا ہو جائیگا پھر از سر نو پہلے جانور سے دوسرا چکر شروع ہو گا۔

تنبیہ: صحیح مسلم کی ایک روایت میں تو اسی طرح ہے اور ایک دوسری روایت میں اسکے برعکس ہے كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ أُولَاهَا رُدَّ عَلَيْهِ أُخْرَاهَا[1]، اس کے بارے میں قاضی عیاضؒ نے تو یہ فرمایا ہے: اس میں قلب واقع ہو گیا اور یہ تصحیف ہے جس روایت میں اسکے برعکس ہے وہ صحیح ہے، اھ[2]، لیکن ملا علی قاریؒ نے اس کی توجیہ کی وہ یہ کہ تمام جانوروں کو ایک قطار میں کھڑا کر لیا جائیگا وہ یکے بعد دیگرے اس شخص پر چلتے رہیں گے ہر اگلے کے بعد پچھلا پھر جب غایت تک پہنچ جائیں گے تو اب دوسری مرتبہ اس اخیر والے جانور سے سلسلہ شروع کیا جائیگا، اھ[3]، میرے خیال میں اس دوسری روایت کی صورت میں جانور کی سیدھی قطار زیادہ موزوں رہے گی اور پہلی روایت کے لئے دائرہ والی شکل، واللہ تعالیٰ اعلم۔

فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّونَ: یعنی تہذیب کی یہ ساری کاروائی اس دن میں ہو گی جس کی مقدار دنیا کے ایام کے اعتبار سے پچاس ہزار سال ہو گی، صاحب منہل[4] لکھتے ہیں: یعنی کفار کے حق میں اور دوسرے عصاۃ کے حق میں ان کے عصیان کے اعتبار سے طول کم و بیش ہو گا لقولہ تعالیٰ: يَوْمٌ عَسِيرٌ۝ عَلَى الْكٰفِرِينَ غَيْرُ يَسِيرٍ۝[5]، اور مؤمن کامل الایمان کے حق میں تو وہ ایک فرض نماز کے وقت سے زیادہ خفیف ہو گا، ففي رواية أحمد وابن حبان فَقِيلَ: مَا أَطْوَلَ هَذَا الْيَوْمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، إِنَّهُ لَيُخَفَّفُ عَلَى الْمُؤْمِنِ حَتَّى يَكُونَ أَخَفَّ عَلَيْهِ مِنْ صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ اھ[6]، (وأنا أسأل الله تعالى ان يجعلني وأهل بيتي وغيرهم من الأصول والفروع من هؤلاء الذين يكون هذا اليوم عليهم اخف من صلوة واحدة۔

یہ حدیث مطولاً صحیح مسلم میں بھی ہے اور صحیح بخاری میں بھی اس کا مضمون وارد ہے (منہل[7])۔

---

[1] صحيح مسلم - كتاب الزكاة - باب إثم مانع الزكاة ٩٨٧

[2] إكمال المعلم بفوائد مسلم - ج٣ ص٤٨٨

[3] مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح - ج٤ ص٢٢٨

[4] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج٩ ص٣٠٠

[5] مشکل دن ہے منکروں پر نہیں آسان (سورۃ المدثر ٩-١٠)

[6] صحيح ابن حبان بترتيب ابن بلبان - كتاب إخباره ﷺ عن مناقب الصحابة - باب ذكر الإخبار عن وصف ما يخفف به طول يوم القيامة على المؤمنين ٧٣٣٤ (ج١٦ ص٣٢٩)، مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة - مسند أبي سعيد الخدري رضي الله عنه ١١٧١٧ (ج١٨ ص٢٤٦)

[7] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج٩ ص٣٠١

۱۶۵۹- حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ، قَالَ: فِي قِصَّةِ الْإِبِلِ بَعْدَ قَوْلِهِ «لَا يُؤَدِّي حَقَّهَا» قَالَ: «وَمِنْ حَقِّهَا حَلَبُهَا يَوْمَ وِرْدِهَا».

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ نبی اکرم ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں... گزشتہ حدیث کی مانند اسکا مضمون ہے... اس میں زید بن اسلمؒ نے اونٹ والے واقعہ میں لَا يُؤَدِّي حَقَّهَا کے واقعہ کے بعد یہ اضافہ کیا ہے کہ اونٹوں کے مالک پر اونٹ کی نعمت میں یہ مستحب حق بھی ہے کہ وہ ان اونٹوں کا دودھ دوھنے کی اجازت دے غریبوں کو جس دن یہ اونٹ پانی پینے کیلئے گھاٹ پر پہنچ جائیں۔

شرح الحدیث وَمِنْ حَقِّهَا حَلَبُهَا يَوْمَ وِرْدِهَا: وِرد بکسر الواو الماء الذي ترد عليه (عون [1]) یعنی منجملہ جانوروں کے ان حقوق کے جو مالک کے ذمہ میں ہیں یہ ہے کہ ان کا دودھ اس دن دوہا جائے جس دن وہ پانی پینے کیلئے تالاب اور چشمہ پر پہونچیں، اس دن کی تخصیص اس لئے فرمائی کہ اس روز پانی پر فقراء و مساکین جمع ہو جاتے ہیں، باقی یہ چیز ان حقوق واجبہ میں سے نہیں ہے جن کی تفویت پر تعذیب ہوتی ہے بلکہ یہ تو صرف حقوق مستحبہ میں سے ہے اس کو استطراداً محض ترغیب کیلئے ذکر کر دیا گیا ہے، جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ درختوں کے پھل رات میں نہ توڑو بلکہ دن میں توڑو (تاکہ فقراء کو بھی کچھ اس میں دے سکو) اور قاضی عیاض نے اس کو حقوق واجبہ میں سے قرار دیتے ہوئے یہ کہا ہے کہ یہ وجوب زکوۃ سے قبل کا قصہ ہے، نزول زکوۃ کے بعد منسوخ ہو گیا، اھ اور یا پھر اس کو زمانِ قحط اور حالت اضطرار پر محمول کیا جائے اس لئے کہ مضطر کی امداد واجبات میں سے ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۶۶۰- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي عُمَرَ الْغُدَانِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هَذِهِ الْقِصَّةِ، فَقَالَ لَهُ: يَعْنِي لِأَبِي هُرَيْرَةَ، فَمَا حَقُّ الْإِبِلِ؟ قَالَ: تُعْطِي الْكَرِيمَةَ، وَتَمْنَحُ الْغَزِيرَةَ، وَتُفْقِرُ الظَّهْرَ، وَتُطْرِقُ الْفَحْلَ، وَتَسْقِي اللَّبَنَ.

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، اسکے بعد گزشتہ حدیث کی طرح سارا واقعہ ہے، اس میں یہ اضافہ ہے کہ راوی نے حضرت ابوہریرہؓ سے پوچھا کہ اونٹ کے مالک پر، اونٹ کے کیا حقوق ہیں؟ تو ابوہریرہؓ نے جواب دیا کہ ① تم زکوۃ میں عمدہ اور نفیس اونٹنی ادا کرو، ② زیادہ دودھ دینے والی اونٹنی کو تم لوگوں کو عاریت کے طور پر اس کے دودھ سے فائدہ اٹھانے کیلئے دو، ③ اپنے اونٹ کو سواری کرنے کیلئے عاریتاً دے دیا کرو، ④ اگر تمہارے پاس مذکر اونٹ ہو تو اس کو اونٹنی کے مالک کو جفتی کرانے کیلئے بغیر اجرت دے دیا کرو، ⑤ کسی ضرورت مند کو اس کا دودھ پلایا کرو۔

شرح الحدیث قَالَ: تُعْطِي الْكَرِيمَةَ، وَتَمْنَحُ الْغَزِيرَةَ، وَتُفْقِرُ الظَّهْرَ، وَتُطْرِقُ الْفَحْلَ: کریمہ یعنی نفیسہ مطلب یہ کہ تو زکوۃ میں عمدہ قسم کی اونٹنی دے اور غزیرہ کا منیحہ دے، غزیرہ بمعنی کثیر اللبن اور منیحہ کہتے ہیں اس دودھ دینے والی بکری یا

---

[1] عون المعبود شرح سنن أبي داود — ج ۵ ص ۷۸

اونٹنی کو جس کو اس کا مالک چند روز کے لئے عاریۃً کسی ضرورت مند کو دیدے تاکہ کچھ روز وہ اس کے دودھ سے منتفع ہو اور پھر اس کو اس کے مالک کیطرف واپس کردے پہلے زمانہ میں عرب کے اندر اس کا دستور تھا اور احادیث میں بھی اس کی ترغیب آئی ہے، آگے اس پر مستقل باب آرہا ہے۔ اور تیسرے جملہ کا مطلب یہ ہے کہ سواری کا جانور کسی کو برائے سواری عاریۃً دینا، اور چوتھے جملہ کا مطلب یہ ہے کہ جفتی کیلئے نر کسی کو عاریۃً بلا اجرت کے دینا۔

١٦٦١ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: قَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ: سَمِعْتُ عُبَيْدَ بْنَ عُمَيْرٍ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا حَقُّ الْإِبِلِ؟ فَذَكَرَ نَحْوَهُ زَادَ «وَإِعَارَةُ دَلْوِهَا».

ترجمہ: عبید بن عمیر کہتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! اونٹ کے مالک پر کیا حقوق لازم ہیں؟ تو اس کے بعد راوی نے گزشتہ حدیث کی طرح نقل کیا اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ تم اونٹوں کو سیراب کرنے والے ڈول کو دوسرے شخص کو عاریۃً دے دو تاکہ وہ بھی اپنے اونٹوں کو اس ڈول سے پانی پلاسکے۔

تخریج: صحيح البخاري - الزكاة (١٣٣٧) صحيح البخاري - الحيل (٦٥٥٧) صحيح مسلم - الزكاة (٩٨٧) سنن النسائي - الزكاة (٢٤٤٨) سنن أبي داود - الزكاة (١٦٥٨) سنن ابن ماجه - الزكاة (١٧٨٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٦٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٧٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٣٨٤)

شرح الحدیث: زَادَ «وَإِعَارَةُ دَلْوِهَا»: دلو سے مراد یا تو اس کے ظاہری معنی ہیں یعنی جانوروں کو پانی پلانے کے لئے عاریۃً اپنا ڈول دیدینا، اور کہا گیا ہے کہ یہ کنایہ ہے ضرع (تھن) سے یعنی دودھ والا جانور کسی کو چند روز کے لئے عاریۃً دینا جیسا کہ پہلے گزر چکا، وَتَمْتَنِعُ الْغَزِيرَةُ۔

١٦٦٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنْ عَمِّهِ وَاسِعِ بْنِ حَبَّانَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ مِنْ كُلِّ جَادٍّ[1] عَشْرَةِ أَوْسُقٍ مِنَ التَّمْرِ، بِقِنْوٍ يُعَلَّقُ فِي الْمَسْجِدِ لِلْمَسَاكِينِ».

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ کھجور کی توڑی ہوئی مقدار میں

---

[1] فی المصباح المنیر: وَجَدَّهُ جَدًّا مِنْ بَابِ قَتَلَ قَطَعَهُ فَهُوَ جَدِيدٌ فَعِيلٌ بِمَعْنَى مَفْعُولٍ وَهَذَا زَمَنُ الْجِدَادِ (بفتح أوله وكسره) یہ جداد کا زمانہ ہے یعنی پھلوں کے توڑنے کا زمانہ اور موسم، یہاں حدیث میں جادّ کو یا تو مجدود کے معنی میں لیا جائے اور جادّ کو مابعد کی طرف مضاف مانا جائے، اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا: آپ ﷺ نے حکم فرمایا اس بات کا کہ ہر دس وسق توڑی ہوئی کھجوروں میں سے ایک خوشہ مسجد میں لٹکایا جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ لفظ جادّ کو فاعل ہی کے معنی میں رکھا جائے اور "من" کو زائد قرار دیا جائے اور بجائے اضافت کے جادّ پر تنوین پڑھی جائے اور عشرۃ کو منصوب بناء بر مفعولیت کے "من کل جادٍّ عشرۃَ أوسقٍ" ترجمہ یہ ہوگا: امر فرمایا آپ ﷺ نے ہر اس شخص کو جو دس وسق تمور توڑنے والا ہو اس بات کا کہ ان میں سے ایک خوشہ مسجد میں لٹکائے (المنہل بتغییر)۔

دس وسق کھجوروں میں ایک کھجور کا خوشہ غریبوں کیلئے مسجد میں لٹکا دیا جائے۔

تخریج: سنن أبي داود - الزكاة (١٦٦٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٥٩/٣)

شرح الحدیث: اس حدیث کا حوالہ اور مطلب ہمارے یہاں بَابُ مَا لَا يَجُوْزُ مِنَ الثَّمَرَةِ فِي الصَّدَقَةِ کے ذیل میں گزر چکا، جس کا حاصل یہ ہے کہ جو لوگ باغ والے ہیں اور انکے پاس کھجور کے باغات ہیں تو ان کو چاہیے کہ ہر دس وسق تمور میں سے ایک خوشۂ تمر مسجد میں لٹکا دیں مثلاً اگر کسی کے باغ میں سے سو وسق کھجوریں اترتی ہیں تو اس کو دس خوشے مسجد کیلئے نکالنے چاہئیں۔ باقی یہ تعلیق قنو کا امر عند الجمہور استحبابی ہے، اور بعض ظاہریہ کے نزدیک بطریق وجوب (منهل [1])۔

١٦٦٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْخُزَاعِيُّ، وَمُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَشْهَبِ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، إِذْ جَاءَ رَجُلٌ عَلَى نَاقَةٍ لَهُ، فَجَعَلَ يُصَرِّفُهَا يَمِينًا وَشِمَالًا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ كَانَ عِنْدَهُ فَضْلُ ظَهْرٍ، فَلْيَعُدْ بِهِ عَلَى مَنْ لَا ظَهْرَ لَهُ، وَمَنْ كَانَ عِنْدَهُ فَضْلُ زَادٍ، فَلْيَعُدْ بِهِ عَلَى مَنْ لَا زَادَ لَهُ، حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ لَا حَقَّ لِأَحَدٍ مِنَّا فِي الْفَضْلِ».

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے تو ایک شخص اونٹنی پر سوار ہو کر آیا اور بطور فخر کے لوگوں کو دکھاوے کیلئے اپنی اونٹنی کو دائیں بائیں جانب موڑ رہا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے پاس اپنی ضرورت سے زائد سواری ہو تو وہ شخص وہ سواری ایسے آدمی کو دے دے جسکے پاس سواری نہ ہو، اور جس شخص کے پاس اپنی ضرورت سے زائد توشہ ہو تو وہ زائد توشہ ان لوگوں کو دے دے جن لوگوں کے پاس توشہ نہیں، یہاں تک کہ ہمیں خیال ہوا کہ ہم میں سے کسی آدمی کا اسکے پاس موجود ضرورت سے زائد مال میں کوئی حصہ نہیں۔

تخریج: صحيح مسلم - اللقطة (١٧٢٨) سنن أبي داود - الزكاة (١٦٦٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٤/٣)

شرح الحدیث: ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ کا قصہ ہے ہم حضور ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے ایک شخص جو اونٹنی پر سوار تھا اچانک آپہونچا اور آنے کے بعد اس کے اوپر بیٹھے بیٹھے اس کے رخ کو کبھی دائیں طرف موڑتا تھا اور کبھی بائیں طرف، بذل المجہود [2] میں اس کے دو مطلب لکھے ہیں:

① اس شخص کی سواری ضعف اور تکان کی وجہ سے عاجز ہو گئی تھی اور یہ شخص اپنی سواری کو بدلنا چاہتا تھا اسلئے وہ شخص اپنی سواری کی اس حالت کو لوگوں کو دکھانا چاہتا تھا تاکہ اسکو دیکھ کر لوگ اسکی مدد کریں اور دوسری سواری کا نظم کر دیں چنانچہ آگے حدیث میں ہے کہ آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ جس کے پاس ضرورت سے زائد سواری ہو تو وہ اسکو اپنے ضرورتمند بھائی کو دیدے۔

---

[1] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ٩ ص ٣٠٥

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٨ ص ٢٠٧

④ دوسرا مطلب یہ کہ یہ شخص بڑی شاندار سواری پر سوار تھا جس کا رخ کبھی اس طرف کرتا تھا اور کبھی اس طرف یعنی بطور فخر کے اور شیخی کے لوگوں کو اپنی شاندار سواری دکھانے کیلئے اور ممکن ہے کہ اس کے پاس اور بھی بہت سی ضرورت سے زائد سواریاں ہوں تو اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی اصلاح کیلئے فرمایا کہ جس کے پاس ضرورت سے زائد سواریاں ہوں اس کو چاہیئے کہ وہ دوسروں کو ہبہ کر دے اور اپنے پاس صرف بقدر ضرورت رکھے اور زیادہ شیخی میں نہ آئے کہ مال کی کثرت اور فراوانی سے آدمی تکبر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

حَتّٰى ظَنَنَّا أَنَّهُ لَا حَقَّ لِأَحَدٍ مِنَّا فِي الْفَضْلِ: یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کی اتنی ترغیب فرمائی کہ ہم یہ سمجھنے لگے کہ آدمی کے پاس ضرورت سے زائد جو مال ہو اس میں اس کا کوئی حق اور حصہ ہے ہی نہیں۔

١٦٦٤- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَعْلَى الْمُحَارِبِيُّ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا غَيْلَانُ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ إِيَاسٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: {وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ [1]} ، قَالَ: كَبُرَ ذَلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ، فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَا أُفَرِّجُ عَنْكُمْ، فَانْطَلَقَ، فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللهِ، إِنَّهُ كَبُرَ عَلَى أَصْحَابِكَ هَذِهِ الْآيَةُ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ اللهَ لَمْ يَفْرِضِ الزَّكَاةَ، إِلَّا لِيُطَيِّبَ مَا بَقِيَ مِنْ أَمْوَالِكُمْ، وَإِنَّمَا فَرَضَ الْمَوَارِيثَ لِتَكُونَ لِمَنْ بَعْدَكُمْ» ، فَكَبَّرَ عُمَرُ، ثُمَّ قَالَ لَهُ: «أَلَا أُخْبِرُكَ بِخَيْرِ مَا يَكْنِزُ الْمَرْءُ؟ الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ، إِذَا نَظَرَ إِلَيْهَا سَرَّتْهُ، وَإِذَا أَمَرَهَا أَطَاعَتْهُ، وَإِذَا غَابَ عَنْهَا حَفِظَتْهُ» .

ترجمہ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب آیت مبارکہ نازل ہوئی ...... جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اسکو اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے ایسے لوگوں کو دردناک عذاب کی بشارت سنائی ...... تو صحابہ کرام پر یہ آیت شاق گزری تو حضرت عمر نے فرمایا: میں تم سے اس مشقت کو دور کرتا ہوں، چنانچہ صحابہ کرام خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! آپ کے صحابہ پر یہ آیت بہت شاق گزری ہے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ پاک نے زکوۃ اسی لیے فرض کی ہے تاکہ زکوۃ کی ادائیگی کے بعد بچا ہوا مال پاکیزہ ہو جائے (تو آیت میں خرچ کرنے سے مراد سارا مال خرچ کرنا نہیں ہے بلکہ زکوۃ ادا کرنا ہے)، اللہ پاک نے میراث اسی لئے مقرر کی ہے تاکہ یہ مال تمہارے مرنے کے بعد وارثوں کیلیے ہو جائے ...... حضرت عمر نے خوشی سے اللہ اکبر فرمایا پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں وہ بہترین خزانہ نہ بتلاؤں جو انسان اپنے لیے خزانہ کے طور پر جمع کرے؟ وہ نیک بیوی ہے، جب شوہر اسکی طرف دیکھے تو وہ بیوی اسکو خوش کر دے اور جب اسے کام کرنے کا کہے تو وہ اس کی فرمانبرداری کرے اور جب شوہر گھر پر موجود نہ ہو تو یہ عورت شوہر کے مال اور اپنی عزت آبرو کی حفاظت کرے۔

---

[1] اور جو لوگ گاڑھ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی (سورۃ التوبۃ ٣٤)

شرح الحدیث ثُمَّ قَالَ لَهُ: «أَلَا أُخْبِرُكَ بِخَيْرِ مَا يَكْنِزُ الْمَرْءُ؟ الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ، إِذَا نَظَرَ إِلَيْهَا سَرَّتْهُ، وَإِذَا أَمَرَهَا أَطَاعَتْهُ، وَإِذَا غَابَ عَنْهَا حَفِظَتْهُ»: اس پوری حدیث کا حاصل یہ ہے کہ آدمی کے پاس خواہ کتنا ہی مال ہو اگر وہ اس کی زکوۃ واجبہ اور حقوق واجبہ ادا کرتا رہے تو یہ مال اس کیلئے موجب مواخذہ نہیں ہے لیکن اس کے باوجود دنیا کا مال اور متاع، ساز وسامان رغبت اور جمع کرنے کے قابل چیز نہیں ہے، البتہ دنیا کی چیزوں میں اگر کوئی چیز قابل رغبت ہے تو وہ نیک اور حسین بیوی ہے ایسی کہ جب شوہر اس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھے تو وہ اپنے حسن ظاہری وباطنی (حسن صورت وحسن سیرت) سے اس کو خوش کر دے، نیز وہ شوہر کی فرمانبر دار ہو اور جب شوہر کہیں سفر وغیرہ میں جائے تو وہ اپنی عصمت اور شوہر کے مال کی حفاظت کرے، یعنی دنیا کی باقی جو چیزیں ہیں ہاتھی، گھوڑے، شاندار عمارتیں، باغ بنگلے، اور طرح طرح کے اسباب آسائش وآرائش سب فضول اور لغو ہیں، دیندار اور سمجھ دار آدمی کیلئے رغبت کی چیزیں نہیں ہیں، واقعی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل صحیح فرمایا غور کرنے کی ضرورت ہے اس وقت غور کرنا مفید اور نافع ہے ورنہ بعد میں پشیمانی ہوگی جس سے کوئی فائدہ نہ ہوگا، واللہ الموفق۔

٣٤- بَابُ حَقِّ السَّائِلِ

مانگنے والے کے حق کا بیان

١٦٦٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا مُصْعَبُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ شُرَحْبِيلَ، حَدَّثَنِي يَعْلَى بْنُ أَبِي يَحْيَى، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ حُسَيْنٍ، عَنْ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لِلسَّائِلِ حَقٌّ، وَإِنْ جَاءَ عَلَى فَرَسٍ».

ترجمہ حضرت حسین بن علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ مانگنے والا شخص اگر گھوڑے پر سوار ہو کر آئے تب بھی اس سواری کا حق ہوا کرتا ہے۔

١٦٦٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ شَيْخٍ - قَالَ: رَأَيْتُ سُفْيَانَ عِنْدَهُ - عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ حُسَيْنٍ، عَنْ أَبِيهَا، عَنْ عَلِيٍّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

ترجمہ حسین بن علیؓ نے اپنے والد حضرت علیؓ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اسی طرح نقل کیا ہے۔

تخریج سنن أبي داود - الزكاة (١٦٦٥) مسند أحمد - مسند أهل البيت (١/ ٢٠١)

شرح الأحاديث سوال کرنیوالے کا بہر حال حق ہوتا ہے اگر چہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر ہی کیوں نہ آیا ہو یعنی اس کی ظاہری حالت کے پیش نظر اس کے ساتھ بدگمانی نہیں کرنی چاہیئے، اس لئے کہ گھوڑے پر سوار ہونیکا مقتضی اگر اس کی عدم حاجت ہے تو اسکا سوال کرنا یہ تو احتیاج کا قرینہ اور اسکی دلیل ہے ظاہر ہے کہ وہ جب سوال کی ذلت برداشت کر رہا ہے تو غالب یہی ہے کہ اسکو کوئی حاجت لاحق ہوئی ہوگی مثلاً تحمل حمالہ یا کثرت عیال وغیرہ اور گھوڑا ضروری نہیں کہ اس کی ملک ہو ممکن ہے عاریۃ پر لیا ہو۔

حضرتؒ نے بذل میں لکھا ہے کہ یہ خیر القرون کی باتیں ہیں مگر اس زمانہ میں تو بہت سے لوگوں نے سوال ہی کو پیشہ اور ذریعہ

معاش بنالیا ہے ایسی صورت میں سوال بھی حرام ہے اور اعطاء بھی حرام ہے اس لئے کہ یہ إعانت علی المعصیۃ ہے اور یہی بات صاحب منہل نے بھی لکھی ہے [1]۔

یہ حدیث اہل بیت کی مرویات میں سے ہے، چنانچہ فاطمہ بنت حسین جو کہ امام زین العابدین کی بہن ہیں وہ اس کو اپنے والد حسین بن علیؓ سے روایت کرتی ہیں، اور علامہ سیوطیؒ نے اس کو الہاشمیات میں روایت کیا ہے کما فی المنہل [2]، اور صاحب عون المعبود نے لکھا ہے کہ یہ حدیث حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کی اربعین اہل بیت میں بالسند المسلسل مروی ہے [3]، نیز جاننا چاہئے کہ بعض علماء جیسے سراج الدین قزوینی اور ابن الصلاح محدث نے اس حدیث کو موضوع کہا ہے، لیکن حافظ ابن حجرؒ اور علامہ سیوطیؒ وغیرہ نے اس پر رد کیا ہے اور اس کو حسن قرار دیا ہے، صاحب منہل (ج۹ ص۳۱۲) لکھتے ہیں: وأخرجه أيضاً الإمام أحمد۔

١٦٦٧ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ بُجَيْدٍ، عَنْ جَدَّتِهِ أُمِّ بُجَيْدٍ، وَكَانَتْ مِمَّنْ بَايَعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهَا قَالَتْ لَهُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ، إِنَّ الْمِسْكِينَ لَيَقُومُ عَلَى بَابِي، فَمَا أَجِدُ لَهُ شَيْئًا أُعْطِيهِ إِيَّاهُ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنْ لَمْ تَجِدِي لَهُ شَيْئًا تُعْطِينَهُ إِيَّاهُ إِلَّا ظِلْفًا مُحْرَقًا، فَادْفَعِيهِ إِلَيْهِ فِي يَدِهِ».

ترجمہ: ام بجید ان خواتین میں سے ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تھی انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ پاک آپ پر رحمت نازل فرمائے بسا اوقات غریب فقیر شخص میرے دروازے پر کھڑا ہوتا ہے اور مجھے اسکے دینے کیلئے کوئی چیز نہیں ملتی، تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تمہیں اسے دینے کو کوئی چیز نہ ملے سوائے ایک جلے ہوئے پائے کے (گائے یا بکری کا کھر) تو تم وہی اس فقیر کے ہاتھ میں دے دو۔

تخریج: جامع الترمذي - الزكاة (٦٦٥) سنن النسائي - الزكاة (٢٥٦٥) سنن النسائي - الزكاة (٢٥٧٤) سنن أبي داود - الزكاة (١٦٦٧) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٣٨٢) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٣٨٣) موطأ مالك - الجامع (١٧١٤)

شرح الحدیث: إِنْ لَمْ تَجِدِي لَهُ شَيْئًا تُعْطِينَهُ إِيَّاهُ إِلَّا ظِلْفًا مُحْرَقًا، فَادْفَعِيهِ إِلَيْهِ فِي يَدِهِ: اگر کوئی چیز سائل کو دینے کے لئے نہ پائے تو سوائے ظلف محرق کے (جلا ہوا گائے یا بکری کا کھر) تو وہی دیدے۔

کہا گیا ہے کہ یہ بطور مبالغہ کے ہے مراد معمولی اور حقیر شئی ہے مقصد یہ ہے کہ سائل کو خالی ہاتھ واپس نہ جانے دے، اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں! بلکہ حقیقت مراد ہے اس لئے کہ بعض لوگ بکری وغیرہ کے کھر کو آگ پر جلا کر اس کو پیس کر رکھ لیتے ہیں اور پھر ضرورت اور مجبوری کی حالت میں اس کو پھانکتے ہیں۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج٨ ص٢١١، المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج٩ ص٣١٢

[2] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج٩ ص٣١٣

[3] عون المعبود شرح سنن أبي داود — ج٥ ص٨٤

٣٥- بَابُ الصَّدَقَةِ عَلَى أَهْلِ الذِّمَّةِ

ذمیوں کو نفلی صدقہ دے سکتے ہیں یا نہیں

کافر ذمی ہو یا مشرک حربی اسکو صدقۂ مفروضہ زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے، البتہ صدقۂ نافلہ دے سکتے ہیں مصرف زکوٰۃ کا مسلم ہونا ضروری ہے، بجز مؤلفۃ القلوب کے جس میں اختلاف ہے جس کی تفصیل ہمارے یہاں معارف زکوٰۃ کے بیان میں گزر چکی حضرت شیخؒ کے حاشیہ میں ہے، حنفیہ کے نزدیک صدقۃ الفطر کا فر ذمی کو دینا جائز ہے کما فی الشامی، اھ[1]۔

١٦٦٨- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي شُعَيْبٍ الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَسْمَاءَ، قَالَتْ: قَدِمَتْ عَلَيَّ أُمِّي رَاغِبَةً[2] فِي عَهْدِ قُرَيْشٍ وَهِيَ رَاغِمَةٌ مُشْرِكَةٌ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ أُمِّي قَدِمَتْ عَلَيَّ، وَهِيَ رَاغِمَةٌ مُشْرِكَةٌ، أَفَأَصِلُهَا؟ قَالَ: «نَعَمْ، فَصِلِي أُمَّكِ».

ترجمہ اسماء بنت ابی بکر فرماتی ہیں کہ جس زمانے میں قریش نے حضور ﷺ سے معاہدہ کیا تھا (صلح حدیبیہ میں) تو میری والدہ میرے پاس صلہ رحمی کی توقع لیکر آئی اور وہ اسلام کو ناپسند کرتی ہوئی حالت شرکت میں تھیں میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میری والدہ میرے پاس آئیں وہ اسلام کو ناپسند کرتی ہوئی مشرک ہیں کیا میں انکے ساتھ صلہ رحمی کر سکتی ہوں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جی ہاں! تم اپنی والدہ کیساتھ صلہ رحمی کر سکتی ہو۔

تخریج صحيح البخاري - الهبة وفضلها والتحريض عليها (٢٤٧٧) صحيح البخاري - الجزية (٣٠١٢) صحيح البخاري - الأدب (٥٦٣٤) صحيح مسلم - الزكاة (١٠٠٣) سنن أبي داود - الزكاة (١٦٦٨) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٤٤/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٤٧/٦)

شرح الحدیث عَنْ أَسْمَاءَ، قَالَتْ: قَدِمَتْ عَلَيَّ أُمِّي رَاغِبَةً فِي عَهْدِ قُرَيْشٍ وَهِيَ رَاغِمَةٌ مُشْرِكَةٌ: حضرت اسماءؓ بنت ابی بکر فرماتی ہیں جس زمانہ میں مسلمانوں کی قریش کی ساتھ صلح تھی (یعنی صلح حدیبیہ) اس وقت میری والدہ میرے پاس رغبت کے ساتھ آئیں یعنی میرے حسن سلوک کی توقع لے کر اور میری طرف سے صلہ رحمی کی امید کے ساتھ آئیں لیکن، اسلام سے کراہیت کرنے والی تھیں، یعنی جس طرح اسلام لانے والے مدینہ میں ہجرت اور قیام کی نیت سے آتے ہیں ان کا آنا اس طرح کا نہیں تھا اسلام سے ان کو بے رغبتی تھی صرف میری وجہ سے ملاقات کے لئے آئی تھیں، بعض روایات میں ہے کہ وہ اپنے ساتھ

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ٨ ص ٢١٤

[2] رَاغِبَةً کی تفسیر میں اختلاف ہے، صحیح یہ ہے کہ اس مراد "رَاغِبَةً فِي صِلَتِي" ہے اور بعض شراح نے "رَاغِبَةً فِي الإِسْلَامِ" اسکی شرح کی ہے حتی کہ بعض نے اسی بنیاد پر انکو صحابیات میں شمار کر لیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں اسلئے کہ ابوداؤد کی اس حدیث میں وَهِيَ رَاغِمَةٌ مُشْرِكَةٌ کی تصریح ہے، نیز اگر وہ رغبت فی الاسلام کے ساتھ آئیں تو پھر اسماء کو حضور ﷺ سے اجازت لینے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی اسلئے کہ تالیف علی الاسلام اس زمانہ میں شائع وذائع تھا، حضور اکرم ﷺ کے فعل اور امر سے (قالہ الحافظ) امام نوویؒ فرماتے ہیں: والأكثرون على موتها مشركة ایسے ہی حافظ نے بھی لکھا ہے کہ کسی روایت سے ان کا اسلام ثابت نہیں ہے، ۱۲۔

کچھ تحفے تحائف بھی لائی تھیں مگر حضرت اسماءؓ نے اپنی والدہ کو نہ اپنے گھر میں داخل ہونے دیا اور نہ ان کے ہدایا کو قبول کیا جب تک رسول اللہ ﷺ سے دریافت نہ کر لیا، حضور اقدس ﷺ نے اسماء کو اپنی والدہ کے ساتھ حسن سلوک اور صلہ رحمی کا حکم فرمایا، یہ حدیث متفق علیہ ہے امام بخاریؒ نے اس کو کتاب الہبہ اور کتاب الادب دو جگہ ذکر کیا ہے اور امام مسلم نے "کتاب الزکوٰۃ" میں، امام بخاریؒ نے اس پر ایک جگہ باب باندھا ہے بَابُ الْهَدِيَّةِ لِلْمُشْرِكِينَ وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى { لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ }، اور دوسری جگہ باب باندھا ہے بَابُ صِلَةِ الْوَالِدِ الْمُشْرِكِ، لیکن امام ابوداودؒ نے جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں اس حدیث پر ذمی کا باب باندھا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ اسماء کی والدہ مدینہ منورہ میں زمانِ صلح وحدنۃ میں آئی تھیں اس لحاظ سے وہ ذمیہ ہوئیں، دراصل اس حدیث سے کافر والدین کے ساتھ صلہ رحمی کا ثبوت ہو رہا ہے جس کے جواز میں کوئی تامل ہی نہیں نصوص قرآنیہ وحدیثیہ دونوں سے ثابت ہے لیکن مصنف علیہ الرحمہ نے اس پر صدقہ کا ترجمہ قائم کیا ہے صلہ رحمی سے صدقہ کے جواز پر استدلال بطریق قیاس ہے یعنی رشتہ داروں کے علاوہ دوسرے کفار [1] کے ساتھ بھی احسان وسلوک کر سکتے ہیں کما قال اللہ تعالیٰ: لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ [2]، جیسا کہ امام بخاریؒ نے بھی اس آیت کریمہ کو ترجمۃ الباب میں ذکر فرمایا ہے۔

اسماء کی والدہ کا نام قیلہ بنت عبد العزیٰ ہے اور کہا گیا ہے کہ قتیلہ ہے ان کو حضرت ابو بکرؓ نے زمانہ جاہلیت میں طلاق دیدی تھی [3]۔

٣٦۔ بَابُ مَا لَا يَجُوزُ مَنْعُهُ؟

وہ کونسی چیزیں ہیں جن کو کسی سے روکا نہیں جا سکتا؟

جس چیز کو روکنا اور صدقہ نہ کرنا جائز نہیں بلکہ دینا ضروری اور واجب ہے۔

١٦٦٩ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا كَهْمَسٌ، عَنْ سَيَّارِ بْنِ مَنْظُورٍ، رَجُلٌ مِنْ بَنِي فَزَارَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ امْرَأَةٍ يُقَالُ لَهَا: بُهَيْسَةُ، عَنْ أَبِيهَا، قَالَتْ: اسْتَأْذَنَ أَبِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَدَخَلَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قَمِيصِهِ، فَجَعَلَ يُقَبِّلُ وَيَلْتَزِمُ، ثُمَّ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا الشَّيْءُ الَّذِي لَا يَحِلُّ مَنْعُهُ؟ قَالَ: «الْمَاءُ»، قَالَ: يَا نَبِيَّ اللهِ، مَا الشَّيْءُ الَّذِي لَا يَحِلُّ مَنْعُهُ؟

---

[1] اور یہ شبہ نہ کیا جائے کہ یہ بات اس آیت کریمہ کے خلاف ہے: لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللهَ وَرَسُولَهُ (ترجمہ: تو نہ پائے گا کسی قوم کو جو یقین رکھتے ہوں اللہ پر اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ایسوں سے جو مخالف ہوئے اللہ کے اور اس کے رسول کے، سورۃ المجادلۃ ٢٢)، کیونکہ اس آیۃ میں تو کفار اور مشرکین کے ساتھ مودۃ سے روکا گیا ہے اور احسان وصلہ رحمی مودۃ کو مستلزم نہیں ہے بعض مرتبہ کسی پر احسان مصلحۃً باوجود نفرت کے بھی کیا جاتا ہے اور مودۃ کہتے ہیں قلبی تعلق ومحبت کو، ١٢۔

[2] اللہ تم کو منع نہیں کرتا ان لوگوں سے جو لڑتے نہیں تم سے دین پر اور نکالا نہیں تم کو تمہارے گھروں سے کہ ان سے کرو بھلائی اور انصاف کا سلوک (سورۃ الممتحنۃ ٨)

[3] فتح الباری شرح صحیح البخاری — ج ٥ ص ٢٣٣۔

قَالَ: «الْمِلْحُ» . قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا الشَّيْءُ الَّذِي لَا يَحِلُّ مَنْعُهُ؟ قَالَ: «أَنْ تَفْعَلَ الْخَيْرَ خَيْرٌ لَكَ» .

ترجمہ: ایک خاتون جن کو بُهَيْسَةُ کہا جاتا ہے وہ اپنے والد سے نقل کرتی ہیں کہ میرے والد نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی آپکے جسم کو بوسہ لینے کی تو نبی اکرم ﷺ کی اجازت ملنے کے بعد آپ کے جسم مبارک اور قمیص کے درمیان داخل ہوگئے اور آپ کے جسم کو بوسہ دیکر آپ ﷺ سے چمٹتے رہے پھر انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! وہ کون سی چیز ہے جسکا روکنا (سوال کرنے والے سے) حلال نہیں ہے؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا پانی، پھر انہوں نے دوبارہ یہی سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ کونسی چیز ہے جسکا روکنا جائز نہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نمک، پھر انہوں نے تیسری دفعہ یہی سوال کیا کہ وہ کونسی شئے ہے جس سے منع کرنا جائز نہیں؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم جو بھی نیک کام کرو وہ تمہارے لیے بہتر ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الزكاة (١٦٦٩) مسند أحمد - مسند المكيين (٣/٤٨١) سنن الدارمي - البيوع (٢٦١٣)

شرح الحدیث: عَنِ امْرَأَةٍ يُقَالُ لَهَا: بُهَيْسَةُ، عَنْ أَبِيهَا: بُهَيْسَةُ مجہولہ ہیں ان کے باپ کا نام کہا گیا ہے کہ عمیر ہے صحابی ہیں قلیل الروایۃ ہیں۔

اسْتَأْذَنَ أَبِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَدَخَلَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قَمِيصِهِ، فَجَعَلَ يُقَبِّلُ وَيَلْتَزِمُ: یہ حدیث باب محبت و عشق سے ہے۔ بُهَيْسَةُ کہتی ہیں میرے والد نے حضور ﷺ سے اس بات کی اجازت طلب کی کہ وہ آپ ﷺ کے جسد اطہر اور جسم انور کو چھونا چاہتے ہیں یعنی بغیر حائل کے اور صرف چھونا ہی نہیں بلکہ جتنا بھی بدن سے بدن مل سکے (یا تو غلبہ حب نبوی میں یا اس لئے کہ ان کا جسم آپ ﷺ کے جسم کے ساتھ تماس کی برکت سے نار سے محفوظ ہو جائے)۔

شرح حدیث من حیث الفقه: ثُمَّ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا الشَّيْءُ الَّذِي لَا يَحِلُّ مَنْعُهُ؟ قَالَ: الْمَاءُ، قَالَ: يَا نَبِيَّ اللهِ، مَا الشَّيْءُ الَّذِي لَا يَحِلُّ مَنْعُهُ؟ قَالَ: الْمِلْحُ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا الشَّيْءُ الَّذِي لَا يَحِلُّ مَنْعُهُ؟ قَالَ: أَنْ تَفْعَلَ الْخَيْرَ خَيْرٌ لَكَ: بُهَيْسَةُ کے والد نے آپ ﷺ سے بار بار یہ سوال کیا کہ وہ کیا شی ہے جس سے انکار کرنا جائز نہیں؟ اس پر پہلی بار آپ ﷺ نے فرمایا: الْمَاءُ پھر دوسری بار کے سوال پر فرمایا: الْمِلْحُ، پھر اخیر میں اسی سوال کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو بھی کار خیر ہو اس کو کرنا چاہیئے، اس جواب سے آپ ﷺ نے تمادی فی السوال (سلسلہ سوال وجواب) کو ختم فرما دیا اس حدیث پر فقہی حیثیت سے جملہ مذاہب کے لحاظ سے اگر کلام کیا جائے تو اس میں بڑی طوالت ہے لہذا جس طرح خود حضور اکرم ﷺ نے اس حدیث میں اختصار کو اختیار فرمایا ہم بھی مختصراً ہی لکھتے ہیں۔

کتاب البیوع میں بھی مصنف نے ایک باب اسی قسم کا باندھا ہے بَابٌ فِي مَنْعِ الْمَاءِ، اور اس میں متعدد حدیثیں ذکر کی ہیں ایک یہی بہیسہ والی حدیث بھی اور دوسری حدیث ایک رجل مہاجری سے (جن کے نام کی تصریح سند میں نہیں ہے) کہ آپ ﷺ نے

فرمایا: الْمُسْلِمُونَ شُرَكَاءُ فِي ثَلَاثٍ: فِي الْكَلَإِ، وَالْمَاءِ، وَالنَّارِ[1]۔

علماء نے لکھا ہے پانی کی تین قسمیں ہیں: ① الانہار الکبار، ② الانہار الصغار، ③ الماء المحرز فی الاناء، اول جیسے نیل وفرات بڑی بڑی نہریں کہ یہ کسی کی ملک نہیں ہیں ان میں تمام لوگوں کی شرکت ہے کوئی کسی کو منع نہیں کر سکتا، اور قسم ثانی چھوٹی چھوٹی نہریں جو بڑی نہروں سے نکال کر لائی جائیں یہ نہریں ان لوگوں کی ملک ہیں جنہوں نے اپنے صرفہ سے ان کو نکالا اور جاری کیا ہے، ان کا حکم یہ ہے کہ جس طرح آدمی ان نہروں سے خود منتفع ہوتا ہے دوسرے لوگ اور ان کے دواب ان سے پانی پی سکتے ہیں منع کرنا جائز نہیں ہے الا یہ کہ وہ جانور نہر کا کنارہ ڈول وغیرہ توڑدیں خراب کردیں تو مالک منع کر سکتا ہے لیکن اس پانی سے دوسرے لوگ اپنے باغات اور کھیت بغیر اجازت مالک سیراب نہیں کر سکتے ہیں اس سے وہ ان کو روک سکتا ہے، اور تیسری قسم کا حکم یہ ہے کہ وہ پانی آدمی کی اپنی ملک ہے دوسرے کیلئے اسمیں مطلق تصرف جائز نہیں۔

اور ملح سے مراد وہ نمک ہے جو اپنے معدن میں ہو، اور وہ معدن ارض غیر مملوکہ میں ہو، اور اگر اپنی مملوکہ زمین میں ہو اور یا ایسا نمک جو آدمی کی اپنی ملک اور حرز میں ہو اس کو منع کرنا جائز ہے، یہ تو اصولی اور آئینی بات ہے۔ دوسرا احتمال حدیث میں یہ ہے کہ اس سے حق شرعی کا بیان مقصود نہیں ہے بلکہ حسن معاشرت اور مکارم اخلاق کے قبیل سے ہے اور بخل سے روکنا ہے، اس صورت میں قسم ثالث بھی اسی حکم میں داخل ہو جائیگی اور کسی تخصیص کی حاجت نہیں رہے گی، وحدیث الباب قال المنذری: أخرجه النسائي۔

٣٧ - بَابُ الْمَسْأَلَةِ فِي الْمَسَاجِدِ

مسجدوں میں سوال کرنے کا شرعی حکم

١٦٧٠ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بَكْرٍ السَّهْمِيُّ، حَدَّثَنَا مُبَارَكُ بْنُ فَضَالَةَ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «هَلْ مِنْكُمْ أَحَدٌ أَطْعَمَ الْيَوْمَ مِسْكِينًا؟»، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ، فَإِذَا أَنَا بِسَائِلٍ يَسْأَلُ، فَوَجَدْتُ كِسْرَةَ خُبْزٍ فِي يَدِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، فَأَخَذْتُهَا مِنْهُ فَدَفَعْتُهَا إِلَيْهِ".

ترجمہ: عبد الرحمن بن ابی بکر کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جس نے آج کے دن کسی غریب کو کھانا کھلایا ہو؟ تو ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ میں مسجد گیا تھا تو میں نے ایک مانگنے والے کو سوال کرتا ہوا دیکھا تو میں نے اپنے بیٹے عبد الرحمن کے ہاتھ میں روٹی کا ایک ٹکڑا پایا تو وہ ٹکڑا میں نے عبد الرحمن سے لیکر اس مانگنے والے کو دیدیا۔

---

[1] سنن أبي داود - كتاب البيوع - باب في منع الماء ٣٤٧٧

شرح الحدیث حدیث الباب میں یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ فرماتے ہیں ایک روز میں مسجد میں گیا تو دیکھا ایک سائل سوال کر رہا ہے وہ فرماتے ہیں میرے بیٹے عبد الرحمن کے ہاتھ میں ایک روٹی کا ٹکڑا تھا میں نے اسکے ہاتھ سے لیکر اس سائل کو دے دیا۔

حدیث پر کلام من حیث الفقه: جمہور کے نزدیک سوال فی المسجد جائز ہے اور اعطاء بھی جائز ہے مگر یہ کہ سائل کوئی بد عنوانی کرے، مثلاً سوال میں الحاح واصرار کرے یا تخطی رقاب تو پھر سوال واعطاء دونوں ناجائز ہیں، یہ مسلک تو ہے جمہور کا، اور حنفیہ کے نزدیک سوال فی المسجد تو مطلقاً حرام ہے اور اعطاء میں دو قول ہیں: ① مطلقاً کراہت، ② دوسرا قول یہ ہے کہ اعطاء میں کراہت اس وقت ہے جب کہ سائل تخطی رقاب کرے ورنہ نہیں، قول اصح یہی ہے، لہٰذا یہ حدیث سوال فی المسجد کے مسئلہ میں حنفیہ کے خلاف ہے۔ اسکا جواب ایک تو یہ ہے کہ اس حدیث میں اسکی تصریح نہیں ہے کہ وہ سائل مسجد ہی میں تھا، ممکن ہے خارج مسجد، مسجد کے قریب سوال کر رہا ہو جس کو صدیق اکبرؓ نے مسجد کے اندر سے سنا، دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے مبارک بن فضالہ کیوجہ سے اکثر ائمہ نے انکی تضعیف کی ہے، یہ حدیث مطولاً مسند بزار میں ہے اور امام ابو بکر بزار نے بھی اس پر کلام کیا ہے، حنفیہ کی دلیل حرمت سوال میں وہ ہے جو کتاب الصلوۃ 'ابواب المساجد' میں گزر چکی: مَنْ سَمِعَ رَجُلًا يَنْشُدُ ضَالَّةً فِي الْمَسْجِدِ، فَلْيَقُلْ: لَا أَدَّاهَا اللهُ إِلَيْكَ فَإِنَّ الْمَسَاجِدَ لَمْ تُبْنَ لِهٰذَا [1] (بذل ومنهل) جب خود اپنی چیز تلاش کرنے اور اسکے بارے میں سوال کرنے سے منع کیا جا رہا ہے تو دوسرے سے سوال کرنا بطریق اولیٰ منع ہو گا، واللہ تعالیٰ أعلم، قال المنذری: وقد أخرجه مسلم في صحيحه والنسائي في سننه من حديث أبي حازم سلمان الأشجعي عن أبي هريرة بنحوه أتم منه، ١٢۔

٣٨۔ بَابُ كَرَاهِيَةِ الْمَسْأَلَةِ بِوَجْهِ اللهِ تَعَالَى

اللہ پاک کے توسل سے مانگنے کی ناپسندیدگی کا بیان

١٦٧١ - حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْقِلَّوْرِيُّ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِسْحَاقَ الْحَضْرَمِيُّ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُعَاذٍ التَّمِيمِيِّ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يُسْأَلُ بِوَجْهِ اللهِ، إِلَّا الْجَنَّةُ».

ترجمہ حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ اللہ پاک کے توسل سے صرف جنت ہی مانگی جائے۔

شرح الحدیث عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يُسْأَلُ بِوَجْهِ اللهِ، إِلَّا الْجَنَّةُ»: مضارع منفی مجہول اور صیغۂ نہی دونوں ہو سکتا ہے۔

اس حدیث کے دو مطلب ہو سکتے ہیں: ① اللہ تعالیٰ کی ذات کے توسل سے کوئی معمولی چیز نہ مانگی جائے یعنی خود اللہ تعالیٰ سے، اس

[1] سنن أبي داود - كتاب الصلاة - باب في كراهية إنشاد الضالة في المسجد ٤٧٣

لئے کہ عظیم ذات کو وسیلہ بنانا حقیر شی کی طلب کیلئے غیر مناسب ہے بلکہ جنت جیسی عظیم الشان چیز مانگی جائے مثلاً اس طرح دعاء نہ مانگے یا اللہ اپنی کریم ذات کے وسیلہ و طفیل سے مجھ کو ایک وسیع مکان عطاء فرمادے بلکہ یوں کہے کہ اے اللہ اپنی کریم ذات کے طفیل سے مجھ کو جنت الفردوس عطاء فرما، ② اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ لوگوں سے سوال اللہ تعالیٰ کی ذات کے وسیلے سے نہ کیا جائے یعنی دنیوی مال و متاع کے سوال کرنا لوگوں سے اللہ تعالیٰ کے وسیلہ و حوالہ سے نہ چاہیئے مثلاً کسی شخص سے یوں کہے مجھے اللہ تعالیٰ کیلئے فلاں چیز دیدے، اللہ تعالیٰ کے نام نامی کے وسیلہ سے شئ حقیر طلب نہیں کرنی چاہیئے یہ دوسرا مطلب علامہ طیبیؒ نے لکھا ہے اس پر صاحب منہل لکھتے ہیں کہ یہ کراہت و ممانعت اس وقت ہے جب کہ مسئول (جس شخص سے سوال کیا جا رہا ہے) سوال سے تنگ دل اور اکتاتا ہو اور اگر یہ بات نہ ہو بلکہ اللہ کے نام سے متاثر ہوتا ہو اور اسکی لاج رکھتا ہو تو پھر کوئی مضائقہ نہیں [1]، كما سيأتي في الحديث الآتي۔

٣٩۔ بَابُ عَطِيَّةِ مَنْ سَأَلَ بِاللهِ

جو شخص اللہ پاک کے وسیلے سے سوال کرے اسکو دینا چاہیئے

١٦٧٢- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ. قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنِ اسْتَعَاذَ بِاللهِ فَأَعِيذُوهُ، وَمَنْ سَأَلَ بِاللهِ فَأَعْطُوهُ، وَمَنْ دَعَاكُمْ فَأَجِيبُوهُ، وَمَنْ صَنَعَ إِلَيْكُمْ مَعْرُوفًا فَكَافِئُوهُ، فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا مَا تُكَافِئُونَهُ، فَادْعُوا لَهُ حَتَّى تَرَوْا أَنَّكُمْ قَدْ كَافَأْتُمُوهُ».

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص اللہ پاک کے وسیلے سے تمہاری سزاؤں اور تکلیفوں سے پناہ مانگے تو ایسے شخص کو پناہ دو اور جو شخص اللہ پاک کے وسیلے سے تم سے کچھ سوال کرے تو تم اسکی مطلوبہ چیز دیدو اور جو شخص تمہاری دعوت کرے تو اسکی دعوت قبول کرو اور جو شخص تمہارے ساتھ بھلائی اور نیکی کرے تو تم اسکی نیکی کا بدلہ دو پس اگر تم اسکی نیکی کا بدلہ دینے کیلئے مالی وسعت نہ رکھتے ہو تو تم اسکے لیے اسقدر دعائیں کرو یہاں تک کہ تم یہ سمجھ لو کہ تم نے اسکے احسان کا بدلہ ادا کر دیا۔

تخریج سنن النسائي - الزكاة (٢٥٦٧) سنن أبي داود - الزكاة (١٦٧٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٩٩/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٢٧/٢)

شرح الحديث عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنِ اسْتَعَاذَ بِاللهِ فَأَعِيذُوهُ، وَمَنْ سَأَلَ بِاللهِ فَأَعْطُوهُ، وَمَنْ دَعَاكُمْ فَأَجِيبُوهُ الخ: جو شخص تم سے پناہ چاہے اللہ تعالیٰ کو وسیلہ بنا کر تو اس کو پناہ دیدو اور جو شخص تم سے سوال کرے اللہ تعالیٰ کو وسیلہ بنا کر تو تم اسکا سوال پورا کر دو، مطلب یہ ہے کہ یہ تو الگ بات ہے کہ سائل کو چاہیئے کہ وہ لوگوں سے

[1] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ٩ ص ٣٢٢

دنیوی مال ومتاع کے سوال میں اللہ تعالیٰ شانہ جیسی عظیم ذات کو وسیلہ نہ بنائے لیکن تم کو یہ چاہیئے کہ اگر کوئی شخص اللہ کے نام کے وسیلہ سے تم سے سوال کرے تو تم اسکو دیدو، پھر آگے فرماتے ہیں اور جو تمہاری دعوت کرے مثلاً ولیمہ کی تو اس کو قبول کرو یا مطلب یہ کہ اگر کوئی تم کو پکارے مدد کیلئے تو تم اسکی مدد کرو، اور جو شخص تمہارے ساتھ کسی قسم کا بھی احسان کرے تو تم اسکو اسکا بدلہ دو احسان کا بدلہ احسان سے، اور اگر احسان کا بدلہ احسان سے نہ کر سکو (بوجہ عدم گنجائش کے) تو اس کیلئے خوب دعاء خیر کرتے رہو یہاں تک کہ تم یہ سمجھ لو کہ اب اسکا بدلہ ادا ہو گیا، اور دعاء میں جزاک اللہ کہنا بھی کافی ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ہے: مَنْ صُنِعَ إِلَيْهِ مَعْرُوفٌ فَقَالَ لِفَاعِلِهِ: جَزَاكَ اللهُ خَيْرًا فَقَدْ أَبْلَغَ فِي الثَّنَاءِ (رواه الترمذي والنسائي من حديث أسامة بن زيد مرفوعاً[1])۔

٤٠- بَابُ الرَّجُلِ يُخْرِجُ مِنْ مَالِهِ؟

کوئی شخص اپنے سارے مال کو صدقہ میں دیدے تو ایسا کرنے کا شرعی حکم کیا ہے؟

يُخْرِجُ ثلاثی مجرد سے ہے یعنی جو شخص اپنے مال کا صدقہ کر کے اس مال سے باہر نکل آئے یعنی اس سے بالکل علیحدہ اور دست بردار ہو جائے اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے جب وہ پورے مال کا صدقہ کرے تو گویا اس باب سے مصنف کی غرض تصدق بجمیع المال کا حکم بیان کرنا ہے۔

١٦٧٣- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ، عَنْ مَحْمُودِ بْنِ لَبِيدٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ بِمِثْلِ بَيْضَةٍ مِنْ ذَهَبٍ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَصَبْتُ هَذِهِ مِنْ مَعْدِنٍ، فَخُذْهَا فَهِيَ صَدَقَةٌ، مَا أَمْلِكُ غَيْرَهَا، فَأَعْرَضَ عَنْهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ أَتَاهُ مِنْ قِبَلِ رُكْنِهِ الْأَيْمَنِ، فَقَالَ: مِثْلَ ذَلِكَ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ، ثُمَّ أَتَاهُ مِنْ قِبَلِ رُكْنِهِ الْأَيْسَرِ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ أَتَاهُ مِنْ خَلْفِهِ، فَأَخَذَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَذَفَهُ بِهَا، فَلَوْ أَصَابَتْهُ لَأَوْجَعَتْهُ، أَوْ لَعَقَرَتْهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَأْتِي أَحَدُكُمْ بِمَا يَمْلِكُ، فَيَقُولُ: هَذِهِ صَدَقَةٌ، ثُمَّ يَقْعُدُ يَسْتَكِفُّ النَّاسَ، خَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى".

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہؓ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے تو ایک شخص اس قدر سونا لیکر حاضر ہوا جو وزن میں انڈے کے برابر تھا اور اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے ایک سونے کی کان سے یہ سارا سونا ملا ہے پس آپ ﷺ یہ لے لیجئے یہ صدقہ ہے میرے پاس اسکے علاوہ کچھ نہیں ہے تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے

---

[1] جامع الترمذي - كتاب البر والصلة - باب ما جاء في المتشبع بما لم يعطه ٢٠٣٥

اعراض فرمایا، پھر یہ شخص آپکے داہنے جانب سے آیا اسنے وہی پہلی والی بات کہی تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے اعراض کیا، پھر یہ شخص بائیں جانب سے آیا تو پھر رسول اللہ ﷺ نے اس سے منہ موڑ لیا، پھر یہ شخص آپ ﷺ کی خدمت میں پیچھے سے آیا تو رسول اللہ ﷺ نے اسکی اس ڈلی کو لیکر اس زور سے مارا کہ اگر اس شخص کو لگ جاتی تو اسکو تکلیف ہوتی یا راوی نے کہا کہ اسکو زخمی کر دیتی پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی ملکیت میں موجود سارا مال لیکر آتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ صدقہ ہے پھر صدقہ کرنے کے بعد لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتا پھرتا ہے..... بہترین صدقہ وہ ہے جو صدقہ کرنے کے بعد آدمی مالدار رہے (اسکے پاس اس قدر مال باقی رہے جس سے یہ سہارا لے سکتا ہو)۔

۱۶۷٤ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ، زَادَ: «خُذْ عَنَّا مَالَكَ لَا حَاجَةَ لَنَا بِهِ».

ترجمہ: اس حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اپنا مال ہم سے لے لو ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الزكاة (١٦٧٣) سنن الدارمي - الزكاة (١٦٥٩)

شرح الحدیث: مضمون حدیث تو بالکل واضح ہے محتاج تشریح نہیں، اس حدیث سے واضح ہو رہا ہے کہ تصدق بجمیع المال ممنوع ہے لیکن یہ منع اس شخص کے حق میں ہے جس کا حال وہ ہو جو یہاں حدیث کے اخیر میں مذکور ہے ثُمَّ يَقْعُدُ يَسْتَكِفُ النَّاسَ یعنی سارا مال صدقہ کرکے اگلے دن لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلا کر سوال کرنے لگے۔

تصدق بجمیع المال میں اختلاف علماء: تصدق بجمیع المال کا مسئلہ مختلف فیہ ہے، امام نوویؒ شرح مسلمؒ میں فرماتے ہیں: ہمارا یعنی شافعیہ کا مسلک یہ ہے کہ تصدق بجمیع المال مستحب ہے لیکن اس کیلئے کچھ قیود و شرائط ہیں: ① وہ شخص قانع و صابر ہو، ② اس کے ذمہ کسی کا دین نہ ہو، ③ وہ شخص عیال دار نہ ہو اور اگر ذو عیال ہو تو پھر وہ عیال بھی اس کی طرح قانع وصابر ہوں، اور اگر یہ شروط موجود نہ ہوں تو پھر مکروہ ہے، قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں: عند الجمہور وعلماء الامصار تصدق بجمیع المال جائز ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ جائز نہیں سب کو رد کیا جائے وهو مروي عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه اور ایک قول یہ ہے کہ اگر کوئی اپنا تمام مال صدقہ کرے تو اس کا یہ تصرف صرف ثلث مال میں نافذ ہوگا باقی میں نہیں وهو مذهب اهل الشام وقيل ان زاد على النصف ردت الزيادة وهو محكي عن مكحول الشامي اه[1]، اس پر مزید کلام اگلے باب میں آئیگا۔

خَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى: بہترین صدقہ وہ ہے جس کے بعد متصدق میں غنی باقی رہے جس کی شکل یہ ہے کہ آدمی اپنی اور اپنے عیال کی ضرورت کے بقدر روک کر صدقہ کرے اس سے معلوم ہوا کہ تصدق بجمیع المال کے مقابلہ میں تصدق بما فضل عن الحاجۃ (جو مال اپنی ضرورت سے فاضل ہو) افضل ہے۔

---

[1] إكمال المعلم بفوائد مسلم — ج٣ص ٥٦٧، المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج٧ص ١٢٥

دو حدیثوں میں تطبیق: یہ ان لوگوں کے حق میں ہے جو زیادہ صابر وشاکر وقانع نہ ہوں اور جو لوگ صفت صبر وقناعت اور کمالِ یقین وتوکل کے ساتھ متصف ہوں، جیسے صدیق اکبرؓ ان کے حق میں تصدق بالجمیع ہی افضل ہے، جیسا کہ اگلے باب کی حدیث میں آرہا ہے کہ بہترین صدقہ جہد المقل ہے یعنی نادار آدمی محنت ومشقت برداشت کرکے کمائے اور پھر اس کو صدقہ کردے، اس سے ان دونوں حدیثوں میں بظاہر جو تعارض نظر آرہا ہے وہ بھی دور ہوگیا کہ یہ اختلاف اختلاف احوال واشخاص کے اعتبار سے ہے، اور دوسری توجیہ یہ ہوسکتی ہے کہ عَنْ ظَهْرِ غِنًى میں غنی سے عام مراد لیا جائے خواہ غنی المال ہو جو کہ عام لوگوں کے اعتبار سے ہے اور خواہ غنی النفس جو کہ قانعین اور صابرین کے اعتبار سے ہے پھر اس میں تصدق بجمیع المال بھی آجائے گا، اور علامہ سندھیؒ اس طرح تحریر فرماتے ہیں: غنی سے مراد عام ہے خواہ غنی قلبی ہو یا قالبی اور ظہر کی اضافت غنی کی طرف اضافتِ بیانیہ ہے آدمی جس طرح کمر کے سہارے سے ٹیک لگا کر بیٹھتا ہے جس سے اس کو آرام وسکون ملتا ہے اسی طرح جس صدقہ کے بعد غنیٰ ہوگا تو وہ غنیٰ اس کے لئے بمنزلہ ظہر اور پشت کے ہوگا کیونکہ صدقہ کے بعد اس کا سہارا اس غنیٰ پر ہوگا، اس پر مزید کلام آئندہ باب میں آئے گا۔

۱۶۷۵ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعْدٍ، سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ، يَقُولُ: "دَخَلَ رَجُلٌ الْمَسْجِدَ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَطْرَحُوا ثِيَابًا فَطَرَحُوا، فَأَمَرَ لَهُ مِنْهَا بِثَوْبَيْنِ، ثُمَّ حَثَّ عَلَى الصَّدَقَةِ، فَجَاءَ، فَطَرَحَ أَحَدَ الثَّوْبَيْنِ، فَصَاحَ بِهِ، وَقَالَ: «خُذْ ثَوْبَكَ».

ترجمہ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ایک صاحب مسجد میں داخل ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ صدقہ میں کپڑے دیں تو لوگوں نے صدقہ میں کپڑے دیئے تو صدقہ کے ان کپڑوں میں سے ۲ کپڑے، رسول اللہ ﷺ نے ان صاحب کو دینے کا حکم دیا پھر رسول اللہ ﷺ نے دوسرے موقع پر صدقہ کرنے پر لوگوں کو ابھارا تو ان صاحب نے (جن کو دو کپڑے صدقہ میں ملے تھے) اپنا ایک کپڑا صدقہ میں دے دیا تو رسول اللہ ﷺ نے ناراض ہو کر با آواز بلند فرمایا کہ تم اپنا کپڑا لے لو۔

تخریج سنن النسائي - الجمعة (١٤٠٨) سنن أبي داود - الزكاة (١٦٧٥)

شرح الحدیث یہ دوسرا قصہ ہے۔ پہلا قصہ بیضة من ذهب والا تھا، رجل سے سلیك غطفانی مراد ہیں جن کا قصہ ابواب الجمعہ میں بَابُ إِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ میں گزر چکا ہے یہ واقعہ نسائی شریف کی روایت میں ذرا تفصیل سے مذکور ہے چنانچہ حافظ منذری لکھتے ہیں: وأخرجه النسائي أتم منه. اھ(عون)۔

خلاصہ واقعہ کا یہ ہے کہ سلیک غطفانی ایک مرتبہ جبکہ حضور ﷺ خطبہ دے رہے تھے مسجد میں حاضر ہوئے اس وقت میں یہ بہت خستہ حال تھے بدن پر پورا لباس بھی نہیں تھا، بہت گھٹیا لباس میں تھے حضور ﷺ نے ان کی یہ حالت دیکھ کر خطبہ ہی کے

بیچ میں ان کو تحیۃ المسجد پڑھنے کا حکم فرمایا سارے لوگ جو اس وقت مسجد میں تھے اس شخص کیطرف متوجہ ہو گئے حضور اقدس ﷺ نے لوگوں کو صدقہ کی ترغیب دی اسکے فضائل بیان فرمائے لوگوں نے صدقہ میں بہت سے کپڑے پیش کئے آپ ﷺ نے ان میں سے دو کپڑے ان صاحب کو بھی دیئے تا کہ وہ اپنی لباس کی ہیئت درست کرلیں اسکے بعد جب دوسرا جمعہ آیا اور خطبہ جمعہ میں صدقہ کا ذکر آیا تو ان صاحب نے یہ کیا کہ گذشتہ جمعہ جو دو کپڑے حضور ﷺ نے انکو عنایت فرمائے تھے (ان کی برہنگی کیوجہ سے) ان دو میں سے ایک کپڑا انہوں نے بھی صدقہ میں پیش کیا جس پر حضور ﷺ کو بہت ناگواری ہوئی اور چیخ کر فرمایا: خُذْ ثَوْبَكَ پکڑ اپنا کپڑا، اھ، اس حدیث کے بارے میں منہل (ج ۹ ص ۳۲۷) میں لکھا ہے: وأخرجه أيضا الحاكم وصححه، اھ اور پہلے یہ آچکا ہی ہے کہ نسائی میں یہ روایت اور زیادہ تفصیل سے ہے۔

۱۶۷۶- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ خَيْرَ الصَّدَقَةِ مَا تَرَكَ غِنًى، أَوْ تُصُدِّقَ بِهِ عَنْ ظَهْرِ غِنًى، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ بہترین صدقہ وہ ہوتا ہے کہ اس صدقہ کرنے کے بعد آدمی مالدار رہے، یا یوں فرمایا کہ ایسا صدقہ کرنا چاہیئے کہ اس صدقہ نکالنے کے بعد آدمی کے پاس اس قدر مالدار ہو جس سے ٹیک اور سہارا لے سکے ...... اور تم ان لوگوں سے پہل کرو جن کا نفقہ تمہارے ذمہ لازم ہے (وہ تمہاری عیال میں ہیں)۔

تخریج: صحيح البخاري- الزكاة (١٣٦٠) صحيح البخاري- الزكاة (١٣٦١) صحيح البخاري- النفقات (٥٠٤٠) صحيح البخاري- النفقات (٥٠٤١) سنن النسائي- الزكاة (٢٥٣٤) سنن النسائي- الزكاة (٢٥٤٤) سنن أبي داود- الزكاة (١٦٧٦) مسند أحمد- باقي مسند المكثرين (٢/٢٣٠) مسند أحمد- باقي مسند المكثرين (٢/٢٤٥) مسند أحمد- باقي مسند المكثرين (٢/٢٥٢) مسند أحمد- باقي مسند المكثرين (٢/٢٧٨) مسند أحمد- باقي مسند المكثرين (٢/٢٨٨) مسند أحمد- باقي مسند المكثرين (٢/٣٩٤) مسند أحمد- باقي مسند المكثرين (٢/٤٠٢) مسند أحمد- باقي مسند المكثرين (٢/٤٣٤) مسند أحمد- باقي مسند المكثرين (٢/٤٧٦) مسند أحمد- باقي مسند المكثرين (٢/٤٨٠) مسند أحمد- باقي مسند المكثرين (٢/٥٢٤) مسند أحمد- باقي مسند المكثرين (٢/٥٢٧) سنن الدارمي- الزكاة (١٦٥١)

شرح الحدیث: یہ متن حدیث صحیح بخاری و مسلم میں بھی ہے حدیث کے جملۂ اولی کی تشریح تو پہلے گزر چکی، آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ صدقہ کی ابتداء اپنے گھر کے آدمیوں سے ہونی چاہیئے جن کا نفقہ آدمی کے ذمہ میں ہے عَالَ يَعُولُ اپنے اہل وعیال کا نفقہ برداشت کرنا۔

٤١- بَابٌ فِي الرُّخْصَةِ فِي ذَلِكَ

سارا مال صدقہ کرنے کی اجازت کا بیان

ذٰلِكَ کا اشارہ سابق ترجمۃ الباب کی طرف ہے یعنی تصدق بجمیع المال کی رخصت واجازت، اس باب کی حدیث پر کلام گزشتہ باب میں گزر چکا، جهد المقل یعنی قلیل المال کی مشقت، نادار کی کوشش، اس سے معلوم ہوا کہ فقیر (غنی القلب) کا صدقہ اگرچہ

مقدار میں کم ہو وہ افضل ہے غنی اور مالدار کے صدقہ سے اگرچہ اس کا صدقہ کتنی ہی بڑی مقدار میں ہو جیسا کہ ابوہریرہؓ کی ایک حدیث مرفوع میں ہے سَبَقَ دِرْهَمٌ مِائَةَ أَلْفِ دِرْهَمٍ (أخرجه النسائي وابن حبان والحاکم وصححه، کما في المنهل [1]) یعنی ایک درہم بعض مرتبہ ایک لاکھ دراہم سے بڑھ جاتا ہے صحابہ نے عرض کیا کیسے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ایک شخص جس کے پاس صرف دو درہم ہیں وہ ان میں سے ایک درہم صدقہ کرتا ہے اور دوسرا شخص وہ ہے جس پاس دراہم کا ڈھیر لگا ہوا ہے وہ ان میں سے ایک لاکھ اٹھا کر صدقہ کرتا ہے۔

١٦٧٧- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَيَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ الرَّمْلِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ جَعْدَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: «جُهْدُ الْمُقِلِّ، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کون سا صدقہ افضل ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ صدقہ جو ایک غریب فقیر اپنی محنت اور مشقت کی کمائی کے بعد حاصل کرے اور پھر اسے صدقہ کر دے۔۔۔ اور تم کو اپنی عیال سے پہل کرنی چاہیے۔

تخریج: صحیح البخاري- الزکاۃ (١٣٦٠) صحیح البخاري- الزکاۃ (١٣٦١) صحیح البخاري- النفقات (٥٠٤٠) صحیح البخاري- النفقات (٥٠٤١) سنن النسائي- الزکاۃ (٢٥٣٤) سنن النسائي- الزکاۃ (٢٥٤٤) سنن أبي داود- الزکاۃ (١٦٧٧) مسند أحمد- باقي مسند المکثرين (٢/ ٢٣٠) مسند أحمد- باقي مسند المکثرين (٢/٢٤٥) مسند أحمد- باقي مسند المکثرين (٢/٢٥٢) مسند أحمد- باقي مسند المکثرين (٢/٢٧٨) مسند أحمد- باقي مسند المکثرين (٢/٢٨٨) مسند أحمد- باقي مسند المکثرين (٢/٣٩٤) مسند أحمد- باقي مسند المکثرين (٢/٤٠٢) مسند أحمد- باقي مسند المکثرين (٢/٤٣٤) مسند أحمد- باقي مسند المکثرين (٢/٤٧٦) مسند أحمد- باقي مسند المکثرين (٢/٥٢٤) مسند أحمد- باقي مسند المکثرين (٢/٥٢٧) سنن الدارمي- الزکاۃ (١٦٥١)

١٦٧٨- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَهَذَا حَدِيثُهُ، قَالَا: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: "أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا أَنْ نَتَصَدَّقَ، فَوَافَقَ ذَلِكَ مَالًا عِنْدِي، فَقُلْتُ: الْيَوْمَ أَسْبِقُ أَبَا بَكْرٍ إِنْ سَبَقْتُهُ يَوْمًا. فَجِئْتُ بِنِصْفِ مَالِي، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا أَبْقَيْتَ لِأَهْلِكَ؟»، قُلْتُ: مِثْلَهُ، قَالَ: وَأَتَى أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بِكُلِّ مَا عِنْدَهُ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا أَبْقَيْتَ لِأَهْلِكَ؟» قَالَ: أَبْقَيْتُ لَهُمُ اللهَ وَرَسُولَهُ، قُلْتُ: لَا أُسَابِقُكَ إِلَى شَيْءٍ أَبَدًا.

ترجمہ: اسلم عدوی کہتے ہیں کہ میں نے عمر بن خطابؓ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا تو یہ حکم ایسے زمانے میں ارشاد فرمایا کہ میرے پاس اس زمانے میں بڑا مال موجود تھا تو میں نے اپنے دل سے سوچا اگر میں ابوبکرؓ سے کسی دن آگے بڑھ سکتا ہوں تو آج کے دن بڑھ سکتا ہوں پس میں نے اپنے پورے مال کا آدھا حصہ

---

[1] سنن النسائي- کتاب الزکاۃ- باب جهد المقل ٢٥٢٧، المستدرك على الصحيحين للحاکم- کتاب الزکاۃ ١٥١٩، المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود- ج ٩ ص ٣٢٨

خدمت نبوی ﷺ میں لاحاضر کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عمرؓ! تم نے اپنے گھر والوں کیلئے کیا چھوڑا؟ تو میں نے عرض کیا اتنا ہی مال (جتنا میں صدقہ کیلئے لایا ہوں) حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ ابو بکرؓ اپنے پاس موجود تمام سامان لے کر حاضر خدمت ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے دریافت کیا اے ابو بکرؓ! تم نے اپنے گھر والوں کیلئے کیا چھوڑا؟ تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ میں نے اپنے گھر والوں کے لئے اللہ اور اس کے رسول کی رضا مندی کو چھوڑا ہے، تو حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے دل میں کہا کہ ابو بکرؓ میں تم سے کبھی بھی کسی کار خیر میں آگے نہیں بڑھ سکتا۔

تخریج: جامع الترمذي - المناقب (٣٦٧٥) سنن أبي داود - الزكاة (١٦٧٨) سنن الدارمي - الزكاة (١٦٦٠)

شرح الحدیث: حضرت عمرؓ فرماتے ہیں ایک روز حضور ﷺ تسلیماً نے ہمیں صدقہ کرنیکا حکم فرمایا، اتفاق سے اس روز میرے پاس بہت سامال موجود تھا میں نے اپنے دل میں سوچا کہ اگر میں حضرت صدیق اکبرؓ سے بڑھ سکتا ہوں تو آج بڑھ سکتا ہوں (صدقہ میں) چنانچہ میں اپنے کل مال کا نصف لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: اپنے گھر والوں کیلئے کیا چھوڑا؟ میں نے عرض کیا اسی کے برابر، اور ابو بکر صدیقؓ جو کچھ تھا سب لے آئے، آپ ﷺ نے ان سے بھی یہی دریافت کیا کہ گھر والوں کیلئے کیا چھوڑا؟ انہوں نے عرض کیا ان کیلئے میں نے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑا (یعنی اللہ اور رسول کی خوشنودی ان کے لئے چھوڑی)۔

قُلْتُ: لَا أُسَابِقُكَ إِلَى شَيْءٍ أَبَدًا: عمرؓ فرماتے ہیں میں نے کہا (دل میں یا ظاہر میں) کہ میں تم سے کبھی کسی نیکی میں سبقت نہیں لے جا سکتا۔

تصدق بجميع المال: اس واقعہ سے تصدق بجمیع المال کی اولویت یا کم از کم جواز ثابت ہو رہا ہے لیکن ایسے ہی شخص کے لئے جو یقین و توکل میں کمال رکھتا ہو۔

صاحب منہل لکھتے ہیں بہتر یہی ہے کہ اس کو جواز کا درجہ دیا جائے نہ کہ استحباب کا، اس لئے کہ دوسری احادیث صحیحہ سے تصدق بالبعض کا افضل ہونا ثابت ہے، اسی طرح کعب بن مالک کا قصہ بھی اسی کو مقتضی ہے اور وہ قصہ وہ ہے جس کو امام ابو داودؒ کتاب الأيمان والنذور میں بَابٌ فِيمَنْ نَذَرَ أَنْ يَتَصَدَّقَ بِمَالِهِ کے تحت لائے ہیں جس میں یہ ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ سے عرض کیا: إِنَّ مِنْ تَوْبَتِي إِلَى اللهِ أَنْ أَخْرُجَ مِنْ مَالِي كُلِّهِ إِلَى اللهِ وَإِلَى رَسُولِهِ صَدَقَةً؟ قَالَ: «لَا»، یعنی میری توبہ کی تکمیل اس میں ہے کہ میں اپنے سارے مال کو صدقہ کر دوں، آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، ایسا نہ کرو انہوں نے پھر عرض کیا کہ اچھا! نصف مال صدقہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا نہیں، انہوں نے عرض کیا اچھا! ثلث مال صدقہ کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں ٹھیک ہے ایک ثلث کر دو، اھ [1]، اسی کے جمہور علماء قائل ہیں اور بعض علماء جیسے امام مالکؒ و اوزاعیؒ فرماتے ہیں: لا يجوز التصدق إلا بالثلث

[1] سنن أبي داود - كتاب الأيمان والنذور - باب فيمن نذر أن يتصدق بماله ٣٣٢١

ویرد علیه الثلثان، وهو روایة عن مکحول الشامي وعنه أیضًا یرد علیه ما زاد علی النصف اھ، من منهل، وحدیث الباب أخرجه أیضًا الترمذي والحاکم وصححاہ [1]۔

فائدہ: احادیث شریفہ سے صدقہ کی بڑی فضیلت اور فوائد معلوم ہوتے ہیں چنانچہ ترمذی شریف میں ہے: عن أنس بن مالك مرفوعًا إنّ الصّدقةَ لتُطفئُ غضبَ الرّبّ وتدفعُ ميتةَ السُّوء [2]، وفي حدیث آخر بادروا بالصدقة، فإنّ البلاء لا یتخطّاها [3]، (صدقہ میں جلدی کرو اس لئے کہ بلاء اور مصیبت صدقہ سے آگے نہیں بڑھ سکتی) رواہ أبو الحسن رزین بن معاویة العبدري (منهل [4])۔

٤٢۔ بَابٌ فِي فَضْلِ سَقْيِ الْمَاءِ

لوگوں کو پانی مہیا کر کے سیراب کرنے کی فضیلت کا بیان

١٦٧٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ سَعِيدٍ، أَنَّ سَعْدًا، أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَيُّ الصَّدَقَةِ أَعْجَبُ إِلَيْكَ؟ قَالَ: «الْمَاءُ».

ترجمہ حضرت سعد بن عبادہؓ خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: آپ کو اے اللہ کے رسول! کون سا صدقہ زیادہ پسند ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے پانی کا صدقہ زیادہ محبوب ہے۔

١٦٨٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، وَالْحَسَنِ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

ترجمہ گزشتہ حدیث والا مضمون اس حدیث میں اس بھی مذکور ہے۔

تخریج سنن النسائي - الوصایا (٣٦٦٤) سنن النسائي - الوصایا (٣٦٦٥) سنن النسائي - الوصایا (٣٦٦٦) سنن أبي داود - الزکاة (١٦٧٩) سنن ابن ماجه - الأدب (٣٦٨٤)

شرح الحدیث حضرت سعد بن عبادہؓ نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ میری والدہ کا انتقال ہو گیا اگر میں ان کے ایصالِ ثواب کے لئے صدقہ کروں تو کس چیز کا صدقہ کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا پانی کا، پانی سے مراد عام ہے خواہ آدمیوں کے پینے کیلئے ہو خواہ جانوروں کے یا کھیت وغیرہ کے یا طہارت کیلئے، آپ ﷺ نے پانی کے تصدق کو افضل قرار دیا اس لئے کہ پانی عام

---

[1] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج ٩ ص ٣٣٠

[2] جامع الترمذي - کتاب الزکاة - باب ما جاء في فضل الصدقة ٦٦٤

[3] جامع الأصول في أحادیث الرسول ٤٦٤٥ — ج ٦ ص ٤٤٦

[4] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج ٩ ص ٣٣٠

حاجت وضرورت کی چیز ہے اس کا نفع بہت عام ہے اور خصوصاً عرب جیسے ملک حار میں جہاں پانی کی قلت ہے۔

میت کو کن اعمال کا ثواب پہنچتا ہے؟ اور اسمیں مذاہب ائمہ: اس [1] سے معلوم ہوا کہ میت کو صدقہ کا ثواب پہونچتا ہے، امام نوویؒ شرح [2] مسلم میں لکھتے ہیں: اس پر علماء کا اجماع ہے کہ میت کو صدقہ کا ثواب پہونچتا ہے اسی طرح میت کے حق میں دعاء کے نافع ہونے پر بھی اجماع ہے اور ایسے ہی قضاء الدین عن المیت نیز حجۃ الاسلام (حج فرض) عن المیت بھی معتبر ہے ایسے ہی حج التطوع علی الأصح عندنا البتہ صوم عن المیت میں اختلاف ہے، قراءۃ قرآن میں ہمارا مشہور مذہب یہ ہے کہ اس کا ثواب نہیں پہونچتا، امام احمدؒ کے نزدیک پہونچتا ہے، اھ [3]۔

(قلت) خلاصہ مذاہب یہ ہے کہ عبادات مالیہ کا ثواب بالا تفاق پہونچتا ہے اور عبادات بدنیہ میں سے دعا کا حکم بھی یہی ہے باقی دوسری عبادات بدنیہ مثلاً نماز، تلاوت، قرآن وغیرہ میں اختلاف ہے۔ شافعیہ کے نزدیک نہیں پہونچتا، حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک پہونچتا ہے، مالکیہ کا مذہب جیسا کہ الشرح الکبیر وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے یہ ہے کہ ان کے نزدیک قرآن کا ثواب محض میت کی نیت سے پڑھنے سے نہیں پہونچتا البتہ اگر تلاوت کرنیوالا اللہ تعالی سے یہ دعاء کر کے تلاوت کرے کہ یا اللہ اپنے فضل سے اس کا ثواب فلاں میت کو پہونچادے تو پہونچتا ہے، گویا دعاء کے توسط سے پہونچتا ہے بغیر اس کے نہیں واللہ تعالی أعلم، یاد پڑتا ہے کسی کتاب میں غالباً قصص الاولیاء..... میں پڑھا تھا کہ عزالدین بن عبد السلام کو کسی نے ان کے انتقال کے بعد خواب میں دیکھا تو وہ فرمانے لگے کہ ہم تو یوں کہتے ہیں کہ میت کو قراءۃ قرآن کا ثواب نہیں پہونچتا لیکن یہاں آکر ہم نے اس کو خلاف پایا۔

۱۶۸۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ، أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ أُمَّ سَعْدٍ مَاتَتْ، فَأَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟، قَالَ: «الْمَاءُ». قَالَ: فَحَفَرَ بِئْرًا، وَقَالَ: هَذِهِ لِأُمِّ سَعْدٍ.

ترجمہ: حضرت سعد بن عبادہؓ سے راویت ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! (میری والدہ) ام سعد کا انتقال ہو گیا تو کونسا صدقہ زیادہ افضل ہے؟ (میں صدقہ کر کے ان کو ایصال ثواب کرنا چاہتا ہوں) تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: پانی کا صدقہ زیادہ افضل ہے، تو حضرت سعدؓ نے ایک کنواں کھدوایا اور فرمایا کہ اس کنویں کا ثواب (میری والدہ) ام سعد کیلئے ہے۔

---

[1] لیکن یہ حدیث منقطع ہے اس لئے کہ سعید بن المسیبؒ اور حسن بصریؒ دونوں نے سعد بن عبادہ کو نہیں پایا، اس لئے کہ سعدؓ کی وفات ۱۵ھ بلکہ ۱۴ھ میں ہے اور ابن المسیبؒ کی ولادت ۱۵ھ میں ہے اور حسن بصریؒ کی ۲۱ھ میں، کذا فی البذل والمنہل، لیکن صاحب منہل لکھتے ہیں: اس میں کچھ مضائقہ نہیں اس لئے کہ حضرت سعید بن المسیبؒ اور خواجہ حسن بصریؒ کے بارے میں یہ ہے: انہما لا یرویان إلا عن ثقة اھ

[2] تحت حديث عائشة، أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ أُمِّي افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَلَمْ تُوصِ، وَأَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ، أَفَلَهَا أَجْرٌ، إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا؟ قَالَ: «نَعَمْ» اهـ(صحيح مسلم - كتاب الوصية - باب وصول ثواب الصدقة عن الميت إليه ۱۰۰٤) اس حدیث میں تو سوال ہی یہ کیا گیا تھا کہ میت کو ثواب پہنچتا ہے یا نہیں؟ ۱۲۔

[3] المنہاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج ۷ ص ۹۰

تخريج: سنن النسائي - الوصايا (٣٦٦٤) سنن النسائي - الوصايا (٣٦٦٥) سنن النسائي - الوصايا (٣٦٦٦) سنن أبي داود - الزكاة (١٦٨١) سنن ابن ماجه - الأدب (٣٦٨٤)

١٦٨٢ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ إِشْكَابٍ، حَدَّثَنَا أَبُو بَدْرٍ، حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ - الَّذِي كَانَ يَنْزِلُ فِي بَنِي دَالَانَ - عَنْ نُبَيْحٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «أَيُّمَا مُسْلِمٍ كَسَا مُسْلِمًا ثَوْبًا عَلَى عُرْيٍ، كَسَاهُ اللهُ مِنْ خُضْرِ الْجَنَّةِ، وَأَيُّمَا مُسْلِمٍ أَطْعَمَ مُسْلِمًا عَلَى جُوعٍ، أَطْعَمَهُ اللهُ مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّةِ، وَأَيُّمَا مُسْلِمٍ سَقَى مُسْلِمًا عَلَى ظَمَإٍ، سَقَاهُ اللهُ مِنَ الرَّحِيقِ الْمَخْتُومِ».

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو مسلمان کسی مسلمان کو برہنہ ہونے کی حالت میں کپڑے پہنائے تو اللہ پاک ایسے شخص کو جنت کے سبز کپڑے پہنائیں گے، اور جو کوئی مسلمان کسی مسلمان کو بھوک کی حالت میں کھانا کھلائے تو اللہ پاک اسکو جنت کے میوے کھلائیں گے، اور جو کوئی مسلمان کسی مسلمان کو پیاسے ہونے کی حالت میں پانی پلائے تو اللہ پاک اسکو مہر لگی ہوئی شراب سے سیراب کریں گے۔

تخریج: جامع الترمذي - صفة القيامة والرقائق والورع (٢٤٤٩) سنن أبي داود - الزكاة (١٦٨٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٤/٣)

٤٣ - بَابٌ فِي الْمَنِيحَةِ

اپنا جانور کسی دوسرے کو دینا کہ دوسرا شخص اسکے دودھ یا اون سے فائدہ اٹھائے پھر یہ جانور مالک کو واپس کردے اسکی فضیلت کا بیان

منحۃ اور منیحۃ دونوں لغت ہیں، عطیہ اور ہدیہ کی ایک خاص صورت ہے جس میں تملیك المنفعة ہوتی ہے نہ کہ تملیك الرقبه، اسی لئے ہر چیز کا منیحۃ اسی کے مناسب ہوتا ہے، مثلاً ذہب وفضہ کی منیحۃ یہ ہے کہ دراہم ودنانیر کسی کو بطور قرض دینا اور منیحۃ اللبن یہ ہے کہ دودھ دینے والی اونٹنی یا بکری چند روز کیلئے عاریۃً کسی کو دینا کہ کچھ روز وہ اس سے منتفع ہو کر پھر مالک کو واپس کردے، اور درختوں کا منیحۃ یہ ہے کہ پھلدار درخت چند روز کے لئے عاریۃً کسی کو دیدے تاکہ وہ اس کے پھلوں سے منتفع ہو، اور بعض علماء کہتے ہیں کہ منیحۃ خاص ہے دودھ والی بکری یا اونٹنی کے ساتھ۔

١٦٨٣ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، قَالَ: أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عِيسَى - وَهَذَا حَدِيثُ مُسَدَّدٍ وَهُوَ أَتَمُّ - عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ حَسَّانَ بْنِ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِي كَبْشَةَ السَّلُولِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَرْبَعُونَ خَصْلَةً أَعْلَاهُنَّ مَنِيحَةُ الْعَنْزِ، مَا يَعْمَلُ رَجُلٌ بِخَصْلَةٍ مِنْهَا رَجَاءَ ثَوَابِهَا، وَتَصْدِيقَ مَوْعُودِهَا، إِلَّا أَدْخَلَهُ اللهُ بِهَا الْجَنَّةَ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: فِي حَدِيثِ مُسَدَّدٍ، قَالَ حَسَّانُ: فَعَدَدْنَا مَا دُونَ مَنِيحَةِ الْعَنْزِ مِنْ رَدِّ السَّلَامِ، وَتَشْمِيتِ الْعَاطِسِ، وَإِمَاطَةِ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ وَنَحْوِهِ، فَمَا اسْتَطَعْنَا أَنْ نَبْلُغَ خَمْسَةَ عَشَرَ خَصْلَةً.

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ چالیس نیک کام ایسے ہیں..... ان کاموں میں سب سے افضل عمل ایک بکری عاریۃً دینا ہے اسکے دودھ، اون سے فائدہ اٹھانے کیلئے..... جو شخص ان چالیس کاموں میں سے کوئی ایک نیک کام کرے اسکے ثواب کی امید کر کے اور اللہ پاک کے وعدے پر یقین کرتے ہوئے تو اللہ پاک ایسے شخص کو اس نیک کام کی وجہ سے جنت میں داخل فرمائیں گے۔ امام ابو داودؒ فرماتے ہیں کہ مسدد کی حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ حسان بن عطیہ فرماتے ہیں کہ ہم نے مذکورہ بالا بکری کا عطیہ کے علاوہ ہم نے دیگر نیک کام سلام کا جواب دینا، چھینکنے والے کو جواب دینا، رستہ سے تکلیف دے شئے کو ہٹانا وغیر کو شمار کیا تو ہم پندرہ نیک کام بھی شمار نہ کر سکے۔

تخریج صحيح البخاري - الهبة وفضلها والتحريض عليها (٢٤٨٨) سنن أبي داود - الزكاة (١٦٨٣) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/١٦٠) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/١٩٤) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/١٩٧)

شرح الحديث عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا چالیس خصلتیں اور نیک کام ایسے ہیں جن میں سب سے اعلیٰ واونچی خصلت منیحۃ العنز ہے بکری کا منیحۃ (یعنی اس کے علاوہ جو باقی انتالیس خصلتیں و عمل ہیں وہ سب اس سے کم درجہ کے ہیں جن کو اختیار کرنا اور بھی آسان ہے) جو شخص ان خصلتوں میں سے کسی ایک خصلت کو اختیار کرے گا ثواب کی امید اور اللہ ورسول کے وعدے پر یقین کے ساتھ تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

اس حدیث میں آپ ﷺ نے ان چالیس خصلتوں کی (جو کہ جنت میں لے جانے والی ہیں) تعیین نہیں فرمائی اور ان کو شمار نہیں کرایا صرف اتنا بتایا مجملہ ان کے منیحۃ العنز بھی ہے اور یہ منیحۃ العنز ان میں سے سب سے اونچی خصلت ہے باقی سب اس سے کم ہی ہیں۔

اب یہاں فطری طور پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ باقی اعمال کیا ہیں؟ چنانچہ حسان بن عطیہ راوی حدیث فرماتے ہیں کہ ہم نے ان باقی کو احادیث کے ذخیروں میں تلاش کرنا چاہا تو تلاش کرنے سے پندرہ خصلتیں بھی معلوم نہ ہو سکیں، جو ان کو معلوم ہو سکیں ان میں سے چند کو انہوں نے بیان کیا جیسے رد السلام، تشمیت العاطس اور اماطة الأذى عن الطريق وغیرہ۔

یہ حدیث [1] صحیح بخاری میں بھی ہے کتاب الهبة وفضلها بَاب فَضْلِ الْمَنِيحَة کے ذیل میں، حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں ابن بطالؒ مشہور شارح حدیث سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا ظاہر ہے کہ آپ ﷺ ان تمام خصال کو جانتے تھے لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ نے کسی مصلحت سے ان کو شمار نہیں کرایا اور وہ مصلحت یہ ہو سکتی ہے کہ ایسا نہ ہو تعیین کے بعد لوگ باقی اعمال خیر کو ترک کر دیں اور صرف ان چالیس ہی پر اکتفاء کر بیٹھیں، پھر آگے فرماتے ہیں: لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اگر حسان

---

[1] صاحب عون المعبود لکھتے ہیں: اس حدیث کو امام بخاریؒ نے روایت کیا ہے لیکن تعجب ہے حافظ منذریؒ سے کہ انہوں نے اس حدیث کو (ابوداؤد کی شرح میں) بخاری کی طرف منسوب نہیں کیا، اور علامہ مناویؒ فرماتے ہیں کہ حاکم کو وہم ہو گیا انہوں نے اس حدیث کو المستدرک میں ذکر کر دیا اھ حالانکہ مستدرک میں تو وہ حدیث ہونی چاہیئے جو امام بخاریؒ کی شرط کے موافق ہونے کے باوجود صحیح بخاری میں موجود نہ ہو، ۱۲ اھ۔

راوی کو تلاش کرنے سے ان خصلتوں کا پتہ نہیں چل سکا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کسی اور کو بھی پتہ نہ چل سکے چنانچہ ہم نے ان کو مختلف احادیث میں تلاش کیا تو وہ سب خصلتیں بحمد اللہ تعالیٰ مل گئیں بلکہ چالیس سے بھی زائد اور پھر انہوں نے ان سب کو بیان کیا، حافظؒ فرماتے ہیں کہ بخاری کے ایک دوسرے مشہور شارح ابن المنیرؒ نے ابن بطالؒ پر رد کرتے ہوئے کہا کہ اسکی کیا دلیل ہے کہ حضور ﷺ کی مراد ان چالیس سے یہی خصلتیں ہیں جو آپ نے تلاش کر کے شمار کرائی ہیں، نیز شمار کرادینا تو آسان کام ہے لیکن وہ قید جو یہاں حدیث میں مذکور ہے کہ وہ باقی سب کی سب منیحة العنز سے کم درجہ کی ہیں یہ شرط ان میں کہاں پائی جا رہی ہے جو آپ نے تلاش کی ہیں؟ بلکہ صورت حال یہ ہے کہ بعض ان میں سے منیحة العنز کے مساوی ہیں اور بعض اس سے بھی اونچی ہیں، نیز انہوں نے فرمایا کہ جب کسی مصلحت سے خود حضور اکرم ﷺ نے ان کو شمار نہیں کرایا حالانکہ آپ ﷺ یقیناً ان کو جانتے تھے تو پھر ہمیں بھی ان کی تعیین کے درپے نہ ہونا چاہئے، انتھی کلامہ اسی طرح علامہ کرمانیؒ نے بھی ابن بطالؒ کی تردید کی اور فرمایا: ان کا کلام رجم بالغیب کے قبیل سے ہے، حافظ ابن حجرؒ اس سب کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس بات میں تو میں ابن بطالؒ کے ساتھ ہوں کہ ان بقیہ خصال کو مختلف احادیث میں تلاش کرنا چاہئے تلاش کرنے سے مل سکتی ہیں لیکن اس بات میں میں ابن المنیرؒ کے ساتھ ہوں کہ واقعی ابن بطالؒ نے جو تلاش کی ہیں ان میں سے بعض منیحة العنز سے کم درجہ کی نہیں ہیں [1]۔

٤٤ - بَابُ أَجْرِ الْخَازِنِ

خزانچی کے مال خرچ کرنے پر ثواب کا بیان

خازن یعنی خزانچی اور محافظ مال و نگران مطبخ وغیرہ۔

١٦٨٤ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، الْمَعْنَى وَاحِدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ الْخَازِنَ الْأَمِينَ الَّذِي يُعْطِي مَا أُمِرَ بِهِ كَامِلًا مُوَفَّرًا، طَيِّبَةً بِهِ نَفْسُهُ، حَتَّى يَدْفَعَهُ إِلَى الَّذِي أُمِرَ لَهُ بِهِ أَحَدُ الْمُتَصَدِّقِينَ».

ترجمہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ایسا خزانچی جو امانت دار ہو اور اسے جب کسی مستحق شخص کو دینے کو جس قدر مال دینے کا کہا جائے وہ اتنا مال پورا پورا خوشی خوشی (خوش دلی کے ساتھ) اس مستحق (فقیر) کو ادا کرے جس کو دینے کا مالک نے کہا تھا تو یہ خزانچی بھی صدقہ کرنے والوں میں سے ایک ہے۔

تخریج صحيح البخاري - الزكاة (١٣٧١) صحيح البخاري - الإجارة (٢١٤١) صحيح البخاري - الوكالة (٢١٩٤) صحيح مسلم - الزكاة (١٠٢٣) سنن النسائي - الزكاة (٢٥٦٠) سنن أبي داود - الزكاة (١٦٨٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٣٩٤)

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج٥ ص٢٤٥

شرح الحدیث: جو محافظ مال ونگراں جو کہ امانتدار ہو (جس کا حال وہ ہو جو آگے حدیث میں آرہا ہے) مالک نے جو کچھ اس کو صدقہ کرنے کو کہا ہو اس کو وہ خوش دلی کے ساتھ پورا پورا دیدے اس کا شمار بھی صدقہ کرنے والوں میں ہے۔

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اصل مالک تو صدقہ کرنا چاہتا ہے اور وہ اس کا حکم بھی کر دیتا ہے لیکن یہ نیچے والے ماتحت لوگ خزانچی وغیرہ پورا دینے کو تیار نہیں ہوتے پاؤں ملتے ہیں ٹال مٹول کرتے ہیں حالانکہ ان کا اپنا کچھ خرچ نہیں ہورہا ہے، لیکن حب مال اور شدتِ بخل کیوجہ سے ایسا کرتے ہیں لیکن سبھی ایسے نہیں ہوتے بعض ان میں سے سخی اور زندہ دل ہوتے ہیں خوشی خوشی پورا پورا دیدیتے ہیں ایسے ہی حضرات کی حضور ﷺ تعریف فرمارہے ہیں۔

أَحَدُ الْمُتَصَدِّقَيْنِ کو تثنیہ اور جمع دونوں طرح پڑھا گیا ہے اگر جمع ہے تو اس کا ترجمہ اوپر کر دیا گیا ہے اور تثنیہ ہونے کی صورت میں مطلب یہ ہے کہ ایک متصدق تو اصل مالک ہے اور دوسرا متصدق یہ شخص مامور ہے، دونوں ثواب صدقہ میں شریک ہیں باقی یہ ضروری نہیں کہ دونوں کا ثواب برابر ہو بلکہ ایک کا دوسرے سے کم زیادہ ہو سکتا ہے بعض صورتوں میں مالک کا ثواب زائد ہوگا اور بعض صورتوں میں پہونچانے [1] والے کا۔

٤٥ - بَابُ الْمَرْأَةِ تَتَصَدَّقُ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا

بیوی شوہر کے گھر سے اگر صدقہ کرے تو اسکا کیا شرعی حکم ہے؟ [2]

١٦٨٥ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ، كَانَ لَهَا أَجْرُ مَا أَنْفَقَتْ، وَلِزَوْجِهَا أَجْرُ مَا اكْتَسَبَ، وَلِخَازِنِهِ مِثْلُ ذَلِكَ، لَا يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ أَجْرَ بَعْضٍ».

---

[1] مثلاً اگر بہت سامال ہے اور جس کو دیا جارہا ہے وہ دروازہ ہی پر کھڑا ہے جس میں مامور کو اس تک پہونچانے میں کچھ بھی مشقت اٹھانی نہیں پڑی ظاہر ہے کہ اس وقت مالک کو ثواب زائد ہوگا، اور اگر مال بہت کم ہے اور جہاں پہونچانا ہے وہ جگہ بہت دور ہے تو اس صورت میں مامور کا ثواب زائد ہوگا (المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج ٩ ص ٣٣٦)۔

[2] زوجہ مال زوج سے صدقہ کر سکتی ہے یا نہیں اس میں روایات مختلف ہیں بعض میں اجازت کی قید مذکور ہے بعض میں نہیں اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اشیاء دے سکتی ہے بعض نہیں، تر چیزیں جو رکھنے سے خراب ہو جاتی ہیں وہ دے سکتی ہے اس کے علاوہ نہیں ونحو ذلك من الاختلافات، جواب یہ ہے کہ اسمیں اصل یہ ہے کہ بغیر اجازت کے لینا جائز نہیں ہے لیکن اجازت کی دو قسمیں ہیں "دلالۃً" دوسری "صراحۃً" تو صراحۃً ہونا ضروری نہیں بلکہ دلالۃً بھی کافی ہے اب جن روایات میں اجازت کا ذکر نہیں وہ محمول ہیں روایات مقیدہ بالاذن پر کیونکہ یہ تقیید اصول وضوابط کے مطابق ہے اب یہ کہ بعض روایات میں جو مطلقاً مذکور ہے اور کہیں مقید آسو اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اسمیں عادات الناس مختلف ہیں بعض ملکوں اور شہروں میں اجازت پہلے ہی سے ہوتی ہے، جیسے عربوں کے یہاں عام طور سے کہ ان میں سخاوت کا مادہ ہوتا ہے اور مہمان نوازی کا اس لئے اس کے پیش نظر ضرورت نہیں سمجھی اور قید کو ذکر نہیں کیا۔ نیز یہ ساری بحث اسمیں ہے کہ عورت مال زوج سے صدقہ کرے اور اگر وہ اپنے مال سے صدقہ کرے تو اس میں عند الجمہور اذن زوج کی شرط نہیں البتہ امام مالکؒ کے نزدیک اس میں بھی اذن زوج ضروری ہے کذا تذکر من کلام الشیخ قدس سرہ ۱۲۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جب عورت اپنے شوہر کے گھر سے خرچہ کرے (شوہر کی اجازت سے) اس عورت کی نیت شوہر کے مال کو خراب اور ضائع کرنے کی نہ ہو تو اس عورت کو اس کے خرچ کرنے کے عمل کا ثواب ملے گا اور اسکے شوہر کو اس مال کی کمائی کا ثواب ملے گا اور خزانچی کو بھی اس قدر ثواب ملے گا۔ ان میں سے کسی کا ثواب، دوسرے شخص کی وجہ سے کم نہ ہو گا۔

تخریج: صحيح البخاري - الزكاة (١٣٥٩) صحيح البخاري - الزكاة (١٣٧٠) صحيح البخاري - الزكاة (١٣٧٢) صحيح البخاري - الزكاة (١٣٧٣) صحيح البخاري - البيوع (١٩٥٩) صحيح مسلم - الزكاة (١٠٢٤) جامع الترمذي - الزكاة (٦٧١) جامع الترمذي - الزكاة (٦٧٢) سنن أبي داود - الزكاة (١٦٨٥) سنن ابن ماجه - التجارات (٢٢٩٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٤٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٩٩) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٢٧٨)

شرح الحدیث: صاحب خانہ گھر کی ضروریات کیلئے کھانے پینے کا جو سامان اپنی گھر والی کے حوالہ کرتا ہے تو کیا اسکو اس میں سے صدقہ کرنیکا حق ہے یا نہیں؟

اسی طرح مطبخ کے جو خادم و ناظم ہوتے ہیں تو وہ اس کھانے میں سے کچھ صدقہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ (لیکن ناظم مطبخ وخازن کا مسئلہ تو مستقلاً گزشتہ باب میں گزر چکا ہے) اس سلسلہ میں اکثر شراح حدیث نے شروع میں قاضی ابو بکر ابن العربیؒ کا کلام نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں عورت گھر کی چیزوں میں سے کچھ صدقہ کر سکتی ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے بعض علماء تو یہ فرماتے ہیں کہ ایسی معمولی چیز جس کی عام طور سے لوگ پرواہ نہیں کرتے اور التفات نہیں کرتے ایسی شئ کو عورت صدقہ کر سکتی ہے (اس میں کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں)، اور بعض علماء یہ فرماتے ہیں اس کا مدار اجازت زوج پر ہے، جس قسم کی چیز کی اس کی طرف سے اجازت ہو صراحتًہ یا دلالۃً یعنی قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ شوہر کو اس میں کوئی اشکال نہ ہو گا تو ایسی چیز کو صدقہ کر سکتی ہے اس کے علاوہ نہیں، امام بخاریؒ کا میلان اسی طرف ہے، چنانچہ انہوں نے ترجمۃ الباب میں اجازت کی قید ذکر کی ہے (وہ فرماتے ہیں) اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس کا مدار عادات الناس پر ہو جس جگہ کے لوگوں کی جیسی عادات ہونگی اسی کا اعتبار ہو گا، اور عدم افساد کی قید جو کہ حدیث میں مصرح ہے وہ تو بالاجماع معتبر ہے یعنی عورت جو چیز صدقہ کرے وہ سلیقہ و اعتدال کے ساتھ ہو اس میں بے تکا پن ہرگز نہ ہو، مثلاً زیادہ مقدار میں دینے لگے یا ایسے شخص کو دے جس کو دینا مناسب نہیں یا شوہر کو پسند نہیں وغیرہ وغیرہ، اور بعض علماء کی یہ رائے ہے کہ ان احادیث میں عورت اور خادموں کے خرچ کرنے سے مراد صاحب مال کے اہل وعیال پر خرچ کرنا ہے، دوسرے لوگوں فقراء ومساکین وغیرہ کو دینا مراد نہیں ہے، اور بعض علماء نے اس میں بیوی اور خادم کے حکم میں فرق کیا ہے کہ بیوی کو تو مال زوج میں حق تصرف صدقہ وغیرہ کا حدود کے اندر رہتے ہوئے حاصل ہے اور خادموں کو بغیر اجازت کے دینا جائز نہیں، انتہی کلام ابن العربی۔ میں کہتا ہوں اس آخری قول کو امام بخاریؒ نے اختیار فرمایا ہے اس لئے کہ انہوں نے اس بارے میں دو باب قائم فرمائے ہیں خادم سے متعلق باب کو امر کیساتھ مقید کیا ہے اور زوجہ سے متعلق باب کو غیر مفسدۃ کے ساتھ مقید کیا ہے اس میں انہوں نے امر زوج کی قید کو ذکر نہیں کیا۔

ایک اشکال وجواب: لیکن یہاں ایک اشکال ہے وہ یہ کہ یہاں آگے ابو ہریرہؓ کی ایک حدیث مرفوع آرہی ہے اور یہی حدیث بخاری کی کتاب البیوع میں بھی ہے اس میں یہ ہے إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ كَسْبِ زَوْجِهَا مِنْ غَيْرِ أَمْرِهِ، فَلَهَا نِصْفُ أَجْرِهِ[1]، اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ عورت شوہر کی اجازت کے بغیر گھر کی چیزوں میں سے صدقہ کر سکتی ہے نیز یہ کہ اس صورت میں عورت کو نصف اجر ملے گا جس کا مفہوم یہ ہوا کہ اگر اجازت سے دیگی تو اس کو پورا ثواب ملے گا، حالانکہ یہ بات دوسری احادیث کے خلاف ہے جن میں یہ ہے: لَا يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ أَجْرَ بَعْضٍ، اس کا حل حافظ صاحبؒ نے بہت اچھا لکھا ہے وہ یہ کہ اس سے مراد عورت کا اس مال میں سے خرچ کرنا ہے جو شوہر نے اس کے حصہ میں لگا دیا ہے پھر وہ عورت خاص اس اپنے حصہ میں سے خرچ کرتی ہے لہٰذا اس میں اجازت زوج کی حاجت نہیں ہے، حافظ صاحبؒ پھر آگے فرماتے ہیں اور یا یہ تاویل کیجائے کہ اس حدیث میں اذن صریح و تفصیلی کی نفی مراد ہے، اذن مطلق کی نفی مراد نہ لی جائے اس لئے کہ شوہر کی رائے کیخلاف دینے میں عورت کے لئے بجائے اجر کے وزر ہے، اور نصف اجر کی توجیہ یہ کی جائے کہ اس کا مطلب یہ نہیں عورت کا اجر اجر شوہر سے نصف ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ دونوں کا اجر برابر ہے یعنی دونوں کا اجر جمع کیا جائے تو اس میں سے ہر ایک کا حصہ نصف نصف ہوگا، جب کسی چیز کو برابر دو جگہ تقسیم کرنا ہوتا ہے تو کہتے ہیں نصف نصف لے لو اھ[2]، اور منہل میں لکھا ہے کہ علامہ کرمانیؒ نے اس حدیث کو اس کے ظاہر پر رکھتے ہوئے فرمایا کہ لَا يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ أَجْرَ بَعْضٍ تو اس صورت میں ہے جب عورت باذن زوج صدقہ کرے اور عدم اذن کی صورت میں ثواب آدھا آدھا ملتا ہے۔

۱۶۸۶- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَوَّارٍ الْمِصْرِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ يُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنْ زِيَادِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ حَيَّةَ، عَنْ سَعْدٍ، قَالَ: "لَمَّا بَايَعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النِّسَاءَ، قَامَتِ امْرَأَةٌ جَلِيلَةٌ كَأَنَّهَا مِنْ نِسَاءِ مُضَرَ. فَقَالَتْ: يَا نَبِيَّ اللهِ، إِنَّا كَلٌّ[3] عَلَى آبَائِنَا. وَأَبْنَائِنَا - قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَأُرَى فِيهِ: وَأَزْوَاجِنَا - فَمَا يَحِلُّ لَنَا مِنْ أَمْوَالِهِمْ؟ فَقَالَ: «الرَّطْبُ تَأْكُلْنَهُ وَتُهْدِينَهُ» . قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "الرَّطْبُ: الْخُبْزُ وَالْبَقْلُ وَالرُّطَبُ". قَالَ أَبُو دَاوُدَ، وَكَذَا رَوَاهُ الثَّوْرِيُّ، عَنْ يُونُسَ.

ترجمہ حضرت سعد الانصاریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب خواتین کو بیعت فرمایا تو ایک بڑے قد و قامت کی تنومند خاتون کھڑی ہوئی گویا یہ کے وہ خاتون قبیلہ مضر کی عورتوں میں سے لگتی تھی، اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! ہم اپنے والدین اور اپنی اولاد پر بوجھ ہیں (کہ ہم نہیں کما سکتیں)۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں اس

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الزكاة - باب المرأة تتصدق من بيت زوجها ١٦٨٧، صحيح البخاري - كتاب البيوع باب قول الله تعالى أنفقوا من طيبات ما كسبتم ١٩٦٠، صحيح مسلم - كتاب الزكاة - باب ما أنفق العبد من مال مولاه ١٠٢٦

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج٣ ص٣٠٣-٣٠٤

[3] کَلٌّ یہ لفظ قرآن شریف میں بھی وارد ہے: وَضَرَبَ اللهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا أَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلَىٰ شَيْءٍ وَهُوَ كَلٌّ عَلَىٰ مَوْلَاهُ (اور بتائی اللہ نے ایک دوسری مثال دو مرد ہیں ایک گونگا کچھ کام نہیں کر سکتا اور وہ بھاری ہے اپنے صاحب پر، سورۃ النحل ٧٦)۔

کے بعد یہ جملہ فرمایا کہ ہم عورتیں اپنے شوہروں پر بھی بوجھ ہوتی ہیں، تو آپ ﷺ فرمایئے ان لوگوں (شوہروں، باپ، بیٹوں) کے مال میں ہمارے لئے کیا حلال ہے؟ تو نبی اکرم ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ تازہ اور تراشیاً تم کھا بھی سکتی ہو اور دوسروں کو ہدیہ بھی دے سکتی ہو۔ امام ابو داودؒ فرماتے ہیں کہ تراشیاً سے مراد روٹی اور سبزی اور تر کھجوریں وغیرہ ہیں۔ امام ابو داودؒ فرماتے ہیں کہ سفیان ثوریؒ نے بھی یونس سے اسی طرح روایت نقل کی ہے۔

شرح الحدیث اس حدیث کے راوی سعد ہیں یعنی سعد بن ابی وقاصؓ کما فی البذل، حضرت شیخؒ کے حاشیہ بذل میں ہے کہ علامہ عینیؒ کی رائے بھی یہی ہے لیکن یہ صحیح نہیں وہم ہے بلکہ یہ سعد انصاری ہیں ایک دوسرے شخص کما بسطہ الحافظ فی التہذیب فی ترجمتہ اھ[1]۔

مضمون حدیث یہ ہے حضرت سعدؓ فرماتے ہیں جس وقت حضور اقدس ﷺ نے عورتوں کو بیعت فرمایا (یعنی اس مضمون پر جو اس آیت کریمہ میں ہے: عَلَىٰٓ أَن لَّا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْـًٔا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ[2]، تو ایک بڑے قسم کی عورت (بظاہر قد و قامت اور جسم کے لحاظ سے) کھڑی ہوئی راوی کہتا ہے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ قبیلۂ مضر کی عورتوں میں سے ہے، کھڑے ہونے کے بعد اس نے حضور ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم یعنی عورتیں اپنے گھر والوں پر (جس سے باپ بیٹے اور شوہر مراد ہیں) بار بوجھ ہیں یعنی ہمارا سارا خرچہ وہی اٹھاتے ہیں ہم تو کماتی نہیں ہیں نہ ہمارے پاس کچھ ہے جو صدقہ کریں تو کیا ہم ان کی چیزوں میں سے کچھ صدقہ کر سکتی ہیں؟ تو اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: الرَّطْبُ تَأْكُلْنَهُ وَتُهْدِينَهُ، تر چیزیں تم خود بھی کھا سکتی ہو اور ہدیہ وصدقہ میں دے بھی سکتی ہو، یہ لفظ رطب راء کے فتحہ اور سکون طاء کے ساتھ ہے یعنی ہر تر چیز جس کو اٹھا کر اور ذخیرہ بنا کر نہیں رکھا جا سکتا خراب ہو جانے کی وجہ سے جیسے سبزیاں اور پھل، روٹی، سالن وغیرہ اور رُطَب راء کے ضمہ اور طاء کے فتحہ کے ساتھ خاص ہے تر کھجور کے ساتھ۔

اس سے معلوم ہوا جو چیز جمع کی جا سکتی ہو غلہ، دراہم یا دنانیر اس کو بغیر اجازت کے صدقہ نہیں کر سکتی، کھانے پینے کی چیزیں عام طور سے صدقہ کر سکتی ہے، عموماً اسی طرح کی چیزوں کے دینے دلانے کی اجازت ہوتی ہے اور اگر کسی جگہ اس میں اس سے زیادہ وسعت ہو تو اس کی بھی گنجائش ہوگی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

١٦٨٧- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ كَسْبِ زَوْجِهَا مِنْ غَيْرِ أَمْرِهِ، فَلَهَا نِصْفُ أَجْرِهِ».

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جب کوئی بیوی اپنے شوہر کی

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ٨ ص ٢٣٧

[2] شریک نہ ٹھہرائیں اللہ کا کسی کو اور چوری نہ کریں اور بدکاری نہ کریں (سورۃ الممتحنۃ ١٢)

کمائی سے اسکی اجازت کے بغیر خرچ کرے تو اسکو اس خرچ کرنے کے ثواب میں سے آدھا حصہ ملے گا۔

تخریج صحيح البخاري - البيوع (١٩٦٠) صحيح البخاري - النكاح (٤٨٩٩) صحيح البخاري - النفقات (٥٠٤٥) صحيح مسلم - الزكاة (١٠٢٦) سنن أبي داود - الزكاة (١٦٨٧)

١٦٨٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَوَّارٍ الْمِصْرِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، فِي الْمَرْأَةِ تَصَدَّقُ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا؟ قَالَ: «لَا، إِلَّا مِنْ قُوتِهَا، وَالْأَجْرُ بَيْنَهُمَا، وَلَا يَحِلُّ لَهَا أَنْ تَصَدَّقَ مِنْ مَالِ زَوْجِهَا إِلَّا بِإِذْنِهِ» . قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «هَذَا يُضَعِّفُ حَدِيثَ هَمَّامٍ».

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ نے ایسی خاتون کے متعلق جو شوہر کے گھر سے صدقہ کرتی ہے ارشاد فرمایا کہ یہ عورت صرف ان چیزوں میں خرچ کر سکتی ہے جو اناج شوہر نے اس عورت کے کھانے کی غرض سے دی ہوں اور اس خرچ کرنے کا ثواب شوہر بیوی دونوں کے درمیان تقسیم ہوگا اور اس عورت کیلئے یہ حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے شوہر کے دیگر اموال کو شوہر کی اجازت کے بغیر صدقہ کرے۔ امام ابوداودؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ کا یہ اثر موقوف (فرمان) ہمام کی حدیث عن ابی ہریرہؓ مرفوعاً کو ضعیف قرار دے رہا ہے (کیونکہ حضرت ابوہریرہؓ کا یہ فتویٰ ان کی نقل کردہ مرفوع روایت کے خلاف ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث مرفوع معلول ہے اسکا جواب یہ ہے کہ حدیث مرفوع میں عن غیر امرہ سے مراد یہ ہے کہ شوہر کے صریح حکم کے بغیر دلالتاً یا عرفاً اجازت سے خرچ کرتی ہے تو اس بیوی کو بھی ثواب ملے گا اور حضرت ابوہریرہؓ کے اس فتویٰ میں شوہر کی اجازت کے بغیر خرچ کرنا ناجائز کہا ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ جو عورت شوہر کی صریح اجازت اور عرفی اور دلالتاً کسی بھی اجازت کے بغیر خرچ کرتی ہے تو یہ ناجائز ہے، بذل المجہود[1])

٤٦ - بَابٌ فِي صِلَةِ الرَّحِمِ

صلہ رحمی کا بیان

صلة الرحم کی لفظی تحقیق: صِلَةِ دراصل وِصلٌ تھا واؤ کو شروع سے حذف کر کے اخیر میں اس کے عوض ہاء لائے وصل یصل وصلاً وصلةً، اسکے معنی احسان الی الاقارب کے ہیں اپنے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے ساتھ احسان کا معاملہ کرنا گویا آدمی اپنے رشتہ داروں کے ساتھ احسان کر کے اس رشتہ کو جوڑتا اور قائم کرتا ہے۔ رحم (بفتح الراء وکسر الحاء) بچہ دانی کو کہتے ہیں پھر بعد میں اس کا استعمال قرابت اور رشتہ داری میں ہونے لگا اتحاد رحم کی وجہ سے اس لئے کہ اقرباء آپس میں ایک دوسرے پر رحیم اور مہربان ہوتے ہیں (منہل[2]) حاشیہ بذل میں حضرت شیخ نے علامہ شامیؒ سے نقل کیا

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ٨ ص ٢٣٩

[2] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج ١٠ ص ٢

ہے کہ صلہ رحمی شرعاً واجب ہے، اھ [1]۔

صلہ رحمی کن رشتہ داروں میں واجب ہے: پھر علماء کا اس حد رحم میں اختلاف ہے جس کا صلہ واجب ہے یعنی وہ کون سے اقرباء ہیں جن کے ساتھ صلہ رحمی واجب ہے؟ اس کی تفصیل [2] اور اختلاف صاحب منہل نے لکھا ہے، علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں وہ رحم (رشتہ) جس کے جوڑنے کا حکم ہے اس کی دو قسمیں ہیں، عام اور خاص، اول کا مصداق قرابۃ الدین یعنی دین کا رشتہ ہے، اور اس کا صلہ یہ ہے کہ عامۃ المسلمین کے ساتھ خیر خواہی و محبت اور انکے حقوق واجبہ و مستحبہ کی ادائیگی ان کے ساتھ انصاف والا معاملہ کیا جاوے، اور رحم خاص (رشتہ خاص) قرابۃ النسب کا نام ہے، اسکا صلہ رحم عام کے صلہ سے بڑھا ہوا ہے، اس میں احسان و عطاء نیز انکے احوال کا تفقد (خبر گیری) ان کی کوتاہی اور لغزش سے تغافل وغیرہ اور صلہ رحمی ہی میں یہ چیزیں بھی داخل ہیں، سلام وکلام اور ترک خصام (من المنهل)۔

١٦٨٩- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ هُوَ ابْنُ سَلَمَةَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ {لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى

---

[1] رد المحتار على الدر المختار — ج ٩ ص ٥٨٩؛ بذل المجهود في حل أبي داود — ج ٨ ص ٢٤٠

[2] وہ لکھتے ہیں: ① بعض علماء فرماتے ہیں یہ وہ اقارب ہیں جن سے نکاح حرام ہے، یعنی جن دو عزیزوں میں ایسی رشتہ داری ہو کہ اگر ان میں سے ایک کو ذکر اور دوسرے کو انثیٰ فرض کیا جائے تو نکاح حرام ہو، اس قول کی بناء پر رحم سے یہ رشتے خارج ہو جائینگے أولاد الأعمام والعمات والاخوال والخالات کیونکہ ان سب رشتوں میں نکاح جائز ہے، یہ حضرات دلیل میں یہ کہتے ہیں کہ جن رشتوں میں صلہ رحمی واجب تھی جیسے پھوپھی، بھتیجی، خالہ، بھانجی، وہاں ان دونوں کے جمع فی النکاح کو شریعت نے ممنوع قرار دیدیا کیونکہ جمع فی النکاح مفضی الی التقاطع ہو جاتا ہے پس اسی سے یہ بات بھی مستفاد ہو رہی ہے کہ جن اقارب سے نکاح جائز ہے وہاں صلہ رحمی واجب نہیں کیونکہ جس طرح جمع فی النکاح تقاطع کا سبب بن جاتا ہے اسی طرح خود نکاح بھی اس کا سبب ہو جاتا ہے پس جب نکاح ممنوع نہ ہوا تو معلوم ہوا کہ وہاں صلہ رحمی بھی واجب نہیں گویا وجوب صلہ رحمی اور جواز نکاح ان دونوں کو شریعت میں جمع نہیں کیا گیا، ② دوسرا قول اس میں یہ ہے کہ رحم سے مراد کل قریب وارث ہے لحدیث عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ مَنْ أَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ الصُّحْبَةِ؟ قَالَ: «أُمُّكَ، ثُمَّ أُمُّكَ، ثُمَّ أُمُّكَ، ثُمَّ أَبُوكَ، ثُمَّ أَدْنَاكَ أَدْنَاكَ» (صحيح مسلم - كتاب البر والصلة والآداب - باب بر الوالدين وأنهما أحق به ٢٥٤٨)، ③ تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد کل قریب ولو کان غیر وارث، لحديث عبدالله بن عمر مرفوعاً إِنَّ مِنْ أَبَرِّ الْبِرِّ صِلَةَ الرَّجُلِ أَهْلَ وُدِّ أَبِيهِ بَعْدَ أَنْ يُوَلِّيَ اهـ (صحيح مسلم - كتاب البر والصلة والآداب - باب صلة أصدقاء الأب والأم، ونحوهما ٢٥٥٢)، اسکے لکھنے کے بعد اپنی فقہی کتابوں میں جو ملا، وہ مندرجہ ذیل ہے: وفي الدر المختار: (وصلة الرحم واجبة ولو) كانت (بسلام وتحية وهدية) ومعاونة ومجالسة ومكالمة وتلطف وإحسان ويزورهم غبا ليزيد حبا بل يزور أقرباءه كل جمعة أو شهر ولا يرد حاجتهم لأنه من القطيعة في الحديث "{إِنَّ اللهَ يَصِلُ مَنْ وَصَلَ رَحِمَهُ وَيَقْطَعُ مَنْ قَطَعَهَا}" وفي الحديث "{صِلَةُ الرَّحِمِ تَزِيدُ فِي الْعُمُرِ}" اهـ. وكتب عليه ابن عابدين نقل القرطبي في تفسيره اتفاق الأمة على وجوب صلتها وحرمة قطعها للأدلة القطعية من الكتاب والسنة على ذلك قال في تبيين المحارم: واختلفوا في الرحم التي يجب صلتها قال قوم: هي قرابة كل ذي رحم محرم وقال آخرون. كل قريب محرما كان أو غيره اهـ والثاني ظاهر إطلاق المتن قال النووي في شرح مسلم: وهو الصواب واستدل عليه بالأحاديث. نعم تتفاوت درجاتها ففي الوالدين أشد من المحارم. وفيهم أشد من بقية الأرحام وفي الأحاديث إشارة إلى ذلك كما بينه في تبيين المحارم اهـ (رد المحتار على الدر المختار — ج ٩ ص ٥٨٩) یعنی عند الحنفیہ اس میں دو قول ہیں اول یہ کہ اس سے مراد ذی رحم محرم ہے، دوسرا یہ ہے اس سے مراد ہر رشتہ دار ہے محرم ہو یا نہ ہو، اور یہی ظاہر ہے، امام نوویؒ نے بھی اس کی تصویب کی ہے، البتہ یہ ضرور ہے کہ صلہ رحمی کے درجات ہیں جو رشتہ کے قرب وبعد کے لحاظ سے ہیں، ۱۲۔

تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ[1] ﴾. قَالَ أَبُو طَلْحَةَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَرَى رَبَّنَا يَسْأَلُنَا مِنْ أَمْوَالِنَا. فَإِنِّي أُشْهِدُكَ أَنِّي قَدْ جَعَلْتُ أَرْضِي بِأَرِيحَاءَ لَهُ. فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اجْعَلْهَا فِي قَرَابَتِكَ»، فَقَسَمَهَا بَيْنَ حَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ، وَأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: بَلَغَنِي عَنِ الْأَنْصَارِيِّ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: أَبُو طَلْحَةَ زَيْدُ بْنُ سَهْلِ بْنِ الْأَسْوَدِ بْنِ حَرَامِ بْنِ عَمْرِو بْنِ زَيْدِ مَنَاةَ بْنِ عَدِيِّ بْنِ عَمْرِو بْنِ مَالِكِ بْنِ النَّجَّارِ، وَحَسَّانُ بْنُ ثَابِتِ بْنِ الْمُنْذِرِ بْنِ حَرَامٍ، يَجْتَمِعَانِ إِلَى حَرَامٍ وَهُوَ الْأَبُ الثَّالِثُ، وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبِ بْنِ قَيْسِ بْنِ عَتِيكِ بْنِ زَيْدِ بْنِ مُعَاوِيَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ مَالِكِ بْنِ النَّجَّارِ، فَعَمْرٌو يَجْمَعُ حَسَّانَ، وَأَبَا طَلْحَةَ، وَأُبَيًّا، قَالَ الْأَنْصَارِيُّ: بَيْنَ أُبَيٍّ وَأَبِي طَلْحَةَ سِتَّةُ آبَاءٍ".

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی: تم لوگ اسوقت تک (کامل) نیکی تک نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ اپنے پسندیدہ اموال میں سے کچھ خرچ نہ کردو، تو ابو طلحہؓ نے فرمایا اے اللہ کے رسول! میرا خیال نہیں کہ ہمارے رب نے اس آیت میں ہم سے ہمارا مال طلب فرمایا ہے (کہ ہم اپنے مال کو نیکی کے کاموں میں خرچ کریں) پس میں آپ ﷺ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اریحاء نامی مقام پر اپنی زمین کو اللہ پاک کیلئے وقف کر دیا، تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا کہ اس زمین کے صدقہ کو اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کردو، تو حضرت ابو طلحہؓ نے اس زمین (باغ) کو حسان بن ثابتؓ اور ابی بن کعبؓ کے درمیان تقسیم فرمائی۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ محمد بن عبداللہ الانصاری سے مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ انہوں نے ابو طلحہؓ کا نسب اس طرح بیان فرمایا: ابو طلحہ زید بن سہل بن الاسود بن حرام بن عمرو بن زید مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن نجار اور حضرت حسان کا سلسلہ نسب اسطرح ہے: حسان بن ثابت بن منذر بن حرام...... تو ابو طلحہ اور حسان بن حرام پر جاکر جمع ہو جاتے ہیں یہ حرام ان دونوں کے پردادا ہیں اور ابی بن کعب کا سلسلہ نسب اس طرح ہے: ابی بن کعب بن قیس بن عتیک بن زید بن معاویہ بن مالک بن نجار تو عمرو پر جاکر حسان، ابو طلحہ اور ابی تینوں جمع ہو جاتے ہیں...... انصاری استاد فرماتے ہیں کہ ابی بن کعب اور ابو طلحہ انصاری اپنے نسب کے چھٹے درجے کے باپ پر جمع ہو جاتے ہیں۔

تخریج: صحيح البخاري - الزكاة (١٣٩٢) صحيح البخاري - الوكالة (٢١٩٣) صحيح البخاري - الوصايا (٢٦٠١) صحيح البخاري - الوصايا (٢٦١٧) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٢٧٩) صحيح البخاري - الأشربة (٥٢٨٨) صحيح مسلم - الزكاة (٩٩٨) جامع الترمذي - تفسير القرآن (٢٩٩٧) سنن أبي داود - الزكاة (١٦٨٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/١١٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/١٤١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/١٧٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٢٥٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٢٦٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٢٨٥) موطأ مالك - الجامع (١٨٧٥) سنن الدارمي - الزكاة (١٦٥٥)

شرح الحدیث: مذکورہ بالا آیت شریفہ کے نزول پر صحابی رسول حضرت ابو طلحہ انصاریؓ جو کہ حضرت انس ابن مالکؓ کے

---

[1] ہرگز نہ حاصل کر سکو گے نیکی میں کمال جب تک نہ خرچ کرو اپنی پیاری چیز سے کچھ (سورۃ آل عمران ۹۲)

سوتیلے باپ ہیں انہوں نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ اپنے مال میں سب سے زیادہ محبوب مجھے وہ باغ ہے جس کا نام بئر حاء ہے میں آپ کو گواہ بناتا ہوں اس پر کہ میں نے اسکو اللہ کیلئے کر دیا، اس باغ کا نام کیا ہے اسکا صحیح تلفظ کیسے ہے اس میں روایات مختلف ہیں صحیحین کی روایت میں تو بئر حاء واقع ہے باء پر کسرہ اور فتحہ دونوں ہیں اور راء پر فتحہ اور ضمہ دونوں ہیں والأفصح بیئر حا[1] (بالقصر بدون الهمزة) لیکن سنن ابوداؤد کی اس روایت میں خلاف مشہور باریحاء واقع ہے، بموحدة مفتوحة ثم ألف وهي بدلًا وعطف بيانٍ لما قبله، اور بعض نے اس کو دوسری طرح پڑھا ہے بأَرِيحَاء (بالياء الجارة) فقيل وهم فان أريحاء ارض بالشام وقيل محتمل فسمي بستان أبي طلحة باسمها، اور مسلم کی ایک روایت میں بريحاء واقع ہوئے (منهل وبذل[2])۔ یہ حدیث صحیحین کی روایت میں ذرا تفصیل سے ہے اس میں اس طرح ہے کہ انصار مدینہ میں سب سے زیادہ کھجور کے باغ ابو طلحہؓ کے تھے ان باغوں میں سب سے زیادہ محبوب ان کو بیرحاء تھا جو کہ مسجد نبوی کے سامنے تھا جس میں اکثر حضور ﷺ تشریف لے جاتے تھے بہر حال ابو طلحہؓ نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ میں اس باغ کو اللہ تعالیٰ کے لئے دیتا ہوں، یہ صدقہ مطلقہ تھا جس کے مصرف کی تعیین نہیں تھی بظاہر مشورہ کے طور پر انہوں نے حضور ﷺ سے اس کا ذکر کیا آپ نے ان کو مشورہ دیا اجْعَلْهَا فِي قَرَابَتِكَ کہ اس صدقہ کا رخ اپنے رشتہ داروں کی طرف پھیر دو، چنانچہ انہوں نے اس کو حسان بن ثابتؓ اور ابی بن کعبؓ کو ہبہ کر دیا، آپ ﷺ نے ابو طلحہؓ کو یہ مشورہ دیا کہ اس باغ کو بجائے مطلق صدقہ کے صدقہ اقربین قرار دو تا کہ صدقہ کے ساتھ صلہ رحمی کا ثواب حاصل ہو۔

ایک فقہی بحث: فتح الباری[3] میں ہے ظاہر یہ ہے کہ ابو طلحہؓ نے اس باغ کا ان دونوں کو مالک بنا دیا تھا اور یہ دینا بطور وقف[4] کے نہ تھا اس لئے کہ صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ بعد میں حضرت حسانؓ نے اس باغ میں سے اپنا حصہ حضرت معاویہؓ کے ہاتھ (ایک لاکھ درہم میں) فروخت کر دیا تھا سو اگر یہ وقف ہوتا تو اس کو فروخت کرنا جائز نہ ہوتا۔ شراح حدیث نے اس حدیث کے تحت بہت سے فوائد لکھے ہیں ایک یہ بھی لکھا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ اگر شخص غنی کو اس کے سوال کے بغیر کوئی صدقہ دے تو اس کو قبول کرنا جائز ہے اس لئے کہ مشہور ہے ابی بن کعبؓ میاسیر صحابہ میں سے تھے۔

یہاں فطری طور پر یہ سوال ہوتا ہے کہ حسان بن ثابتؓ اور ابی بن کعبؓ کی ابو طلحہؓ سے کیا رشتہ داری تھی؟ اس سوال کا جواب مصنف علیہ الرحمہ خود ہی ارشاد فرماتے ہیں اور ابو طلحہؓ، حسانؓ و ابی بن کعبؓ تینوں کا شجرۂ نسب بیان کرتے ہیں: قَالَ أَبُو دَاوُدَ:

---

[1] وفي بعض الروايات بئر حاء باضافة بئر الى حاء والبساتين في المدينة المنورة تسمى باسماء الآبار والمعنى بستان فيها هذا البئر، ۱۲۔

[2] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج ۱۰ ص ۲ . بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۸ ص ۲٤۰-۲٤۱

[3] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ۵ ص ۳۸۸

[4] لیکن مولانا حفظ الرحمن صاحبؒ نے اپنی تصنیف "إسلام کا اقتصادی نظام" میں "التاج الجامع للأصول" کے حاشیہ سے نقل کیا ہے کہ یہ وقف ہی تھا اور حدیث میں جو قسمة کا لفظ ہے اس سے مراد تقسیم منافع ہے اور یہ بمنزلہ وقف علی الاولاد کے تھا، (بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۸ ص ۲٤۲)۔

بَلَغَنِي عَنِ الْأَنْصَارِيِّ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ:

① أَبُو طَلْحَةَ زَيْدُ بْنُ سَهْلِ بْنِ الْأَسْوَدِ بْنِ حَرَامِ بْنِ عَمْرِو بْنِ زَيْدِ مَنَاةَ بْنِ عَدِيِّ بْنِ عَمْرِو بْنِ مَالِكِ بْنِ النَّجَّارِ، وَ

② حَسَّانُ بْنُ ثَابِتِ بْنِ الْمُنْذِرِ بْنِ حَرَامٍ، وَ

③ أُبَيُّ بْنُ كَعْبِ بْنِ قَيْسِ بْنِ عَتِيكِ بْنِ زَيْدِ بْنِ مُعَاوِيَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ مَالِكِ بْنِ النَّجَّارِ

ان انساب سے معلوم ہوا کہ حضرت حسانؓ، ابو طلحہؓ کے ساتھ تیسری پشت یعنی حرام میں جاکر مل جاتے ہیں، اور ابی بن کعبؓ، ابو طلحہؓ کے ساتھ عمرو بن مالک میں پہونچ کر مل جاتے ہیں، عمرو بن مالک ابو طلحہؓ کے اعتبار سے تو ساتویں پشت ہے اور ابی بن کعبؓ کے لحاظ سے چھٹی ہے۔

قَالَ الْأَنْصَارِيُّ: بَيْنَ أُبَيٍّ وَأَبِي طَلْحَةَ سِتَّةُ آبَاءٍ: یعنی ابو طلحہؓ اور ابی بن کعبؓ کے درمیان چھ پشتوں کا فصل ہے اور ساتویں پشت میں دونوں مل رہے ہیں، لیکن پہلے ہم بتا چکے ہیں کہ عمرو بن مالک کو ساتویں پشت کہنا یہ ابو طلحہؓ کے لحاظ سے ہے اور ابی بن کعبؓ کے لحاظ سے وہ چھٹے ہیں، لہذا انصاری کے کلام میں فی الجملہ تسامح ہے۔

١٦٩٠ - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنْ عَبْدَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْأَشَجِّ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ مَيْمُونَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: كَانَتْ لِي جَارِيَةٌ فَأَعْتَقْتُهَا، فَدَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ: «آجَرَكِ اللهُ، أَمَا إِنَّكِ لَوْ كُنْتِ أَعْطَيْتِهَا أَخْوَالَكِ كَانَ أَعْظَمَ لِأَجْرِكِ».

ترجمہ: حضرت میمونہؓ فرماتی ہیں کہ میری ایک لونڈی تھی جسے میں نے آزاد کر دیا تھا، (جب) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بتایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تجھے اجر دے۔ لیکن اگر تو اسے اپنے ماموں کو دے دیتی تو اس کا ثواب زیادہ ملتا۔

تخریج: صحيح البخاري - الهبة وفضلها والتحريض عليها (٢٤٥٢) صحيح مسلم - الزكاة (٩٩٩) سنن أبي داود - الزكاة (١٦٩٠)

١٦٩١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ، عَنِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالصَّدَقَةِ، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ، عِنْدِي دِينَارٌ، فَقَالَ: «تَصَدَّقْ بِهِ عَلَى نَفْسِكَ»، قَالَ: عِنْدِي آخَرُ. قَالَ: «تَصَدَّقْ بِهِ عَلَى وَلَدِكَ»، قَالَ: عِنْدِي آخَرُ، قَالَ: «تَصَدَّقْ بِهِ عَلَى زَوْجَتِكَ» - أَوْ قَالَ: «زَوْجِكَ» -، قَالَ: عِنْدِي آخَرُ، قَالَ: «تَصَدَّقْ بِهِ عَلَى خَادِمِكَ»، قَالَ: عِنْدِي آخَرُ، قَالَ: «أَنْتَ أَبْصَرُ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کرنے پر (ایک مرتبہ) لوگوں کو ابھارا تو ایک شخص نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! اگر میرے پاس صرف ایک دینار ہو تو (میں کس کو صدقہ کروں؟) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے آپ پر اسکو خرچ کر کے صدقہ کا ثواب حاصل کرو۔ تو ان صاحب نے عرض کیا کہ اگر میرے پاس ایک

دوسرا دینار بھی ہو تو (میں کس کو صدقہ کروں؟) تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی اولاد پر اسکو خرچ کرکے ثواب حاصل کرو، تو ان صاحب نے عرض کیا کہ اگر میرے پاس ایک تیسرا دینار بھی ہو تو (میں کس کو صدقہ کروں؟) تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی بیوی پر اسکو خرچ کرکے ثواب حاصل کرو تو ان صاحب نے عرض کیا کہ اگر میرے پاس ایک (چوتھا) دینار اور بھی ہو تو (میں کس پر صدقہ کروں؟) تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے خادم پر اس دینار کو خرچ کرکے ثواب حاصل کرو تو ان صاحب نے عرض کیا اگر میرے پاس ایک اور (پانچواں) دینار بھی ہو تو (میں کس پر صدقہ کروں؟) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم زیادہ جانتے ہو (کہ تمہارے رشتہ داروں میں کون زیادہ مستحق ہے تم اسکو یہ دینار صدقہ کردو)۔

تخریج: سنن النسائي – الزكاة (٢٥٣٥) سنن أبي داود – الزكاة (١٦٩١) مسند أحمد – باقي مسند المكثرين (٢/٢٥١) مسند أحمد – باقي مسند المكثرين (٢/٤٧١)

١٦٩٢ – حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، عَنْ وَهْبِ بْنِ جَابِرٍ الْخَيْوَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «كَفَى بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ يُضَيِّعَ مَنْ يَقُوتُ».

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ آدمی کے گناہگار ہونے کیلئے یہ کافی ہے کہ جن اہل وعیال کی روزی کی کفالت اسکے ذمہ لازم ہو یہ شخص انکی روزی ضائع کردے (ان کو باوجود وسعت کے روزی نہ دے)۔

تخریج: صحيح مسلم – الزكاة (٩٩٦) سنن أبي داود – الزكاة (١٦٩٢) مسند أحمد – مسند المكثرين من الصحابة (٢/١٦٠) مسند أحمد – مسند المكثرين من الصحابة (٢/١٩٣) مسند أحمد – مسند المكثرين من الصحابة (٢/١٩٤) مسند أحمد – مسند المكثرين من الصحابة (٢/١٩٥)

١٦٩٣ – حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، وَيَعْقُوبُ بْنُ كَعْبٍ، وَهَذَا حَدِيثُهُ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُبْسَطَ عَلَيْهِ فِي رِزْقِهِ، وَيُنْسَأَ فِي أَثَرِهِ، فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ».

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جس کیلئے یہ بات خوشی اور مسرت کا باعث ہو کہ اسکی روزی رزق خوب وافر ہو اسکو موت دیر سے آئے (لمبی عمر نصیب ہو) تو ایسے شخص کو صلہ رحمی کی عادت اختیار کرنی چاہیے۔

تخریج: صحيح البخاري – البيوع (١٩٦١) صحيح البخاري – الأدب (٥٦٤٠) صحيح مسلم – البر والصلة والآداب (٢٥٥٧) سنن أبي داود – الزكاة (١٦٩٣) مسند أحمد – باقي مسند المكثرين (٣/١٥٦) مسند أحمد – باقي مسند المكثرين (٣/٢٢٩) مسند أحمد – باقي مسند المكثرين (٣/٢٤٧) مسند أحمد – باقي مسند المكثرين (٣/٢٦٦)

شرح الحديث: عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُبْسَطَ عَلَيْهِ فِي رِزْقِهِ، وَيُنْسَأَ فِي أَثَرِهِ،

فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ»: نسيئة اور نساء [1] بمعنی تاخیر کہا جاتا ہے نساء اللہ فی عمرك اللہ تعالیٰ تیری زندگی کو مؤخر کرے یعنی عمر دراز کرے، جس شخص کو یہ بات خوش کرتی ہو کہ اسکے رزق میں وسعت کر دیجائے اور اسکی عمر کو مؤخر کر دیا جائے تو اسکو چاہیئے کہ صلہ رحمی کرے، اثر کہتے ہیں اجل اور مدت العمر کو اور اصل معنی اس کے نشان قدم کے ہیں جو زندگی کیلئے لازم ہے اور عمر ختم ہونے کے ساتھ زمین سے نشانات قدم بھی ختم ہو جاتے ہیں اس لئے نشانات قدم کا بقاء کنایہ ہوتا ہے زندگی سے (بذل [2]) اس حدیث میں صلہ رحمی کے بعض ثمرات ذکر کئے گئے اول رزق کی وسعت اور فراخی دوسرے عمر میں زیادتی، عمر میں زیادتی کے شراح نے دو مطلب لکھے ہیں اول یہ کہ یہ کنایہ ہے برکت فی العمر سے بسبب توفیق خیرات اور حفاظت عن اضاعۃ الاوقات کے جس کی وجہ سے اس کا ذکر تادیر باقی رہتا ہے گویا کہ وہ زندہ ہی ہے مرا نہیں، دوسرا مطلب یہ کہ اس سے حقیقۃً زیادتی مراد ہے لیکن علم الٰہی کے اعتبار سے نہیں اس لحاظ سے تو ہر شخص کی مدت العمر متعین ہے فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ۝ [3]، بلکہ یہ زیادتی ملک موکل بالعمر کے لحاظ سے ہے مثلاً اس فرشتہ سے یوں کہا گیا کہ فلاں شخص نے اگر صلہ رحمی کی تو اس کی عمر سو سال ہو گی اور اگر صلہ رحمی نہ کی تو صرف ساٹھ سال ہو گی، اول یعنی جو علم الٰہی کے اعتبار سے ہو اس کو تقدیر مبرم اور ثانی جو فرشتہ کے علم کے اعتبار سے ہے اس کو تقدیر معلق سے تعبیر کرتے ہیں، انہی دو قسموں کی طرف اس آیت کریمہ میں اشارہ ہے: يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتٰبِ ۝ [4]، محو و اثبات علم ملک کے اعتبار سے ہے اور ام الکتاب میں جو کچھ ہے وہ وہی ہے جو علم الٰہی میں ہے۔

١٦٩٤- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "قَالَ اللهُ: أَنَا الرَّحْمَنُ وَهِيَ الرَّحِمُ، شَقَقْتُ لَهَا اسْمًا مِنَ اسْمِي، مَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهُ، وَمَنْ قَطَعَهَا بَتَتُّهُ".

ترجمہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں رحمٰن ہوں اسی رشتہ داری اور قرابت سے میں نے اپنا نام رحمٰن نکالا ہے۔ جو شخص اس رحم (رشتہ داری)

---

[1] قال ابن الأثير: النَّسَاءُ: التأخير. يُقَالُ: نَسَأْتُ الشيءَ نَسْأً، وأَنْسَأْتُهُ إِنْسَاءً، إذا أخَّرْتَه. والنَّسَاءُ: الاسمُ، ويَكُونُ فِي العُمْرِ والدَّيْنِ. اهـ (النهاية في غريب الحديث والأثر — ج٥ ص٤٤).

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ٨ ص ٢٤٦

[3] پھر جب آپہنچے گا ان کا وعدہ نہ پیچھے سرک سکیں گے ایک گھڑی اور نہ آگے سرک سکیں گے (سورۃ الأعراف ٣٤)

[4] مٹاتا ہے اللہ جو چاہے اور باقی رکھتا ہے اور اسی کے پاس ہے اصل کتاب (سورۃ الرعد ٣٩)

کو جوڑے گا تو میں بھی اپنی رحمت سے اسے جوڑے رکھوں گا اور جو شخص اس رحم (رشتہ داری) کو ختم کردے گا تو میں بھی اپنی رحمت خاصہ سے اسے نکال دوں گا۔

۱۶۹۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَوَكِّلِ الْعَسْقَلَانِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ، أَنَّ الرَّدَّادَ اللَّيْثِيَّ أَخْبَرَهُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ.

ترجمہ: عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے گزشتہ حدیث کے ہم معنی روایت مروی ہے۔

تخریج: جامع الترمذي - البر والصلة (۱۹۰۷) سنن أبي داود - الزكاة (۱۶۹۴) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۱/۱۹۱) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۱/۱۹٤)

شرح الحدیث: عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "قَالَ اللهُ: أَنَا الرَّحْمَنُ وَهِيَ الرَّحِمُ، شَقَقْتُ لَهَا اسْمًا مِنَ اسْمِي، مَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهُ، وَمَنْ قَطَعَهَا بَتَّتُّهُ" اور ترمذی کی روایت کے لفظ یہ ہیں أَنَا اللهُ، وَأَنَا الرَّحْمَنُ، خَلَقْتُ الرَّحِمَ الخ، اس سے معلوم ہوا ابوداؤد کی روایات میں اختصار ہے اور اس میں جو ضمیر "هِيَ" ہے اس کا مرجع رحم ہے، لفظ رحم کا استعمال زیادہ تر مؤنث ہوتا ہے۔

یہ حدیث حدیث قدسی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قرابت اور رشتہ داری جس کو رحم کہا جاتا ہے اس کا یہ نام مشتق ہے میرے نام سے یعنی رحمان سے جو کہ اللہ تعالیٰ کا نام ہے اور صفت ہے مطلب یہ ہے کہ یہ رحم جو ہے یعنی رشتہ داری وقرابت یہ رحمان کی رحمت کے آثار میں سے ایک اثر ہے اور ان دونوں میں (رشتہ داری اور رحمت رحمان) ایک خاص قرب اور تعلق ہے لہذا جو شخص رحم کو جوڑے گا تو رحمان اپنی رحمت کو اس سے جوڑے رکھے گا اور جو اس کو توڑے گا تو رحمان اپنی رحمت کو اس سے توڑ دے گا۔

اس حدیث میں صلہ رحمی کا زبردست فائدہ اور اس کے بالمقابل قطع رحمی کی زبردست مضرت مذکور ہے صلہ رحمی میں سراسر فائدہ ہی فائدہ ہے اپنا بھی اور دوسرے کا بھی اور قطع رحمی میں نقصان ہی نقصان ہے اپنا بھی اور دوسرے کا بھی، والله الموفق لما يحب ويرضى۔

صلہ رحمی کا مفہوم اور اس کی تشریح ہمارے یہاں پہلے حاشیہ اور اصل دونوں میں گزر چکی ہے۔ اس صلہ رحمی کے درجات ومراتب ہیں جو آئندہ آنے والی حدیث کے ذیل میں بیان ہونگے۔ والحديث أخرجه أيضًا الإمام أحمد والبخاري في الأدب والحاكم والترمذي [1]۔

۱۶۹۶- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعُ رَحِمٍ».

---

[1] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج ۱۰ ص ۱۲

ترجمہ: حضرت جبیر بن مطعمؓ سے روایت ہے وہ نبی اکرم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ رشتہ کو توڑنے والا شخص جنت میں نہیں جائے گا۔

تخریج: صحيح البخاري - الأدب (٥٦٣٨) صحيح مسلم - البر والصلة والآداب (٢٥٥٦) جامع الترمذي - البر والصلة (١٩٠٩) سنن أبي داود - الزكاة (١٦٩٦) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٤/ ٨٠) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٤/ ٨٣) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٤/ ٨٤)

شرح الحديث: عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعُ رَحِمٍ»: قاطع، واصل کا مقابل ہے، واصل، صلہ رحمی کرنے ولا، اور قاطع، قطع رحمی کرنے والا اور امام بخاریؒ کی ادب المفرد میں اسی طرح صحیح مسلم کی ایک روایت میں قَاطِعُ رَحِمٍ ہے، جس سے قاطع کا مفہوم متعین ہو گیا اور یہی اکثر شراح نے لکھا بھی ہے اور بذل المجہود میں اس میں ایک دوسرا احتمال بھی لکھا ہے یعنی قاطع الطریق (ڈاکو اور رہزن)[1]، قطع رحمی ایک معصیت اور حرام ہے، اس کا مرتکب عاصی اور فاسق ہے اور مستحل اس کا کافر ہے، اگر حدیث کو مستحل پر محمول کیا جائے تب تو عدم دخول جنت ظاہر ہے اور اگر اس سے مراد تارک صلہ رحمی ہے غیر مستحل تب یہ حدیث دخول اولی پر محمول ہو گی جیسا کہ اس حدیث کے نظائر میں یہ توجیہ مشہور ہے، قطع رحمی کے بارے میں یہ حدیث بڑی سخت وعید ہے کما ھو ظاھرٌ۔

قال المنذري: وأخرجه البخاري ومسلم والترمذي اهـ (عون) زاد صاحب المنهل وأحمد۔

١٦٩٧- حَدَّثَنَا ابْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، وَالْحَسَنِ بْنِ عَمْرٍو، وَفِطْرٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو - قَالَ: سُفْيَانُ، وَلَمْ يَرْفَعْهُ سُلَيْمَانُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَرَفَعَهُ فِطْرٌ، وَالْحَسَنُ - قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ، وَلَكِنْ هُوَ الَّذِي إِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهُ وَصَلَهَا».

ترجمہ: سفیان راوی کہتے ہیں اس حدیث کو سلیمان راوی مرفوع نقل نہیں کرتے لیکن فطر راوی اور حسن بن عمرو راوی اسکو مرفوع نقل کر کے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص کسی کے احسان کے بدلہ میں اپنے اس رشتہ دار پر احسان اور اسکے ساتھ بھلائی کرے (اگر رشتہ دار توڑ کرے تو یہ بھی توڑ کرے اور اگر رشتہ دار جوڑ کرے تو یہ بھی جوڑ کرے) تو یہ صلہ رحمی کرنے والا شخص نہیں ہے بلکہ صلہ رحمی کرنے والا شخص تو وہ ہے کہ جب اسکے رشتہ دار اس سے رشتہ ناتہ توڑ دیں تو یہ ان سے رشتہ جوڑے۔

تخریج: صحيح البخاري - الأدب (٥٦٤٥) جامع الترمذي - البر والصلة (١٩٠٨) سنن أبي داود - الزكاة (١٦٩٧) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/ ١٦٣) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/ ١٩٣)

شرح الحديث: وہ شخص صلہ رحمی کرنے ولا نہیں جو صرف مکافاۃ یعنی برابر کا بدلہ اور احسان کا بدلہ احسان سے کرتا ہو بلکہ

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٨ ص ٢٤٩

واصل وہ شخص ہے کہ جب دوسری طرف سے قطع تعلق کا معاملہ کیا جائے تو یہ ملانے اور جوڑنے کا کام کرے۔ شراح نے لکھا ہے کہ اگرچہ مکافات کا معاملہ یعنی احسان کا بدلہ احسان سے یہ بھی فی نفسہ صلہ رحمی ہے لیکن کمال صلہ نہیں یہاں کمال ہی کی نفی مراد ہے اور یہ حدیث مکارم اخلاق کے قبیلہ سے ہے، كَمَا وَرَدَ: صِلْ مَنْ قَطَعَكَ وَأَعْطِ مَنْ حَرَمَكَ وَاعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَكَ (عون [1])، صاحب منہل لکھتے ہیں کہ لوگ تین طرح کے ہیں واصل، مکافی، قاطع واصل وہ شخص ہے جو اپنے اقرباء کے ساتھ احسان کرے جب کہ وہ اس پر احسان نہ کر رہے ہوں، مکافی وہ ہے جو جتنا لے اتنا ہی [2] دے اور اپنی عطاء میں زیادتی نہ کرے اور قاطع وہ ہے جس کا قریب رشتہ دار اس پر احسان کرے لیکن وہ اس پر احسان نہ کرے، والحديث أخرجه أيضاً البخاري والترمذي قاله المنذري (عون)۔

٤٧ - بَابٌ فِي الشُّحِّ

بخل کرنے کی مذمت کا بیان

یہ کتاب الزکوٰۃ کا آخری باب ہے مصنف علیہ الرحمہ نے دقت نظری سے کام لیا وہ یہ کہ پوری کتاب الزکوٰۃ اور اس کی احادیث کا خلاصہ و مقصد یہ ہے آدمی کو چاہیئے کہ اس کے ذمہ جو حقوق مالیہ ہیں خواہ واجبہ اور خواہ مستحبہ ان سب کو اداء کرے لیکن ہر شئ کے تحقق کے لئے دو امر مطلوب ہیں، اول اسباب و شرائط کا تحقق، ثانی موانع و عوارض کا ارتفاع، اس آخری باب سے مصنفؒ اس امر ثانی کو بیان کرتے ہیں کہ آدمی کا ایمان اگرچہ اس کو انفاق مال فی سبیل اللہ پر ابھارتا ہے لیکن آدمی کی طبیعت میں جو حب مال اور بخل طبعی (جمع مال کی حرص) ہے وہ اس انفاق سے مانع بنتی ہے لہذا اس مانع کو دور کرنے کی ضرورت ہے۔

١٦٩٨ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: خَطَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «إِيَّاكُمْ وَالشُّحَّ، فَإِنَّمَا هَلَكَ [3] مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِالشُّحِّ، أَمَرَهُمْ بِالْبُخْلِ فَبَخِلُوا، وَأَمَرَهُمْ بِالْقَطِيعَةِ فَقَطَعُوا، وَأَمَرَهُمْ بِالْفُجُورِ فَفَجَرُوا».

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے وعظ میں ارشاد فرمایا کہ لوگو! اپنے آپ کو بخل

---

[1] عون المعبود شرح سنن أبي داود — ج ٥ ص ١١٤

[2] اور مکافات جس طرح صلہ من الجانبین سے ہوتی ہے (جتنا احسان اس پر کیا جائے اتنا ہی وہ بھی کرے) اسی طرح مقاطعہ من الجانبین سے بھی ہوتی ہے (قطع تعلق کا بدلہ قطع تعلق سے دینا) پھر اس میں جو پہل کرنے والا ہو گا وہ تو قاطع ہو گا اور دوسرا یعنی جوابی کاروائی کرنے والا مکافی کہلائیگا (منہل) صلہ رحمی ایک جامع لفظ ہے اس کا مفہوم کافی وسیع ہے جس کا خلاصہ معارف الحدیث (للنعمانی) میں اس طرح لکھا ہے صلہ رحمی کی دو ہی صورتیں ہیں: ① ایک یہ کہ آدمی اپنی کمائی سے اہل قرابت کی مالی خدمت کرے، ② دوسرے یہ کہ اپنے وقت اور اپنی زندگی کا کچھ حصہ ان کے کاموں میں لگائے، اھ، اس کی بعض صورتیں ہم گزشتہ حاشیہ میں در مختار سے نقل کر چکے ہیں، ١٢۔

[3] یہاں ہلاکت سے ہلاکتِ معنوی یعنی دینی بھی مراد ہو سکتی ہے کہ بخل کی وجہ سے ان حقوق اللہ و حقوق العباد کو ضائع کیا جو مال سے متعلق تھے اور اپنی آخرت کو تباہ و برباد کیا اور ہلاکتِ حسی یعنی دنیوی بھی مراد ہو سکتی ہے اس لئے کہ جب لوگوں کے حقوق ادا نہیں کئے آپس میں باہمی نزاع قتل و قتال کی نوبت آئی جس سے دنیا ہی میں ہلاک و برباد ہوئے، اور ظاہر یہ ہے کہ ہلاکتِ حسی و معنوی دینی و دنیوی دونوں مراد لی جائیں۔ (منہل)

سے بچاؤ کیونکہ اس کنجوسی کی عادت کی وجہ سے تم سے پہلے کی امتیں ہلاک اور تباہ ہوئی ہیں اس کنجوسی کی عادت نے انکو مال خرچ نہ کرنے دیا، تو وہ بخل اور کنجوسی کی صفت اختیار کرنے لگے اور اس کنجوسی کی عادت نے انہیں رشتہ داری توڑنے کا کہا تو انہوں نے رشتہ داری کے حقوق کو پامال کیا اور اسی کنجوسی کی صفت نے ان کو گناہ کے کاموں کے کرنے کا کہا تو یہ گناہ کے کام کرنے لگے۔

تخریج سنن أبي داود- الزكاة (١٦٩٨) مسند أحمد- مسند المكثرين من الصحابة (١٩١/٢) مسند أحمد- مسند المكثرين من الصحابة (١٩٥/٢)

شرح الحدیث بچاؤ اپنے آپ کو بخل سے اسلئے کہ تم سے پہلے جو امتیں گزری ہیں وہ اس بخل ہی کی وجہ سے ہلاک ہوئی ہیں۔

أَمَرَهُمْ بِالْبُخْلِ: امر کیا ان کو اس شح (یعنی طبعی بخل اور حرص) نے بخل کا، پس انہوں نے بخل کو اختیار کیا، اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ بخل تو نام ہے عدم انفاق مال کا اور شح نام ہے اس طبعی خصلت کا جو آدمی کو آمادہ کرتی ہے عدم انفاق پر یعنی منشأ بخل۔

اس شح ہی کی بدولت مبتلا ہوئے وہ لوگ قطع رحمی میں اور طرح طرح کے فسق وفجور میں۔ طرح طرح کے فسق وفجور کا مطلب یہ ہے کہ حب مال وحرص مال کی وجہ سے لوگوں پر ظلم وستم قتل وغارت گری، غصب اور سرقہ وغیرہ امور کے مرتکب ہوئے اور اسی قتل وغارت گری میں عورتوں کی عصمت دری وغیرہ فواحش بھی شامل ہیں، والحدیث صححه الحاکم قال المنذری وأخرجه النسائي (عون)۔

١٦٩٩- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ، حَدَّثَتْنِي أَسْمَاءُ بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ، قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا لِي شَيْءٌ إِلَّا مَا أَدْخَلَ عَلَيَّ الزُّبَيْرُ بَيْتَهُ. أَفَأُعْطِي مِنْهُ؟ قَالَ: «أَعْطِي، وَلَا تُوكِي، فَيُوكَى عَلَيْكِ».

ترجمہ اسماء بنت ابی بکرؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ میری ملکیت میں کوئی بھی چیز نہیں سوائے اسکے جو (میرے شوہر) زبیرؓ میرے گھر میں لاتے ہیں تو کیا میں اس میں سے صدقہ کر سکتی ہوں؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم صدقہ کر سکتی ہو اور تم مال کے رکھنے کی تھیلی کو گرہ مت لگاؤ ورنہ اللہ پاک بھی اپنے خزانہ کا منہ تمہارے لئے بند کر دینگے۔

تخریج صحيح البخاري- الزكاة (١٣٦٦) صحيح البخاري- الزكاة (١٣٦٧) صحيح البخاري- الهبة وفضلها والتحريض عليها (٢٤٥٠) صحيح البخاري- الهبة وفضلها والتحريض عليها (٢٤٥١) صحيح مسلم- الزكاة (١٠٢٩) جامع الترمذي- البر والصلة (١٩٦٠) سنن النسائي- الزكاة (٢٥٥١) سنن أبي داود- الزكاة (١٦٩٩)

شرح الحدیث اسماء بنت ابی بکرؓ فرماتی ہیں: ایک مرتبہ میں نے حضور اقدس ﷺ سے عرض کیا، یارسول اللہ! (صورت حال یہ ہے کہ) میری ملک میں تو کچھ ہے نہیں بجز اس کے جو میرے شوہر (زبیرؓ) نے میرے گھر میں لاکر میرے حوالہ کیا، تو میں اس میں سے کچھ صدقہ کر سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے ان کو عطاء کی اجازت مرحمت فرمادی، بلکہ روک کر رکھنے سے منع کیا کہ مت بندھن باندھ (یعنی تھیلی کا منہ باندھ کر مت رکھ) ورنہ پھر تجھ سے بھی باندھ کر رکھ لیا جائے گا، یعنی اللہ تعالیٰ اپنے خزانہ کا منہ تیرے لئے بند کردیں گے۔

وَلَا تُوكِي: ایکاء سے ماخوذ ہے یعنی وکاء سے کوئی چیز باندھنا وکاء کہتے ہیں اس رسی اور ڈوری کو جس کے ذریعہ بوری اور تھیلی وغیرہ

کامنہ کو باندھتے ہیں۔

اس حدیث میں آپ ﷺ نے عورت کو شوہر کے مال سے صدقہ کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے، جس کیلئے اذن زوج کا ہونا ضروری ہے دلالۃً ہو یا صراحۃً، یہاں آپ ﷺ نے اسکے ذکر کی ضرورت اسلئے نہیں سمجھی کہ شاید آپ ﷺ کو ان کے شوہر کی طبیعت کا حال معلوم ہو اور یا یہ کہا جائے کہ مراد یہ ہے کہ تو خاص اپنے حصہ میں جو چیز آئی ہو اس میں سے صدقہ ضرور کیا کر، انفاق المرأۃ من بیت الزوج کی تفصیل اس کے باب میں گزر چکی واللہ تعالیٰ اعلم۔

قال المنذری أخرجه الترمذی والنسائی وأخرجه البخاری ومسلم من طریق آخر مختصراً (عون)۔

۱۷۰۰- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا ذَكَرَتْ عِدَّةً مِنْ مَسَاكِينَ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَالَ غَيْرُهُ أَوْ عِدَّةً مِنْ صَدَقَةٍ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَعْطِي وَلَا تُحْصِي فَيُحْصَى عَلَيْكِ».

ترجمہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے متعدد فقیروں کا ذکر کیا (کہ انکو صدقہ کرنا چاہتی ہوں)۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ صدقہ کرنے کی غرض سے بعض مساکین کا ذکر کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا کہ اے عائشہؓ! صدقہ کرو اور تم گن گن کر ذخیرہ کر کے مت رکھو ورنہ اللہ پاک بھی اپنے خزانہ سے گن گن کر محدود شئے عطا فرمائیں گے۔

تخریج سنن النسائي – الزكاة (٢٥٤٩) سنن أبي داود – الزكاة (١٧٠٠) مسند أحمد – باقي مسند الأنصار (٦/٧١) مسند أحمد – باقي مسند الأنصار (٦/١٠٨)

شرح الحدیث عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا ذَكَرَتْ عِدَّةً مِنْ مَسَاكِينَ: عِدَّةً کو دال کی تشدید اور تخفیف دونوں طرح پڑھا گیا ہے عِدَّةً، عِدَةً، پہلی صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ انہوں نے حضور ﷺ کے سامنے چند (متعدد) مساکین کا تذکرہ کیا کہ وہ میرے پاس لینے کیلئے آئے تھے، اور دوسری صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ عائشہؓ نے آپ ﷺ کے سامنے عرض کیا کہ میں نے بعض مساکین سے دینے کا وعدہ کر لیا ہے تو کیا میں انکو دے سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے انکو بھی عطا کرنے کا امر فرمایا والحدیث أخرجه النسائي نحوہ مطولاً، اھ [1]۔

الحمد للہ الذی بعزتہ وجلالہ تتم الصالحات

آخر کتاب الزکاۃ

[1] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود — ج ١٠ ص ١٩

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

اللّٰهُمَّ إِنِّي أَحْمَدُكَ وَأَسْتَعِينُكَ

كِتَابُ اللُّقَطَةِ

گری پڑی شئی اٹھانے کے متعلق تفصیلی بیان

بعض نسخوں میں کِتَابُ اللُّقَطَةِ سے قبل آخر کتاب الزکوۃ لکھا ہے لیکن ہمارے نسخہ میں کِتَابُ اللُّقَطَةِ کے ختم پر لکھا ہے آخر کتاب الزکوۃ پہلے نسخہ کا تقاضا یہ ہے کہ کِتَابُ اللُّقَطَةِ مستقل کتاب ہے کتاب الزکوۃ کا جزء نہیں اور نسخہ ثانیہ کا تقاضا بظاہر یہ ہے کہ مصنف نے لقطہ کو کتاب الزکوۃ کا جزو اور اس کا تکملہ قرار دیا ہے۔ بہر کیف لقطہ کا بیان کتاب الزکوۃ کا جزء ہو یا نہ ہو اسکی مناسبت کتاب الزکوۃ سے ظاہر ہے اسلئے کہ لقطہ کا انجام اگر مالک نہ آئے تصدق ہی ہے۔

حسب عادات و معمول ہم یہاں لقطہ کے شروع میں چند امور اور مفید بحثیں ذکر کرتے ہیں تا کہ احادیث الباب کے سمجھنے میں مفید اور موجب بصیرت ہو وباللہ الموفق۔

لقطہ سے متعلق مباحث تسعہ: ① تحقیق اللقطة لغةً، ② حکم الالتقاط، ③ الفرق بین لقطة الحیوان وغیر الحیوان، ④ مدة التعریف، ⑤ التملك بعد التعریف، ⑥ وجوب الضمان عند مجئ المالك، ⑦ هل یدفع الی الناشد بمجرد بیان العلامات، ⑧ الاشهاد عند الالتقاط، ⑨ لقطة الحاج ماذا حکمه۔

البحث الاول (تحقیق اللقطة لغة): لُقَطَة ضم لام اور فتح قاف کیساتھ ہے، اگرچہ عوام اسکو سکون قاف کے ساتھ پڑھتے ہیں (زمخشری [1]) ومعناہ لغةً الشئ الملقوط (وہ پڑی ہوئی چیز جس کو اٹھالیا گیا ہو)۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں مشہور عند اہل اللغۃ والمحدثین تو یہی ہے لیکن خلیل یہ کہتا ہے کہ لقطہ سکون قاف کے ساتھ ہے اور لقطہ بالفتح وہ بمعنی لاقط آتا ہے، حافظؒ کہتے ہیں: خلیل جو کہہ رہے ہیں ہو القیاس لیکن مسموع من العرب یہی ہے (جو مشہور ہے) بلکہ اسی پر اجماع ہے [2]، وأمّا شرعاً ھو مالٌ یوجد ولا یعرف مالکہ یعنی وہ مال جو غیر محفوظ جگہ پڑا ہوا ملے اور اس کے مالک کا پتہ نہ ہو۔

---

[1] الفائق في غريب الحديث — ج ۱ ص ۳۹۱

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ۵ ص ۷۸

البحث الثاني (حكم الالتقاط): حنفیہ کے نزدیک التقاط اولیٰ ہے بشرطیکہ لاقط کو اپنے نفس پر اطمینان ہو اور اگر خیانت کا اندیشہ ہو فالترك أولى (در مختار [1]) اور صاحب بدائع فرماتے ہیں: اپنی نیت سے اٹھانا تو حرام ہے مثل غصب کے اور خوف ضیاع کے وقت التقاط واجب ہے اس لئے کہ جس طرح شخص مسلم کی جان کیلئے حرمت ہے اسی طرح مال کیلئے بھی دونوں کی حفاظت واجب ہے ورنہ اگر وہ شی ضائع ہو گئی تو گناہ گار ہو گا، اھ [2]، اور یہی مذہب شافعیہ ومالکیہ اور جمہور کا ہے، البتہ "مغنی [3]" میں امام احمد بن حنبلؒ سے نقل کیا ہے کہ ترک التقاط اولیٰ ہے اور دوسرا قول حنابلہ کے یہاں وہی ہے جو جمہور کا ہے۔

البحث [4] الثالث (الفرق بين لقطة الحيوان وغير الحيوان): لقطہ کی دراصل دو قسمیں ہیں، لقطة الحيوان وغير الحيوان، اول کو ضالہ کہتے ہیں اور ثانی کو لقطہ، حنفیہ کے نزدیک تو دونوں کے حکم میں کوئی فرق نہیں ہے جو حکم لقطہ غیر

---

[1] رد المحتار على الدر المختار — ج ٦ ص ٤٣٢

[2] بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع — ج ٦ ص ٢٠٠

[3] قال امامنا رحمه الله الافضل ترك الالتقاط. (المغني ويليه الشرح الكبير — ج ٦ ص ٣١٩)

[4] اور بعض تقاریر میں اسطرح ہے "التقاط الابل" حضرت امام بخاریؒ نے ضَالَّةِ الْإِبِلِ اور ضَالَّةِ الْغَنَمِ الگ الگ دو مستقل باب باندھے ہیں ابل اور جو جانور اس جیسے ہیں قوت وجسامت میں جو صغار سباع (چھوٹے موٹے درندوں) سے خود بچ سکتے ہوں مثلاً بقر وفرس وحمار وغیرہ حنابلہ کے نزدیک ان کا التقاط جائز نہیں جیسا کہ ظاہر حدیث الباب سے بھی یہی معلوم ہو رہا ہے (کہ آپ ﷺ سے ضالة الإبل کے بارے میں سوال کیا گیا، ابن قدامہؒ نے امام احمدؒ وشافعیؒ دونوں کا مسلک یہی لکھا ہے لیکن یہ شافعیہ کا ایک قول ہے اصح قول انکا کما قال النووی فی روضة الطالبين وكذا الحافظ العسقلانی فی شرح البخاری یہ ہے کہ صحراء اور قریہ (آبادی) میں فرق ہے اس قسم کے جانوروں کا التقاط صحراء میں جائز نہیں الا للحفظ فقط لا للتملك بعد التعريف اور اگر آبادی یا اسکے قریب میں پائے جائیں تو اس صورت میں بیشک ان کا التقاط للتملك جائز ہو گا ایک سال تک تعریف کرے پھر اگر مالک نہ آئے تو خود مالک بن سکتا ہے اور یہی مسلک تقریباً مالکیہ کا ہے (کما فی الکافی لابن عبد البر والمغنی) اور جو جانور ایسے ہیں کہ وہ صغار سباع سے اپنا بچاؤ خود نہیں کر سکتے جیسے بکری وغیرہ تو انکا التقاط شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک مطلقاً جائز ہے آبادی میں ہوں یا صحراء میں، اسمیں امام مالکؒ کا اختلاف ہے وہ فرماتے ہیں بکری اگر صحراء میں ملے تب تو اس کا التقاط اور تملک جائز ہے بلکہ تعریف اور ضمان کچھ بھی واجب نہیں لیکن اگر آبادی میں ملے یا اسکے آس پاس ملے تو پھر اسکی تعریف ضروری ہے اور تملك بعد التعريف بھی جائز نہیں بلکہ ہمیشہ اس کی حفاظت کی جائیگی یہاں تک کہ اسکا مالک آئے، یہ تفصیل تو تھی جمہور کے مسلک میں، اور حنفیہ کے نزدیک ابل وبقر اور غنم سب کا حکم یکساں ہے التقاط جائز ہے، ایسے ہی صحراء اور قریہ کا بھی کوئی فرق نہیں، صاحب بدائع نے حنفیہ کی دلیل یہ بیان کی ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایک شخص نے ابل کا التقاط کیا تھا اور اسکی تعریف بھی کی جب اسکا مالک نہ آیا تو وہ شخص حضرت عمرؓ کے پاس آیا ان سے عرض کیا انہوں نے فرمایا مزید تعریف کر اس نے کہا کہ میرا تو اس میں بڑا حرج ہو چکا ہے انہوں نے فرمایا پھر اسکو وہیں چھوڑ جہاں سے اٹھایا ہے، الحاصل حضرت عمرؓ نے یہ نہیں فرمایا کہ تو نے اسکا التقاط کیوں کیا ہے اور حدیث کا جواب انہوں نے یہ دیا ہے کہ یہ منع اس صورت میں ہے جب قرائن سے یہ معلوم ہو رہا ہو کہ اس کا مالک کہیں آس پاس ہی ہے وہ خود اس کو آکر لیجائیگا۔ یشیر إليه قوله فی الحدیث حتی یاتیها ربها. (بذل) اور علامہ سرخسی نے مبسوط میں اسکا یہ جواب دیا ہے کہ حدیث صلاح کے زمانہ پر محمول ہے جس وقت اہل صلاح کا غلبہ اور انکی کثرت تھی اس صورت میں ضیاع کا اندیشہ نہیں تھا اور اب یہ بات ہے نہیں لکثرة الخائنین فی هذا الزمان پس اصل چیز اس میں خوف ضیاع ہے اسی لئے شافعیہ ومالکیہ نے بھی مفازہ اور قریہ کا فرق کیا ہے کیونکہ آبادی میں خیانت کا اندیشہ ہے کوئی اپنے گھر لیجا کر باندھ لیگا مالک کو پتہ لگانا مشکل ہو جائے گا بخلاف صحراء کے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

حیوان کا ہے وہی لقطة الحیوان کا ہے ان کے نزدیک اس میں ابل اور غنم سب برابر ہیں، لیکن جمہور علماء ائمہ ثلاثہ کے نزدیک دونوں میں فرق ہے اور ماقبل یعنی بحث ثانی میں جو حکم بیان کیا گیا ہے وہ عند الجمہور غیر حیوان کا ہے اور لقطة الحیوان میں انکے یہاں تفصیل ہے وہ یہ کہ حیوان دو قسم کے ہیں: ① وہ جانور جو اپنی قوت کیوجہ سے صغار سباع (چھوٹے موٹے درندوں) سے اپنی حفاظت اور بچاؤ خود کرسکتے ہیں اور انکے ضیاع کا اندیشہ نہیں ہے کالإبل والخیل والبغال والحمیر اس قسم کے جانوروں کا حکم ائمہ ثلاثہ میں سے امام شافعیؒ کے نزدیک یہ ہے کہ اگر وہ صحراء میں پائے جائیں تب تو انکا حکم یہ ہے کہ انکا التقاط للحفظ جائز ہے لہٰذا وہ حیوان اسکے پاس ہمیشہ کیلئے امانت رہیگا جب بھی اسکا مالک آئے تو اسکو دیا جائیگا اور للتملك التقاط جائز نہیں یعنی اس نیت سے کہ ایک سال تک تعریف کریں گے اگر مالک آگیا تو اسکو دیدیں گے ورنہ خود مالک ہوجائیں گے، اس طور پر التقاط جائز نہیں ہے، اور اگر اس قسم کے جانور آبادی میں پائے جائیں تو شافعیہ کا ایک قول تو یہ ہے کہ وہاں بھی التقاط للتملك جائز نہیں کما فی الصحراء لیکن ان کا اصح قول یہ ہے کہ آبادی میں ان کا التقاط للتملك جائز ہے کیونکہ آبادی میں خیانت کرنے والے بہت ہوتے ہیں وہاں ضیاع کا اندیشہ ہے بخلاف جنگل کے، یہ مسلک تو ہوا شافعیہ کا اور حنابلہ کے نزدیک اس قسم کے جانوروں کا التقاط مطلقاً جائز نہیں، خواہ وہ مفازہ میں ملیں یا قریہ (آبادی) میں، جیسا کہ ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے پس ظاہر حدیث پر عمل صرف حنابلہ کا ہوا حنفیہ کے علاوہ دوسرے ائمہ کا بھی نہ ہوا حنفیہ کے بارے میں تو سب نے لکھ دیا ہے کہ حدیث انکے خلاف ہے۔

اور مالکیہ سے مختلف روایات ہیں، ایک روایت انکی یہ ہے یجوز الالتقاط فی القریة لافی الصحراء اسلئے کہ ضائع ہونے کا خطرہ صرف آبادی میں ہے (کوئی شخص اپنے گھر میں لیجا کر باندھ لے اور اسکو چھپالے) صحراء میں خطرہ نہیں ہے یہ تمام تفصیل واختلافات تو ان جانوروں کے بارے میں تھے جن کے ضیاع کا اندیشہ نہیں اور وہ اپنا بچاؤ خود کرسکتے ہیں ② اور جو جانور ایسے ہیں کہ وہ صغار سباع (وھی الثعلب والذئب وولد الاسد) سے اپنا بچاؤ نہیں کرسکتے مثل الغنم وفصلان الابل وعجاجیل البقر وافلاء الخیل (اولاد الخیل) والدجاج ونحوھا ان کا التقاط جمہور علماء کے نزدیک مطلقاً جائز ہے، خواہ قریہ میں ہوں یا صحراء میں اس میں امام مالکؒ کا اختلاف ہے وہ فرماتے ہیں بکری وغیرہ جانور اگر صحراء میں ملے تب تو انکا التقاط جائز ہے اور تملک بھی لیکن اگر قریہ اور آبادی میں ملے تو التقاط تو انکا جائز ہے لیکن تملک بعد التعریف جائز نہیں بلکہ ہمیشہ اسکی حفاظت کی جائیگی یہاں تک کہ اسکا مالک آجائے انکی دلیل یہ ہے کہ حدیث میں یہ فرمایا ہے لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذِّئْبِ [1]، لہٰذا یہ حکم صحراء کا ہوا مصر کا نہیں کیونکہ ذئب مصر میں نہیں ہوتا صحراء ہی میں ہوتا ہے جمہور نے اسکا جواب یہ دیا کہ شہر میں دوسرے قسم کے ہوتے ہیں، یعنی چور، ڈاکو، لٹیرے وغیرہ۔

البحث الرابع (مدة التعريف): عند الجمهور، ومنهم الأئمة الثلاثة مدت تعریف ایک سال ہے اور ہمارے

---

[1] صحيح البخاري — كتاب اللقطة — باب ضالة الإبل ٢٢٩٥

یہاں ان میں تین روایات ہیں:

① ظاہر الروایۃ ایک سال ہے مثل الجمہور۔

② لقطہ کی حیثیت کے مطابق اگر لقطہ دس درہم سے کم ہے تب تو مدت تعریف چند ایام ہیں، اور اگر دس درہم یا اس سے زائد ہے تو ایک سال۔

③ علی رأی المبتلی بہ، جب تک اس کا گمان یہ ہو کہ تلاش کرنے والا آسکتا ہے تعریف کرتا رہے اور جب ظن غالب یہ ہو کہ اب نہیں آسکے گا کافی دن ہو چکے ہیں تعریف ختم۔

البحث الخامس (التملك بعد التعريف): حنفیہ کے نزدیک مدت تعریف پورا ہونے تک اگر اس کا مالک نہ آئے لاقط اگر غنی ہو اس کیلئے لقطہ سے خود منتفع ہونا جائز نہیں بلکہ اس کو صدقہ کردے اور اگر وہ فقیر ہے تو اس کیلئے انتفاع جائز ہے وہ خود اس کا مالک بن سکتا ہے، مالکیہ کا مسلک بھی اسی کے قریب ہے ان کی کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک غنی کیلئے تملک جائز تو ہے لیکن علی کراہۃ، اور شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک تملک مطلقاً جائز ہے لاقط فقیر ہو یا غنی۔

البحث السادس (وجوب الضمان عند مجئ المالك): تعریف کے بعد اگر لاقط نے لقطہ میں تصرف کرلیا تھا پھر بعد میں مالک بھی آگیا تو جمہور علماء وائمہ اربعہ کے نزدیک ضمان واجب ہے اسمیں کرابیسی صاحب الشافعی اور امام بخاری وداؤد ظاہری کا اختلاف ہے انکے نزدیک ضمان واجب نہیں ہے، لیکن امام مالکؒ کے نزدیک اس حکم سے ضالۃ الغنم مستثنی ہے انکے نزدیک التقاط کے بعد نہ اسمیں تعریف[1] واجب ہے اور نہ ضمان بلکہ اسکو اختیار ہے چاہے تو اسکو صدقہ کردے چاہے خود کھالے۔

واستدل بقولہ علیہ الصلوۃ والسلام فی الحدیث هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذِّئْبِ[2] یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ضالۃ الغنم کا التقاط کرلینا چاہیئے اس لئے کہ وہ تیرے لئے ہے اور اگر تو نہیں لے گا تو وہ تیرے کسی بھائی کیلئے ہے، اور اگر کسی نے بھی نہ لیا تو پھر بھیڑیئے کے لئے ہے اور ظاہر ہے کہ ذئب پر ضمان نہیں ہے اسی طرح لاقط پر بھی نہ ہوگا۔

البحث السابع (هل يدفع الى الناشد بمجرد بيان العلامات): یہ مسئلہ بھی اختلافی ہے امام بخاریؒ نے اس مستقل باب باندھا ہے: وإِذَا أَخْبَرَهُ رَبُّ اللُّقَطَةِ بِالْعَلَامَةِ دَفَعَ إِلَيْهِ، حضرت شیخؒ نے حاشیۂ لامع میں لکھا ہے کہ امام مالکؒ واحمدؒ کا مسلک یہی ہے کہ جو شخص عفاص اور وکاء کو پہچان لے (علامات بتادے) اسکو دیدیا جائے، اور امام ابو حنیفہؒ وامام شافعیؒ کا مسلک یہ ہے کہ ناشد کے علامات بتانے کے بعد اگر لاقط کا دل گواہی دے تو دے سکتا ہے ورنہ اسکو مجبور نہیں کیا جاسکتا بغیر بینہ کے۔

---

[1] شراح نے تو اس کو مطلقاً ہی لکھا ہے لیکن الکافی لابن عبد البر (ج ٢ ص ١٦٤) جو فقہ مالکیہ میں ہے یہ لکھا ہے کہ یہ ان کے یہاں اس صورت میں ہے جبکہ وہ بکری مفازہ میں ملے اور اگر قریہ میں یا اس کے آس پاس ملے تو پھر اس کی تعریف ضروری ہے، ١٢۔

[2] صحيح البخاري — كتاب اللقطة — باب ضالة الإبل ٢٢٩٥

البحث الثامن(الاشهاد عندالالتقاط): حنفیہ کے نزدیک عند الالتقاط اشہاد واجب ہے، امام شافعیؒ کی بھی ایک روایت یہی ہے لحدیث: عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ وَجَدَ لُقَطَةً فَلْيُشْهِدْ ذَا عَدْلٍ [1]، اور امام مالک واحمد والشافعی فی روایۃ اشہاد واجب نہیں صرف مستحب ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن خالد کی حدیث میں اس کو بیان نہیں فرمایا اگر واجب ہوتا تو بیان فرماتے۔

البحث التاسع(لقطة الحاج ماذاحکمه): حضرت امام بخاریؒ نے اس پر مستقل باب باندھا ہے: بَاب كَيْفَ تُعَرَّفُ لُقَطَةُ أَهْلِ مَكَّةَ، کتاب اللقطۃ کے اخیر میں ایک حدیث مرفوع (برقم ۱۷۱۹) آرہی ہے: نَهَى عَنْ لُقَطَةِ الْحَاجِّ، اور ایک حدیث میں ہے: وَلَا تَحِلُّ لُقَطَتُهَا إِلَّا لِمُعَرِّفٍ وفي رواية إِلَّا لِمُنْشِدٍ [2]، اس حدیث کی بناء پر امام شافعیؒ واحمدؒ فی روایۃ یہ فرماتے ہیں کہ لقطۃ الحرم یعنی مکہ کا التقاط صرف تحفظ اور تعریف کیلئے ہو سکتا ہے اور یہ دیگر عام لقطوں کیطرح نہیں ہے کہ تعریف کے بعد تملک جائز ہو جائے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ مکہ کے لقطہ کو اسکے مالک تک پہنچانا ممکن اور سہل ہے اسلئے کہ وہ لقطہ دو حال سے خالی نہیں، یا تو مکی کا ہو گا یا کسی آفاقی کا، اگر مکی کا ہے تب تو ظاہر ہے اور اگر آفاقی کا ہے تو چونکہ مکہ مکرمہ میں ہر سال ہر ملک اور ہر شہر سے لوگ آتے ہیں اسلئے جب ہر سال تعریف کیجائے گی تو مالک کا پتہ چل ہی جائیگا اور ان آنیوالوں کے ذریعہ اسکو مالک تک پہونچانا آسان ہو گا۔

اور حنفیہ بلکہ جمہور ائمہ کے نزدیک لقطۃ الحل والحرم میں کوئی فرق نہیں ہے، اور حدیث کا جواب ان کی طرف سے یہ ہے کہ یہ جو فرمایا ہے کہ اس کا لقطہ منشد اور معرف ہی کیلئے جائز ہے، اس کا مقصد یہ ہے کہ وہاں کے لقطہ میں مبالغہ فی التعریف کرنی چاہیئے اس لئے کہ ممکن ہے کہ وہ کسی حاجی کا ہو اور معلوم نہیں اس کا دوبارہ یہاں آنا ہو یا نہ ہو لہذا تعریف میں پوری کوشش کی جائے اور یا مکہ کی تخصیص، تعریف میں اس لئے کی گئی کہ ممکن ہے کوئی یہ سمجھے کہ اس لطقہ کو اس کے مالک تک پہونچانا بہت مشکل ہے، خبر نہیں کہ کس مسافر کا ہو گا دنیا بھر کے آدمی وہاں آتے ہیں بھیڑ ہوتی ہے مالک اس کو کہاں تلاش کرتا پھریگا لہذا بغیر تعریف ہی کے وہ اس کا مالک بن بیٹھے، اس خیال کی تردید کیلئے حدیث میں مبالغۃً فرمایا گیا کہ اس کا التقاط صرف تعریف کیلئے کیا جائے ورنہ فی الحقیقت جو حکم دوسرے لقطوں کا ہے وہی لقطۃ الحاج کا ہے یعنی تعریف ثم التملك ان كان فقيراً او التصدق أن كان غنياً والله تعالى أعلم، وقد تم بتوفيقه سبحانه وتعالى بيان المباحث التسعة فلله الحمد والمنة۔

ان مباحث کے بعد اب حدیث الباب کو لیجئے۔

---

[1] سنن أبي داود — کتاب اللقطة — باب التعريف باللقطة ۱۷۰۹

[2] صحيح البخاري — کتاب اللقطة — باب كيف تعرف لقطة أهل مكة ۲۳۰۱

١ - بَابُ التَّعْرِيفِ بِاللُّقَطَةِ

لقطہ کی تعریف کا بیان

١٧٠١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ، قَالَ: غَزَوْتُ مَعَ زَيْدِ بْنِ صُوحَانَ، وَسَلْمَانَ بْنِ رَبِيعَةَ فَوَجَدْتُ سَوْطًا، فَقَالَا لِي: اطْرَحْهُ، فَقُلْتُ: لَا، وَلَكِنْ إِنْ وَجَدْتُ صَاحِبَهُ وَإِلَّا اسْتَمْتَعْتُ بِهِ، فَحَجَجْتُ، فَمَرَرْتُ عَلَى الْمَدِينَةِ فَسَأَلْتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ، فَقَالَ: وَجَدْتُ صُرَّةً فِيهَا مِائَةُ دِينَارٍ، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «عَرِّفْهَا حَوْلًا» فَعَرَّفْتُهَا حَوْلًا، ثُمَّ أَتَيْتُهُ فَقَالَ: «عَرِّفْهَا حَوْلًا»، فَعَرَّفْتُهَا حَوْلًا، ثُمَّ أَتَيْتُهُ، فَقَالَ: «عَرِّفْهَا حَوْلًا» فَعَرَّفْتُهَا حَوْلًا، ثُمَّ أَتَيْتُهُ فَقُلْتُ: لَمْ أَجِدْ مَنْ يَعْرِفُهَا فَقَالَ: «احْفَظْ عَدَدَهَا وَوِكَاءَهَا وَوِعَاءَهَا، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَإِلَّا فَاسْتَمْتِعْ بِهَا»، وَقَالَ: وَلَا أَدْرِي أَثَلَاثًا قَالَ: «عَرِّفْهَا» أَوْ مَرَّةً وَاحِدَةً.

ترجمہ: سوید بن غفلہ کہتے ہیں کہ میں نے زید بن صوحان صحابیؓ اور سلمان بن ربیعہ (ان کے صحابی ہونے کے متعلق دونوں قول مذکور ہیں) کیساتھ جہاد میں شرکت کی تو مجھے (ایک دفعہ رستے میں) ایک کوڑا پڑا ہوا ملا (تو میں نے اسکو لقطہ کے طور پر اٹھالیا) ان دونوں حضرات نے مجھ سے کہا کہ اسکو پھینک دو (کیونکہ یہ دوسرے کا مال ہے) میں نے کہا کہ میں اسکو نہیں پھینکوں گا بلکہ میں اسکا اعلان کروں گا اگر مجھے اسکا مالک مل گیا (تو میں اسکو یہ کوڑا دیدوں گا) اور اگر مجھے اسکا مالک نہ ملا تو میں اس کوڑے سے خود فائدہ اٹھاؤں گا...... پھر میں حج پر گیا تو وہاں مدینہ طیبہ میں ایک دفعہ گزر رہا تھا تو میں نے ابی بن کعبؓ سے اس کوڑے کو لقطہ بنانے کے متعلق دریافت کیا تو ابی بن کعبؓ نے (مجھے اسکام پر داد تحسین دی اور پھر) فرمایا کہ عہد نبوی میں مجھے ایسی تھیلی ملی تھی جس میں سو دینار تھے تو میں خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (میرے اس مسئلہ کو سن کر) ارشاد فرمایا کہ تم ایک پورا سال لوگوں میں اسکا اعلان کرو تو میں نے ایک سال تک اسکا اعلان کیا پھر میں خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں دوبارہ حاضر ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم ایک اور سال اسکا اعلان کرو تو میں نے ایک اور سال اسکا اعلان کیا پھر میں خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم ایک اور سال اسکا اعلان کرو تو میں تیسرا سال مکمل ہونے تک اسکا اعلان کرتا رہا تو پھر میں نے خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے اس تھیلی کا مالک نہیں ملا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم ان دیناروں کی گنتی اچھی طرح محفوظ کرلو اور ان دیناروں کے بٹوے اور اس پر لگائے جانے والی گرہ کی رسی کو بھی اچھی طرح محفوظ کرلو پس اگر اسکا مالک آگیا (تو تم اسکو یہ تھیلی حوالہ کر دینا) ورنہ تم خود اس سے فائدہ اٹھالینا۔ سلمہ بن کہیل کہتے ہیں کہ مجھے نہیں معلوم کہ سوید بن غفلہ نے یہ فرمایا تھا کہ تین سال تک انکی تعریف کرنے کا حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا یا صرف ایک سال تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعریف کرنے کا حکم فرمایا تھا۔

١٧٠٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ، بِمَعْنَاهُ قَالَ: «عَرِّفْهَا حَوْلًا» وَقَالَ: ثَلَاثَ مِرَارٍ، قَالَ: فَلَا أَدْرِي، قَالَ لَهُ:

«ذَلِكَ فِي سَنَةٍ، أَوْ فِي ثَلَاثِ سِنِينَ».

ترجمہ: شعبہ سے گزشتہ حدیث کے ہم معنی روایت مروی ہے سلمہ بن کہیلؒ نے اپنی حدیث میں فرمایا حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک سال تک تم اسکا اعلان کرو اور یہ بات تین دفعہ ارشاد فرمائی سلمہ کہتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ابی بن کعبؓ سے یہ بات ایک سال ہی میں ارشاد فرمائی یا تین الگ الگ سال میں یہ بات الگ الگ دفعہ ارشاد فرمائی۔

۱۷۰۳- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ قَالَ: فِي التَّعْرِيفِ قَالَ: عَامَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً وَقَالَ: «اعْرِفْ عَدَدَهَا وَوِعَاءَهَا، وَوِكَاءَهَا» زَادَ «فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا فَعَرَفَ عَدَدَهَا وَوِكَاءَهَا فَادْفَعْهَا إِلَيْهِ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: لَيْسَ يَقُولُ هَذِهِ الْكَلِمَةَ إِلَّا حَمَّادٌ فِي هَذَا الْحَدِيثِ، يَعْنِي «فَعَرَفَ عَدَدَهَا».

ترجمہ: سلمہ بن کہیلؒ سے انکی گزشتہ سند اور اسی کے ہم معنی روایت مروی ہے اس روایت میں حماد راوی نے سلمہ استاد سے اس گری پڑی شئی کے اعلان کے متعلق فرمایا کہ تم دو سال یا تین سال اسکا اعلان کرو اور فرمایا کہ ان دیناروں کی تعداد اور انکے برتن اور برتن کو باندھنے والی رسی کو اچھی طرح پہچان لو، اسکے بعد حماد راوی نے یہ اضافہ کیا کہ اگر ان دیناروں کا مالک مل گیا اور اس نے ان دیناروں کی گنتی اور اسکی ڈوری کی صحیح پہچان کرادی تو تم اس تھیلی کو اس شخص کے حوالے کر دینا۔

تخریج: صحيح البخاري- في اللقطة (٢٢٩٤) صحيح البخاري- في اللقطة (٢٣٠٥) جامع الترمذي- الأحكام (١٣٧٤) سنن أبي داود- اللقطة (١٧٠١) سنن ابن ماجه- الأحكام (٢٥٠٦) مسند أحمد- مسند الأنصار رضي الله عنهم (١٢٦/٥) مسند أحمد- مسند الأنصار رضي الله عنهم (١٢٧/٥) مسند أحمد- مسند الأنصار رضي الله عنهم (١٤٣/٥)

شرح الحدیث: سوید بن غفلہ جو کہ اصح قول کے مطابق تابعی ہیں، فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ زید بن صوحانؓ (صحابی) اور سلمان بن ربیعہؓ (مختلف فی صحبۃ) کے ساتھ ایک سفر غزوہ میں شریک ہوا، اس حدیث میں آگے چل کر یہ ہے کہ حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ مجھے ایک تھیلی ملی جس میں ایک سو دینار تھے میں اس کو لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا عَرِّفْهَا حَوْلًا الخ کہ اسکی ایک سال تک تعریف کرتے رہو، وہ کہتے ہیں میں نے اس کی ایک سال تک تعریف کی لیکن کوئی طالب نہیں آیا، میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ نے پھر ایک سال تک تعریف کا حکم فرمایا، اسی طرح تین سال تک تعریف کی گئی، آگے روایت میں یہ ہے کہ ایک راوی نے مدت تعریف میں شک کا اظہار کیا کہ یہ مجھے اچھی طرح یاد نہیں رہا کہ آپ ﷺ نے صرف ایک سال تک تعریف کرائی یا تین سال تک۔ یہ حدیث صحیحین میں بھی ہے وہاں تین سال تک کی تعریف مذکور ہے (بدون شک) لیکن تین سال تک تعریف کے جمہور قائل نہیں ہیں، البتہ بعض صحابہؓ جیسے حضرت عمرؓ اور بعض دوسرے علماء سے تعریف الی ثلاثة اعوام منقول ہے، ایسے ہی احناف کے نزدیک بھی چونکہ ایک قول مبتلی بہ کی رائے کے اعتبار کا ہے اس صورت میں تین سال تک کی نوبت بھی آسکتی ہے، حضرت شیخ اوجز میں لکھتے ہیں لیکن زید بن خالدؓ کی حدیث میں (ابوداؤد میں آگے آرہی ہے) اس کے تمام طرق میں ایک سال کی تعریف مذکور ہے جو کہ جمہور کا مسلک

ہے لہذا اسی کو ترجیح ہوگی حتی کہ ابن حزم اور ابن الجوزی نے تو بالجزم یہ بات کہی کہ تین سال والی روایت راوی کا وہم ہے۔

شافعیہ کی دلیل اور اسکا جواب: وَإِلَّا فَاسْتَمْتِعْ بِهَا: اس سے شافعیہ وحنابلہ نے اپنے مسلک پر استدلال کیا ہے کہ لقطہ کی تعریف کے بعد لاقط کیلئے اس سے انتفاع جائز ہے، یعنی اگرچہ وہ غنی ہو اس لئے کہ یہ بات مشہور ہے کہ حضرت ابی بن کعبؓ میاسیر صحابہ میں سے تھے، ہماری طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ مال آنی جانی چیز ہے ہمیشہ آدمی ایک حالت پر نہیں رہتا ممکن ہے وہ اس وقت غنی نہ ہو، اور ہماری دلیل وہ ہے جو آگے عیاض بن حمار سے مرفوعاً (برقم ۱۷۰۹) آرہی ہے فَهُوَ مَالُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ، شوکانی فرماتے ہیں: مال اللہ تو اس کو کہا جاتا ہے جو صدقہ کے قابل ہو۔

۱۷۰٤- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ يَزِيدَ، مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنِ اللُّقَطَةِ، قَالَ: «عَرِّفْهَا سَنَةً، ثُمَّ اعْرِفْ وِكَاءَهَا، وَعِفَاصَهَا، ثُمَّ اسْتَنْفِقْ بِهَا، فَإِنْ جَاءَ رَبُّهَا فَأَدِّهَا إِلَيْهِ»، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، فَضَالَّةُ الْغَنَمِ؟ فَقَالَ: «خُذْهَا، فَإِنَّمَا هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذِّئْبِ»، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، فَضَالَّةُ الْإِبِلِ، فَغَضِبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى احْمَرَّتْ وَجْنَتَاهُ، أَوِ احْمَرَّ وَجْهُهُ، وَقَالَ: «مَا لَكَ وَلَهَا؟ مَعَهَا حِذَاؤُهَا وَسِقَاؤُهَا حَتَّى يَأْتِيَهَا رَبُّهَا».

ترجمہ: زید بن خالد جہنی سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے گری پڑی شئی کے متعلق سوال کیا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم ایک سال تک اس شئی کی تعریف (اعلان) کرو پھر اسکی ڈوری اور بٹوہ کو اچھی طرح پہچان لو پھر اسکو خرچ کر دو پس اگر اس شئی کا مالک آگیا تو تم اس شئی (جو تم نے خرچ کر دی ہیں) اس کے مالک کو ادا کرو تو اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! گم شدہ بکریوں کا کیا حکم ہے؟ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم ان بکریوں کو پکڑ لو کیونکہ یا تو یہ گمشدہ بکریاں تمہاری ہیں یا تمہارے بھائی کی ہیں یا پھر ان کو بھیڑیا کھا جائیگا، تو اس شخص نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! گمشدہ اونٹ کو لقطہ بنانے کا کیا حکم ہے؟ تو نبی اکرم ﷺ غصہ ہوگئے یہاں تک کہ آپکے دونوں رخسار مبارک سرخ ہوگئے یا راوی نے کہا: آپکا چہرہ انور سرخ ہوگیا اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہارا ان اونٹوں سے کیا کام؟ اسکے جوتے ہیں اور اسکا مشکیزہ (پیٹ) ہے ان اونٹوں کا مالک ان اونٹوں تک خود ہی پہنچ جائے گا۔

شرح الحدیث: قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، فَضَالَّةُ الْإِبِلِ، فَغَضِبَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: اس حدیث پر ائمہ میں سے امام احمد کا عمل ہے، شافعیہ ومالکیہ کا بھی کسی درجہ میں ہے، لیکن احناف کے بظاہر خلاف ہے اس پر کلام اور اسکا جواب بحث ثالث میں گزر چکا ہے۔

قَالَ: مَا لَكَ وَلَهَا؟ مَعَهَا حِذَاؤُهَا وَسِقَاؤُهَا حَتَّى يَأْتِيَهَا رَبُّهَا: تجھ کو اونٹ سے کیا مطلب! اسکے ساتھ تو اسکے جوتے ہیں (پاؤں اور ٹانگیں جن کے ذریعہ جہاں چاہے آتا جاتا ہے) اور اس کے ساتھ اس کا مشکیزہ یعنی پیٹ جس میں کئی کئی دن کا پانی جمع کر لیتا ہے،

قال المنذري: وأخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه نحوه [1]

---

[1] عون المعبود على سنن أبي داود ج ۵ ص ۱۲٦

۱۷۰۵- حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي مَالِكٌ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ زَادَ «سِقَاؤُهَا تَرِدُ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ» وَلَمْ يَقُلْ: «خُذْهَا فِي ضَالَّةِ الشَّاءِ». وَقَالَ فِي اللُّقَطَةِ: «عَرِّفْهَا سَنَةً، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَإِلَّا فَشَأْنُكَ بِهَا» وَلَمْ يَذْكُرْ «اسْتَنْفِقْ».

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ الثَّوْرِيُّ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، وَحَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ رَبِيعَةَ مِثْلَهُ لَمْ يَقُولُوا خُذْهَا.

ترجمہ: مالکؒ سے انکی سند اور اسی حدیث کے ہم معنی روایت مروی ہے اس میں امام مالکؒ نے یہ اضافہ کیا: ان اونٹوں کے پاس ایسا مشکیزہ ہے کہ اسکو لیکر وہ پانی پر پہنچ جاتے ہیں اور درخت کے پتے کھاتے ہیں، اس روایت میں گمشدہ بکریوں کے متعلق خُذْھَا نہیں فرمایا اور لقطہ کے متعلق فرمایا ہے کہ ایک سال تک اسکا اعلان کرو پس اگر اسکا مالک آگیا تو تم اسکو یہ شئی دیدینا ورنہ تم اس میں تصرف کر سکتے ہو اور اس حدیث میں یہ نہیں فرمایا کہ اس کو خرچ کرو۔ ابو داودؒ فرماتے ہیں کہ سفیان ثوری، سلیمان بن بلال اور حماد بن سلمہ نے ربیعہ سے امام مالکؒ کی طرح نقل کیا ہے ان سب راویوں نے گمشدہ بکریوں کے متعلق خُذْھَا نہیں فرمایا۔

تخریج: صحيح البخاري - العلم (٩١) صحيح البخاري - المساقاة (٢٢٤٣) صحيح البخاري - في اللقطة (٢٢٩٥) صحيح البخاري - في اللقطة (٢٢٩٦) صحيح البخاري - في اللقطة (٢٢٩٨) صحيح البخاري - في اللقطة (٢٣٠٤) صحيح البخاري - في اللقطة (٢٣٠٦) صحيح البخاري - الطلاق (٤٩٨٦) صحيح البخاري - الأدب (٥٧٦١) صحيح مسلم - اللقطة (١٧٢٢) جامع الترمذي - الأحكام (١٣٧٢) جامع الترمذي - الأحكام (١٣٧٣) سنن أبي داود - اللقطة (١٧٠٤) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٥٠٤) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٥٠٧) مسند أحمد - مسند الشاميين (١١٥/٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (١١٦/٤) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (١٩٣/٥) موطأ مالك - الأقضية (١٤٨٢)

۱۷۰۶- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، عَنِ الضَّحَّاكِ يَعْنِي ابْنَ عُثْمَانَ، عَنْ سَالِمٍ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ اللُّقَطَةِ، فَقَالَ: «عَرِّفْهَا سَنَةً، فَإِنْ جَاءَ بَاغِيهَا فَأَدِّهَا إِلَيْهِ، وَإِلَّا فَاعْرِفْ عِفَاصَهَا، وَوِكَاءَهَا، ثُمَّ كُلْهَا فَإِنْ جَاءَ بَاغِيهَا فَأَدِّهَا إِلَيْهِ».

ترجمہ: زید بن خالد جہنی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے گری پڑی چیز کے متعلق دریافت کیا گیا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم ایک سال تک اسکا اعلان کرو۔ پس اگر اسکا مالک آگیا تو اسکو دیدینا اور اگر اسکا مالک نہ آیا تو تم اسکے بٹوہ اور ڈوری کو پہچان لینا پھر اسکو کھاسکتے ہو پھر اگر اسکا تلاش کرنے والا آگیا تو تم یہ شئی اگر موجود ہو تو اسکو دے دینا ورنہ اسکے بدلے کی قیمت ادا کر دینا۔

تخریج: صحيح البخاري - العلم (٩١) صحيح البخاري - المساقاة (٢٢٤٣) صحيح البخاري - في اللقطة (٢٢٩٥) صحيح البخاري - في اللقطة (٢٢٩٦) صحيح البخاري - في اللقطة (٢٢٩٨) صحيح البخاري - في اللقطة (٢٣٠٤) صحيح البخاري - في اللقطة (٢٣٠٦) صحيح البخاري - الطلاق (٤٩٨٦) صحيح البخاري - الأدب (٥٧٦١) صحيح مسلم - اللقطة (١٧٢٢) جامع الترمذي - الأحكام (١٣٧٢) جامع الترمذي - الأحكام (١٣٧٣) سنن أبي داود - اللقطة (١٧٠٦) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٥٠٤) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٥٠٧) مسند أحمد - مسند الشاميين (١١٥/٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (١١٦/٤) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (١٩٣/٥) موطأ مالك - الأقضية (١٤٨٢)

شرح الحديث وَإِلَّا فَاعْرِفْ عِفَاصَهَا، وَوِكَاءَهَا: پہچان لے اس لقطہ کی تھیلی کو (جس میں دراہم وغیرہ ملے ہیں) اور اس کے بندھن کو (جس کے ذریعہ سے ہمیانی کے منہ کو باندھتے ہیں)۔

۱۷۰۷- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَفْصٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أَبِيهِ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ رَبِيعَةَ. قَالَ: وَسُئِلَ عَنِ اللُّقَطَةِ، فَقَالَ: «تُعَرِّفُهَا حَوْلًا، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا دَفَعْتَهَا إِلَيْهِ، وَإِلَّا عَرَفْتَ وِكَاءَهَا وَعِفَاصَهَا، ثُمَّ أَفِضْهَا فِي مَالِكَ، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا فَادْفَعْهَا إِلَيْهِ».

ترجمہ زید بن خالد الجہنیؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا گری پڑی شئی کے متعلق، اسکے بعد ربیعہ کی حدیث کی طرح روایت ہے اس میں اضافہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے گری پڑی اشیاء کے متعلق پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم اسکو اٹھا کر ایک سال تک اسکا اعلان کروگے اگر اس شئے کا مالک آگیا تو تم وہ شئے اسکو دے دینا ورنہ تم اسکی ڈوری اور بٹوے کو پہچان لینا پھر تم اسکو اپنے دیگر اموال میں رکھ لو (حفاظت کی غرض سے) پھر اگر اسکا مالک آجائے تو تم اسکو دے دینا۔

۱۷۰۸- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، وَرَبِيعَةَ، بِإِسْنَادِ قُتَيْبَةَ وَمَعْنَاهُ وَزَادَ فِيهِ «فَإِنْ جَاءَ بَاغِيهَا فَعَرَفَ عِفَاصَهَا وَعَدَدَهَا فَادْفَعْهَا إِلَيْهِ». وَقَالَ حَمَّادٌ: أَيْضًا عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذِهِ الزِّيَادَةُ الَّتِي زَادَ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، فِي حَدِيثِ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، وَيَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، وَعُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، وَرَبِيعَةَ، إِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا فَعَرَفَ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا فَادْفَعْهَا إِلَيْهِ لَيْسَتْ بِمَحْفُوظَةٍ فَعَرَفَ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا وَحَدِيثُ عُقْبَةَ بْنِ سُوَيْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْضًا قَالَ: «عَرِّفْهَا سَنَةً» وَحَدِيثُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَيْضًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «عَرِّفْهَا سَنَةً».

ترجمہ یحییٰ بن سعید اور ربیعہ سے قتیبہ کی سند اور انکی حدیث کے ہم معنیٰ حدیث مروی ہے اور اسمیں یہ اضافہ ہے کہ اگر اس شئے کا تلاش کرنے والا آجائے اور وہ اس شئے کے بٹوے اور ڈوری کی صحیح صحیح پہچان بتادے تو تم یہ شئے اسکو دے دینا اور حماد راوی نے عبید اللہ بن عمرؓ سے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند سے نبی اکرم ﷺ سے اسی طرح نقل کیا ہے۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ حماد بن سلمہ راوی نے سلمہ بن کہیل، یحییٰ بن سعید، عبد اللہ اور ربیعہ کی حدیث میں یہ الفاظ غیر محفوظ ہیں فَعَرَفَ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا سے آخر تک۔ جسطرح ضحاک نے بسر بن سعید سے نقل کیا ہے اسی طرح اس حدیث کو ہدبہ بن خالد نے بھی نقل کیا ہے اور ہدبہ نے اس حدیث یہ ذکر کیا عَرِّفْهَا سَنَةً...... اور عقبہ بن سوید نے اپنے والد سے نبی اکرم ﷺ سے عَرِّفْهَا سَنَةً کے الفاظ ذکر کیے ہیں، اور حضرت عمر بن خطابؓ کی مرفوع حدیث

میں بھی نبی اکرم ﷺ کے ارشاد مبارک میں عَرِّفْهَا سَنَةً کے الفاظ مذکور ہیں۔

تخریج صحيح البخاري - العلم (٩١) صحيح البخاري - المساقاة (٢٢٤٣) صحيح البخاري - في اللقطة (٢٢٩٥) صحيح البخاري - في اللقطة (٢٢٩٦) صحيح البخاري - في اللقطة (٢٢٩٨) صحيح البخاري - في اللقطة (٢٣٠٤) صحيح البخاري - في اللقطة (٢٣٠٦) صحيح البخاري - الطلاق (٤٩٨٦) صحيح البخاري - الأدب (٥٧٦١) صحيح مسلم - اللقطة (١٧٢٢) جامع الترمذي - الأحكام (١٣٧٢) جامع الترمذي - الأحكام (١٣٧٣) سنن أبي داود - اللقطة (١٧٠٧) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٥٠٤) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٥٠٧) مسند أحمد - مسند الشاميين (١١٥/٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (١١٦/٤) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (١٩٣/٥) موطأ مالك - الأقضية (١٤٨٢)

١٧٠٩- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي الطَّحَّانَ، ح وحَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ الْمَعْنَى، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ، عَنْ مُطَرِّفٍ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ اللهِ، عَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ وَجَدَ لُقَطَةً فَلْيُشْهِدْ ذَا عَدْلٍ أَوْ ذَوِي عَدْلٍ، وَلَا يَكْتُمْ وَلَا يُغَيِّبْ فَإِنْ وَجَدَ صَاحِبَهَا فَلْيَرُدَّهَا عَلَيْهِ، وَإِلَّا فَهُوَ مَالُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ».

ترجمہ عیاض بن حمار فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص گری پڑی شئے کو پائے (اسے اٹھاتے ہوئے) ایک عادل شخص یا دو عادل شخص کو گواہ بنالے (کہ میں نے یہ شئے اسکے مالک کو پہنچانے کیلئے اٹھائی ہے) اور نہ تو اس میں سے کوئی شئے چھپائے اور نہ ہی کسی شئے کو غائب کرے، پس اگر اس شئے کا مالک آجائے تو تم وہ شئے اسکو دے دینا ورنہ یہ اللہ عزوجل کا مال ہے اللہ پاک یہ مال جسکو چاہتے ہیں عطا فرماتے ہیں۔

تخریج سنن أبي داود - اللقطة (١٧٠٩) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٥٠٥) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٦٢/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٦٦/٤)

شرح الحدیث مَنْ وَجَدَ لُقَطَةً فَلْيُشْهِدْ ذَا عَدْلٍ: اشهاد عند الالتقاط میں یہ حنفیہ کی دلیل ہے وقد مر في المباحث۔

وَإِلَّا فَهُوَ مَالُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ: حنفیہ ومالکیہ کی دلیل ہے اس مسئلہ میں جو بحث خامس میں گزر چکا ہے۔

قال المنذري: وأخرجه النسائي وابن ماجه [1]۔

١٧١٠- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الثَّمَرِ الْمُعَلَّقِ؟ فَقَالَ: «مَنْ أَصَابَ بِفِيهِ مِنْ ذِي حَاجَةٍ غَيْرَ مُتَّخِذٍ خُبْنَةً فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ، وَمَنْ خَرَجَ بِشَيْءٍ مِنْهُ فَعَلَيْهِ غَرَامَةُ مِثْلَيْهِ وَالْعُقُوبَةُ، وَمَنْ سَرَقَ مِنْهُ شَيْئًا بَعْدَ أَنْ يُؤْوِيَهُ الْجَرِينُ فَبَلَغَ ثَمَنَ الْمِجَنِّ فَعَلَيْهِ الْقَطْعُ» وَذَكَرَ فِي ضَالَّةِ الْإِبِلِ وَالْغَنَمِ كَمَا ذَكَرَهُ غَيْرُهُ، قَالَ: وَسُئِلَ عَنِ اللُّقَطَةِ، فَقَالَ: «مَا كَانَ مِنْهَا فِي طَرِيقِ الْمِيتَاءِ أَوِ الْقَرْيَةِ الْجَامِعَةِ فَعَرِّفْهَا سَنَةً، فَإِنْ جَاءَ طَالِبُهَا فَادْفَعْهَا إِلَيْهِ، وَإِنْ لَمْ يَأْتِ فَهِيَ لَكَ، وَمَا كَانَ فِي

---

[1] عون المعبود على سنن أبي داود — ج٥ ص ١٣٢

الْخَرَابِ يَعْنِي فَفِيهَا وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ» .

ترجمہ: عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهٖ کی سند سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے ان پھلوں کے متعلق دریافت کیا گیا جو درخت پر لٹکے ہوئے ہوں، تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ایسا شخص جو ضرورت مند ہو اور وہ ان پھلوں کو اپنی جھولی میں بھر کر نہ لیجائے تو اس کے ان پھلوں کو منہ سے کھانے میں کوئی حرج نہیں اور جو شخص ان پھلوں کو اپنے ساتھ لیکر چلا جائے تو اسپر ان پھلوں کی دوگنی قیمت لازم ہوگی اور اس کام کی سزا بھی بھگتنی ہوگی اور جو شخص ان پھلوں کو (جو نصاب کے بقدر ہوں) کھلیان میں محفوظ کرنے بعد چوری کرے اور یہ پھل ڈھال کی قیمت کے بقدر ہوں تو ایسے شخص کا ہاتھ کٹے گا، اور عبداللہ بن عمروؓ نے دیگر راویوں کی طرح گمشدہ اونٹ اور گم شدہ بکریوں کے لقطہ بنانے کے متعلق مضمون ذکر کیا نیز اسمیں یہ اضافہ ہے کہ حضور ﷺ سے لقطہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو گری پڑی شئے آباد راستوں اور بڑی بستیوں میں ملے تو اسے ایک سال تک اعلان کر کے منادی کرو، پس اگر اسکا مالک آجائے تو تم وہ شئے اسکو دے دینا اور اگر اسکا مالک نہ آئے تو یہ شئے تمہاری ہے اور جو شئے تمہیں ویران غیر آباد جگہوں سے ملے تو اسمیں اور زمانہ جاہلیت سے دفن کئے ہوئے خزانہ کے ملنے کی صورت میں تم پر اس مال کا پانچواں حصہ بیت المال کو دینا لازم ہے۔

شرح الحدیث: سُئِلَ عَنِ الثَّمَرِ الْمُعَلَّقِ؟ فَقَالَ: مَنْ أَصَابَ بِفِيهِ مِنْ ذِي حَاجَةٍ غَيْرَ مُتَّخِذٍ خُبْنَةً فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ، وَمَنْ خَرَجَ بِشَيْءٍ مِنْهُ فَعَلَيْهِ غَرَامَةُ مِثْلَيْهِ وَالْعُقُوبَةُ: آپ ﷺ سے سوال کیا گیا ان پھلوں کے متعلق جو درختوں پر لگے ہوئے ہوں (یعنی یہ کہ انکو راہ گیر توڑ کر کھا سکتا ہے یا نہیں؟) تو آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ جو شخص ضرورت مند ان کو توڑ کر منہ میں رکھ لے (اور وہیں کھالے) اور توڑ کر اپنے ازار کے نیفہ میں نہ رکھے تو کچھ حرج نہیں ہے اور جو شخص توڑ کر اپنے ساتھ لے جائے تو اس صورت میں اس پر ڈبل جرمانہ (ضمان) ہوگا اور سزا بھی، یعنی ضمان کے علاوہ اسکو تعزیز بھی کی جائیگی (پٹائی کی جائے گی)۔

مسئله ثابته بالحديث اوراس ميں اختلاف علماء: مسئلہ کی بات یہ ہے کہ جو پھل درخت سے ہوا وغیرہ کیوجہ سے نیچے گر جائے تو راستہ چلنے والا اٹھا سکتا ہے، اسکی مالکوں کی طرف عام طور سے اجازت ہوتی ہے، لیکن کسی درخت سے پھل توڑ کر لینا بغیر اسکی اجازت کے یہ بالاتفاق ناجائز ہے، لیکن اس حدیث شریف میں اسکی اجازت مذکور ہے البتہ یہ ہے کہ اسی جگہ حسبِ ضرورت وحاجت کھا سکتا ہے، اپنے ساتھ نہ لے جائے، اس کو یا تو اس پر محمول کیا جائے کہ یہ ابتداء اسلام میں تھا بعد میں منسوخ ہو گیا، اور یا یہ کہا جائے کہ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ کا مطلب یہ ہے کہ ضرورت اور مجبوری کی حالت میں توڑ کر کھا سکتا ہے اس میں گناہ نہیں ہے، اگرچہ ضمان دینا ہوگا صرف گناہ کی نفی مراد ہے۔

ایک اور اختلافی مسئله: پھر اسکے بعد جو فرمایا گیا جو ساتھ لے جائیگا اس پر دوگنا ضمان ہوگا، یہ بات قاعدہ شریعہ کے خلاف ہے، شئ متلف کی غرامۃ اسکی قیمت کے برابر ہوتی ہے اس سے زائد نہیں قال اللہ تعالی: وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا

بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهٖ[1]، اس حدیث کے ظاہر پر حضرت عمرؓ کا عمل تھا، اور ائمہ اربعہ میں سے امام احمد بن حنبلؒ کا بھی، جمہور علماء اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ یا تو منسوخ ہے یا زجر و توبیخ پر محمول ہے۔

وَسُئِلَ عَنِ اللُّقَطَةِ. فَقَالَ: «مَا كَانَ مِنْهَا فِي طَرِيقِ الْمِيتَاءِ أَوِ الْقَرْيَةِ الْجَامِعَةِ فَعَرِّفْهَا سَنَةً. فَإِنْ جَاءَ طَالِبُهَا فَادْفَعْهَا إِلَيْهِ، وَإِنْ لَمْ يَأْتِ فَهِيَ لَكَ، وَمَا كَانَ فِي الْخَرَابِ يَعْنِي فَفِيهَا وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ»: الطَّرِيقِ الْمِيتَاءِ چالو راستہ جس پر لوگوں کی چلت پھرت ہو، الْمِيتَاء اتیان سے ماخوذ ہے، مطلب حدیث یہ ہے کہ جو شئی ایسی جگہ میں سے ملے جو آباد ہو تو ظاہر ہے کہ وہ کسی آنے جانے والے کی گری ہوگی لہذا اس کو لقطہ قرار دیا جائیگا اور لقطہ کا حکم اس پر جاری ہوگا، یعنی تعریف سنۃ، اور جو شئی ویران جگہ میں سے ملے جہاں لوگوں کا آنا جانا نہ ہو تو ظاہر یہ ہے کہ وہ رکاز (دفینہ) ہوگا جس پر کی مٹی بارشوں اور ہواؤں سے ہٹ کر وہ اوپر آگیا، لہذا اس میں رکاز کا حکم جاری ہوگا یعنی تخمیس۔

وَمَنْ سَرَقَ مِنْهُ شَيْئًا بَعْدَ أَنْ يُؤْوِيَهُ الْجَرِينُ: یہ کتاب الحدود کا مسئلہ ہے (حد سرقہ) جو یہاں اس حدیث میں آگیا، جرین وہ جگہ جہاں کھجوروں کو خشک کرتے ہیں وہ جگہ عام طور سے محفوظ ہوتی ہے وہاں حرز پایا جاتا ہے، بخلاف ثمر معلق کے وہ غیر محرز (غیر محفوظ) ہوتے ہیں اور سرقہ کیلئے حرز یعنی مال محرز ہونا ضروری ہے بغیر اسکے سرقہ کی تعریف نہیں پائی جاتی اسی لئے وہاں قطع ید نہیں ہوتا، یعنی جو شخص جرین میں سے پھلوں (تمور) کی چوری کرے گا بشرطیکہ نصاب سرقہ پایا جائے جو کہ ثمن المجن ہے (ڈھال کی قیمت کے برابر) جس کا مصداق جمہور کے نزدیک ربع دینار (تین دراہم) ہے اور حنفیہ کے نزدیک ایک دینار (دس درہم) ہے تو اس کا قطع ید ہوگا۔

۱۷۱۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنِ الْوَلِيدِ يَعْنِي ابْنَ كَثِيرٍ، حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ شُعَيْبٍ، بِإِسْنَادِهِ بِهَذَا، قَالَ فِي ضَالَّةِ الشَّاءِ: قَالَ: «فَاجْمَعْهَا».

ترجمہ عمرو بن شعیب کی سند سے گزشتہ حدیث مروی ہے اسمیں یہ اضافہ ہے کہ گمشدہ بکریوں کے متعلق حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان بکریوں کو اپنے پاس رکھ لو (حفاظت کی غرض سے)۔

۱۷۱۲- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ الْأَخْنَسِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، بِهَذَا بِإِسْنَادِهِ قَالَ فِي ضَالَّةِ الْغَنَمِ: «لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذِّئْبِ، خُذْهَا قَطُّ». وَكَذَا قَالَ فِيهِ أَيُّوبُ، وَيَعْقُوبُ بْنُ عَطَاءٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: «فَخُذْهَا».

ترجمہ عمرو بن شعیب سے اسی سند کے ساتھ یہ حدیث مروی ہے اس میں یہ اضافہ ہے کہ گمشدہ بکریوں کے متعلق حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ بکری یا تو تمہاری ہے یا تمہارے بھائی کی ہے یا اسکو بھیڑیا کھا جائیگا، تم اس بکری کو

---

[1] اور اگر بدلہ لو تو بدلہ لو اس قدر جس قدر کہ تم کو تکلیف پہنچائی جائے (سورۃ النحل ۱۲۶)

اٹھالو، حضور ﷺ نے صرف یہی جملہ ارشاد فرمایا اسکے علاوہ کوئی اور لفظ ذکر نہیں کیا۔ ایوب نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے اور یعقوب بن عطا نے عمرو بن شعیب کی حدیث میں نبی اکرم ﷺ کا فرمان فَخُذْهَا ذکر کیا ہے۔

۱۷۱۳ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا، قَالَ فِي ضَالَّةِ الشَّاءِ: «فَاجْمَعْهَا حَتَّى يَأْتِيَهَا بَاغِيهَا».

ترجمہ: عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ کی سند سے نبی اکرم ﷺ کی گزشتہ حدیث مروی ہے اس میں نبی اکرم ﷺ نے گمشدہ بکریوں کے متعلق یہ ارشاد فرمایا کہ تم ان بکریوں کو اپنے پاس محفوظ کرلینا یہاں تک کہ ان بکریوں کو ڈھونڈنے والا شخص آجائے۔

تخریج: جامع الترمذي - البيوع (١٢٨٩) سنن النسائي - قطع السارق (٤٩٥٧) سنن النسائي - قطع السارق (٤٩٥٨) سنن النسائي - قطع السارق (٤٩٥٩) سنن أبي داود - اللقطة (١٧١٠)

۱۷۱۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْأَشَجِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ مِقْسَمٍ، حَدَّثَهُ عَنْ رَجُلٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ، وَجَدَ دِينَارًا فَأَتَى بِهِ فَاطِمَةَ فَسَأَلَتْ عَنْهُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «هُوَ رِزْقُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ» فَأَكَلَ مِنْهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَكَلَ عَلِيٌّ، وَفَاطِمَةُ فَلَمَّا كَانَ بَعْدَ ذَلِكَ أَتَتْهُ امْرَأَةٌ تَنْشُدُ الدِّينَارَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا عَلِيُّ أَدِّ الدِّينَارَ».

ترجمہ: عبید اللہ بن مقسم نے بکیر راوی کو ایک رجل مجہول کے واسطے سے ابوسعید خدریؓ سے یہ واقعہ نقل کیا کہ حضرت علی بن ابی طالبؓ کو ایک دینار پڑا ہوا ملا تو وہ یہ دینار لیکر حضرت فاطمہؓ کے پاس آئے۔ پس حضرت فاطمہؓ نے اس دینار کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا (ہم اسکو استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟) تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ دینار اللہ پاک کی روزی ہے پس رسول اللہ ﷺ اور حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ نے اس دینار کو خرچ کرکے اس سے اناج وغیرہ کھالیا پھر اس دینار کے استعمال کے بعد ایک عورت اس دینار کو تلاش کرتی ہوئی آئی تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اے علی! اس عورت کو دینار دے دو۔

۱۷۱۵ - حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ خَالِدٍ الْجُهَنِيُّ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سَعْدِ بْنِ أَوْسٍ، عَنْ بِلَالِ بْنِ يَحْيَى الْعَبْسِيِّ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، «أَنَّهُ الْتَقَطَ دِينَارًا فَاشْتَرَى بِهِ دَقِيقًا، فَعَرَفَهُ صَاحِبُ الدَّقِيقِ فَرَدَّ عَلَيْهِ الدِّينَارَ فَأَخَذَهُ عَلِيٌّ وَقَطَعَ مِنْهُ قِيرَاطَيْنِ فَاشْتَرَى بِهِ لَحْمًا».

ترجمہ: حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک دینار لقطہ میں اٹھایا اور اسکے بدلے میں آٹا خریدنے گئے تو آٹے والے نے حضرت علیؓ کو پہچان لیا (کہ یہ حضور ﷺ کے داماد اور چچازاد بھائی ہیں) تو اس نے حضرت علیؓ کو دینار واپس کر دیا (اور مفت میں آٹا دے دیا) تو حضرت علیؓ نے اس دینار کو لیکر اسکے ٹکڑے کروا کر دو قیراط بنالیئے اور اس سے گوشت خرید لیا۔

١٧١٦ - حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ التِّنِّيسِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ يَعْقُوبَ الزَّمْعِيُّ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ دَخَلَ عَلَى فَاطِمَةَ وَحَسَنٌ وَحُسَيْنٌ يَبْكِيَانِ فَقَالَ: مَا يُبْكِيهِمَا، قَالَتْ: الْجُوعُ فَخَرَجَ عَلِيٌّ فَوَجَدَ دِينَارًا بِالسُّوقِ فَجَاءَ إِلَى فَاطِمَةَ فَأَخْبَرَهَا فَقَالَتْ: اذْهَبْ إِلَى فُلَانٍ الْيَهُودِيِّ فَخُذْ لَنَا دَقِيقًا، فَجَاءَ الْيَهُودِيَّ فَاشْتَرَى بِهِ دَقِيقًا فَقَالَ الْيَهُودِيُّ: أَنْتَ خَتَنُ هَذَا الَّذِي يَزْعُمُ أَنَّهُ رَسُولُ اللَّهِ، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَخُذْ دِينَارَكَ وَلَكَ الدَّقِيقُ، فَخَرَجَ عَلِيٌّ حَتَّى جَاءَ بِهِ فَاطِمَةَ فَأَخْبَرَهَا، فَقَالَتْ: اذْهَبْ إِلَى فُلَانٍ الْجَزَّارِ فَخُذْ لَنَا بِدِرْهَمٍ لَحْمًا، فَذَهَبَ فَرَهَنَ الدِّينَارَ بِدِرْهَمِ لَحْمٍ فَجَاءَ بِهِ فَعَجَنَتْ وَنَصَبَتْ وَخَبَزَتْ، وَأَرْسَلَتْ إِلَى أَبِيهَا فَجَاءَهُمْ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَذْكُرُ لَكَ فَإِنْ رَأَيْتَهُ لَنَا حَلَالًا أَكَلْنَاهُ، وَأَكَلْتَ مَعَنَا مِنْ شَأْنِهِ كَذَا، وَكَذَا، فَقَالَ: «كُلُوا بِاسْمِ اللَّهِ»، فَأَكَلُوا فَبَيْنَمَا هُمْ مَكَانَهُمْ، إِذَا غُلَامٌ يَنْشُدُ اللَّهَ وَالْإِسْلَامَ الدِّينَارَ، فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدُعِيَ لَهُ، فَسَأَلَهُ، فَقَالَ: سَقَطَ مِنِّي فِي السُّوقِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَا عَلِيُّ اذْهَبْ إِلَى الْجَزَّارِ، فَقُلْ لَهُ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَكَ، أَرْسِلْ إِلَيَّ بِالدِّينَارِ، وَدِرْهَمُكَ عَلَيَّ" فَأَرْسَلَ بِهِ فَدَفَعَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِ.

ترجمہ: سہل بن سعد کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ کے پاس تشریف لائے تو حسنؓ حسینؓ رو رہے تھے، تو انہوں نے پوچھا یہ دونوں بچے کیوں رو رہے ہیں؟ تو حضرت فاطمہؓ نے فرمایا کہ بھوک کی وجہ سے یہ رو رہے ہیں، پس حضرت علیؓ باہر نکلے تو انہوں نے بازار میں ایک دینار پایا، پس حضرت فاطمہؓ کے پاس تشریف لائے اور انکو بتلایا کہ مجھے یہ دینار پڑا ہوا ملا ہے تو حضرت فاطمہؓ نے فرمایا کہ فلاں یہودی کے پاس جائیں اور ہمارے لئے آٹا لائیں، پس حضرت علیؓ یہودی کے پاس گئے اور اس سے دینار کے بدلے میں آٹا خریدا تو اس یہودی نے کہا کیا تم اس شخص کے داماد ہو جو اپنے آپ کو اللہ کا رسول کہتا ہے، تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جی ہاں! میں اسکا داماد ہوں، تو اس یہودی نے کہا اپنا دینار لے لو اور آٹا میری طرف سے ہدیہ ہے، تو حضرت علیؓ اس آٹے کو لیکر حضرت فاطمہؓ کے پاس تشریف لائے اور انکو اس یہودی کا قصہ بیان کیا، تو حضرت فاطمہؓ نے فرمایا کہ فلاں گوشت والے کے پاس جایئے اور ہمارے لئے ایک درہم کے بدلے میں گوشت لایئے، تو حضرت علیؓ اسکے پاس گئے تو ایک درہم کے گوشت کے بدلہ میں ایک دینار اس کے پاس رہن رکھوا دیا پس حضرت علیؓ وہ گوشت لیکر آئے حضرت فاطمہؓ نے آٹا گوندا اور آگ پر ہنڈیا چڑھائی اور روٹی پکائی اور اپنے والد محترم کے پاس پیغام کہلوایا کہ آپ بھی تشریف لے آئیں، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم انکے پاس تشریف لائے تو حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں آپکو سارا واقعہ بتلاتی ہوں۔ اگر اس دینار کا استعمال ہمارے لئے جائز ہو تو ہم اس کھانے کو کھائیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہمارے ساتھ تناول فرمائیں گے .... اس دینار کے راستہ سے ملنے کا واقعہ اسطرح ہوا (سارا واقعہ بیان فرمایا) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اللہ کا نام لیکر اسکو کھاؤ پس وہ سب کھانے میں مشغول ہو گئے ابھی کھانا کھا ہی رہے تھے کہ ایک لڑکا اللہ پاک یا اسلام کا واسطہ دیکر دینار

کی گمشدگی کا اعلان کر رہا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے کسی شخص کے ذریعہ اس لڑکے کو بلوایا اور اس سے دینار کے متعلق دریافت کیا (کہ کہاں کھویا تھا؟ کس کا تھا؟) تو اس لڑکے نے جواب دیا: دینار مجھ سے بازار میں گر گیا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے علیؓ! اس گوشت والے کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ رسول اللہ ﷺ نے تم سے کہا ہے کہ تم دینار مجھے بھیج دو اور تمہارا درہم میرے ذمہ ہے، تو اس قصائی نے وہ دینار بھجوا دیا اور رسول اللہ ﷺ نے وہ دینار اس لڑکے کو دے دیا۔

شرح حدیث **حضرت علیؓ کے لقطہ پانے کا قصہ:** مضمون حدیث یہ ہے کہ ایک مرتبہ کی بات ہے حضرت علیؓ اپنے گھر تشریف لے گئے وہاں دیکھا کہ حضرات حسنینؓ (دونوں بیٹے) رو رہے ہیں، انہوں نے فاطمہؓ سے دریافت کیا کہ کیوں رو رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا بھوک کی شدت کی وجہ سے، حضرت علیؓ اس پریشانی میں گھر سے نکلے راستہ میں ایک دینار پڑا ہوا ملا، انہوں نے اس کو اٹھا لیا اور اس کو لے کر اہلیہ کے پاس آئے، انہوں نے فرمایا اس میں سے کچھ کا آٹا لے آؤ، چنانچہ علیؓ ایک یہودی دوکاندار کے پاس گئے، اور اس سے آٹا خریدا، یہودی نے پوچھا کہ کیا تم اس شخص کے داماد ہو جو اپنے کو نبی کہتا ہے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں، اس پر یہودی نے کہا لو اپنا دینار اور یہ آٹا ویسے ہی لیجاؤ (تم کو ہدیہ ہے) علیؓ یہ آٹا لے کر گھر آئے اہلیہ محترمہ سے یہودی کی بات بیان کی پھر انہوں نے فرمایا اچھا ان میں سے ایک درہم کا گوشت لے آؤ، چنانچہ علیؓ قصاب کے پاس گئے اور ایک درہم کا گوشت خریدا، اور اس ایک درہم کے بدلہ میں دینار رہن رکھوا دیا اور گوشت لے آئے، فاطمہؓ نے آٹا گوندھا اور گوشت ہانڈی میں ڈال کر چولہے پر رکھا، اور حضور ﷺ کو بھی بلایا، آپ جب تشریف لے آئے تو فاطمہؓ نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ پہلے آپ اس کا قصہ سن لیجئے، اس کے بعد اگر آپ اجازت دیں گے کھائیں گے ورنہ نہیں، حضور ﷺ نے سارا قصہ سنکر فرمایا کُلُوا بِاسْمِ اللّٰہِ، چنانچہ سب نے بیٹھ کر کھانا کھایا اسی اثناء میں ایک غلام (لڑکا) اللہ تعالیٰ اور اسلام کا واسطہ دیکر سوال کرتا ہوا آیا کہ اگر کسی نے میرا دینار اٹھایا ہو تو دیدے، آپ ﷺ نے اس لڑکے کو بلایا اور اس دینار کی بابت دریافت کیا، اس کی بات سنکر آپ نے علیؓ سے کہا اے علی! جزار کے پاس جا کر کہو وہ دینار جو تیرے پاس بطور رہن رکھا ہوا ہے وہ دیدے اور تیرا وہ درہم میرے ذمہ میں ہے، چنانچہ علیؓ وہ دینار لے آئے اور اس لڑکے کو دیدیا۔ اس قصہ کے ایک دوسرے طریق میں اس طرح ہے کچھ روز بعد ایک عورت اپنا دینار تلاش کرتی ہوئی آئی حضور ﷺ نے علیؓ سے کہہ کر اس کو دینار دیدیا۔

اس قصہ میں کلام من حیث الفقہ اور توجیہات: اس قصہ میں ایک اشکال تو عام ہے جملہ مذاہب کے اعتبار سے وہ یہ کہ یہاں اس لقطہ کی تعریف کیوں نہیں کی گئی، دوسرا اشکال حنفیہ کے مسلک کے لحاظ سے ہے وہ یہ کہ حنفیہ کے نزدیک لقطہ کا حکم تصدق ہے، غنی کیلئے اس سے تمتع جائز نہیں، نیز ہاشمی کیلئے بھی جائز نہیں حالانکہ اس لقطہ کو ہاشمی (علیؓ و فاطمہؓ) بلکہ سید الہاشمیین ﷺ نے نوش فرمایا اس اشکال کے مختلف جواب دیئے گئے ہیں، حضرت نے بذل المجہود [1] میں اس پر تفصیلی کلام فرمایا

---

[1] بذل المجہود فی حل أبی داود ج ۸ ص ۲۸۱

ہے ہم اس کا خلاصہ یہاں پر لکھتے ہیں:

① حافظ منذریؒ فرماتے ہیں: اس لقطہ کی اطلاع حضرت علیؓ نے حضور ﷺ کو جاکر آپ ﷺ کی مجلس میں کی، یہ فی الجملہ تعریف ہوگئی تعریف کیلئے الفاظ معین نہیں ہیں جن کے بغیر تعریف معتبر نہ ہوتی ہو۔

② علامہ زیلعیؒ فرماتے ہیں: یہ روایت مصنف عبد الرزاق میں بھی ہے اس میں تعریف مذکور ہے۔ چنانچہ وہاں اس طرح ہے: فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "عَرِّفْهُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ"، قَالَ: فَعَرَّفَهُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَلَمْ يَجِدْ مَنْ يَعْرِفُهُ الخ[1]۔

③ امام بیہقیؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث ضعیف ہے بعض راوی اس کے ضعیف اور بعض مجہول، نیز اس میں اضطراب ہے کسی روایت میں ہے کہ ناشد (تلاش کرنیوالا) ایک غلام تھا اور کہیں یہ ہے کہ وہ ایک عورت تھی، نیز ایک طریق میں اس طرح ہے کہ چند روز بعد ناشد آیا اور بعض میں ہے اسی روز جس روز کا یہ واقعہ ہے آیا، نیز یہ حدیث احادیث صحیحہ کے معارض ہے جن میں تعریف لقطہ کا حکم ہے، لہذا اس حدیث کا اعتبار نہ ہوگا، یا پھر یوں کہا جائے کہ یہ اضطرار پر محمول ہے، اضطرار کی وجہ سے وقتی طور پر تعریف ساقط ہوگئی۔

④ علامہ سرخسیؒ[2] کی توجیہ ایک اور ہی ہے وہ یہ کہ یہ ملقی الملك تھا (فرشتہ اس کو ڈال گیا تھا) اہل بیت کی[3] اعانت کیلئے۔

⑤ حضرت اقدس گنگوہیؒ کی توجیہ یہ ہے کہ لقطہ کا التقاط کبھی تو للتحفظ ہوتا ہے اس صورت میں ید لاقط ید امانۃ ہوتا ہے وہاں فوراً اس کی تعریف ضروری ہوتی ہے اور اس میں تصرف ناجائز ہوتا ہے اور کبھی لقطہ کا التقاط للانفاق ہوتا ہے لاجل الاضطرار، وہاں لاقط کا قبضہ لقطہ پر قبض ضمان ہوتا ہے یعنی ناشد کے آنے پر اس کا ضمان دینا واجب ہوتا ہے، اور بوجہ اضطرار کے سردست اس لقطہ کا انفاق جائز ہوتا ہے حضرت فرماتے ہیں یہاں اس قصہ میں یہی دوسری صورت تھی، واللہ تعالی أعلم۔

⑥ حضرت سہارنپوریؒ نے بذل المجہود میں اپنی رائے یہ لکھی ہے کہ میرے نزدیک یہ واقعہ شروع زمانہ کا ہے جس وقت تعریف لقطہ کا حکم ہی نہیں ہوا تھا، لہذا تعریف تو اس لئے نہیں ہوئی، باقی یہ کہ بنو ہاشم کے لئے اس کا کھانا کیسے جائز ہوا اس کا تو صدقہ ہونا چاہئے تھا؟ اس کی توجیہ یہ ہے کہ ایسا لاجل الاضطرار ہوا (ملخصاً من البذل)۔

١٧١٧ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبٍ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ الْمَكِّيِّ، أَنَّهُ حَدَّثَهُ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: «رَخَّصَ لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعَصَا وَالسَّوْطِ وَالْحَبْلِ وَأَشْبَاهِهِ

---

[1] نصب الراية لأحاديث الهداية — ج٣ ص ٤٧٠

[2] المبسوط للسرخسي — ج١١ ص٨

[3] اگر کوئی یوں کہے کہ روایت میں تو یہ ہے کہ وہ دینار کسی غلام یا عورت کا تھا جو اس سے گر گیا تھا اسی لئے وہ اس کو تلاش کرتا ہوا آیا تھا، اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ ممکن ہے ایسا بھی ہوا ہو یعنی اس لڑکے کا بھی دینار گم ہوگیا مگر یہ کیا ضروری ہے کہ یہ دینار وہی ہو، ١٢۔

يَلْتَقِطُهُ الرَّجُلُ يَنْتَفِعُ بِهِ» . قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ النُّعْمَانُ بْنُ عَبْدِ السَّلَامِ، عَنِ الْمُغِيرَةِ أَبِي سَلَمَةَ، بِإِسْنَادِهِ، وَرَوَاهُ شَبَابَةُ، عَنْ مُغِيرَةَ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: كَانُوا لَمْ يَذْكُرُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس بات کی اجازت دی کہ لاٹھی، کوڑا، رسی اور ان جیسی معمولی اشیاء آدمی لیکر اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے (جبکہ لقطہ کو اٹھانے والا شخص فقیر ہو)۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ نعمان بن عبد السلام نے مغیرہ ابو سلمہ کی سند سے اس روایت کو نقل کیا ہے اور شبابہ نے اس روایت کو مغیرہ بن مسلم (ابو سلمہ) کی سند سے عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ نقل کیا تو انہوں نے نبی اکرم ﷺ کا ذکر نہیں کیا (بلکہ شبابہ وغیرہ نے اس روایت کو حضرت جابرؓ کا اثر موقوف نقل کیا ہے)۔

شرح الحديث: مطلب یہ ہے کہ محقرات اشیاء (معمولی معمولی چیزیں) جن کے بارے میں یہ ظن غالب ہو کہ ان کو کوئی تلاش نہیں کرے گا ایسی اشیاء کا التقاط جائز ہے اور تعریف کی حاجت نہیں بلکہ ان سے انتفاع جائز ہے (بذل عن مبسوط السرخسی[1])۔

۱۷۱۸- حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، أَحْسَبُهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «ضَالَّةُ الْإِبِلِ الْمَكْتُومَةُ غَرَامَتُهَا وَمِثْلُهَا مَعَهَا» .

ترجمہ: عکرمہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ نبی اکرم ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ گمشدہ اونٹ کو حاصل کرنے والا شخص جب اسے چھپا دیتا ہے تو اس پر اس اونٹ کا تاوان (قیمت) بھی لازم ہے اور اس اونٹ کی قیمت کے بقدر مزید ایک اور اونٹ کی قیمت اسکو دینا ضروری ہے۔

شرح الحديث: ضَالَّةُ الْإِبِلِ الْمَكْتُومَةُ غَرَامَتُهَا وَمِثْلُهَا مَعَهَا: یعنی جو شخص کسی کا گم شدہ اونٹ پکڑ کر چھپائیگا (اس کی تعریف نہیں کرے گا) تو ایسے شخص سے دوگنا ضمان لیا جائیگا، اس حدیث کی نظیر اس سے پہلے قریب ہی میں گزر چکی اور اس کی توجیہ بھی وہیں گزر چکی "نهى عن لقطة الحاج" اس پر کلام مفصلاً ابتدائی مباحث میں گزر چکا۔

۱۷۱۹- حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ، وَأَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرٌو، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَاطِبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عُثْمَانَ التَّيْمِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «نَهَى عَنْ لُقَطَةِ الْحَاجِّ» . قَالَ أَحْمَدُ: قَالَ ابْنُ وَهْبٍ: يَعْنِي فِي لُقَطَةِ الْحَاجِّ يَتْرُكُهَا حَتَّى يَجِدَهَا صَاحِبُهَا. قَالَ ابْنُ مَوْهَبٍ، عَنْ عَمْرٍو.

ترجمہ: حضرت عبد الرحمن بن عثمان تیمیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حاجی کی گمشدہ شئ کو لقطہ بنانے سے منع فرمایا۔ احمد بن صالح فرماتے ہیں کہ میرے استاد ابن وہب نے فرمایا کہ حاجی کی گمشدہ شئ کا یہ حکم ہے کہ اسے اٹھانا

---

[1] المبسوط للسرخسي — ج ۱۱ ص ۲، بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۸ ص ۲۸۹

نہیں چاہیے یہاں تک کہ اس کا مالک آجائے۔ ابن وہب راوی نے اس روایت کو معنعن عمرو راوی سے نقل کیا ہے جب کہ مصنف کے دوسرے استاد احمد بن صالح نے أَخْبَرَنِي عَمْرٌو کے الفاظ سے حدیث نقل کی ہے۔

تخریج: صحیح مسلم - اللقطة (١٧٢٤) سنن أبي داود - اللقطة (١٧١٩) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٩٩/٣)

١٧٢٠ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا خَالِدٌ، عَنْ أَبِي حَيَّانَ التَّيْمِيِّ، عَنِ الْمُنْذِرِ بْنِ جَرِيرٍ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ جَرِيرٍ بِالْبَوَازِيجِ فَجَاءَ الرَّاعِي بِالْبَقَرِ وَفِيهَا بَقَرَةٌ لَيْسَتْ مِنْهَا فَقَالَ لَهُ جَرِيرٌ: مَا هَذِهِ؟ قَالَ: لَحِقَتْ بِالْبَقَرِ لَا نَدْرِي لِمَنْ هِيَ، فَقَالَ جَرِيرٌ: أَخْرِجُوهَا، فَقَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَا يَأْوِي الضَّالَّةَ إِلَّا ضَالٌّ».

ترجمہ: منذر بن جریر کہتے ہیں کہ میں اپنے والد جریر کے ساتھ بوازیج (دجلہ کے قریب ایک شہر کا نام ہے) شہر میں تھا تو ان کا چرواہا کچھ گائیں لیکر آیا اسکے ریوڑ میں ایک گائے ایسی تھی جو اس ریوڑ کی نہیں تھی، تو جریر نے اس چرواہے سے کہا کہ یہ گائے اس ریوڑ کی معلوم نہیں ہو رہی، تو چرواہے نے جواب دیا کہ یہ گائے ہمارے ریوڑ میں خود آکر شامل ہو گئی ہے، ہمیں نہیں معلوم کہ یہ گائے کس کی ہے؟ تو حضرت جریرؓ نے فرمایا اس گائے کو ریوڑ سے نکال دو میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ گمشدہ شئی کو گمراہ آدمی ہی ٹھکانہ دیتا ہے (یعنی وہ شخص جو اس گمشدہ شئی کو لیکر اپنے پاس رکھ لے اور اسکا اعلان نہ کرے تو وہ گمراہ ہے)۔

تخریج: سنن أبي داود - اللقطة (١٧٢٠) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٥٠٣) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٦٠/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٦٢/٤)

شرح الحدیث: لَا يَأْوِي الضَّالَّةَ إِلَّا ضَالٌّ: گم شدہ جانور کو اپنے یہاں وہی ٹھکانا دیتا ہے جو خود گمراہ ہو، یہ وعید مطلقاً نہیں ہے بلکہ مقید ہے ترک تعریف کے ساتھ۔ چنانچہ یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی ہے وہاں یہ زیادتی ہے مَا لَمْ يُعَرِّفْهَا[1]، اس زیادتی سے اشکال حل ہو جاتا ہے واللہ سبحانہ وتعالی أعلم بالصواب۔

وهذا آخر كتاب اللقطة فلله الحمد.

آخر كتاب اللقطة

---

[1] صحیح مسلم — کتاب اللقطة — باب في لقطة الحاج ١٧٢٥

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسّلام على سيد المرسلين محمد و اٰله واصحابه اجمعين

اللّٰهُمَّ إِنِّي أَحْمَدُكَ وَأَسْتَعِينُكَ

كِتَابُ الْمَنَاسِكِ

حج کے متعلق تفصیلی بیان

ابتدائی مباحث: یہاں چند امور قابل ذکر ہیں: ① ترتیب الکتب، ② لفظ مناسک اور حج کی لغوی تحقیق و شرعی معنی، ③ بدأ الحج یعنی حج کی فرضیت کا سال، ④ استطاعة إلى الحج کی تفسیر جو کہ فرضیت حج کیلئے شرط ہے، ⑤ حج کا وجوب علی الفور ہے یا علی التراخی، ⑥ حضور اقدس ﷺ کے حج کی تاخیر کا سبب، وھل وجد التاخیر؟ ⑦ کیا حج اس امت کے خصائص میں سے ہے یا امم سابقہ کے حق میں بھی فرض تھا؟ ⑧ حضور ﷺ کے هجرة إلى المدينة سے قبل حجوں کی تعداد۔

بحث اول (ترتیب الکتب): صلوٰۃ اور زکوٰۃ کے درمیان ترتیب اور اسمیں فقہاء و محدثین کا طرز عمل کتاب الزکوٰۃ کے شروع میں بیان ہو چکا، اب دو باقی ہیں صوم اور حج، ان دو میں ترتیب کیسے ہے؟ اکثر فقہاء صوم کو حج پر مقدم کرتے ہیں اور محدثین کا طرز مختلف ہے، بعض بلکہ اکثر تو صوم ہی کو مقدم کرتے ہیں حج پر، چنانچہ مؤطا مالک، صحیح مسلم اور ترمذی شریف اسی طرح مشکوٰۃ اور سنن بیہقی میں صوم مقدم ہے حج پر، اور ایسے ہی نسائی و ابن ماجہ میں، بلکہ ان میں تو صوم زکوٰۃ پر بھی مقدم ہے کما تقدم فی مبدأ کتاب الزکوٰۃ البتہ صحیح بخاری کے نسخے مختلف ہیں، کما قال الحافظ۔ بعض میں صوم مقدم ہے اور بعض میں حج، لیکن بخاری کے ہمارے نسخوں میں حج مقدم ہے صوم پر، اور سنن ابو داؤد میں بھی حج مقدم [1] ہے صوم پر، اور ہر ایک کیلئے ایک وجہ ہے۔

(ولكل وجهة هو موليها) اگر تقدیم الحج کو لیا جائے (کما فی البخاری وسنن أبي داؤد) تو اسکی حکمت یہ لکھی ہے چونکہ عبادات تین قسم کی ہیں: ① صرف بدنیہ، ② صرف مالیہ، ③ بدنیہ و مالیہ مشترک۔

---

[1] فائدہ: سنن ابو داؤد میں ترتیب اس طرح ہے زکوٰۃ کے بعد حج اسکے بعد النکاح و الطلاق، پھر اسکے بعد کتاب الصیام اور سنن ابن ماجہ میں کتاب المناسك، کتاب الصوم کے بعد بھی متصلاً نہیں ہے بلکہ بہت آگے چل کر کتاب البیوع، کتاب الحدود، کتاب الفرائض، کتاب الجهاد، ان تمام سے فارغ ہونے کے بعد کتاب المناسك ہے ۱۲۔

پس اسی ترتیب سے مصنف نے انکو ذکر کیا اولاً بدنیہ (صلوٰۃ) پھر مالیہ (زکوٰۃ) اس کے بعد مشترک (حج) اور صوم اگرچہ صلوٰۃ کی طرح عبادت بدنیہ ہے لیکن چونکہ وہ تروک میں سے ہے یعنی اسکی تعریف عدمی ہے، چنانچہ افعال ترک کرنے کا نام صوم [1] ہے، اسلئے اسکو مؤخر کر دیا۔

اور اگر تقدیم صوم کو لیا جائے تو یہ کہا جائیگا کہ چونکہ صلوٰۃ و زکوٰۃ و صیام تینوں از قبیل مفرد ہیں اور حج مرکب ہے، اور مرکب کا وجود و تحقق اجزاء کے وجود کے بعد ہوتا ہے اس لئے اس کو مؤخر کیا واللہ تعالیٰ أعلم۔

بحث ثانی (حج کے لغوی معنی): لیکن مصنف نے عنوان کتاب الحج نہیں وضع کیا بلکہ کتاب المناسك، اس لئے دونوں کے معنی لکھے جاتے ہیں، صحیح مسلم میں تو عناوین ہیں ہی نہیں، اور بخاری کے نسخے مختلف ہیں ہندی نسخوں میں المناسك ہے، نسائی اور ابن ماجہ میں بھی المناسك ہی ہے، البتہ ترمذی شریف میں عنوان کتاب الحج ہے۔

مناسك: منسك (بکسر السين وفتحها) کی جمع ہے، منسك مصدر میمی بمعنی نسک و عبادت اور ظرف زمان و مکان بمعنی متعبد دونوں ہو سکتا ہے، نسك کے معنی عبادت کے آتے ہیں، اور ناسك بمعنی عابد، مناسك کا استعمال امور حج و افعال حج میں ہوتا ہے، نسك ينسك نسكاً (بروزن رشداً) کے معنی ذبح کے بھی آتے ہیں، اسی لئے منسك بمعنی مذبح اور نسيكة بمعنی ذبیحہ استعمال ہوتا ہے۔

حج: بکسر الحاء وفتحها دونوں لغت ہیں، قال تعالیٰ: وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ [2]، اسمیں بھی دونوں قرأتیں ہیں پھر بعض تو یہ کہتے ہیں کہ بالکسر مصدر ہے اور بالفتح اسم مصدر وقیل بعکسہ، اسکے لغوی معنی قصد کے ہیں اور خلیل کہتا ہے: هُوَ كَثْرَةُ الْقَصْدِ إِلَى مُعَظَّمٍ کسی عظیم شئ کا بار بار قصد کرنا [3]، اسی طرح خطابیؒ کہتے ہیں: هو قصد فيه تكرار، آگے وہ لکھتے ہیں: اسی لئے یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا وجوب حج مکرر ہے لیکن علماء کا اس پر اجماع ہے کہ اس میں تکرار نہیں [4]۔

اور اس کے شرعی معنی ہیں بیت الحرام کا قصد کرنا اعمال مخصوصہ کے ساتھ۔

بحث ثالث (بدأ الحج): حج کی فرضیت کے سنہ میں گیارہ قول ہیں، جن میں دو قول شاذ اور دو زیادہ مشہور ہیں، قولین شاذین یہ ہیں: قبل الہجرۃ، ۱۰ سنہ ہجری، اور باقی دو جو مشہور ہیں یہ ہیں ۹ سنہ ہجری [5] وهو قول الجمهور كما قال الحافظ في

---

[1] بخلاف حج کے کہ اس کی تعریف وجودی ہے اور وجود اشرف ہوتا ہے عدم سے اسی لئے وجودی کو مقدم کرتے ہیں عدمی پر ۱۲۔

[2] اور اللہ کا حق ہے لوگوں پر حج کرنا اس گھر کا (سورۃ آل عمران ۹۷)

[3] فتح الباري شرح صحيح البخاري ـ ج ۳ ص ۳۷۸

[4] معالم السنن شرح سنن أبي داود ـ ج ۲ ص ۱۴۳

[5] اس میں بجائے ۶ سنہ کے بعض نے ۵ سنہ کہا ہے اس لئے کہ حج کا ذکر ضمام بن ثعلبہؓ کی حدیث میں بھی وارد ہے: وكان قدومه ۵ سنہ كما قال النووي. والله تعالى أعلم۔

الفتح والقسطلانی، دوسرا قول ۹ھ ہجری، یہ بعض محققین حافظ ابن القیمؒ وقاضی عیاضؒ کا قول ہے، علامہ شامیؒ کی بھی یہی رائے ہے اور وہ فرماتے ہیں غالباً آپ ﷺ نے اس سال حج اس وجہ سے نہیں کیا کہ نزول حج وقت حج کے گزرنے کے بعد ہوا ہوگا تو گویا آپ ﷺ نے حج کرنے میں تاخیر قطعاً کی ہی نہیں، اور یہی رائے ابن القیمؒ کی ہے کہ آپ ﷺ نے نزول حج کے فوراً بعد حج کیا بلا تاخیر و تاخر کے۔

بحث رابع (استطاعة إلى الحج کی تفسیر): حج کی فرضیت عند الجمهور وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا[1] سے ہے اور بعض کے نزدیک وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ[2] سے ہے والأول أظهر[3]۔ جاننا چاہیئے کہ استطاعت کی تفسیر متعدد صحابہ سے مرفوعاً زاد و راحلہ کے ساتھ مروی ہے، اگرچہ حافظؒ نے فتح الباری میں ابن المنذرؒ سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث ثابت نہیں وہ فرماتے ہیں آیت کریمہ (وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ) عام ہے مجمل نہیں ہے لہذا بیان اور تفسیر کی محتاج نہیں، حافظؒ کہتے ہیں ابن المنذر کی مراد یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو قادر بالبدن یا قادر بالمال ہو وہ مستطیع ہے لہذا اس پر حج فرض ہے (قلت) اور حدیث زاد و راحلہ کا مقتضیٰ یہ ہے کہ وجوب حج کا مدار صرف استطاعۃ بالمال پر ہے، لیکن یہ زاد و راحلہ والی حدیث صحاح میں سے ترمذی وابن ماجہ میں ہے اس کے علاوہ مسند احمد و مستدرک حاکم میں بھی ہے قال الحاکم: صحیح علی شرط مسلم، حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں یہ حدیث متعدد صحابہ انسؓ، ابن عباسؓ، ابن مسعودؓ، عائشہؓ سے مرفوعاً مروی ہے لکن في أسانيدها مقال اھ[4]۔ امام ترمذیؒ نے بَابُ مَا جَاءَ فِي إِيجَابِ الْحَجِّ بِالزَّادِ وَالرَّاحِلَةِ مستقل باب قائم کیا ہے جس میں ابن عمرؓ کی یہی حدیث ذکر کی ہے وقال: «هذا حديث حسن» «وإبراهيم هو ابن يزيد الخوزي المكي وقد تكلم فيه بعض أهل العلم من قبل حفظه» اھ[5]۔ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں اس میں شک نہیں اس سند کے تمام رواۃ ثقات ہیں سوائے خوزی کے لیکن ابن ابی حاتم نے ان کی متابعت ذکر کی ہے[6]، لہذا یہ حدیث حسن یقیناً ہے۔

استطاعت کی قسمیں جن پر وجوب حج کا مدار ہے: اسکے بعد آپ سمجھئے کہ فقہاء کرام بھی اس مسئلہ میں مختلف ہیں، علامہ آلوسیؒ حنفی آیت کریمہ کے ذیل میں فرماتے ہیں قدرت کی تین قسمیں ہیں: بالبدن، بالمال، بالبدن والمال۔ اول کو اختیار کیا امام مالکؒ نے اور ثانی کو امام شافعیؒ (واحمدؒ) نے اسی لئے انکے نزدیک اس زمن (اپاہج) پر بھی حج فرض ہے

---

[1] اور اللہ کا حق ہے لوگوں پر حج کرنا اس گھر کا جو شخص قدرت رکھتا ہو اس کی طرف راہ چلنے کی (سورۃ آل عمران ۹۷)

[2] اور پورا کرو حج اور عمرہ اللہ کے واسطے (سورۃ البقرۃ ۱۹۶)

[3] تفسير القرآن العظيم لابن كثير - ج۳ ص ۱۲۰

[4] تفسير القرآن العظيم لابن كثير - ج۳ ص ۱۲۴ - ۱۲۵

[5] جامع الترمذي - كتاب الحج - باب ما جاء في إيجاب الحج بالزاد والراحلة ۸۱۳

[6] تفسير القرآن العظيم لابن كثير - ج۳ ص ۱۲۳

جولپنے نائب کو اجرت دیکر بھیج سکتا ہو، اور ثالث کو اختیار کیا ہمارے امام اعظم[1] نے اسکے بعد پھر حدیث زادوراحلہ کے تحت وہ لکھتے ہیں کہ یہ حدیث امام شافعیؒ کے موافق ہے اور امام مالکؒ کے بالکل خلاف ہے اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں اس حدیث میں بعض شروط استطاعت کا بیان ہے، چنانچہ اگر امن طریق مفقود ہو تو بالاجماع حج واجب نہیں ہوتا اھ[2]، لہذا یہ حدیث امام صاحب کے خلاف نہ ہوئی، میں کہتا ہوں زادوراحلہ والی حدیث شافعیہ کے بھی پورے طور پر موافق نہیں کما قال الحافظ ورنہ لازم آئے گا کہ معضوب شخص خود حج کرنے جائے اگرچہ اسکو سواری پر باندھنا پڑے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ اس صورت میں وہ انابت کے قائل ہیں (کسی دوسرے کو اپنانائب بنا کر بھیجنا) حدیث الخثعمیہ کی وجہ سے لہذا زادوراحلہ والی حدیث الخثعمیہ کے ضم کے ساتھ شافعیہ کی دلیل ہے ورنہ نہیں واللہ تعالیٰ أعلم۔

بحث خامس (حج کا وجوب علی الفور ہے یا علی التراخی): ائمہ ثلاثہ ابو حنیفہ ومالک واحمد اور امام ابو یوسف کے نزدیک حج واجب علی الفور ہے، لہذا بعد حصول الاستطاعۃ پہلے ہی سال مکلف پر حج کرنا واجب ہے، ورنہ تاخیر سے آثم ہوگا (یفسق وترد شهادته كما في الطحطاوي) اور امام شافعیؒ وامام محمدؒ کے نزدیک حج کا وجوب علی التراخی ہے، بشرطیکہ فوت نہ ہونے پائے (اس کا ذمہ دار وہ خود ہوگا)، لہذا تاخیر سے آثم نہ ہوگا لیکن اگر قبل الحج مر گیا تو گنہگار[3] ہوگا، جمہور کا استدلال ابن عباسؓ کی اس حدیث مرفوع سے ہے جو آگے متن میں آرہی ہے مَنْ أَرَادَ الْحَجَّ فَلْيَتَعَجَّلْ[4]، اور دوسرے فریق کی دلیل حضور ﷺ کا فعل ہے کہ آپ ﷺ نے تاخیر سے ۱۰ھ ہجری میں حج فرمایا اسی کا جواب بحث سادس میں آرہا ہے۔

بحث سادس (حضور اقدس ﷺ کے حج کی تاخیر کا سبب): یہ بحث بحث سابق پر متفرع ہے اس لئے کہ جب یہ ثابت ہو گیا کہ عند الجمہور حج کی فرضیت علی الفور ہے نیز یہ کہ اسکی فرضیت ان کے نزدیک ۶ھ ہجری میں ہو چکی تھی تو پھر آپ ﷺ نے ۱۰ھ ہجری تک اتنی تاخیر کس مصلحت سے فرمائی؟ شیخ ابن الہمامؒ نے تو اسکی وجہ یہ لکھی ہے کہ حج کی فرضیت اور اس میں تعجیل امت کے حق میں اس لئے ضروری قرار دی گئی ہے کہ کہیں حج فوت نہ ہو جائے، موت وحیات اور عوارض کی کچھ خبر نہیں کب کیا عذر پیش آجائے لیکن آنحضرت ﷺ کی تاخیر میں اندیشہ فوات نہ تھا، اس لئے کہ آپ ﷺ

---

[1] ويؤيده ما أخرجه البيهقي وغيره عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما أنه قال: السَّبِيلُ أَنْ يَصِحَّ بَدَنُ الْعَبْدِ وَيَكُونَ لَهُ ثَمَنُ زَادٍ وَرَاحِلَةٍ اهـ السنن الكبرى للبيهقي - كتاب الحج - باب الرجل يطيق المشي ولا يجد زادا ولا راحلة الخ ٨٦٤١ ج٤ ص ٥٤٠-٥٤١۔

[2] روح المعاني في تفسير القرآن الكريم والسبع المثاني ج٤ ص٧-٨

[3] اصولیین نے وقت حج کو مشکل قرار دیا ہے یعنی اس کا نام مشکل رکھا ہے اس لئے کہ نہ تو وہ من کل وجہ معیار ہے اور نہ من کل وجہ ظرف ہے اسلئے کہ جو حضرات حج کو واجب علی الفور کہتے ہیں اس کا تقاضا یہ تھا کہ حج کا وقت اس کیلئے معیار ہو جس کا نتیجہ یہ ہونا چاہیئے تھا کہ حج تاخیر سے اداء کرنے کی صورت میں قضاء کہلائے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اس کو اداء کہتے ہیں، اور واجب علی التراخی کا تقاضا یہ تھا کہ اسکا وقت اس کے لئے ظرف ہو اور فوت ہونے سے گنہگار نہ ہو، حالانکہ ایسا نہیں بلکہ گنہگار ہوتا ہے پس اسی لئے وقت الحج کو مشکل کہا گیا ہے کہ اس کا وقت نہ ادھر ہے نہ اُدھر (طحطاوی علی المراقی)۔

[4] سنن أبي داود - كتاب المناسك - باب التجارة في الحج ١٧٣٢

کو اپنے بارے میں یہ علم تھا کہ آپ ﷺ ابھی اور زندہ رہیں گے یہاں تک کہ حج کریں گے جس میں تبلیغ دین کی تکمیل فرمائیں گے، اور ملا علی قاریؒ وغیرہ نے ایک دوسری مصلحت لکھی ہے وہ یہ کہ ۶ھ اور سات میں تو آپ ﷺ حج اس لئے نہ فرما سکے کہ اس وقت تک مکہ مکرمہ فتح نہیں ہوا تھا اور ۸ھ میں بوجہ نسئ کے نہ اداء کر سکے، البتہ آپ ﷺ نے عتاب بن اسیدؓ کو مسلمانوں کے حج کرانے کیلئے امیر حج بنا کر بھیج دیا تھا اور ۹ھ میں غالباً اس لئے نہیں کیا کہ اب تک مشرکین حج بیت اللہ کرتے تھے، اور وہ کپڑے اتار کر عریانی کی حالت میں کیا کرتے تھے، آپ ﷺ نے یہ پسند نہ فرمایا کہ اس طرح مشرکین کے ساتھ ملکر حج کریں، اس لئے آپ نے ۹ھ میں صدیق اکبرؓ کو بھیجا تاکہ وہ وہاں جا کر یہ اعلان کر دیں کہ آئندہ سال سے کوئی مشرک اسطرح حج نہ کر سکے گا، ایسے ہی اور بعض دوسرے ضروری اعلانات براءۃ عن المشرکین سے متعلق آپ ﷺ نے کرائے اور ان انتظامات کی تکمیل کیلئے اس سال آپ ﷺ حج نہ کر سکے تاکہ پھر آئندہ سال مکمل انتظام کے ساتھ حج کریں۔

اور بعض حضرات نے آپ ﷺ کے ۹ھ میں حج نہ کرنے کی علت نسئ کو لکھا ہے، لیکن ابن رشد نے "مقدمات" میں اسکی تردید[1] کی ہے کما فی الأوجز، اور بعض علماء کی رائے یہ ہے جن میں حافظ ابن القیمؒ اور علامہ شامیؒ بھی ہیں کہ آپ ﷺ کے حج میں تاخیر مطلقاً پائی ہی نہیں گئی کما مر فی البحث الثالث۔

البحث السابع (کیا حج اس امت کے خصائص میں سے ہے یا امم سابقہ کے حق میں بھی فرض تھا؟): ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں اس میں اختلاف ہے کہ حج شرائع قدیمہ میں سے ہے یا اس امت کے خصائص میں سے؟ وہ فرماتے ہیں والأظهر الثاني (ای الخصوصية) اور شیخ ابن حجر مکی نے قول اول کو اختیار کیا ہے "لما ورد وما من نبي الا[2] وحج البيت" اسی طرح منقول ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے ماشیاً من الہند چالیس حج کئے، اس پر علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ استدلال

---

[1] انکے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ یہ صحیح ہے اس وقت مشرکین کی نسئ چل رہی تھی، اور صدیق اکبرؓ کا حج فی غیر وقت الحج ہوا، یعنی ذیقعدہ میں لیکن نسئ اس وقت تک منسوخ نہیں ہوئی تھی اور اگر نسئ اس وقت منسوخ ہو چکی ہوتی تو صدیق اکبرؓ کو یہ کیا مشکل تھا کہ وہ حج کو اسکے صحیح وقت میں کرتے علی ہذا القیاس خود حضور اکرم ﷺ بھی اگر چاہتے تو ۹ھ میں بھی حج نسئ کے خلاف ذی الحجہ میں کرتے، لیکن دراصل بات یہ ہے کہ اس سال آپ ﷺ نے حج کرنا چاہا ہی نہیں ایک دوسری مصلحت سے (اختلاط المشرکین وغیرہ) لا لاجل النسئ، اھ، دراصل یہ مسئلہ علماء کے مابین اختلافی ہے کہ صدیق اکبرؓ کا حج ذی الحجہ میں ہوا یا نسئ کی وجہ سے ذیقعدہ میں ہوا؟ اس مسئلہ کو شراح حدیث نے اس حدیث کے ذیل میں لکھا ہے جس میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے یوم النحر میں خطبہ دیا جس میں یہ فرمایا: إِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ اللهُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ الخ (صحیح مسلم - كتاب القسامة والمحاربين والقصاص والديات - باب تغليظ تحريم الدماء والأعراض والأموال ۱۶۷۹)، کہ زمانہ گھوم پھر کر اپنی اصلی حالت پر آگیا ہے، اس سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ حجۃ الوداع والے ہی سال مہینوں کا حساب درست ہوا اس سے قبل نہیں تھا بلکہ نسئ چل رہی تھی لامع الدراری (ج ۳ ص ۳) کے شروع یہ بحث مختصراً موجود ہے۔

[2] یعنی ہر ہر نبی نے اپنے زمانہ میں حج کیا حتی کہ ہودؑ اور صالحؑ نے بھی جیسا کہ مسند احمد کی روایت میں اس کی تصریح ہے جس کو حضرت شیخ نے جزء حجۃ الوداع میں ذکر کیا ہے لیکن درمنثور (الدر المنثور في التفسير بالمأثور - ج ۱ ص ۶۷۰-۶۷۱) کی ایک روایت میں یہ ہے، ما من نبي الا وقد حج غير هود وصالح فانهما تشاغلا عنه لقومهما، کہ حضرت ہود و صالح حج نہیں کر سکے ان دونوں کو اپنی قوم کے سلسلہ میں اتنی مصروفیت رہی کہ حج کا موقع نہیں ملا، اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ یہ دوسری روایت مسند احمد کی روایت کا مقابلہ نہیں کر سکتی ضعیف ہے، ۱۲۔

قوی نہیں اول تو اسلئے کہ اس حدیث سے توجہ کا صرف مشروع ہونا ثابت ہوا نہ کہ مفروض ہونا، دوسرے اس لئے کہ گفتگو تو امم سابقہ میں ہے نہ کہ انبیاء سابقین میں، سو ہو سکتا ہے کہ گزشتہ انبیاء کے حق میں تو فرض یا مشروع ہو اور ان کی امتوں کے حق میں نہ ہو، واللہ تعالیٰ أعلم (بذل [1])۔

البحث الثامن (حضور ﷺ کے ہجرت إلی المدینۃ سے قبل حجوں کی تعداد): اس پر سب کا اتفاق ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے بعد الہجرۃ صرف ایک حج کیا جس کو حجۃ الوداع کہتے ہیں جو ۱۰ھ ہجری میں ہوا، قبل الہجرۃ آپ ﷺ نے کتنے حج کئے اس میں اختلاف ہے، ابن الاثیر کہتے ہیں آنحضرت ﷺ ہجرت سے قبل مکہ مکرمہ کے زمانہ قیام میں ہر سال حج کیا کرتے تھے [2]، اور حاکم نے بسند صحیح سفیان ثوری سے نقل کیا ہے حَجَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ يُهَاجِرَ حِجَجًا کہ آپ ﷺ نے قبل الہجرۃ متعدد حج کئے ہیں [3]، لیکن امام ترمذیؒ نے اپنی سنن میں حضرت جابرؓ سے نقل کیا حَجَّتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يُهَاجِرَ [4] کہ آپ ﷺ نے قبل الہجرۃ صرف دو حج کئے، اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے ثلاثا، اس کا جواب یہ ہے کہ جابرؓ اپنے علم کے اعتبار سے کہہ رہے ہیں (بذل [5]) میں کہتا ہوں امام ترمذیؒ نے اس حدیث کی سند پر کلام کیا ہے اور امام بخاریؒ سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث اسطرح محفوظ نہیں ہے بلکہ یہ حدیث فی الواقع مرسل ہے۔

ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں کہ یہ بات یقینی ہے کہ آپ ﷺ نے قبل الہجرۃ بہت سے حج کئے لیکن ان کی تعداد کسی کے علم میں نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے۔

بحمد اللہ ابتدائی مباحث پورے ہوئے ایک بحث یہاں پر اور ہے یعنی حکم حج اور اسکے اسرار و مصالح اس موضوع پر حضرت اقدس شاہ ولی اللہ نور اللہ مرقدہ نے کلام فرمایا ہے جس کو حضرت شیخ نے أوجز المسالك میں نقل کیا ہے اسکی طرف رجوع [6] کیا جائے۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ٨ ص ٢٩٧

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ٨ ص ٢٩٦

[3] المستدرك على الصحيحين للحاكم ٤٣٨٢ — ج ٣ ص ٥٦

[4] جامع الترمذي - كتاب الحج - باب ما جاء كم حج النبي صلى الله عليه وسلم ٨١٥

[5] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ٨ ص ٢٩٦

[6] وفي حاشية "التاج الجامع": وحكمة الحج غفران الذنوب، ونفي الفقر، والتعارف بين الأقاليم الإسلامية، والعطف على اهل الحرمين؛ إجابة لدعوة إبراهيم عليه السلام واجعل افئدة من الناس تهوي اليهم، وتذكر البعث بالتجرد من ملابسهم، وتذكر الوقوف بين يدي الله تعالى بوقوفهم بعرفة يبتهلون إلى الله بالتلبية ويرجون عفوه ورضاه، قال الله تعالى: ﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ﴾ ﴿فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ ۖ وَمَن دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا ۗ وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ﴾، وقال تعالى: ﴿فَإِذَا أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِندَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۖ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ وَإِن كُنتُم مِّن قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّالِّينَ﴾ ﴿ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ اهـ. (ج ٢ ص ١٠٦)

١ - بَابُ فَرْضِ الْحَجِّ

حج کی فرضیت کا بیان

١٧٢١ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنْ سُفْيَانَ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سِنَانٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ الْأَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ، سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، الْحَجُّ فِي كُلِّ سَنَةٍ أَوْ مَرَّةً وَاحِدَةً قَالَ: «بَلْ مَرَّةً وَاحِدَةً، فَمَنْ زَادَ فَهُوَ تَطَوُّعٌ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هُوَ أَبُو سِنَانٍ الدُّؤَلِيُّ، كَذَا قَالَ: عَبْدُ الْجَلِيلِ بْنُ حُمَيْدٍ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ، جَمِيعًا عَنِ الزُّهْرِيِّ، وقَالَ عُقَيْلٌ: عَنْ سِنَانٍ.

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اقرع بن حابسؓ نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا حج ہر سال فرض ہے یا ایک ہی مرتبہ فرض ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ ایک مرتبہ (فرض) ہے اور جو (ایک سے) زیادہ کرے تو وہ نفل ہو جائے گا۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ وہ (ابوسنان) ابوسنان دؤلی ہیں اور اسی طرح عبد الجلیل بن حمید اور سلیمان بن کثیر نے زہری سے ابوسنان راوی سے نقل کیا اور عقیل نے راوی کا نام سنان نقل کیا ہے (نہ کہ ابوسنان)۔

تخریج: سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٢٠) سنن أبي داود - المناسك (١٧٢١) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٨٨٦) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٢٥٥) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٢٩١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٣٧١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٣٧٢) سنن الدارمي - المناسك (١٧٨٨)

شرح الحديث: کیا حج ہر سال فرض ہے؟ منشأ سوال کیا ہے؟ بعض تو یہ کہتے ہیں سوال کا منشأ قیاس الحج والزکوٰۃ والصوم ہے کہ یہ دونوں بھی ہر سال واجب ہوتے ہیں زکوٰۃ عبادت مالیہ ہے اور صوم عبادت بدنیہ اور حج ان دونوں سے مرکب ہے اور بعض علماء نے منشأ سوال یہ لکھا ہے کہ دراصل حج کے لغوی معنی میں تکرار پایا جاتا ہے، (كما تقدم في البحث الاول) اسلئے یہ سوال کیا گیا۔ قال المنذري والحديث أخرجه النسائي وابن ماجه، اه...... فی نفسہ یہ سوال وجواب صحیح مسلم [1] کی بھی ایک حدیث میں ہے جس کے راوی حضرت ابوہریرہؓ ہیں، لیکن اس میں سائل کی تعیین نہیں ہے۔

١٧٢٢ - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنِ ابْنٍ لِأَبِي وَاقِدٍ اللَّيْثِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لِأَزْوَاجِهِ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ: «هَذِهِ ثُمَّ ظُهُورَ الْحُصُرِ».

ترجمہ: ابوواقد لیثی کے بیٹے اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے سنا رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات سے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا یہ تو حج (فرض) ہے اور اسکے بعد (گھروں میں) بوریوں پر بیٹھنا ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - المناسك (١٧٢٢) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (٥/٢١٨)

---

[1] صحيح مسلم - كتاب الحج - باب فرض الحج مرة في العمر ١٣٣٧

شرح الحديث: ابوواقد لیثی کے بیٹے جن کا نام واقد ہے اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے حجۃ الوداع میں اپنی ازواج رضی اللہ عنہن سے فرمایا هَذِهِ ثُمَّ ظُهُورَ الْحُصُرِ، هَذِهِ کا اشارہ اس حج کی طرف ہے جو آپ ﷺ کی ازواج نے آپ ﷺ کے ساتھ کیا، اور حصر جمع ہے حصیر کی یعنی اس حج کے بعد اب تمہارے لئے مناسب بوریوں کی پشت ہے، یعنی ترک سفر اور اپنے اپنے گھروں پر قیام۔ گویا اسکے بعد آپ ﷺ ان کو دوسرا حج کرنے سے منع فرمارہے ہیں، اب یہ کہ اسکے بعد آپ ﷺ کی ازواج کا طرز عمل کیا رہا؟ انہوں نے اسکے بعد حج کیا یا نہیں؟ سو علماء نے لکھا ہے کہ اس حدیث پر حضرت سودہؓ اور زینبؓ نے پورا عمل فرمایا۔ چنانچہ اسکے بعد انہوں نے دوسرا حج نہیں کیا، بلکہ یہ فرمایا لا تحرکنا دابة بعد رسول الله کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد ہمیں کوئی سواری حرکت نہیں دے گی [1]، لیکن حضرت عائشہؓ وغیرہ دوسری ازواج نے آپ ﷺ کے بعد حج کئے ہیں۔ انہوں نے اس حدیث ابو داؤد کا مطلب یہ لیا ہے کہ اسکے بعد اب تم پر حج واجب نہیں رہا اور یہ مطلب نہیں کہ وہ اسکے بعد حج نہ کریں اور اس مطلب کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ایک موقعہ پر حضرت عائشہؓ کے سوال کے جواب میں فرمایا تھا لَكِنَّ أَفْضَلَ الْجِهَادِ الْحَجُّ کہ عورتوں کے حق میں جہاد مشروع نہیں ہے ان کیلئے بہترین جہاد حج ہے [2]۔ خلیفۂ ثانی حضرت عمرؓ کو شروع میں ازواج مطہرات کے حج میں تردد تھا کہ کرنا چاہیئے یا نہیں پھر بعد میں انہوں نے اجازت دیدی تھی اور حضرت عثمانؓ کے ساتھ ان کو حج کیلئے بھیجا تھا، کما فی صحیح البخاری (بذل) [3]۔

٢ـ بَابٌ فِي الْمَرْأَةِ تَحُجُّ بِغَيْرِ مَحْرَمٍ

باب عورت کے بغیر محرم کے حج کرنے کے بارے میں حکم کا بیان

١٧٢٣ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الثَّقَفِيُّ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ مُسْلِمَةٍ تُسَافِرُ مَسِيرَةَ لَيْلَةٍ، إِلَّا وَمَعَهَا رَجُلٌ ذُو حُرْمَةٍ مِنْهَا».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کسی مسلمان عورت کے لئے جائز نہیں کہ وہ ایک رات کی مسافت کا سفر بغیر ایسے مرد کے کرے جو (ذو رحم) محرم ہو۔

١٧٢٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، وَالنُّفَيْلِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، ح وحَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنِي

---

[1] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَزْوَاجِهِ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ: "إِنَّمَا هِيَ هَذِهِ ثُمَّ ظُهُورُ الْحُصُرِ" قَالَ: فَكَانَ كُلُّهُنَّ يُسَافِرْنَ إِلَّا زَيْنَبَ وَسَوْدَةَ فَإِنَّهُمَا قَالَتَا: لَا تُحَرِّكُنَا دَابَّةٌ بَعْدَمَا سَمِعْنَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (السنن الكبرى للبيهقي - كتاب الحج - باب المرأة تنهى عن كل سفر لا يلزمها بغير محرم ١٠١٤٣ - ج٥ ص٣٧٢-٣٧٣)

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج٤ ص٧٤

[3] بذل المجهود في حل أبي داود - ج٨ ص٣٠١

مَالِكٌ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ الْحَسَنُ: فِي حَدِيثِهِ عَنْ أَبِيهِ، ثُمَّ اتَّفَقُوا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ، تُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُسَافِرَ يَوْمًا وَلَيْلَةً». فَذَكَرَ مَعْنَاهُ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَلَمْ يَذْكُرِ الْقَعْنَبِيُّ، وَالنُّفَيْلِيُّ، عَنْ أَبِيهِ، رَوَاهُ ابْنُ وَهْبٍ، وَعُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، عَنْ مَالِكٍ، كَمَا قَالَ الْقَعْنَبِيُّ.

ترجمہ مصنف کے دو استاذ عبد اللہ بن مسلمہ اور نفیلی بواسطہ مالک سعید بن ابی سعید سے روایت کرتے ہیں جبکہ مصنف کے تیسرے استاد حسن بن علی نے یہ اضافہ کیا کہ سعید بن ابی سعید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں آگے تینوں کا اتفاق ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ کوئی عورت جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو اسکے لئے جائز نہیں کہ ایک دن رات کی مسافت طے کرے پھر وہی مفہوم ذکر کیا (یعنی بغیر محرم کے)۔

۱۷۲۵- حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى، عَنْ جَرِيرٍ، عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَذَكَرَ نَحْوَهُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: «بَرِيدًا».

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اور گزشتہ حدیث کی مثل بیان کیا مگر انہوں نے یہ فرمایا کہ عورت کیلئے ایک برید (بارہ میل) کی مسافت کے بقدر سفر کرنا بغیر محرم کے ناجائز ہے۔

تخریج صحيح البخاري - الجمعة (۱۰۳۸) صحيح مسلم - الحج (۱۳۳۹) جامع الترمذي - الرضاع (۱۱۷۰) سنن أبي داود - المناسك (۱۷۲۳) سنن ابن ماجه - المناسك (۲۸۹۹) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/۲۳٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/۲٥۱) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/۳٤۰) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/٤۲۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/٤۳۷) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/٤٤٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/٤۹۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/٥۰٦) موطأ مالك - الجامع (۱۸۳۳)

شرح الاحادیث أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ مُسْلِمَةٍ تُسَافِرُ مَسِيرَةَ لَيْلَةٍ، إِلَّا وَمَعَهَا رَجُلٌ ذُو حُرْمَةٍ مِنْهَا: احادیث الباب کا مضمون یہ ہے کہ عورت کو بغیر محرم یا زوج کے سفر کرنا جائز نہیں، کتنی مسافت کا سفر جائز نہیں اس میں روایات مختلف ہیں جس کی توجیہ ہم آگے بیان کریں گے۔

مسئلة ثابتة بالحديث: ائمہ فقہ بھی اس میں مختلف ہیں، شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک تو مطلق سفر جائز نہیں خواہ مسافت قصیر ہو یا طویل، اور حنفیہ ومالکیہ کے نزدیک اس میں سفر شرعی معتبر ہے جس کی مقدار حنفیہ کے نزدیک ثلاثہ ایام ہے اور مالکیہ کے نزدیک یوم ولیلۃ۔

مسئلہ مترجم بہا اور اس میں مذاہب ائمہ: اسکے بعد آپ سمجھئے کہ احادیث میں مطلق سفر مذکور ہے اس اطلاق میں سفر حج بھی شامل ہے، اسی لئے مصنف نے ان احادیث پر حج المرأۃ کا ترجمہ قائم کیا ہے، مسئلہ مختلف فیہ ہے حنفیہ وحنابلہ کے نزدیک عورت پر وجوب حج کیلئے محرم یا زوج کا ساتھ ہونا شرط ہے ورنہ اس پر حج واجب ہی نہیں اور مالکیہ وشافعیہ کے نزدیک زوج یا کسی دوسرے محرم کا ہونا شرط نہیں، البتہ امن علی نفسہا کا ہونا شرط ہے خواہ وہ محرم کے ذریعہ سے ہو یا دیانتدار

عورتوں کے ذریعہ سے۔ چنانچہ یہ دونوں حضرات عورت کیلئے حج بالامینات کے قائل ہیں، امام مالکؒ کے نزدیک تو ایسی عورتوں کی جماعت ہونی چاہیئے (یعنی چند عورتیں ہوں) اور امام شافعیؒ کے نزدیک صرف ایک عورت بھی ہو تو کافی ہے، یعنی اس صورت میں وہ اس کے ساتھ حج کر سکتی ہے لیکن واجب نہیں اور جماعۃ النساء کی صورت میں اس پر حج واجب ہے۔

احادیث الباب حنفیہ وحنابلہ کے موافق ہیں، شافعیہ وغیرہ ان کا جواب یہ دیتے ہیں ان احادیث کا تعلق حج تطوع سے ہے، حج فرض سے نہیں۔

مدت مسافت میں اختلاف روایات کی توجیہ: اس کے بعد جانیئے کہ ان احادیث میں سفر کی مقدار مسافت کے بارے میں شدید اختلاف ہے، بعض میں مطلق سفر مذکور ہے اور بعض میں مسیرۃ یومین کی قید ہے اور بعض میں ثلاثہ ایام کی اور یہ سب روایات مختلفہ اس کتاب کے علاوہ صحیحین میں بھی اسی طرح ہیں۔ البتہ ابو داؤد کی ایک روایت میں بَرِیدًا آیا ہے کہ ایک منزل کا سفر اور برید نصف یوم کی مسافت ہوتی ہے۔ شافعیہ تو یہ کہتے ہیں کہ ممانعت مطلق سفر کی ہے طویل ہو چاہے قصیر اور روایات کے اس اختلاف کو وہ محمول کرتے ہیں اختلاف سائلین پر، نہ کہ تحدید پر، یعنی یہ تحدید آپ ﷺ کی طرف سے ابتداءً نہیں ہے بلکہ جیسا جس نے سوال کیا آپ ﷺ نے اسی کے مطابق جواب دیا، ایک شخص نے ایک دن کے سفر کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرما دیا کہ ہاں! ایک دن کا سفر بھی نہیں کر سکتی، کسی نے دو دن کے بارے میں دریافت کیا کہ کیا عورت دو دن کا سفر بغیر محرم کر سکتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں وھکذا، اور حنفیہ کہتے ہیں یہ قید تحدید کے طور پر ہے۔ اب جبکہ تحدید کی مدت روایات میں مختلف ہے کم وبیش ہے تو اس صورت میں اقل مدت مشکوک ہو گئی اور اکثر مدت متیقن رہی، جس کا تقاضا یہ ہے کہ تین دن کا سفر تو یقیناً ممنوع ہے اور اس سے کم میں منع غیر یقینی ہے لہذا متیقن کو اختیار کیا جائیگا واللہ تعالیٰ أعلم۔

۱۷۲۶- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَهَنَّادٌ، أَنَّ أَبَا مُعَاوِيَةَ، وَوَكِيعًا، حَدَّثَاهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُسَافِرَ سَفَرًا فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فَصَاعِدًا، إِلَّا وَمَعَهَا أَبُوهَا أَوْ أَخُوهَا أَوْ زَوْجُهَا أَوِ ابْنُهَا أَوْ ذُو مَحْرَمٍ مِنْهَا».

ترجمہ: ابو صالح ابو سعید خدریؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی عورت جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو اسکے لئے جائز نہیں تین دن یا اس سے زیادہ کا سفر کرنے مگر اس کے ساتھ اس کا باپ ہو یا اس کا بھائی ہو یا اس کا شوہر یا اس کا بیٹا ہو یا کوئی اور محرم ہو۔

تخریج: صحيح البخاري - الجمعة (١١٣٩) صحيح البخاري - الحج (١٧٦٥) صحيح البخاري - الصوم (١٨٩٣) صحيح مسلم - الحج (٨٢٧) صحيح مسلم - الحج (١٣٤٠) جامع الترمذي - الرضاع (١١٦٩) سنن أبي داود - المناسك (١٧٢٦) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٨٩٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٧/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٤/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٥/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٥٣/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٥٤/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٦٢/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٦٦/٣) مسند

أحمد-باقي مسند المكثرين(٣/٧١)سنن الدارمي-الاستئذان(٢٦٧٨)

١٧٢٧- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تُسَافِرُ الْمَرْأَةُ ثَلَاثًا إِلَّا وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ».

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: عورت تین یوم کا سفر بغیر محرم کے نہ کرے

تخریج: صحيح البخاري-الجمعة(١٠٣٦)صحيح البخاري-الجمعة(١٠٣٧)صحيح مسلم-الحج(١٣٣٨)سنن أبي داود-المناسك(١٧٢٧)مسند أحمد-مسند المكثرين من الصحابة(٢/١٣)مسند أحمد-مسند المكثرين من الصحابة(٢/١٩)

١٧٢٨- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ، كَانَ «يُرْدِفُ مَوْلَاةً لَهُ يُقَالُ لَهَا صَفِيَّةُ تُسَافِرُ مَعَهُ إِلَى مَكَّةَ».

ترجمہ: نافع سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اپنے ساتھ سفر میں سواری پر اپنی باندی کو بٹھا کر مکہ لے جاتے تھے جن کا نام صفیہ تھا۔

شرح الحدیث: یعنی حضرت ابن عمرؓ اپنے ساتھ سفر میں اپنی باندی کو لیجاتے تھے، اپنی سواری پر پیچھے بٹھا کر، معلوم ہوا باندی کے حق میں اس کا مولیٰ بمنزلہ زوج کے ہے، جس طرح حرہ اپنے شوہر کے ساتھ سفر کر سکتی ہے اسی طرح باندی مولیٰ کے ساتھ کر سکتی ہے اس میں زوج کی تخصیص نہیں ہے۔

٣- بَابُ لَا صَرُورَةَ فِي الْإِسْلَامِ

باب نکاح کیے بغیر تجرد کی زندگی گزارنا اسلامی طریقہ نہیں ہے

یہ ترجمہ بلفظ الحدیث ہے حدیث میں ہے: لَا صَرُورَةَ فِي الْإِسْلَامِ۔

١٧٢٩- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ يَعْنِي سُلَيْمَانَ بْنَ حَيَّانَ الْأَحْمَرَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا صَرُورَةَ فِي الْإِسْلَامِ».

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسلام میں رہبانیت نہیں ہے (شادی کے بغیر تجرد کی زندگی گزارنا اسلام میں نہیں ہے)۔

تخریج: سنن أبي داود-المناسك(١٧٢٩)مسند أحمد-من مسند بني هاشم(١/٣١٢)

شرح الحدیث: علماء نے اس کی دو بلکہ تین تفسیریں لکھی ہیں:

① صَرُورَةً یعنی الذی لم یتزوج، غیر شادی شدہ آدمی جس نے قصداً نکاح نہ کیا ہو بطریق تبتل وانقطاع عن الدنیا۔ پس حدیث کا مطلب یہ ہوا اسلام میں کوئی شخص تارک نکاح نہ ہونا چاہیئے، کیونکہ نکاح طریق سنت ہے اور ترک نکاح رہبانیت

ہے اس لئے ہر مستطیع نکاح والا ہونا چاہیئے کوئی مانع اور عذر ہو تو وہ امر آخر ہے۔

② صَرُورَةٌ بمعنی الذی لم یحج، یعنی وہ شخص جس نے اب تک حج نہیں کیا، اس صورت میں حدیث کا مطلب یہ ہو گا اسلام میں کوئی شخص غیر حاجی نہ ہونا چاہیئے بلکہ ہر صاحب استطاعت کا حاجی بننا چاہیئے، مصنف نے یہی معنی مراد لئے ہیں اسی لئے اس کو کتاب الحج میں لائے ہیں،

③ بعض نے اسکے ایک تیسرے معنی بھی لکھے ہیں وہ یہ کہ صَرُورَةٌ کا مصداق تو من لم یحج ہی ہے لیکن مقصود یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ایسا تھا اگر کسی شخص نے کسی پر جنایت کی مثلاً اسکو ناحق قتل کر دیا تو وہ جانی حرم میں جا کر پناہ لیتا تھا اور اگر ولی الدم (اولیائے مقتول میں سے کوئی شخص) اس جانی سے تعرض کرتا اور انتقام کا ارادہ کرتا تو لوگ یوں کہہ دیتے کہ ارے بھائی! یہ شخص تو صَرُورَةٌ ہے یعنی اس نے ابھی تک ایک حج بھی نہیں کیا، لہذا اس کو ابھی چھوڑ دو حج کرنے دو اسکے بعد دیکھا جائیگا، تو اس حدیث شریف میں اس طرز جاہلیت کی تردید کی گئی ہے کہ حج نہ کرنا کوئی عذر معتبر نہیں جو مانع ہو حدود و قصاص سے، واللہ تعالیٰ أعلم۔

صَرُورَةٌ کے اندر جو ہاء ہے یہ تانیث کیلئے نہیں بلکہ مبالغہ کیلئے ہے، اسی لئے مرد اور عورت دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے: یقال رَجلٌ صرورةٌ وامرأةٌ صرورةٌ اور اسمیں ایک لغت صَارُورَةٌ بھی ہے رجلٌ صَارُورَةٌ کما فی مختار الصحاح[1]۔

٤۔ بَابُ التَّزَوُّدِ فِي الْحَجِّ

سفر حج میں زاد راہ کے بیان میں

١٧٣٠ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْفُرَاتِ يَعْنِي أَبَا مَسْعُودٍ الرَّازِيَّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْمُخَرِّمِيُّ، وَهَذَا لَفْظُهُ قَالَا: حَدَّثَنَا شَبَابَةُ، عَنْ وَرْقَاءَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانُوا يَحُجُّونَ وَلَا يَتَزَوَّدُونَ. قَالَ أَبُو مَسْعُودٍ: "كَانَ أَهْلُ الْيَمَنِ أَوْ نَاسٌ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ يَحُجُّونَ وَلَا يَتَزَوَّدُونَ وَيَقُولُونَ: نَحْنُ الْمُتَوَكِّلُونَ فَأَنْزَلَ اللهُ سُبْحَانَهُ: {وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَى[2]} الْآيَةَ".

ترجمہ عکرمہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ لوگ حج کرتے تھے اور اپنے ساتھ توشہ نہ رکھتے تھے۔ ابو مسعود فرماتے ہیں کہ اہل یمن یا یمن کے لوگ حج کرتے تھے مگر توشہ ساتھ نہ ہوتا تھا اور کہتے کہ ہم تو توکل کرنے والے ہیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائی: وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَى اور تم زاد راہ لے لیا کرو اور بہترین زاد راہ تقوی (سوال سے بچنا) ہے

---

[1] مختار الصحاح للرازي — ص ١٥١

[2] اور زاد راہ لے لیا کرو کہ بیشک بہتر فائدہ زاد راہ کا بچنا ہے (سورۃ البقرۃ ١٩٧)

٥- بَابُ التِّجَارَةِ فِي الْحَجِّ

باب سفر حج میں (زادراہ کے لئے) تجارت کرنا

١٧٣١- حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَرَأَ هَذِهِ الْآيَةَ {لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ}[1] قَالَ: «كَانُوا لَا يَتَّجِرُونَ بِمِنًى فَأُمِرُوا بِالتِّجَارَةِ إِذَا أَفَاضُوا مِنْ عَرَفَاتٍ».

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے انہوں نے یہ آیت تلاوت فرمائی: لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ کہ تم پر کچھ گناہ نہیں اگر تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔ پھر فرمایا کہ عرب منیٰ میں تجارت نہیں کرتے تھے تو ان کو تجارت کا حکم دیا گیا جب وہ لوگ عرفات سے (منیٰ) لوٹ رہے ہوتے۔

شرح الحدیث: یعنی سفر حج میں راستہ میں یا وہاں پہنچ کر اگر زادراہ ساتھ نہ ہو تو اس کا انتظام، بندوبست کرنا جائز ہے بلکہ ضروری ہے تاکہ سوال عن الناس سے بچ سکے اور اس کی نوبت نہ آئے، حصول منافع اور تکثیر مال کیلئے تجارت کرنا مراد نہیں ہے، جیسا کہ حدیث الباب سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے اہل یمن حج کیلئے آتے اور زادراہ (کھانے پینے کا سامان) ساتھ نہ لاتے کہ ہم اللہ کے گھر جارہے ہیں اسی کے مہمان ہیں وہ خود عطاء کریگا، اسی سلسلہ کا ایک باب درمیان میں ایک باب چھوڑ کر اور آرہا ہے "باب الکری" ابن قدامہ حنبلیؒ فرماتے ہیں تجارت اور صناعت فی الحج بالاتفاق جائز ہے ہمارے علم میں اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے، حضرت شیخؒ نے حاشیہ بذل[2] میں سعید بن جبیرؒ اور ابو مسلم خولانیؒ کا اس میں اختلاف بعض کتب سے نقل فرمایا ہے کہ انکے نزدیک جائز نہیں ہے۔

فَأَنْزَلَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ: {وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَى} الْآيَةَ: یعنی حج کو جاتے وقت زادراہ ساتھ لیکر چلو اسلئے کہ بہترین زاد سوال سے بچنا ہے۔

بَابٌ: (خالٍ عن الترجمة)

باب[3] (بلا عنوان)

١٧٣٢- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، مُحَمَّدُ بْنُ خَازِمٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ مِهْرَانَ أَبِي صَفْوَانَ، عَنِ ابْنِ

---

[1] کچھ گناہ نہیں تم پر کہ تلاش کرو فضل اپنے رب کا (سورۃ البقرۃ ١٩٨)

[2] بذل المجھود فی حل أبی داود — ج ٨ ص ٣٠٩

[3] شیخ عوامہ لکھتے ہیں: كتب الحافظ ابن حجر بجانب هذا الحديث: هذا الحديث عند ابن داسه وابن الأعرابي في: باب لا صرورة. (كتاب السنن - ج ٢ ص ٤٠٨)

عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ أَرَادَ الْحَجَّ فَلْيَتَعَجَّلْ».

ترجمہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص حج کا ارادہ کرے تو اسے چاہیے کہ جلدی کرے۔

تخریج سنن أبي داود - المناسك (١٧٣٢) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٨٨٣) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢١٤/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٢٥/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٢٣/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٥٥/١) سنن الدارمي - المناسك (١٧٨٤)

شرح الحديث اس پر کلام کتاب الحج کے ابتدائی مباحث میں گزر چکا ہے۔

٦- بَابُ الْكَرِيِّ

باب سواری کو کرائے پر دینا

الكَرِيِّ بروزن الصبي اپنی سواری کو کرایہ پر دینے والا بمعنی المکاری، کاری، ایکاری، مکاراۃ، کرایہ پر دینا، نیز کری کبھی مکتری کے معنی میں بھی آتا ہے (کرایہ پر لینے والا) مگر یہاں پہلے معنی مراد ہیں اسپر کلام من حیث الفقہ باب سابق میں گزر چکا ہے۔

١٧٣٣- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا الْعَلَاءُ بْنُ الْمُسَيَّبِ، حَدَّثَنَا أَبُو أُمَامَةَ التَّيْمِيُّ، قَالَ: كُنْتُ رَجُلًا أُكْرِي فِي هَذَا الْوَجْهِ وَكَانَ نَاسٌ يَقُولُونَ لِي إِنَّهُ لَيْسَ لَكَ حَجٌّ فَلَقِيتُ ابْنَ عُمَرَ فَقُلْتُ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، إِنِّي رَجُلٌ أُكْرِي فِي هَذَا الْوَجْهِ وَإِنَّ نَاسًا يَقُولُونَ لِي: إِنَّهُ لَيْسَ لَكَ حَجٌّ. فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: أَلَيْسَ تُحْرِمُ وَتُلَبِّي وَتَطُوفُ بِالْبَيْتِ وَتُفِيضُ مِنْ عَرَفَاتٍ وَتَرْمِي الْجِمَارَ قَالَ: قُلْتُ: بَلَى، قَالَ: فَإِنَّ لَكَ حَجًّا. جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ عَنْ مِثْلِ مَا سَأَلْتَنِي عَنْهُ. فَسَكَتَ عَنْهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُجِبْهُ حَتَّى نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ {لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ} فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَرَأَ عَلَيْهِ هَذِهِ الْآيَةَ وَقَالَ: «لَكَ حَجٌّ».

ترجمہ ابوامامہ التیمی فرماتے ہیں کہ میں سفر حج میں اپنی سواری کو کرایہ پر دینے کا کام کرتا تھا اور لوگ کہتے تھے کہ تیرا حج نہیں ہوتا۔ چنانچہ میں حضرت ابن عمرؓ سے ملا اور ان سے کہا کہ اے ابو عبدالرحمٰن میں اس سفر حج میں سواری کرایہ پر دیا کرتا ہوں اور لوگ کہتے ہیں کہ تمہارا حج نہیں ہوتا، تو حضرت ابن عمرؓ کہنے لگے کہ کیا تم نے احرام نہیں باندھا اور تلبیہ نہیں پڑھا اور بیت اللہ کا طواف نہیں کیا اور عرفات سے ہو کر نہیں آئے اور جمرات کی رمی نہیں کی۔ تو میں نے کہا: کیوں نہیں! میں یہ سب کر چکا تو فرمانے لگے تو پھر تمہارا حج بھی ہو گیا۔ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر تمہاری ہی طرح سوال کیا تو رسول اللہ ﷺ نے سکوت فرمایا اور اسے جواب نہیں دیا، یہاں تک کہ یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی: لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ تو آپ ﷺ نے اس شخص کو بلوا کر یہ آیت سنائی اور فرمایا کہ تمہارا حج صحیح ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - المناسك (١٧٣٣) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٥٥/٢)

شرح الحدیث: كُنْتُ رَجُلًا أُكَرِّي فِي هَذَا الْوَجْهِ وَكَانَ نَاسٌ يَقُولُونَ لِي إِنَّهُ لَيْسَ لَكَ حَجٌّ: هَذَا الْوَجْهِ سے مراد سفر حج ہے، دراصل وجہ کہتے ہیں کام کو اور یہاں سے مراد سفر ہے یعنی میں سفر حج میں جب ہوتا ہوں تو ساتھ میں یہ کام بھی کرتا ہوں کہ اپنی سواری کو کرایہ پر لیکر چلتا ہوں اور اس طور پر کمائی کرتا ہوں، بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ تیرا حج نہیں ہوتا (کیونکہ تو سفر حج میں یہ کام کرتا ہے) جو حج کے منافی ہے، اس پر حضرت ابن عمرؓ نے جو فرمایا وہ ظاہر ہے محتاج تشریح نہیں، اس حدیث سے معلوم ہوا سفر حج میں تجارت اور کسب جائز ہے، کما تقدم قریباً۔

١٧٣٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ مَسْعَدَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ، "أَنَّ النَّاسَ فِي أَوَّلِ الْحَجِّ كَانُوا يَتَبَايَعُونَ بِمِنًى وَعَرَفَةَ وَسُوقِ ذِي الْمَجَازِ وَمَوَاسِمِ الْحَجِّ فَخَافُوا الْبَيْعَ وَهُمْ حُرُمٌ فَأَنْزَلَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ {لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ} فِي مَوَاسِمِ الْحَجِّ". قَالَ: فَحَدَّثَنِي عُبَيْدُ بْنُ عُمَيْرٍ، أَنَّهُ كَانَ يَقْرَؤُهَا فِي الْمُصْحَفِ.

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ لوگ ابتداء میں زمانہ حج میں منیٰ اور عرفہ اور بازار ذی المجاز میں تجارت کیا کرتے تھے، پھر وہ تجارت سے ڈرنے لگے حالتِ احرام میں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ فِي مَوَاسِمِ الْحَجِّ، ابن ابی ذئب فرماتے ہیں عبید بن عمیر فرماتے ہیں کہ وہ (حضرت ابن عباسؓ) اپنے مصحف میں فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ کے بعد فِي مَوَاسِمِ الْحَجِّ کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

شرح الحدیث: أَنَّهُ كَانَ يَقْرَؤُهَا فِي الْمُصْحَفِ: ابن عباسؓ فِي مَوَاسِمِ الْحَجِّ کو قرآن میں پڑھتے تھے یعنی یہ بات انہوں نے بطور تفسیر کے نہیں بیان فرمائی بلکہ ان کی قرأت میں اسی طرح ہے۔

١٧٣٥- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، قَالَ: أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، كَلَامًا مَعْنَاهُ أَنَّهُ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّاسَ فِي أَوَّلِ مَا كَانَ الْحَجُّ كَانُوا يَبِيعُونَ. فَذَكَرَ مَعْنَاهُ إِلَى قَوْلِهِ: «مَوَاسِمِ الْحَجِّ».

ترجمہ: ابن ابی ذئب عبید بن عمیر سے روایت کرتے ہیں، مصنف کے استاد صالح نے وہ الفاظ ذکر کئے جسکا مفہوم یہ ہے کہ عبید بن عمیر ابن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام ہیں وہ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ لوگ ابتداء میں جب حج کرتے تھے تو خرید و فروخت کیا کرتے تھے پھر اسی طرح آگے مَوَاسِمِ الْحَجِّ کے الفاظ تک حدیث بیان کی۔

٧ - بَابٌ فِي الصَّبِيِّ يَحُجُّ

باب بچے کے حج کرنے کا بیان

١٧٣٦ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالرَّوْحَاءِ فَلَقِيَ رَكْبًا فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ، قَالَ: «مَنِ الْقَوْمُ؟». فَقَالُوا: الْمُسْلِمُونَ. فَقَالُوا: فَمَنْ أَنْتُمْ؟. قَالُوا: رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَزِعَتِ امْرَأَةٌ فَأَخَذَتْ بِعَضُدِ صَبِيٍّ فَأَخْرَجَتْهُ مِنْ مِحَفَّتِهَا، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، هَلْ لِهَذَا حَجٌّ؟ قَالَ: «نَعَمْ، وَلَكِ أَجْرٌ».

ترجمہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ روحاء مقام پر تھے تو ایک قافلہ کی آپ سے ملاقات ہوئی آپ ﷺ نے ان کو سلام کیا اور پوچھا تم لوگ کون ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم مسلمان ہیں، اسی طرح انہوں نے دریافت کیا کہ آپ لوگ کون ہیں؟ صحابہ کرام نے جواب دیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ تو ایک عورت نے (جو اپنے ہودج میں سوار تھی) گھبرا کر جلدی سے ایک بچہ کے کندھے کو پکڑ کر اسے اپنے ہودج سے نکالا (آپ ﷺ کے سامنے لائی) اور سوال کیا اے اللہ کے رسول! کیا اس کا حج ہو سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں اور تمہیں اس کا اجر ملے گا۔

تخریج صحيح مسلم - الحج (١٣٣٦) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٤٥) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٤٦) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٤٧) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٤٨) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٤٩) سنن أبي داود - المناسك (١٧٣٦) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢١٩/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٤٤/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٨٨/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٤٣/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٤٤/١) موطأ مالك - الحج (٩٦١)

شرح الحديث مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان جو منازل ہیں ان میں سے ایک منزل کا نام "روحاء" ہے (یہ مدینہ سے دوسری منزل ہے)۔ مضمون حدیث یہ ہے حضور اقدس ﷺ حجۃ الوداع میں جب سفر حج سے مدینہ منورہ واپس تشریف لا رہے تھے تو راستہ میں مقام روحاء میں آپ ﷺ کی ایک قافلہ سے ملاقات ہوئی تو آپ ﷺ نے انکو سلام کیا اور پوچھا کہ تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم مسلمان ہیں، قَالَ: «مَنِ الْقَوْمُ؟» . فَقَالُوا: الْمُسْلِمُونَ، فَقَالُوا: فَمَنْ أَنْتُمْ؟. قَالُوا: رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، پھر اسی طرح انہوں نے بھی دریافت کیا کہ آپ کون ہیں؟ اس پر صحابہ نے بتایا کہ آپ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ آگے حدیث میں یہ ہے اس قافلہ میں سے ایک عورت نے جو اپنے ہودج میں سوار تھی گھبرا[1] کر جلدی سے ایک بچہ کو اٹھا کر اس کو حضور ﷺ کے سامنے کر کے سوال کیا یا رسول اللہ! کیا اس کا حج ہو سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نَعَمْ، وَلَكِ أَجْرٌ۔

یہ راستہ میں ملاقات کا قصہ کس وقت کا ہے حج کو جاتے وقت کا ہے یا واپسی میں؟ نسائی

[1] گھبرانا اس لئے تھا کہ مبادا حضور ﷺ چل دیں اور یہ بات رہ جائے۔

کی روایت میں لفظ "صدر" واقع ہے جس کے معنی واپسی کے ہیں ایسے ہی مسند شافعی میں لفظ "قفل" ہے لیکن حضرت گنگوہیؒ کی تقریر نسائی میں یہ ہے کہ یہ حج کو جاتے وقت کا قصہ ہے لیکن روایات میں جس کی تصریح ہے ظاہر ہے کہ ترجیح اسی کو ہوگی، ایک سوال یہاں پر یہ ہوتا ہے کہ جب یہ قصہ واپسی کا ہے تو ظاہر ہے کہ ان لوگوں نے حج میں حضور ﷺ کو دیکھا ہوگا تو پھر اس وقت انہوں نے آپ کو کیوں نہیں پہچانا، قاضی عیاضؒ نے اسکا جواب دیا کہ ممکن ہے رات کا وقت ہو یا اگر دن ہی کا قصہ ہے تو ہو سکتا ہے کہ اسکی وجہ یہ ہوا کہ انہوں نے اب تک واقعی حضور ﷺ کو نہیں دیکھا تھا بلکہ اسلام میں داخل ہو کر اپنے ہی وطن میں مقیم رہے ہوں، ہجرت نہ کی ہو اور آج پہلی مرتبہ دیکھا ہو (یعنی حج بھی انہوں نے آپ کے ساتھ نہ کیا ہو) واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب۔

حج صبی کے معتبر ہونے میں فقہاء کی رائے: اس حدیث سے معلوم ہوا حج الصبی معتبر ہے اس کا احرام اور جملہ افعال حج معتبر ہے وہ خود ان سب کاموں کو کریگا یہی مذہب جمہور علماء اور ائمہ اربعہ کا ہے لیکن اس کا یہ حج نفلی ہوگا بلوغ کے بعد اگر استطاعت پائی گئی تو حج فرض کرنا ہوگا۔ بعض ظاہریہ کے نزدیک بس یہی حج کافی ہو جائیگا۔ صبی سے مراد صبی ممیز ہے اور اگر صبی غیر ممیز ہو تو اس کا احرام اور افعال معتبر نہیں بلکہ اسکا ولی اسکی طرف سے احرام اور دوسرے افعال حج اداء کریگا، لیکن حج صبی میں جمہور اور حنفیہ کے مسلک میں ایک فرق ہے وہ یہ کہ عند الجمہور محظورات احرام کے ارتکاب سے کفارہ اور فدیہ واجب ہوگا اور حنفیہ کے نزدیک واجب نہ ہوگا۔ یہاں پر یہ سوال ہوتا ہے کہ عام طور سے شراح حدیث نے یہ لکھا ہے کہ عند الحنفیہ حج الصبی معتبر نہیں کیا یہ صحیح ہے؟ جواب یہ ہے کہ انکی بات بھی ایک لحاظ سے صحیح ہے اسلئے کہ ایک روایت ہمارے یہاں یہی ہے، جیسا کہ حضرتؒ نے بذل المجہود میں فقہاء احناف کی عبارات نقل فرمائی ہیں۔ الحاصل بعض فقہاء حنفیہ کے کلام سے اس کا معتبر ہونا اور بعض سے غیر معتبر ہونا معلوم ہوتا ہے اور تطبیق کی شکل حضرت نے بذل [1] میں یہ لکھی ہے کہ جن فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ احرام صبی منعقد نہیں ہے ان کی مراد نفس انعقاد کی نفی نہیں ہے بلکہ لزوم انعقاد کی نفی مراد ہے کہ احرام کے بعد افعال حج کا اداء کرنا اس پر واجب اور لازم نہیں ہے اسی طرح محظورات احرام کے ارتکاب سے کفارہ اور فدیہ بھی اس پر واجب نہیں ہے کیونکہ صبی غیر مکلف ہے اور اس کا یہ حج نفلی ہے صرف تمرین واعتیاد کے لئے ہے، واللہ سبحانہ وتعالیٰ أعلم بالصواب۔

فائدہ: حضرت شیخؒ نے جزء حجۃ الوداع میں حج الصبی کے بارے میں سات فقہی واختلافی مسائل تحریر فرمائے ہیں۔ شروع میں تو وہ أوجز المسالك [2] میں لکھے تھے، اس کے بعد وہاں سے "لامع الدراری" میں پھر وہاں سے جزء الحج میں نقل کئے۔ حضرت شیخ درس بخاری میں یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ بعض شراح نے جو یہ لکھا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک حج الصبی معتبر نہیں، یہ نقل صحیح نہیں ہے، حنفیہ کے نزدیک حج صبی معتبر ہے، البتہ محظورات احرام سے بچنا ہمارے یہاں اسپر ضروری نہیں۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود – ج ۸ ص ۳۱۹

[2] أوجز المسالك إلى موطأ مالك – ج ۸ ص ۵۸۹–۶۰٤

٨۔ بَابٌ فِي الْمَوَاقِيتِ

باب (حج کی) مواقیت کے بیان میں

مواقیت میقات کی جمع ہے میقات وقت سے ماخوذ ہے کسی کام کیلئے جو وقت معین کیا جائے وہ اس کی میقات ہے پھر بعد میں اس میں مزید وسعت وگنجائش نکال کر میقات کا استعمال اس جگہ پر بھی کیا گیا جو کسی کام کے لئے معین ومقرر کی جائے لہذا میقات کے معنی ہوئے زمان معین یا مکان معین حج کے لئے میقات زمانی بھی ہے یعنی اشہر حج اور میقات مکانی بھی لیکن یہاں دوسرے معنی مراد ہیں یعنی میقات مکانی، مواقیت الحج کہتے ہیں مواضع احرام کو مکہ مکرمہ کے چاروں طرف معین جگہیں ہیں جن پر سے بغیر احرام کے گزرنا اس شخص کے لئے ممنوع ہے جس کا قصد حرم مکہ میں دخول کا ہو۔

احرام کی حقیقت: احرام کا مطلب یہ ہے کہ ایک مخصوص ہیئت ولباس کیساتھ حج یا عمرہ کی نیت سے تلبیہ پڑھنا یا کوئی ایسا عمل کرنا جو تلبیہ کے قائم مقام ہو یعنی سوق ہدی (حرم میں قربانی کی نیت سے اپنے ساتھ جانور لے کر چلنا)۔ حج کے اسرار وحکم میں بڑی حکمت بیت اللہ کی تعظیم ہے اس تعظیم کی ابتداء احرام کے ذریعہ میقات ہی سے شروع ہوجاتی ہے کہ بغیر اس مخصوص ہیئت وارادے کے آپ بیت اللہ تک نہیں پہونچ سکتے۔ احرام کی ہیئت کفن میت کے مشابہ ہے گویا اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ اس شخص نے اپنی خودی اور وجود کو فنا کر دیا ہے اس مالک کے لئے جس کے در کی زیارت کے لئے جارہا ہے۔

۱۷۳۷۔ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، ح حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: «وَقَّتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ وَبَلَغَنِي أَنَّهُ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ».

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل مدینہ کیلئے ذوالحلیفہ کو، اہل شام کیلئے جحفہ کو، اہل نجد کیلئے قرن المنازل کو میقات قرار دیا اور مجھے یہ خبر پہنچی کہ آپ ﷺ نے یمن والوں کیلئے یلملم کو میقات قرار دیا۔

۱۷۳۸۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَعَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ. قَالَا: وَقَّتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ، وَقَالَ: أَحَدُهُمَا وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ وَقَالَ أَحَدُهُمَا: أَلَمْلَمَ، قَالَ: فَهُنَّ لَهُمْ، وَلِمَنْ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِ أَهْلِهِنَّ مِمَّنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، وَمَنْ كَانَ دُونَ ذَلِكَ قَالَ ابْنُ طَاوُسٍ: مِنْ حَيْثُ أَنْشَأَ قَالَ: وَكَذَلِكَ حَتَّى أَهْلُ مَكَّةَ يُهِلُّونَ مِنْهَا.

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے اور ابن طاؤس کبھی یہ روایت اپنے والد طاؤس سے مرسلا نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میقات کی تعیین فرمائی۔ عمرو بن دینار اور عبد اللہ بن طاؤس میں سے ایک راوی فرماتے ہیں اہل یمن کیلئے یلملم کو میقات مقرر فرمایا اور دوسرے فرماتے ہیں کہ الملم کو میقات ٹھہرایا اور یہ بھی فرمایا کہ یہ مواقیت ان کیلئے ہیں اور ان

کیلئے بھی جو دوسری جگہ سے یہاں پر آئیں حج یا عمرہ کے ارادہ سے اور جو ان مواقیت سے پہلے (یعنی اندر اندر) رہتے ہوں تو ابن طاؤس فرماتے ہیں تو وہ اپنے چلنے کی جگہ سے ہی احرام باندھیں گے اور اہل مکہ مکہ ہی سے احرام باندھیں۔

تخریج صحیح البخاري - العلم (١٣٣) صحيح البخاري - الحج (١٤٥٠) صحيح البخاري - الحج (١٤٥٣) صحيح البخاري - الحج (١٤٥٥) صحيح البخاري - الاعتصام بالكتاب والسنة (٦٩١٢) صحيح مسلم - الحج (١١٨٢) جامع الترمذي - الحج (٨٣١) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٥١) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٥٢) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٥٥) سنن أبي داود - المناسك (١٧٣٧) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩١٤) موطأ مالك - الحج (٧٣٢) موطأ مالك - الحج (٧٣٤) سنن الدارمي - المناسك (١٧٩٠)

شرح الأحاديث حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَعَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَا: وَقَّتَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: اس سند کا حاصل یہ ہے کہ اس حدیث کو حماد دو طرح بیان کرتے ہیں:

① عن عمرو و طاؤس عن ابن عباس۔

② عن ابن طاؤس عن أبيه آگے دونوں سندوں کا متن یہ ہے: وَقَّتَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ پہلی سند کے لحاظ سے حدیث مسند ہے اور دوسری سند کے لحاظ سے مرسل ہے، کیونکہ اس میں صحابی مذکور نہیں بلکہ آخری راوی طاؤس ہیں۔

شرح حدیث مع اختلاف ائمہ: فَهُنَّ لَهُمْ، وَلِمَنْ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِ أَهْلِهِنَّ: یعنی یہ مواقیت جن جن شہر والوں کیلئے بیان کی گئی ہیں ان کیلئے تو ہیں ہی اور ان کے علاوہ بھی جو شخص ان مواقیت میں سے کسی میقات سے گزرے گا وہی میقات اس کی ہوگی، مثلاً شامی اگر مدینہ میں داخل ہو کر ذوالحلیفہ سے گزرے (جیسا کہ آج کل عام طور سے شامی ایسا ہی کرتے ہیں) تو وہ بھی ذوالحلیفہ ہی سے احرام باندھے گا۔ یہاں یہ سوال ہو سکتا ہے کہ اگر شامی جو ذوالحلیفہ سے گزر رہا ہے ذوالحلیفہ سے احرام نہ باندھے بلکہ اپنی اصلی میقات یعنی جحفہ پر پہونچ کر باندھے تو یہ بھی جائز ہے یا نہیں؟ جواب شافعیہ [1] کے نزدیک تو جائز نہیں اگر وہ ایسا کریگا تو دم واجب ہوگا، مالکیہ و حنفیہ کے نزدیک جائز ہے بلکہ حنفیہ [2] کے نزدیک تو خود مدنی کیلئے بھی جائز ہے کہ وہ بجائے ذوالحلیفہ کے جحفہ پر جاکر احرام باندھ سکتا ہے گو مکروہ ہے (زیلعی) لیکن دوسرے ائمہ کے نزدیک یہ جائز نہیں بلکہ انکے نزدیک یہ ہے کہ جو شخص اپنی اصلی میقات سے گزر رہا ہے اس کو وہیں سے احرام باندھنا ضروری ہے وہاں سے بغیر احرام کے تجاوز نہیں کر سکتا۔

مِمَّنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ: اس پر کلام آگے آئے گا۔

وَمَنْ كَانَ دُونَ ذَلِكَ مِنْ حَيْثُ أَنْشَأَ: یعنی آفاقی کا حکم تو یہ ہے کہ ان مواقیت سے احرام باندھے اور جو لوگ داخل میقات

---

[1] امام نوویؒ نے تو اسی پر علماء کا اجماع لکھ دیا اس پر حافظ ابن حجر وغیرہ نے اظہار تعجب کیا کہ اسمیں مالکیہ و حنفیہ کا اختلاف مشہور ہے اور ایسے ہی بعض شافعیہ ابو ثور وابن المنذر کا، پھر اجماع کہاں ہوا، ۱۲۔

[2] چنانچہ حضرت عائشہؓ کے بارے میں منقول ہیں کہ وہ حج کیلئے تو احرام ذوالحلیفہ سے ہی باندھتی تھیں اور جب مدینہ سے عمرہ کے لئے جاتی تھیں تو بجائے ذوالحلیفہ جحفہ سے باندھتی تھیں، ۱۲۔

رہتے ہیں یعنی میقات اور حرم کے درمیان (جس کو حل کہتے ہیں) تو وہ جہاں سے انشاء سفر کر رہے ہیں وہیں سے احرام باندھیں، یعنی اپنے محل اقامت اور مسکن سے اور ان کیلئے یہ ضروری نہیں کہ وہ پیچھے لوٹ کر میقات سے احرام باندھیں اس جملہ کی تشریح تو یہی ہے اور جمہور کا مسلک بھی یہی ہے لیکن حنفیہ کے نزدیک ان لوگوں کیلئے یہ ضروری نہیں کہ وہ اپنے محل اقامت سے احرام باندھیں بلکہ حد حرم سے پہلے آخر حل سے بھی احرام باندھ سکتے ہیں اسلئے کہ میقات سے لیکر حد حرم تک کا تمام حصہ مکان واحد کے حکم میں ہے جس کو حل کہتے ہیں۔

شرح حدیث مع اختلاف علماء: حَتَّى أَهْلُ مَكَّةَ يُهِلُّونَ مِنْهَا: یعنی داخل میقات رہنے والے اپنے محل اقامت سے ہی احرام باندھیں گے حتی کہ جو لوگ حل کو پار کر کے اس سے بھی آگے رہتے ہیں یعنی حرم میں یا اس سے بھی آگے خاص مکہ میں (کیونکہ حرم پورے مکہ کو محیط ہے) تو وہ وہیں سے احرام باندھیں گے۔

یہ اس جملہ کی تشریح ہے اسکے بعد آپ سمجھئے کہ اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ مکی کو مکہ سے ہی احرام باندھنا چاہئے جیسا کہ اس حدیث میں ہے لیکن سوال یہ ہے کہ مکی کیلئے ایسا کرنا صرف اولی ہے یا ضروری؟ جواب: اس میں اختلاف ہے شافعیہ کے نزدیک تو مکی کا احرام مکہ ہی سے ہونا واجب ہے خارج مکہ یعنی حرم یا حل سے باندھنا جائز نہیں ورنہ دم واجب ہوگا اور حنفیہ کے نزدیک مکی حج کا احرام مکہ اور خارج مکہ حد حرم کے اندر باندھ سکتا ہے اور مالکیہ وحنابلہ کے نزدیک نہ مکہ کی قید ہے نہ حرم کی بلکہ حل سے بھی باندھنا جائز ہے، كذا في الأوجز نقلاً عن كتب الفروع۔

تنبیہ: بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم عام ہے حج اور عمرہ دونوں کیلئے حالانکہ ایسا نہیں ہے، بلکہ یہ بالنسبة إلى الحج ہے اور عمرہ میں مکی کیلئے ضروری ہے کہ وہ احرام مکہ سے باہر حل میں آکر باندھے كما فعلت عائشة في عمرة التنعيم بأمر النبي صلى الله عليه وسلم ، وهذا عند أئمة الأربعة خلافاً لبعض العلماء ، ومنهم الحافظ ابن القيم رحمه الله تعالى۔

دخول مکہ بغیر احرام کی بحث: مِمَّنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ ہم نے وعدہ کیا تھا کہ اس پر کلام بعد میں کریں گے، یہ حدیث متفق علیہ ہے صحیح بخاری و مسلم دونوں میں ہے جس کا صریح مفہوم جس کو منطوق کہتے ہیں یہ ہے کہ میقات سے احرام باندھنے کا حکم اس شخص کیلئے ہے جو مکہ مکرمہ میں حج یا عمرہ کی نیت سے داخل ہونا چاہتا ہو لہذا اس کا مفہوم مخالف [1] یہ ہوا کہ جس شخص کا ارادہ حج یا عمرہ کا نہ ہو بلکہ وہ مکہ اپنی کسی ضرورت سے جا رہا ہو تو وہ بغیر احرام کے میقات پر سے گزر سکتا ہے۔ حضرت امام شافعیؒ کا قول راجح یہی ہے خواہ وہ حاجت متکررہ ہو یا غیر متکررہ، دوسرا قول ان کا یہ ہے کہ اگر وہ حاجت متکررہ ہے بار بار پیش آنے والی ہے تب تو تجاوز المیقات بغیر احرام جائز ہے اور حاجت غیر متکررہ کیلئے جائز نہیں اور یہی مسلک ہے مالکیہ اور حنابلہ کا اور حنفیہ کا

---

[1] **مفہوم مخالف:** کسی لفظ سے یہ استدلال کرنا کہ منطوق کیلئے جو حکم ثابت کیا جا رہا ہے وہی حکم اس کی نقیض یعنی غیر منطوق کیلئے ثابت ہے، اس کا دوسرا نام دلیل خطاب بھی ہے؛ کیونکہ مفہوم مخالف کے جو دلائل ہیں وہ یا تو خطاب کے جنس سے ہیں یا خطاب اس پر دلالت کرتا ہے۔

مسلک یہ ہے کہ بغیر احرام کے گزرنا مطلقاً ناجائز ہے خواہ وہ حاجت متکررہ ہو یا غیر متکررہ۔ البتہ جو لوگ داخل مواقیت رہتے ہیں ان کیلئے جائز ہے کہ اگر وہ اپنی ضرورت سے مکہ میں داخل ہوں تو بغیر احرام کے داخل ہو سکتے ہیں جیسا کہ خود اہل مکہ کہ وہ اگر اپنی کسی ضرورت سے مکہ سے باہر آئیں تو ان کو مکہ میں داخل ہونے کیلئے احرام کی ضرورت نہیں، حدیث الباب شافعیہ کی دلیل اور حنفیہ کے خلاف ہے۔

دلائل فریقین: جمہور کا استدلال ایک تو اسی حدیث کے مفہوم مخالف سے ہے اور دوسری دلیل حضور اقدس ﷺ کا فتح مکہ کیلئے مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا ہے كما في رواية مسلم والنسائي: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ - وَقَالَ قُتَيْبَةُ: دَخَلَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ - وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ بِغَيْرِ إِحْرَامٍ [1]، اور خود سنن ابو داود میں کتاب الجہاد میں آرہا ہے دَخَلَ مَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ وَعَلَى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ [2]، اور حنفیہ کی دلیل طبرانی اور مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت ابن عباسؓ کی حدیث مرفوع ہے: لايجاوز الوقت إلا بإحرام [3]، اور مسند شافعی میں ابو الشعثاء سے روایت ہے کہ ابن عباسؓ جو شخص میقات پر بغیر احرام کے گزرتا تھا اس کو لوٹا دیتے تھے اور حدیث الباب کا جواب یہ ہے کہ یہ استدلال بالمفہوم ہے اور ہمارا استدلال منطوق سے ہے وهو اولى من المفهوم اور دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ خود اسی حدیث میں مذکور ہے آپ ﷺ نے فرمایا: إِنَّمَا أُحِلَّتْ لِي سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ کہ اس روز آپ کیلئے مکہ مکرمہ کچھ دیر کیلئے حلال کر دیا گیا تھا یعنی اس میں قتال اور بغیر احرام کے دخول۔ ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ ممکن ہے آپ ﷺ اس وقت بھی محرم ہوں لیکن ضرورةً وقتی طور پر تغطیہ راس مباح کر دیا گیا ہو، لیکن یہ ذرا بعید معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ اگر یہ بات تھی تو پھر تحلل عن الاحرام منقول ہونا چاہیے تھا حالانکہ روایات میں اس کا ذکر نہیں ہے، والله تعالى أعلم۔ حضرت امام بخاریؒ نے اس مسئلے پر مستقل باب باندھا ہے وہ اس میں شافعیہ کے ساتھ ہیں، علامہ قسطلانیؒ نے لکھا ہے شافعیہ کے نزدیک ایسے شخص کیلئے دخول مکہ بغیر احرام کے جائز ہے لقوله في حديث ابن عباس لمن اراد الحج والعمرة. والمشهور عن الأئمة الثلاثة الوجوب اهـ حاجت متکررہ وغیر متکررہ سے انہوں نے کوئی تعرض نہیں فرمایا۔

بحمد الله تعالى حديث المواقيت کی ضروری تشریح مع مسائل واختلاف ائمہ بخوبی وضاحت کے ساتھ آگئی، والله الموفق

١٧٣٩ - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ بَهْرَامَ الْمَدَائِنِيُّ، حَدَّثَنَا الْمُعَافَى بْنُ عِمْرَانَ، عَنْ أَفْلَحَ يَعْنِي ابْنَ حُمَيْدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ،

[1] صحيح مسلم - الحج (١٣٥٨) سنن الترمذي - الجهاد (١٦٧٩) سنن الترمذي - اللباس (١٧٣٥) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨٦٩) سنن النسائي - الزينة (٥٣٤٤) سنن النسائي - الزينة (٥٣٤٥) سنن أبي داود - اللباس (٤٠٧٦) سنن ابن ماجه - الجهاد (٢٨٢٢) سنن ابن ماجه - اللباس (٣٥٨٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٦٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٨٧) سنن الدارمي - المناسك (١٩٢٩)

[2] سنن أبي داود - كتاب الجهاد - باب قتل الأسير ولا يعرض عليه الإسلام ٢٦٨٥

[3] فَلَا يَدْخُلْ مَكَّةَ إِلَّا بِإِحْرَامٍ (مصنف ابن أبي شيبة كتاب المناسك باب من قال: ليس على أهل مكة عمرة ١٥٩٣٦ ج٨ ص ٧٥١)، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تُجَاوِزُوا الْوَقْتَ إِلَّا بِإِحْرَامٍ» (المعجم الكبير للطبراني ١٢٢٣٦ - ج ١١ ص ٤٣٥)

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «وَقَّتَ لِأَهْلِ الْعِرَاقِ ذَاتَ عِرْقٍ».

ترجمہ: قاسم بن محمد حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل عراق کے لئے ذات عرق کو میقات مقرر فرمایا۔

تخریج: سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٥٣) سنن أبي داود - المناسك (١٧٣٩)

١٧٤٠ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: «وَقَّتَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَهْلِ الْمَشْرِقِ الْعَقِيقَ».

ترجمہ: محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل مشرق کے لئے عقیق کو میقات مقرر فرمایا۔

تخریج: جامع الترمذي - الحج (٨٣٢) سنن أبي داود - المناسك (١٧٤٠)

شرح الأحاديث: عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «وَقَّتَ لِأَهْلِ الْعِرَاقِ ذَاتَ عِرْقٍ» ..... عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: «وَقَّتَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَهْلِ الْمَشْرِقِ الْعَقِيقَ»: گزشتہ دونوں حدیثیں حدیث ابن عمر وحدیث ابن عباس متفق علیہ ہیں، بخاری ومسلم دونوں میں ہیں ان میں صرف چار مواقیت کا ذکر ہے۔

ذات عرق کی توقیت کس کی جانب سے ہے: اور ابوداؤد کی مذکورہ بالا حدیث عائشہؓ وحدیث ابن عباسؓ میں ایک پانچویں میقات بھی مذکور ہے یعنی ذات عرق اہل عراق کے لئے، یہ حدیث جس میں ذات عرق مذکور ہے سنن کی روایت ہے چنانچہ ان دونوں حدیثوں میں سے ابن عباس کی حدیث صحاح ستہ میں سے ابوداؤد اور ترمذی کی ہے اور عائشہ والی حدیث ابو داؤد اور نسائی کی ان دونوں سے معلوم ہو رہا ہے کہ ذات عرق کی توقیت خود حضور اکرم ﷺ نے فرمائی لیکن صحیح[1] بخاری کی حدیث میں تصریح ہے کہ ذات عرق کی تحدید حضرت عمرؓ کی جانب سے ہے ان کے زمانہ میں جب عراق فتح ہوا تو کوفہ وبصرہ والوں نے خلیفۂ ثانی سے عرض کیا کہ حضور اقدس ﷺ نے اہل نجد کیلئے جو میقات مقرر فرمائی ہے اگر ہم اس کا راستہ اختیار کریں (یعنی مکہ کے سفر میں) تو یہ ہمارے لئے بہت دشوار ہے لہذا ہمارے لئے مستقل میقات مقرر کر دیجئے اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا جو راستہ تمہارے لئے سہل ہے اس راستہ میں قرن المنازل کی محاذات میں ایک جگہ متعین کر لو چنانچہ حضرت عمرؓ کی رائے سے ذات عرق کی توقیت عمل میں آگئی، بہر حال اس اختلاف روایات کی بناء پر علماء کی دو جماعتیں ہو گئی ہیں ایک جماعت نے

---

[1] اور صحیح مسلم کی اگرچہ ایک حدیث (١١٨٣) میں (حدیث جابرؓ) ذات عرق کا ثبوت مرفوعاً موجود ہے لیکن راوی نے اس حدیث کے رفع میں تردد کا اظہار کیا ہے راوی کہتا ہے أَحْسَبُهُ رَفَعَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جسکی بناء پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ صحیح مسلم کی حدیث سے ذات عرق کا ثبوت مرفوعاً ہے لیکن بعض علماء نے اس اصول کے پیش نظر کہ حسبان سے مراد ظن غالب ہے اور ظن غالب شرعاً معتبر ہے ذات عرق کے مرفوعاً ثبوت کو حدیث مسلم کی طرف منسوب کیا ہے منہ صاحب المشکوۃ، ١٢ء

ومنهم الغزالی والرافعی فی شرح المسند والنووی فی شرح مسلم ومالك فی المدونة بخاری کی روایت کو ترجیح دیتے ہوئے یہ کہا ہے کہ ذات عرق کی توقیت خلیفۂ ثانی کی طرف سے ہے اور دوسری جماعت ومنهم الحنفية والحنابلة وجمهور الشافعية والرافعی فی الشرح الصغير والنووی فی شرح المهذب نے سنن کی روایات کو اختیار کرتے ہوئے اس کی نسبت حضور ﷺ کی طرف کی ہے اور یہ کہا ہے ممکن ہے حضرت عمرؓ کو حضور ﷺ کی توقیت کا علم نہ ہوا ہو اس لئے انہوں نے اجتہاد فرمایا اور ان کا اجتہاد حدیث مرفوع کے موافق ہو گیا۔

دو حدیثوں میں رفع تعارض: یہاں پر ایک اشکال یہ ہے کہ اہل عراق کی میقات حدیث عائشہؓ میں ذات عرق کو قرار دیا گیا ہے اور حدیث ابن عباسؓ میں عقیق کو، خطابیؒ [1] کہتے ہیں حدیث عقیق اثبت ہے، دوسری حدیث کے مقابلہ میں اور یا یہ کہا جائے کہ ان میں سے احدہما میقات الاستحباب ہے اور دوسری میقات الوجوب پس ان میں سے جو ابعد ہے یعنی عقیق وہ تو میقات الاستحباب ہے جو اقرب ہے وہ میقات الوجوب ہے اور [2] یا یہ کہا جائے کہ بعض اہل عراق (اہل بصرہ) کے لئے میقات ذات عرق ہے اور بعض (اہل مدائن) کے لئے عقیق، واللہ تعالیٰ أعلم۔

١٧٤١- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يُحَنَّسَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي سُفْيَانَ الْأَخْنَسِيِّ، عَنْ جَدَّتِهِ حُكَيْمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ: «مَنْ أَهَلَّ بِحَجَّةٍ، أَوْ عُمْرَةٍ مِنَ الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى إِلَى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ، وَمَا تَأَخَّرَ - أَوْ - وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ». - شَكَّ عَبْدُ اللهِ أَيَّتُهُمَا - قَالَ: قَالَ أَبُو دَاوُدَ: يَرْحَمُ اللهُ وَكِيعًا أَحْرَمَ مِنْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ يَعْنِي إِلَى مَكَّةَ.

ترجمہ: یحیی بن ابی سفیان اخنسی اپنی دادی حکیمہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت ام سلمہؓ سے جو نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ ہیں سے روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص حج اور عمرہ کا احرام باندھے مسجد اقصیٰ سے مسجد حرام تک تو اس کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دئے جاتے ہیں یا یہ فرمایا کہ اسکے لئے جنت واجب کر دی جاتی ہے، عبداللہ راوی کو شک ہے کہ دونوں میں سے کون سی بات فرمائی۔

تخریج: سنن أبي داود - المناسك (١٧٤١) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٠١) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٠٢)

شرح الحدیث: **تقدیم الاحرام علی المیقات میں اختلاف علماء:** اس حدیث سے دو باتیں صاف طور سے معلوم ہو رہی ہیں اول یہ کہ تقدیم الاحرام علی المواقیت جائز ہے، دوسری یہ کہ افضل بھی تقدیم ہی ہے، دونوں مسئلے اختلافی

---

[1] معالم السنن شرح سنن أبي داود ج ٢ ص ١٤٨

[2] ایک توجیہ اس کی یہ کی گئی ہے کہ ذات عرق ایک قریہ اور منزل ہے، جس کا محل وقوع شروع میں وادیٔ عقیق ہی تھا بعد میں یہ آبادی ذات عرق جو کہ نسبۃً مکہ مکرمہ کے زیادہ قریب ہے، وہاں منتقل ہو گئی تھی، لہٰذا جس روایت میں ذات عرق آیا ہے وہ اس کے قدیم محل کے اعتبار سے ہے دھماشی واحد، لیکن یہ توجیہ اسلئے درست نہیں کہ اسکا مقتضی یہ ہے کہ اہل عراق کی اصل میقات عقیق ہی ہو اور ان کیلئے ذات عرق سے احرام باندھنا صحیح نہ ہو، حالانکہ یہ خلاف اجماع ہے، ١٢۔

ہیں پہلے مسئلہ میں ظاہر یہ اور بعض علماء کا اختلاف ہے ان کے نزدیک تقدیم الاحرام علی المواقیت جائز نہیں، اور یہی قول اسحاق بن راہویہ کا ہے اور یہی رائے امام بخاریؒ کی ہے کما قال الحافظ وغیرہ اسی لئے انہوں نے باب باندھا ہے بَابُ مِيقَاتِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ وَلَا يُهِلُّوا قَبْلَ ذِي الْحُلَيْفَةِ اور جمہور علماء وائمہ اربعہ رحمہم اللہ کے نزدیک تقدیم جائز ہے بلکہ ابن المنذر نے تو جواز پر اجماع نقل کیا ہے، لیکن اجماع نقل کرنا صحیح نہیں، لوجود الاختلاف فیہ، قیاس کا تقاضا تو عدم جواز ہی ہے اس لئے کہ میقات زمانی پر احرام کی تقدیم بالاتفاق جائز نہیں۔

اب یہ کہ افضل کیا ہے؟ تقدیم، کمافی حدیث الباب یا میقات ہی سے احرام باندھنا، اس میں اختلاف ہے حنفیہ اور بعض شافعیہ کے نزدیک تقدیم اولیٰ ہے (بان یحرم من دویرة أهله) اور بہت سے صحابہؓ سے بھی تقدیم منقول ہے، نیز مذکورہ بالا حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے احرام ہمیشہ میقات ہی سے باندھا ہے رفقاء کی سہولت ورعایت میں، اسکے برخلاف بعض صحابہؓ اور اکثر ائمہؒ سے عدم استحباب تقدیم منقول ہے، اسی کو اختیار کیا ائمہ ثلاثہ مالکؒ وشافعیؒ واحمدؒ نے اور بعض علماء یہ فرماتے ہیں نفس تقدیم تو جائز ہے لیکن مواضع بعیدہ سے مکروہ ہے، مخافة الوقوع فی محظور الاحرام، یہ حضرات حدیث الباب کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ ضعیف ہے لأجل ابن ابی فدیك ومحمد بن اسحق۔ (تنبیہ) علامہ عینیؒ نے اس مسئلہ میں امام شافعیؒ کو امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ ذکر کیا ہے، لیکن حافظ ابن حجرؒ نے استحباب تقدیم کو صرف بعض شافعیہ کیطرف منسوب کیا ہے، ایسے ہی امام نوویؒ نے بھی إحرام من المیقات ہی کو افضل لکھا ہے (الحل المفهم) اور کتاب الأنوار لأعمال الأبرار (فی فقه الشافعی) میں یہ تصریح ہے کہ مکی کیلئے تو احرام من دویرة أهله افضل ہے (بجائے مسجد حرام کے) اور آفاقی کے حق میں علامہ رافعیؒ وامام نوویؒ کا اختلاف ہے، اول الذکر کے نزدیک اسکے حق میں بھی من دویرة أهله افضل ہے اور ثانی کے نزدیک عدم تقدیم اولیٰ ہے وهو المعتمد؛ لأن النبی صلی اللہ علیہ وسلم أحرم من المیقات اھ۔

۱۷۴۲- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ أَبِي الْحَجَّاجِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا عُتْبَةُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ السَّهْمِيُّ، حَدَّثَنِي زُرَارَةُ بْنُ كُرَيْمٍ، أَنَّ الْحَارِثَ بْنَ عَمْرٍو السَّهْمِيَّ، حَدَّثَهُ قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِمِنًى أَوْ بِعَرَفَاتٍ وَقَدْ أَطَافَ بِهِ النَّاسُ قَالَ: فَتَجِيءُ الْأَعْرَابُ فَإِذَا رَأَوْا وَجْهَهُ قَالُوا: هَذَا وَجْهٌ مُبَارَكٌ قَالَ: «وَوَقَّتَ ذَاتَ عِرْقٍ لِأَهْلِ الْعِرَاقِ».

ترجمہ زرارہ بن کریم بیان کرتے ہیں کہ حارث بن عمرو سہمی فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا جس وقت کہ آپ ﷺ منیٰ یا عرفات میں تھے اور لوگ آپ کے اطراف موجود تھے۔ پس کچھ دیہاتی لوگ آتے اور جب آپ ﷺ کا چہرہ مبارک دیکھتے تو کہتے کہ یہ چہرہ بڑا بابرکت ہے اور فرمایا کہ آپ ﷺ نے اہل عراق کیلئے ذات عرق کو میقات مقرر فرمایا۔

شرح الحدیث صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ کو چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا (آپ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہو رہے تھے مسائل اور دینی معلومات حاصل کر رہے تھے) جس کی بھی نظر روئے انور پر پڑتی تھی اس کی زبان سے بے ساختہ یہ نکلتا

"کیسا مبارک چہرہ ہے" مجھے اس پر حضرت عبد اللہ بن سلامؓ کی حدیث یاد آجاتی ہے وہ فرماتے ہیں: جب حضور اکرم ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ رونق افروز ہوئے تو لوگ آپ ﷺ کی زیارت کے اشتیاق میں آپ ﷺ کی طرف دوڑ پڑے، میں بھی آپ ﷺ کے زیارت کیلئے حاضر ہوا جب [1] میں نے آپ ﷺ کے روئے انور کی چمک دیکھی تو سمجھ گیا کہ یہ چہرہ کسی کاذب کا نہیں ہے (بلکہ نبی صادق کا ہے)۔

۹۔ بَابُ الْحَائِضِ تُهِلُّ بِالْحَجِّ

باب حائضہ عورت احرام حج باندھ سکتی ہے؟

افعال حج میں سے کن افعال کیلئے طہارت ضروری ہے: احرام کیلئے طہارت بالاتفاق مستحبات میں سے، حدث اصغر ہو یا اکبر، حیض ونفاس وغیرہ صحت احرام سے مانع نہیں ہیں۔ ارکان حج میں سے طہارت صرف طواف کیلئے ضروری ہے، جمہور کے نزدیک تو شرط ہے بغیر اسکے طواف صحیح ہی نہیں اور حنفیہ کے نزدیک واجب ہے، شرط صحت نہیں لہذا اسکے ترک سے دم واجب ہوگا۔

ہمارے یہاں مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص طواف زیارت حدث اصغر کی حالت میں کرے تو اس پر شاۃ واجب ہے اور اگر حدث اکبر (جنابت، حیض، نفاس) کی حالت میں کرے تو اس پر بدنہ واجب ہے۔

آگے حدیث میں آرہا ہے حائضہ تمام افعال حج کر سکتی ہے سوائے طواف کے اور بعض روایات میں سعی کا بھی استثناء ہے لیکن سعی کیلئے طہارت نہ حنفیہ کے نزدیک شرط ہے نہ جمہور کے لیکن چونکہ سعی کی صحت کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ بعد الطواف ہو، اسلئے اسکا بھی استثناء کر دیا گیا، لہذا اگر عورت طواف سے فارغ ہونے کے بعد حائض ہو جائے تو اب چونکہ وہ طواف کر چکی ہے اسلئے یہ سعی اسکے لئے جائز ہوگی، وھذا عند الأئمۃ الأربعۃ والجمھور، لیکن حسن بصریؒ اور بعض حنابلہ کے نزدیک سعی کیلئے بھی طہارت شرط ہے (بذل وأوجز)۔

۱۷۴۳ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: نُفِسَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ بِمُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ بِالشَّجَرَةِ «فَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَا بَكْرٍ أَنْ تَغْتَسِلَ فَتُهِلَّ».

ترجمہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ حضرت اسماء بنت عمیسؓ شجرہ مقام (ذوالحلیفہ) میں محمد بن ابو بکر کی پیدائش کی وجہ سے نفاس سے تھیں تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کو حکم دیا کہ وہ حضرت اسماء کو بتلائیں وہ (یعنی اسماء) غسل کر لیں اور احرام باندھ لیں۔

---

[1] فَلَمَّا اسْتَبَنْتُ وَجْهَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَفْتُ أَنَّ وَجْهَهُ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ، وَكَانَ أَوَّلُ شَيْءٍ تَكَلَّمَ بِهِ أَنْ قَالَ: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ، أَفْشُوا السَّلَامَ، وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ، وَصَلُّوا وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ» ۱۲ (جامع الترمذي - كتاب صفة القيامة والرقائق والورع - باب: ۲۴۸۵)۔

تخريج: صحيح مسلم - الحج (١٢٠٩) سنن أبي داود - المناسك (١٧٤٣) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩١١) سنن الدارمي - المناسك (١٨٠٤)

شرح الحديث: اسماء بنت عمیس کے محمد بن ابی بکر کی ولادت ہوئی ذی الحلیفہ میں، وہاں ایک بیری کا درخت ہے اسی کی وجہ سے یہ جگہ شجرہ بھی کہلاتی ہے حضور ﷺ نے ان کو غسل کا حکم دیا کہ جس طرح اور سب یہاں غسل کرکے احرام باندھ رہے ہیں تم بھی ایسا ہی کرو، یہ غسل عند الجمہور ندباً ہے اور عند الظاہر یہ وجوباً نیز اس سے مقصود تنظیف ہے ورنہ ظاہر ہے کہ حیض ونفاس کے زمانہ کا غسل مفید طہارت کہاں ہوسکتا ہے، حیض ونفاس کے احکام چونکہ مشترک ہیں اسی لئے مصنف نے نفاس کی حدیث کو حیض پر منطبق کیا۔

١٧٤٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَبُو مَعْمَرٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ شُجَاعٍ، عَنْ خُصَيْفٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، وَمُجَاهِدٍ، وَعَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الْحَائِضُ وَالنُّفَسَاءُ إِذَا أَتَتَا عَلَى الْوَقْتِ تَغْتَسِلَانِ، وَتُحْرِمَانِ وَتَقْضِيَانِ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا غَيْرَ الطَّوَافِ بِالْبَيْتِ». قَالَ أَبُو مَعْمَرٍ، فِي حَدِيثِهِ حَتَّى تَطْهُرَ وَلَمْ يَذْكُرِ ابْنُ عِيسَى، عِكْرِمَةَ وَمُجَاهِدًا، قَالَ: عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَلَمْ يَقُلِ ابْنُ عِيسَى، كُلَّهَا قَالَ: «الْمَنَاسِكَ إِلَّا الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ».

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حیض و نفاس والی عورت جب میقات پر آئے تو غسل کریں اور احرام باندھ لیں اور حج کے سارے ارکان پورے کرلیں سوائے بیت اللہ کے طواف کے۔ ابو معمر اپنی حدیث میں فرماتے ہیں کہ یہاں تک کہ وہ طہارت حاصل کرلے (اسوقت تک بیت اللہ کا طواف نہ کرے) اور ابن عیسٰی نے عکرمہ اور مجاہد کا ذکر نہیں کیا، وہ فرماتے ہیں کہ عطاء حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں اور ابن عیسٰی نے کُلَّهَا کا لفظ نہ کہا اور فرمایا: ارکان حج یہ حیض و نفاس والی عورتیں ادا کریں سوائے طواف بیت اللہ کے۔

١٠ - بَابُ الطِّيبِ عِنْدَ الْإِحْرَامِ

باب احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے کے حکم کا بیان

١٧٤٥ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: «كُنْتُ أُطَيِّبُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِإِحْرَامِهِ، قَبْلَ أَنْ يُحْرِمَ، وَلِإِحْلَالِهِ قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ بِالْبَيْتِ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے احرام باندھنے کے وقت احرام باندھنے سے پہلے اور آپ کے احرام سے نکلنے کے وقت بیت اللہ کا طواف زیارت کرنے سے پہلے خوشبو لگایا کرتی تھی۔

تخريج: صحيح البخاري - الغسل (٢٦٤) صحيح البخاري - الغسل (٢٦٧) صحيح البخاري - الغسل (٢٦٨) صحيح البخاري - الحج (١٤٦٤) صحيح البخاري - الحج (١٤٦٥) صحيح البخاري - الحج (١٦٦٧) صحيح البخاري - اللباس (٥٥٧٤) صحيح البخاري - اللباس (٥٥٧٨) صحيح البخاري - اللباس (٥٥٧٩) صحيح البخاري - اللباس (٥٥٨٤) صحيح البخاري - اللباس (٥٥٨٦) صحيح مسلم - الحج (١١٨٩) صحيح مسلم - الحج (١١٩١) جامع الترمذي - الحج (٩١٧) سنن النسائي - الغسل

والتيمم (٤١٧) سنن النسائي - الغسل والتيمم (٤٣١) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٨٤) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٨٥) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٨٦) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٨٧) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٨٨) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٨٩) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٩٠) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٩١) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٩٢) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٩٣) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٩٤) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٩٥) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٩٦) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٩٧) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٩٨) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٩٩) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٠٠) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٠١) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٠٢) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٠٣) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٠٤) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٠٥) سنن أبي داود - المناسك (١٧٤٥) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩٢٦) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩٢٧) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩٢٨) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٤٢) موطأ مالك - الحج (٧٢٧) سنن الدارمي - المناسك (١٨٠١) سنن الدارمي - المناسك (١٨٠٢) سنن الدارمي - المناسك (١٨٠٣)

شرح الحدیث **مسئلۃ الباب میں اختلاف ائمہ:** عین احرام کی حالت میں طیب کا استعمال بالاتفاق ممنوع ہے اور قبل الاحرام ایسی خوشبو استعمال کرنا جس کا لون واثر بعد تک باقی رہے، اس حدیث سے معلوم ہورہا ہے کہ وہ جائز بلکہ مستحب [1] ہے، اس میں تین مسلک ہیں:

① امام شافعی واحمد کے نزدیک مطلقاً (فی البدن والثوب) مباح ہے لیکن بدن میں تو سنت ہے اور ثوب میں صرف مباح۔

② شیخین [2] کے نزدیک بدن میں مباح بلکہ مسنون ہے اور ثوب میں غیر مباح، ہمارے بہت سے فقہاء نے شیخین کا مسلک مطلقاً اباحت لکھا ہے بدن اور ثوب کا فرق نہیں کیا۔

③ امام مالکؒ و محمدؒ کے نزدیک مطلقاً ممنوع ہے، مالکؒ کے نزدیک حرام ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک مکروہ، ورجحہ الطحاوی، پھر مالکیہ کے وجوب فدیہ میں دونوں قول ہیں نعم اور لا۔

شافعیہ وحنابلہ کی دلیل تو یہی حدیث ہے اور امام مالکؒ و محمدؒ کی دلیل یعلیٰ بن امیہ کی حدیث ہے جو بَابُ الرَّجُلِ يُحْرِمُ فِي ثِيَابِهِ میں آرہی ہے [3] اس پر کلام اسی جگہ آئیگا۔

مضمون حدیث یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں ایک مرتبہ تو حضور ﷺ کے احرام کیلئے احرام سے قبل خوشبو ملتی تھی اور دوسری بار تحلل اصغر کے وقت، طواف زیارت سے پہلے اور باب کی دوسری حدیث میں یہ ہے عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں مشک کی چمک آپ ﷺ کے سر کے بالوں کی مانگ میں گویا اس وقت [4] دیکھ رہی ہوں۔ احرام سے باہر آنے کو تحلل کہتے ہیں۔ تحلل کی

---

[1] مسئلہ مختلف فیہ ہے امام مالکؒ و محمدؒ کے نزدیک قبیل احرام ایسی خوشبو استعمال کرنا جس کا اثر بعد تک باقی رہے ممنوع ہے، صحابہ میں عمر وابن عمر وغیرہ کا مسلک بھی یہی ہے ائمہ ثلاثہ ابو حنیفہ، شافعی، احمد اور ابو یوسف کے نزدیک مباح ہے، علامہ عینیؒ وغیرہ بہت سے شراح نے مذاہب اسی طرح مجملاً لکھے ہیں، لیکن حضرت شیخ اوجز میں لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے اس میں تفصیل ہے، پھر حضرت نے وہ تفصیل لکھی جس کا خلاصہ ہم نے اوپر متن میں لکھا ہے۔

[2] شیخین فرماتے ہیں دیکھئے اس میں استعمال الطیب فی البدن مذکور ہے نہ کہ فی الثوب، ۱۲۔

[3] سنن أبي داود - كتاب المناسك - باب الرجل يحرم في ثيابه ١٨١٩

[4] حضرت عائشہؓ اگرچہ گزشتہ واقعہ بیان کررہی ہیں لیکن مضارع کے صیغہ کے ساتھ جو حال کیلئے ہے اس کو حکایت حال ماضیہ کہتے ہیں گزشتہ واقعہ کو اس طرح نقل کرنا گویا وہ فی الحال پیش آرہا ہے قوت استحضار ظاہر کرنے کیلئے یا اظہار محبت کیلئے کہ وہ نقشہ میری نگاہ میں پھر گیا، ۱۲۔

دو قسمیں ہیں: تحلل اصغر جو اس حدیث میں مذکور ہے، دوسری تحلل اکبر، اب یہاں دو چیزیں ہیں ایک یہ کہ تحلل اصغر کس چیز سے حاصل ہوتا ہے اور اکبر کس سے؟ دوسری بات یہ کہ تحلل اصغر کے مصداق میں کتنی چیزیں شامل ہیں اور تحلل اکبر کے مصداق میں کتنی اسکی تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ (باب الرمی) کی آخری حدیث إِذَا رَمَى أَحَدُكُمْ جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ فَقَدْ حَلَّ لَهُ كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا النِّسَاءَ[1] کے ذیل میں آئے گی۔

۱۷۴۶- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّا، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: «كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَبِيصِ الْمِسْكِ فِي مَفْرِقِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ».

ترجمہ اسود حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ گویا کہ میں خوشبو کی چمک آپ ﷺ کی مانگ میں دیکھ رہی ہوں، جبکہ آپ ﷺ حالتِ احرام میں ہوتے تھے۔

تخریج صحيح البخاري-الغسل(٢٦٤)صحيح البخاري-الغسل(٢٦٧)صحيح البخاري-الغسل(٢٦٨) صحيح البخاري-الحج(١٤٦٤)صحيح البخاري-الحج(١٤٦٥)صحيح البخاري-الحج(١٦٦٧)صحيح البخاري-اللباس(٥٥٧٤)صحيح البخاري-اللباس(٥٥٧٨)صحيح البخاري-اللباس(٥٥٧٩)صحيح البخاري-اللباس(٥٥٨٤)صحيح البخاري-اللباس(٥٥٨٦)صحيح مسلم-الحج(١١٩٠)جامع الترمذي-الحج(٩١٧)سنن النسائي-الغسل والتيمم(٤١٧)سنن النسائي-الغسل والتيمم(٤٣١)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٦٨٤)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٦٨٥)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٦٨٦)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٦٨٧)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٦٨٨)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٦٨٩)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٦٩٠)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٦٩١)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٦٩٢)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٦٩٣)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٦٩٤)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٦٩٥)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٦٩٦)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٦٩٧)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٦٩٨)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٦٩٩)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٧٠٠)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٧٠١)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٧٠٢)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٧٠٣)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٧٠٤)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٧٠٥)سنن أبي داود-المناسك(١٧٤٦)سنن ابن ماجه-المناسك(٢٩٢٦)سنن ابن ماجه-المناسك(٢٩٢٧)سنن ابن ماجه-المناسك(٢٩٢٨)سنن ابن ماجه-المناسك(٣٠٤٢)موطأ مالك-الحج(٧٢٧)سنن الدارمي-المناسك(١٨٠١)سنن الدارمي-المناسك(١٨٠٢)سنن الدارمي-المناسك(١٨٠٣)

١١- بَابُ التَّلْبِيدِ

بالوں کو (گوند وغیرہ سے) جمانے کے متعلق باب

احرام باندھتے کے وقت سر کے بالوں میں گوند کا پانی یا اسی قسم کی کوئی چیز لگانا تاکہ احرام کی حالت میں بال منتشر نہ ہوں کیونکہ مرد احرام کی حالت میں اپنے سر کو ڈھانپ تو سکتا نہیں تو جس شخص کے پٹھے ہیں اگر وہ احرام کے وقت بالوں کو جمانیکی کوئی تدبیر نہ کرے تو ظاہر ہے کہ وہ منتشر رہیں گے (اسی کو تلبید کہتے ہیں)۔

[1] سنن أبي داود- كتاب المناسك-باب في رمي الجمار ١٩٧٨

شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک تلبید مطلقاً جائز ہے اور حنفیہ ومالکیہ کے نزدیک تلبید یسیر جس سے تغطیہ رأس لازم نہ آئے جائز ہے (جزء الحج)۔

۱۷۴۷- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «يُهِلُّ مُلَبِّدًا».

ترجمہ: سالم بن عبد اللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو بالوں کو جما کرنے کی حالت میں تلبیہ پڑھتے ہوئے سنا۔

تخریج: صحيح البخاري - الحج (١٤٦٦) صحيح البخاري - اللباس (٥٥٧٠) صحيح البخاري - اللباس (٥٥٧١) صحيح مسلم - الحج (١١٨٤) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٨٣) سنن أبي داود - المناسك (١٧٤٧) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٤٧) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٢٠/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٣١/٢)

۱۷۴۸- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «لَبَّدَ رَأْسَهُ بِالْعَسَلِ».

ترجمہ: ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے سر کے بالوں کو شہد لگا کر جمالیا۔

تخریج: صحيح البخاري - الحج (١٤٦٦) صحيح البخاري - اللباس (٥٥٧٠) صحيح البخاري - اللباس (٥٥٧١) صحيح مسلم - الحج (١١٨٤) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٨٣) سنن أبي داود - المناسك (١٧٤٨) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٤٧) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٢٠/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٣١/٢)

شرح الحدیث: اس سے پہلی حدیث بھی ابن عمرؓ کی تھی جس میں یہ تھا (یُهِلُّ مُلَبِّدًا) صحیحین کے الفاظ بھی یہی ہیں، لیکن اس دوسری روایت میں لَبَّدَ رَأْسَهُ بِالْعَسَلِ، اس میں اشکال یہ ہے کہ شہد پر تو مکھی آتی ہے اس کا جواب بعض شراح نے یہ دیا کہ آپ کے خصائص میں سے یہ ہے کہ لاینزل علیہ ذباب (آپ ﷺ پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی [1]) اور بعض شراح یہ کہتے ہیں یہ لفظ عسل عین مہملہ کے ساتھ نہیں ہے بلکہ "غسل بکسر المعجمہ وسکون السین" ہے غسل کہتے ہیں خطمی وغیرہ کو جس سے سر کے بال دھوتے ہیں، حضرت سہارنپوری فرماتے ہیں اگر یہ لفظ غسل (بالغین المعجمہ) ہے پھر تو کوئی اشکال ہی نہیں، اور اگر بالعسل ہے تو پھر یوں کہا جائے کہ اس سے مراد معروف معنی یعنی شہد نہیں ہے بلکہ عسل کے معنی صَمْغُ الْعُرْفُطِ کے بھی آتے ہیں جو ایک قسم کا گوند ہوتا ہے (کما فی القاموس [2]) اور شہد مراد لینے کی صورت میں شراح نے جو جواب دیا ہے کہ آپ ﷺ نزول ذباب سے محفوظ تھے یہ چاہے اپنے مقام پر صحیح ہو لیکن فی نفسہ بالوں پر شہد لگانا جس میں مٹھاس وچپکاٹ ہوتا ہے

[1] وأن الذباب كان لا يقع على جسده ولا ثيابه (الشفا بتعريف حقوق المصطفى – ج ١ ص ٣٦٨)

[2] القاموس المحيط – ص ١٠٣٢

نظیف اور لطیف الطبع شخص کو گوارہ نہیں ہو سکتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کون لطیف و نظیف ہو سکتا ہے (بذل المجہود [1])۔

۱۲۔ بَابٌ فِي الْهَدْيِ

باب ہدی (حج یا عمرہ کے وقت ہدی کی نیت سے جانور) لے جانے کے بارے میں [2]

ہدی کی تعریف: مایھدیٰ الی الحرم لیتقرب به فیه یعنی وہ مخصوص چوپایہ جس کو محرم بالحج یا محرم بالعمرہ قربانی کی نیت سے حرم لے [3] جائے تقرب الی اللہ حاصل کرنے کیلئے، حنفیہ کے یہاں سوق ہدی بڑی اہمیت رکھتا ہے حتیٰ کہ یہ چیز ان کے نزدیک تلبیہ کے قائم مقام ہو جاتی ہے۔

۱۷۴۹- حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمِنْهَالِ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ الْمَعْنَى، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ يَعْنِي ابْنَ أَبِي نَجِيحٍ: حَدَّثَنِي مُجَاهِدٌ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «أَهْدَى عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فِي هَدَايَا رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَلًا كَانَ لِأَبِي جَهْلٍ، فِي رَأْسِهِ بُرَةُ فِضَّةٍ» . قَالَ ابْنُ مِنْهَالٍ، بُرَةٌ مِنْ ذَهَبٍ، زَادَ النُّفَيْلِيُّ يَغِيظُ بِذَلِكَ الْمُشْرِكِينَ.

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے سال ہدی کے جانور لے گئے تھے تو ان ہدی کے جانوروں میں ابو جہل کا ایک اونٹ بھی تھا، اسکی ناک میں چاندی کا کڑا تھا۔ ابن منہال کہتے ہیں کہ سونے کا کڑا تھا۔ نفیلی نے یہ اضافہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کو جلانے کے لئے قصداً اسکو ذبح فرمایا۔

تخریج: سنن أبي داود-المناسك (١٧٤٩) سنن ابن ماجه-المناسك (٣١٠٠) مسند أحمد-من مسند بني هاشم (٢٣٤/١) مسند أحمد-من مسند بني هاشم (٢٦١/١) مسند أحمد-من مسند بني هاشم (٢٦٩/١) مسند أحمد-من مسند بني هاشم (٢٧٣/١)

شرح الحدیث: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَهْدَى عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فِي هَدَايَا رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَلًا كَانَ لِأَبِي جَهْلٍ:

فِي هَدَايَا رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وضع المظهر موضع المضمر کے قبیل سے ہے، قیاس کا تقاضہ یہ تھا "فی هدایاہ" اس حدیث کا تعلق عمرۃ الحدیبیہ سے ہے جس میں احصار واقع ہو گیا تھا جس کا قصہ مشہور ہے، اس سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو ہدی کے جانور تھے ان میں ابو جہل کا اونٹ بھی تھا۔

يَغِيظُ بِذَلِكَ الْمُشْرِكِينَ: یعنی اس اونٹ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قصداً اسلئے ذبح کیا تاکہ کفار کو اس سے تکلیف ہو اور وہ جلیں، کمافی

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ۸ ص ۳۳۷

[2] هَدْیٌ هَدِیٌّ دونوں لغت ہیں سکون دال اور تخفیف یاء "وهو الافصح" اور کسر دال و تشدید یاء اول کا مفرد هَدْيَةٌ جیسے جَدْيٌ وجَدْيَةٌ اور ثانی کا هَدِيَّةٌ جیسے مطيٌّ ومطيّة۔

[3] مالکیہ کے نزدیک ہدی میں جمع بین الحل والحرم بھی ضروری ہے یعنی جس کو حل سے حرم لے جایا جائے یا پھر حرم سے عرفہ "ولیس بواجب عند الجمهور" ۱۲ اوجز۔

قولہ تعالیٰ: لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ﴿١﴾۔ ابوجہل کا اونٹ کیسا خوش قسمت تھا کہ حضور ﷺ کے عمرۂ مبارکہ میں کام آیا، ملا علی قاریؒ نے بڑی لطیف بات فرمائی خَاتِمَةُ جَمَلِهِ أَجْمَلُ مِنْهُ کہ ابوجہل کے اونٹ کا خاتمہ خود ابوجہل کے خاتمہ سے بہت اچھا رہا ﴿٢﴾۔

تنبیہ: ترمذی شریف بَابُ مَا جَاءَ كَمْ حَجَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی روایت میں عن حدیث جابرؓ یہ ہے کہ یہ اونٹ آپ کے ساتھ حجۃ الوداع میں تھا ﴿٣﴾، محدثین نے ابوداؤد کی اس حدیث کو ترجیح دی ہے۔ ترمذی کی روایت پر خود امام ترمذیؒ نے کلام فرمایا ہے اور امام بخاریؒ سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث بایں سند محفوظ نہیں ہے، کوکب ﴿٤﴾ میں بھی یہی ہے کہ حدیث ترمذی صحیح نہیں ہے، منقول ہے کہ یہ جمل جنگ بدر کی غنیمت میں سے حاصل ہوا تھا نیز یہ کہ یہ جمل حدیبیہ میں سے مکہ مکرمہ بھاگ گیا تھا حضور ﷺ کا جمال اس کو وہاں سے لیکر آیا تھا (تاریخ خمیس ﴿٥﴾)۔

بُرَةُ فِضَّةٍ: ایک روایت میں یہ ہے کہ اسکی ناک میں چاندی کا حلقہ (نکیل) تھا، دوسری روایت میں یہ ہے کہ سونے کا تھا، ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں: ممکن ہے ایک جانب میں سونے کا ہو دوسری میں چاندی کا (بذل ﴿٦﴾)۔

١٣- بَابٌ فِي هَدْيِ الْبَقَرِ

باب گائے کی قربانی کرنے کے متعلق

١٧٥٠- حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «نَحَرَ عَنْ آلِ مُحَمَّدٍ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ بَقَرَةً وَاحِدَةً».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ نبی کریم ﷺ کی زوجہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنی اہل کی جانب سے ایک گائے کی قربانی کی۔

تخریج: صحيح البخاري - الحيض (٢٩٠) صحيح البخاري - الحج (١٦٢٣) صحيح البخاري - الحج (١٦٣٣) صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٧٩٣) صحيح البخاري - الأضاحي (٥٢٢٨) صحيح البخاري - الأضاحي (٥٢٣٩) سنن النسائي - الطهارة (٢٩٠) سنن أبي داود - المناسك (١٧٥٠) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩٦٣) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩٨١) سنن ابن ماجه - الأضاحي (٣١٣٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٩/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٦٥/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٩٤/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢١٩/٦) مسند أحمد

﴿١﴾ تاکہ جلائے ان سے جی کافروں کا۔ (سورۃ الفتح ٢٩)

﴿٢﴾ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح — ج ٥ ص ٥٤٧

﴿٣﴾ جامع الترمذي - كتاب الحج - باب ماجاء كم حج النبي صلى الله عليه وسلم ٨١٥

﴿٤﴾ الكوكب الدري على جامع الترمذي — ج ٢ ص ٨٨

﴿٥﴾ تاريخ الخميس في أحوال أنفس النفيس — ج ١ ص ٣٨٧

﴿٦﴾ مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح — ج ٥ ص ٥٤٧، بذل المجهود في حل أبي داود — ج ٨ ص ٣٤٠

-باقي مسند الأنصار(٦/٢٤٨)مسند أحمد-باقي مسند الأنصار(٦/٢٧٣)موطأ مالك-الحج(٨٩٦)سنن الدارمي-المناسك(١٩٠٤)

شرح الحديث نَحَرَ عَنْ آلِ مُحَمَّدٍ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ بَقَرَةً وَاحِدَةً: اور اس سے بعد والی حدیث میں جو ابوہریرہؓ کی ہے یہ ہے (عَمَّنِ اعْتَمَرَ مِنْ نِسَائِهِ بَقَرَةً بَيْنَهُنَّ)۔

ازواج تسعہ کی طرف سے بقرۂ واحدہ کی قربانی کیسے ہوگئی؟ حجۃ الوداع میں آپ ﷺ کے ساتھ جملہ ازواج مطہرات تھیں اور سب متمتعات تھیں، سب پر ہدیٔ متعہ واجب تھی، لیکن حضرت عائشہؓ کو مکہ مکرمہ پہونچنے سے ذرا قبل مقام سرف میں حیض آنا شروع ہوگیا جس کی وجہ سے وہ عمرہ نہیں کرسکی تھیں بہرحال دم انکا بھی دینا تھا فسخ[1] عمرہ کی وجہ سے، لہٰذا ایک بقرہ تو سب کی طرف سے کافی نہیں ہوسکتی؟ صحیح بخاری کی حدیث میں صرف لفظ "البقر" وارد ہے (بغیر تاء کے) اور "واحدہ" کی قید بھی نہیں ہے اور یہاں ابوداؤد میں بَقَرَةً وَاحِدَةً کی تصریح ہے اسی طرح نسائی میں بھی، اس لئے اشکال ہوگا کہ بقرۂ واحدہ ازواج تسعہ کی طرف سے کیسے کافی ہوسکتی ہے؟ یہ تو صرف ابن حزم کا مذہب ہے کہ جس طرح بدنہ دس کیطرف سے کافی ہے (عند البعض) بقرہ بھی کافی ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے مسلک کی تائید اس حدیث سے کی ہے، حافظ ابن حجرؒ اور علامہ عینیؒ کے کلام میں تو میں نے اس اشکال وجواب کو تلاش کیا لیکن ملا نہیں، دراصل بخاری میں اس سلسلے کی زیادہ روایات ہیں بھی نہیں، ویسے حافظ ابن حجرؒ کا میلان وحدت بقرہ کی طرف ہے حالانکہ اس میں اشکال ہے، لیکن اسکے باوجود حافظؒ نے اسکی طرف التفات نہیں کیا، ہاں علامہ زرقانیؒ نے اس پر خوب لکھا ہے۔ (کما فی الأوجز) ہمارے حضرت شیخ نے بھی اس پر اپنی تصانیف (اوجز، جزء الحج، لامع) میں خوب دلچسپی سے کلام فرمایا ہے، لیکن نسائی اور مسلم کی روایات سے یہ اشکال دور ہوجاتا ہے اسلئے کہ مسلم کی ایک روایت میں من حدیث جابرؓ یہ ہے: ذَبَحَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَائِشَةَ بَقَرَةً[2] اس سے اشکال حل ہوگیا وہ اس طرح کہ اب کم از کم دو بقرہ ہوگئیں، سات کی طرف سے تو ایک ہوگئی اور دوسری جو عائشہؓ کے لئے تھی، اس میں اصل تو عائشہؓ ہوں گی باقی ایک اور کو بھی شامل کرلیا ہوگا، حضرت شیخؒ کی رائے یہ ہے غالباً سودہؓ کو شریک کرلیا ہو حضرت سودہؓ کو عائشہؓ کے ساتھ ایک خصوصیت تھی کیونکہ انہوں نے ان کو اپنی باری دیدی تھی (جیسا کہ روایات میں مشہور ہے) اور نسائی کی تو ایک روایت میں اس طرح ہے: عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: ذَبَحَ عَنَّا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حَجَجْنَا بَقَرَةً[3]۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے جملہ ازواج کی طرف سے مستقل ایک ایک بقرہ کی تھی، اگرچہ حافظ ابن حجرؒ نے اس روایت کو شاذ لکھا ہے[4]، مگر علامہ زرقانیؒ نے اس پر رد کیا ہے اور علامہ انور شاہ کشمیریؒ یہ فرماتے ہیں: صحیح بخاری کی روایت میں تو "بَقَرَةً"

---

[1] احرام عائشہؓ کا مسئلہ بڑا معرکۃ الآراء اور مختلف فیہ ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آگے باب فی افراد الحج میں آرہا ہے۔

[2] صحيح مسلم - كتاب الحج - باب الاشتراك في الهدي وإجزاء البقرة والبدنة كل منهما عن سبعة ١٣١٩

[3] سنن النسائي الكبرى - كتاب الحج - باب النحر عن النساء ٤١١٥

[4] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ٣ ص ٥٥١

(تائے وحدت کے ساتھ) ہے ہی نہیں اور نہ "واحدہ" کی اس میں تصریح ہے اور جن روایات میں واحدہ کی تصریح ہے اس سے مراد یہ نہیں کہ جملہ ازواج کی طرف سے ایک ہی بقرہ کی بلکہ تعدد کی طرف اشارہ ہے کہ ایک گائے چند کی طرف سے کی [1]۔

۱۷۵۱ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «ذَبَحَ عَمَّنِ اعْتَمَرَ مِنْ نِسَائِهِ بَقَرَةً بَيْنَهُنَّ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ان ازواج مطہرات کی طرف سے جنہوں نے حجۃ الوداع کرنے سے قبل عمرہ کیا تھا ایک گائے ذبح فرمائی۔

تخریج: سنن أبي داود - المناسك (۱۷۵۱) سنن ابن ماجہ - الأضاحي (۳۱۳۳)

۱٤ - بَابٌ فِي الْإِشْعَارِ

باب اشعار (ہدی کے جانور پر علامت لگانے) کے بارے میں

اشعار کے لغوی معنی اعلام کے ہیں (علامت بنانا)، شعار بمعنی علامت اور اصطلاحی معنی یہ ہیں ہدی کے اونٹ کے کوہان پر نشتر وغیرہ مار کر اسکے خون سے کوہان کو رنگین کر دینا، تاکہ دیکھنے والوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ ہدی ہے، گم ہونیکی صورت میں یا اختلاط کے وقت میں پہچانی جاسکے، نیز فقراء بھی جان لیں کہ یہ ہدی ہے، اگر ہلاک ہونے کے خوف سے اسکے مالک نے اس کو ذبح کر کے چھوڑ دیا ہو تو وہ اس کو کھا سکیں، نیز علماء نے لکھا ہے کہ اس میں تعظیم ہدی بھی ہے جو حج اور شریعت کے شعار میں سے ہے۔

اشعار کے بارے میں امام صاحب کی رائے: ہدی کا اشعار صحیحین بلکہ صحاح ستہ کی روایات صحیحہ سے ثابت ہے، جمہور علماء، ائمہ ثلاثہ اور صاحبین اسکی سنیت کے قائل ہیں، حضرت امام ابوحنیفہؒ اسکے قائل نہیں۔ ھدایۃ میں لکھا ہے امام صاحبؒ فرماتے ہیں یہ مُثلہ ہے اور مُثلہ منسوخ ہے اور اگر نسخ ماننے میں کسی کو تردد ہو تو پھر تعارض ماننا پڑے گا، لہٰذا ترجیح محرم کو ہو گی مبیح پر [2]۔

اس پر دو اشکال کئے گئے ہیں: ① اول یہ کہ ہر جُرح مُثلہ نہیں ہے، مُثلہ تو وہ جرح ہے جس میں تشویہ خلقۃ ہو (صورت کا بگاڑ) جیسے ناک کان وغیرہ کاٹ دینا، اور اشعار تو حجامت، اختتان، فصد، کی وغیرہ کے قبیل سے ہے، ② دوسرا یہ کہ مُثلہ کی حرمت تو اوائل ہجرت میں ہو گئی تھی (غزوۂ احد کے بعد) اور اشعار آپ ﷺ سے اواخر ہجرت میں ثابت ہے۔ جمہور کے یہ دونوں

---

[1] ابن قیمؒ فرماتے ہیں اگر آپ ﷺ نے ازواج کی طرف سے ایک بقرہ سے زائد کی قربانی کی تب تو کوئی اشکال ہی نہیں، اور اگر ایک ہی کی تو پھر اس میں دلیل ہے اسحاق بن راہویہ کی وہو روایة عن أحمد ان البدنة تجزئ عن عشرة، اھ (عون) وفيه ما فيه، اسلئے کہ اسحاق کے نزدیک یہ ہے: بقرة عن سبعة اور بدنة عن عشرة لحديث ابن عباس عند الترمذي فاشتركنا في البقر قسبعة وفي البعير عشرة. والله أعلم، ہاں ابن حزم کا یہ مسلک ہے، کما سبق ۱۲۔

[2] الهداية شرح بداية المبتدي - ج ۲ ص ۳۸۲ - ۳۸۳

اشکال[1] قوی ہیں۔ شیخ ابن الہمام نے اس میں امام طحاویؒ کی رائے کو اختیار کیا ہے وہ یہ کہ امام صاحب مطلقاً اشعار کو ممنوع نہیں فرماتے تھے: انما کرہ إشعار اهل زمانہ یعنی عجمیوں کو اشعار کا صحیح طریقہ نہیں آتا وہ اس میں مبالغہ کرتے تھے جس سے جانور کو اذیت پہونچتی تھی اور اسکے ہلاک ہونے کا اندیشہ تھا، اصل بات تو یہ تھی لیکن ممکن ہے سداً للباب وردعاً للعوام علی الاطلاق منع فرمادیا ہو کہ محض ایک امر مستحب کی تحصیل میں ارتکاب محظور کیا جائے، حافظ ابن حجر کو اللہ تعالیٰ جزاء خیر دے وہ ابن الہمامؒ کی رائے لکھنے کے بعد فرماتے ہیں: ویتعین الرجوع إلى ما قال الطحاوي فإنه أعلم من غيره بأقوال أصحابه اهـ[2]۔

۱۷۵۲- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، وَحَفْصُ بْنُ عُمَرَ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا حَسَّانَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «صَلَّى الظُّهْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ ثُمَّ دَعَا بِبَدَنَةٍ فَأَشْعَرَهَا مِنْ صَفْحَةِ سَنَامِهَا الْأَيْمَنِ، ثُمَّ سَلَتَ عَنْهَا الدَّمَ وَقَلَّدَهَا بِنَعْلَيْنِ، ثُمَّ أُتِيَ بِرَاحِلَتِهِ فَلَمَّا قَعَدَ عَلَيْهَا وَاسْتَوَتْ بِهِ عَلَى الْبَيْدَاءِ أَهَلَّ بِالْحَجِّ».

ترجمہ: ابوالولید فرماتے ہیں کہ میں نے ابو حسان سے سنا وہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز ذوالحلیفہ میں پڑھی پھر ایک اونٹ منگوایا اور اسکے کوہان کے دائیں جانب (سے چیر الگایا) اشعار کیا پھر اسکا خون صاف کیا پھر اسکے گلے میں جوتے کا ہار ڈال دیا پھر آپکی سواری لائی گئی پھر جب آپ اس پر بیٹھ گئے تو مقام بیداء پہنچ کر تلبیہ پڑھا۔

۱۷۵۳- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ، بِهَذَا الْحَدِيثِ بِمَعْنَى أَبِي الْوَلِيدِ، قَالَ: ثُمَّ سَلَتَ الدَّمَ بِيَدِهِ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ هَمَّامٌ، قَالَ: سَلَتَ الدَّمَ عَنْهَا بِأُصْبُعِهِ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا مِنْ سُنَنِ أَهْلِ الْبَصْرَةِ الَّذِي تَفَرَّدُوا بِهِ.

ترجمہ: یحییٰ نے شعبہ سے اس حدیث کو ابوالولید کی طرح نقل کیا، انہوں نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ سے خون صاف کیا۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں: ہمام نے اس حدیث کو روایت کیا تو کہا کہ حضور ﷺ نے اپنی انگلی سے خون صاف کیا۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں: یہ اہل بصرہ کا طریقہ ہے جو اسکے نقل کرنے میں متفرد ہیں۔

تخریج: صحيح البخاري-الحج(١٤٧٠) صحيح مسلم-الحج(١٢٤٣) جامع الترمذي-الحج(٩٠٦) سنن النسائي-مناسك الحج(٢٧٧٣) سنن النسائي-مناسك الحج(٢٧٧٤) سنن النسائي-مناسك الحج(٢٧٨٢) سنن النسائي-مناسك الحج(٢٧٩١) سنن أبي داود-المناسك(١٧٥٢) سنن ابن ماجه-المناسك(٣٠٩٧) مسند أحمد-من مسند بني هاشم(٢١٦/١) مسند أحمد-من مسند بني هاشم(٢٥٤/١) مسند أحمد-من مسند بني هاشم(٢٨٠/١) مسند أحمد-من مسند بني هاشم(٣٣٩/١) مسند أحمد-من مسند بني هاشم(٣٤٤/١) مسند أحمد-من مسند بني هاشم(٣٤٧/١) مسند أحمد-من مسند بني هاشم(٣٧٢/١) سنن الدارمي-المناسك(١٩١٢)

شرح الأحاديث: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.....ثُمَّ دَعَا بِبَدَنَةٍ فَأَشْعَرَهَا مِنْ صَفْحَةِ سَنَامِهَا الْأَيْمَنِ:

---

[1] حافظؒ فرماتے ہیں: اور ابن حزم نے امام ابوحنیفہؒ پر بڑا سخت نقد کیا ہے اور یہ کہ امام ابوحنیفہؒ سے قبل کسی نے ایسا نہیں کہا، حافظؒ فرماتے ہیں: ایسا نہیں ہے بلکہ ابراہیم نخعی بھی اس کو مکروہ سمجھتے تھے، کما نقل الترمذي في جامعه (فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ٣ ص ٥٤٤)۔

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ٣ ص ٥٤٥

اشعار کے بارے میں مزید اختلاف: اشعار کے بارے میں دو مسئلے اور قابل ذکر ہیں:

① ایک یہ کہ اِشعار ابل کے ساتھ خاص ہے یا غیر ابل کا بھی ہوگا۔

② دوسرا یہ کہ محل اشعار سنام کی جانب ایمن ہے یا جانب ایسر؟ امام شافعیؒ واحمدؒ فرماتے ہیں اشعار ابل اور بقر دونوں میں ہوگا مطلقاً اور امام مالکؒ کے ابل میں دو قول ہیں۔ راجح یہ ہے کہ ابل میں تو مطلقاً ہے اور بقر میں انکی تین روایت ہیں: ① مطلقاً اثبات، ② مطلقاً نفی، ③ جو بقر ذات سنام ہو اسکا ہوگا اور جو نہ ہو اسکا نہیں (ھامش الکوکب [1]) اور مسئلہ ثانیہ میں بھی اختلاف ہے وہ یہ کہ امام شافعی کے نزدیک جانب ایمن میں اولیٰ ہے اور امام مالک کے نزدیک جانب ایسر اولیٰ ہے اور یہی حنفیہ کے یہاں ہے۔ امام احمدؒ سے دونوں روایتیں ہیں (ھامش الکوکب)، ابن عباسؓ کی روایت میں الایمن مذکور ہے، اسی طرح مسلم [2] میں ہے [3]، لیکن ابن عمرؓ کا عمل جیسا کہ موطا مالک میں ہے جانب ایسر میں تھا اور بیہقی کی روایت میں یہ ہے کہ ابن عمرؓ اشعار جانب ایسر میں کرتے تھے۔ اور اگر کسی وجہ سے اس میں دشواری ہو تو پھر ایمن میں کرتے تھے [4]۔

ثُمَّ سَلَتَ عَنْهَا الدَّمَ: سلت کے معنی پونچھنے اور صاف کرنے کے ہیں، مگر یہاں اس سے مراد ملنا ہے تاکہ سارا کوہان رنگین ہو جائے ورنہ پونچھنے اور صاف کرنے سے تو مقصد ہی حاصل نہ ہوگا (کوکب [5])۔

فَلَمَّا قَعَدَ عَلَيْهَا وَاسْتَوَتْ بِهِ عَلَى الْبَيْدَاءِ أَهَلَّ بِالْحَجِّ: سواری پر سوار ہونے کے بعد جب آپ ﷺ بیداء پہاڑی پر پہنچے توحج کا احرام باندھا، احرام کا تحقق تلبیہ سے ہوتا ہے، اس میں روایات حدیثیہ بھی مختلف ہیں اور ائمہ فقہ بھی کہ احرام کس وقت باندھنا چاہیے، اس کیلئے مستقل ایک باب آرہا ہے بَابٌ فِي وَقْتِ الْإِحْرَامِ اس پر کلام انشاء اللہ تعالیٰ وہیں آئے گا۔

۱۷۵۴- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ، وَمَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ، أَنَّهُمَا قَالَا: خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ «فَلَمَّا كَانَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ قَلَّدَ الْهَدْيَ وَأَشْعَرَهُ وَأَحْرَمَ».

ترجمہ: عروہ، مسور بن مخرمہ اور مروان سے روایت کرتے ہیں وہ دونوں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حدیبیہ کے سال مدینے سے نکلے، پھر جب آپ ﷺ ذوالحلیفہ پہنچے تو ہدی کو قلادہ (ہار) ڈالدیا اور اس کا اشعار فرماکر احرام باندھ لیا۔

تخریج: صحيح البخاري - الحج (١٦٠٨) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٧١) سنن أبي داود - المناسك (١٧٥٤)

۱۷۵۵- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَنْصُورٍ، وَالْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ

---

① الكوكب الدري على جامع الترمذي — ج ٢ ص ١٣٠ - ١٣١

② وليس في البخاري ذكر الأيمن أو الأيسر، ١٢۔

③ صحيح مسلم - كتاب الحج - باب تقليد الهدي وإشعاره عند الإحرام ١٢٤٣

④ فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ٣ ص ٥٤٣

⑤ الكوكب الدري على جامع الترمذي — ج ٢ ص ١٣١

رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «أَهْدَى غَنَمًا مُقَلَّدَةً».

ترجمہ اسود حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قلادہ ڈالی ہوئی بکریاں ہدی کیلئے لے گئے۔

تخریج صحيح البخاري - الحج (١٦٠٩) صحيح البخاري - الحج (١٦١١) صحيح البخاري - الحج (١٦١٢) صحيح البخاري - الحج (١٦١٣) صحيح البخاري - الحج (١٦١٤) صحيح البخاري - الحج (١٦١٥) صحيح البخاري - الحج (١٦١٦) صحيح البخاري - الحج (١٦١٧) صحيح البخاري - الحج (١٦١٨) صحيح البخاري - الوكالة (٢١٩٢) صحيح البخاري - الأضاحي (٥٢٤٦) صحيح مسلم - الحج (١٣٢١) جامع الترمذي - الحج (٩٠٨) جامع الترمذي - الحج (٩٠٩) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٧٥) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٧٦) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٧٧) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٧٨) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٧٩) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٨٠) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٨٣) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٨٤) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٨٥) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٨٦) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٨٧) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٨٨) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٨٩) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٩٠) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٩٣) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٩٤) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٩٥) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٩٦) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٩٧) سنن أبي داود - المناسك (١٧٥٥) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٩٤) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٩٥) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٩٦) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٩٨) موطأ مالك - الحج (٧٦٢) سنن الدارمي - المناسك (١٩١١) سنن الدارمي - المناسك (١٩٣٥) سنن الدارمي - المناسك (١٩٣٦)

شرح الحديث **تقلید غنم میں اختلاف ائمہ:** اس حدیث میں تقلید غنم کا مسئلہ ہے، تقلید اشعار ہی کی لائن کی چیز ہے دونوں کی غرض ایک ہی ہے (ہدی ہونے کی علامت لگانا)، تقلید نعلین کی بھی ہوتی ہے اور صوف کی بھی، اون کا ہار بنا کر اس کے گلے میں ڈالدینا، مصنف نے صرف اشعار کا باب قائم فرمایا ہے، تقلید [1] کا کوئی باب قائم نہیں کیا، جبکہ امام بخاریؒ اور دیگر ارباب صحاح نے اس کے متعدد ابواب قائم کئے ہیں اور تقلید الغنم کا مستقل باب باندھا ہے، لیکن تقلید غنم کا مسئلہ فقہاء کے مابین اختلافی ہے، حضرت امام شافعیؒ واحمدؒ اسکے قائل ہیں، امام اعظمؒ اور امام مالکؒ قائل نہیں ہیں، حالانکہ صحیحین بلکہ صحاح ستہ میں تقلید غنم کی روایت موجود ہے۔ علامہ سندھیؒ نے بھی حاشیہ نسائی میں اشکال کیا ہے کہ جب تقلید غنم صریح و صحیح حدیث سے ثابت ہے تو اسکے انکار کی کوئی وجہ نہیں۔ میں کہتا ہوں بعض محدثین کو جس میں ابن عبد البرؒ جلیل القدر محدث بھی ہیں اسکے بارے میں انشراح نہیں ہے بلکہ وہ تو یوں کہتے ہیں آپ سے اہداء غنم ہی ثابت نہیں (چہ جائیکہ اسکی تقلید)۔ علامہ سرخسیؒ کہتے ہیں: اثر اسود (جس میں تقلید غنم مذکور ہے) شاذ ہے، اسود اسکے ساتھ متفرد ہیں اھ۔ حافظؒ نے فتح الباری میں اس سلسلے میں جو اعتراضات کئے ہیں علامہ عینیؒ نے ان کے جوابات دیئے ہیں بذل المجہود [2] میں سب مذکور ہیں۔

---

[1] تقلید یعنی قلادہ (ہار) پہنانا۔

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٨ ص ٣٤٦-٣٤٧

١٥- بَابُ تَبْدِيلِ الْهَدْيِ

باب ہدی تبدیل کرنے کے حکم میں

کتب حنفیہ میں یہ لکھا ہے ہدی واجب کی تبدیل جائز ہے، اور ہدی تطوع کی تبدیل جائز نہیں اسلئے کہ ہدی واجب کا تعلق تو آدمی کے ذمہ سے ہے جو بہر حال اسکو دینی ہے، اور ہدی تطوع شراء سے یا نیت کرنے سے متعین ہو جاتی ہے اسلئے اسکی تبدیل جائز نہیں۔

١٧٥٦- حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحِيمِ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَبُو عَبْدِ الرَّحِيمِ خَالِدُ بْنُ أَبِي يَزِيدَ، خَالُ مُحَمَّدٍ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ، رَوَى عَنْهُ حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ جَهْمِ بْنِ الْجَارُودِ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَهْدَى عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ نَجِيبًا فَأُعْطِيَ بِهَا ثَلَاثَ مِائَةِ دِينَارٍ، فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي أَهْدَيْتُ نَجِيبًا فَأُعْطِيتُ بِهَا ثَلَاثَ مِائَةِ دِينَارٍ، أَفَأَبِيعُهَا وَأَشْتَرِي بِثَمَنِهَا بُدْنًا، قَالَ: «لَا انْحَرْهَا إِيَّاهَا». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا لِأَنَّهُ كَانَ أَشْعَرَهَا.

ترجمہ سالم بن عبد اللہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے ایک مرتبہ بختی اونٹ ہدی میں بھیجا (لوگوں نے اسکو دیکھا تو اسکو کافی قیمت دے کر خریدنے کیلئے تیار ہو گئے حتیٰ کہ) انہیں اسکے بدلے تین سو دینار لگا دیئے گئے تو وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دریافت کیا یا رسول اللہ! میں نے ایک بختی اونٹ ہدی کیلئے بھیجا مجھے اسکے تین سو دینار مل رہے ہیں تو کیا میں اسے فروخت کر دوں اور اسکی قیمت سے متعدد اونٹ خرید لوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں اسی کا نحر کرو۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ یہ اس وجہ سے فرمایا کہ اونٹ کا اشعار ہو چکا تھا۔

شرح الحدیث بختی کی جمع بخت آتی ہے اور مؤنث کیلئے بختیہ کا استعمال ہوتا ہے، بختی اونٹ اس کو کہتے ہیں جو خالص عربی نہ ہو بلکہ عربی و عجمی نسل کے اختلاط سے پیدا ہوا ہو یہ بختنصر کی طرف منسوب ہے، اس کو ابل خراسانی بھی کہتے ہیں۔ مضمون حدیث یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میرے والد عمرؓ ایک بختی اور بڑا قیمتی اونٹ ہدی میں بھیج رہے تھے (یا خود لے جا رہے تھے) راستہ میں جب لوگوں نے اس کو دیکھا تو بعض لوگ اس کو کافی قیمت دے کر خریدنے کیلئے تیار ہو گئے حتیٰ کہ ایک شخص نے اس کے تین سو دینار لگا دیئے (جبکہ عام طور سے ایک اونٹ تقریباً پندرہ بیس دینار کا ہوتا ہے) حضرت عمرؓ نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ اگر اجازت ہو تو میں اسکو فروخت کر کے اسکے ثمن سے متعدد اونٹ خرید لوں؟ آپ ﷺ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا اور فرمایا: اسی کی نحر کرو، بظاہر یہ اونٹ ہدی تطوع سے ہو گا، جیسا کہ ہم مسئلہ اوپر بیان کر چکے ہیں، لیکن امام ابوداؤدؒ نے اس کی وجہ ایک اور بیان کی ہے وہ یہ کہ لِأَنَّهُ كَانَ أَشْعَرَهَا کہ اونٹ کا اشعار ہو چکا تھا، یہ مصنفؒ کی اپنی رائے ہے۔

١٦- بَابُ مَنْ بَعَثَ بِهَدْيِهِ وَأَقَامَ

﴿باب جو شخص حج پر جانے والوں کے ساتھ ہدی بھیج دے اور خود حج کیلئے نہ جائے﴾

یعنی جو شخص خود حج کو نہ جارہا ہو بلکہ دوسرے جانے والوں کے ساتھ اپنی طرف سے ہدی بھیجے تاکہ وہ اسکی طرف سے حرم میں ذبح کردی جائے، ایسا کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں بلکہ مستحب ہے بہت ثواب کا کام ہے آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے، آپ ﷺ کبھی کبھی ایسا کرتے تھے، یہ تو صرف ایک فضیلت کی بات ہوئی۔

مسئلہ مترجم بہا میں اختلاف: دوسری بات یہاں فقہی مسئلہ کی ہے، وہ یہ کہ یہ بھیجنے والا اس بھیجنے کی وجہ سے محرم کے حکم میں تو نہیں ہو جائیگا؟ جمہور علماء اور ائمہ اربعہ فرماتے ہیں نہیں ہوگا، جیسا کہ حدیث الباب میں حضرت عائشہؓ فرمارہی ہیں، اس میں حضرت ابن عباسؓ کا اختلاف ہے، ان کے نزدیک بھیجنے والا محرم کے حکم میں ہو جائے گا اور محظورات احرام سے اسکو بچنا واجب ہوگا اور جب تک وہ ہدی وہاں پہونچ کر ذبح نہ ہو جائیگی، یہ شخص حلال نہ ہوگا، حضرت عائشہؓ حدیث الباب میں اسی پر رد فرمارہی ہیں: فَمَا حَرُمَ عَلَيْهِ شَيْءٌ كَانَ لَهُ حِلًّا۔ اس کی تفصیل اور اچھی طرح تشریح بخاری شریف کی روایت میں ہے، بہر حال جو مسئلہ حضرت عائشہؓ بیان فرمارہی ہیں وہ متفق علیہ بین الائمہ ہے۔

ایک اور اختلافی مسئلہ: یہ مسئلہ تو اس شخص کے متعلق ہوا جو خود حج یا عمرہ کیلئے نہ جارہا ہو، یہاں ایک مسئلہ اور ہے وہ یہ کہ جس شخص کا نسک (حج یا عمرہ) کا ارادہ ہے اور اپنے ساتھ ہدی لے جانیکا بھی ہے۔ چنانچہ اس نے اپنی ہدی کی تقلید کرلی لیکن ابھی تک اس نے نہ تو تلبیہ پڑھا جو احرام کیلئے پڑھتے ہیں اور نہ ابھی تک اس ہدی کو لے کر چلا، تو اس صورت میں اکثر علماء ومنهم الأئمة الثلاثة (ابو حنیفہ مالک شافعی) کے نزدیک صرف تقلید ہدی کی وجہ سے محرم نہ ہوگا جب تک نسک کے ارادہ سے تلبیہ نہ پڑھے یا جب تک نسک کے ارادہ کیساتھ تقلید اور سوق ہدی[1] نہ کرے اور امام احمد واسحق بن راہویہ کے نزدیک حج کو جانے والا شخص صرف تقلید ہدی سے محرم ہو جاتا ہے، یہ دونوں مسئلے علیحدہ علیحدہ سمجھنے کے ہیں۔

تنبیہ: حدیث الباب کا تعلق مسئلہ اولیٰ سے ہے جس میں ائمہ اربعہ کا کوئی اختلاف نہیں، صرف ابن عباسؓ کا ہے، جس پر عائشہؓ رد کررہی ہیں۔ حضرت اقدس سہارنپوریؒ نے بذل المجہود میں شرح حدیث کے ذیل میں تو یہی تحریر فرمایا ہے کہ عائشہؓ کا مقصود ابن عباسؓ پر رد کرنا ہے، لیکن پھر بعد میں ہدایہ کی جو عبارت نقل فرمائی ہے اس کا تعلق مسئلہ ثانیہ سے ہے جس میں ائمہ ثلاثہ تو ایک طرف ہیں اور امام احمد واسحق بن راہویہ ایک طرف، واللہ أعلم. نبه على هذا شيخنا في حاشية البذل[2]۔ اس باب کی دونوں حدیثیں متفق علیہ ہیں، شیخین نے اس کی تخریج کی ہے، ایسے ہی نسائی اور ابن ماجہ نے صرف اول کی (عون عن المنذری)۔

---

[1] یعنی تین چیزوں کے پائے جانے کے بعد محرم ہوگا، ارادۂ نسک، تقلید ہدی، توجہ مع الہدی یعنی سوق ہدی ۱۲۔

[2] بذل المجهود في حل أبي داود ج ۸ ص ۳۵۱

١٧٥٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا أَفْلَحُ بْنُ حُمَيْدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: «فَتَلْتُ قَلَائِدَ بُدْنِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِي، ثُمَّ أَشْعَرَهَا، وَقَلَّدَهَا، ثُمَّ بَعَثَ بِهَا إِلَى الْبَيْتِ وَأَقَامَ بِالْمَدِينَةِ فَمَا حَرُمَ عَلَيْهِ شَيْءٌ كَانَ لَهُ حِلًّا».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے اونٹوں کے قلادے (ہار) اپنے ہاتھوں سے بنائے، پھر آپ ﷺ نے ان اشعار فرمایا اور ان کے گلے میں قلادے ڈالے پھر ان کو بیت اللہ بھیج دیا اور خود مدینہ میں ہی رہے۔ تو آپ ﷺ پر جو چیز حلال تھی وہ حرام نہ ہوئی۔

تخریج: صحيح البخاري-الحج(١٦٠٩) صحيح البخاري-الحج(١٦١١) صحيح البخاري-الحج(١٦١٢) صحيح البخاري-الحج(١٦١٣) صحيح البخاري-الحج(١٦١٥) صحيح البخاري-الحج(١٦١٦) صحيح البخاري-الحج(١٦١٧) صحيح البخاري-الحج(١٦١٨) صحيح البخاري-الوكالة(٢١٩٢) صحيح البخاري-الأضاحي(٥٢٤٦) صحيح مسلم-الحج(١٣٢١) جامع الترمذي-الحج(٩٠٨) جامع الترمذي-الحج(٩٠٩) سنن النسائي-مناسك الحج(٢٧٧٥) سنن النسائي-مناسك الحج(٢٧٧٦) سنن النسائي-مناسك الحج(٢٧٧٧) سنن النسائي-مناسك الحج(٢٧٧٨) سنن النسائي-مناسك الحج(٢٧٧٩) سنن النسائي-مناسك الحج(٢٧٨٠) سنن النسائي-مناسك الحج(٢٧٨٣) سنن النسائي-مناسك الحج(٢٧٨٤) سنن النسائي-مناسك الحج(٢٧٨٥) سنن النسائي-مناسك الحج(٢٧٨٧) سنن النسائي-مناسك الحج(٢٧٨٨) سنن النسائي-مناسك الحج(٢٧٨٩) سنن النسائي-مناسك الحج(٢٧٩٠) سنن النسائي-مناسك الحج(٢٧٩٣) سنن النسائي-مناسك الحج(٢٧٩٤) سنن النسائي-مناسك الحج(٢٧٩٥) سنن النسائي-مناسك الحج(٢٧٩٦) سنن النسائي-مناسك الحج(٢٧٩٧) سنن أبي داود-المناسك(١٧٥٧) سنن ابن ماجه-المناسك(٣٠٩٤) سنن ابن ماجه-المناسك(٣٠٩٥) سنن ابن ماجه-المناسك(٣٠٩٦) سنن ابن ماجه-المناسك(٣٠٩٨) موطأ مالك-الحج(٧٦٢) سنن الدارمي-المناسك(١٩٣٥) سنن الدارمي-المناسك(١٩٣٦)

١٧٥٨- حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ الرَّمْلِيُّ الْهَمْدَانِيُّ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، أَنَّ اللَّيْثَ بْنَ سَعْدٍ، حَدَّثَهُمْ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، وَعَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «يُهْدِي مِنَ الْمَدِينَةِ فَأَفْتِلُ قَلَائِدَ هَدْيِهِ، ثُمَّ لَا يَجْتَنِبُ شَيْئًا مِمَّا يَجْتَنِبُ الْمُحْرِمُ».

ترجمہ: عروہ اور عمرہ بنت عبد الرحمن سے روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (مدینہ سے) ہدی کے جانور بھیجے تو میں نے انکے جانوروں کے قلادے بٹے پھر آپ ﷺ کسی چیز سے نہ رکے جس سے محرم آدمی رک جاتا ہے۔

تخریج: صحيح البخاري-الحج(١٦٠٩) صحيح البخاري-الحج(١٦١١) صحيح البخاري-الحج(١٦١٢) صحيح البخاري-الحج(١٦١٣) صحيح البخاري-الحج(١٦١٥) صحيح البخاري-الحج(١٦١٦) صحيح البخاري-الحج(١٦١٧) صحيح البخاري-الحج(١٦١٨) صحيح البخاري-الوكالة(٢١٩٢) صحيح البخاري-الأضاحي(٥٢٤٦) صحيح مسلم-الحج(١٣٢١) جامع الترمذي-الحج(٩٠٨) جامع الترمذي-الحج(٩٠٩) سنن النسائي-مناسك الحج(٢٧٧٥) سنن النسائي-مناسك الحج(٢٧٧٦) سنن النسائي-مناسك الحج(٢٧٧٧) سنن النسائي-مناسك الحج(٢٧٧٨) سنن النسائي-مناسك الحج(٢٧٧٩) سنن النسائي-مناسك الحج(٢٧٨٠) سنن النسائي-مناسك الحج(٢٧٨٣) سنن النسائي-

مناسك الحج(٢٧٨٤)سنن النسائي - مناسك الحج(٢٧٨٥)سنن النسائي - مناسك الحج(٢٧٨٦)سنن النسائي - مناسك الحج(٢٧٨٧)سنن النسائي - مناسك الحج(٢٧٨٨)سنن النسائي - مناسك الحج(٢٧٨٩)سنن النسائي - مناسك الحج(٢٧٩٠)سنن النسائي - مناسك الحج(٢٧٩٣)سنن النسائي - مناسك الحج(٢٧٩٤)سنن النسائي - مناسك الحج(٢٧٩٥)سنن النسائي - مناسك الحج(٢٧٩٦)سنن النسائي - مناسك الحج(٢٧٩٧)سنن أبي داود - المناسك(١٧٥٨)سنن ابن ماجه - المناسك(٣٠٩٤)سنن ابن ماجه - المناسك(٣٠٩٥)سنن ابن ماجه - المناسك(٣٠٩٦)سنن ابن ماجه - المناسك(٣٠٩٨)موطأ مالك - الحج(٧٦٢)سنن الدارمي - المناسك(١٩١١)سنن الدارمي - المناسك(١٩٣٥)سنن الدارمي - المناسك(١٩٣٦)

١٧٥٩- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، وَعَنْ إِبْرَاهِيمَ، زَعَمَ أَنَّهُ سَمِعَهُ مِنْهُمَا جَمِيعًا وَلَمْ يَحْفَظْ حَدِيثَ هَذَا مِنْ حَدِيثِ هَذَا، وَلَا حَدِيثَ هَذَا مِنْ حَدِيثِ هَذَا، قَالَا: قَالَتْ أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ: «بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْهَدْيِ فَأَنَا فَتَلْتُ قَلَائِدَهَا بِيَدِي، مِنْ عِهْنٍ كَانَ عِنْدَنَا، ثُمَّ أَصْبَحَ فِينَا حَلَالًا يَأْتِي مَا يَأْتِي الرَّجُلُ مِنْ أَهْلِهِ».

ترجمہ: ابن عون، قاسم بن محمد اور ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ان دونوں سے سنا اور ان کو یاد نہیں کہ قاسم بن محمد اور ابراہیم کی حدیث کے الفاظ کیا کیا تھے، دونوں نے کہا کہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہدی کے جانور بھیجے تو میں نے انکے قلادے اپنے پاس جو روئی تھی اس سے خود اپنے ہاتھوں سے بنا کر دیئے پھر آپ ﷺ ہمارے درمیان حلال ہونے کی حالت میں ٹھہرے رہے یعنی آدمی جو اپنی بیوی سے (بوس وکنار، جماع) کرتا ہے وہ کام آپ نے کئے۔

تخریج: صحيح البخاري - الحج(١٦٠٩)صحيح البخاري - الحج(١٦١١)صحيح البخاري - الحج(١٦١٢)صحيح البخاري - الحج(١٦١٣)صحيح البخاري - الحج(١٦١٥)صحيح البخاري - الحج(١٦١٦)صحيح البخاري - الحج(١٦١٧)صحيح البخاري - الحج(١٦١٨)صحيح البخاري - الوكالة(٢١٩٢)صحيح البخاري - الأضاحي(٥٢٤٦)صحيح مسلم - الحج(١٣٢١)جامع الترمذي - الحج(٩٠٨)جامع الترمذي - الحج(٩٠٩)سنن النسائي - مناسك الحج(٢٧٧٥)سنن النسائي - مناسك الحج(٢٧٧٦)سنن النسائي - مناسك الحج(٢٧٧٧)سنن النسائي - مناسك الحج(٢٧٧٨)سنن النسائي - مناسك الحج(٢٧٧٩)سنن النسائي - مناسك الحج(٢٧٨٠)سنن النسائي - مناسك الحج(٢٧٨٣)سنن النسائي - مناسك الحج(٢٧٨٤)سنن النسائي - مناسك الحج(٢٧٨٥)سنن النسائي - مناسك الحج(٢٧٨٧)سنن النسائي - مناسك الحج(٢٧٨٨)سنن النسائي - مناسك الحج(٢٧٨٩)سنن النسائي - مناسك الحج(٢٧٩٠)سنن النسائي - مناسك الحج(٢٧٩٣)سنن النسائي - مناسك الحج(٢٧٩٤)سنن النسائي - مناسك الحج(٢٧٩٥)سنن النسائي - مناسك الحج(٢٧٩٦)سنن النسائي - مناسك الحج(٢٧٩٧)سنن أبي داود - المناسك(١٧٥٩)سنن ابن ماجه - المناسك(٣٠٩٤)سنن ابن ماجه - المناسك(٣٠٩٥)سنن ابن ماجه - المناسك(٣٠٩٦)سنن ابن ماجه - المناسك(٣٠٩٨)موطأ مالك - الحج(٧٦٢)سنن الدارمي - المناسك(١٩٣٥)سنن الدارمي - المناسك(١٩٣٦)

١٧ - بَابٌ فِي رُكُوبِ الْبُدْنِ

باب (ہدی کے) اونٹ پر سواری کرنے کے متعلق

بدن ضم دال اور سکون دال دونوں طرح ہے اس کا واحد بدنۃ ہے، بدنہ بعض کے نزدیک ابل کے ساتھ خاص ہے اور بعض کہتے

ہیں اصل تو اس میں ابل ہی ہے لیکن اس کا اطلاق بقرہ پر بھی ہوتا ہے، نیز زیادہ تر اس کا استعمال ہدی کے جانور پر ہوتا ہے (قسطلانی)۔

۱۷۶۰ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا يَسُوقُ بَدَنَةً، فَقَالَ: «ارْكَبْهَا»، قَالَ: إِنَّهَا بَدَنَةٌ، فَقَالَ: «ارْكَبْهَا وَيْلَكَ» - فِي الثَّانِيَةِ أَوْ فِي الثَّالِثَةِ -.

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ جو بدنہ (ہدی کے جانور) کو ہانک رہا تھا (جس سے اس کو مشقت ہو رہی تھی) تو آپ نے فرمایا کہ اس پر سوار ہو جا تو اس نے عرض کیا کہ یہ تو بدنہ (ہدی) ہے تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: اس پر سوار ہو جا تجھ پر افسوس ہے ایہ بات دوسری مرتبہ فرمائی یا تیسری مرتبہ میں۔

تخریج صحيح البخاري - الحج (١٦٠٤) صحيح البخاري - الحج (١٦٢٠) صحيح البخاري - الوصايا (٢٦٠٤) صحيح البخاري - الأدب (٥٨٠٨) صحيح مسلم - الحج (١٣٢٢) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٩٩) سنن أبي داود - المناسك (١٧٦٠) سنن ابن ماجه - المناسك (٣١٠٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٤٥/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٥٤/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٧٨/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣١٢/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٦٤/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٧٤/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٧٨/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٨١/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٨٧/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٥٠٥/٢) موطأ مالك - الحج (٨٤٨)

شرح الحدیث آپ نے ایک شخص کو دیکھا (اس کا نام معلوم نہیں) جو بدنہ ہانک رہا تھا، مسند احمد کی روایت میں ہے: قَدْ جَهَدَهُ الْمَشْيُ یعنی جس کو پیدل چلنے میں جہد اور مشقت لاحق ہو رہی تھی تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: اس پر سوار ہو جا۔ بعض علماء نے اس امر بالرکوب کی وجہ یہ لکھی ہے کہ اس میں اہل جاہلیہ کی مخالفت ہے کیونکہ مشرکین سائبہ، وصیلہ، حام سے منتفع نہیں ہوتے تھے، لیکن جمہور شراح نے اسکو اختیار نہیں کیا ورنہ کم از کم یہ امر استحباب کیلئے ہوتا جس کا کوئی بھی قائل نہیں الا الظاهرية (بلکہ وہ تو وجوب کے قائل ہیں) ایسے ہی خود حضور ﷺ سے بھی رکوب ہدی ثابت نہیں ہے اور نہ آپ ﷺ نے عام طور سے صحابہ کو امر بالرکوب فرمایا بلکہ عند الجمہور یہ امر امر ارشادی ہے، مصلحت دنیویہ کی وجہ سے ہے۔

رکوب ہدی میں اختلاف ائمہ: پھر اس میں آگے ائمہ میں اختلاف ہے، امام شافعیؒ کے نزدیک رکوب ہدی عند الحاجۃ مباح اور امام احمدؒ کے نزدیک ایک روایت میں مطلقاً اباحت ہے اور حنفیہ ومالکیہ کے نزدیک جواز رکوب عند الاضطرار ہے۔ چنانچہ آئندہ روایت میں ہے: إِذَا أُلْجِئْتَ إِلَيْهَا، وهي رواية عن أحمد۔ الحاصل عند الجمهور والأئمة الثلاثة رکوب ہدی بلا حاجت مکروہ ہے۔

۱۷۶۱ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، سَأَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ رُكُوبِ الْهَدْيِ، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «ارْكَبْهَا بِالْمَعْرُوفِ، إِذَا أُلْجِئْتَ إِلَيْهَا حَتَّى تَجِدَ ظَهْرًا».

ترجمہ ابوزبیر فرماتے ہیں کہ میں نے جابر بن عبد اللہؓ سے ہدی کے جانوروں پر سواری کے متعلق پوچھا تو

انہوں نے جواب میں فرمایا کہ میں نے سنا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم مجبور ہو جاؤ اس کی سواری پر تو نرمی سے اس پر سوار ہو، جب تک کہ تمہیں کوئی اور سواری نہ مل جائے۔

تخریج: صحيح مسلم - الحج (١٣٢٤) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨٠٢) سنن أبي داود - المناسك (١٧٦١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣١٧/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٢٤/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٢٥/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٤٨/٣)

١٨ - بَابٌ فِي الْهَدْيِ إِذَا عَطِبَ قَبْلَ أَنْ يَبْلُغَ

باب اس ہدی کے حکم کے بارے میں جو اپنے مقام پر پہنچنے سے پہلے ہلاک ہو جائے

ہدی اگر اپنے محل یعنی حرم تک پہنچنے سے قبل ہلاک ہونے لگے تو کیا کیا جائے؟

١٧٦٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ نَاجِيَةَ الْأَسْلَمِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مَعَهُ بِهَدْيٍ فَقَالَ: «إِنْ عَطِبَ مِنْهَا شَيْءٌ فَانْحَرْهُ، ثُمَّ اصْبُغْ نَعْلَهُ فِي دَمِهِ، ثُمَّ خَلِّ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّاسِ».

ترجمہ: ناجیہ اسلمی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے ہمراہ ہدی بھیجی اور فرمایا کہ اگر ان میں سے کوئی ہلاک ہو جائے (یعنی قریب ہلاک ہونے کے ہو) تو اس کو ذبح کر کے اس کے جوتے اس کے خون میں ڈبو کر اسے لوگوں کے واسطے چھوڑ دینا۔

تخریج: جامع الترمذي - الحج (٩١٠) سنن أبي داود - المناسك (١٧٦٢) سنن ابن ماجه - المناسك (٣١٠٦) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٣٤/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٣٤/٤) موطأ مالك - الحج (٨٦٢) سنن الدارمي - المناسك (١٩٠٩)

شرح الحدیث: باب کی یہ پہلی حدیث ہے، اس کے راوی ناجیہ بن جندب اسلمیؓ ہیں اور دوسری حدیث جس کے راوی ابن عباسؓ ہیں اس میں اس طرح ہے: بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فُلَانًا الْأَسْلَمِيَّ۔ اس میں فلان سے مراد ناجیہ بن جندب ہی ہیں، یہ دوسری حدیث صحیح مسلم میں بھی ہے وہاں بھی نام کی تصریح نہیں بلکہ بَعَثَ مَعَ رَجُلٍ ہے۔ خلاصہ حدیث کا یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے جبکہ آپ عمرۃ الحدیبیہ کیلئے تشریف لے جارہے تھے اپنی ہدایا کا نگراں اور سائق ناجیہ بن جندب اسلمیؓ کو بنایا، اس پر انہوں نے آپ سے سوال کیا کہ اگر ان میں سے کوئی ہدی ضائع اور ہلاک ہونے لگے تو اسکا کیا کیا جائے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس کو ذبح کر کے اس کے خون میں نعل کو تر کر کے اس کے کوہان پر مل دیں اور پھر اس کو وہیں چھوڑ کر آگے چل دیں۔

١٧٦٣ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَمُسَدَّدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، وَهَذَا حَدِيثُ مُسَدَّدٍ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ، عَنْ مُوسَى بْنِ سَلَمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فُلَانًا الْأَسْلَمِيَّ، وَبَعَثَ مَعَهُ بِثَمَانِ عَشْرَةَ بَدَنَةً، فَقَالَ: أَرَأَيْتَ إِنْ أُزْحِفَ عَلَيَّ مِنْهَا شَيْءٌ قَالَ: «تَنْحَرُهَا، ثُمَّ تَصْبُغُ نَعْلَهَا فِي دَمِهَا، ثُمَّ اضْرِبْهَا عَلَى صَفْحَتِهَا، وَلَا تَأْكُلْ مِنْهَا أَنْتَ وَلَا أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِكَ - أَوْ قَالَ - مِنْ أَهْلِ رُفْقَتِكَ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الَّذِي تَفَرَّدَ

بِهِ مِنْ هَذَا الْحَدِيثِ قَوْلُهُ «وَلَا تَأْكُلْ مِنْهَا أَنْتَ وَلَا أَحَدٌ مِنْ رُفْقَتِكَ» وَقَالَ: فِي حَدِيثِ عَبْدِ الْوَارِثِ، «ثُمَّ اجْعَلْهُ عَلَى صَفْحَتِهَا» مَكَانَ «اضْرِبْهَا» . قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ يَقُولُ: إِذَا أَقَمْتَ الْإِسْنَادَ وَالْمَعْنَى كَفَاكَ.

ترجمہ موسیٰ بن سلمہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فلاں اسلمی شخص کو بھیجا اور اسکے ساتھ اٹھارہ ہدی کے اونٹ بھیج دیئے تو اس نے پوچھا کہ اگر ان میں سے کوئی اونٹ راستے میں تھک کر بیٹھ جائے (اور مرنے کے قریب ہو جائے) تو میں کیا کروں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اس کو ذبح کرکے اس کے جوتے اس کے خون میں رنگ دینا پھر اس کے چہر الگا دینا اور تم اور تمہارے ساتھیوں میں سے کوئی اس میں سے کچھ نہ کھائے یا فرمایا کہ تمہارے ساتھ کے لوگوں میں سے کچھ نہ کھائے اور عبد الوارث کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں: اس جانور کے اوپر ڈالے ہوئے قلادہ کے جوتے کو اسکی کوہان کی ایک جانب کر دینا۔

تخریج صحيح مسلم - الحج (١٣٢٥) صحيح مسلم - الحج (١٣٢٦) سنن أبي داود - المناسك (١٧٦٣) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٢١٧) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٢٧٩)

شرح الحديث وَبَعَثَ مَعَهُ بِثَمَانِ عَشْرَةَ بَدَنَةً: ان ہدایا کی تعداد اٹھارہ تھی، مسلم کی ایک روایت میں تو تعداد یہی مذکور ہے اور ایک روایت میں ست عشرۃ ہے، امام نوویؒ فرماتے ہیں: ہو سکتا ہے تعدد واقعہ ہو اور پھر آگے فرماتے ہیں یہ بھی ممکن ہے کہ یوں کہا جائے مفہوم عدد معتبر نہیں ست عشر والی روایت میں زائد کی نفی نہیں ہے [1]۔ یہ حدیث اور اس مضمون کا ترجمۃ الباب صحیح بخاری میں نہیں ہے باقی کتب صحاح میں ہے۔

وَلَا تَأْكُلْ مِنْهَا أَنْتَ وَلَا أَحَدٌ مِنْ رُفْقَتِكَ: ترجمۃ الباب میں جو مسئلہ مذکور ہے حدیث کا یہ ٹکڑا گویا اس کا جواب اور حکم ہے۔

مسئلة الباب میں مذاہب ائمہ: وہ یہ کہ اس قسم کی ہدی کا لحم نہ تو مہدی کیلئے جائز ہے اور نہ اسکے رفقاء کیلئے، امام شافعیؒ واحمدؒ کا مسلک تو مطلقاً یہی ہے اور امام مالکؒ فرماتے ہیں مہدی کیلئے تو مطلقاً جائز نہیں اور رفقاء کیلئے مطلقاً جائز ہے اور حنفیہ کہتے ہیں مہدی کا حکم تو یہی ہے اور رفقاء کیلئے یہ نہی اس صورت میں ہے جبکہ وہ غنی ہوں اور اگر وہ فقراء ہوں تو کھا سکتے ہیں۔

یہ حکم اور اختلاف مذکور ہدی تطوع میں ہے [2] اور ہدی واجب کا یہ حکم نہیں ہے، بلکہ اس کو مہدی اور رفقاء سب کھا سکتے ہیں کیونکہ ہدی واجب کا تو بدل مہدی پر واجب ہے ہی لہذا اس میں (ہلاک ہونے والی میں) اسکو اختیار ہے جو چاہے کرے۔

---

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج ج۹ ص ۷۸

[2] تنبیہ: امام ترمذیؒ نے جامع ترمذی (جامع الترمذي - الحج ۹۱) میں اسکی تصریح کی ہے اور امام شافعیؒ واحمدؒ دونوں کا مسلک ایک ہی لکھا ہے، ایسے ہی قاضی عیاض نے امام مالکؒ اور جمہور کا مسلک لکھا ہے اور ایسے ہی ابن قدامہ نے وھکذا مذھب الشافعي في کتاب الأم، لیکن امام نوویؒ نے شرح مسلم (ج۸ ص ۱۹۲) میں ہدی تطوع کے بجائے ہدی واجب کا یہ حکم لکھا ہے (گویا معاملہ برعکس کر دیا) اور ہدی تطوع کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ اس کا مہدی کو اختیار ہے جو چاہے کرے اور اسی کے موافق علامہ قسطلانیؒ اور علامہ عینیؒ نے لکھا ہے، حضرت شیخ نے اوجز المسالک میں اسی کو ترجیح دی ہے جو ہم نے اصل شرح میں لکھا ہے، ۱۲۔

تکمیل: اب یہاں ایک مسئلہ اور قابل ذکر ہے جو ترجمۃ الباب والے مسئلے کا مقابل ہے وہ یہ کہ جو ہدی اپنے محل میں پہونچ کر ذبح ہو گئی ہو اسکا حکم کیا ہے اسکو مہدی کھا سکتا ہے یا نہیں؟ جواب اسکا یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے وہ یہ کہ اما الهدى الذى بلغ محله فيجوز الأكل من دم التمتع القران والتطوع دون ماسواها اعنى دم الجناية عندنا الحنفية والحنابلة وقريب منه مذهب المالكية، وعند الشافعي لايجوز الأكل من الدماء الواجبة حتى دم التمتع والقران بل يجوز التطوع فقط، اهـ من الأوجز۔

تنبیہ: بعض نسخوں میں یہ باب حدیث ابن عباسؓ پر آکر ختم ہو گیا ہے اور آگے جو تین حدیثیں اور آرہی ہیں ان سے پہلے ان نسخوں میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھا ہوا ہے جسکی وجہ بظاہر یہ ہے کہ اس پر سنن ابوداود کے بتیس اجزاء میں سے دسواں جزء ختم ہوا ہے اور حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ سے الجزء الحادي عشر شروع ہوا، پس شاید ابتداء جزء ہونیکی وجہ سے بِسْمِ اللّٰهِ لکھ دی گئی ہو، نیز ایسا معلوم ہوتا ہے بِسْمِ اللّٰهِ کے بعد حدیث شروع ہونے سے قبل کوئی ترجمۃ الباب ہو گا جو ناسخین سے لکھنے میں ساقط ہو گیا کیونکہ اب جو تین حدیثیں اس باب میں مزید آرہی ہیں انکو اس موجودہ ترجمۃ الباب سے قطعا مناسبت نہیں ہے (عون [1])۔

١٧٦٤ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، وَيَعْلَى ابْنَا عُبَيْدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: «لَمَّا نَحَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُدْنَهُ فَنَحَرَ ثَلَاثِينَ بِيَدِهِ، وَأَمَرَنِي فَنَحَرْتُ سَائِرَهَا».

ترجمہ عبد الرحمٰن بن ابی لیلی حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اپنے اونٹوں کو نحر فرمایا تو تیس اونٹوں کو تو خود نحر فرمایا اور مجھے حکم فرمایا تو میں نے باقی ساروں کو نحر کیا۔

تخریج صحيح البخاري - الحج (١٦٢١) سنن أبي داود - المناسك (١٧٦٤)

شرح الحدیث اور روایات مختلفہ کی توجیہ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: «لَمَّا نَحَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُدْنَهُ فَنَحَرَ ثَلَاثِينَ بِيَدِهِ، وَأَمَرَنِي فَنَحَرْتُ سَائِرَهَا»: حجۃ الوداع میں آپ ﷺ کی ہدایا کی تعداد ایک سو (١٠٠) تھی جیسا کہ روایات میں مشہور ہے، اسکے بعد سمجھیے کہ حدیث جابرؓ جو حجۃ الوداع کے سلسلے میں بڑی طویل حدیث ہے اور آگے کتاب میں مستقل باب میں آرہی ہے اس میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے سو اونٹوں میں سے ثلاث وستین کے نحر اپنے دست مبارک سے کیا اور باقی سینتیس کا حضرت علیؓ نے اور اس موجودہ روایت میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے بنفس نفیس صرف تیس کا نحر فرمایا، اس تعارض کے متعدد جوابات ہیں:

① تعدد واقعہ یعنی ہو سکتا ہے کہ یہ حجۃ الوداع کے علاوہ دوسرا قصہ ہو، ② ذکر القليل لاينفي الكثير، ③ حديث جابرؓ الطويل

[1] عون المعبود شرح سنن أبي داود ج ٥ ص ١٨٤

بنسبت اس حدیث کے اصح ہے، ④ ایک حدیث کے بعد ایک اور حدیث آرہی ہے جس میں یہ ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نحر کا ارادہ کیا تو فرمایا: ابو حسن (علیؓ) کو بلاؤ جب وہ آگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: «خُذْ بِأَسْفَلِ الْحَرْبَةِ»، وَأَخَذَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَعْلَاهَا۔ چنانچہ دونوں نے ملکر نحر کیا۔ اس حدیث کے پیش نظر یہ کہا جائیگا کہ سو اونٹوں میں سے تیس اونٹ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا استعانت علیؓ ذبح کئے اور تینتیس باستعانت علیؓ (یہ کل تریسٹھ ہوگئے جس کا ذکر حدیث جابرؓ [1] میں ہے) اور باقی سینتیس حضرت علیؓ نے تن تنہا کئے، بحمد اللہ تعالیٰ تینوں حدیثوں میں تطبیق ہوگئی۔

۱۷۶۵- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا عِيسَى، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، أَخْبَرَنَا عِيسَى، وَهَذَا لَفْظُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ ثَوْرٍ، عَنْ رَاشِدِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ لُحَيٍّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ قُرْطٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّ أَعْظَمَ الْأَيَّامِ عِنْدَ اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَوْمُ النَّحْرِ، ثُمَّ يَوْمُ الْقَرِّ» . قَالَ عِيسَى، قَالَ ثَوْرٌ: وَهُوَ الْيَوْمُ الثَّانِي. وَقَالَ: وَقُرِّبَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدَنَاتٌ خَمْسٌ أَوْ سِتٌّ فَطَفِقْنَ يَزْدَلِفْنَ إِلَيْهِ بِأَيَّتِهِنَّ يَبْدَأُ. فَلَمَّا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا . قَالَ: فَتَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ خَفِيَّةٍ لَمْ أَفْهَمْهَا . فَقُلْتُ: مَا قَالَ؟ قَالَ: «مَنْ شَاءَ اقْتَطَعَ».

ترجمہ عبد اللہ بن قرط نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب دنوں میں عظمت والا دن یوم النحر ہے پھر حج کے ارکان سے فراغت والا دن ہے اور وہ (نحر کے بعد) دوسرا دن ہوتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پانچ چھ اونٹیاں اس طرح آرہی تھیں جو از خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آرہی تھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس سے ابتداء فرماتے ہیں، پھر جب ان اونٹنیوں کے پہلو زمین پر گر پڑے تو راوی فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آہستہ سے کوئی بات کہی جو میں نہ سمجھ سکا تو میں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو چاہے اس میں سے گوشت کاٹ لے۔

تخریج سنن أبي داود - المناسك (١٧٦٥) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/ ٣٥٠)

شرح الحديث وَقُرِّبَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدَنَاتٌ خَمْسٌ أَوْ سِتٌّ فَطَفِقْنَ يَزْدَلِفْنَ إِلَيْهِ بِأَيَّتِهِنَّ يَبْدَأُ: جن ہدایا کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے نحر کیا تھا ان میں سے پانچ یا چھ ایسی تھیں جو از خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آرہی تھیں کہ دیکھئے! کس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابتداء فرماتے ہیں، اللہ اکبر کس قدر خوش قسمت تھیں یہ اونٹنیاں کہ ان میں سے ہر ایک یہ چاہتی تھی کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے پہلے ذبح ہو جاؤں، حضرت شیخ قدس سرہ اس حدیث کو پڑھاتے ہوئے رو پڑتے تھے اور یہ شعر پڑھتے تھے:

ع همه آهوان صحرا سر خود نهاده بر کف بامید آنکه روزے بشکار خواہی آمد (امیر خسرو)

[1] تو گویا حدیث جابرؓ میں جو یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تریسٹھ ذبح کئے یعنی مطلقاً خواہ تن تنہا یا باستعانت علیؓ ۱۲۔

وقال آخر

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت ۔۔۔ سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی (عراقی)

وایضاً [1]

داغ جاتے ہیں تو مقتل میں پر اول سب سے ۔۔۔ دیکھیے وار کرے وہ ستم آرا کس پر

فَلَمَّا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا: وجوب کے معنی سقوط کے ہیں یعنی جب ان اونٹنیوں کے پہلو زمین پر گر پڑے یعنی وہ ذبح ہو گئیں تو آپ ﷺ نے آہستہ سے فرمایا ممکن ہے اس کا منشا رقت ہو جس کا ایسے وقت میں طاری ہونا ظاہر ہے۔

۱۷۶۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ حَرْمَلَةَ بْنِ عِمْرَانَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ الْأَزْدِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ عُرْفَةَ بْنَ الْحَارِثِ الْكِنْدِيَّ، قَالَ: شَهِدْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَأُتِيَ بِالْبُدْنِ فَقَالَ: «ادْعُوا لِي أَبَا حَسَنٍ» فَدُعِيَ لَهُ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَقَالَ لَهُ: «خُذْ بِأَسْفَلِ الْحَرْبَةِ» وَأَخَذَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَعْلَاهَا، ثُمَّ طَعَنَا بِهَا فِي الْبُدْنِ فَلَمَّا فَرَغَ رَكِبَ بَغْلَتَهُ وَأَرْدَفَ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ.

ترجمہ: عبد اللہ بن حارث ازدی سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے عرفہ بن الحارث سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے حجۃ الوداع کے موقع پر موجود تھا تو ہدی کے اونٹ لائے گئے تو آپ نے فرمایا کہ میرے پاس ابو حسن کو بلاؤ، تو حضرت علیؓ کو بلایا گیا جب حضرت علیؓ آئے تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اس کو نچلے حصے سے پکڑو اور آپ ﷺ نے اوپر کے حصے سے پکڑا پھر دونوں نے ملکر اونٹوں کو نحر کیا۔ پھر جب اس کام سے فارغ ہو گئے تو آپ ﷺ اپنے خچر پر سوار ہوئے اور حضرت علیؓ کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھایا۔

۱۹ - بَابُ كَيْفَ تُنْحَرُ الْبُدْنُ

باب اونٹوں کو نحر کرنے کا کیا طریقہ ہے

بدن بدنہ کی جمع ہے یہ پہلے گزر چکا ہے بدنہ میں اصل تو ابل ہے ویسے اس کا اطلاق بقرہ پر بھی آتا ہے لیکن یہاں مراد ابل ہی ہے۔

نحر اور ذبح میں فرق: نحر کہتے ہیں لبہ یعنی سینہ کے قریب کی عروق کے قطع کرنے کو نیزہ وغیرہ سے، اس طور پر کہ ایک ہی بار کام تمام ہو جائے اور ذبح کہتے ہیں ٹھوڑی کے نیچے سے قطع عروق [2] کو جس میں عادتاً مکرر سہ کرر ہاتھ چلانا پڑتا ہے، الحاصل محل نحر اسفل عنق ہے، اور محل ذبح اعلی العنق، قال العینی والذبح هو قطع العروق التي في أعلى العُنُق تحت اللحيين،

---

[1] یہ تینوں اشعار حضرت شیخ کی تالیف جزء حجۃ الوداع میں بھی مذکور ہیں ۱۲۔ (حجۃ الوداع وعمرات النبی ﷺ مترجم — ص ۱۵۸-۱۵۹)

[2] سکین کے ذریعہ سے۔

والنحر يكون في اللبة، كما أن الذبح يكون في الحلق [1]۔ پھر نحر کی دو صورتیں ہیں ایک قائمۃ دوسرے بارکۃ یعنی اونٹنی کو کھڑے کھڑے نحر کرنا یا بٹھا کر، افضل قائماً ہی ہے، جائز بارکۃً بھی ہے، لیکن قائمۃً میں خطرہ ہوتا ہے اس کے بدکنے اور بھاگنے کا۔ اونٹ میں مسنون نحر ہے اور غنم وبقر میں ذبح، لہٰذا ذبح کی جگہ نحر اور نحر کی جگہ ذبح مکروہ ہے۔ اور ذبح میں اصل طریقہ مضطجعاً ہے اور قائماً خلاف اولیٰ ہے۔ یہ تمام تفصیل جو لکھی گئی ائمہ اربعہ کا مسلک ہے حنفیہ اور باقی ائمہ ثلاثہ کا اس میں کوئی اختلاف نہیں، لیکن عام طور سے شراح حدیث نے یہ لکھا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک نحر میں اطلاق ہے، قائمۃً وبارکۃً دونوں برابر ہیں، حالانکہ ایسا نہیں ہمارے یہاں بھی نحر میں اصل طریقہ وافضل قائمۃً ہی ہے، جیسا کہ کتب احناف میں مصرح ہے۔ شراح سے نقل مذہب میں چوک ہوگئی جس کا منشاء بظاہر وہ قصہ ہے جو امام صاحب سے منقول ہے وہ یہ کہ امام صاحب فرماتے ہیں میں ایک مرتبہ نحر کر رہا تھا بدنہ کا قائمۃً لیکن میں اس پر قابو نہ پاسکا اور وہ اونٹ بھاگ پڑا، قریب تھا کہ بہت سے لوگ اس کی زد میں آکر ہلاک ہوجائیں تو اس پر میں نے عزم کرلیا کہ آئندہ ہمیشہ اونٹ کا نحر بارکۃً ہی کرونگا، ہاں حسن بصری اور عطاء کا اس میں اختلاف ہے، علامہ باجیؒ نے حسنؒ کا اور ابن قدامہؒ نے عطاءؒ کا مسلک یہ نقل کیا ہے کہ ان دونوں کے نزدیک نحر بارکۃً اولیٰ ہے (بذل وأوجز [2])۔

هل يجوز نحر مايذبح وذبح ماينحر: یہاں ایک مسئلہ اور ہے نحر کی جگہ ذبح کو اور ذبح کی جگہ نحر کو اختیار کرنا کیسا ہے؟ جواب [3] یہ ہے کہ ایسا کرنا داؤد ظاہری کے نزدیک حرام ہے اور اگر کیا تو اس کا کھانا بھی حلال نہیں اور جمہور علماء وائمہ ثلاثہ کے نزدیک ایسا کرنا صرف مکروہ ہے ائمہ میں سے امام مالک کا اس میں اختلاف ہے ان کے نزدیک ابل میں نحر اور غنم میں ذبح واجب ہے اور اگر اسکے خلاف کیا گیا تو پھر اسکا کھانا حلال نہیں ہے لیکن یہ مسئلہ انکے یہاں حالت اختیار میں ہے اور اگر مجبوراً ایسا کیا گیا تو کچھ مضائقہ نہیں اور بقر میں انکے نزدیک ذبح صرف اولیٰ ہے واجب نہیں لہٰذا اگر اسکا نحر کیا گیا تو جائز ہے (أوجز ج ۳ ص ٤٩٥)۔

۱۷٦۷- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، وَأَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَابِطٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابَهُ كَانُوا «يَنْحَرُونَ الْبَدَنَةَ مَعْقُولَةَ الْيُسْرَى قَائِمَةً عَلَى مَا بَقِيَ مِنْ قَوَائِمِهَا».

عبد الرحمٰن بن سابط نے بیان کیا کہ آپ ﷺ اور حضور ﷺ کے صحابہ کرامؓ اونٹ کو اس طرح

[1] عمدة القاري شرح صحيح البخاري - ج ١٠ ص ٤٧

[2] أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ٧ ص ٥٠٢، بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٨ ص ٣٦٥

[3] وفي الأوجز قال الحافظ: ونحر البقر جائز عند الجمهور، والمستحب الذبح لقوله تعالى: أَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً وفيه خلاف الحسن بن صالح اهـ۔ دراصل اس میں اسہل کو دیکھا گیا ہے کہ جس حیوان کے حق میں جو صورت اسہل تھی اس کو اختیار کیا ہے۔ اونٹ کے حق میں اسہل نحر ہے اس لئے اس میں نحر اولیٰ ہے اور غنم وبقر میں اسہل ذبح ہے اسی لئے وہاں ذبح اولیٰ ہے، ۱۲۔

نحر فرمایا کرتے کہ اس کا بایاں ہاتھ بندھے ہوئے ہوتا اور وہ اپنے تین پاؤں پر کھڑا ہوتا۔

۱۷۶۸- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا يُونُسُ، أَخْبَرَنِي زِيَادُ بْنُ جُبَيْرٍ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ بِمِنًى فَمَرَّ بِرَجُلٍ وَهُوَ يَنْحَرُ بَدَنَتَهُ وَهِيَ بَارِكَةٌ. فَقَالَ: «ابْعَثْهَا قِيَامًا مُقَيَّدَةً سُنَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

ترجمہ: زیاد بن جبیر فرماتے ہیں کہ میں ابن عمرؓ کے ساتھ منیٰ میں تھا تو ان کا گزر ایک شخص پر سے ہوا جو اپنے اونٹ کو بیٹھنے کی حالت میں نحر کر رہا تھا تو انہوں نے فرمایا کہ اس اونٹ کو کھڑا کرو اور باندھ کر (اس حال میں کہ اس کا بایاں ہاتھ بندھا ہوا ہو) کھڑے کھڑے نحر کرو، یہ حضرت محمد ﷺ کی سنت ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الحج (١٦٢٧) صحيح مسلم - الحج (١٣٢٠) سنن أبي داود - المناسك (١٧٦٨) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٣/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٨٦/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٣٩/٢) سنن الدارمي - المناسك (١٩١٤)

شرح الحدیث: ابْعَثْهَا قِيَامًا مُقَيَّدَةً: ابْعَثْهَا یعنی أقمها اور قِيَامًا بمعنی قائمةً حال مؤکدہ ہے اور مُقَيَّدَةً یا تو حال ثانی ہے یا ما قبل کی صفت ہے، یعنی حضرت ابن عمرؓ کا گزر ایک شخص پر ہوا جو اپنے اونٹ کا نحر بارکۃً (بٹھا کر) کر رہا تھا، اس پر انہوں نے فرمایا کھڑا کر اسکو اس حال میں کہ یہ مقید ہو یعنی اس کا بایاں ہاتھ باندھا ہوا ہو (جیسا کہ نحر کی صورت میں ہوا کرتا ہے)۔

سُنَّةَ مُحَمَّدٍ ﷺ: سُنَّةَ منصوب بنزع الخافض ہے ای علی سنة یا بتقدیر الزم اور یا مرفوع ہے ھی سنة محمد ﷺ۔

۱۷۶۹- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ يَعْنِي ابْنَ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ الْجَزَرِيِّ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: أَمَرَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَقُومَ عَلَى بُدْنِهِ وَأَقْسِمَ جُلُودَهَا وَجِلَالَهَا، وَأَمَرَنِي أَنْ لَا أُعْطِيَ الْجَزَّارَ مِنْهَا شَيْئًا. وَقَالَ: «نَحْنُ نُعْطِيهِ مِنْ عِنْدِنَا».

ترجمہ: عبد الرحمن بن ابی لیلی حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں آپ ﷺ کے اونٹوں کے پاس کھڑا رہوں اور اسکی کھال اور جھول کو بانٹ دوں (فقراء میں) اور قصائی کو اس میں سے کچھ نہ دوں اور فرمایا کہ ہم اسے اجرت اپنے پاس سے خود دیں گے۔

تخریج: صحيح البخاري - الحج (١٦٢١) صحيح البخاري - الحج (١٦٢٩) صحيح البخاري - الحج (١٦٣٠) صحيح البخاري - الحج (١٦٣١) صحيح البخاري - الوكالة (٢١٧٧) صحيح مسلم - الحج (١٣١٧) سنن أبي داود - المناسك (١٧٦٩) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٩٩) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١٤٣/١) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١٥٤/١) سنن الدارمي - المناسك (١٩٤٠)

٢٠- بَابٌ فِي وَقْتِ الْإِحْرَامِ

باب احرام باندھنے کے وقت کے بیان میں

یہاں دو چیزیں ہیں: ① ایک مکان احرام یعنی محل احرام جس کو میقات کہتے ہیں اس کا باب شروع میں گزر چکا، ② دوسری چیز زمان اور وقت احرام جس کو مصنف یہاں سے بیان کر رہے ہیں۔

جاننا چاہئے احرام کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اولاً آدمی سلے ہوئے کپڑے اتار دے اور احرام کے نام کی دو چادریں پہن کر دو رکعت تحیۃ الاحرام پڑھے (احرام کی چادر سے سر ڈھانپ کر)، پھر سلام پھیرنے کے بعد سر کو کھولدے اور حج یا عمرہ جو بھی مقصود ہو اسکی نیت سے تلبیہ پڑھے، بس اب وہ محرم ہو گیا۔ الحاصل بارادۂ نسک تلبیہ پڑھنے کا نام ہی احرام ہے۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ احرام مصلیٰ ہی میں بیٹھے بیٹھے مستقبل قبلہ باندھ لے۔ حنفیہ وحنابلہ کے یہاں اولیٰ یہی ہے اور شافعیہ کے نزدیک اولیٰ یہ ہے کہ نماز سے فارغ ہونیکے بعد جب سواری پر سوار ہو کر میقات سے روانہ ہونے لگے اس وقت تلبیہ پڑھ کر محرم بنے، وعن مالك روایتان، یہ ترجمۃ الباب والے مسئلہ کی تشریح ہوئی۔

١٧٧٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ يَعْنِي ابْنَ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنِي خُصَيْفُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْجَزَرِيُّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: قُلْتُ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ: يَا أَبَا الْعَبَّاسِ، عَجِبْتُ لِاخْتِلَافِ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي إِهْلَالِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أَوْجَبَ، فَقَالَ: "إِنِّي لَأَعْلَمُ النَّاسِ بِذَلِكَ إِنَّهَا إِنَّمَا كَانَتْ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَّةٌ وَاحِدَةٌ، فَمِنْ هُنَاكَ اخْتَلَفُوا، خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجًّا فَلَمَّا صَلَّى فِي مَسْجِدِهِ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْهِ أَوْجَبَ فِي مَجْلِسِهِ، فَأَهَلَّ بِالْحَجِّ حِينَ فَرَغَ مِنْ رَكْعَتَيْهِ، فَسَمِعَ ذَلِكَ مِنْهُ أَقْوَامٌ فَحَفِظْتُهُ عَنْهُ، ثُمَّ رَكِبَ فَلَمَّا اسْتَقَلَّتْ بِهِ نَاقَتُهُ أَهَلَّ، وَأَدْرَكَ ذَلِكَ مِنْهُ أَقْوَامٌ، وَذَلِكَ أَنَّ النَّاسَ إِنَّمَا كَانُوا يَأْتُونَ أَرْسَالًا، فَسَمِعُوهُ حِينَ اسْتَقَلَّتْ بِهِ نَاقَتُهُ يُهِلُّ، فَقَالُوا: إِنَّمَا أَهَلَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ اسْتَقَلَّتْ بِهِ نَاقَتُهُ، ثُمَّ مَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا عَلَا عَلَى شَرَفِ الْبَيْدَاءِ أَهَلَّ، وَأَدْرَكَ ذَلِكَ مِنْهُ أَقْوَامٌ، فَقَالُوا: إِنَّمَا أَهَلَّ حِينَ عَلَا عَلَى شَرَفِ الْبَيْدَاءِ، وَايْمُ اللهِ لَقَدْ أَوْجَبَ فِي مُصَلَّاهُ، وَأَهَلَّ حِينَ اسْتَقَلَّتْ بِهِ نَاقَتُهُ، وَأَهَلَّ حِينَ عَلَا عَلَى شَرَفِ الْبَيْدَاءِ". قَالَ سَعِيدٌ: فَمَنْ أَخَذَ بِقَوْلِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَهَلَّ فِي مُصَلَّاهُ إِذَا فَرَغَ مِنْ رَكْعَتَيْهِ.

ترجمہ سعید بن جبیر سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے کہا کہ مجھے نبی کریم ﷺ کے صحابہ کے نبی کریم ﷺ کے احرام باندھنے کے صحیح وقت کے بارے میں اختلاف پر تعجب ہوتا ہے، تو انہوں نے جواب دیا کہ میں اس بارے میں سب لوگوں سے زیادہ جانتا ہوں کیونکہ حضور ﷺ کو (بعد الہجرت) ایک ہی حج کرنے کی نوبت آئی تو ہجوم کی وجہ سے صحابہ میں اختلاف ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ حج کے لئے نکلے تو جب آپ ﷺ نے ذو الحلیفہ میں مسجد میں دو رکعات

پڑھیں تو وہیں حج کا احرام باندھا اور دو رکعت کی ادائیگی کے بعد ہی حج کا تلبیہ پڑھا تو بہت سے لوگوں نے آپ کا تلبیہ سنا تو ان لوگوں نے اسی کو یاد رکھا اسکے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر سوار ہوئے تو جب آپ کی اونٹنی سیدھی کھڑی ہوئی تو آپ نے تلبیہ پڑھا تو بہت سے لوگوں نے اس وقت تلبیہ سنا اور یہ اسلیئے کہ لوگ الگ الگ جگہوں سے قافلوں کی صورت میں آرہے تھے تو بعض نے تلبیہ اسی وقت سنا جس وقت کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی آپ کو لیکر سیدھی کھڑی ہوئی تو ان لوگوں نے یہ کہہ دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسوقت حج کا تلبیہ پڑھا جبکہ آپ کی اونٹنی آپ کو لیکر کھڑی ہوئی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلے اور جب بیداء مقام کی چڑھائی پر چڑھے تو تلبیہ پڑھا اور بہت سے لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسوقت تلبیہ پڑھتے پایا تو کہنے لگے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیداء کی چڑھائی پر تلبیہ پڑھا اور اللہ کی قسم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کی دو رکعت پڑھنے کے بعد اسی جگہ پڑھ لیا تھا۔ پھر جب اونٹنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لیکر سیدھی ہوئی تب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلبیہ پڑھا تھا اور جب بیداء کی چڑھائی چڑھے تب بھی تلبیہ پڑھا۔ سعید راوی کہتے ہیں کہ جس نے حضرت ابن عباسؓ کا قول اختیار کیا اس نے احرام باندھنے کا طریقہ اختیار کیا ہے کہ جب آدمی احرام کی دو رکعت نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو تلبیہ پڑھ لے۔

تخریج: سنن أبي داود - المناسك (١٧٧٠) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٢٦٠)

شرح الحدیث: عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: قُلْتُ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ: يَا أَبَا الْعَبَّاسِ! عَجِبْتُ لِاخْتِلَافِ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي إِهْلَالِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اس سلسلے میں روایات حدیثیہ بھی مختلف ہیں، حدیث الباب میں یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے اس اختلاف روایات کا منشاء دریافت کیا گیا اس پر انہوں نے جو جواب ارشاد فرمایا اس کا حاصل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ (بعد الہجرۃ) ایک ہی حج کرنے کی نوبت آئی اس لئے ہجوم تھا جو سنتا رہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سال حج کو تشریف لے جارہے ہیں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قافلہ میں آکر شامل ہوتا رہا، غرض کہ سارے لوگ ایک ساتھ مدینہ سے روانہ نہیں ہوئے، پس جو شروع ہی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قریب تھے ان کا بیان تو یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مصلی ہی میں احرام باندھ لیا تھا اور جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور تھے مسجد ذوالحلیفہ سے باہر ان کو اس کی خبر نہ ہو سکی، پھر جب مسجد سے باہر دروازے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور سواری پر سوار [1] ہوتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلبیہ دوبارہ پڑھا تو ان لوگوں نے یہ سمجھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کی نیت اسی وقت کی ہے اور جو لوگ اس وقت بھی موجود نہیں تھے بلکہ اور آگے پہونچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قافلہ میں شامل ہوئے تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری بیداء پہاڑی پر چڑھ رہی تھی اور اس وقت پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلبیہ پڑھا تو ان لوگوں نے یہ سمجھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کی نیت اس وقت کی ہے۔

وَايْمُ اللهِ لَقَدْ أَوْجَبَ فِي مُصَلَّاهُ: بخدا حقیقت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام اپنے مصلی ہی میں باندھ لیا تھا۔

---

[1] حاجی کیلئے یہ مستحب کہ وہ جملہ تغیر احوال کے وقت تلبیہ پڑھے، بلندی پر چڑھتے وقت بھی، نیچے نشیب میں اترتے وقت بھی، قافلوں سے ملاقات کے وقت وغیرہ وغیرہ، ۱۲۔

۱۷۷۱- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: بَيْدَاؤُكُمْ هَذِهِ الَّتِي تَكْذِبُونَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا «مَا أَهَلَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِلَّا مِنْ عِنْدِ الْمَسْجِدِ يَعْنِي مَسْجِدَ ذِي الْحُلَيْفَةِ».

ترجمہ: سالم بن عبد اللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ یہ وہی بیداء پہاڑی ہے جس کے بارے میں تم لوگ رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھتے ہو کہ حضور ﷺ نے یہاں سے احرام باندھا حالانکہ آپ نے تو احرام مسجد ذوالحلیفہ کے قریب سے باندھا تھا۔

تخریج: صحيح البخاري - الحج (١٤٤٣) صحيح البخاري - الحج (١٤٥٩) صحيح البخاري - الحج (١٤٦٧) صحيح البخاري - الحج (١٤٧٩) صحيح البخاري - الحج (١٧٠٥) صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٧١٠) صحيح مسلم - الحج (١١٨٦) صحيح مسلم - الحج (١١٨٧) جامع الترمذي - الحج (٨١٨) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٥٧) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٥٨) سنن أبي داود - المناسك (١٧٧١) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩١٦) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٣/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢٩/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٣٧/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٦٦/٢) موطأ مالك - الحج (٧٤٠) موطأ مالك - الحج (٧٤٢)

شرح الحديث: بَيْدَاؤُكُمْ هَذِهِ الَّتِي تَكْذِبُونَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا: حضرت ابن عمرؓ ان حضرات کی تردید فرما رہے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے احرام بیداء پہاڑی پر پہنچ کر باندھا تھا، اس روایت کے الفاظ کے متبادر معنی یہ سمجھ میں آتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ جس وقت بیداء پہاڑی کے قریب سے گزر رہے تھے اس کو دیکھ کر آپ نے فرمایا یہ وہی پہاڑی ہے جس کے بارے میں بعض لوگ یہ غلط بات کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے یہاں سے احرام باندھا تھا، پھر اس کے بعد فرمایا کہ آپ ﷺ نے تو احرام مسجد ذوالحلیفہ کے قریب سے باندھا تھا (یعنی عند الركوب كما في رواية الصحيحين) اس حدیث میں ابن عمرؓ نے بعض صحابہؓ کی طرف کذب کی نسبت کی ہے، کذب کہتے ہیں خلاف واقع خبر دینے کی خواہ عمداً ہو یا سہواً وخطاً، والمراد ههنا الثاني۔ قال المنذري: وأخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه [1]

۱۷۷۲- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ جُرَيْجٍ، أَنَّهُ، قَالَ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، رَأَيْتُكَ تَصْنَعُ أَرْبَعًا لَمْ أَرَ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِكَ يَصْنَعُهَا، قَالَ: «مَا هُنَّ يَا ابْنَ جُرَيْجٍ»، قَالَ: رَأَيْتُكَ لَا تَمَسُّ مِنَ الْأَرْكَانِ إِلَّا الْيَمَانِيَيْنِ، وَرَأَيْتُكَ تَلْبَسُ النِّعَالَ السِّبْتِيَّةَ، وَرَأَيْتُكَ تَصْبُغُ بِالصُّفْرَةِ، وَرَأَيْتُكَ إِذَا كُنْتَ بِمَكَّةَ أَهَلَّ النَّاسُ إِذَا رَأَوُا الْهِلَالَ، وَلَمْ تُهِلَّ أَنْتَ حَتَّى كَانَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ، فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ: «أَمَّا الْأَرْكَانُ فَإِنِّي لَمْ أَرَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمَسُّ إِلَّا الْيَمَانِيَيْنِ، وَأَمَّا النِّعَالُ السِّبْتِيَّةُ فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُ النِّعَالَ الَّتِي

[1] عون المعبود شرح سنن أبي داود - ج ٥ ص ١٩١

لَيْسَ فِيهَا شَعَرٌ وَيَتَوَضَّأُ فِيهَا، فَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَلْبَسَهَا. وَأَمَّا الصُّفْرَةُ فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْبُغُ بِهَا، فَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَصْبُغَ بِهَا. وَأَمَّا الْإِهْلَالُ فَإِنِّي لَمْ أَرَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهِلُّ حَتَّى تَنْبَعِثَ بِهِ رَاحِلَتُهُ».

ترجمہ: عبید بن جریج سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کہا کہ اے ابو عبدالرحمن! میں نے آپ کو چار کام ایسے کرتے دیکھا ہے جن کو آپ کے اصحاب میں سے کوئی نہیں کرتا۔ انہوں نے پوچھا کہ وہ چار کام کیا ہیں؟ اے ابن جریج! میں نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ ① آپ بیت اللہ شریف کے ارکان اربعہ میں سے صرف دو رکن حجر اسود اور رکن یمانی کا استلام کرتے ہیں (یعنی رکنین شامیین کا استلام نہیں کرتے) اور میں نے دیکھا یہ کہ ② آپ ہمیشہ سبتی جوتے پہنتے ہیں (چمڑے کے صاف جوتے جن پر بال نہ ہوں) اور میں نے دیکھا کہ ③ آپ اپنے بالوں اور کپڑوں کو پیلے رنگ سے رنگتے ہیں اور میں نے دیکھا کہ ④ جب آپ مکہ میں ہوتے ہیں تو لوگ جب چاند دیکھتے ہیں یکم ذی الحجہ کو ہی احرام باندھ لیتے ہیں اور آپ یوم الترویہ سے پہلے احرام نہیں باندھتے (بلکہ خاص یوم الترویہ یعنی آٹھ ذی الحجہ کو ہی باندھتے ہیں) تو عبداللہ بن عمرؓ نے جواب دیا کہ ارکان میں سے میں نے رسول اللہ ﷺ کو صرف رکن یمانیین ہی کا استلام کرتے دیکھا ہے اور جو سبتی جوتوں کی بات ہے تو رسول اللہ ﷺ کو ایسے جوتے پہنتے دیکھا جن میں بال نہ تھے اور آپ ﷺ نے ان میں وضو فرمایا تو مجھے بھی یہ جوتے پہننا پسند ہے۔ اور جو خضاب اصفر کی بات ہے تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس سے خضاب کرتے دیکھا ہے اسلئے مجھے بھی پیلے رنگ سے رنگنا پسند ہے اور جہاں تک احرام باندھنے کی بات ہے تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے اسی وقت حج کا احرام باندھا تھا جب سواری آپ ﷺ کو لیکر کھڑی ہوئی تھی۔

تخریج: صحيح البخاري-الوضوء(١٦٤)صحيح البخاري-الحج(١٤٤٣)صحيح البخاري-الحج(١٤٧٨)صحيح البخاري-الحج(١٤٧٩)صحيح البخاري-الحج(١٥٣١)صحيح البخاري-الجهاد والسير(٢٧١٠)صحيح البخاري-اللباس(٥٥١٣)صحيح مسلم-الحج(١١٨٧)صحيح مسلم-الحج(١٢٦٧)سنن النسائي-الطهارة(١١٧)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٧٥٨)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٧٥٩)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٧٦٠)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٩٤٧)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٩٤٨)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٩٤٩)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٩٥٠)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٩٥١)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٩٥٢)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٩٥٣)سنن النسائي-الزينة(٥٠٨٥)سنن النسائي-الزينة(٥٢٤٤)سنن أبي داود-المناسك(١٧٧٢)سنن ابن ماجه-المناسك(٢٩١٦)سنن ابن ماجه-المناسك(٢٩٤٦)سنن ابن ماجه-اللباس(٣٦٢٦)موطأ مالك-الحج(٧٤١)موطأ مالك-الحج(٧٤٢)سنن الدارمي-المناسك(١٨٣٨)

شرح الحديث: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، رَأَيْتُكَ تَصْنَعُ أَرْبَعًا لَمْ أَرَ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِكَ يَصْنَعُهَا: ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ میں نے آپ کو چار کام ایسے کرتے دیکھا ہے جن کو آپ کے اصحاب میں سے اور کوئی نہیں کرتا (اس حصر پر اشکال ہے جس کو آگے ہم تشریح میں بیان کریں گے) اس پر انہوں نے پوچھا کہ وہ چار کام کیا کیا ہیں؟ اس نے کہا: ① میں نے دیکھا کہ آپ بیت اللہ شریف کے ارکان اربعہ میں سے صرف رکنین یمانیین کا استلام کرتے ہیں، یعنی رکنین شامیین کا استلام نہیں کرتے، ② اور ایک یہ کہ آپ ہمیشہ سبتی جوتے پہنتے ہیں (چمڑے کے صاف جوتے جن پر بال نہ ہوں)، ③ آپ زرد رنگ

کے کپڑے پہنتے ہیں یا مطلب یہ کہ آپ اپنے بالوں میں خضاب اصفر کرتے ہیں (ففيه قولان صبغ الثوب او صبغ الشعر)۔

④ جب آپ مکہ میں ہوتے ہیں تو میں نے دیکھا کہ اور لوگ یکم [1] ذی الحجہ کو ہی احرام باندھ لیتے ہیں اور آپ یوم الترویہ سے پہلے احرام نہیں باندھتے ہیں بلکہ خاص یوم الترویہ یعنی آٹھ ذی الحجہ کو باندھتے ہیں۔

جواب کا خلاصہ: حضرت ابن عمرؓ نے ان چاروں باتوں کا ترتیب وار جواب دیا، شروع کے تین کے بارے میں تو سب کا ایک ہی جواب دیا کہ میں نے حضور ﷺ کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے اور چوتھی چیز کے بارے میں وہ یہ تو فرما نہیں سکتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایسا ہی کیا ہے کیونکہ آپ ﷺ نے تو اواخر ذی قعدہ میں (۲۵ یا ۲۶ ذیقعدہ فیہ قولان) ذوالحلیفہ سے چلتے وقت احرام باندھا تھا، لیکن بہر حال باندھا تھا سفر کے شروع میں سوار ہوتے وقت اور جو لوگ پہلے سے مکہ میں مقیم ہوتے ہیں (جنکے بارے میں گفتگو ہو رہی ہے) ان کے سفر کی ابتداء چونکہ یوم الترویہ ہی کو ہوتی ہے (کہ اس دن وہ مکہ سے سوار ہو کر منیٰ کی طرف جاتے ہیں) اسی لئے ابن عمرؓ بھی اس وقت احرام باندھتے تھے تاکہ ایک لحاظ سے حضور ﷺ کا اتباع ہو جائے یعنی عند الرکوب۔

ان افعال اربعہ میں سے بعض ایسے ہیں کہ جن کو سبھی حضرات یا کم از کم اکثر لوگ کرتے ہیں تو پھر سائل کا یہ حصر کرنا کہ آپ کے علاوہ کوئی ان کو نہیں کرتا کیسے صحیح ہے؟ اس کے جواب میں یا تو یہ کہا جائے کہ یہ بات سائل نے اپنے علم کے اعتبار سے کہی اور یا یہ کہیئے کہ اس کی مراد یہ ہے کہ ان چاروں کا مجموعہ سوائے آپ کے اور کوئی نہیں کرتا، لہذا مجموعہ کے لحاظ سے حصر صحیح ہو سکتا ہے (قسطلانی اشارۃً) ان چار میں سے اول اور آخر یہ دو ذرا تشریح طلب ہیں آخر کی تشریح تو ہو گئی اور اول کی یہ ہے کہ:

بیت اللہ کے ارکان اربعہ: جاننا چاہیئے بیت اللہ کے چار ارکان ہیں جو طواف کی ترتیب کے لحاظ سے یہ ہیں: ① رکن حجر اسود یعنی وہ کونہ جس میں حجر اسود نصب ہے اسی سے طواف کی ابتداء ہوتی ہے، ② رکن عراقی، ③ رکن شامی یہ دونوں بجانب حطیم ہیں اور ان دونوں کو تغلیباً رکنین شامیین کہتے ہیں، اور ④ چوتھا رکن رکن یمانی [2] ہے، رکن یمانی اور رکن اسود دونوں کو تغلیباً یمانیین کہتے ہیں، جیسا کہ یہاں حدیث میں ہے، ان چار میں سے صرف دو رکن، رکن اسود اور رکن یمانی کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ قواعد ابراہیمی پر ہیں، اور باقی دو یعنی شامیین قواعد [3] ابراہیمی پر نہیں ہیں اس لئے صرف یمانیین ہی کا استلام ہوتا ہے اور چونکہ

---

[1] اس میں مذاہب ائمہ یہ ہیں امام مالکؒ کے نزدیک یکم ذی الحجہ ہی کو باندھنا اولی ہے اور شافعیہ و حنابلہ کے نزدیک یوم الترویہ کو اور حنفیہ کے نزدیک کلما قدمه فهو افضل (حاشية بذل المجهود في حل أبي داود - ج ۸ ص ۳۷۳)۔

[2] ان ارکان کے جہات کی تعیین اس طرح ہے: الاول فی الجنوب الشرقی، والثانی فی الشمال الشرقی، والثالث فی الشمال الغربی، والرابع فی الجنوب الغربی، وباب الكعبة شرقی، اھ (تكملة منهل)۔

[3] حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے کا واقعہ ہے کہ کفار قریش نے بیت اللہ شریف کی از سر نو تعمیر کی تھی۔ تعمیر کی ابتداء رکنین یمانین کی جانب سے کی تھی لیکن موجودہ رکنین شامیین تک پہنچنے کے بعد اندازہ ہوا کہ اس تعمیر پر خرچ کرنے کیلئے جو مال طیب ہم نے جمع کیا ہے اگر اس عمارت کو ہم آگے تک لے گئے جہاں تک یہ پہلے سے ہے تو یہ مال ناکافی ہوگا اسلئے انہوں نے اسکی تعمیر کو صرف وہیں تک رکھا (جہاں اب ہے) جس کی وجہ سے یہ دو رکن اپنی اصلی قدیم جگہ پر نہیں ہیں (یہی مطلب ہے قواعد ابراہیم پر نہ ہونے کا)۔

رکن اسود میں ایک فضیلت اور بھی ہے وہ یہ کہ اس میں حجر اسود نصب ہے جو کہ جنت سے آیا ہوا پتھر ہے اس لئے استلام کے ساتھ اس کی تقبیل بھی مستحب ہے، جمہور صحابہ وتابعین اور ائمہ اربعہ کا مشہور مذہب یہی ہے، البتہ بعض صحابہ جیسے حضرت معاویہؓ اور عبد اللہ بن زبیرؓ چاروں ارکان کا استلام کرتے تھے کما رواہ البخاری [1] تعلیقاً والترمذی موصولاً، ترمذی شریف کی روایت میں ہے کہ ابن عباسؓ نے جو معاویہؓ کو دیکھا کہ وہ چاروں ارکان کا استلام کر رہے ہیں تو انہوں نے اعتراض کیا اس پر معاویہؓ نے فرمایا: لَيْسَ شَيْءٌ مِنَ الْبَيْتِ مَهْجُورًا کہ بیت اللہ شریف کا کوئی حصہ قابل ترک نہیں ہے اور یہی بات ابن الزبیرؓ سے بھی منقول ہے (کمافی الفتح [2]) اس پر ابن عباسؓ نے فرمایا: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ، ایسے ہی حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا کہ یہ ترک استلام ھجراً للبیت نہیں ہے بلکہ اتباع رسول میں ہے اور بھلا ہجر کیسے ہو سکتا ہے جبکہ وہ پورے بیت کا طواف کر رہا ہے۔

۱۷۷۳ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: «صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ بِالْمَدِينَةِ أَرْبَعًا، وَصَلَّى الْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ بَاتَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ حَتَّى أَصْبَحَ، فَلَمَّا رَكِبَ رَاحِلَتَهُ وَاسْتَوَتْ بِهِ أَهَلَّ».

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں ظہر کی چار رکعات پڑھیں اور ذوالحلیفہ میں عصر کی دو رکعات پڑھیں پھر ذوالحلیفہ میں رات گزاری اور صبح وہیں کی پھر جب اپنی سواری پر سوار ہوئے اور سواری آپ ﷺ کو لیکر سیدھی کھڑی ہو گئی تو حضور ﷺ نے تلبیہ با آواز بلند پڑھا۔

تخریج: سنن أبي داود - المناسك (۱۷۷۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۰۷/۳)

شرح الحدیث: آپ ﷺ حجۃ الوداع کے سفر میں مدینہ سے ظہر کی نماز پڑھ کر روانہ ہوئے اور ذوالحلیفہ (جو مدینہ سے چھ میل کے فاصلے پر ہے اور اہل مدینہ کی میقات ہے) پہنچ کر عصر کی دو رکعت پڑھی، آپ ﷺ نے ذوالحلیفہ میں کل پانچ نمازیں اداء فرمائیں عصر، مغرب، عشاء، فجر اور پھر دوسرے دن کی ظہر پڑھ کر احرام باندھا اور روانہ ہوئے مسلم کی روایت میں اس کی تصریح ہے (بذل [3])، اور خود اسی کتاب میں آنے والی روایت میں بھی ظہر کے بعد روانگی مذکور ہے، لیکن ابو داؤد کی اس روایت سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ آپ ﷺ ذوالحلیفہ سے اگلے روز علی الصباح روانہ ہوئے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

۱۷۷۴ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا رَوْحٌ، حَدَّثَنَا أَشْعَثُ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

---

[1] صحيح البخاري - كتاب الحج باب من لم يستلم إلا الركنين اليمانيين، جامع الترمذي - كتاب الحج - باب ما جاء في استلام الحجر، والركن اليماني دون ما سواهما ۸۵۸

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ۳ ص ٤٧٤

[3] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ۸ ص ۳۷٤

«صَلَّى الظُّهْرَ، ثُمَّ رَكِبَ رَاحِلَتَهُ فَلَمَّا عَلَا عَلَى جَبَلِ الْبَيْدَاءِ أَهَلَّ».

ترجمہ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز ذو الحلیفہ میں پڑھی، پھر اپنی سواری پر سوار ہوئے، پھر جب بیداء پہاڑی پر چڑھے تو تلبیہ پڑھا۔

تخریج سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٦٢) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٥٥) سنن أبي داود - المناسك (١٧٧٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٠٧/٣) سنن الدارمي - المناسك (١٨٠٧)

١٧٧٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا وَهْبٌ يَعْنِي ابْنَ جَرِيرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْحَاقَ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، قَالَتْ: قَالَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ: كَانَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «إِذَا أَخَذَ طَرِيقَ الْفُرْعِ أَهَلَّ إِذَا اسْتَقَلَّتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ، وَإِذَا أَخَذَ طَرِيقَ أُحُدٍ أَهَلَّ إِذَا أَشْرَفَ عَلَى جَبَلِ الْبَيْدَاءِ».

ترجمہ حضرت عائشہ بنت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ سعدؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب فرع کے راستے کو اختیار فرماتے تو تلبیہ پڑھتے (احرام باندھتے) جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری آپ کو لیکر کھڑی ہو گئی اور جب احد کے راستے کو اپناتے تو تلبیہ پڑھتے بیداء کی چڑھائی پر چڑھنے کے وقت۔

شرح الحدیث محل احرام کے بارے میں راوی کہہ رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے سے مکے کے سفر میں جب طریق الفرع کو اختیار فرماتے تھے تو احرام سواری پر سوار ہونے کے وقت باندھتے تھے اور جب طریق احد سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر فرماتے تو احرام جبل بیداء پر چڑھتے وقت باندھتے تھے۔

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد سفر، حج کیلئے تو ہو نہیں سکتے، اسلئے کہ حج تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد الہجرۃ صرف ایک ہی کیا ہے، ہاں عمرے چند کئے ہیں۔

مدینہ سے مکہ کیلئے طرق اربعہ: اسکے بعد جاننا چاہئے کہ مدینہ سے مکہ جانے کیلئے چار راستے کتابوں میں لکھے ہیں، جزء حجۃ الوداع میں بھی حضرت شیخ نے لکھے ہیں وہ یہ ہیں: ① الطریق الشرقی، ② الطریق السلطانی، ③ الطریق الفرعی، ④ طریق الغابر، اس آخری کے بارے میں کہتے ہیں طریق الہجرۃ بھی یہی ہے آپ نے ہجرۃ الی المدینہ اسی راستہ سے فرمائی تھی اور آجکل وہاں یہ طریق الہجرۃ ہی کے نام سے [1] مشہور ہے، یہاں پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ حدیث بالا میں طریق احد مذکور ہے حالانکہ ان طرق اربعہ میں طریق احد کوئی نہیں ہے تو پھر یہ کونسا طریق ہے؟ مزید یہ کہ حضرتؒ نے بذل میں لکھا کہ احد پہاڑ تو مدینہ سے بجانب شمال ہے اور مکہ مکرمہ بجانب جنوب ہے [2]، ہمارے حضرت شیخ فرماتے تھے کہ شاید طریق احد سے

[1] یہ راستہ مدت سے غیر آباد تھا ابھی چند سال سے تقریباً ۲۰۰۳ء میں یہ راستہ چالو ہوا ہے دوبارہ یہ سڑک بنی ہے۔
[2] بذل المجهود في حل أبي داود ج ۸ ص ۳۷۵

الطریق الشرقی مراد ہے (احد مدینہ سے مشرق شمال میں واقع ہے) واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب۔

۲۱۔ بَابُ الاشْتِرَاطِ فِي الْحَجِّ

باب حج میں شرط لگانے کے متعلق باب

اشتراط فی الحج مشہور اختلافی مسئلہ ہے اور حاصل اسکا یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو یہ خطرہ ہو کہ نہ معلوم میں احرام باندھنے کے بعد عافیت کے ساتھ حج یا عمرہ کر بھی سکوں گا یا نہیں؟ مکہ مکرمہ پہنچ بھی سکوں گا یا نہیں؟ تو وہ اس کا حل یہ کرتا ہے کہ احرام کی نیت اس طرح کرتا ہے کہ اگر بالفرض میں مکہ مکرمہ نہ پہنچ سکا تو راستہ ہی میں جہاں عذر پیش آئے گا حلال ہو جاؤں گا۔

۱۷۷۶- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ، عَنْ هِلَالِ بْنِ خَبَّابٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ ضُبَاعَةَ بِنْتَ الزُّبَيْرِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، أَتَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي أُرِيدُ الْحَجَّ أَشْتَرِطُ. قَالَ: نَعَمْ، قَالَتْ: فَكَيْفَ أَقُولُ؟ قَالَ: «قُولِي لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ، وَمَحِلِّي مِنَ الْأَرْضِ حَيْثُ حَبَسْتَنِي».

ترجمہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ضباعہ بنت زبیر بن عبد المطلب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! میرا حج کا ارادہ ہے تو کیا میں شرط لگا سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، کہنے لگیں کہ پھر میں کیا کہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم کہو: لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ اور میرے احرام کھولنے کی جگہ وہ ہے جہاں آپ مجھے روک دیں۔

تخریج صحيح مسلم - الحج (١٢٠٨) جامع الترمذي - الحج (٩٤١) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٦٦) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٦٧) سنن أبي داود - المناسك (١٧٧٦) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩٣٨) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٣٧/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٥٢/١) سنن الدارمي - المناسك (١٨١١)

شرح الحدیث **اختلاف ائمہ اور منشأ اختلاف:** اس میں ائمہ کا اختلاف ہے شافعیہ وحنابلہ اس اشتراط کے قائل ہیں، حنفیہ ومالکیہ قائل نہیں، اور یہ اختلاف متفرع ہے ایک دوسرے اختلاف پر جس کا باب آگے مستقل آرہا ہے یعنی احصار، احصار میں ائمہ کا یہ اختلاف ہے کہ حنفیہ تو یہ کہتے ہیں کہ وہ دشمن کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر عذر اور مرض کو شامل ہے لہذا جس عذر کی وجہ سے بھی محرم حرم جانے سے رک جائے گویا اسکو احصار لاحق ہو گیا ہے اور جو حکم احصار کا قرآن پاک میں مذکور ہے یعنی دم دے کر حلال ہو جانا بھی حکم اسکا بھی ہے، لہذا احرام کے وقت کسی شرط لگانیکی ضرورت نہیں، بغیر ہی شرط کے حسب قاعدہ ہدی ذبح کرکے محرم حلال ہو سکتا ہے، اور ائمہ ثلاثہ یہ فرماتے ہیں احصار اور اسکا جو حکم قرآن میں مذکور ہے وہ عدو کے ساتھ خاص[1] ہے، عدو کے علاوہ کوئی اور مانع پیش آئے تو اس کا یہ حکم نہیں ہے، آخر اس کا حل کیا ہے؟ تو شافعیہ وحنابلہ نے کہا کہ اسکا حل اشتراط عند الاحرام ہے، جو حدیث الباب میں مذکور ہے یعنی احرام کے وقت یہ نیت کرے: اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، وَمَحِلِّي

[1] اس لئے کہ آیت کا شان نزول حدیبیہ والا قصہ ہے اور حدیبیہ میں جو حصر واقع ہوا تھا وہ بالعدو تھا لہذا اسی حصر کا یہ حکم ہے کہ دم دے کر حلال ہو جائے، ۱۲۔

مِنَ الْأَرْضِ حَيْثُ حَبَسْتَنِي یا اللہ! جس جگہ راستہ میں تو مجھے آگے جانے سے روک لے تو میرے حلال ہونے کی جگہ وہی ہوگی، شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک اشتراط سے دو فائدے حاصل ہوں گے ایک یہ کہ اب اس کیلئے حلال ہونا جائز ہو جائیگا، دوسرے یہ کہ دم بھی واجب نہ ہو گا بغیر ہی ہدی کے حلال ہو سکتا ہے اور حنفیہ کے نزدیک اشتراط مطلقاً غیر مفید ہے اسلئے کہ حلال ہونا ان کے نزدیک ویسے بھی جائز ہے اور ہدی جس طرح بغیر اشتراط کے واجب ہوتی ہے اسی طرح بعد الاشتراط بھی واجب ہے، فلا فائدۃ فی الاشتراط اور عند المالکیہ بھی اشتراط غیر مفید ہے ان کے نزدیک اگر حابس ومانع غیر عدو ہے تو پھر تحلل کسی طرح بھی جائز نہیں بغیر طواف کے، چاہے شرط لگائی ہو یا نہ لگائی ہو۔

حنفیہ کی دلیل اور حدیث الباب کی توجیہ: حنفیہ کی دلیل حجاج بن عمروؓ کی وہ حدیث مرفوع ہے جو آگے باب الاحصار میں آرہی ہے مَنْ كُسِرَ أَوْ عَرِجَ فَقَدْ حَلَّ [1]، اور شافعیہ وحنابلہ کا استدلال حدیث الباب یعنی حدیث ضُبَاعَةَ بِنْتَ الزُّبَيْرِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ سے ہے۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ اگر آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی مراد اس حدیث میں یہ ہے کہ بعد الاشتراط تحلل جائز ہو جاتا ہے اس طور پر کہ دم بھی ساقط ہو جاتا ہے تب تو یہ حدیث اور حکم انہی کے ساتھ خاص ہے، واقعۃ حال لا عموم لھا کے قبیل سے ہے۔ اور اگر مراد یہ ہے کہ محض حلال ہونے کیلئے یہ شرط لگاؤ اور سقوط دم مراد نہیں ہے تو پھر خصوصیت پر بھی محمول کرنیکی ضرورت نہیں کیونکہ یہ حکم یعنی تحلل بالہدی سبھی کیلئے ہے۔ رہی یہ بات کہ حنفیہ کے نزدیک تو تحلل بغیر اشتراط ہی کے جائز ہے، اور یہاں حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ان کو اشتراط کا حکم فرما رہے ہیں؟ جواب یہ ہے ممکن ہے کہ یہ امر بالاشتراط محض ان کی تسلی اور خاطر کیلئے ہو، بعض باتیں عورتوں کے ذرا دیر میں سمجھ میں آتی ہیں، اگر کوئی کہے کہ اس تاویل کی حاجت کیا ہے؟ جواب یہ ہے تاکہ مَنْ كُسِرَ أَوْ عَرِجَ الخ کے خلاف نہ ہو، اور شافعیہ حضرات مَنْ كُسِرَ أَوْ عَرِجَ الخ والی حدیث کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ حدیث مطلقاً نہیں ہے بلکہ محمول عند الاشتراط ہے یعنی کسر اور عرج واقعی ہونے پر اس کیلئے تحلل جائز ہے اگر عند الاحرام اس نے تحلل کی شرط کی ہو۔

٢٢ - بَابٌ فِي إِفْرَادِ الْحَجِّ

باب حج افراد کے بیان میں

اقسام حج: نسک یعنی حج کی عند الجمہور تین قسمیں ہیں: ① قران، ② تمتع، ③ افراد، اور امام احمدؒ کے نزدیک ایک چوتھی قسم بھی ہے فسخ الحج إلى العمرة. جو دراصل تمتع ہی کی ایک خاص قسم ہے، امام بخاریؒ نے چاروں قسموں کو ایک ہی ترجمۃ الباب میں ذکر فرمایا ہے۔

① **تعریف القِران:** حج اور عمرہ دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھنا، بان يقول لبيك بحج وعمرة، اور اگر پہلے

---

[1] سنن أبي داود - كتاب المناسك - باب الإحصار ١٨٦٢

صرف عمرہ کا احرام باندھے اور پھر بعد میں احرام حج کی بھی نیت کرلے یعنی ادخال الحج علی العمرۃ تو یہ بھی بلا کراہت جائز ہے اور اگر اسکا عکس ہو (ادخال العمرۃ علی الحج) تب بھی قران ہی ہوگا لیکن ایسا کرنا حنفیہ کے یہاں تو صرف مکروہ ہے اور شافعیہ کے قول راجح میں جائز ہی نہیں، بہر حال قران میں جمع بین الحج والعمرۃ[1] ہوتا ہے پہلے عمرہ کیا جاتا ہے (طواف وسعی) اس سے فارغ ہونے کے بعد جب حج کی تاریخیں آتی ہیں تو ان میں حج کیا جاتا ہے اور درمیان میں تحلل یعنی خروج عن الاحرام نہیں ہوتا بلکہ قارن حالت احرام ہی میں رہتا ہے۔

② **تعریف التمتع:** اس میں بھی جمع بین الحج والعمرۃ فی سفر واحد ہوتا ہے لیکن اولاً اشہر حج میں صرف عمرہ کا احرام باندھا جاتا ہے اس سے فارغ ہونے کے بعد اگر وہ سائق الہدی نہ ہو تو حلال ہو جاتا ہے اور جب حج کی تاریخیں آتی ہیں تو ان میں از سر نو حج کا احرام باندھ کر حج کیا جاتا ہے۔

③ **تعریف الإفراد:** صرف حج کی نیت سے احرام باندھ کر حج کرنا۔

④ **فسخ الحج الی العمرۃ:** یہ ہے کہ آدمی شروع میں حج کا احرام باندھے اور بعد میں مکہ مکرمہ پہنچ کر احرام حج کو فسخ کر کے اس کو احرام عمرہ قرار دے اور افعال عمرہ سے فارغ ہو کر حلال ہو جائے، اس کے بعد ایام حج میں دوبارہ حج کا احرام باندھ کر حج ادا کرے، حضور ﷺ نے حجۃ الوداع والے سال میں صحابہؓ سے اسی طرح کرایا تھا، جس کی خاص مصلحت[2] تھی۔ عند الجمہور یہ صورت تمتع منسوخ ہے، حضرت امام احمدؒ اسکے قائل ہیں وہ اس کو منسوخ نہیں مانتے ہیں۔ یہ تو ان اقسام حج وانواع نسک کی تعریف ہوئی، اب یہاں دو باتیں اور رہ گئیں: ① اول یہ کہ آپ ﷺ نے ان انواع میں سے کونسی نوع اختیار فرمائی

---

[1] یہ تو ہمارے یہاں ہے اور عند الجمہور قران میں عملاً تو صرف ارکان حج ہی کو ادا کیا جاتا ہے نیت البتہ حج اور عمرہ دونوں کی ہوتی ہے اور گویا افعال حج ہی کے ضمن میں افعال عمرہ بھی ادا ہو جاتے ہیں، یہ مستقل ایک اختلافی مسئلہ ہے جو آگے اپنے محل میں آئیگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

[2] وہ یہ کہ زمانہ جاہلیت میں اشہر حج میں عمرہ کرنے کو افجر فجور (سخت ترین معصیت) سمجھتے تھے جیسا کہ آگے باب العمرۃ (برقم ۱۹۸۷) میں آرہا ہے ویقولون: إذا عفا الوبر وبرأ الدبر ودخل صفر فقد حلت العمرۃ لمن اعتمر۔ تو حضور ﷺ نے چاہا کہ جم غفیر میں اس رسم جاہلیت کی پر زور تردید ہو جائے اور سب کے سامنے یہ بات آجائے کہ اشہر حج میں عمرہ جائز ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے یہ کیا کہ جن صحابہ نے حج افراد کا احرام باندھا تھا اور وہ سائق الہدی بھی نہیں تھے (اور زیادہ تر لوگ ایسے ہی تھے) ان سب سے آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ تم لوگ طواف وسعی کر کے اس کو عمرہ قرار دو یعنی جو احرام تم نے حج کی نیت سے باندھا ہے اس میں حج کی نیت کو فسخ کر کے عمرہ کی نیت کر لو اور اس احرام حج کو احرام عمرہ کر ڈالو اور عمرہ سے فارغ ہو کر حلال ہو جاؤ، حلق راس اور سلے ہوئے کپڑے پہن لو اور یہ چند روز حلال رہ کر مکہ میں گزارو تا کہ تمہاری اس حالت کا مشاہدہ سب لوگ کر لیں اور سمجھ جائیں کہ یہ سب عمرہ کر کے حلال ہو گئے ہیں اور یہ بات کھل کر سامنے آجائے کہ اشہر حج میں عمرہ کرنا ناجائز اور گناہ کی بات نہیں ہے۔ اور آپ ﷺ کا فسخ الحج الی العمرۃ صرف ان لوگوں سے کرانا جو سائق الہدی نہیں تھے اسی لئے تھا کہ مسئلہ کھل کر سامنے آجائے اسلئے کہ سائق الہدی کے لئے حلال ہونا جائز نہیں اور یہاں اس فسخ سے آپ ﷺ کا جو مقصود تھا وہ نمایاں طور پر اس صورت میں زیادہ ظاہر ہوتا تھا جبکہ لوگ عمرہ کر کے حلال بھی ہو جائیں کیونکہ اگر عمرہ تو کر لیں لیکن حلال نہ ہوں تو دیکھنے والوں کو یہ کہاں معلوم ہوگا کہ انہوں نے عمرہ کیا ہے اور حلال وہی شخص ہو سکتا ہے جس نے عمرہ کر لیا ہو، وهذا غاية توضيح للمقام والله ولي المرام، ۱۲۔

تھی؟ ② دوسری یہ کہ ان انواع میں فضیلت کے لحاظ سے ترتیب کیا ہے؟ یہ دونوں چیزیں حدیث الباب کے تحت آرہی ہیں۔

۱۷۷۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «أَفْرَدَ الْحَجَّ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حج افراد فرمایا۔

تخریج: صحيح مسلم - الحج (۱۲۱۱) جامع الترمذي - الحج (۸۲۰) جامع الترمذي - الحج (۸۲۰) سنن النسائي - مناسك الحج (۲۷۱۵) سنن أبي داود - المناسك (۱۷۷۷) سنن ابن ماجه - المناسك (۲۹٦٤) سنن ابن ماجه - المناسك (۲۹٦٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٣٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٢٤٣) موطأ مالك - الحج (۷٤۷) موطأ مالك - الحج (۷٤۸) سنن الدارمي - المناسك (۱۸۱۲)

شرح الحدیث: آپ ﷺ کا حجۃ الوداع میں کونسا احرام تھا؟ اس حدیث میں اسکا بیان ہے یعنی امرین مذکورین میں سے امر اول کا۔

حضور ﷺ کے احرام میں اقوال ستة: اس میں علماء کے چھ قول مشہور ہیں جن کو حضرت شیخؒ نے جزء حجۃ الوداع[1] میں تحریر فرمایا ہے:

① آپ ﷺ مفرد تھے از اول تا آخر، یہی رائے امام مالکؒ کی ہے اور یہی مذکورہ بالا حدیث میں ہے۔

② آپ ﷺ متمتع تھے اور بعد الفراغ عن العمرۃ حلال بھی ہو گئے تھے، لیکن یہ قول غلط ہے، ایک غلط فہمی پر مبنی ہے (جسکی تشریح[2] آگے آئیگی) اسلئے کہ کثرت سے احادیث میں وارد ہے: لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا سُقْتُ الْهَدْيَ وَلَحَلَلْتُ[3]۔ اس سے صاف طور سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ سائق الھدی ہونیکی وجہ سے درمیان میں حلال نہیں ہوئے تھے۔

③ آپ ﷺ متمتع تھے لیکن درمیان میں حلال نہیں ہوئے تھے۔

④ آپ ﷺ از اول تا آخر قارن تھے۔ ابن قیمؒ فرماتے ہیں: آپ ﷺ کا قارن ہونا بارہ صحابہؓ کی روایت سے ثابت ہے۔

⑤ آپ ﷺ ابتداءً مفرد تھے، انتہاءً قارن، یعنی شروع میں تو آپ ﷺ نے صرف احرام حج کی نیت فرمائی تھی پھر اس پر عمرہ کی بھی نیت فرمالی تھی یعنی آپ ﷺ نے ادخال[4] العمرۃ علی الحج کیا تھا۔

⑥ آپ ﷺ ابتداءً متمتع تھے اور انتہاءً قارن۔ اختارہ الإمام الطحاوي، اور ان میں سے قول خامس کو اختیار کیا ہے بعض محققین شافعیہ و مالکیہ جیسے امام نوویؒ اور قاضی عیاضؒ مالکی نے۔

---

[1] حجۃ الوداع وعمرات النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مترجم — ص ۳۲-۳۳

[2] اس کا منشاء وہ حدیث ہے جو باب القران میں (برقم ۱۸۰۲) آرہی ہے: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ مُعَاوِيَةَ، قَالَ لَهُ: «أَمَا عَلِمْتَ أَنِّي قَصَّرْتُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِشْقَصِ أَعْرَابِيٍّ عَلَى الْمَرْوَةِ» اسکی تشریح وہیں آئیگی۔

[3] صحيح البخاري - كتاب التمني - باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: لو استقبلت من أمري ما استدبرت ۷۲۲۹ [printed: ٦٨٠٢]

[4] ایسا کرنا عند الشافعیہ تو جائز ہی نہیں اور حنفیہ کے نزدیک جائز مع الکراہۃ ہے، وقد تقدم هذا الإختلاف في بيان أنواع الحج۔

حضور ﷺ کے قران کی ایک واضح دلیل وہ حدیث [1] ہے جو آگے باب القران میں آرہی ہے جسکو ابن عباسؓ عمر بن الخطاب سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: أَتَانِي اللَّيْلَةَ آتٍ مِنْ عِنْدِ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ، قَالَ: وَهُوَ بِالْعَقِيقِ فَقَالَ: صَلِّ فِي هَذَا الْوَادِي الْمُبَارَكِ، وَقَالَ: عُمْرَةٌ فِي حَجَّةٍ [2]۔ یہ حدیث بخاری شریف [3] میں بھی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کا حج حج قران تھا بلکہ آپ ﷺ اس کے مامور من اللہ تعالیٰ تھے، بہر حال راجح یہی ہے کہ آپ ﷺ قارن تھے خواہ شروع ہی سے خواہ انتہاءً و مآلاً۔

آپ ﷺ کے احرام میں روایات مختلفہ کی توجیہ: اور تعارض بین الروایات المختلفہ کی توجیہ یا تو یہی کی جائے یعنی ابتداء اور انتہا کا فرق کہ ابتداءً مفرد یا متمتع تھے اور انتہاءً قارن اور یا یہ کہا جائے کہ اصل یہ ہے کہ آدمی کا جس نوع کا بھی احرام ہو اس کا اظہار تلبیہ میں ہونا چاہیئے، مثلاً اگر مفرد ہے تو کہے: لبیك اللّٰھم لبیك بحج الخ، اور متمتع ہے تو کہے لبیك بعمرۃ الخ، اور اگر قارن ہے تو دونوں کو جمع کرے لبیك بحج و عمرۃ، لیکن قارن کیلئے ضروری نہیں کہ ہر مرتبہ بحج و عمرۃ کہے بلکہ کبھی بحج اور کبھی صرف بعمرۃ کہہ سکتا ہے، غرضیکہ قارن کیلئے دونوں کی گنجائش ہے، لیکن ظاہر ہے کہ تمتع کے تلبیہ میں صرف بعمرۃ ہی کہا جائیگا اور افراد میں صرف بحج۔ تو جس شخص نے آپ ﷺ سے سنا لبیك بعمرۃ اس نے سمجھا کہ آپ ﷺ متمتع ہیں اور جس نے سنا لبیك بحج وہ سمجھا کہ آپ ﷺ مفرد ہیں اور جس نے سنا لبیك بحج و عمرۃ اس نے نقل کیا کہ آپ ﷺ قارن تھے، کما ھو فی الواقع کذلك اس لئے کہ غیر قارن کیلئے لبیك بحج و عمرۃ کہنا درست نہیں۔

انواع حج میں فضیلت کے لحاظ سے ترتیب: دوسری بات یہاں یہ بیان کرنی ہے جس کا ذکر اوپر آچکا ہے کہ ان انواع میں فضیلت کے لحاظ سے کیا ترتیب ہے؟ سو جاننا چاہیئے حنفیہ کے نزدیک اسطرح ہے، القران ثم التمتع ثم الإفراد، اور شافعیہ کے نزدیک بالکل اسکے برعکس یعنی الإفراد ثم التمتع ثم القران، لیکن إفراد کی افضلیت انکے نزدیک اس صورت میں ہے کہ وہ شخص اسی [4] سال حج سے فارغ ہونے کے بعد پھر عمرہ بھی کرے ورنہ نہیں بلکہ اس صورت میں افراد مفضول و مکروہ ہوگا کما فی شرح الاقناع وغیرہ من کتب الشافعیہ اور مالکیہ کے نزدیک ترتیب اس طرح ہے: الإفراد ثم القران ثم التمتع، وعند أحمد ھکذا: التمتع، ثم الإفراد، ثم القران۔ حنابلہ کی دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: لَوْلَا أَنِّي أَهْدَيْتُ لَأَهْلَلْتُ

---

[1] اگرچہ جو حضرات آپ ﷺ کے قران کے قائل نہیں ہیں انہوں نے اس حدیث کی تاویل کی ہے اور دوسرا مطلب لیا ہے وہ یہ کہ آپ ﷺ حج کے ساتھ اسی سال بعد میں عمرہ بھی کریں، یا یہ کہ آپ ﷺ لوگوں سے فرمادیں کہ وہ حج کے ساتھ اگر چاہیں تو عمرہ بھی کرلیں۔

[2] سنن أبي داود - کتاب المناسك - باب في الإقران ۱۸۰۰۔

[3] صحیح البخاري - الحج (۱٤٦١) صحیح البخاري - المزارعة (۲۲۱۲) صحیح البخاري - الاعتصام بالکتاب والسنة (٦۹۱۱)

[4] یعنی ذی الحجہ کے ختم ہونے سے پہلے ورنہ ذی الحجہ کے بعد دوسرا سال شروع ہو جائیگا کتب شافعیہ میں اسکی تصریح ہے۔

بِعُمْرَةٍ اور اسی جیسی روایات یعنی یہ کہ آپ ﷺ تمتع کی تمنی فرما[1] رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ آپ ﷺ غیر افضل کی تمنی نہیں فرماسکتے ہیں اور شافعیہ کی دلیل یہ ہے کہ جس افراد کو وہ افضل کہتے ہیں اس میں اہتمام زیادہ ہے اسلئے کہ اس میں حج کیلئے میقات سے مستقل احرام باندھا جاتا ہے اور پھر بعد الفراغ من الحج عمرہ کیلئے الگ مستقل من ادنی الحل احرام باندھا جاتا ہے، بخلاف[2] تمتع کے کہ اگرچہ اس میں بھی دونوں کا احرام الگ الگ ہوتا ہے لیکن وہاں درمیان میں محظورات احرام سے آدمی متمتع ہوتا ہے احرام کا تسلسل باقی نہیں رہتا ہے اور بخلاف قران کے کہ اس میں عمرہ کے افعال صرف تبعاً وضمناً پائے جاتے ہیں (کما ہو مسلك الجمهور)۔

١٧٧٨- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، ح وحَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ، ح وحَدَّثَنَا مُوسَى، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُوَافِينَ هِلَالَ ذِي الْحِجَّةِ فَلَمَّا كَانَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ قَالَ: «مَنْ شَاءَ أَنْ يُهِلَّ بِحَجٍّ فَلْيُهِلَّ، وَمَنْ شَاءَ أَنْ يُهِلَّ بِعُمْرَةٍ فَلْيُهِلَّ بِعُمْرَةٍ» . قَالَ مُوسَى: فِي حَدِيثِ وُهَيْبٍ، فَإِنِّي لَوْلَا أَنِّي أَهْدَيْتُ لَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ، وَقَالَ: فِي حَدِيثِ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، وَأَمَّا أَنَا فَأُهِلُّ بِالْحَجِّ فَإِنَّ مَعِيَ الْهَدْيَ، ثُمَّ اتَّفَقُوا فَكُنْتُ فِيمَنْ، أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ فَلَمَّا كَانَ فِي بَعْضِ الطَّرِيقِ، حِضْتُ فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَبْكِي، فَقَالَ: «مَا يُبْكِيكِ؟» ، قُلْتُ: وَدِدْتُ أَنِّي لَمْ أَكُنْ خَرَجْتُ الْعَامَ، قَالَ: «ارْفُضِي عُمْرَتَكِ وَانْقُضِي رَأْسَكِ وَامْتَشِطِي» . قَالَ مُوسَى: «وَأَهِلِّي بِالْحَجِّ» وَقَالَ سُلَيْمَانُ: وَاصْنَعِي مَا يَصْنَعُ الْمُسْلِمُونَ فِي حَجِّهِمْ فَلَمَّا كَانَ لَيْلَةُ الصَّدَرِ أَمَرَ يَعْنِي رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ فَذَهَبَ بِهَا إِلَى التَّنْعِيمِ زَادَ مُوسَى فَأَهَلَّتْ بِعُمْرَةٍ مَكَانَ عُمْرَتِهَا وَطَافَتْ بِالْبَيْتِ فَقَضَى اللهُ عُمْرَتَهَا وَحَجَّهَا . قَالَ هِشَامٌ وَلَمْ يَكُنْ فِي شَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ هَدْيٌ . قَالَ أَبُو دَاوُدَ: زَادَ مُوسَى فِي حَدِيثِ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الْبَطْحَاءِ طَهُرَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا .

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ حج کے لئے مدینہ منورہ سے نکلے اس حال میں کہ ہم پانے والے تھے ذی الحجہ کے چاند کو (حضور ﷺ پچیس ذوالقعدہ کو روانہ ہوئے تھے تو مطلب یہ ہوا کہ ذوالحجہ کا مہینہ قریب شروع ہونے کو تھا) تو جب آپ ﷺ ذوالحلیفہ میں تھے۔ اسوقت حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کا جی چاہے کہ وہ احرام باندھ لے حج کا تو اسے چاہیئے حج کا احرام باندھ لے اور جس کا دل چاہے احرام باندھنے

---

[1] اسکا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ تمتع کی تمنی آپ ﷺ ایک عارض کیوجہ سے فرمارہے ہیں، وہ یہ کہ صحابہؓ کو حلال ہونے میں تردد ہورہا تھا اسلئے انکی تسلی کیلئے آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگر میں بھی تمہاری طرح سائق الہدی نہ ہوتا تو میں بھی حلال ہوجاتا، اور فسخ الحج الی العمرۃ کرلیتا اور ظاہر ہے کہ اس سال فسخ الحج الی العمرۃ ایک خاص مصلحت کی وجہ سے کیا گیا تھا، واللہ تعالی أعلم۔

[2] یہ دلیل صراحۃً انکی کتب میں مجھے نہیں ملی، مستنبط ہوتی ہے، ۱۲۔

عمرہ کا تو وہ عمرہ کا احرام باندھ لے۔ موسیٰ وہیب کی حدیث میں فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ اگر میں نے ہدی نہ بھیجی ہوتی تو میں عمرہ کا احرام باندھتا اور حماد بن سلمہ کی حدیث میں فرمایا کہ میں تو حج کا احرام ہی باندھتا ہوں کیونکہ میرے ساتھ تو ہدی ہے۔ پھر آگے راویوں کا اتفاق ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے ان میں سے تھی جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا پھر راستے ہی میں آگے چل کر مجھے حیض آ گیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو میں رو رہی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تم کیوں رو رہی ہو؟ میں نے عرض کیا کہ کاش میں اس سال نہ نکلی ہوتی آپ نے فرمایا کہ تم عمرہ چھوڑ دو اور سر کھول کر کنگھی کر لو۔ موسیٰ کہتے ہیں اور فرمایا کہ اور تم حج کا احرام باندھ لو اور سلیمان راوی کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہی کرو جو مسلمان اپنے حج میں کرتے ہیں۔ پھر جب واپسی کی رات ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد الرحمٰن کو حکم فرمایا، تو وہ حضرت عائشہ (اپنی بہن) کو تنعیم لے گئے۔ موسیٰ راوی نے یہ بھی کہا کہ پھر حضرت عائشہؓ نے اس چھوٹ جانے والے عمرہ کے بدلہ عمرہ کا احرام باندھا اور بیت اللہ کا طواف کیا اور اللہ نے انکا حج اور عمرہ پورا فرما دیا۔ ہشام کہتے ہیں اور اس حج افراد میں کوئی ہدی لازم نہ ہوئی۔ امام ابو داود فرماتے ہیں: موسیٰ نے حماد بن سلمہ کی حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ جب بطحاء (وادیِ محصب) کی رات ہوئی تو حضرت عائشہؓ پاک ہو گئیں۔

تخريج صحيح البخاري - الحيض (٢٩٠) صحيح البخاري - الحيض (٢٩٩) صحيح البخاري - الحيض (٣١٠) صحيح البخاري - الحيض (٣١١) صحيح البخاري - الحيض (٣١٣) صحيح البخاري - الحج (١٤٨١) صحيح البخاري - الحج (١٤٨٥) صحيح البخاري - الحج (١٤٨٦) صحيح البخاري - الحج (١٤٨٧) صحيح البخاري - الحج (١٥٥٧) صحيح البخاري - الحج (١٥٦٧) صحيح البخاري - الحج (١٦٣٣) صحيح البخاري - الحج (١٦٧٣) صحيح البخاري - الحج (١٦٩١) صحيح البخاري - الحج (١٦٩٤) صحيح البخاري - الحج (١٦٩٦) صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٨٢٢) صحيح البخاري - المغازي (٤١٣٤) صحيح البخاري - المغازي (٤١٤٦) صحيح البخاري - الأضاحي (٥٢٢٨) صحيح البخاري - الأضاحي (٥٢٣٩) صحيح مسلم - الحج (١٢١١) جامع الترمذي - الحج (٩٤٥) جامع الترمذي - الحج (٩٤٥) سنن النسائي - الطهارة (٢٩٠) سنن النسائي - الحيض والاستحاضة (٣٤٨) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧١٧) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٤١) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٦٤) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨٠٣) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨٠٤) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٩٠) سنن أبي داود - المناسك (١٧٧٨) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩٨١) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٠٠) موطأ مالك - الحج (٧٤٦) موطأ مالك - الحج (٩٤٠) موطأ مالك - الحج (٩٤١) سنن الدارمي - المناسك (١٨٤٦) سنن الدارمي - المناسك (١٩٠٤)

شرح الحديث عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُوَافِينَ هِلَالَ ذِي الْحِجَّةِ: ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیلئے مدینہ منورہ سے نکلے اس حال میں کہ ہم پانے والے تھے ہلال ذی الحجہ کو یعنی ذی الحجہ کا مہینہ شروع ہونے والا تھا، حافظ ابن قیمؒ کی تحقیق یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے ۲۵ ذی قعدہ یوم السبت کو روانہ ہوئے تھے اور ابن حزم کی رائے میں ۲۴ ذی قعدہ یوم الخمیس کو، جیسا کہ وارد ہے کہ اکثر و بیشتر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یوم الخمیس کو ابتداء بالسفر کی تھی۔ اور اس پر سب کا اتفاق ہے اور روایات میں تصریح ہے کہ مکہ مکرمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ۴ ذی الحجہ کو پہنچے۔

فَلَمَّا كَانَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ قَالَ: «مَنْ شَاءَ أَنْ يُهِلَّ بِحَجٍّ فَلْيُهِلَّ، وَمَنْ شَاءَ أَنْ يُهِلَّ بِعُمْرَةٍ فَلْيُهِلَّ بِعُمْرَةٍ»: شروع [1] میں آپ ﷺ نے ذوالحلیفہ میں صحابہ کو اختیار دیدیا تھا کہ جس کا جس نوعِ احرام کا جی چاہے ویسا ہی باندھ لے، پھر بعد میں آگے چل کر مکہ کے قریب آپ ﷺ نے فسخ الحج الی العمرۃ کا اشارہ فرمایا۔ جب صحابہ [2] نے ایسا نہیں کیا تو پھر مروہ پر پہنچ کر آپ ﷺ نے صحابہ کو فسخ الحج الی العمرۃ کا امر جازم و قطعی فرمادیا۔ چنانچہ وہ آپ ﷺ کے حکم کے مطابق اس طواف و سعی کو عمرہ قرار دے کر حلال ہوگئے۔

احرام عائشہؓ کی تحقیق: فَلَمَّا كَانَ فِي بَعْضِ الطَّرِيقِ، حِضْتُ: حضرت عائشہؓ وجملہ ازواج مطہراتؓ اس حج میں متمتعات تھیں، اور تمتع میں یہ ضروری ہے کہ محرم حج سے پہلے عمرہ سے فارغ ہوجائے، حضرت عائشہؓ کیلئے یہ ممکن نہ تھا اسلئے کہ یہ سب حضرات مکہ مکرمہ چار ذی الحجہ کو پہنچے ہیں اب آگے حج شروع ہونے میں صرف چار دن باقی رہ گئے تھے جبکہ حضرت عائشہؓ کو حیض تین ذی الحجہ کو آنا شروع ہوا، صرف چار پانچ دن کے اندر طہارۃ عن الحیض اور عمرہ سب کام کیسے ہوسکتے تھے، تو پھر عائشہؓ نے کیا کیا؟ اس سلسلے میں روایات حدیثیہ میں بھی اختلاف ہے اور علماء وفقہاء میں بھی۔

حنفیہ کی رائے: حنفیہ کے نزدیک تو اس کا صرف ایک ہی حل تھا وہ یہ کہ وہ رفض عمرہ کریں جس کی قضا بعد میں کرلیں اور حج کا احرام باندھ لیں اسلئے کہ حیض عمرہ سے تو مانع ہے حج سے مانع نہیں، حالت حیض میں عورت وقوف عرفہ اور رمی وغیرہ سب کچھ کرسکتی ہے، البتہ طواف زیارت پاک ہونے کے بعد کرے گی جب بھی پاک ہو۔ حنفیہ نے حضرت عائشہؓ کے قصے میں اسی شکل کو اختیار کیا ہے، وہ یہی کہتے ہیں کہ عائشہؓ عمرہ کو چھوڑ کر مفردہ بالحج ہوگئی تھیں اور بعد میں انہوں نے اس عمرہ کی قضا کی جس کو عمرۃ التنعیم کہتے ہیں اور روایات میں مشہور ہے۔

جمہور کی رائے: اور شافعیہ وغیرہ کے نزدیک انکے مسلک کے پیش نظر اسکے دو حل تھے: ① ایک تو یہی جو حنفیہ کہتے ہیں، ② دوسرا یہ کہ عائشہؓ بجائے رفض عمرہ کے احرام عمرہ پر حج کے احرام کی بھی نیت کرلیں اور قارنہ ہوجائیں۔ کیونکہ جمہور کے نزدیک قران میں صرف افعال حج ادا کئے جاتے ہیں اور حج سے قبل افعال عمرہ مستقلاً نہیں کئے جاتے (کما سبق تفصیلہ فی بیان انواع النسك)۔ جمہور علماء نے احرام عائشہؓ میں اس دوسری شکل کو اختیار کیا ہے یعنی عائشہؓ شروع میں متمتعہ تھیں بعد میں قارنہ ہوگئی تھیں اور انہوں نے رفض عمرہ نہیں کیا تھا۔ اب سوال ہوگا کہ اخیر میں محصب سے جو انہوں نے عمرہ کیا

---

[1] صحیح صورت حال یہی ہے ورنہ اس موجودہ حدیث کے ظاہر سے تو یہ معلوم ہورہا ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہؓ کو فسخ الحج الی العمرۃ کا امر ذوالحلیفہ ہی میں فرما دیا تھا، حالانکہ ایسا نہیں ہے (کذا فی البذل ــ ج۸ص ۳۸۱)۔

[2] اور اسلئے نہیں کیا کہ وہ تو یہ چاہتے تھے کہ جس حال میں آپ ﷺ ہوں اسی حال میں وہ بھی رہیں اور آپ ﷺ احرام کی حالت میں تھے، سائق الہدی ہونے کی وجہ سے حلال نہیں ہوسکتے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا: لَوْلَا أَنِّي أَهْدَيْتُ لَأَحْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ کہ اگر میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی تو میں صرف عمرہ کا احرام باندھ کر اس وقت تمہارے ساتھ حلال ہوجاتا لیکن میں سائق الہدی ہوں اور سوق ہدی تحلل سے مانع ہوتا ہے۔

تھا(عمرة التنعیم) وہ کیسا تھا؟ اسکے بارے میں وہ یہ کہتے ہیں وہ عمرۂ مستانفہ تھا یعنی مستقل [1] عمرہ، اور عمرۂ مرفوضہ کی قضا نہیں تھی جیسا کہ حنفیہ کہتے ہیں۔

حنفیہ وشافعیہ کے اس اختلاف کے جاننے کے بعد اب آگے آپ روایات میں دیکھیں گے کہ آپ کو دونوں طرح کی روایات ملیں گی، بعض سے حنفیہ کی تائید ہوتی نظر آئے گی اور بعض سے شافعیہ وجمہور کی، جب کوئی روایت حنفیہ کے خلاف آتی ہے تو وہ اس کی تاویل کرتے ہیں، اسی طرح جب شافعیہ کے خلاف آتی ہے تو وہ اس کی تاویل کرتے ہیں۔

فائدہ: یہ جو ہم نے اوپر حضرت عائشہؓ کے احرام میں اختلاف اور اسکی تفصیل لکھی ہے کتاب الحج کی بڑی اہم اور مشہور بحث ہے، عجیب حسن اتفاق ہے کہ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام میں علماء کا شدید اختلاف ہے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ عائشہؓ کے احرام میں بھی علماء کا اختلاف اور طویل بحث ہے۔

ارْفُضِي عُمْرَتَكِ وَانْقُضِي رَأْسَكِ وَامْتَشِطِي: یہ سب الفاظ صریح ہیں رفض عمرہ کے بارے میں جس کے حنفیہ قائل ہیں، شافعیہ وغیرہ اس کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ مراد یہ ہے افعال عمرہ کو ترک کر دیں، احرام عمرہ کا ترک مراد نہیں ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ صرف افعال حج ادا کرو جسکے ضمن میں عمرہ بھی ہو جائیگا جیسا کہ عند الجمہور قران میں ہوتا ہے، لیکن اس پر اشکال ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عائشہؓ کو نقض راس (مینڈھیاں کھولدینا) اور امتشاط کا بھی تو حکم فرمارہے ہیں یہ دونوں تو احرام کے منافی ہیں؟ اس پر وہ یہ کہتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ اگر ضرورت سمجھو تو آہستہ آہستہ کنگھی وغیرہ کرلو اس طرح کہ بال ٹوٹنے نہ پائیں واللہ تعالی أعلم

فَأَهَلَّتْ بِعُمْرَةٍ مَكَانَ عُمْرَتِهَا: اس سے بھی حنفیہ کی تائید ہوتی ہے کما ھو ظاھر۔

قَالَ هِشَامٌ: وَلَمْ يَكُنْ فِي شَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ هَدْيٌ: اس جملے سے بھی حنفیہ کی تائید ہورہی ہے اسلئے کہ اگر عائشہؓ قارنہ ہوتیں کما قالوا تو پھر ہدی کی نفی کیوں کی جارہی ہے قارن پر تو دم قران بالاتفاق واجب ہے؟ جناب قاضی عیاضؒ نے بھی اسکا اعتراف کیا ہے، اگرچہ امام نوویؒ نے اسکو رد کیا ہے کما فی الحل المفھم۔ ابن قیمؒ نے جواباً کہا کہ یہ جملہ ہشام کی طرف سے مدرج ہے بعض دوسرے روات نے اسکو ذکر نہیں کیا۔

فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الْبَطْحَاءِ طَهُرَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: لَيْلَةُ الْبَطْحَاءِ تو لَيْلَةُ الْمحصب کو کہتے ہیں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ سے نکلنے کے بعد راستے میں ٹھہرے تھے اور یہ چودہ ذی الحجہ کی رات تھی (تیرہ تاریخ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ سے واپس ہوئے تھے)۔

روایت پر قوی اشکال وجواب: اگر ہم اس روایت کو صحیح مان لیتے ہیں تو سوال ہوگا کہ حضرت عائشہؓ نے طواف زیارت کب کیا؟ ظاہر ہے کہ طواف زیارت تو وہ اس سے بہت پہلے کر چکی تھیں اور اس روایت کے پیش نظر ان کی حالت سابقہ

---

[1] کیونکہ قران میں جو حج کے ساتھ عمرہ ہوتا ہے وہ تو ضمناً ہوتا ہے، ان کا جی چاہا کہ میں مستقلاً بھی ایک عمرہ کروں جس طرح دوسری ازواج نے کیا ہے، ۱۲۔

حیض کی تھی جس میں طواف ممنوع ہے اسی لئے ابن حزم نے اس روایت کو منکر قرار دیا ہے۔

اس پر تمام روایات متفق ہیں کہ حضرت عائشہؓ کو حیض دخول مکہ سے پہلے مقام سرف میں شروع ہوا تھا، پھر طہر کب حاصل ہوا؟ اس میں دو روایتیں ہیں، ایک میں ہے یوم عرفہ اور دوسری میں ہے یوم النحر اور کہا گیا ہے یوم عرفہ کے طہر سے مراد تو نفس غسل ہے جو وقوف عرفہ کیلئے انہوں نے کیا تھا (باوجود حیض کے) اور یوم النحر میں ان کو فی الواقع طہر حاصل ہوا۔

اور حضرت شیخ کے والد مولانا محمد یحیٰی صاحب یہ فرماتے تھے: اس روایت کے سیاق میں تقدیم و تاخیر ہو گئی اصل سیاق اسکا وہ ہے جو چند روایات کے بعد (برقم ۱۷۸۲) آرہا ہے ولفظہ: فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الْبَطْحَاءِ وَطَهُرَتْ عَائِشَةُ قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَتَرْجِعُ صَوَاحِبِي اس روایت میں وَطَهُرَتْ عَائِشَةُ جملہ حالیہ [1] ہے، أي وقد طهرت عائشة قبلها، سبحان اللہ! کیا عمدہ جواب ہے۔

۱۷۷۹- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ نَوْفَلٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ «فَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ، وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ، وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِالْحَجِّ، وَأَهَلَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ، فَأَمَّا مَنْ أَهَلَّ بِالْحَجِّ أَوْ جَمَعَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، فَلَمْ يُحِلُّوا حَتَّى كَانَ يَوْمَ النَّحْرِ».

ترجمہ: عروہ بن زبیر حضرت عائشہؓ جو نبی کریم ﷺ کی زوجہ ہیں سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتی ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حجۃ الوداع والے سال نکلے تو ہم میں سے بعض ایسے بھی تھے جنھوں نے عمرہ کا احرام باندھا اور بعض نے حج عمرہ دونوں کا احرام باندھا اور بعض نے صرف حج کا احرام باندھا اور رسول اللہ ﷺ نے بھی حج کا احرام باندھا (یا حج اور عمرہ کا اکٹھے احرام باندھا) جن لوگوں نے صرف حج کا احرام باندھا یا حج اور حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا وہ سب لوگ یوم النحر کو ہی حلال ہوئے۔

۱۷۸۰- حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ، بِإِسْنَادِهِ مِثْلَهُ زَادَ «فَأَمَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ فَأَحَلَّ».

ترجمہ: اسود سے انکی سند سے اسی گزشتہ حدیث کے مثل روایت ہے، انہوں نے یہ اضافہ کیا کہ جس نے عمرہ کا احرام باندھا تھا وہ تو حلال ہو گیا۔

تخریج: صحيح البخاري-الحيض (٣١١) صحيح البخاري-الحيض (٣١٣) صحيح البخاري-الحج (١٤٨١) صحيح البخاري-الحج (١٤٨٥) صحيح البخاري-الحج (١٤٨٧) صحيح البخاري-الحج (١٥٥٧) صحيح البخاري-الحج (١٦٩١) صحيح البخاري-الحج (١٦٩٤) صحيح البخاري-الحج (١٦٩٦) صحيح البخاري-المغازي (٤١٣٤) صحيح البخاري-المغازي (٤١٤٦) صحيح مسلم-الحج (١٢١١) سنن النسائي-مناسك الحج (٢٧١٧) سنن أبي داود-المناسك (١٧٧٩) سنن ابن ماجه-المناسك (٣٠٠٠) مسند أحمد-باقي مسند الأنصار (٣٦/٦) مسند أحمد-باقي مسند الأنصار (٣٧/٦) مسند أحمد-باقي مسند الأنصار (١١٩/٦) مسند أحمد-باقي مسند الأنصار (١٦٤/٦) مسند أحمد-باقي مسند الأنصار (١٧٧/٦) مسند أحمد

[1] بخلاف موجودہ روایت کے کہ اس میں یہ جملہ شرط کی جزاء واقع ہو رہا ہے، فتأمل ۱۲۔

ـباقي مسند الأنصار (١٩١/٦) مسند أحمد ـ باقي مسند الأنصار (٢٤٣/٦) موطأ مالك ـ الحج (٧٤٦) موطأ مالك ـ الحج (٩٤٠)

شرح الحديث فَأَمَّا مَنْ أَهَلَّ بِالْحَجِّ [1] أَوْ جَمَعَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، فَلَمْ يَحِلُّوا حَتَّى كَانَ يَوْمَ النَّحْرِ: اس حدیث میں وہ صحابہؓ جو مفرد اور قارن تھے ان دونوں کے بارے میں یہ ہے کہ وہ اس وقت تک حلال نہیں ہوئے جب تک انہوں نے یوم النحر کی رمی نہیں کی یہ بات قارنین کے بارے میں تو بالکل صحیح ہے کیونکہ قران تحلل سے مانع ہوتا ہے، رمی کے بعد ہی ایک تحلل ہوتا ہے اور مفرد کے بارے میں فی نفسہ تو یہ صحیح ہے لیکن اس سال جو صحابہؓ مفرد تھے ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فسخ الحج الی العمرۃ کا حکم دیکر حلال کرادیا تھا کما سبق تفصیلہ، پھر ان صحابہؓ کے بارے میں یہ کہنا کہاں صحیح ہے کہ وہ رمی یوم النحر کے قبل حلال نہیں ہوئے؟ لہذا اس کی توجیہ یہ کی جائیگی کہ اس حدیث میں مفرد سے وہ مفرد مراد ہیں جن کے پاس ہدی تھی اور وہ سائق الھدی تھے، چنانچہ جو صحابہؓ مفرد تھے اور ان کے ساتھ ہدی بھی تھے ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فسخ الحج کا حکم نہیں دیا تھا اور وہ واقعی رمی یوم النحر سے قبل حلال نہیں ہوئے، واللہ أعلم۔

١٧٨١ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهَا قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَأَهْلَلْنَا بِعُمْرَةٍ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيُهِلَّ بِالْحَجِّ مَعَ الْعُمْرَةِ، ثُمَّ لَا يَحِلُّ حَتَّى يَحِلَّ مِنْهُمَا جَمِيعًا» فَقَدِمْتُ مَكَّةَ وَأَنَا حَائِضٌ وَلَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ، وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَشَكَوْتُ ذَلِكَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «انْقُضِي رَأْسَكِ وَامْتَشِطِي وَأَهِلِّي بِالْحَجِّ، وَدَعِي الْعُمْرَةَ» . قَالَتْ: فَفَعَلْتُ فَلَمَّا قَضَيْنَا الْحَجَّ أَرْسَلَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ إِلَى التَّنْعِيمِ فَاعْتَمَرْتُ، فَقَالَ: «هَذِهِ مَكَانُ عُمْرَتِكِ» قَالَتْ: فَطَافَ الَّذِينَ أَهَلُّوا بِالْعُمْرَةِ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ حَلُّوا، ثُمَّ طَافُوا طَوَافًا آخَرَ بَعْدَ أَنْ رَجَعُوا مِنْ مِنًى لِحَجِّهِمْ، وَأَمَّا الَّذِينَ كَانُوا جَمَعُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَإِنَّمَا طَافُوا طَوَافًا وَاحِدًا. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، وَمَعْمَرٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، نَحْوَهُ لَمْ يَذْكُرُوا طَوَافَ الَّذِينَ أَهَلُّوا بِعُمْرَةٍ وَطَوَافَ الَّذِينَ جَمَعُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ.

ترجمہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں فرماتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حجۃ الوداع کے سفر میں نکلے تو ہم نے عمرہ کا احرام باندھا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کے ساتھ ہدی ہو وہ تو عمرہ کے احرام کے ساتھ حج کا احرام بھی باندھ لے اور پھر اسوقت تک احرام نہ کھولے جب تک کہ دونوں سے فارغ نہ ہوجائے تو میں مکہ آئی اس حال میں کہ میں حائضہ تھی اور نہ میں نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا مروہ کے درمیان چکر لگائے میں نے اس بات کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنا سر کھول لو اور کنگھی کرلو اور حج کا احرام باندھ لو اور عمرہ

---

[1] أي بلا هدي، ولابد من هذا القيد، كما أوضحته في الشرح، ١٢۔

چھوڑ دو فرماتی ہیں کہ میں نے اسی طرح کیا پھر جب ہم حج سے فارغ ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے عبدالرحمٰن بن ابو بکر کے ساتھ تنعیم بھیجا تو میں نے عمرہ کیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تمہارے عمرہ کا بدلہ ہو گیا۔ اور فرماتی ہیں کہ پھر وہ لوگ جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا ہوا تھا انہوں نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا مروہ کے چکر لگائے پھر وہ حلال ہو گئے اور اسکے بعد انہوں نے منیٰ سے لوٹنے کے بعد حج کیلئے دوسرا طواف کیا اور وہ لوگ جنہوں نے حج و عمرہ کو جمع کیا تھا انہوں نے ایک ہی مرتبہ طواف کیا۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ ابراہیم بن سعد اور معمر نے ابن شہاب سے اسی کے مثل روایت کی انہوں نے عمرہ کا احرام باندھنے والوں کا اور حج و عمرہ دونوں کا احرام باندھنے والوں کے طواف کرنے کا ذکر نہیں کیا۔

تخریج صحيح البخاري-الحيض (٢٩٠) صحيح البخاري-الحيض (٢٩٩) صحيح البخاري-الحيض (٣١٠) صحيح البخاري-الحيض (٣١١) صحيح البخاري-الحيض (٣١٣) صحيح البخاري-الحج (١٤٨١) صحيح البخاري-الحج (١٤٨٥) صحيح البخاري-الحج (١٤٨٦) صحيح البخاري-الحج (١٤٨٧) صحيح البخاري-الحج (١٥٥٧) صحيح البخاري-الحج (١٥٦٧) صحيح البخاري-الحج (١٦٢٣) صحيح البخاري-الحج (١٦٣٣) صحيح البخاري-الحج (١٦٧٣) صحيح البخاري-الحج (١٦٩١) صحيح البخاري-الحج (١٦٩٤) صحيح البخاري-الحج (١٦٩٥) صحيح البخاري-الحج (١٦٩٦) صحيح البخاري-الجهاد والسير (٢٧٩٣) صحيح البخاري-الجهاد والسير (٢٨٢٢) صحيح البخاري-المغازي (٤١٣٤) صحيح البخاري-المغازي (٤١٤٦) صحيح البخاري-الأضاحي (٥٢٢٨) صحيح البخاري-الأضاحي (٥٢٣٩) صحيح مسلم-الحج (١٢١١) جامع الترمذي-الحج (٩٤٥) جامع الترمذي-الحج (٩٤٥) سنن النسائي-الطهارة (٢٩٠) سنن النسائي-الحيض والاستحاضة (٣٤٨) سنن النسائي-مناسك الحج (٢٧١٧) سنن النسائي-مناسك الحج (٢٧١٨) سنن النسائي-مناسك الحج (٢٧٤١) سنن النسائي-مناسك الحج (٢٧٦٤) سنن النسائي-مناسك الحج (٢٨٠٣) سنن النسائي-مناسك الحج (٢٨٠٤) سنن النسائي-مناسك الحج (٢٩٩٠) سنن أبي داود-المناسك (١٧٨١) سنن ابن ماجه-المناسك (٢٩٦٣) سنن ابن ماجه-المناسك (٢٩٨١) سنن ابن ماجه-المناسك (٣٠٠٠) سنن ابن ماجه-الأضاحي (٣١٣٥) موطأ مالك-الحج (٧٤٦) موطأ مالك-الحج (٨٩٦) موطأ مالك-الحج (٩٤٠) موطأ مالك-الحج (٩٤١) سنن الدارمي-المناسك (١٨٤٦) سنن الدارمي-المناسك (١٩٠٤)

شرح الحديث ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيُهِلَّ بِالْحَجِّ مَعَ الْعُمْرَةِ: ليكون قارناً أقول ففيه تحريض على القران على الظاهر، والله تعالى أعلم۔

فَقَالَ: «هٰذِهِ مَكَانُ عُمْرَتِكِ»: معناه على الظاهر، یعنی عمرۂ تنعیم تمہارے عمرۂ مرفوضہ کی قضا ہے۔ فهذا مؤيد للحنفية في احرام عائشة۔

طواف قارن کےبارے میں جمہورکی دلیل اور حنفیہ کی طرف سے اسکی توجیہ: وَأَمَّا الَّذِينَ كَانُوا جَمَعُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَإِنَّمَا طَافُوا طَوَافًا وَاحِدًا: یہ جمہور کی دلیل ہے کہ قارن کے ذمہ صرف ایک طواف اور ایک سعی ہے، یعنی صرف افعال حج اور گویا اسی کے ضمن میں خود بخود عمرہ بھی ہو جاتا ہے، اس میں شک نہیں کہ بعض روایات سے ایسا ہی بظاہر معلوم ہوتا ہے مسئلہ مختلف فیہ ہے، صحابہؓ کے درمیان بھی یہ مسئلہ اختلافی رہا ہے جیسا کہ شروح حدیث میں لکھا ہے، حنفیہ کے نزدیک تو چونکہ قارن کیلئے دو طواف اور دو سعی ضروری ہیں اسلئے وہ اس روایت کی تاویل کرتے ہیں جو سیاق حدیث کے بہت قریب ہے، وہ

یہ کہ اس روایت کا حاصل یہ ہے جن لوگوں نے فسخ الحج الی العمرۃ کیا تھا وہ دو مرتبہ حلال ہوئے ایک مرتبہ طواف عمرہ و سعی کے بعد اور دوسری مرتبہ طواف حج کے بعد، یہ لوگ پہلا طواف کرنیکے بعد حلال ہوگئے اور چند روز بعد احرام حج باندھا اور طواف حج سے فارغ ہونے کے بعد پھر دوسری مرتبہ حلال ہوئے، ان حضرات کا احرام بھی دو مرتبہ ہوا اور احلال بھی۔ اور جو لوگ قارن تھے انہوں نے اگرچہ دو طواف کئے لیکن پہلے طواف کے بعد وہ حلال نہیں ہوئے انکا تحلل صرف دوسرے طواف پر مرتب ہوا ،لہذا ان کا احرام بھی ایک بار ہوا اور احلال بھی ❶۔ وذلك لان القران مانع عن التحلل، ولذا لم یومروا بالفسخ ای بفسخ الحج الی العمرۃ، واللہ سبحانہ تعالی أعلم۔ فقہائے احناف اور شراح حنفیہ نے قارن کیلئے تعدد طواف و سعی کی متعدد روایات ذکر کی ہیں، فلیراجع الی المطولات۔ فیض الباری میں یہ مسئلہ خوب واضح اور مبرہن طور پر لکھا گیا ہے۔

آگے ایک مستقل باب آرہا ہے بَابُ طَوَافِ الْقَارِنِ، وہاں مصنف ؒ نے قصداً یہی مسئلہ بیان کیا ہے یہاں تو یہ اس حدیث کے ذیل میں ضمناً آگیا ہے۔

۱۷۸۲- حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ: لَبَّيْنَا بِالْحَجِّ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِسَرِفَ حِضْتُ فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَبْكِي، فَقَالَ: «مَا يُبْكِيكِ يَا عَائِشَةُ؟» ، فَقُلْتُ: حِضْتُ لَيْتَنِي لَمْ أَكُنْ حَجَجْتُ، فَقَالَ: «سُبْحَانَ اللَّهِ إِنَّمَا ذَلِكَ شَيْءٌ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَى بَنَاتِ آدَمَ» ، فَقَالَ: «انْسُكِي الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوفِي بِالْبَيْتِ» ، فَلَمَّا دَخَلْنَا مَكَّةَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ شَاءَ أَنْ يَجْعَلَهَا عُمْرَةً فَلْيَجْعَلْهَا عُمْرَةً، إِلَّا مَنْ كَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ» ، قَالَتْ: وَذَبَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نِسَائِهِ الْبَقَرَ يَوْمَ النَّحْرِ، فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الْبَطْحَاءِ وَطَهُرَتْ عَائِشَةُ قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَتَرْجِعُ صَوَاحِبِي بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ وَأَرْجِعُ أَنَا بِالْحَجِّ، فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ، فَذَهَبَ بِهَا إِلَى التَّنْعِيمِ فَلَبَّتْ بِالْعُمْرَةِ.

ترجمہ: حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ ہم نے حج کا تلبیہ پڑھا پھر جب ہم مقام سرف میں پہنچے تو مجھے حیض آگیا جب آپ ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو میں رو رہی تھی آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیوں رو رہی ہو؟ میں نے عرض کیا کہ مجھے حیض ہوگیا، کاش کہ میں نے حج کا ارادہ ہی نہ کیا ہوتا، تو آپ نے ارشاد فرمایا: سبحان اللہ! یہ تو ایسی چیز ہے اللہ پاک نے آدم علیہ السلام کی بیٹیوں کے ساتھ لازم کردی۔ پھر فرمایا کہ تم حج کے ارکان ادا کرو سارے کے سارے علاوہ بیت اللہ کے طواف کے پھر جب ہم مکے میں داخل ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو چاہے کہ اس حج کے احرام کے بدلہ عمرہ کا احرام باندھے تو وہ حج کے احرام کو توڑ کر اسکو عمرہ کا احرام کرلے مگر جس کے ساتھ ہدی ہو (تو وہ ایسا نہ کرے) حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کی طرف سے گائے ذبح کی قربانی کے دن پھر جب بطحاء (وادی

❶ پس مطلب یہ ہوا قارنین نے احلال کے لئے ایک ہی طواف کیا۔

محصب) کی رات ہوئی اور حضرت عائشہؓ پاک ہو گئیں تو انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا میری ساتھی خواتین حج و عمرہ کر کے لوٹیں گی اور میں صرف حج کر کے لوٹوں گی؟ تو آپ ﷺ نے حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکر کو حکم دیا تو وہ حضرت عائشہؓ کو تنعیم لے گئے تو حضرت عائشہؓ نے عمرہ کا احرام وہاں سے باندھا۔

تخریج صحیح البخاري-الحیض(۲۹۰)صحیح البخاري-الحیض(۲۹۹)صحیح البخاري-الحیض(۳۱۰)صحیح البخاري-الحیض(۳۱۱)صحیح البخاري-الحیض(۳۱۳)صحیح البخاري-الحج(۱۴۸۱)صحیح البخاري-الحج(۱۴۸۵)صحیح البخاري-الحج(۱۴۸۶)صحیح البخاري-الحج(۱۴۸۷)صحیح البخاري-الحج(۱۵۵۷)صحیح البخاري-الحج(۱۵۶۷)صحیح البخاري-الحج(۱۶۲۳)صحیح البخاري-الحج(۱۶۳۳)صحیح البخاري-الحج(۱۶۷۳)صحیح البخاري-الحج(۱۶۹۱)صحیح البخاري-الحج(۱۶۹۴)صحیح البخاري-الحج(۱۶۹۵)صحیح البخاري-الحج(۱۶۹۶)صحیح البخاري-الجهاد والسیر(۲۷۹۳)صحیح البخاري-الجهاد والسیر(۲۸۲۲)صحیح البخاري-المغازي(۴۱۳۴)صحیح البخاري-المغازي(۴۱۴۶)صحیح البخاري-الأضاحي(۵۲۲۸)صحیح البخاري-الأضاحي(۵۲۳۹)صحیح مسلم-الحج(۱۲۱۱)جامع الترمذي-الحج(۹۴۵)جامع الترمذي-الحج(۹۴۵)سنن النسائي-الطهارة(۲۹۰)سنن النسائي-الحیض والاستحاضة(۳۴۸)سنن النسائي-مناسك الحج(۲۷۱۷)سنن النسائي-مناسك الحج(۲۷۴۱)سنن النسائي-مناسك الحج(۲۷۶۴)سنن النسائي-مناسك الحج(۲۸۰۳)سنن النسائي-مناسك الحج(۲۸۰۴)سنن النسائي-مناسك الحج(۲۹۹۰)سنن أبي داود-المناسك(۱۷۸۲)سنن ابن ماجه-المناسك(۲۹۶۳)سنن ابن ماجه-المناسك(۲۹۸۱)سنن ابن ماجه-المناسك(۳۰۰۰)موطأ مالك-الحج(۷۴۶)موطأ مالك-الحج(۸۹۶)موطأ مالك-الحج(۹۴۰)موطأ مالك-الحج(۹۴۱)موطأ مالك-الحج(۹۴۳)سنن الدارمي-المناسك(۱۸۴۶)سنن الدارمي-المناسك(۱۹۰۴)

شرح الحدیث فَلَمَّا دَخَلْنَا مَكَّةَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ شَاءَ أَنْ يَجْعَلَهَا عُمْرَةً فَلْيَجْعَلْهَا عُمْرَةً: یہاں سے آپ ﷺ نے فسخ الحج إلی العمرة کا مشورہ دینا شروع کیا، اس کے بعد مزید تاکید فرمائی اور پھر مروہ پر پہنچ کر جہاں سعی کی تکمیل ہو جاتی ہے آپ ﷺ نے حکماً فرمادیا کہ اس کو عمرہ قرار دے لو (اور حلق وغیرہ کر کے حلال ہو جاؤ)۔

وَذَبَحَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نِسَائِهِ الْبَقَرَ: اس سے قبل باب في هدي البقر میں حدیث گزری ہے: ذَبَحَ عَمَّنِ اعْتَمَرَ مِنْ نِسَائِهِ بَقَرَةً، ازواج مطہرات کی طرف سے آپ ﷺ نے جو قربانی فرمائی اس پر تفصیلی کلام اسی جگہ گزر چکا ہے۔

أَتَرْجِعُ صَوَاحِبِي بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ وَأَرْجِعُ أَنَا بِالْحَجِّ: **عمرة التنعیم:** یہ پہلے گزر چکا ہے کہ جملہ ازواج مطہرات متمتعات تھیں، سب نے مکہ مکرمہ پہنچتے ہی عمرہ کیا تھا بجز عائشہؓ کے (لاجل الحیض) اب واپسی کے دن وہ آپ سے یہاں محصب میں عرض کر رہی ہیں کہ میری سب ساتھ والی عورتیں تو حج و عمرہ دونوں کر کے لوٹ رہی ہیں اور میں صرف حج کر کے جا رہی ہوں، اس پر آپ ﷺ نے ان کو ان کے بھائی عبد الرحمن کے ساتھ محصب سے تنعیم[1] بھیجا تاکہ وہاں جا کر وہ احرام عمرہ

---

[1] آپ ﷺ نے عائشہؓ کو احرام عمرہ کیلئے محصب سے تنعیم کیوں بھیجا؟ جواب یہ ہے کہ منیٰ اور محصب حد حرم میں داخل ہیں اور مسئلہ یہ ہے جو شخص مکہ یا حرم میں مقیم ہو اور عمرہ کرنا چاہے تو اس کیلئے ضروری ہے کہ خارج حرم یعنی حل میں داخل ہو کر وہاں سے احرام باندھ کر مکہ میں آئے اور تنعیم کی تخصیص اس لئے تھی کہ وہ ادنی الحل ہے یعنی اقرب الحل۔

باندھیں اور پھر وہیں سے مکہ مکرمہ پہنچ کر عمرہ کر کے یہاں محصب میں آجائیں تاکہ پھر سارا قافلہ یہاں سے مکہ کے لئے ایک ساتھ روانہ ہو۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مع پورے قافلے کے یہاں [1] ٹھہرے رہے اور یہ دونوں راتوں رات عمرہ سے فارغ ہو کر یہاں محصب میں آگئے، پھر اس قافلہ نے مکہ پہونچ کر طواف وداع کیا اور پھر صبح کی نماز پڑھ کر مکہ سے مدینہ کیلئے روانہ ہوئے۔

یہ عمرہ حنفیہ کے نزدیک عمرہ مرفوضہ کی قضاء تھی جو کہ ان پر واجب تھی اور جمہور کے نزدیک عمرۂ مستقلہ تھا عائشہؓ کی تطییب [2] خاطر کیلئے۔

ایک اشکال مع جواب: یہاں پر ایک شبہ ہوتا ہے [3] وہ یہ کہ جب عند الحنفیہ یہ عمرہ قضا کے طور پر تھا تب تو یہ ان پر ہر حال میں واجب تھا، تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عمرہ اس سے پہلے کیوں نہ کرایا ایسے تنگ وقت میں وہ بھی عائشہؓ کے کہنے پر؟ جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان ایام حج میں اس قدر مشغول و مصروف تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عائشہؓ کے حیض کا سارا قصہ ہی یاد نہیں رہا تھا اور یہ کہ انہوں نے شروع میں جب مدینہ سے مکہ مکرمہ پہونچی تھیں عمرہ نہیں کیا تھا، دلیل اسکی یہ ہے جیسا کہ بخاری وغیرہ کی روایت میں ہے: أَوَمَا طُفْتِ لَيَالِيَ قَدِمْنَا یعنی جب انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ نہ کرنیکی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے جس روز ہم مکہ میں آئے طواف نہیں کیا تھا [4]۔

١٧٨٣ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا نَرَى إِلَّا أَنَّهُ الْحَجُّ، فَلَمَّا قَدِمْنَا تَطَوَّفْنَا بِالْبَيْتِ «فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمْ يَكُنْ سَاقَ الْهَدْيَ أَنْ يَحِلَّ، فَأَحَلَّ مَنْ لَمْ يَكُنْ سَاقَ الْهَدْيَ».

ترجمہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نکلے اور ہمارا مقصد اس (سفر) سے حج ہی تھا (عمرہ نہ تھا) پھر جب ہم مکہ پہنچے تو ہم نے بیت اللہ کا طواف کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ جن کے پاس ہدی نہیں ہے وہ حلال ہو جائیں۔ پس جو لوگ ہدی لیکر نہیں آئے تھے وہ حلال ہو گئے۔

تخریج صحيح البخاري - الحيض (٢٩٠) صحيح البخاري - الحيض (٢٩٩) صحيح البخاري - الحيض (٣١٠) صحيح البخاري - الحيض (٣١٣) صحيح البخاري - الحج (١٤٨٦) صحيح البخاري - الحج (١٦٢٣) صحيح البخاري - الحج (١٦٣٣) صحيح البخاري - الحج (١٦٧٣) صحيح البخاري - الحج (١٦٩٦) صحيح البخاري - المغازي (٤١٣٤) صحيح البخاري - المغازي (٤١٤٦) صحيح مسلم - الحج (١٢١١) سنن النسائي - الطهارة (٢٩٠) سنن النسائي - الحيض والاستحاضة (٣٤٨) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧١٧) سنن النسائي - مناسك الحج

---

[1] حضرت شیخ کی رائے جس کو حضرت نے حاشیہ لامع اور جزء حجۃ الوداع میں اختیار فرمایا ہے یہی ہے، شراح کی رائے اسمیں دوسری ہے جس کو ہم طواف الوداع کے باب میں ذکر کریں گے۔

[2] کیونکہ عند الجمہور تو عائشہؓ نے رفض عمرہ کیا ہی نہیں تھا، بلکہ احرام عمرہ پر احرام حج کی نیت کر کے قارنہ ہو گئی تھیں، ۱۲۔

[3] یہ اشکال و جواب کسی کتاب میں بندہ کی نظر سے نہیں گزرا، ۱۲۔

[4] صحيح البخاري - كتاب الحج - باب التمتع والإقران والإفراد بالحج وفسخ الحج لمن لم يكن معه هدي ١٤٨٦

(٢٧١٨) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٤١) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٦٤) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨٠٣) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨٠٤) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٩٠) سنن أبي داود - المناسك (١٧٨٣) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩٦٣) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩٨١) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٠٠) موطأ مالك - الحج (٧٤٦) موطأ مالك - الحج (٨٩٦) موطأ مالك - الحج (٩٤٠) سنن الدارمي - المناسك (١٩٠٤).

شرح الحديث **شرح حدیث میں دو قول:** لَا نَرَىٰ إِلَّا أَنَّهُ الْحَجُّ: ہمارا مقصد اس سفر سے صرف حج کرنا تھا، یعنی اعتمار ذہن میں بھی نہ تھا کیونکہ بہت پہلے سے لوگوں کے ذہن میں یہ تھا کہ اشہر حج میں عمرہ کرنا ناجائز ہے، اس معنی کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ آگے حدیث جابرؓ (برقم ١٩٠٥) طویل میں آرہا ہے: لَسْنَا نَنْوِي إِلَّا الْحَجَّ لَسْنَا نَعْرِفُ الْعُمْرَةَ اور حضرت گنگوہیؒ کی تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں حج عمرہ کے مقابلہ میں نہیں ہے یہ دونوں تو ہم جنس ہیں۔ چنانچہ عمرہ کو حج اصغر کہا جاتا ہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس سفر سے ہمارا مقصد حج اور عمرہ کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا، مثلاً جہاد وغیرہ اور یہ [1] اس لئے کہ اس سے پہلے (برقم ١٧٧٩) گزر چکا عائشہؓ خود فرماتی ہیں: فَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ، وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجٍّ، لہٰذا اگر پہلے معنی مراد لئے گئے تو روایتین میں تعارض ہو جائیگا واللہ تعالیٰ أعلم۔

اور صاحب عون المعبود نے پہلے ہی معنی مراد لیتے ہوئے اس تعارض کو اور طرح دفع کیا ہے، وہ یہ کہ لَا نَرَىٰ إِلَّا أَنَّهُ الْحَجُّ سے ان کی مراد یہ ہے کہ شروع میں جب ہم مدینہ سے چلے تو ذہن میں یہی تھا (کہ صرف حج کرنا ہے) لیکن پھر آگے چل کر جب حضور ﷺ نے وجوہ احرام بیان فرمائے اور یہ کہ جو جس نوع کو اختیار کرنا چاہے اسکو اختیار کر لے، تب ہم سے بعض نے اس طرح کا احرام باندھا اور بعض نے اس طرح کا، اھ [2]۔

١٧٨٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ الذُّهْلِيُّ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ، لَمَا سُقْتُ الْهَدْيَ» . قَالَ مُحَمَّدٌ: أَحْسَبُهُ قَالَ: «وَلَحَلَلْتُ مَعَ الَّذِينَ أَحَلُّوا مِنَ الْعُمْرَةِ» . قَالَ: أَرَادَ أَنْ يَكُونَ أَمْرُ النَّاسِ وَاحِدًا.

ترجمہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو بات مجھ پر بعد میں ظاہر ہوئی اگر وہ پہلے ہی ظاہر ہو جاتی (ذہن میں آجاتی) تو میں ہدی لیکر نہ آتا۔ محمد بن یحییٰ راوی نے یہ بھی کہا کہ میرے شیخ عثمان بن عمر نے یہ اضافہ ذکر کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: اور میں بھی حلال ہو جاتا ان لوگوں کے ساتھ جو عمرہ کر کے حلال ہو گئے۔ یہ اسلیے فرمایا تاکہ سب کی حالت ایک جیسی ہو جاتی۔

تخریج صحيح البخاري - التمني (٦٨٠٢) صحيح مسلم - الحج (١٢١١) سنن أبي داود - المناسك (١٧٨٤) مسند

---

[1] حضرت نے تو دفع تعارض اسی طور پر فرمایا ہے۔

[2] عون المعبود شرح سنن أبي داود - ج ٥ ص ٢٠٤

احمد-باقي مسند الأنصار (١٧٥/٦)

شرح الحدیث: لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ، لَمَا سُقْتُ الْهَدْيَ الخ: یعنی جو بات مجھ پر بعد میں ظاہر ہوئی اگر وہ پہلے ہی ذہن میں آجاتی تو میں سوق ہدی نہ کرتا اور اس وقت (تم سب کے ساتھ) میں بھی حلال ہو جاتا۔ صحابہ کرامؓ کو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فسخ الحج الی العمرة کا حکم فرمایا تو انکو اس میں کافی تردد ہوا کہ اگر ہم نے ایسا کیا تو ہمارا حج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق نہ رہے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو حالت احرام میں رہیں گے اور ہم حلال ہو کر غیر حالت احرام میں ہو جائیں گے، جبکہ حج کے دن بھی بالکل قریب ہیں، حج کی کاروائی شروع ہونے میں صرف تین چار دن رہ گئے ہیں۔ ہمارا اپنی بیویوں سے اختلاط ہو گا، صحبت کی نوبت آئیگی، تقطر ذكورنا المني، ونحن نذهب الى عرفات۔ صحابہ کرامؓ کی اس کشمکش کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تسلی اور رفع تردد کیلئے وہ جملہ ارشاد فرمایا جو اوپر مذکور ہوا۔ اب یہ کہ اس فسخ الحج میں کیا مصلحت تھی اس کا ذکر بالتفصیل ہمارے یہاں ابتدائی مباحث حج میں آچکا ہے۔

١٧٨٥- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: أَقْبَلْنَا مُهِلِّينَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ مُفْرَدًا، وَأَقْبَلَتْ عَائِشَةُ مُهِلَّةً بِعُمْرَةٍ حَتَّى إِذَا كَانَتْ بِسَرِفَ عَرَكَتْ حَتَّى إِذَا قَدِمْنَا طُفْنَا بِالْكَعْبَةِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَأَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَحِلَّ مِنَّا مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ، قَالَ: فَقُلْنَا: حِلُّ مَاذَا؟ فَقَالَ «الْحِلُّ كُلُّهُ» فَوَاقَعْنَا النِّسَاءَ، وَتَطَيَّبْنَا بِالطِّيبِ، وَلَبِسْنَا ثِيَابَنَا، وَلَيْسَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ عَرَفَةَ إِلَّا أَرْبَعُ لَيَالٍ، ثُمَّ أَهْلَلْنَا يَوْمَ التَّرْوِيَةِ، ثُمَّ دَخَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى عَائِشَةَ فَوَجَدَهَا تَبْكِي فَقَالَ: «مَا شَأْنُكِ؟» قَالَتْ: شَأْنِي أَنِّي قَدْ حِضْتُ، وَقَدْ حَلَّ النَّاسُ وَلَمْ أَحْلِلْ، وَلَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ وَالنَّاسُ يَذْهَبُونَ إِلَى الْحَجِّ الْآنَ، فَقَالَ: «إِنَّ هَذَا أَمْرٌ كَتَبَهُ اللهُ عَلَى بَنَاتِ آدَمَ فَاغْتَسِلِي، ثُمَّ أَهِلِّي بِالْحَجِّ» فَفَعَلَتْ، وَوَقَفَتِ الْمَوَاقِفَ حَتَّى إِذَا طَهُرَتْ طَافَتْ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ قَالَ: «قَدْ حَلَلْتِ مِنْ حَجِّكِ وَعُمْرَتِكِ جَمِيعًا» قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي أَجِدُ فِي نَفْسِي أَنِّي لَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ حِينَ حَجَجْتُ قَالَ: «فَاذْهَبْ بِهَا يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ فَأَعْمِرْهَا مِنَ التَّنْعِيمِ» وَذَلِكَ لَيْلَةَ الْحَصْبَةِ.

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ صرف حج کا احرام باندھ کر آئے تھے اور حضرت عائشہؓ نے عمرہ کا احرام باندھا اور جب مقام سرف پہنچے تو ان کو حیض آگیا۔ جب ہم مکہ آگئے تو ہم نے کعبۃ اللہ کا طواف کیا اور صفا مروہ کی سعی کی، اسکے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم فرمایا کہ ہم میں سے جس کے پاس ہدی نہ ہو تو وہ حلال ہو جائے، تو ہم نے دریافت کیا کہ ہمارے لئے کیا چیزیں حلال ہوں گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب کچھ حلال ہو جائے گا۔ پھر ہم نے اپنی بیویوں سے ہم بستری کی اور خوشبو لگائی اور کپڑے پہنے، حالانکہ عرفہ میں صرف چار دن باقی رہ گئے تھے، پھر ہم نے یوم الترویہ ۸ ذی الحجہ کو احرام باندھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لے گئے تو

انکو روتے پایا، ان سے پوچھا کہ کیوں رو رہی ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ میرا حال یہ ہے کہ مجھے حیض آ گیا اور لوگ تو حلال ہو گئے مگر نہ میں حلال ہوئی اور نہ میں نے بیت اللہ کا طواف کیا اور لوگ اب حج کے لئے جانے لگے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ایسی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی بیٹیوں کے لئے لازم کر دی سو تم غسل کر کے حج کا احرام باندھ لو۔ انہوں نے اسی طرح کیا اور سب ارکان پورے کئے اور جب وہ پاک ہو گئیں تو بیت اللہ کا طواف بھی کیا اور صفا و مروہ کی سعی بھی کی۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اب تم اپنے حج اور عمرے سے فارغ ہو کر حلال ہو گئیں، حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میرے دل میں اس بات کا افسوس ہے کہ میں حج کے شروع میں طواف نہ کر سکی، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے عبد الرحمٰن! تم ان کو لے جاؤ اور تنعیم سے عمرہ کرواؤ اور وہ وادی محصب کی رات تھی۔

۱۷۸۶۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا، قَالَ: دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى عَائِشَةَ بِبَعْضِ هَذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ: عِنْدَ قَوْلِهِ «وَأَهِلِّي بِالْحَجِّ» ، «ثُمَّ حُجِّي وَاصْنَعِي مَا يَصْنَعُ الْحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوفِي بِالْبَيْتِ وَلَا تُصَلِّي».

ترجمہ: ابو زبیر نے خبر دی کہ انہوں نے جابرؓ سے اسی واقعہ کا کچھ حصہ سنا کہ آپ ﷺ نے حضرت عائشہ سے جس وقت یہ فرمایا کہ حج کا احرام باندھ لو تو یہ بھی فرمایا کہ تم حج کرو، حاجی جسطرح ارکان حج کرتے ہیں تم بھی اسی طرح ارکان حج ادا کرو مگر یہ کہ بیت اللہ کا طواف بھی نہ کرنا اور نماز بھی نہ پڑھنا۔

تخریج: صحيح البخاري - الحج (١٤٩٣) صحيح البخاري - الحج (١٤٩٥) صحيح البخاري - الحج (١٥٦٨) صحيح البخاري - الحج (١٦٩٣) صحيح البخاري - الشركة (٢٣٧١) صحيح البخاري - التمني (٦٨٠٣) صحيح البخاري - الاعتصام بالكتاب والسنة (٦٩٣٣) صحيح مسلم - الحج (١٢١٣) صحيح مسلم - الحج (١٢١٦) صحيح مسلم - الحج (١٢١٨) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٦٣) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨٠٥) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٩٤) سنن أبي داود - المناسك (١٧٨٥) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩٨٠). مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٠٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٠٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣١٧) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٦٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٧٨) سنن الدارمي - المناسك (١٨٥٠)

شرح الحدیث: فَقُلْنَا: حِلُّ مَاذَا؟ حل بکسر الحاء بلا تنوین کے مابعد کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے اور یہ "ما" استفہامیہ ہے یعنی آپ ﷺ کی مراد اس حلال ہونے میں کونسا تحلل ہے؟ آیا جملہ محظورات احرام سے یعنی تحلل اکبر یا بعض محظورات سے، آپ ﷺ نے فرمایا: الْحِلُّ كُلُّهُ یعنی تحلل اکبر مراد ہے، بالکل حلال ہو جاؤ۔

قَدْ حَلَلْتِ مِنْ حَجِّكِ وَعُمْرَتِكِ جَمِيعًا: جب حضرت عائشہؓ طواف زیارت وغیرہ افعال حج سے فارغ ہو گئیں تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: اب تم اپنے حج اور عمرہ دونوں سے حلال ہو گئی ہو۔ اس سے بظاہر جمہور کی تائید ہوتی ہے کہ عائشہؓ مفردہ نہیں بلکہ قارنہ تھیں۔ اس کے دو جواب ہو سکتے ہیں: ① اول یہ کہ اب تم دونوں سے حلال ہو گئی ہو یعنی عمرہ سے تو حلال شروع ہی

میں ہوگئی تھیں (بوجہ رفض کے) اور حج سے اب حلال ہوگئی ہو اس کو کر کے، ② دوسرا جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن میں ان کے حیض وغیرہ کا قصہ نہیں رہا تھا اس بنیاد پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ فرمایا تھا: یدل علیہ قوله وَمَا طُفْتِ لَيَالِيَ قَدِمْنَا. کما فی روایة الصحیحین وقد ذکرناه قریباً۔

۱۷۸۷ - حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ بْنِ مَزْيَدٍ، أَخْبَرَنِي أَبِي، حَدَّثَنِي الْأَوْزَاعِيُّ، حَدَّثَنِي مَنْ، سَمِعَ عَطَاءَ بْنَ أَبِي رَبَاحٍ، حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: أَهْلَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ خَالِصًا. لَا يُخَالِطُهُ شَيْءٌ فَقَدِمْنَا مَكَّةَ لِأَرْبَعِ لَيَالٍ خَلَوْنَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ فَطُفْنَا وَسَعَيْنَا ثُمَّ أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُحِلَّ، وَقَالَ: «لَوْلَا هَدْيِي لَحَلَلْتُ» . ثُمَّ قَامَ سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكٍ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَرَأَيْتَ مُتْعَتَنَا هَذِهِ أَلِعَامِنَا هَذَا أَمْ لِلْأَبَدِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «بَلْ هِيَ لِلْأَبَدِ» . قَالَ الْأَوْزَاعِيُّ: سَمِعْتُ عَطَاءَ بْنَ أَبِي رَبَاحٍ، يُحَدِّثُ بِهَذَا فَلَمْ أَحْفَظْهُ حَتَّى لَقِيتُ ابْنَ جُرَيْجٍ فَأَثْبَتَهُ لِي.

ترجمہ: جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خالص حج کی نیت سے احرام باندھا اور کوئی نیت اسکے ساتھ نہ تھی، پھر ہم مکہ اسوقت پہنچے جب کہ ذی الحجہ کی چار راتیں گزر چکی تھیں چنانچہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حج کا احرام ختم کر کے عمرہ کا احرام باندھنے کا حکم دیا) تو ہم نے بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حلال ہونے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اگر میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی تو میں ضرور حلال ہو جاتا، تو سراقہ بن مالک کھڑے ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ عمرہ کی طواف وسعی کے بعد حلال ہو کر نفع حاصل کرنے کی اجازت آپ ہمیں اسی سال کیلئے دے رہے ہیں یا ہمیشہ کیلئے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں بلکہ ہمیشہ کیلئے ہے۔ امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ میں نے عطاء بن ابی رباح کو اس حدیث کو بیان کرتے ہوئے سنا لیکن مجھے وہ یاد نہیں رہی، لیکن جب ابن جریج سے میں نے ملاقات کی تو انہوں نے مجھے وہ حدیث یاد دلادی۔

تخریج: صحيح البخاري - الحج (١٤٩٣) صحيح البخاري - الحج (١٥٦٨) صحيح البخاري - الحج (١٦٩٣) صحيح البخاري - الشركة (٢٣٧١) صحيح البخاري - التمني (٦٨٠٣) صحيح البخاري - الاعتصام بالكتاب والسنة (٦٩٣٣) صحيح مسلم - الحج (١٢١٦) صحيح مسلم - الحج (١٢١٨) سنن النسائي - الغسل والتيمم (٤٢٩) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٦٣) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨٠٥) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨٧٢) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٩٤) سنن أبي داود - المناسك (١٧٨٧) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩٦٦) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩٨٠) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٧٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٠٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٠٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣١٧) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٢١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٦٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٧٨) سنن الدارمي - المناسك (١٨٥٠)

شرح الحدیث: • أَرَأَيْتَ مُتْعَتَنَا هَذِهِ أَلِعَامِنَا هَذَا أَمْ لِلْأَبَدِ: یا رسول اللہ! بتایئے تو سہی ہمارا یہ تمتع ہمارے صرف اسی سال کیلئے ہے یا ہمیشہ کے لئے؟، جو علماء فسخ الحج الی العمرة کے اب بھی قائل ہیں (مثل احمد) وہ اس کو اسی پر محمول کرتے ہیں، اور جمہور کہتے ہیں متعہ سے مراد یہاں اعتمار فی اشہر الحج ہے۔

۱۷۸۸- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَدِمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ لِأَرْبَعِ لَيَالٍ خَلَوْنَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ، فَلَمَّا طَافُوا بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اجْعَلُوهَا عُمْرَةً إِلَّا مَنْ كَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ» . فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ أَهَلُّوا بِالْحَجِّ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ قَدِمُوا فَطَافُوا بِالْبَيْتِ، وَلَمْ يَطُوفُوا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ.

ترجمہ: عطاء بن ابی رباح حضرت جابرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ ذی الحجہ کی چار راتیں گزرنے کے بعد مکے آئے، پھر جب انہوں نے بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کر لی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ اس کو عمرہ بنالو مگر جس کے پاس ہدی ہو وہ ایسا نہ کرے۔ پھر جب ۸ ذی الحجہ (یوم الترویہ) ہوئی تو صحابہ کرامؓ نے حج کا احرام باندھ لیا اور جب یوم النحر آیا تو انہوں نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا مروہ کی سعی نہیں کی۔

تخریج: صحيح البخاري- الحج(١٤٩٣) صحيح البخاري- الحج(١٥٦٨) صحيح البخاري- الحج(١٦٩٣) صحيح البخاري- الشركة(٢٣٧١) صحيح البخاري- التمني(٦٨٠٣) صحيح البخاري- الاعتصام بالكتاب والسنة(٦٩٣٣) صحيح مسلم- الحج(١٢١٦) صحيح مسلم- الحج(١٢١٨) جامع الترمذي- الحج(٨١٧) جامع الترمذي- الحج(٨٥٦) جامع الترمذي- الحج(٨٥٧) جامع الترمذي- الحج(٨٦٣) جامع الترمذي- الحج(٨٦٩) جامع الترمذي- الحج(٨٨٦) جامع الترمذي- الحج(٨٩٧) جامع الترمذي- المناقب(٣٧٨٦) سنن النسائي- الطهارة(٢٩١) سنن النسائي- الغسل والتيمم(٤٢٩) سنن النسائي- المواقيت(٦٠٤) سنن النسائي- مناسك الحج(٢٧١٢) سنن النسائي- مناسك الحج(٢٧٤٠) سنن النسائي- مناسك الحج(٢٧٤٣) سنن النسائي- مناسك الحج(٢٧٤٤) سنن النسائي- مناسك الحج(٢٧٥٦) سنن النسائي- مناسك الحج(٢٧٦١) سنن النسائي- مناسك الحج(٢٧٦٢) سنن النسائي- مناسك الحج(٢٧٦٣) سنن النسائي- مناسك الحج(٢٧٩٨) سنن النسائي- مناسك الحج(٢٨٠٥) سنن النسائي- مناسك الحج(٢٨٧٢) سنن النسائي- مناسك الحج(٢٩٣٩) سنن النسائي- مناسك الحج(٢٩٤٤) سنن النسائي- مناسك الحج(٢٩٦١) سنن النسائي- مناسك الحج(٢٩٦٢) سنن النسائي- مناسك الحج(٢٩٦٣) سنن النسائي- مناسك الحج(٢٩٦٩) سنن النسائي- مناسك الحج(٢٩٧٠) سنن النسائي- مناسك الحج(٢٩٧٣) سنن النسائي- مناسك الحج(٢٩٧٤) سنن النسائي- مناسك الحج(٢٩٧٥) سنن النسائي- مناسك الحج(٢٩٨١) سنن النسائي- مناسك الحج(٢٩٨٢) سنن النسائي- مناسك الحج(٢٩٨٣) سنن النسائي- مناسك الحج(٢٩٨٤) سنن النسائي- مناسك الحج(٢٩٨٥) سنن النسائي- مناسك الحج(٢٩٩٤) سنن النسائي- مناسك الحج(٣٠٢١) سنن النسائي- مناسك الحج(٣٠٢٢) سنن النسائي- مناسك الحج(٣٠٥٣) سنن النسائي- مناسك الحج(٣٠٥٤) سنن النسائي- مناسك الحج(٣٠٧٤) سنن النسائي- مناسك الحج(٣٠٧٥) سنن النسائي- مناسك الحج(٣٠٧٦) سنن النسائي- الضحايا(٤٤١٩) سنن أبي داود- المناسك(١٧٨٨) سنن ابن ماجه- المناسك(٢٩١٣) سنن ابن ماجه- المناسك(٢٩١٩) سنن ابن ماجه- المناسك(٢٩٦٠) سنن ابن ماجه- المناسك(٢٩٦٦) سنن ابن ماجه- المناسك(٢٩٨٠) سنن ابن ماجه- المناسك(٣٠٢٣) سنن ابن ماجه- المناسك(٣٠٧٤) سنن ابن ماجه- الأضاحي(٣١٥٨) موطأ مالك- الحج(٨١٦) موطأ مالك- الحج(٨٣٥) موطأ مالك- الحج(٨٣٦) موطأ مالك- الحج(٨٤٠) سنن الدارمي- المناسك(١٨٥٠)

شرح الحدیث **روایت پر ایک اشکال اور اسکی توجیہ:** فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ قَدِمُوا فَطَافُوا بِالْبَيْتِ، وَلَمْ يَطُوفُوا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ: اس روایت کے سیاق سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ جن حضرات نے فسخ الحج إلى العمرة کیا تھا انہوں نے

عمرہ کیلئے تو طواف اور سعی دونوں کی، اسکے بعد جب حج کے افعال ادا کئے تو اس میں صرف طواف زیارت کیا یعنی اسکے بعد سعی بین الصفا والمروہ نہیں کی، اس پر بڑا قوی اشکال ہے اسلئے کہ متمتع کیلئے بالاتفاق دو طواف اور دو سعی واجب ہیں، ایک طواف اور سعی عمرہ کیلئے اور ایک طواف وسعی حج کیلئے، اور اس حدیث میں دوسرے طواف کے بعد سعی کی نفی ہے، حالانکہ بخاری کی روایت میں طواف ثانی کے بعد بھی سعی کرنے کی تصریح موجود ہے، اب یا تو اس روایت کو وہم قرار دیا جائے اور یا تاویل کی جائے۔ حضرتؒ نے بذل المجہود میں اسکی متعدد تاویلات کی ہیں: ① اسکا تعلق متمتعین یعنی جن لوگوں نے فسخ الحج إلى العمرة کیا تھا ان سے نہیں ہے بلکہ اسکا تعلق قارنین سے ہے جن کی طرف اشارہ اس حدیث میں حرف استثناء سے کیا گیا ہے: إِلَّا مَنْ كَانَ مَعَهُ الْهَدْيَ یعنی جن لوگوں کے ساتھ ہدی تھی اور وہ قارن تھے آپ ﷺ نے ان کو فسخ الحج کا حکم نہیں فرمایا اور قارن کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ عمرہ سے فارغ ہو کر طواف قدوم کرے جس میں سعی بین الصفا والمروہ بھی کرے تو پھر اب اسکو طواف زیارت کے بعد سعی کی حاجت نہیں ہے، اسلئے کہ طواف قدوم متعلقات حج میں سے ہے اور حج کی سعی میں تکرار نہیں ہے صرف ایک بار ہے چاہے طواف قدوم کے ساتھ کرے اور چاہے طواف زیارت کے بعد، ایک تاویل تو یہ ہوئی، ② اس سے مقصود سعی کی نفی نہیں ہے بلکہ ذکر کی نفی ہے کہ راوی نے طواف زیارت کے بعد سعی بین الصفاء والمروہ کا ذکر نہیں کیا "لكن لابد منه كما لا يخفى" بذل[1] میں اس کی اور بھی بعض تاویلیں کی ہیں۔

١٧٨٩ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ، حَدَّثَنَا حَبِيبٌ يَعْنِي الْمُعَلِّمَ، عَنْ عَطَاءٍ، حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهَلَّ هُوَ وَأَصْحَابُهُ بِالْحَجِّ وَلَيْسَ مَعَ أَحَدٍ مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ هَدْيٌ إِلَّا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَطَلْحَةَ وَكَانَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَدِمَ مِنَ الْيَمَنِ وَمَعَهُ الْهَدْيُ فَقَالَ: أَهْلَلْتُ بِمَا أَهَلَّ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ أَصْحَابَهُ أَنْ يَجْعَلُوهَا عُمْرَةً يَطُوفُوا، ثُمَّ يُقَصِّرُوا وَيُحِلُّوا إِلَّا مَنْ كَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ فَقَالُوا: أَنَنْطَلِقُ إِلَى مِنًى وَذُكُورُنَا تَقْطُرُ فَبَلَغَ ذَلِكَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «لَوْ أَنِّي اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا أَهْدَيْتُ، وَلَوْلَا أَنَّ مَعِي الْهَدْيَ لَأَحْلَلْتُ».

ترجمہ: جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خود بھی اور آپ کے صحابہ نے بھی حج کا احرام باندھا اور اس دن سوائے نبی کریم ﷺ اور حضرت طلحہؓ کے سوا کسی کے ساتھ ہدی کا جانور نہ تھا اور حضرت علیؓ یمن سے تشریف لائے اور ان کے ساتھ قربانی کے جانور تھے تو حضرت علیؓ فرمانے لگے کہ میں نے وہی احرام باندھا ہے جو نبی کریم ﷺ نے باندھا ہے اور نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ اس کو (یعنی احرام کو) عمرہ سے بدل لیں اور طواف کر کے بال کٹوالیں اور حلال ہو جائیں سوائے ان لوگوں کے جن کے ساتھ قربانی کا جانور ہو۔ اس پر صحابہ کرام کہنے لگے کہ ہم منیٰ میں اس حال میں جائیں کہ ہمارے

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ٨ ص ٣٩٩ - ٤٠٠

عضو مخصوص سے منی نکل رہی ہو؟ آپ ﷺ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو بات مجھے بعد میں معلوم ہوئی اگر پہلے معلوم ہو جاتی تو میں اپنے ساتھ ہدی نہ لیکر آتا اور میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی تو میں ضرور حلال ہو جاتا۔

تخریج صحيح البخاري-الحج(١٤٤٤)صحيح البخاري-الحج(١٤٨٢)صحيح البخاري-الحج(١٤٩٣)صحيح البخاري-الحج(١٤٩٥)صحيح البخاري-الحج(١٥٦٨)صحيح البخاري-الحج(١٦٩٣)صحيح البخاري-الشركة(٢٣٧١)صحيح البخاري-المغازي(٤٠٩٥)صحيح البخاري-التمني(٦٨٠٣)صحيح البخاري-الاعتصام بالكتاب والسنة(٦٩٣٣)صحيح مسلم-الحج(١٢١٦)صحيح مسلم-الحج(١٢١٨)جامع الترمذي-الحج(٨١٧)جامع الترمذي-الحج(٨٥٦)جامع الترمذي-الحج(٨٥٧)جامع الترمذي-الحج(٨٦٢)جامع الترمذي-الحج(٨٦٩)جامع الترمذي-الحج(٨٨٦)جامع الترمذي-الحج(٨٩٧)جامع الترمذي-المناقب(٣٧٨٦)سنن النسائي-الطهارة(٢٩١)سنن النسائي-الغسل والتيمم(٤٢٩)سنن النسائي-المواقيت(٦٠٤)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٧١٢)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٧٤٠)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٧٤٣)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٧٤٤)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٧٥٦)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٧٦١)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٧٦٢)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٧٦٣)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٧٩٨)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٨٠٥)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٨٧٢)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٩٣٩)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٩٤٤)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٩٦١)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٩٦٢)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٩٦٣)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٩٦٩)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٩٧٠)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٩٧٣)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٩٧٤)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٩٧٥)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٩٨١)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٩٨٢)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٩٨٣)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٩٨٤)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٩٨٥)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٩٩٤)سنن النسائي-مناسك الحج(٣٠٢١)سنن النسائي-مناسك الحج(٣٠٢٢)سنن النسائي-مناسك الحج(٣٠٥٣)سنن النسائي-مناسك الحج(٣٠٥٤)سنن النسائي-مناسك الحج(٣٠٧٤)سنن النسائي-مناسك الحج(٣٠٧٥)سنن النسائي-مناسك الحج(٣٠٧٦)سنن النسائي-الضحايا(٤٤١٩)سنن أبي داود-المناسك(١٧٨٩)سنن ابن ماجه-المناسك(٢٩١٣)سنن ابن ماجه-المناسك(٢٩١٩)سنن ابن ماجه-المناسك(٢٩٦٠)سنن ابن ماجه-المناسك(٢٩٦٦)سنن ابن ماجه-المناسك(٢٩٨٠)سنن ابن ماجه-المناسك(٣٠٢٣)سنن ابن ماجه-المناسك(٣٠٧٤)سنن ابن ماجه-الأضاحي(٣١٥٨)موطأ مالك-الحج(٨١٦)موطأ مالك-الحج(٨٣٥)موطأ مالك-الحج(٨٣٦)موطأ مالك-الحج(٨٤٠)سنن الدارمي-المناسك(١٨٥٠)

شرح الحدیث وَلَيْسَ مَعَ أَحَدٍ مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ هَدْيٌ إِلَّا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَطَلْحَةَ الخ: **حجة الوداع میں ہدی کن کن حضرات کیساتھ تھی:** اس حج میں تمام قافلہ میں سے صرف چند صحابہؓ کے ساتھ ہدی تھی باقی سب غیر سائق الہدی تھے، جن کے پاس ہدی تھی ان میں ایک تو خود نبی کریم ﷺ ہیں، دوسرے حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ اور علیؓ، ان کے علاوہ بھی بعض اور صحابہؓ تھے جن کے اسمائے گرامی حضرت شیخؒ نے جزء[1] حجۃ الوداع میں ذکر فرمائے ہیں۔

وَكَانَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَدِمَ مِنَ الْيَمَنِ وَمَعَهُ الْهَدْيُ: آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو حجۃ الوداع سے قبل یمن بھیجا تھا لاجل السعایۃ (صدقہ وصول کرنے کیلئے) جس کا ذکر امام بخاریؒ نے ایک مستقل ترجمۃ الباب سے کیا ہے بَاب بَعْثُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي

---

[1] ولم يحل أبو بكر ولا عمر ولا طلحة ولا الزبير رضي الله تعالى عنهم من أجل سوق الهدي كذا في الهدي وزاد الطحاوي: عثمان وذا اليسارة، وكذا زاد ذي اليسارة الإمام مسلم في صحيحه اه. ذوی الیسارۃ یعنی بعض متمول صحابہ ۱۲۔

طالب وخالد بن الوليد إلى اليمن قبل حجة الوداع۔ چنانچہ حضرت علیؓ یمن سے براہ راست مکہ مکرمہ پہنچے، آپ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا کہ تم نے کونسا احرام باندھا ہے؟ جواب دیا: بما أهل به رسول الله صلى الله عليه وسلم یعنی میں نے تو احرام کے وقت یہ نیت کی ہے جس نوع کا احرام حضور ﷺ کا ہے ویسا ہی میں بھی باندھتا ہوں اور چونکہ ان کے ساتھ اپنی ہدی بھی تھی اس لئے آپ ﷺ نے انکو فسخ الحج کا حکم نہیں فرمایا بلکہ وہ آپ ﷺ ہی کی طرح حالت احرام میں رہے۔ روایات میں آتا ہے کہ ابو موسیٰ اشعریؓ نے بھی اسی طرح کا احرام باندھا تھا مگر چونکہ وہ سائق الھدی نہیں تھے اس لئے آپ ﷺ نے ان کو حلال ہونے کا حکم فرمادیا تھا، اس قسم کے احرام کو احرام معلق کہتے ہیں: احرمت کاحرام زید اور ایک ہوتا ہے احرام مبہم کہ آدمی شروع میں مطلق احرام کی نیت کرے، اسکی تعیین نہ کرے کہ یہ احرام قران کا ہے یا افراد کا بلکہ تعیین کو مؤخر کردے کہ بعد میں کرلیں گے احرام کی یہ دونوں قسمیں ائمہ اربعہ کے نزدیک راجح قول میں جائز ہیں۔

اور علامہ عینیؒ سے تعجب ہے کہ انہوں نے اسکے جواز کو صرف شافعیہ کا مذہب قرار دیا ہے۔ وقد نبه عليه الشيخ في البذل وشيخنا في حاشية اللامع أيضاً۔

١٧٩٠ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرٍ، حَدَّثَهُمْ عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: «هَذِهِ عُمْرَةٌ اسْتَمْتَعْنَا بِهَا فَمَنْ لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ هَدْيٌ فَلْيَحِلَّ الْحِلَّ كُلَّهُ وَقَدْ دَخَلَتِ الْعُمْرَةُ فِي الْحَجِّ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا مُنْكَرٌ إِنَّمَا هُوَ قَوْلُ ابْنِ عَبَّاسٍ.

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ عمرہ ہے جس سے ہم نے فائدہ اٹھایا ہے، پس جس کے پاس ہدی نہ ہو تو اسے حلال ہوجانا چاہیئے اور وہ پوری طرح سے ہر چیز کے لئے حلال ہوگا اور عمرہ قیامت تک کے لئے حج میں داخل ہوگیا۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں: اس حدیث کو مرفوع نقل کرنا منکر ہے کیونکہ یہ تو ابن عباسؓ کا قول ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الجمعة (١٠٣٥) صحيح مسلم - الحج (١٢٤١) جامع الترمذي - الحج (٩٣٢) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨١٤) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨١٥) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨٧٠) سنن أبي داود - المناسك (١٧٩٠) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٣٦/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٤١/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٩٠/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٤١/١) سنن الدارمي - المناسك (١٨٥٦)

شرح حدیث: اس حدیث میں اسی فسخ الحج إلى العمرة کا ذکر ہے، آپ ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ اس وقت آپ لوگوں نے جو طواف وسعی کی ہے اس کو عمرہ قرار دے کر حلال ہوجاؤ، بشرطیکہ اس کے ساتھ ہدی نہ ہو، اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: وَقَدْ دَخَلَتِ الْعُمْرَةُ فِي الْحَجِّ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ کہ اشہر حج میں عمرہ کا جواز ہمیشہ اور قیامت تک کیلئے ہے۔

مصنف کے قول پر قوی اشکال اور اسکی توجیہ: اسکے بعد آپ سمجھیے کہ یہ مشہور حدیث ہے، صحیح مسلم میں بھی موجود ہے لیکن اسکے باوجود مصنف اس کو حدیث منکر کیوں کہہ رہے ہیں؟ اس کی کوئی معقول وجہ سمجھ میں نہیں آتی

بڑی قابل اشکال بات ہے، اسکا جواب اور حل یہ ہے کہ یہ جملہ یہاں بے محل نقل ہو گیا، اس کا تعلق آئندہ حدیث سے ہے، جو اس طرح ہے: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا أَهَلَّ الرَّجُلُ بِالْحَجِّ، ثُمَّ قَدِمَ مَكَّةَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَقَدْ حَلَّ وَهِيَ عُمْرَةٌ»۔ جس کا مطلب یہ ہے جو شخص بھی حج کا احرام باندھ کر مکہ میں آکر طواف کرے گا تو وہ خود بخود حلال ہو جائیگا یعنی اس کے بغیر قصد اور ارادہ ہی کے فسخ الحج الی العمرۃ ہو جائیگا یعنی مفرد بالحج مفرد نہیں رہے گا بلکہ متمتع ہو جائیگا، لہذا اگر کسی کو حج افراد کرنا منظور ہو تو اس کو چاہیئے کہ مکہ میں داخل ہونے کے بعد حج سے قبل بیت اللہ کا طواف نہ کرے اور اگر اس نے طواف کر لیا تو سمجھو کہ اس کا احرام حج فسخ ہو گیا اور وہ معتمر بن گیا اور یہ صحابہ میں سے کسی کا مذہب نہیں تھا بجز ابن عباسؓ کے اور نہ ائمہ اربعہ میں سے کسی کا ہے، اس سلسلے کی بکثرت روایات صحیح مسلم میں ہیں لیکن وہاں یہ سب روایات موقوفاً علی ابن عباسؓ ہیں یعنی خود ابن عباسؓ کی رائے اور ان کا قول مرفوعاً نہیں ہیں اور یہاں ابو داؤد میں یہ روایت مرفوعاً مروی ہے۔ مصنف نے اسی لئے اسکو منکر فرمایا ہے کہ یہ تو قول ابن عباسؓ ہے راوی کا اس کو مرفوعاً روایت کرنا غلط ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ مصنفؒ نے نکارت کا حکم موجودہ حدیث پر نہیں لگایا بلکہ آنے والی حدیث پر جس کو ہم نے ابھی اوپر نقل کیا ہے، کذا أفاد الشیخ قدس سرہ فی بذل المجهود [1]، فللہ درہ۔

۱۷۹۱ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، حَدَّثَنَا النَّهَّاسُ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا أَهَلَّ الرَّجُلُ بِالْحَجِّ، ثُمَّ قَدِمَ مَكَّةَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَقَدْ حَلَّ وَهِيَ عُمْرَةٌ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ عَطَاءٍ، دَخَلَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُهِلِّينَ بِالْحَجِّ خَالِصًا، فَجَعَلَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمْرَةً.

ترجمہ حضرت ابن عباسؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص حج کا احرام باندھ کر مکہ آئے اور پھر بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی کر لے تو حلال ہو جائے اور وہ عمرہ ہو جائے گا۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں: اس کو ابن جریج نے عطاء سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ خالص حج کی نیت سے حج کا تلبیہ کہتے ہوئے مکہ آئے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حج کے احرام کو عمرہ بنا دیا۔

تخریج صحيح البخاري - الحج (۱٤۷۰) صحيح مسلم - الحج (۱۲٤۰) سنن أبي داود - المناسك (۱۷۹۱) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (۱/۲٤۱)

۱۷۹۲ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ شَوْكَرٍ، وَأَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ، قَالَ ابْنُ مَنِيعٍ: أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي زِيَادٍ الْمَعْنَى، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: «أَهَلَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ فَلَمَّا قَدِمَ طَافَ بِالْبَيْتِ

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۸ ص ۴۰۳

وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ» . وَقَالَ ابْنُ شَوْكَرٍ، وَلَمْ يُقَصِّرْ. ثُمَّ اتَّفَقَا وَلَمْ يَحِلَّ مِنْ أَجْلِ الْهَدْيِ، وَأَمَرَ مَنْ لَمْ يَكُنْ سَاقَ الْهَدْيَ أَنْ يَطُوفَ وَأَنْ يَسْعَى وَيُقَصِّرَ، ثُمَّ يَحِلَّ. زَادَ ابْنُ مَنِيعٍ فِي حَدِيثِهِ أَوْ يَحْلِقَ ثُمَّ يَحِلَّ.

ترجمة: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حج کا احرام باندھا اور جب مکہ تشریف لائے تو بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا و مروہ کی سعی فرمائی۔ ابن شوکر کہتے ہیں کہ آپ نے نہ بال کٹوائے، نہ حلال ہوئے، ہدی پاس ہونے کی وجہ سے اور یہ حکم فرمایا کہ جو اپنے ساتھ ہدی نہ لایا ہو اسے چاہیئے کہ طواف کعبہ اور سعی کر کے بال کٹوالے اور حلال ہو جائے۔ ابن منیع نے یہ اضافہ کیا کہ آپ نے فرمایا: بال منڈوالے اور پھر احرام کھول لے۔

تخریج: صحيح البخاري - الجمعة (١٠٣٥) صحيح البخاري - الحج (١٤٧٠) صحيح البخاري - المناقب (٣٦٢٠) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨١٤) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨١٥) سنن أبي داود - المناسك (١٧٩٢) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٢٤١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٢٩٠) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٣٤١) سنن الدارمي - المناسك (١٨٥٦)

شرح الحدیث: وَلَمْ يَحِلَّ مِنْ أَجْلِ الْهَدْيِ: اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ سوق ہدی مانع عن التحلل ہے اور بھی اس سلسلے کی بعض روایات پہلے گزر چکی ہیں۔

کیا سوق ھدی تحلل سے مانع ہے؟ چنانچہ حنفیہ و حنابلہ کا مسلک یہی ہے، لیکن شافعیہ و مالکیہ کا مسلک اس کے خلاف ہے ان کے نزدیک سوق ہدی مانع عن التحلل نہیں ہے، افادہ النووی فی شرح مسلم، لہٰذا یہ حدیث ان دونوں کے خلاف ہے لیکن امام نوویؒ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔

١٧٩٣ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي حَيْوَةُ، أَخْبَرَنِي أَبُو عِيسَى الْخُرَاسَانِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَتَى عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَشَهِدَ عِنْدَهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ «يَنْهَى عَنِ الْعُمْرَةِ قَبْلَ الْحَجِّ».

ترجمة: سعید بن المسیب سے روایت ہے نبی کریم ﷺ کے صحابہ میں سے ایک صحابی حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور ان کے سامنے اس بات کی گواہی دی کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے آپ کے مرضِ وفات میں سنا کہ آپ نے حج سے پہلے عمرہ کی ممانعت فرمائی۔

شرح الحدیث: **حدیث کی شرح اور بعض صحابہ کا تمتع سے منع کرنا:** يَنْهَى عَنِ الْعُمْرَةِ قَبْلَ الْحَجِّ: حج سے پہلے عمرے کی ممانعت کسی کا مذہب نہیں ہے، امام خطابیؒ[1] فرماتے ہیں:

1. اس حدیث کی شرح میں مقال ہے کیونکہ اس میں عبداللہ بن القاسم ہے جو کہ مجہول ہے۔
2. شاید حج کی اہمیت کے پیش نظر آپ نے ایسا فرمایا، اول تو حج فرض ہے دوسرے اس کا وقت مخصوص اور متعین ہے،

---

[1] معالم السنن شرح سنن أبي داود — ج ٢ ص ١٦٦

جس کی بنا پر اس کے فوت ہونے کا اندیشہ ہے بخلاف عمرہ کے کہ اول تو وہ فرض نہیں دوسرے وہ ہر وقت کیا جا سکتا ہے۔ اس جواب کا خلاصہ یہ ہوا: الأهم فالأهم۔

③ حضرتؒ نے بذل [1] میں لکھا ہے شاید اسی حدیث سے حضرت عمرؓ استنباط فرماتے ہوئے تمتع سے منع فرماتے تھے جیسا کہ روایات مشہور ہے کہ صحابہ کرامؓ کی ایک مختصر سی جماعت جن میں عمر فاروق، عثمان، معاویہ، رضی اللہ عنہم، زیادہ مشہور ہیں تمتع سے منع فرماتے [2] تھے، کیونکہ حج سے پہلے عمرہ تمتع میں ہوتا ہے۔

١٧٩٤ حَدَّثَنَا مُوسَى أَبُو سَلَمَةَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي شَيْخٍ الْهُنَائِيِّ خَيْوَانَ بْنِ خَلْدَةَ، مِمَّنْ قَرَأَ عَلَى أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ، مِنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ، أَنَّ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ، قَالَ لِأَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ كَذَا وَكَذَا، وَعَنْ رُكُوبِ جُلُودِ النُّمُورِ؟» . قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: «فَتَعْلَمُونَ أَنَّهُ نَهَى أَنْ يُقْرَنَ بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ» . فَقَالُوا: أَمَّا هَذَا فَلَا. فَقَالَ: «أَمَا إِنَّهَا مَعَهُنَّ وَلَكِنَّكُمْ نَسِيتُمْ» .

ترجمہ معاویہ بن ابی سفیان نے نبی کریم ﷺ کے صحابہ سے دریافت کیا کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان باتوں کی ممانعت فرمائی اور چیتوں کی کھالوں پر سواری کرنے سے بھی منع فرمایا ہے؟ صحابہ نے جواب دیا کہ ہاں، انہوں نے پوچھا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حج اور عمرہ کو ملانے سے منع فرمایا؟ تو صحابہ کہنے لگے: اس بات کی آپ نے ممانعت نہیں فرمائی (یعنی ہمارے علم کے مطابق)، تو معاویہؓ کہنے لگے: اس بات کی بھی آپ نے ممانعت فرمائی ہے لیکن آپ بھول گئے ہیں۔

تخریج سنن أبي داود - المناسك (١٧٩٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (٤/٩٢) مسند أحمد - مسند الشاميين (٤/٩٥)

شرح الحدیث فَتَعْلَمُونَ أَنَّهُ نَهَى أَنْ يُقْرَنَ بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ: مشہور تو یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ وعمرؓ وغیر ہما یہ حضرات تمتع سے منع فرماتے تھے کما سبق آنفاً، اس روایت میں بجائے تمتع کے قران مذکور ہے، باقی دونوں میں کوئی خاص فرق نہیں ہے تمتع اور قران دونوں ہی میں جمع بین الحج والعمرة ہوتا ہے، اس منع کی توجیہ ابھی گزر چکی ہے (فی الحاشیة) یا یوں کہا جائے کہ اس سے مقصود قران کی ایک خاص صورت سے منع کرنا ہے یعنی إدخال العمرة علی الحج جو عند الحنفیہ جائز مع الکراہت ہے اور شافعیہ کے نزدیک جائز ہی نہیں، کما سبق فی بیان أنواع الحج۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٨ ص ٤٠٨

[2] اس منع کی ایک توجیہ تو یہ کی جاتی ہے کہ اس سے مراد مطلق تمتع نہیں بلکہ اس کی ایک خاص نوع یعنی فسخ الحج الی العمرة، جو عند الجمہور منسوخ ہے اس صورت میں یہ نہی تحریم کے لئے ہوگی۔ دوسری توجیہ یہ کی گئی ہے کہ یہ نہی تنزیہی ہے حج افراد کے مقابلہ میں کہ اس کو اختیار کرنا چاہئے کیونکہ وہ افضل ہے تمتع سے اور تمتع مفضول ہے، فالمقصود ترغیب ما هو الأفضل. واللہ تعالیٰ أعلم ۱۲۔

٢٣ـ بَابٌ فِي الإِقْرَانِ

باب حج قران کے بیان میں

یہاں نسخے مختلف ہیں، ہمارے نسخہ میں إقران ہے باب افعال سے اور دوسرے نسخہ میں قران ہے۔ صحیح بخاری میں بھی دونوں نسخے ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے إقران والے نسخہ کو خطا قرار دیا[1]، علامہ عینیؒ نے ابن الاثیرؒ سے نقل کیا کہ وہ کہتے ہیں: ویروی الاقران ایضاً۔ عینی کہتے ہیں: جب منقول ہے تو پھر غلط کہاں ہوا[2]؟ اسی طرح حضرتؒ نے بذل میں قاموس سے بھی دونوں طرح ثابت ہونا نقل کیا ہے[3]۔

۱۷۹۵ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ، وَعَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ، وَحُمَيْدٌ الطَّوِيلُ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّهُمْ سَمِعُوهُ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُلَبِّي بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ جَمِيعًا، يَقُولُ: «لَبَّيْكَ عُمْرَةً وَحَجًّا، لَبَّيْكَ عُمْرَةً وَحَجًّا».

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حج اور عمرہ کا تلبیہ اکٹھے پڑھتے ہوئے سنا آپ یہ الفاظ فرمارہے تھے: لَبَّيْكَ عُمْرَةً وَحَجًّا، لَبَّيْكَ عُمْرَةً وَحَجًّا۔

تخریج: صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٨٢٤) صحيح مسلم - الحج (١٢٣٢) صحيح مسلم - الحج (١٢٥١) جامع الترمذي - الحج (٨٢١) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٢٩) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٣٠) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٣١) سنن أبي داود - المناسك (١٧٩٥) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩٦٨) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩٦٩) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/٥٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٢٦٦) سنن الدارمي - المناسك (١٩٢٤)

شرح الحدیث: یہ صریح اور قوی دلیل ہے آپ ﷺ کے قارن ہونے کی، کما لا یخفی۔

۱۷۹۶ حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «بَاتَ بِهَا يَعْنِي بِذِي الْحُلَيْفَةِ حَتَّى أَصْبَحَ، ثُمَّ رَكِبَ حَتَّى إِذَا اسْتَوَتْ بِهِ عَلَى الْبَيْدَاءِ حَمِدَ اللَّهَ وَسَبَّحَ وَكَبَّرَ، ثُمَّ أَهَلَّ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ وَأَهَلَّ النَّاسُ بِهِمَا». فَلَمَّا قَدِمْنَا أَمَرَ النَّاسَ فَحَلُّوا حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ أَهَلُّوا بِالْحَجِّ، وَنَحَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ بَدَنَاتٍ بِيَدِهِ قِيَامًا". قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الَّذِي تَفَرَّدَ بِهِ يَعْنِي أَنَسًا مِنْ هَذَا الْحَدِيثِ أَنَّهُ بَدَأَ بِالْحَمْدِ وَالتَّسْبِيحِ وَالتَّكْبِيرِ ثُمَّ أَهَلَّ بِالْحَجِّ.

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ٣ ص ٤٢٣

[2] عمدة القاري شرح صحيح البخاري — ج ٩ ص ١٩٥

[3] القاموس المحيط — ص ١٢٢٤، بذل المجهود في حل أبي داود — ج ٩ ص ٣

ترجمہ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں یعنی ذو الحلیفہ میں رات گزاری جب صبح ہوئی تو آپ سواری پر سوار ہوئے اور جب سواری آپ کو بیداء مقام پر لیکر کھڑی ہوئی تو اللہ کی تعریف اور اسکی پاکی اور بڑائی بیان کی پھر حج وعمرہ کا احرام باندھا اور لوگوں نے بھی حج وعمرہ کا احرام باندھا۔ پھر جب ہم مکہ پہنچے تو آپ نے لوگوں کو حلال ہونے کا حکم دیا تو لوگ حلال ہو گئے یہاں تک کہ آٹھ ذی الحجہ والے دن لوگوں نے حج کا احرام باندھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات اونٹوں کو کھڑے ہونے کی حالت میں اپنے ہاتھ سے قربان فرمایا۔

تخریج صحيح البخاري - الحج (١٤٧١) صحيح البخاري - الحج (١٤٧٢) صحيح البخاري - الحج (١٤٧٦) صحيح البخاري - الحج (١٦٢٦) صحيح البخاري - الحج (١٦٢٨) صحيح البخاري - الحج (١٦٢٨) صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٨٢٤) صحيح البخاري - المغازي (٤٠٩٦) صحيح مسلم - الحج (١٢٣٢) صحيح مسلم - الحج (١٢٥١) جامع الترمذي - الحج (٨٢١) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٢٩) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٣٠) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٣١) سنن أبي داود - المناسك (١٧٩٦) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩٦٨) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩٦٩) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/٥٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/١٤٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٢٦٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٢٦٨) سنن الدارمي - المناسك (١٩٢٤)

شرح الحدیث بَاتَ بِهَا يَعْنِي بِذِي الْحُلَيْفَةِ حَتَّى أَصْبَحَ، ثُمَّ رَكِبَ: یہ مطلب نہیں کہ صبح ہوتے ہی ذوالحلیفہ سے چل دیئے بلکہ ظہر بعد یہاں سے روانہ ہوئے، باب الاشتراط فی الحج سے پہلے جو حدیث انسؓ گزری ہے اس میں اسکی تصریح ہے، حضرت شیخ فرماتے تھے: یہاں اس روایت میں ثُمَّ کو خوب غنہ کے ساتھ کھینچ کر تجوید کے ساتھ پڑھو (امتداد صوت سے امتداد زمان کیطرف لطیف اشارہ ہے)۔

١٧٩٧- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ عَلِيٍّ حِينَ أَمَّرَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْيَمَنِ قَالَ: فَأَصَبْتُ مَعَهُ أَوَاقِيَ فَلَمَّا قَدِمَ عَلِيٌّ مِنَ الْيَمَنِ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَجَدْتُ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَدْ لَبِسَتْ ثِيَابًا صَبِيغًا وَقَدْ نَضَحَتِ الْبَيْتَ بِنَضُوحٍ فَقَالَتْ: مَا لَكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَمَرَ أَصْحَابَهُ فَأَحَلُّوا قَالَ: قُلْتُ لَهَا: إِنِّي أَهْلَلْتُ بِإِهْلَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِي: «كَيْفَ صَنَعْتَ؟»، فَقَالَ: قُلْتُ: أَهْلَلْتُ بِإِهْلَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «فَإِنِّي قَدْ سُقْتُ الْهَدْيَ وَقَرَنْتُ» قَالَ: فَقَالَ لِي: «انْحَرْ مِنَ الْبُدْنِ سَبْعًا وَسِتِّينَ أَوْ سِتًّا وَسِتِّينَ، وَأَمْسِكْ لِنَفْسِكَ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، أَوْ أَرْبَعًا وَثَلَاثِينَ، وَأَمْسِكْ لِي مِنْ كُلِّ بَدَنَةٍ مِنْهَا بَضْعَةً».

ترجمہ حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں حضرت علیؓ کے ہمراہ تھا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تھا تو میں نے ان کے ساتھ کئی اوقیہ چاندی جمع کی پھر جب حضرت علیؓ یمن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تو حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت فاطمہؓ کو رنگین کپڑے پہنے ہوئے دیکھا اور وہ گھر میں

خوشبو لگائے بیٹھی ہیں حضرت فاطمہؓ حضرت علیؓ سے کہنے لگیں کہ آپ کو کیا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو صحابہ کرام کو حلال ہونے کا حکم دے چکے اور صحابہ کرام تو حلال بھی ہو چکے ہیں آپؓ کیوں حلال نہیں ہوئے؟ حضرت علیؓ نے ان سے کہا کہ میں نے تو احرام کی وہی نیت کی ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام کی نیت ہو اور فرماتے ہیں کہ پھر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے کیا صورت اختیار کی تو میں نے جواب دیا کہ میں نے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام کی نیت کی ہے آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھ تو ہدی ہے اور میں نے حج قران کی نیت کی ہے پھر مجھ سے فرمایا کہ سڑسٹھ یا چھیاسٹھ اونٹ توذبح کرلو اور تینتیس یا چونتیس اونٹ اپنے لئے رہنے دو اور ہر قربانی میں سے میرے لئے ایک بوٹی کاٹ لینا۔

شرح الحديث فَقَالَ لِي: انْحَرْ مِنَ الْبُدْنِ سَبْعًا وَسِتِّينَ: امام نوویؒ اور قرطبیؒ نے اسکو وہم قرار دیا ہے اور فرمایا: صحیح وہ ہے جو مسلم کی روایت میں ہے فَنَحَرَ ثَلَاثًا وَسِتِّينَ بِيَدِهِ، ثُمَّ أَعْطَى عَلِيًّا، فَنَحَرَ مَا غَبَرَ [1]۔

١٧٩٨- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، قَالَ: قَالَ الصُّبَيُّ بْنُ مَعْبَدٍ: أَهْلَلْتُ بِهِمَا مَعًا، فَقَالَ عُمَرُ: «هُدِيتَ لِسُنَّةِ نَبِيِّكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

ترجمہ: ابو وائل سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ صبی بن معبد نے کہا کہ میں نے حج وعمرہ دونوں کا احرام باندھا تو حضرت عمرؓ فرمانے لگے کہ تمہیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور طریقہ کی رہنمائی کی گئی ہے۔

تخریج سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧١٩) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٢١) سنن أبي داود - المناسك (١٧٩٨) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩٧٠) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١٤/١) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٢٥/١) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٣٤/١) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٣٧/١) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٥٣/١)

شرح الحديث یہ روایت یہاں بہت مختصر ہے: حاشیہ والے نسخے میں مطول ہے، جس کا مضمون یہ ہے: صبی بن معبد کہتے ہیں: میں ایک اعرابی نصرانی شخص تھا اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اسلام سے نوازا، مسلمان ہونے کے بعد جہاد کا شوق اور جذبہ پیدا ہوا، پھر خیال ہوا کہ مجھ پر حج بھی فرض ہے پہلے حج کرلوں۔ چنانچہ میں نے اپنے اعزہ کے مشورہ سے حج اور عمرہ دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھا (یعنی حج قران) راستے میں مجھے سلمان بن ربیعہ اور زید بن صوحان ملے جبکہ میں حج اور عمرہ دونوں کا تلبیہ پڑھ رہا تھا جب ان دونوں نے میرا تلبیہ سنا تو تنقیداً ایک نے دوسرے سے کہا: مَا هَذَا بِأَفْقَهَ مِنْ بَعِيرِهِ کہ یہ تو اپنے اونٹ سے بھی زائد سمجھ نہیں رکھتا (ان کا دراصل اشکال جمع بین الحج والعمرۃ پر تھا) وہ کہتے ہیں کہ اس پر مجھ کو بہت غصہ آیا، فَكَأَنَّمَا أُلْقِيَ عَلَيَّ جَبَلٌ گویا مجھ پر پہاڑ آپڑا (لیکن انہوں نے سن کر برداشت کیا کچھ بولے نہیں) کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں آکر ساری بات سنائی انہوں نے سن کر فرمایا جو یہاں اوپر حدیث میں مذکور ہے کہ تم کو اللہ تعالیٰ نے اس چیز کی توفیق عطا فرمائی جو سنت ہے اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حج بھی حج قران تھا اسی لئے مصنف اس حدیث کو باب القران میں لائے ہیں۔

---

[1] صحيح مسلم - كتاب الحج - باب حجة النبي صلى الله عليه وسلم ١٢١٨

١٧٩٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ بْنِ أَعْيَنَ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، قَالَ: قَالَ الصُّبَيُّ بْنُ مَعْبَدٍ: كُنْتُ رَجُلًا أَعْرَابِيًّا نَصْرَانِيًّا فَأَسْلَمْتُ، فَأَتَيْتُ رَجُلًا مِنْ عَشِيرَتِي يُقَالُ لَهُ هُذَيْمُ بْنُ ثُرْمُلَةَ، فَقُلْتُ لَهُ: يَا هَنَاهُ إِنِّي حَرِيصٌ عَلَى الْجِهَادِ وَإِنِّي وَجَدْتُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ مَكْتُوبَيْنِ عَلَيَّ فَكَيْفَ لِي بِأَنْ أَجْمَعَهُمَا؟، قَالَ: اجْمَعْهُمَا وَاذْبَحْ مَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَأَهْلَلْتُ بِهِمَا مَعًا. فَلَمَّا أَتَيْتُ الْعُذَيْبَ لَقِيَنِي سَلْمَانُ بْنُ رَبِيعَةَ، وَزَيْدُ بْنُ صُوحَانَ وَأَنَا أُهِلُّ بِهِمَا جَمِيعًا، فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِلْآخَرِ: مَا هَذَا بِأَفْقَهَ مِنْ بَعِيرِهِ، قَالَ: فَكَأَنَّمَا أُلْقِيَ عَلَيَّ جَبَلٌ حَتَّى أَتَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، فَقُلْتُ لَهُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، إِنِّي كُنْتُ رَجُلًا أَعْرَابِيًّا نَصْرَانِيًّا وَإِنِّي أَسْلَمْتُ، وَأَنَا حَرِيصٌ عَلَى الْجِهَادِ وَإِنِّي وَجَدْتُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ مَكْتُوبَيْنِ عَلَيَّ فَأَتَيْتُ رَجُلًا مِنْ قَوْمِي فَقَالَ لِي: «اجْمَعْهُمَا وَاذْبَحْ مَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ، وَإِنِّي أَهْلَلْتُ بِهِمَا مَعًا»، فَقَالَ لِي عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ «هُدِيتَ لِسُنَّةِ نَبِيِّكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ»

ترجمہ: حضرت صبی بن معبد نے کہا کہ میں ایک بدوی عیسائی شخص تھا، میں مسلمان ہو گیا، پھر اپنے خاندان کے ایک شخص ہدیم بن ثرملہ کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ اے شخص (ہدیم)! میں جہاد کا حریص ہوں مگر مجھ پر حج اور عمرہ واجب ہیں (یعنی صاحب نصاب ہوں) پس میں انہیں (حج اور عمرہ کو) کیوں کر جمع کروں؟ اس (ہذیم) نے کہا کہ دونوں کو جمع کر لو اور جو میسر ہو سکے قربانی کر دو۔ پس میں نے دونوں (حج اور عمرہ) کا احرام باندھا، پھر جب میں مقام عذیب پہنچا تو مجھے سلیمان بن ربیعہ اور زید بن صوحان ملے اور میں حج اور عمرے دونوں کا تلبیہ پکار رہا تھا تو ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: یہ شخص اپنے اونٹ سے زیادہ سمجھ دار نہیں ہے۔ صبی نے کہا کہ مجھے یوں لگا جیسے مجھ پر پہاڑ گرا دیا گیا ہے حتی کہ میں حضرت عمرؓ بن خطاب کے پاس آیا اور کہا: اے امیر المؤمنین! میں ایک بدوی عیسائی تھا اور مسلمان ہو گیا ہوں اور میں جہاد کا حریص ہوں اور میں نے دیکھا کہ مجھ پر حج اور عمرہ واجب ہیں، پس میں اپنی قوم کے ایک شخص کے پاس گیا تو اس نے مجھ سے کہا کہ انہیں (حج اور عمرہ کو) اکٹھا کر لو اور جو میسر ہو قربانی کر لو۔ چنانچہ میں نے ان دونوں کا احرام باندھ لیا، پس حضرت عمرؓ نے مجھ سے فرمایا: تجھے اپنے نبی کی سنت کی ہدایت مل گئی۔

تخریج: سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧١٩) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٢١) سنن أبي داود - المناسك (١٧٩٩) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩٧٠) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/١٤) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/٢٥) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/٣٤) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/٣٧) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/٥٣)

١٨٠٠- حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مِسْكِينٌ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، يَقُولُ: حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "أَتَانِي اللَّيْلَةَ آتٍ مِنْ عِنْدِ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ، قَالَ: وَهُوَ بِالْعَقِيقِ وَقَالَ: صَلِّ فِي هَذَا الْوَادِي الْمُبَارَكِ، وَقَالَ: عُمْرَةٌ فِي حَجَّةٍ". قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، وَعُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ فِي هَذَا الْحَدِيثِ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ وَقُلْ عُمْرَةٌ، فِي حَجَّةٍ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَا رَوَاهُ عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ

أَبِي كَثِيرٍ فِي هَذَا الْحَدِيثِ وَقَالَ: وَقُلْ عُمْرَةٌ فِي حَجَّةٍ.

ترجمہ: عکرمہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عمر بن خطابؓ نے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جب کہ آپ ﷺ مقام عقیق میں تھے کہ میرے پاس ایک آنے والا میرے رب کی طرف سے رات کے وقت آیا اور اسنے کہا کہ اس وادی مبارک میں نماز پڑھو اور یہ بھی کہا کہ حج کے احرام میں عمرہ کا احرام بھی ہے۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ اس کو ولید بن مسلم اور عمر بن عبد الواحد نے اوزاعی سے روایت کیا اس میں کہا کہ اور کہیئے کہ حج کے احرام میں عمرہ کے احرام کی نیت کرتا ہوں اور اسی طرح علی بن مبارک نے یحییٰ بن ابی کثیر سے اس حدیث کو روایت کیا اس میں کہا اور کہیئے کہ حج کے احرام میں عمرہ کے احرام کی نیت بھی ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الحج (١٤٦١) صحيح البخاري - المزارعة (٢٢١٢) صحيح البخاري - الاعتصام بالكتاب والسنة (٦٩١١) سنن أبي داود - المناسك (١٨٠٠) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩٧٦) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٢٤/١).

شرح الحدیث: أَتَانِي اللَّيْلَةَ آتٍ مِنْ عِنْدِ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ، قَالَ: وَهُوَ بِالْعَقِيقِ: وادی عقیق ذوالحلیفہ کے قریب ہے وہاں آپ ﷺ کی خدمت میں رات کے وقت ایک فرشتہ (جبرئیل کما فی "الفتح") آپہونچا، اس نے عرض کیا کہ آپ ﷺ اس وادی مبارک میں نماز پڑھیئے، وَقُلْ: عُمْرَةٌ فِي حَجَّةٍ جس کے متبادر معنی یہ ہیں کہ آپ ﷺ حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھیے، گویا آپ ﷺ حج قران کے منجانب اللہ تعالیٰ مامور تھے اس سے قران کی افضلیت مستفاد ہوتی ہے۔

یہاں پر یہ اشکال کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ قران کے مامور تھے تو پھر آپ ﷺ نے لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ الخ میں تمتع کی تمنی کیوں ظاہر فرمائی؟ بندہ کے نزدیک اسکا آسان جواب یہ ہے کہ عُمْرَةٌ فِي حَجَّةٍ سے مقصود جمع بين الحج والعمرة ہے اور یہ جمع جس طرح قران میں پایا جاتا ہے اسی طرح تمتع میں بھی ہوتا ہے لہذا تمتع بایں لحاظ قران کے منافی نہیں ہے، واللہ تعالیٰ أعلم

اس اشکال کا ایک جواب حضرتؒ نے بھی بذل المجهود[1] میں تحریر فرمایا ہے اسکو بھی سمجھ لیا جائے۔

١٨٠١ - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، حَدَّثَنِي الرَّبِيعُ بْنُ سَبْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتَّى إِذَا كَانَ بِعُسْفَانَ، قَالَ لَهُ: سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكٍ الْمُدْلِجِيُّ، يَا رَسُولَ اللهِ: اقْضِ لَنَا قَضَاءَ قَوْمٍ كَأَنَّمَا وُلِدُوا الْيَوْمَ، فَقَالَ: «إِنَّ اللهَ تَعَالَى قَدْ أَدْخَلَ عَلَيْكُمْ فِي حَجِّكُمْ هَذَا عُمْرَةً، فَإِذَا قَدِمْتُمْ فَمَنْ تَطَوَّفَ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَقَدْ حَلَّ إِلَّا مَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ».

ترجمہ: ربیع بن سبرہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ نکلے اور

[1] بذل المجهود في حل أبي داود ج ٩ ص ١٠

جب ہم مقام عسفان تک پہنچے تو سراقہ بن مالک مدلجی نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ ہمیں یہ مسائل اور نصائح اسطرح سمجھایئے جس طرح کوئی بات ایک دن کے بچے کو سمجھایا کرتے ہیں، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمہارے لئے حج میں عمرہ کو شامل فرمادیا تو جب تم میں سے کوئی مکہ آجائے اور بیت اللہ کا طواف اور صفامروہ کے درمیان سعی کرلے پھر وہ حلال ہوجائے مگر جس کے ساتھ ہدی ہو (وہ حلال نہیں ہوگا)۔

تخریج سنن أبي داود – المناسك (١٨٠١) سنن الدارمي – المناسك (١٨٥٧)

شرح الحدیث قَالَ لَهُ: سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكٍ الْمُدْلِجِيُّ، يَا رَسُولَ اللَّهِ: اقْضِ لَنَا قَضَاءَ قَوْمٍ كَأَنَّمَا وُلِدُوا الْيَوْمَ: یوں تو حضور ﷺ صحابہؓ کو دین کی ہر بات پوری توجہ کے ساتھ ہمیشہ ہی سمجھاتے تھے لیکن اس سفر حج میں تو آپ ﷺ کی یہ محنت وسعی اپنی انتہا کو پہونچ گئی تھی، آپ ﷺ بار بار فرماتے تھے خُذُوا عَنِّي مَنَاسِكَكُمْ لَعَلِّي لَا أَرَاكُمْ بَعْدَ عَامِي هَذَا[1]۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اصحاب وہمنشیں بھی ایسے ہی عطا فرمائے تھے جو آپ ﷺ کی ان تعلیمات پر دل وجان سے قربان تھے۔ چنانچہ حدیث بالا میں صحابی مذکور آپ ﷺ سے عرض کررہے ہیں یا رسول اللہ! ہمیں یہ مسائل اور نصائح اس طرح سمجھایئے جیسے کوئی بات ایک دن کے بچے کو سمجھایا کرتے ہیں، اللہ اکبر! ان حضرات کی طلب اور رغبت کس درجہ کی تھی، وَفِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ[2]۔

١٨٠٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ، حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى الْمَعْنَى، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ، أَخْبَرَهُ قَالَ: قَصَّرْتُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِشْقَصٍ عَلَى الْمَرْوَةِ أَوْ رَأَيْتُهُ يُقَصِّرُ عَنْهُ عَلَى الْمَرْوَةِ بِمِشْقَصٍ. قَالَ: ابْنُ خَلَّادٍ، إِنَّ مُعَاوِيَةَ لَمْ يَذْكُرْ أَخْبَرَهُ.

ترجمہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ معاویہ بن ابی سفیانؓ نے انہیں بتایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے بال مروہ پہاڑی پر تیر کی نوک سے کاٹے یا کہا کہ میں نے دیکھا آپ کو مروہ پر تیر کی نوک سے بال کاٹتے ہوئے۔

تخریج صحيح البخاري – الحج (١٦٤٣) صحيح مسلم – الحج (١٢٤٦) سنن النسائي – مناسك الحج (٢٧٣٧) سنن النسائي – مناسك الحج (٢٩٨٧) سنن النسائي – مناسك الحج (٢٩٨٨) سنن أبي داود – المناسك (١٨٠٢) مسند أحمد – مسند الشاميين (٩٦/٤) مسند أحمد – مسند الشاميين (٩٧/٤) مسند أحمد – مسند الشاميين (٩٨/٤)

شرح الحدیث عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ، أَخْبَرَهُ قَالَ: "قَصَّرْتُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِشْقَصٍ عَلَى الْمَرْوَةِ: مشقص کہتے ہیں تیر کے پیکان کو (تیر میں جو دھار دار لوہا ہوتا ہے) بظاہر اس سے قینچی مراد ہے۔

---

[1] السنن الكبرى للبيهقي – كتاب الحج – باب الإيضاع في وادي محسر ٩٥٢٤ (ج٥ص ٢٠٤)

[2] اور یہی وہ چیز ہے جس پر للچانے والوں کو بڑھ چڑھ کر للچانا چاہیئے (سورۃ المطففين ٢٦)

بعضوں نے اسکو حجۃ الوداع پر محمول کیا ہے اور پھر اس سے استدلال کیا ہے اس بات پر کہ آپ ﷺ متمتع تھے اور عمرہ کر کے حلال ہو گئے تھے جیسا کہ ایک قول ہے اقوال [1] ستہ میں سے، لیکن یہ قول بالکل غلط ہے احادیث صحیحہ کی تصریح کی خلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث حجۃ الوداع سے متعلق نہیں ہے بلکہ یہ واقعہ عمرۃ الجعرانہ کا ہے جو ۸ھ میں پیش آیا، اس کو عمرۃ القضاء پر تو اسلئے محمول نہیں کر سکتے کہ اس وقت تک تو حضرت معاویہؓ اسلام ہی نہیں لائے تھے کیونکہ ان کا اسلام فتح مکہ کے موقعہ پر ہے، اور حجۃ الوداع پر اسلئے [2] محمول نہیں کر سکتے کہ اس میں تو آپ ﷺ نے حلق منی میں کرایا تھا جیسا کہ روایات میں مشہور ہے نہ کہ مروہ پر۔

واضح [3] رہے کہ حج سے فراغ پر تو حلق منی میں ہوتا ہے اس وقت حاجی پہلے سے ہی منی میں ہوتا ہے، رمی، ذبح، حلق یہ سب کام (دس ذی الحجہ یوم النحر کو) منی میں ہی ہوتے ہیں اور عمرہ والا حلق مروہ پر ہوتا ہے کیونکہ سعی مروہ پر آ کر ہی پوری ہوتی ہے، عام طور سے لوگ عمرہ سے فراغ پر مروہ ہی پر حلق کراتے ہیں اور حضور ﷺ نے اگرچہ حج سے قبل عمرہ کیا تھا لیکن سوق ھدی کی وجہ سے آپ ﷺ نے اس وقت حلق نہیں کرایا تھا اور حلال نہیں ہوئے تھے۔

۱۸۰۲- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، وَمَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الْمَعْنَى قَالُوا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ مُعَاوِيَةَ، قَالَ لَهُ: «أَمَا عَلِمْتَ أَنِّي قَصَّرْتُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِشْقَصِ أَعْرَابِيٍّ عَلَى الْمَرْوَةِ»، زَادَ الْحَسَنُ فِي حَدِيثِهِ لِحَجَّتِهِ.

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ معاویہؓ نے انھیں بتلایا کہ کیا تم کو معلوم نہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے بال مروہ پہاڑی پر ایک اعرابی کے تیر کی نوک سے آپ کے حج کے موقع پر کاٹے۔

تخریج: صحيح البخاري - الحج (١٦٤٣) صحيح مسلم - الحج (١٢٤٦) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٣٧) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٨٧) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٨٨) سنن أبي داود - المناسك (١٨٠٢) مسند أحمد - مسند الشاميين (٩٦/٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (٩٧/٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (٩٨/٤)

شرح الحدیث: بِمِشْقَصِ أَعْرَابِيٍّ عَلَى الْمَرْوَةِ بِحَجَّتِهِ: اوپر بالتفصیل یہ گزر چکا کہ یہ واقعہ حجۃ الوداع کا نہیں ہے بلکہ عمرہ کا ہے، یہ روایت اسکے خلاف ہے، جواب یہ ہے کہ نسائی میں بجائے بِحَجَّتِهِ کے بعمرۃٍ ہے وهو الصحيح، یا یہ کہا جائے کہ

---

[1] آپ کے احرام میں علماء کا اختلاف بالتفصیل باب افراد الحج میں گزر چکا۔

[2] اگرچہ بعض شراح نے اس احتمال کو بھی جائز رکھا ہے وہ اس طور پر کہ یہ تو صحیح ہے کہ حج میں آپ ﷺ نے حلق منی میں کرایا تھا، لیکن ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ کے سر پر کچھ بال باقی رہ گئے ہوں جن کو طواف زیارت کے بعد سعی میں صاف کرایا ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔

[3] اس حدیث کو اچھی طرح سمجھنے کیلئے یہ ساری بات لکھی گئی ہے جو لوگ حج و عمرہ کر چکے ہوں ان کیلئے تو اس کی کوئی خاص ضرورت نہیں لیکن جنھوں نے اب تک نہیں کیا ان کی رعایت میں لکھا گیا ہے، ۱۲۔

پہلے حج سے حج اصغر یعنی عمرہ ہی مراد ہے۔

حدثنا ابن معاذ، أخبرنا أبي، حدثنا شعبة، عن مسلم القري، سمع ابن عباس، يقول: «أهل النبي صلى الله عليه وسلم بعمرة، وأهل أصحابه بحج».

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم سرور دو عالم ﷺ نے عمرہ کا احرام باندھا اور آپ کے صحابہ نے حج کا احرام باندھا۔

سنن أبي داود - المناسك (١٨٠٤) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/ ٢٤٠)

حدثنا عبد الملك بن شعيب بن الليث، حدثني أبي، عن جدي، عن عقيل، عن ابن شهاب، عن سالم بن عبد الله، أن عبد الله بن عمر، قال: تمتع رسول الله صلى الله عليه وسلم في حجة الوداع بالعمرة إلى الحج فأهدى وساق معه الهدي من ذي الحليفة، وبدأ رسول الله صلى الله عليه وسلم، فأهل بالعمرة، ثم أهل بالحج وتمتع الناس مع رسول الله صلى الله عليه وسلم بالعمرة إلى الحج فكان من الناس من أهدى وساق الهدي ومنهم من لم يهد فلما قدم رسول الله صلى الله عليه وسلم مكة قال للناس: «من كان منكم أهدى فإنه لا يحل له من شيء حرم منه حتى يقضي حجه، ومن لم يكن منكم أهدى فليطف بالبيت وبالصفا والمروة وليقصر وليحلل، ثم ليهل بالحج، وليهد فمن لم يجد هديا فليصم ثلاثة أيام في الحج، وسبعة إذا رجع إلى أهله» وطاف رسول الله صلى الله عليه وسلم حين قدم مكة فاستلم الركن أول شيء، ثم خب ثلاثة أطواف من السبع ومشى أربعة أطواف، ثم ركع حين قضى طوافه بالبيت عند المقام ركعتين، ثم سلم فانصرف فأتى الصفا فطاف بالصفا والمروة سبعة أطواف، ثم لم يحلل من شيء حرم منه حتى قضى حجه ونحر هديه يوم النحر، وأفاض فطاف بالبيت، ثم حل من كل شيء حرم منه وفعل الناس مثل ما فعل رسول الله صلى الله عليه وسلم من أهدى وساق الهدي من الناس.

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں عمرہ کو حج کے ساتھ جمع کر کے تمتع فرمایا۔ چنانچہ آپ اپنے ساتھ ہدی لے گئے ذوالحلیفہ سے پس آپ نے احرام باندھا تو پہلے عمرہ کا احرام باندھا پھر حج کا احرام باندھا اور لوگوں نے آپ ﷺ کے ہمراہ عمرہ کو حج کے ساتھ ملا کر (تمتع کیا) فائدہ اٹھایا۔ بعض لوگ تو ہدی لے کر گئے تھے اور بعض حضرات ہدی ساتھ لیکر نہیں گئے پھر جب آپ ﷺ مکہ تشریف لے آئے تو لوگوں سے فرمایا کہ تم میں سے جس کے ساتھ ہدی ہو تو وہ تو کسی چیز سے جو حرام ہے (احرام کی وجہ سے) حلال نہ ہو جب تک کہ حج کی ادائیگی سے فارغ نہ ہو جائے اور جس کے پاس ہدی نہ ہو تو وہ بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کرے اور بال کتروا کر حلال ہو جائے، اسکے بعد حج کا احرام باندھے اور دم تمتع ادا کرے۔ جو کوئی ہدی نہ پائے تو وہ حج کے دنوں میں تین روزے رکھے اور

حج سے وطن لوٹنے کے بعد سات روزے رکھے اور خود آپ ﷺ نے مکہ تشریف لانے کے بعد طواف کیا اور پہلے رکن (حجر اسود) کا استلام کیا پھر تین چکر تیز رفتاری سے لگائے اور چار چکر معمول سے چلے۔ پھر بیت اللہ کا طواف کرنے کے بعد مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز پڑھی پھر سلام پھیر کر صفا کی طرف آئے اور صفا مروہ کے سات چکر لگائے پھر آپ پر کوئی چیز بھی جو (احرام کی وجہ سے) حرام تھی حلال نہ ہوئی جب تک کہ آپ حج سے فارغ نہ ہوگئے اور آپ ﷺ نے نحر کے دن اپنی ہدی کی قربانی کی اور پھر بیت اللہ کا طواف کیا پھر ہر چیز جو حرام تھی آپ ﷺ کیلئے حلال ہوگئی اور جن لوگوں کے ساتھ ہدی کا جانور تھا جس کو وہ ہنکا کرلے گئے تھے انہوں نے بھی رسول اللہ ﷺ کے جیسے افعال کئے (وہ بھی دس ذی الحجہ کو رمی، نحر ہدی، حلق اور پھر طواف زیارت کے بعد ہی حلال ہوئے)۔

تخریج صحيح البخاري - الصلاة (٣٨٧) صحيح البخاري - الحج (١٥٤٤) صحيح البخاري - الحج (١٥٤٧) صحيح البخاري - الحج (١٥٦٣) صحيح البخاري - الحج (١٥٦٤) صحيح البخاري - الحج (١٦٠٦) صحيح البخاري - الحج (١٧٠٠) صحيح مسلم - الحج (١٢٢٧) صحيح مسلم - الحج (١٢٣٤) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٣٢) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٣٠) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٤١) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٤٢) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٤٣) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٦٠) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٦٦) سنن أبي داود - المناسك (١٨٠٥) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩٥٠) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩٥٩) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩٧٤) سنن الدارمي - المناسك (١٩٣١)

شرح الحديث وَبَدَأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ، ثُمَّ أَهَلَّ بِالْحَجِّ: اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ شروع میں آپ ﷺ متمتع تھے اور آخر میں قارن ہو گئے تھے، کما هو قول من الأقوال الستة وهو الذي اختاره الطحاوي على ما قيل۔

فَمَنْ لَمْ يَجِدْ هَدْيًا فَلْيَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ، وَسَبْعَةً إِذَا رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ: متمتع پر دم واجب ہوتا ہے لیکن اگر اس میں اسکی گنجائش نہ ہو تو پھر اسکے بجائے دس روزے ہیں جن میں سے تین روزے حج سے قبل اور سات بعد الحج ہیں، پہلے تین روزے احرام عمرہ کے بعد ہونے چاہئیں خواہ اس وقت تک عمرہ کیا ہو یا نہ کیا ہو، یہ ہمارے یہاں ہے اور شافعیہ کے نزدیک عمرہ سے فراغ کے بعد ہونے چاہئیں اس سے قبل جائز نہیں، اور انتہاء ان روزوں کی (آخری دن) یوم عرفہ ہے، لیکن اگر کسی نے یوم عرفہ تک نہیں رکھے تو ایام تشریق میں رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ مسئلہ مختلف فیہ ہے حنفیہ اور امام شافعیؒ کے قول جدید میں ان تین روزوں کا ایام تشریق میں رکھنا جائز نہیں، لہذا اب اس پر ہدی متعین ہو گئی اور امام مالکؒ و احمدؒ اور امام شافعیؒ کے قول قدیم میں رکھنا جائز ہے، پھر دوسرا اختلاف یہ ہے کہ سات روزے جو رجوع إلى أهله کے بعد ہونے چاہئیں اس میں رجوع إلى أهله سے کیا مراد ہے، عند الشافعي على الصحيح المراد به الرجوع إلى الوطن والأهل، وعندنا الحنفية الرجوع من منى إلى مكة أي الفراغ عن الحج، وهو رواية عن الشافعي۔

وَأَفَاضَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ حَلَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ: اس حدیث میں تصریح ہے اس بات کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کرنے کے بعد حلال نہیں ہوئے تھے بلکہ حج سے فراغ پر یوم النحر میں حلال ہوئے، وھذا ھو الصحیح پھر اس حدیث کے اخیر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طواف افاضہ یعنی [1] طواف زیارت کا ذکر ہے لیکن اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعی بین الصفاء والمروہ بھی کی یا نہیں اسکی تصریح صاف طور سے مجھے کسی روایت میں نہیں ملی گویا احناف اس کو کھینچ تان کر ثابت کرتے ہیں، واللہ تعالیٰ أعلم۔

۱۸۰۶ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ حَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهَا قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا شَأْنُ النَّاسِ قَدْ حَلُّوا وَلَمْ تُحْلِلْ أَنْتَ مِنْ عُمْرَتِكَ، فَقَالَ: «إِنِّي لَبَّدْتُ رَأْسِي وَقَلَّدْتُ هَدْيِي فَلَا أُحِلُّ حَتَّى أَنْحَرَ الْهَدْيَ».

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت حفصہؓ سے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتی ہیں: اے اللہ کے رسول! لوگوں کو کیا ہوا کہ وہ (عمرہ کرکے) حلال ہو گئے اور آپ تو (عمرہ کرکے) حلال نہیں ہوئے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے سر پر تلبید کی ہوئی ہے اور میں نے اپنی ہدی کو قلادہ ڈال دیا ہے اسلیئے میں قربانی کرنے تک حلال نہیں ہو سکتا۔

تخریج: صحيح البخاري - الحج (١٤٩١) صحيح البخاري - الحج (١٦١٠) صحيح البخاري - الحج (١٦٣٨) صحيح البخاري - المغازي (٤١٣٧) صحيح البخاري - اللباس (٥٥٧٢) صحيح مسلم - الحج (١٢٢٩) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٨٢) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٨١) سنن أبي داود - المناسك (١٨٠٦) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٤٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٢٨٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٢٨٥) موطأ مالك - الحج (٨٩٧)

شرح الحدیث: فَقَالَ: إِنِّي لَبَّدْتُ رَأْسِي وَقَلَّدْتُ هَدْيِي: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عدم تحلل کی علت بیان فرما رہے ہیں لیکن تلبید تو فی نفسہ مانع عن التحلل نہیں ہے، البتہ تلبید راس کی حاجت اسی وقت ہوتی ہے، جبکہ طول احرام ہو، اسی طرح قَلَّدْتُ هَدْيِي میں اصل چیز تو سوق ہدی ہے کہ دراصل وہی تحلل سے مانع ہے، تقلید کا ذکر تو صرف بیان واقع کے طور پر ہے۔

٢٤ - بَابُ الرَّجُلِ يُهِلُّ بِالْحَجِّ ثُمَّ يَجْعَلُهَا عُمْرَةً

فسخ الحج إلی العمرۃ کے بیان میں

۱۸۰۷ - حَدَّثَنَا هَنَّادٌ يَعْنِي ابْنَ السَّرِيِّ، عَنِ ابْنِ أَبِي زَائِدَةَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ سُلَيْمِ بْنِ الْأَسْوَدِ، أَنَّ أَبَا ذَرٍّ، كَانَ يَقُولُ فِيمَنْ حَجَّ، ثُمَّ فَسَخَهَا بِعُمْرَةٍ: «لَمْ يَكُنْ ذَلِكَ إِلَّا لِلرَّكْبِ الَّذِينَ كَانُوا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

---

[1] تعدد طواف کی روایات بکثرت موجود نہیں لیکن تعدد سعی کا مسئلہ مشکل ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم قارن تھے اور عند الجمہور تو قارن پر صرف ایک طواف اور ایک سعی ہے جو حج اور عمرہ دونوں کی طرف سے کافی ہے ولکن عند الحنفیۃ لابد للقارن من طوافین وسعیین کما تقدم قبل ذلک، ۱۲۔

ترجمہ: سلیم بن الاسود سے روایت ہے کہ حضرت ابوذرؓ اس شخص کے بارے میں جو حج کا احرام باندھے اور پھر اسے عمرہ سے بدل دے اسکے بارے میں کہتے تھے کہ اس (فسخ الحج إلى العمرة) کی اجازت انہی صحابہ کو تھی جو حج میں آپ کے ساتھ تھے۔

شرح الحدیث: لَمْ يَكُنْ ذَلِكَ إِلَّا لِلرَّكْبِ الَّذِينَ الخ: یعنی فسخ الحج إلى العمرة کی اجازت صرف انہی صحابہؓ کیلئے تھی جو حج میں آپ ﷺ کے ساتھ تھے بعد والوں کیلئے نہیں ہے، جمہور کا مسلک یہی ہے، خلافاً للإمام أحمد وبعض الظاهرية۔

۱۸۰۸- حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنِي رَبِيعَةُ بْنُ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ بِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، فَسْخُ الْحَجِّ لَنَا خَاصَّةً أَوْ لِمَنْ بَعْدَنَا؟ قَالَ: «بَلْ لَكُمْ خَاصَّةً».

ترجمہ: حارث بن بلال بن حارث اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! حج کا (عمرہ سے) فسخ ہونا کیا ہمارے لئے خاص ہے یا جو ہمارے بعد لوگ ہوں ان کے لئے بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ تمہارے لئے خاص ہے۔

تخریج: سنن النسائي - مناسك الحج (۲۸۰۸) سنن أبي داود - المناسك (۱۸۰۸) سنن ابن ماجه - المناسك (۲۹۸٤) مسند أحمد - مسند المكيين (۳/٤٦۹) سنن الدارمي - المناسك (۱۸۵۵)

۲۵- بَابُ الرَّجُلِ يَحُجُّ عَنْ غَيْرِهِ

باب آدمی کے کسی دوسرے کی طرف سے حج کرنے کے متعلق

یہاں سے ایک نیا مسئلہ شروع ہو رہا ہے، حج عن الغیر جس کو عرف عام میں حج بدل کہتے ہیں، اب یہاں یہ مسئلہ ہے عبادات میں استنابة یعنی دوسرے کو اپنا نائب بنانا جائز ہے یا نہیں؟

کن عبادات میں نیابة عن الغیر جاری ہو سکتی ہے؟ جاننا چاہیئے کہ عبادات بدنیہ محضہ میں استنابة عند الائمہ الاربعہ مطلقاً جائز نہیں، نہ عند القدرة نہ عند العجز جیسے صلوٰۃ وصوم اور عبادۃ مالیہ محضہ جیسے زکوٰۃ میں مطلقاً جائز ہے، اگر کوئی شخص اپنی زکوٰۃ دوسرے سے کہہ کر اس سے اداء کرادے تو جائز ہے اور ان دو قسم (بدنیہ محضہ، مالیہ محضہ) کے علاوہ جیسے حج اس میں ائمہ ثلاثہ ابو حنیفہؒ، شافعیؒ و احمدؒ کا مسلک یہ ہے کہ اس میں استنابة عند العجز تو جائز ہے، عند القدرة جائز نہیں۔ امام مالکؒ کا اس میں اختلاف ہے، ان کے نزدیک حج عن الغیر الحی جائز نہیں، لا عند القدرة ولا عند العجز الا عن میت [1] اوصی۔ اس تفصیل کا تعلق حج فرض سے ہے اور حج نفل کا مسئلہ الگ ہے، حنفیہ کے نزدیک حج نفل عن الغیر مطلقاً جائز ہے اور شافعیہ کے نزدیک صرف عند العجز جائز ہے عند القدرة جائز نہیں، گویا ان کے نزدیک حج نفل اور فرض اس میں برابر ہیں۔ وعن أحمد

---

[1] یعنی امام مالکؒ کے نزدیک زندہ آدمی کی طرف سے مطلقاً جائز نہیں، صرف میت کی طرف سے جائز ہے بشرطیکہ اس نے وصیت کی ہو، ۱۲ (کذا فی تکملة المنهل)

معه ابتان (من الأوجز)، لیکن صوم میں امام احمدؒ کے یہاں یہ تفصیل ہے کہ واجب اصلی یعنی صوم رمضان میں تو نیابت جائز نہیں اور واجب غیر اصلی (صوم منذور وغیرہ) میں میت کی طرف سے نیابت جائز ہے، اگر میت کے ذمہ صوم منذور ہو تو اس کی طرف سے ولی قضا کر سکتا ہے (طلبہ حدیث کیلئے مذاہب ائمہ کی یہ تفصیل واجب الحفظ ہے)۔

۱۸۰۹- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ الْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ رَدِيفَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَتْهُ امْرَأَةٌ مِنْ خَثْعَمٍ تَسْتَفْتِيهِ فَجَعَلَ الْفَضْلُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا وَتَنْظُرُ إِلَيْهِ، فَجَعَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْرِفُ وَجْهَ الْفَضْلِ إِلَى الشِّقِّ الْآخَرِ. فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ فَرِيضَةَ اللهِ عَلَى عِبَادِهِ فِي الْحَجِّ أَدْرَكَتْ أَبِي شَيْخًا كَبِيرًا لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَثْبُتَ عَلَى الرَّاحِلَةِ، أَفَأَحُجُّ عَنْهُ؟ قَالَ: «نَعَمْ». وَذَلِكَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ.

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ فضل بن عباسؓ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے (حجۃ الوداع کے موقع پر) سوار تھے تو ایک عورت قبیلہ خثعم کی اسوقت آپ ﷺ کے پاس آئی مسئلہ دریافت کرنے کیلئے تو حضرت فضل اسکی طرف اور وہ عورت ان (حضرت فضل) کی طرف دیکھنے لگی اس پر رسول اللہ ﷺ حضرت فضل کے چہرے کا رخ دوسری جانب موڑنے لگے، پھر وہ عورت عرض کرنے لگی کہ اے اللہ کے رسول! اللہ کے فریضوں میں سے فریضہ حج جو اس نے اپنے بندوں پر فرض فرمایا ہے اس فریضہ حج نے میرے والد کو اس حال میں پایا ہے (وہ میرے والد پر اس حالت میں فرض ہو گیا) کہ وہ اتنے زیادہ بوڑھے ہو چکے کہ سواری پر ٹھہرنے کے قابل نہیں، تو کیا میں انکی طرف سے حج کر لوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں اور یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے۔

صحيح البخاري- الحج (١٤٤٢) صحيح البخاري- الحج (١٧٥٥) صحيح البخاري- الحج (١٧٥٦) صحيح البخاري- المغازي (٤١٣٨) صحيح البخاري- الاستئذان (٥٨٧٤) صحيح مسلم- الحج (١٣٣٤) جامع الترمذي- الحج (٩٢٨) سنن النسائي- مناسك الحج (٢٦٤١) سنن النسائي- مناسك الحج (٢٦٤٢) سنن النسائي- آداب القضاة (٥٣٨٩) سنن النسائي- آداب القضاة (٥٣٩٠) سنن النسائي- آداب القضاة (٥٣٩١) سنن النسائي- آداب القضاة (٥٣٩٢) سنن أبي داود- المناسك (١٨٠٩) سنن ابن ماجه- المناسك (٢٩٠٩) مسند أحمد- من مسند بني هاشم (٢١٢/١) مسند أحمد- من مسند بني هاشم (٢١٣/١) مسند أحمد- من مسند بني هاشم (٢١٩/١) مسند أحمد- من مسند بني هاشم (٢٥١/١) مسند أحمد- من مسند بني هاشم (٣٢٩/١) مسند أحمد- من مسند بني هاشم (٣٥٩/١) موطأ مالك- الحج (٨٠٦) سنن الدارمي- المناسك (١٨٣٣)

شرح الحدیث فَجَاءَتْهُ امْرَأَةٌ مِنْ خَثْعَمٍ تَسْتَفْتِيهِ ...... إِنَّ فَرِيضَةَ اللهِ عَلَى عِبَادِهِ فِي الْحَجِّ أَدْرَكَتْ أَبِي شَيْخًا كَبِيرًا: قبیلہ خثعم کی ایک خاتون نے آپ ﷺ سے یہ مسئلہ دریافت کیا، یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ شانہ کا جو ایک اہم فریضہ اپنے بندوں پر ہے وہ آپہنچا ہے میرے باپ پر اس حال میں کہ وہ شیخ فانی ہے، سواری پر ٹھہر نہیں سکتا، تو کیا میں اس کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں کر سکتی ہو۔

حج علی المعضوب کا مسئلہ جو حدیث الباب سے ثابت ہو رہا ہے: اس حدیث میں حج علی المعضوب کا مسئلہ مذکور ہے، اس قسم کے ضعیف کو معضوب کہتے ہیں۔ مسئلہ اختلافی ہے، امام شافعیؒ واحمدؒ اور صاحبین کا مسلک یہ ہے کہ اگر

آدمی زاد و راحلہ کا مالک ایسے وقت میں ہوا کہ اس میں جسمانی طاقت سفر کی بالکل نہ ہو، سواری پر سوار نہ ہو سکتا ہو، تو ان حضرات کے نزدیک ایسے شخص پر حج واجب ہو جاتا ہے اور چونکہ وہ خود قادر نہیں اس لئے اس پر حج بدل واجب ہے۔ امام اعظمؒ و امام مالکؒ کے نزدیک ایسے شخص پر حج فرض ہی نہیں ہوتا، لہٰذا حج بدل بھی واجب نہیں۔ یہ حدیث بظاہر ان دونوں [1] اماموں کے خلاف ہے ان کی طرف سے اس کی دو توجیہ کی گئی ہیں:

① أَدْرَكَتْ أَبِي شَيْخًا الخ سے اسکی موجودہ حالت بیان کرنا مقصود ہے، نہ یہ کہ حج اس پر اسی حال میں واجب ہوا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان کی حالت فی الحال یہ ہے حالانکہ حج ان پر اس سے قبل واجب ہو چکا تھا (جب ان میں قدرت و قوت تھی) لہٰذا اب یہ حدیث حنفیہ و مالکیہ کے خلاف نہیں رہی۔

② حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حج جو کہ فَرِيضَةُ اللهِ عَلَى عِبَادِهِ ہے، اس کا انتظام، سواری وغیرہ کا بندوبست میرے باپ کو اس حال میں حاصل ہوا کہ وہ شیخ کبیر ہے۔ اسمیں اسکی تصریح نہیں کہ حج جو کہ میرے باپ پر واجب ہے بلکہ فَرِيضَةُ اللهِ عَلَى عِبَادِهِ کہا جا رہا ہے اور اسمیں کیا شک ہے کہ حج فَرِيضَةُ اللهِ عَلَى عِبَادِهِ ہے۔ غرضیکہ اس حدیث میں سواری کے نظم وغیرہ کا ذکر ہے کہ وہ اس حالت میں ہوا ہے، باپ پر حج فرض ہونے کا ذکر نہیں ہے، واللہ تعالیٰ أعلم۔ اور اس دوسری توجیہ کی صورت میں حضور ﷺ کے جواب کا حاصل یہ ہوگا کہ اگر تم ان کی طرف سے حج کرنا چاہو تو کر سکتی ہو، اس میں مضائقہ کیا ہے اور پہلی توجیہ میں آپ ﷺ کی مراد یہ ہوگی: ہاں اسکی طرف سے تم حج کرو، اسکی قضاء واجب ہے۔ سبحان اللہ! دونوں توجیہیں بہت عمدہ ہیں۔

١٨١٠ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، وَمُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، بِمَعْنَاهُ قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَالِمٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَوْسٍ، عَنْ أَبِي رَزِينٍ، قَالَ: حَفْصٌ فِي حَدِيثِهِ رَجُلٌ مِنْ بَنِي عَامِرٍ أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ أَبِي شَيْخٌ كَبِيرٌ لَا يَسْتَطِيعُ الْحَجَّ وَلَا الْعُمْرَةَ وَلَا الظَّعْنَ، قَالَ: «احْجُجْ عَنْ أَبِيكَ وَاعْتَمِرْ».

ترجمہ: ابورزین سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حفص راوی نے اپنی روایت میں اسطرح کہا کہ ابورزین بنو عامر کے ایک شخص ہیں (وہ فرماتے ہیں کہ) انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میرے والد بہت بوڑھے ہو چکے کہ حج و عمرہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اور اور سواری پر سوار نہیں ہو سکتے، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے والد کی طرف سے حج اور عمرہ کرلو۔

تخریج: جامع الترمذي - الحج (٩٣٠) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٣٧) سنن أبي داود - المناسك (١٨١٠) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩٠٦) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (١٠/٤) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (١١/٤) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (١٢/٤)

---

[1] یہاں پر دو مسئلے ہیں: اول یہ کہ معضوب پر حج فرض ہوتا ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ تو ابھی گزر چکا۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ معضوب کی طرف سے دوسرا آدمی حج کر سکتا ہے یا نہیں؟ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک کر سکتا ہے، امام مالکؒ کے نزدیک نہیں، کیونکہ ان کے نزدیک کسی زندہ آدمی کی طرف سے حج کرنا جائز نہیں، کما تقدم قریباً۔

شرح الحديث وَلَا الظَّعَن: ظعن راحلہ کو کہتے ہیں اور یہاں مراد اس سے رکوب علی الرحلة ہے۔

۱۸۱۱- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الطَّالَقَانِيُّ، وَهَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ الْمَعْنَى وَاحِدٌ - قَالَ إِسْحَاقُ: - حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنِ ابْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عَزْرَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ رَجُلًا يَقُولُ: لَبَّيْكَ عَنْ شُبْرُمَةَ. قَالَ: «مَنْ شُبْرُمَةُ؟» قَالَ: أَخٌ لِي - أَوْ قَرِيبٌ لِي - قَالَ: «حَجَجْتَ عَنْ نَفْسِكَ؟» قَالَ: لَا. قَالَ: «حُجَّ عَنْ نَفْسِكَ ثُمَّ حُجَّ عَنْ شُبْرُمَةَ».

ترجمہ حضرت سعید بن جبیر حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص سے سنا وہ کہہ رہا تھا کہ لَبَّيْكَ عَنْ شُبْرُمَةَ۔ آپ نے فرمایا: شبرمہ کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میرا بھائی ہے یا یوں کہا کہ شبرمہ میرا رشتہ دار ہے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے اپنا حج کر لیا ہے؟ اس نے جواب دیا: نہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ پہلے اپنا حج کرو پھر شبرمہ کی طرف سے حج کرو۔

تخریج سنن أبي داود - المناسك (۱۸۱۱) سنن ابن ماجه - المناسك (۲۹۰۳)

شرح الحديث حُجَّ عَنْ نَفْسِكَ ثُمَّ حُجَّ عَنْ شُبْرُمَةَ: **حج الصرورة عن الغير میں اختلاف علماء:** اس حدیث میں حج الصرورة[1] عن الغیر مذکور ہے یعنی جس شخص نے خود حج نہ کیا ہو وہ دوسرے کی طرف سے نیابۃً حج کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے جائز نہیں۔ شافعیہ وحنابلہ کا مسلک یہی ہے، حنفیہ ومالکیہ کے نزدیک جائز ہے لیکن ہمارے یہاں مکروہ ہے اور حدیث کراہت ہی پر محمول ہے یعنی تنزیہاً۔ دوسرا جواب حدیث کا یہ ہے کہ اس میں رواۃ کا اختلاف ہے بعض نے اس کو مرفوعاً اور بعض نے موقوفاً ذکر کیا ہے۔ ورجح الطحاوي الوقف، وقال أحمد: رفعه خطأ (بذل[2])۔

مضمون حدیث یہ ہے ایک شخص اپنے کسی عزیز جس کا نام شبرمہ تھا اس کی طرف سے حج کر رہا تھا۔ چنانچہ وہ تلبیہ میں کہہ رہا تھا: لَبَّيْكَ عَنْ شُبْرُمَةَ۔ آپ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا: شبرمہ کون ہے؟ (جس کی طرف سے تلبیہ پڑھ رہا ہے) اور پھر فرمایا: پہلے اپنا حج کر، اسکے بعد دوسرے کی طرف سے کرنا۔ اس حدیث میں ایک یہ بھی مسئلہ ہے کہ حج بدل میں جس کی طرف سے آدمی حج کر رہا ہے اسکے نام کی تصریح کرنی چاہیے۔

۲۶- بَابُ كَيْفَ التَّلْبِيَةُ

باب تلبیہ کا بیان

مصنف کا مقصود اس سے تلبیہ کے جو الفاظ حضور ﷺ سے منقول ہیں ان کا بیان کرنا ہے اور یہ کہ اس میں کمی زیادتی کر سکتے ہیں

[1] صرورۃ (صاد مہملہ کے ساتھ) وہ شخص جس نے حج نہ کیا ہو، کما قاله في أول كتاب الحج: لا صرورة في الإسلام، ۱۲۔

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ۹ ص ۲۶

یا نہیں؟

المذاہب فی التلبیۃ: تلبیہ میں چار مذاہب ہیں:

① امام شافعیؒ واحمدؒ کے نزدیک سنت ہے۔لہذا اس کے ترک سے کچھ واجب نہ ہوگا،اسی لئے انکے نزدیک احرام کے تحقق کیلئے نطق اور تلفظ ضروری نہیں مجرد نیت سے بھی احرام کا انعقاد ہو جاتا ہے۔

② امام مالکؒ کے نزدیک واجب ہے اس کے ترک سے دم واجب ہوگا۔

③ حنفیہ کے نزدیک شروع میں ایک مرتبہ اس کا پڑھنا فرض ہے، لیکن ان کے نزدیک تلبیہ کے علاوہ دوسرا ذکر بھی اسکے قائم مقام ہو جاتا ہے،بلکہ قول کے بجائے فعل یعنی تقلید وسوق ہدی بھی اس کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔

④ ظاہریہ کے نزدیک تلبیہ رکن ہے اسی لئے کوئی دوسرا ذکر اس کے قائم مقام نہیں ہو سکتا۔

۱۸۱۲ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، «أَنَّ تَلْبِيَةَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ، لَا شَرِيكَ لَكَ» . قَالَ: وَكَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ يَزِيدُ فِي تَلْبِيَتِهِ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ، وَالْخَيْرُ بِيَدَيْكَ، وَالرَّغْبَاءُ إِلَيْكَ وَالْعَمَلُ".

ترجمہ نافع، عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا تلبیہ یہ ہوتا تھا: لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ، لَا شَرِيكَ لَكَ۔ اے اللہ! میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، سب تعریفیں اور نعمتیں تیری ہی ہیں اور بادشاہت تیرے لئے ہے، تیرا کوئی شریک نہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ تلبیہ میں یہ اضافہ فرماتے تھے: لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ، وَالْخَيْرُ بِيَدَيْكَ، وَالرَّغْبَاءُ إِلَيْكَ وَالْعَمَلُ۔ میں حاضر ہوں، اے اللہ! تیرے حضور میں، حاضر ہوں تیرے حضور میں، حاضر ہوں تیرے حضور میں، تیرے حضور نیک بختی حاصل کرتا ہوں ہر قسم کی بھلائی تیرے قبضہ میں ہے اور تیری ہی طرف انسان رغبت کرتا ہے اور تیری رضا کیلئے اعمال کرتا ہے۔

شرح الحدیث حضور ﷺ کے الفاظ تلبیہ تو متعین تھے ان میں آپ ﷺ کی زیادتی نہیں فرماتے تھے: لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ، لَا شَرِيكَ لَكَ اور ابن عمرؓ اس میں زیادتی کیا کرتے تھے جیسا کہ روایت میں مذکور ہے۔

تلبیہ کے کلمات میں کمی زیادتی: تلبیہ میں زیادتی کرنا مختلف فیہ ہے، امام ابو حنیفہؒ واحمدؒ و محمدؒ کے نزدیک جائز ہے اور یہی قول مشہور ہے امام شافعیؒ کا اور امام مالکؒ و ابو یوسفؒ کے نزدیک زیادۃ فی التلبیہ مکروہ ہے، وھو قول للشافعی، واختارہ الطحاوی اور ایک روایت حنفیہ کے یہاں یہ ہے کہ زیادتی مستحب ہے، لیکن حضور ﷺ کے تلبیہ کے درمیان نہیں

بلکہ اسکے بعد یعنی جو الفاظ تلبیہ آپ ﷺ سے منقول ہیں ان کو تو اسی ترتیب سے پڑھے، ان کلمات کو پورا کرنے بعد جو اضافہ اپنے ذوق وشوق سے کرنا چاہے کرے۔

۱۸۱۳ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: أَهَلَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ التَّلْبِيَةَ مِثْلَ حَدِيثِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: وَالنَّاسُ يَزِيدُونَ «ذَا الْمَعَارِجِ» وَنَحْوَهُ مِنَ الْكَلَامِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْمَعُ فَلَا يَقُولُ لَهُمْ شَيْئًا.

ترجمہ: جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے احرام باندھا تو تلبیہ پڑھا اس طرح جسطرح ابن عمرؓ کی حدیث میں ہے اور جابرؓ نے فرمایا کہ لوگ لفظ ذِي الْمَعَارِجِ اور اس طرح کے کلمات اضافہ کر رہے تھے اور نبی کریم ﷺ ان کلمات کو سنتے اور انھیں کچھ نہ کہتے تھے۔

تخریج: صحيح البخاري - الحج (١٤٧٤) صحيح البخاري - اللباس (٥٥٧١) صحيح مسلم - الحج (١١٨٤) جامع الترمذي - الحج (٨٢٥) جامع الترمذي - الحج (٨٢٦) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٤٧) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٤٨) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٤٩) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٥٠) سنن أبي داود - المناسك (١٨١٢) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩١٨) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٣/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢٨/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٣٤/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٤١/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٤٣/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٤٧/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٤٨/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٥٣/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٧٧/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٧٩/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٢٠/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٣١/٢) موطأ مالك - الحج (٧٣٨) سنن الدارمي - المناسك (١٨٠٨)

۱۸۱۴ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ، عَنْ خَلَّادِ بْنِ السَّائِبِ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "أَتَانِي جِبْرِيلُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَنِي أَنْ آمُرَ أَصْحَابِي وَمَنْ مَعِي أَنْ يَرْفَعُوا أَصْوَاتَهُمْ بِالْإِهْلَالِ - أَوْ قَالَ: - بِالتَّلْبِيَةِ" يُرِيدُ أَحَدَهُمَا.

ترجمہ: خلاد بن سائب انصاری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور مجھے حکم دیا کہ میں اپنے صحابہ اور ساتھیوں کو حکم دوں کہ وہ اپنی آوازیں تلبیہ کہتے ہوئے اونچی رکھیں۔ حضور ﷺ نے اہلال یا تلبیہ میں سے کوئی لفظ کہا۔

تخریج: جامع الترمذي - الحج (٨٢٩) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٥٣) سنن أبي داود - المناسك (١٨١٤) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩٢٢) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٥٥/٤) موطأ مالك - الحج (٧٤٤) سنن الدارمي - المناسك (١٨٠٩)

شرح الحدیث: أَنْ يَرْفَعُوا أَصْوَاتَهُمْ بِالْإِهْلَالِ: رفع الصوت بالتلبیۃ عند الظاہریۃ واجب ہے اور عند الجمہور مستحب۔

۲۷- بَابُ مَتَى يَقْطَعُ التَّلْبِيَةَ

باب (حاجی) کب تلبیہ پڑھنا بند کرے گا؟

اس باب کا تعلق محرم بالحج سے ہے اور آنے والے باب کا محرم بالعمرہ سے، یہ بتانا چاہتے ہیں کہ محرم بالحج کب تک تلبیہ پڑھ سکتا ہے، حدیث الباب میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ تلبیہ جمرۃ العقبہ کی رمی تک پڑھتے رہے، یعنی یوم النحر کی رمی جو صرف جمرۃ العقبہ کی ہوتی ہے، یوم النحر کے بعد باقی ایام میں تو رمی جمرات ثلاثہ کی ہوتی ہے (کماسیاتی فی محلہ) اس مسئلہ میں ائمہ ثلاثہ ابو حنیفہؒ شافعیؒ واحمدؒ کا یہی مذہب ہے۔ اولین کے نزدیک تلبیہ ابتداء رمی تک ہے اور احمد کے نزدیک فراغ عن الرمی تک یعنی امام احمدؒ کے نزدیک رمی کے دوران بھی پڑھ سکتے ہیں۔ ان تینوں کے مذہب میں تو یہ تھوڑا سا فرق ہے اور امام مالکؒ کا مسلک یہ نہیں ہے، ان کے نزدیک محرم بالحج کو چاہیئے کہ ۹ ذی الحجہ کو عند [1] الرواح الی عرفۃ تلبیہ کو منقطع کر دے اس کے بعد نہ پڑھے۔

۱۸۱۵- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «لَبَّى حَتَّى رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ».

ترجمہ: فضل بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جمرۂ عقبہ کی رمی کرنے تک تلبیہ پڑھتے رہے۔

تخریج: صحيح البخاري-الحج(١٤٦٩)صحيح البخاري-الحج(١٦٠١)صحيح البخاري-الحج(١٦٠٢)صحيح مسلم-الحج(١٢٨١)صحيح مسلم-الحج(١٢٨٢)جامع الترمذي-الحج(٩١٨)سنن النسائي-مناسك الحج(٣٠٢٠)سنن النسائي-مناسك الحج(٣٠٥٥)سنن النسائي-مناسك الحج(٣٠٧٩)سنن النسائي-مناسك الحج(٣٠٨٠)سنن النسائي-مناسك الحج(٣٠٨١)سنن النسائي-مناسك الحج(٣٠٨٢)سنن أبي داود-المناسك(١٨١٥)سنن ابن ماجه-المناسك(٣٠٤٠)مسند أحمد-من مسند بني هاشم(٢١٠/١)مسند أحمد-من مسند بني هاشم(٢١١/١)مسند أحمد-من مسند بني هاشم(٢١٢/١)مسند أحمد-من مسند بني هاشم(٢١٤/١)مسند أحمد-من مسند بني هاشم(٢٢٦/١)سنن الدارمي-المناسك(١٩٠٢)

۱۸۱۶- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: «غَدَوْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مِنًى إِلَى عَرَفَاتٍ مِنَّا الْمُلَبِّي وَمِنَّا الْمُكَبِّرُ».

ترجمہ: عبد اللہ بن عبد اللہ بن عمر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ منیٰ سے عرفات تک چلے، تو ہم میں سے کوئی تلبیہ پڑھ رہا تھا اور کوئی تکبیر پڑھ رہا تھا۔

تخریج: صحيح مسلم - الحج (١٢٨٤) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٩٨) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٩٩) سنن أبي داود - المناسك (١٨١٦) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٣/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢٢/٢) سنن الدارمي - المناسك (١٨٧٦)

---

[1] یعنی حاجی ۹ ذی الحجہ کو جب زوال شمس کے بعد عرفات کی جانب وقوف کیلئے جائے اس وقت سے لیکر اخیر تک تلبیہ نہ پڑھے ۱۲۔

۲۸۔ بَابُ مَتَى يَقْطَعُ الْمُعْتَمِرُ التَّلْبِيَةَ

باب۔ عمرہ کرنے والا کب تک تلبیہ پڑھ سکتا ہے؟

۱۸۱۷۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «يُلَبِّي الْمُعْتَمِرُ حَتَّى يَسْتَلِمَ الْحَجَرَ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ وَهَمَّامٌ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَوْقُوفًا.

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ عمرہ کرنے والا اسلام حجر اسود تک تلبیہ پڑھے گا۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کو عبد الملک بن ابی سلیمانؒ اور ہمام نے عطاء کے واسطے سے حضرت ابن عباسؓ سے موقوفاً روایت کیا۔

تخریج: جامع الترمذي - الحج (۹۱۹) سنن أبي داود - المناسك (۱۸۱۷)

شرح الحدیث: اور محرم بالعمرۃ میں بھی ائمہ ثلاثہ ایک طرف ہیں اور امام مالکؒ علیحدہ، ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں جیسا کہ حدیث الباب میں ہے: حَتَّى يَسْتَلِمَ الْحَجَرَ یعنی ابتدائے طواف سے تلبیہ کو ترک کردے (طواف کی ابتداء استلام حجر اسود ہی سے ہوتی ہے) اس سے معلوم ہوا طواف کے دوران بلکہ اسکے بعد بھی تلبیہ نہیں پڑھا جائے گا۔ اور امام مالکؒ کا مسلک [1] یہ ہے: یقطع التلبیۃ حین وقع بصرہ علی البیت (جس وقت معتمر کی نظر بیت اللہ شریف پر پڑے اسی وقت سے منقطع کردے)۔

۲۹۔ بَابُ الْمُحْرِمِ يُؤَدِّبُ غُلَامَهُ

باب۔ محرم آدمی اپنے غلام کو تادیباً مار سکتا ہے

قرآن کریم میں ہے: فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ [2]۔ آپس میں ساتھیوں کے ساتھ لڑائی جھگڑا ویسے بھی نہ کرنا چاہیئے اور سفر حج میں خاص طور سے اس سے منع کیا گیا ہے۔ اس پر مصنفؒ فرمارہے ہیں: کیا تادیباً وتنبیہاً مارنا بھی اس میں داخل ہے؟ حدیث الباب سے معلوم ہوا تادیباً ایک دو چپت لگادینا اس میں داخل نہیں ہے، کما فعل الصدیقؓ، لیکن اولیٰ یہ ہے کہ اس سے بھی احتیاط کرے، کما اشار الیہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم: انْظُرُوا إِلَى هَذَا الْمُحْرِمِ مَا يَصْنَعُ۔ دیکھو ان حاجی صاحب کو کیا کررہے ہیں۔

۱۸۱۸۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، قَالَ ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي رِزْمَةَ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِدْرِيسَ، أَخْبَرَنَا

---

[1] یہ ان کے نزدیک اس معتمر کیلئے ہے جس کا احرام تنعیم یا جعرانہ سے ہو (وذلك يكون لمن كان مقيماً بمكة، فانه يحرم للعمرة من الحل) اور جو معتمر آفاقی ہو، میقات سے احرام باندھ کر آرہا ہو اس کا حکم یہ ہے کہ وہ حد حرم پر پہونچ کر ہی تلبیہ منقطع کردے (ذکرہ الإمام مالك في الموطا)۔

[2] تو بے حجاب ہونا جائز نہیں عورت سے اور نہ گناہ کرنا اور نہ جھگڑا کرنا حج کے زمانہ میں۔ (سورۃ البقرۃ ۱۹۷)

ابْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ، قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حُجَّاجًا حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالْعَرْجِ نَزَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَنَزَلْنَا فَجَلَسَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا إِلَى جَنْبِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، وَجَلَسْتُ إِلَى جَنْبِ أَبِي وَكَانَتْ زِمَالَةُ أَبِي بَكْرٍ وَزِمَالَةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاحِدَةً مَعَ غُلَامٍ لِأَبِي بَكْرٍ فَجَلَسَ أَبُو بَكْرٍ يَنْتَظِرُ أَنْ يَطْلُعَ عَلَيْهِ فَطَلَعَ وَلَيْسَ مَعَهُ بَعِيرُهُ قَالَ: أَيْنَ بَعِيرُكَ؟ قَالَ: أَضْلَلْتُهُ الْبَارِحَةَ، قَالَ: فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: بَعِيرٌ وَاحِدٌ تُضِلُّهُ قَالَ: فَطَفِقَ يَضْرِبُهُ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَبَسَّمُ وَيَقُولُ: «انْظُرُوا إِلَى هَذَا الْمُحْرِمِ مَا يَصْنَعُ» قَالَ ابْنُ أَبِي رِزْمَةَ فَمَا يَزِيدُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَنْ يَقُولَ: «انْظُرُوا إِلَى هَذَا الْمُحْرِمِ مَا يَصْنَعُ» وَيَتَبَسَّمُ.

ترجمہ اسماء بنت ابی بکرؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حج کیلئے نکلے اور جب مقام عرج تک پہنچے تو رسول اللہ ﷺ بھی سواری سے اتر گئے اور ہم بھی اتر گئے حضرت عائشہؓ رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں بیٹھ گئیں اور میں اپنے والد ابو بکرؓ کے پاس بیٹھ گئی۔ حضرت ابو بکرؓ کا سامان سفر اور رسول اللہ ﷺ کا سامانِ سفر اکٹھے ایک ہی اونٹ پر لدا ہوا حضرت ابو بکرؓ کے غلام کے ہمراہ تھا، تو حضرت ابو بکرؓ غلام کے انتظار میں بیٹھ گئے، جب وہ آیا تو اسکے ساتھ ابو بکرؓ کا اونٹ نہ تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے پوچھا کہ تمہارا اونٹ کہاں ہے؟ اسنے جواب دیا کہ گزشتہ رات وہ مجھ سے گم ہو گیا۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ ایک ہی تو اونٹ تھا وہ بھی تم نے گم کر دیا اور ساتھ ہی اسے مارنے لگے۔ اس وقت آپ ﷺ مسکرانے لگے اور فرمانے لگے: ان حاجی صاحب کو دیکھو کیا کر رہے ہیں۔ ابن ابی رزمہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اس سے زیادہ کچھ نہ فرمایا کہ اس محرم کو دیکھو کیا کر رہے ہیں اور حضور ﷺ مسکراتے رہے۔

تخریج سنن أبي داود - المناسك (١٨١٨) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩٣٣)

شرح الحدیث مضمون حدیث یہ ہے: حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں: حضور ﷺ کے ساتھ سفر حج میں جب ہم جا رہے تھے تو راستہ میں ایک منزل پر جس کا نام عرج ہے ہم اترے، میں اپنے باپ ابو بکرؓ کے برابر میں بیٹھی تھی اور میری بہن عائشہؓ حضور ﷺ کے قریب بیٹھی ہوئی تھیں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کا غلام جس کے ساتھ زمالہ ❶ تھی وہ اس وقت تک نہیں پہونچا تھا، ہمیں اس کا انتظار تھا۔ کافی دیر کے بعد وہ غلام دور سے آتا ہوا نظر آیا جس کے ساتھ وہ زمالہ نہیں تھی، جب وہ قریب آیا تو صدیق اکبرؓ نے زمالہ کے بارے میں اس سے دریافت کیا، تو اس نے جواب دیا: أَضْلَلْتُهُ الْبَارِحَةَ کہ اس کو تو میں نے گزشتہ رات ہی گم کر دیا تھا۔ انہوں نے فرمایا: تیرے پاس ایک تو اونٹ ہی تھا اسی کو تو نے گم کر دیا اور لگے اس کو مارنے۔ اس پر حضور ﷺ مسکرا کر فرمانے لگے: دیکھو ان حاجی صاحب کو کیا کر رہے ہیں۔ بندہ کا خیال یہ ہے صدیق اکبرؓ نے جو اس کی پٹائی کی وہ اپنی وجہ سے نہیں بلکہ اس

❶ زمالہ اور زاملہ سامان کی اونٹنی کو کہتے ہیں جس پر مسافر کا سامان لدا ہوا ہو۔ ۱۲۔

وجہ سے کہ اس پر حضور ﷺ کا بھی سامان تھا جس کو اس نے گم کر دیا، ففعل الصدیق ما کان ینبغی له وارشده النبی صلی اللہ علیه وسلم الی ما یلیق بشانه الکریم۔

۳۰- بَابُ الرَّجُلِ يُحْرِمُ فِي ثِيَابِهِ

باب- آدمی کا اپنے (پہننے کے) کپڑوں میں احرام باندھنا

شروع کتاب میں احرام کے بیان میں گزر چکا ہے کہ احرام کی نیت کرنے سے پہلے آدمی کو چاہیئے کہ جو سلے ہوئے کپڑے اس نے پہن رکھے ہیں اولاً ان کو اتار دے اور غیر مخیط کپڑے پہننے کے بعد احرام کی نیت کرے۔ اس باب میں یہ مسئلہ مذکور ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے سابق کپڑوں میں احرام کی نیت کرلے (جس کا تحقق تلبیہ سے ہوتا ہے) تو اس کا کیا حل ہے؟

۱۸۱۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ، قَالَ: سَمِعْتُ عَطَاءً، أَخْبَرَنَا صَفْوَانُ بْنُ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْجِعِرَّانَةِ وَعَلَيْهِ أَثَرُ خَلُوقٍ -أَوْ قَالَ: -صُفْرَةٍ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، كَيْفَ تَأْمُرُنِي أَنْ أَصْنَعَ فِي عُمْرَتِي؟ فَأَنْزَلَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَحْيَ، فَلَمَّا سُرِّيَ عَنْهُ، قَالَ: «أَيْنَ السَّائِلُ عَنِ الْعُمْرَةِ؟»، قَالَ: "اغْسِلْ عَنْكَ أَثَرَ الْخَلُوقِ -أَوْ قَالَ: -أَثَرَ الصُّفْرَةِ، وَاخْلَعِ الْجُبَّةَ عَنْكَ وَاصْنَعْ فِي عُمْرَتِكَ مَا صَنَعْتَ فِي حَجَّتِكَ".

ترجمہ: صفوان بن یعلی بن امیہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ جعرانہ کے مقام پر تھے، اس وقت اس کے بدن پر خوشبو (خلوق) کا اثر بھی تھا یا کہا: زردی کا نشان تھا (خوشبو کا زرد رنگ تھا) اور اس نے ایک جبہ پہن رکھا تھا۔ اس نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ آپ مجھے کیا حکم فرماتے ہیں کہ میں اپنے عمرہ کا اب کیا کروں؟ تو اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ پر وحی نازل فرمائی تو جب وحی کا اثر ختم ہو گیا تو آپ نے دریافت فرمایا کہ عمرہ کے بارے میں سوال کرنے والا کہاں ہے؟ پھر فرمایا: خلوق (خوشبو) کے اثر کو تو اچھی طرح دھوڈالو یا فرمایا زرد رنگ کو دھوڈالو اور جبہ کو اتار دو اور اپنے عمرہ میں وہی کرو جو تم اپنے حج میں کرتے ہو۔

۱۸۲۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ، وَهُشَيْمٌ، عَنِ الْحَجَّاجِ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى، عَنْ أَبِيهِ، بِهَذِهِ الْقِصَّةِ، قَالَ فِيهِ: فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اخْلَعْ جُبَّتَكَ» فَخَلَعَهَا مِنْ رَأْسِهِ، وَسَاقَ الْحَدِيثَ.

ترجمہ: صفوان بن یعلی اپنے والد سے یہی واقعہ نقل کرتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ اپنا جبہ اتار دو، تو اس نے اپنے سر کی جانب سے جبہ اتار دیا اور اسی طرح محمد بن عیسیٰ نے حدیث نقل کی۔

۱۸۲۱- حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَوْهَبٍ الْهَمْدَانِيُّ الرَّمْلِيُّ، قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، عَنِ ابْنِ يَعْلَى ابْنِ مُنْيَةَ، عَنْ أَبِيهِ، بِهَذَا الْخَبَرِ قَالَ فِيهِ فَأَمَرَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَنْزِعَهَا نَزْعًا، وَيَغْتَسِلَ مَرَّتَيْنِ أَوْ

ثلاثًا، وساق الحديث.

ترجمہ: حضرت صفوان بن یعلی بن منیہ اسی حدیث کو اپنے والد یعلی سے نقل کرتے ہیں کہ اس شخص کو آپ ﷺ نے اس (جبہ) کو توا تارنے کا حکم دیا اور دھونے کا حکم دو مرتبہ یا تین مرتبہ کا دیا، پھر اسی طرح حدیث نقل کی۔

۱۸۲۲- حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ، حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، قَالَ: سَمِعْتُ قَيْسَ بْنَ سَعْدٍ، يُحَدِّثُ عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجِعِرَّانَةِ وَقَدْ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ وَهُوَ مُصَفِّرٌ لِحْيَتَهُ وَرَأْسَهُ. وَسَاقَ هَذَا الْحَدِيثَ.

ترجمہ: صفوان بن یعلی بن امیہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں جعرانہ کے مقام پر آیا، وہ عمرہ کا احرام باندھے ہوئے تھے اور اس نے جبہ پہن رکھا تھا اور اپنی داڑھی اور سر پر زرد رنگ لگایا ہوا تھا، اور راوی عقبہ نے پھر پوری حدیث ذکر کی۔

تخریج: صحيح البخاري - الحج (١٦٩٧) صحيح البخاري - الحج (١٧٥٠) صحيح البخاري - المغازي (٤٠٧٤) صحيح البخاري - فضائل القرآن (٤٧٠٠) صحيح مسلم - الحج (١١٨٠) جامع الترمذي - الحج (٨٣٥) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٦٨) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٠٩) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧١٠) سنن أبي داود - المناسك (١٨١٩) مسند أحمد - مسند الشاميين (٤/٢٢٢) مسند أحمد - مسند الشاميين (٤/٢٢٤)

شرح الاحادیث: أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْجِعِرَّانَةِ: یہ یعلی بن امیہ کی روایت ہے جن کو یعلی بن منیہ بھی کہتے ہیں، اُمیہ والد کا نام ہے اور منیہ والدہ کا کہ جس وقت آپ ﷺ جعرانہ میں تھے (جہاں سے آپ ﷺ نے عمرہ کیا تھا ۸ھ میں ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے بحالت احرام جن کا ارادہ عمرہ کرنے کا تھا لیکن حالت اس کی یہ تھی کہ بدن پر خلوق کا اثر بھی تھا (جو طیب کی مشہور قسم ہے) اور اس نے جبہ بھی پہن رکھا تھا۔ ان دو میں سے پہلی چیز مختلف فیہ ہے اور ثانی یعنی لبس مخیط یہ بالاتفاق احرام میں ممنوع ہے۔ اس نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ میں اب کیا کروں؟ آپ ﷺ پر اس سلسلہ میں وحی کا نزول ہوا، تب آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ جبہ کو فوراً اتار دو اور اثر خلوق کو اچھی طرح دھو ڈالو، اس حدیث کا حوالہ ہمارے یہاں باب الطیب عند الاحرام میں آچکا ہے اور مسئلہ طیب میں علماء کے مذاہب اسی جگہ گزر چکے ہیں وہاں یہ بھی گزر چکا کہ حدیث یعلی امام مالکؒ و محمدؒ کی دلیل ہے۔

حدیث کس کے خلاف ہے؟ اس کے متعدد جواب دیئے گئے ہیں:

① یہ حدیث منسوخ ہے کیونکہ حدیث عائشہؓ جو کہ دلیل جواز ہے اور باب الطیب میں گزر چکی وہ بعد کا قصہ ہے یعنی حجۃ الوداع کا اور حدیث یعلی عمرۂ جعرانہ ۸ھ کا واقعہ ہے۔

(۲) دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہاں طیب کپڑے پر تھی، وبہ نقول: انہ لایجوز علی الثوب ویجوز بالبدن۔

(۳) تیسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہاں پر منع خلوق کی وجہ سے ہے جو کہ من طیب النساء ہے۔

ان میں سے جواب ثانی پر یہ اشکال ہے: لو کان الغرض ازالۃ الطیب عن الثوب لحصل المقصود بخلع الجبۃ، بل الظاھر من لفظ الحدیث ھو الازالۃ عن البدن، لقولہ: أغسل عنک الخ۔ ویؤید مسلک الشیخین بل الجمھور، ما سیأتی فی الباب الآتی من حدیث عائشۃ: فنضمد جباھنا بالسک المطیب عند الاحرام۔

«اخلع جبتك» فخلعها من رأسه: جبہ کو کیسے اتارا جائے عند الجمہور مطلقاً جس طرح چاہے، وعند النخعی والشعبی بالشق یعنی اس کو چاک کر کے تاکہ تغطیہ راس لازم نہ آئے۔

۳۱۔ بَابُ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ

باب محرم آدمی کونسا لباس پہن سکتا ہے؟

۱۸۲۳- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَأَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَتْرُكُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ، فَقَالَ: «لَا يَلْبَسُ الْقَمِيصَ وَلَا الْبُرْنُسَ وَلَا السَّرَاوِيلَ وَلَا الْعِمَامَةَ وَلَا ثَوْبًا مَسَّهُ وَرْسٌ وَلَا زَعْفَرَانٌ وَلَا الْخُفَّيْنِ، إِلَّا لِمَنْ لَا يَجِدُ النَّعْلَيْنِ، فَمَنْ لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا حَتَّى يَكُونَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ».

ترجمہ: سالم اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ محرم آدمی کپڑوں میں سے کونسے کپڑے پہننا ترک کرے گا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ نہ تو قمیص پہنے گا اور نہ ٹوپی والا کوٹ پہنے، نہ شلوار اور نہ عمامہ پہنے اور نہ ایسا کپڑا جس میں ورس یا زعفران لگی ہو اور نہ موزے پہن سکتا ہے مگر جسکو جوتے نہ ملیں تو جس کو جوتے نہ ملیں تو وہ موزے پہن لے اور ان موزوں کو کاٹ دے یہاں تک کہ وہ موزے پاؤں کے درمیان میں ابھری ہوئی ہڈیوں سے نیچے تک ہو جائیں۔

شرح الحدیث: فَقَالَ: لَا يَلْبَسُ الْقَمِيصَ وَلَا الْبُرْنُسَ الخ: لبس مخیط کی ممانعت مرد کیلئے ہے عورت کیلئے نہیں۔

وَلَا ثَوْبًا مَسَّهُ وَرْسٌ وَلَا زَعْفَرَانٌ: ثوب مورّس اور مزعفر کی ممانعت حالت احرام میں عام ہے مرد اور عورت دونوں کیلئے عند الأئمۃ الأربعۃ۔

فَمَنْ لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ: عدم وجدان نعلین کی قید عند الاکثر احترازی ہے، وعند الحنفیۃ وبعض الشافعیۃ قید اتفاقی ہے لہذا وجدان نعلین کے باوجود لبس خفین جائز ہے۔ نیز مرد کیلئے لبس خفین کا جواز ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مقید ہے اس قید کے ساتھ جو حدیث میں یہاں مذکور ہے یعنی وَلْيَقْطَعْهُمَا حَتَّى يَكُونَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ۔ وعند أحمد لاحاجۃ الی القطع؛ لحدیث

ابن عباس الآتی قریباً۔ حاصل یہ ہے کہ ابن عمرؓ کی حدیث مرفوع میں قطع کی قید مذکور ہے، اسی کو جمہور نے اختیار کیا اور ابن عباسؓ کی حدیث مرفوع میں قطع کی قید مذکور نہیں ہے اس کو امام احمدؒ نے اختیار فرمایا۔ ایک اختلاف یہاں پر یہ ہے کہ کعبین سے کیا مراد ہے؟ فعندنا الحنفية معقد[1] الشراك وعند الجمهور مثل الوضوء۔

۱۸۲۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ.

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ نبی کریم ﷺ سے اسی حدیث کے ہم معنی نقل کرتے ہیں۔

۱۸۲۵ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ وَزَادَ وَلَا تَنْتَقِبُ الْمَرْأَةُ الْحَرَامُ وَلَا تَلْبَسُ الْقُفَّازَيْنِ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَدْ رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، وَيَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَلَى مَا قَالَ اللَّيْثُ. وَرَوَاهُ مُوسَى بْنُ طَارِقٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، مَوْقُوفًا عَلَى ابْنِ عُمَرَ. وَكَذَلِكَ رَوَاهُ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، وَمَالِكٌ، وَأَيُّوبُ مَوْقُوفًا. وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ الْمَدِينِيُّ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْمُحْرِمَةُ لَا تَنْتَقِبُ وَلَا تَلْبَسُ الْقُفَّازَيْنِ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ الْمَدِينِيُّ: شَيْخٌ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ لَيْسَ لَهُ كَبِيرُ حَدِيثٍ.

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ نبی کریم ﷺ سے اسی گزشتہ حدیث کے ہم معنی حدیث نقل کرتے ہیں اور اس میں یہ اضافہ کرتے ہیں اور محرم عورت نقاب نہ لگائے اور نہ دستانے پہنے۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حاتم بن اسماعیل اور یحییٰ بن ایوب نے موسیٰ بن عقبہ کے واسطے سے نافع سے مرفوعاً نقل کی جسطرح کہ لیث نے مرفوعاً نقل کی تھی اور موسیٰ بن طارق نے موسیٰ بن عقبہ سے ابن عمرؓ کے واسطے سے موقوف روایت نقل کی اور اسی طرح عبید اللہ بن عمر اور مالک اور ایوب نے موقوفاً اس کو نقل کیا اور ابراہیم بن سعید المدینی نے نافع سے، انہوں نے ابن عمرؓ سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا کہ محرم عورت نہ نقاب لگائے نہ دستانے پہنے۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ ابراہیم بن سعید المدینی اہل مدینہ کے مشائخ میں سے ایک شخص ہیں ان کی طرف زیادہ حدیثیں منسوب نہیں۔

تخریج: صحيح البخاري - العلم (١٣٤) صحيح البخاري - الصلاة (٣٥٩) صحيح البخاري - الحج (١٤٦٨) صحيح البخاري - الحج (١٧٤١) صحيح البخاري - الحج (١٧٤٥) صحيح البخاري - اللباس (٥٤٥٨) صحيح البخاري - اللباس (٥٤٦٦) صحيح البخاري - اللباس (٥٤٦٨) صحيح البخاري - اللباس (٥٤٦٩) صحيح البخاري - اللباس (٥٥٠٩) صحيح البخاري - اللباس (٥٥١٤) صحيح مسلم - الحج (١١٧٧) جامع الترمذي - الحج (٨٣٢) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٦٦) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٦٧) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٦٩) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٧٠) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٧٣) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٧٤) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٧٥) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٧٦) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٧٧) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٧٨) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٨٠) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٨١) سنن أبي داود - المناسك (١٨٢٣) سنن ابن ماجه -

---

[1] پشت پاؤں کا وہ بیچ کا حصہ جہاں جوتے کا تسمہ باندھتے ہیں۔ ۱۲۔

المناسك (٢٩٢٩) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩٣٠) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩٣٢) موطأ مالك - الحج (٧١٦) موطأ مالك - الحج (٧١٧) سنن الدارمي - المناسك (١٧٩٨) سنن الدارمي - المناسك (١٨٠٠)

شرح الحديث وَلَا تَنْتَقِبُ الْمَرْأَةُ الْحَرَامُ: حالت احرام میں عورت اپنے چہرہ پر نقاب نہ ڈالے، آگے ایک مستقل باب آرہا ہے بَابٌ فِي الْمُحْرِمَةِ تُغَطِّي وَجْهَهَا اس پر کلام وہیں آئے گا۔

وَلَا تَلْبَسُ الْقُفَّازَيْنِ: عورت دستانے نہ پہنے، ائمہ ثلاثہ کا مسلک یہی ہے۔ حنفیہ کے نزدیک جائز ہے ان کے نزدیک یہ نہی تنزیہا ہے کہ خلاف اولیٰ ہے اور احرام کی شان کے خلاف ہے۔ نیز اس حدیث کے رفع اور وقف میں بھی رواۃ کا اختلاف ہے، کماذکرہ المصنف، دوسری بات یہ کہ لبس قفازین میں تغطیہ کفین ہے اور تغطیہ کفین عورت کیلئے قمیص کی آستین وغیرہ سے جائز ہے۔ نیز حضرت سعدؓ سے ثابت ہے کہ وہ اپنی بنات کو قفازین پہناتے تھے (کذا فی ھامش الشیخ)۔

١٨٢٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ الْمَدِينِيُّ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الْمُحْرِمَةُ لَا تَنْتَقِبُ وَلَا تَلْبَسُ الْقُفَّازَيْنِ».

ترجمہ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ محرم عورت نہ تو نقاب لگائے اور نہ دستانے پہنے۔

تخریج صحيح البخاري - الحج (١٧٤١) جامع الترمذي - الحج (٨٣٣) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٧٣) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٨١) سنن أبي داود - المناسك (١٨٢٦) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١١٩/٢)

١٨٢٧ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ: فَإِنَّ نَافِعًا مَوْلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، حَدَّثَنِي، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «نَهَى النِّسَاءَ فِي إِحْرَامِهِنَّ عَنِ الْقُفَّازَيْنِ وَالنِّقَابِ، وَمَا مَسَّ الْوَرْسُ وَالزَّعْفَرَانُ مِنَ الثِّيَابِ، وَلْتَلْبَسْ بَعْدَ ذَلِكَ مَا أَحَبَّتْ مِنْ أَلْوَانِ الثِّيَابِ مُعَصْفَرًا أَوْ خَزًّا أَوْ حُلِيًّا أَوْ سَرَاوِيلَ أَوْ قَمِيصًا أَوْ خُفًّا» . قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ نَافِعٍ عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، إِلَى قَوْلِهِ وَمَا مَسَّ الْوَرْسُ وَالزَّعْفَرَانُ مِنَ الثِّيَابِ وَلَمْ يَذْكُرَا مَا بَعْدَهُ.

ترجمہ ابن اسحاق سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نافع جو حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے آزاد کردہ غلام ہیں انہوں نے مجھے حضرت عبد اللہ کی روایت سنائی کہ حضرت ابن عمرؓ نے سنا کہ آپ ﷺ نے عورتوں کو حالتِ احرام میں دستانے پہننے اور نقاب لگانے سے اور ورس اور زعفران لگے کپڑوں سے منع فرمایا اور یہ کہ احرام سے نکلنے کے بعد جس رنگ کے کپڑے خواہ زرد رنگ کے ہوں پہن سکتی ہے یا ریشمی کپڑے یا زیور یا شلوار یا قمیص یا موزے وغیر پہن سکتی ہے۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں: اس حدیث کو عبدہ راوی ابن اسحاق سے اور محمد بن سلمہ محمد بن اسحاق سے مَا مَسَّ الْوَرْسُ وَالزَّعْفَرَانُ مِنَ الثِّيَابِ تک روایت نقل کرتے ہیں اور ان دونوں نے اس کے بعد کچھ ذکر نہیں کیا۔

صحيح البخاري - الحج (١٧٤١) جامع الترمذي - الحج (٨٣٣) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٧٣) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٧٥) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٧٦) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٧٧) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٧٨) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٨٠) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٨١) سنن أبي داود - المناسك (١٨٢٧) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٣٢/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٧٣/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٧٤/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٧٧/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٨١/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١١١/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١١٩/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٣٩/٢) سنن الدارمي - المناسك (١٧٩٨)

وَلْتَلْبَسْ بَعْدَ ذَلِكَ مَا أَحَبَّتْ مِنْ أَلْوَانِ الثِّيَابِ مُعَصْفَرًا أَوْ خَزًّا: معصفر، عصفر میں رنگا ہوا کپڑا اور خز ریشمی کپڑا۔

لبس معصفر میں اختلاف ائمہ: عورت حالتِ احرام میں ثوب معصفر پہن سکتی ہے یا نہیں؟ مسئلہ مختلف فیہ ہے، امام شافعیؒ واحمدؒ کے نزدیک جائز ہے حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں۔ وعن مالك الفرق بين المفدم وغير المفدم یعنی اگر تیز اور گہرا رنگ ہے تب تو جائز نہیں اور اگر ہلکا و خفیف ہے تو جائز ہے۔ یہ حدیث حنفیہ کے خلاف ہے اس کے متعدد جواب ہیں:

① وَلْتَلْبَسْ بَعْدَ ذَلِكَ الخ یہ جملہ مدرج ہے ذكرها بعض الرواة دون بعض كما ذكره المصنف۔

② حضرت عمرؓ سے منع ثابت ہے۔

③ مورس معصفر سے من حيث الطيب خفيف ہے، پس جب مورس بالاتفاق ممنوع ہے تو معصفر بطریق اولیٰ ممنوع ہوگا۔

قاله الشيخ ابن الهمامؒ اور ہدایہ میں لکھا ہے اختلاف کا منشأ یہ ہے کہ عصفر ہمارے یہاں طیب ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک صرف لون کے قبیل سے ہے، طیب نہیں ہے۔ (بذل [1])۔

١٨٢٨ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، "أَنَّهُ وَجَدَ الْقُرَّ، فَقَالَ: أَلْقِ عَلَيَّ ثَوْبًا يَا نَافِعُ، فَأَلْقَيْتُ عَلَيْهِ بُرْنُسًا فَقَالَ: «تُلْقِي عَلَيَّ هَذَا وَقَدْ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَلْبَسَهُ الْمُحْرِمُ»".

نافع حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کو سردی محسوس ہوئی تو انہوں نے فرمایا: اے نافع! میرے اوپر کپڑا ڈال دو، تو میں نے ان پر ٹوپی والا کوٹ ڈال دیا، تو ابن عمرؓ فرمانے لگے کہ تم نے مجھ پر یہ ڈال دیا حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے محرم آدمی کو اس کے پہننے سے منع فرمایا ہے۔

صحيح البخاري - العلم (١٣٤) صحيح البخاري - الصلاة (٣٥٩) صحيح البخاري - الحج (١٤٦٨) صحيح البخاري - الحج (١٧٤١) صحيح البخاري - الحج (١٧٤٥) صحيح البخاري - اللباس (٥٤٥٨) صحيح البخاري - اللباس (٥٤٦٦) صحيح البخاري - اللباس (٥٤٦٨) صحيح البخاري - اللباس (٥٤٦٩) صحيح مسلم - الحج (١١٧٧) جامع الترمذي - الحج (٨٣٣) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٦٧) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٦٩) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٧٣) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٧٤) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٧٥) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٧٦) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٧٨) سنن أبي داود - المناسك (١٨٢٨) سنن ابن ماجه - المناسك

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ٩ ص ٥٤ - ٥٥

(۲۹۲۹) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۸/۲) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۲۹/۲) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۳۲/۲) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۳٤/۲) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٥٤/۲) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٦۳/۲) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٦٥/۲) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۷۷/۲) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۱۱۹/۲) موطأ مالك - الحج (۷۱٦) سنن الدارمي - المناسك (۱۷۹۸) سنن الدارمي - المناسك (۱۸۰۰)

شرح الحديث عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ وَجَدَ الْقُرَّ، فَقَالَ: أَلْقِ عَلَيَّ ثَوْبًا: حضرت ابن عمرؓ کو ایک مرتبہ حالت احرام میں سردی محسوس ہوئی انہوں نے اپنے خادم نافع سے فرمایا کہ مجھ پر کوئی کپڑا ڈال دو۔ انہوں نے ان کے جسم پر برنس ڈالدی (چادر کی طرح اڑھادی باقاعدہ پہنائی نہیں) اس پر انہوں نے فرمایا: ارے! سلاہوا کپڑا پہناتے ہو، یہ تو احرام میں منع ہے۔ یہ حضرت ابن عمرؓ کی احتیاط اور تورع ہے، ورنہ اصل ممانعت لبس مخیط کی اس صورت میں ہے جبکہ اس کو اسی طرح استعمال کیا جائے جو اسکے استعمال کا طریقہ ہے یعنی جو کپڑا بدن کے وضع اور ساخت کے اعتبار سیا گیا ہو اس کو اسی طرح پہنا جائے، لہذا اگر محرم مثلاً قمیص کو بجائے پہننے کے چادر کی طرح اوڑھ لے تو جائز ہے۔

۱۸۲۹ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «السَّرَاوِيلُ لِمَنْ لَا يَجِدُ الْإِزَارَ، وَالْخُفُّ لِمَنْ لَا يَجِدُ النَّعْلَيْنِ» . قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا حَدِيثُ أَهْلِ مَكَّةَ وَمَرْجِعُهُ إِلَى الْبَصْرَةِ إِلَى جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ وَالَّذِي تَفَرَّدَ بِهِ مِنْهُ ذِكْرُ السَّرَاوِيلِ وَلَمْ يَذْكُرِ الْقَطْعَ فِي الْخُفِّ.

ترجمہ حضرت جابر بن زید حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں: میں نے سنا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شلواریں (پہننا) اس کیلئے جائز ہے جسکے پاس تہبند نہ ہو اور موزے اس کیلئے جائز ہیں جس کے پاس جوتے نہ ہوں۔

تخریج صحيح البخاري - الحج (۱۷٤٤) صحيح البخاري - الحج (۱۷٤٦) صحيح البخاري - اللباس (٥٤٦۷) صحيح البخاري - اللباس (٥٥١٥) صحيح مسلم - الحج (۱۱۷۸) جامع الترمذي - الحج (۸۳٤) سنن النسائي - مناسك الحج (۲٦۷۱) سنن النسائي - مناسك الحج (۲٦۷۲) سنن أبي داود - المناسك (۱۸۲۹) سنن ابن ماجه - المناسك (۲۹۳۱) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (۲۱٥/۱) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (۲۲۱/۱) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (۲۲۸/۱) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (۲۷۹/۱) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (۲۸٥/۱) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (۳۳۷/۱) سنن الدارمي - المناسك (۱۷۹۹)

۱۸۳۰ - حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ الْجُنَيْدِ الدَّامِغَانِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ سُوَيْدٍ الثَّقَفِيُّ، قَالَ: حَدَّثَتْنِي عَائِشَةُ بِنْتُ طَلْحَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا حَدَّثَتْهَا، قَالَتْ: «كُنَّا نَخْرُجُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى مَكَّةَ فَنُضَمِّدُ جِبَاهَنَا بِالسُّكِّ الْمُطَيَّبِ عِنْدَ الْإِحْرَامِ، فَإِذَا عَرِقَتْ إِحْدَانَا سَالَ عَلَى وَجْهِهَا فَيَرَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا يَنْهَاهَا» .

ترجمہ عائشہ بنت طلحہ بیان کرتی ہیں کہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ نے ان (عائشہ بنت طلحہ) کو بتایا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ہمراہ مکہ کے سفر پر نکلی تھیں تو ہم احرام کی نیت سے پہلے اپنی پیشانی پر خوشبو ملتی تھیں پھر جب ہمیں پسینہ آتا تھا تو وہ خوشبو پسینہ کے ساتھ چہرہ پر پھیل جاتی تھی، آپ ﷺ کی بھی اس پہ نظر پڑتی تھی لیکن آپ اس سے منع نہیں فرماتے تھے۔

تخریج: سنن أبي داود - المناسك (١٨٣٠) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٧٩/٦)

شرح الحدیث: كُنَّا نَخْرُجُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى مَكَّةَ فَنُضَمِّدُ جِبَاهَنَا بِالسُّكِّ الْمُطَيَّبِ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ مکہ مکرمہ کا سفر کرتی تھیں (تو احرام کی نیت کرنے سے پہلے) اپنی پیشانی پر خوشبو ملتی تھیں پھر جب ہمیں پسینہ آتا تھا وہ خوشبو پسینہ کے ساتھ چہرے پر پھیل جاتی تھی آپ ﷺ کی بھی اس پر نظر پڑتی تھی لیکن آپ ﷺ اس سے منع نہیں فرماتے تھے۔

اس حدیث کا حوالہ ہمارے یہاں قریب ہی میں گزر چکا ہے اور یہ کہ یہ حدیث امام محمدؒ وامام مالکؒ کے خلاف ہے۔

١٨٣١- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ: ذَكَرْتُ لِابْنِ شِهَابٍ، فَقَالَ: حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ يَعْنِي ابْنَ عُمَرَ «كَانَ يَصْنَعُ ذَلِكَ يَعْنِي يَقْطَعُ الْخُفَّيْنِ لِلْمَرْأَةِ الْمُحْرِمَةِ» ثُمَّ حَدَّثَتْهُ صَفِيَّةُ بِنْتُ أَبِي عُبَيْدٍ، أَنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْهَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَانَ «رَخَّصَ لِلنِّسَاءِ فِي الْخُفَّيْنِ فَتَرَكَ ذَلِكَ».

ترجمہ: محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ میں نے ابن شہاب سے تذکرہ کیا (کہ محرم عورت کیلئے بھی چمڑے کے موزے کاٹنے کا حکم ہے؟) تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے سالم بن عبد اللہ نے بتایا کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ یہ کام کیا کرتے تھے یعنی محرم عورت کیلئے موزے کاٹ دیا کرتے تھے۔ پھر جب صفیہ بنت ابو عبید نے ان کو یہ حدیث سنائی کہ حضرت عائشہؓ نے ان کو حدیث سنائی کہ نبی کریم ﷺ نے عورتوں کیلئے موزے پہنے کی اجازت دی ہے، تو انہوں نے یہ (موزے کاٹنے کا) عمل چھوڑ دیا۔

تخریج: سنن أبي داود - المناسك (١٨٣١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢٩/٢) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٥/٦)

٣٢- بَابُ الْمُحْرِمِ يَحْمِلُ السِّلَاحَ

باب ہے محرم کے ہتھیار ساتھ لینے کے متعلق

جو شخص حج یا عمرہ کی نیت سے مکہ مکرمہ جا رہا ہو (ظاہر ہے کہ وہ محرم ہو گا) کیا وہ اپنے ساتھ ہتھیار لیجا سکتا ہے؟ یہ تو ظاہر ہے کہ مکہ میں قتال تو قطعاً جائز نہیں تو پھر کیا سلاح بھی وہاں ساتھ لیجا سکتا ہے؟ عند الجمہور جائز ہے۔

حسن بصریؒ کے نزدیک مکروہ ہے، ان کی دلیل مسلم شریف میں حدیث جابرؓ مرفوعاً ہے: لَا يَحِلُّ لِأَحَدِكُمْ أَنْ يَحْمِلَ بِمَكَّةَ السِّلَاحَ[1]، اسی طرح ابو داؤد میں کتاب الحج کے اخیر باب تحریم المدینة میں آرہا ہے: وَلَا يَصْلُحُ لِرَجُلٍ أَنْ يَحْمِلَ فِيهَا السِّلَاحَ لِقِتَالٍ[2] (لیکن اس حدیث کا تعلق حرم مدینہ سے ہے) اور جمہور کی دلیل حدیث الباب ہے جس میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے حدیبیہ میں کفار مکہ سے مصالحت فرمائی تھی تو اس وقت یہ طے ہوا تھا کہ آئندہ سال جب مسلمان عمرہ کرنے یہاں آئیں تو

[1] صحيح مسلم - كتاب الحج - باب النهي عن حمل السلاح بمكة بلا حاجة ١٣٥٦

[2] سنن أبي داود - كتاب المناسك - باب في تحريم المدينة ٢٠٣٥

ہتھیاروں، تلواروں کو برہنہ کرکے مکہ میں داخل نہ ہوں بلکہ تلواروں کو ان کے غلافوں میں اور پوشیدہ طور سے تھیلوں میں رکھ کر لائیں۔ اس[1] سے معلوم ہوا کہ مکہ میں ہتھیار لے کر جاسکتے ہیں، حدیث مسلم کا یہ جواب ہو سکتا ہے کہ مراد یہ ہے قتال کی نیت سے ساتھ لیکر نہ جائے۔

۱۸۳۲- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ، يَقُولُ: لَمَّا صَالَحَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْلَ الْحُدَيْبِيَةِ صَالَحَهُمْ عَلَى أَنْ لَا يَدْخُلُوهَا إِلَّا بِجُلُبَّانِ السِّلَاحِ فَسَأَلْتُهُ مَا جُلُبَّانُ السِّلَاحِ قَالَ: «الْقِرَابُ بِمَا فِيهِ».

ترجمہ ابو اسحاق سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے براءؓ سے سناوہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ والوں (کفار) سے صلح فرمائی تو اس بات (شرط) پر صلح فرمائی کہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام مکہ میں ہتھیار ان کے علاقوں میں رکھ کر داخل ہوں گے تو میں نے ان سے (یعنی براء سے) پوچھا کہ ہتھیاروں کے غلاف سے کیا مراد ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: وہ تھیلا جس میں تلوار رکھی جاتی ہے۔

تخریج صحيح البخاري - الحج (١٧٤٧) صحيح البخاري - الصلح (٢٥٥١) صحيح البخاري - الصلح (٢٥٥٣) صحيح البخاري - الجزية (٣٠١٣) صحيح البخاري - المغازي (٤٠٠٥) صحيح مسلم - الجهاد والسير (١٧٨٣) سنن أبي داود - المناسك (١٨٣٢) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٩٢/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٩٨/٤) سنن الدارمي - السير (٢٥٠٧)

۳۳- بَابٌ فِي الْمُحْرِمَةِ تُغَطِّي وَجْهَهَا

باب ہے محرم عورت کے چہرہ ڈھانپنے کے حکم کے بارے میں

ایک حدیث میں ہے إِحْرَامُ الرَّجُلِ فِي رَأْسِهِ وَإِحْرَامُ الْمَرْأَةِ فِي وَجْهِهَا[2] جس کا تقاضا یہ ہے کہ مرد کیلئے تغطیة[3] الرأس ناجائز ہے اور عورت کیلئے تغطیة الرأس تو جائز ہے لیکن تغطیة الوجه جائز نہیں۔ چنانچہ جمہور علماء ائمہ ثلاثہ کا مذہب یہ ہے کہ عورت نقاب کے ذریعہ اپنے چہرے کو چھپا نہیں سکتی البتہ عند حضور الأجانب سدل ثوب متجافیاً عن الوجه کرسکتی ہے اور امام احمدؒ کے نزدیک تجافی کی قید نہیں ہے لاصقاً بالوجه بھی چہرے پر نقاب ڈال سکتی ہے۔

۱۸۳۳- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: «كَانَ الرُّكْبَانُ يَمُرُّونَ بِنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْرِمَاتٌ، فَإِذَا حَاذَوْا بِنَا سَدَلَتْ إِحْدَانَا جِلْبَابَهَا مِنْ رَأْسِهَا عَلَى وَجْهِهَا فَإِذَا

---

[1] لیکن اس استدلال میں بندے کو یہ اشکال ہے کہ یہ مصالحت اس وقت کی ہے جب تک مکہ مکرمہ فتح نہیں ہوا تھا، دار الحرب تھا اور ممکن ہے حدیث مسلم جس میں منع مذکور ہے وہ فتح مکہ کے بعد کی ہو، فلیتأمل۔

[2] سنن الدارقطني - كتاب الحج - باب المواقيت ٢٧٦١ (ج ٣ ص ٣٦٣)

[3] اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ مرد کے لئے تغطیہ الوجہ جائز ہے یا نہیں؟، عند الشافعی واحمد جائز ہے اور عند ناومالک جائز نہیں ہے۔

جَاوَزُونَا كَشَفْنَاهُ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ سوار ہمارے قریب سے گزرتے تھے اور ہم حالت احرام میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ہوتیں جب وہ مسافر ہمارے سامنے آتے تھے تو ہم اپنے سر کی چادروں کو نیچے سرکا کہ اپنے چہروں پر کرلیتی تھیں پھر جب وہ قافلے گزر جاتے تو ہم اپنا چہرہ کھول لیتی تھیں۔

تخریج: سنن أبي داود - المناسك (١٨٣٣) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩٣٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٣٠)

شرح الحدیث: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں جب ہم حضور ﷺ کے ساتھ سفر میں حالت احرام میں ہوتی تھیں تو مسافروں کے قافلے بھی گزرتے تھے جب وہ مسافر ہماری محاذات میں آتے تھے تو ہم اپنے سر کی چادرون کو نیچے سرکا کر چہرے پر کرلیتی تھیں پھر جب وہ قافلے گزر جاتے تو ہم اپنا چہرہ کھول لیتی تھیں۔ یہ حدیث بظاہر مذہب احمدؒ کے موافق ہے کیونکہ اس میں سدل مطلقاً مذکور ہے اور تجافی عن الوجہ کی قید نہیں ہے، اس کا جواب یہ ہوگا کہ اس سے قبل حدیث میں گزر چکا ہے: وَلَا تَنْتَقِبُ الْمَرْأَةُ الْحَرَامُ، جس میں مطلقاً عورت کیلئے چہرے پر نقاب ڈالنے کی ممانعت ہے لہذا جمع بین الروایتین کی صورت یہ ہے نقاب ڈالنے کی ایک شکل کو جائز قرار دیا جائے اور ایک کو ناجائز (بذل [1]) یعنی متجافیاً عن الوجہ کو جائز اور متلاصقاً بالوجہ کو ناجائز، آجکل اس قسم کے نقاب جو چہرے سے الگ رہیں عورتیں خود بنالیتی ہیں۔

٣٤ - بَابٌ فِي الْمُحْرِمِ يُظَلَّلُ

باب محرم کا اپنے اوپر کسی چیز کا سایہ کرنا

تظلیل محرم یعنی محرم کا اپنے اوپر کسی چیز کا سایہ کرنا دھوپ وغیرہ سے بچنے کیلئے۔ تظلیل میں چونکہ فی الجملہ تغطیہ راس ہوجاتا ہے اس لئے اس کے بیان کی ضرورت پیش آئی۔

تظلیل کی صورتیں مع مذاہب ائمہ: جاننا چاہئے کہ تظلیل کی تین قسمیں ہیں:

① بالثوب المتصل مثلاً کوئی رومال وغیرہ سر پر ڈالنا۔

② تظلیل بالسقف ونحوه یعنی کسی چھت کے نیچے یا خیمہ کے اندر بیٹھ کر سایہ حاصل کرنا۔

③ تظلیل بالثوب المنفصل کالشمسیة والرحل والهودج یعنی چھتری اور پالان یا ہودج وغیرہ سے سایہ حاصل کرنا۔

ان اقسام میں قسم اول بالاتفاق ممنوع ہے، قسم ثالث بالاتفاق جائز ہے، درمیانی قسم مختلف فیہ ہے، یجوز عندنا والشافعي ولا يجوز عند مالك وأحمد۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٩ ص ٦٢

۱۸۳٤ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحِيمِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي أُنَيْسَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ حُصَيْنٍ، عَنْ أُمِّ الْحُصَيْنِ، حَدَّثَتْهُ قَالَتْ: «حَجَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَّةَ الْوَدَاعِ فَرَأَيْتُ أُسَامَةَ وَبِلَالًا وَأَحَدُهُمَا آخِذٌ بِخِطَامِ نَاقَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْآخَرُ رَافِعٌ ثَوْبَهُ لِيَسْتُرَهُ مِنَ الْحَرِّ حَتَّى رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ».

ترجمہ یحیٰ بن حصین ام حصین سے روایت کرتے ہیں کہ وہ یحیٰ سے بیان کرتی ہیں کہ ہم نے نبی کریم ﷺ کے ہمراہ حجۃ الوداع کے موقع پر حج کی ادائیگی کی تو میں نے اسامہ اور بلال کو دیکھا کہ (وہ آپ ﷺ کی سواری کے ساتھ تھے) ان میں سے ایک آپ ﷺ کے اونٹ کی نکیل پکڑے ہوئے تھے اور دوسرے آپ کے سر کے اوپر کپڑے سے سایہ کئے ہوئے تھے، آپکو گرمی سے بچارہے تھے یہاں تک کہ آپ ﷺ جمرہ عقبہ کی رمی سے فارغ ہوئے۔

تخریج صحيح مسلم - الحج (١٢٩٨) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٦٠) سنن أبي داود - المناسك (١٨٣٤) مسند أحمد - من مسند القبائل (٦/٤٠٢)

شرح الحدیث فَرَأَيْتُ أُسَامَةَ وَبِلَالًا وَأَحَدُهُمَا آخِذٌ بِخِطَامِ نَاقَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: حضرت اسامہ وبلال رضی اللہ عنہما سفر حج میں حضور ﷺ کی سواری کے ساتھ تھے ان میں سے ایک نے (بلال) آپ کی سواری کی نکیل سنبھال رکھی تھی اور دوسرا (اسامہ) آپ ﷺ کے سر کے اوپر کپڑے سے سایہ کئے ہوئے تھا یہاں تک آپ ﷺ جمرۂ عقبہ کی رمی سے فارغ ہوئے، صلی اللہ علیہ وسلم شرف و کرم۔

یہ حدیث مسئلۃ الباب میں حنفیہ وشافعیہ کی دلیل ہے اور مالکیہ وحنابلہ کا استدلال بیہقی کی ایک روایت سے ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابن عمرؓ نے ایک محرم کو دیکھا جو اونٹ پر سوار تھا اور اس نے اپنے اوپر سایہ کر رکھا تھا، اسکو دیکھ کر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا اِضْحَ لِمَنْ أَحْرَمْتَ لَهُ جس ذات کیلئے تو نے احرام باندھا ہے یعنی حق تعالیٰ شانہ اسی کیلئے دھوپ میں ہو جا یعنی سایہ مت کر[1]۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تو حدیث موقوف ہے اور ہو سکتا ہے کہ انہوں نے بیان افضل کے لحاظ سے فرمایا ہو (بذل[2])۔

٣٥ - بَابُ الْمُحْرِمِ يَحْتَجِمُ

باب محرم آدمی کا سینگی (پچھنے) لگوانے کے متعلق حکم

حالت احرام میں سینگی لگوانا ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز ہے، لیکن اس کیلئے قطع شعر[3] جائز نہیں ورنہ فدیہ دینا ہو گا اور امام

---

1. السنن الكبرى للبيهقي - كتاب الحج - باب من استحب للمحرم أن يضحي للشمس ٩١٩٢ (ج ٥ ص ١١٢)
2. بذل المجهود في حل أبي داود — ج ٩ ص ٦٤
3. جس جگہ سینگی لگاتے ہیں پہلے اس جگہ نشتر مارتے ہیں اور اگر بال ہوں تو ان کو صاف کر دیتے ہیں، ۱۲۔

مالکؒ کے نزدیک حالت احرام میں احتجام جائز نہیں ہے بدون تحقق ضرورت کے یعنی محض احتیاطاً حفظ صحت کے غرض سے جائز نہیں، ہاں اگر ضرورت پیش آجائے تو عذر کی بناء پر جائز ہے۔ احْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ فِي رَأْسِهِ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کا قصہ ہے اور آگے جو آرہا ہے عَلَى ظَهْرِ الْقَدَمِ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سینگی پاؤں کی پشت پر لگوائی وہ کسی دوسرے سفر کا واقعہ ہے۔

۱۸۳۵- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَطَاءٍ، وَطَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «احْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ».

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے اس حال میں کہ آپ احرام باندھے ہوئے تھے۔

تخریج: صحيح البخاري - الحج (١٧٣٨) صحيح البخاري - الصوم (١٨٣٦) صحيح البخاري - الطب (٥٣٧٠) صحيح البخاري - الطب (٥٣٧٤) صحيح مسلم - الحج (١٢٠٢) جامع الترمذي - الصوم (٧٧٥) جامع الترمذي - الصوم (٧٧٧) جامع الترمذي - الحج (٨٣٩) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨٤٥) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨٤٦) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨٤٧) سنن أبي داود - المناسك (١٨٣٥) سنن ابن ماجه - الصيام (١٦٨٢) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٨١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢١٥/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٢٢/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٣٦/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٤٨/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٤٩/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٦٠/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٨٦/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٠٦/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣١٥/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٣٣/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٤٤/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٤٦/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٥١/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٧٢/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٧٤/١) سنن الدارمي - المناسك (١٨١٩) سنن الدارمي - المناسك (١٨٢١)

۱۸۳۶- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «احْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ فِي رَأْسِهِ مِنْ دَاءٍ كَانَ بِهِ».

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حالتِ احرام میں پچھنے لگوائے اپنے سر میں بیماری کی وجہ سے۔

تخریج: صحيح البخاري - الحج (١٧٣٨) صحيح البخاري - الصوم (١٨٣٦) صحيح البخاري - الطب (٥٣٧٠) صحيح البخاري - الطب (٥٣٧٤) صحيح مسلم - الحج (١٢٠٢) جامع الترمذي - الصوم (٧٧٥) جامع الترمذي - الصوم (٧٧٧) جامع الترمذي - الحج (٨٣٩) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨٤٥) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨٤٦) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨٤٧) سنن أبي داود - المناسك (١٨٣٦) سنن ابن ماجه - الصيام (١٦٨٢) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٨١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢١٥/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٢٢/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٣٦/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٤٨/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٤٩/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٦٠/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٨٦/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٠٦/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣١٥/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٣٣/١) مسند أحمد - من مسند

بني هاشم (۳٤٤/۱) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (۳٤٦/۱) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (۳٥۱/۱) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (۳۷۲/۱) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (۳۷٤/۱) سنن الدارمي - المناسك (۱۸۱۹) سنن الدارمي - المناسك (۱۸۲۱)

۱۸۳۷ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «احْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ عَلَى ظَهْرِ الْقَدَمِ مِنْ وَجَعٍ كَانَ بِهِ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ، قَالَ ابْنُ أَبِي عَرُوبَةَ: أَرْسَلَهُ يَعْنِي عَنْ قَتَادَةَ.

ترجمہ: قتادہ حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حالتِ احرام میں سینگیاں لگوائیں اپنے پیر کے اوپری حصہ میں تکلیف کی وجہ سے جو آپکو تھی۔

تخریج: سنن أبي داود - المناسك (۱۸۳۷) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲٦۷/۳)

۳٦ - بَابُ يَكْتَحِلُ الْمُحْرِمُ

﴿باب محرم شخص کے سرمہ لگانے کے متعلق حکم کے بارے میں﴾

محرم کیلئے اکتحال جائز ہے بشرطیکہ وہ کحل غیر مطیب ہو (خوشبودار نہ ہو) اگرچہ وہ اکتحال بلا ضرورت ہی ہو لیکن بدون ضرورت کے سرمہ لگانا خلاف اولیٰ ہے شان محرم کے خلاف ہے اور اگر مطیب ہو تو تین مرتبہ لگانے میں دم واجب ہوتا ہے اور صرف ایک یا دوبار میں صدقہ (بذل [1])۔

۱۸۳۸ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَيُّوبَ بْنِ مُوسَى، عَنْ نُبَيْهِ بْنِ وَهْبٍ، قَالَ: اشْتَكَى عُمَرُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ مَعْمَرٍ، عَيْنَيْهِ فَأَرْسَلَ إِلَى أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ، قَالَ سُفْيَانُ: وَهُوَ أَمِيرُ الْمَوْسِمِ مَا يَصْنَعُ بِهِمَا؟ قَالَ: «اضْمِدْهُمَا بِالصَّبِرِ»، فَإِنِّي سَمِعْتُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يُحَدِّثُ ذَلِكَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: نبیہ بن وہب سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ عمر بن عبید اللہ بن معمر کی آنکھیں دکھنے لگیں تو انہوں نے ابان بن عثمان کے پاس ایک شخص کو بھیجا، سفیان فرماتے ہیں کہ وہ ابان ان دنوں حج کے امیر تھے، ان سے دریافت کیا کہ آنکھوں کی تکلیف کا کیا کروں؟ انہوں نے فرمایا کہ تم اپنی آنکھوں پر ایلوے کا لیپ لگاؤ اسلئے کہ میں نے حضرت عثمانؓ سے سنا، وہ یہ علاج نبی کریم ﷺ سے نقل فرماتے ہیں۔

۱۸۳۹ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ابْنِ عُلَيَّةَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ نُبَيْهِ بْنِ وَهْبٍ، بِهَذَا الْحَدِيثِ.

ترجمہ: نافع نبیہ بن وہب سے یہی حدیث روایت کرتے ہیں۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۹ ص ٦۸

تخریج: صحيح مسلم - الحج (١٢٠٤) جامع الترمذي - الحج (٩٥٢) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧١١) سنن أبي داود - المناسك (١٨٣٨) سنن الدارمي - المناسك (١٩٣٠)

شرح الحدیث: مضمون حدیث یہ ہے کہ ابان بن عثمان جو کہ امیر الموسم تھے یعنی امیر الحجاج، موسم سے مراد موسم حج ہوا کرتا ہے، ان سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ فلاں شخص کی آنکھوں میں تکلیف ہے کیا کیا جائے؟ انہوں نے فرمایا صبر (ایلوا) کو پانی میں گھس کر آنکھوں پر اس کا لیپ کر دو، مصنف ؒ نے اس سے جواز اکتحال کا مسئلہ مستنبط فرمایا ہے جو قرین قیاس ہے۔

٣٧- بَابُ الْمُحْرِمِ يَغْتَسِلُ

باب محرم آدمی کے غسل کرنے کے متعلق

حالت احرام میں آدمی غسل تنظیف کر سکتا ہے یا نہیں؟ عند الجمهور والائمة الثلاثة لا بأس به،

اس میں امام مالکؒ کا اختلاف ہے ان کے نزدیک مکروہ ہے، حدیث الباب میں غسل راس کا ذکر ہے، جب غسل راس جائز ہے تو باقی بدن بطریق اولیٰ جائز ہوگا اس لئے کہ اندیشہ تو دراصل غسل راس ہی کا ہے کہ اس میں بال ٹوٹنے کا احتمال ہے۔

-١٨٤٠ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ حُنَيْنٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ، وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ، اخْتَلَفَا بِالْأَبْوَاءِ فَقَالَ: ابْنُ عَبَّاسٍ يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَأْسَهُ وَقَالَ الْمِسْوَرُ: لَا يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَأْسَهُ فَأَرْسَلَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبَّاسٍ، إِلَى أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ، فَوَجَدَهُ يَغْتَسِلُ بَيْنَ الْقَرْنَيْنِ وَهُوَ يُسْتَرُ بِثَوْبٍ، قَالَ: فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، قَالَ: مَنْ هَذَا قُلْتُ: أَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ حُنَيْنٍ، أَرْسَلَنِي إِلَيْكَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبَّاسٍ أَسْأَلُكَ كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْسِلُ رَأْسَهُ وَهُوَ مُحْرِمٌ؟ قَالَ: فَوَضَعَ أَبُو أَيُّوبَ يَدَهُ عَلَى الثَّوْبِ فَطَأْطَأَهُ حَتَّى بَدَا لِي رَأْسُهُ، ثُمَّ قَالَ: لِإِنْسَانٍ يَصُبُّ عَلَيْهِ اصْبُبْ، قَالَ: "فَصَبَّ عَلَى رَأْسِهِ، ثُمَّ حَرَّكَ أَبُو أَيُّوبَ رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ، ثُمَّ قَالَ: «هَكَذَا رَأَيْتُهُ يَفْعَلُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

ترجمہ: ابراہیم بن عبداللہ بن حنین اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عباسؓ اور مسور بن مخرمہؓ کا ابواء (مقام) میں اختلاف ہوا کہ (محرم شخص اپنا سر دھو سکتا ہے یا نہیں؟) تو ابن عباسؓ نے کہا کہ محرم اپنا سر دھوئے گا اور مسور نے کہا کہ محرم آدمی اپنا سر نہیں دھو سکتا۔ تو عبداللہ بن عباسؓ نے ابو ایوب انصاریؓ کے پاس عبداللہ بن حنین کو بھیجا، تو انہوں نے ابوایوب کو دو لکڑیوں کے درمیان پردے کی آڑ میں غسل فرماتے ہوئے پایا۔ عبداللہ بن حنین فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو سلام کیا، تو انہوں نے دریافت کیا: کون ہے؟ تو میں نے عرض کیا کہ میں عبداللہ بن حنین ہوں مجھے عبداللہ بن عباسؓ نے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ میں آپ سے معلوم کروں کہ رسول اللہ ﷺ حالتِ احرام میں اپنا سر کیسے دھویا کرتے تھے؟ فرماتے ہیں: ابوایوب انصاری نے (ان کو مشاہدہ کرانے کیلئے) اس پردے پر ہاتھ رکھ کر اسے نیچے جھکا دیا، یہاں تک کہ عبداللہ بن

حنین کو ان کا سر دکھائی دینے لگا، پھر ابو ایوب نے ایک شخص (خادم) سے کہا کہ میرے سر پر پانی ڈالے، اس نے پانی ڈالا، انہوں نے اپنے سر کو مل کر اور دھو کر دکھادیا۔ ایک مرتبہ دونوں ہاتھوں سے حرکت دیکر دونوں ہاتھ سر کے اگلے حصے کی طرف لے گئے اور دوسری دفع اپنے ہاتھ سر کے پچھلے حصّہ کی طرف لے آئے، پھر ابو ایوب انصاری نے فرمایا کہ میں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو اسطرح کرتے دیکھا ہے۔

تخریج صحيح البخاري - الحج (١٧٤٣) صحيح مسلم - الحج (١٢٠٥) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٦٥) سنن أبي داود - المناسك (١٨٤٠) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩٣٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٤١٦/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٤١٨/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٤٢١/٥) موطأ مالك - الحج (٧١٢) سنن الدارمي - المناسك (١٧٩٣)

شرح الحديث فَوَجَدَهُ يَغْتَسِلُ بَيْنَ الْقَرْنَيْنِ: قرنین سے مراد وہ دو لکڑیاں ہیں، جو سینگ کی شکل کی ہوتی ہیں، جو کنویں کے اوپر گاڑ دیجاتی ہیں، جن پر پانی کی چرخی گھومتی ہے۔

بظاہر انہی کے اوپر حضرت ابو ایوبؓ نے پردہ کیلئے کپڑا ٹانگ رکھا تھا اور اس پردے کی آڑ میں وہ غسل کر رہے تھے۔ عبد اللہ بن حنین نے ان سے غسل رأس کا مسئلہ دریافت کیا، اور یہ کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حالت احرام میں کیسے غسل رأس کرتے تھے تو اس پر حضرت ابو ایوبؓ نے (ان کو مشاہدہ کرانے کیلئے) اس پردہ پر ہاتھ رکھ کر اس کو نیچے کی طرف جھکادیا۔ چنانچہ عبد اللہ بن حنین کو ان کا سر دکھائی دینے لگا، ابو ایوبؓ نے اپنے خادم سے کہا کہ میرے سر پر پانی ڈالو اس نے پانی ڈالا انہوں نے اپنے سر کو مل کر اور دھو کر دکھادیا، دونوں ہاتھوں سے سر کو ملا۔

فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ: ایک مرتبہ ان ہاتھوں کو آگے کی طرف لے گئے اور ایک مرتبہ آگے سے پیچھے کی طرف لائے، پھر انہون نے فرمایا کہ میں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

٣٨۔ بَابُ الْمُحْرِمِ يَتَزَوَّجُ

باب حالت احرام میں نکاح کرنے کا حکم

آدمی حالت احرام میں اپنا یا کسی دوسرے کا ولی یا وکیل ہونیکی حیثیت سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس میں بڑا قوی اور مشہور اختلاف ہے جس پر محدثین بڑی طویل بحث کرتے ہیں، ہم اس کو اختصار کیساتھ لکھتے ہیں۔ حنفیہ کے نزدیک یہ نکاح صحیح اور منعقد ہے (اگرچہ شان محرم کے خلاف ہے) جمہور علماء وائمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ نکاح فاسد اور غیر منعقد ہے۔ دوسرا مسئلہ وطی کا ہے حالت احرام میں، سو وہ بالاتفاق حرام ہے۔ تیسرا مسئلہ خطبہ (منگنی) کا ہے وہ محرم کیلئے بالاتفاق جائز ہے۔

جمہور کی دلیل اور حنفیہ کی طرف سے اسکا جواب: جمہور کا استدلال منع کی حدیث سے ہے یعنی حضرت عثمانؓ کی حدیث مرفوع جس کی تخریج امام مسلم، ابو داؤد، ترمذی ونسائی نے کی ہے: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا

يَنْكِحُ الْمُحْرِمُ وَلَا يُنْكِحُ وَلَا يَخْطُبُ». قال الترمذي: حديث عثمان حديث حسن صحيح والعمل على هذا عند بعض أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم منهم: عمر بن الخطاب، وعلي بن أبي طالب وابن عمر، وهو قول بعض فقهاء التابعين، وبه يقول مالك والشافعي وأحمد وإسحاق: لا يرون أن يتزوج المحرم، قالوا: فإن نكح فنكاحه باطل اه[1]۔

حنفیہ کہتے ہیں اس حدیث میں نہی للتنزیہ ہے، للتحریم نہیں جس کے دو قرینے ہیں: ① اول یہ کہ اس حدیث میں تیسرا جزو یہ ہے ولا یخطب اور محرم کیلئے خطبہ (پیغام نکاح) بالاتفاق جائز ہے۔ پس جس طرح اس میں نہی للتنزیہ ہے ایسے ہی لا ینکح میں بھی للتنزیہ ہونی چاہیے مطلب یہ کہ نکاح محرم کی شان کے خلاف ہے، ② دوسرا قرینہ یہ ہے کہ خود آنحضرت ﷺ نے حضرت میمونہؓ سے نکاح عمرۃ القضاء کے سفر میں بحالت احرام کیا ہے۔ چنانچہ صحاح ستہ میں حضرت ابن عباسؓ کی حدیث مروی ہے: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ مَيْمُونَةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ[2]۔ نیز قیاس بھی جواز ہی کو مقتضی ہے وہ ایسے کہ جس طرح نکاح حرۃ عورت میں حلِّ استمتاع کا سبب ہے اسی طرح باندی میں اس کا شراء جواز استمتاع کا ذریعہ ہے اور ان دو میں یہ ثانی بالاتفاق محرم کے لئے جائز ہے، فكذا الأول أي النكاح۔

اور جمہور علماء اس حدیث میں نہی کو للتحریم مانتے ہیں اسی لئے نکاح محرم کو فاسد قرار دیتے ہیں۔

حدیث ابن عباسؓ عند الجمهور مرجوح یا مؤوّل ہے: اور حدیث ابن عباسؓ جو نکاح میمونہؓ کے بارے میں ہے اسکی وہ تاویل کرتے ہیں یا اسکو مرجوح قرار دیتے ہیں۔ ایک تاویل تو یہ کی گئی ہے کہ وَهُوَ مُحْرِمٌ کا مطلب یہ نہیں کہ حالت احرام میں تھے، بلکہ احرام کے معنی دخول فی الحرم کے بھی آتے ہیں: أحرم بمعنى دخل في الحرم، أنجد دخل في النجد، أعرق دخل في العراق۔ وقال الشاعر: ؏ قَتَلُوا ابْنَ عَفَّانَ الْخَلِيفَةَ مُحْرِمًا[3]

بلوائیوں نے حضرت عثمانؓ خلیفہ کو قتل کیا جب کہ وہ حدود[4] حرم میں تھے، حرم سے مراد حرم مدینہ، حضرت عثمانؓ کا رہائشی مکان مسجد نبوی کے قریب حدود حرم میں تھا۔ اور دوسری تاویل یہ مشہور ہے: أي ظهر امر تزويجها وهو محرم، یعنی نکاح تو حالت احلال ہی میں ہوا تھا لیکن اس نکاح کی شہرت اس وقت ہوئی جب آپ ﷺ محرم تھے۔

اور ترجیح والا جواب یہ ہے کہ وہ فرماتے ہیں نکاح میمونہؓ کے سلسلہ میں دو روایتیں ہیں: ایک ابن عباسؓ کی وَهُوَ مُحْرِمٌ اور دوسری

---

[1] جامع الترمذي – كتاب الحج – باب ماجاء في كراهية تزويج المحرم ٨٤٠.

[2] صحيح البخاري – أبواب الإحصار وجزاء الصيد – باب تزويج المحرم ١٧٤٠، صحيح مسلم – كتاب النكاح – باب تحريم نكاح المحرم وكراهة خطبته ١٤١٠

[3] العرف الشذي شرح سنن الترمذي – ج٢ ص٣٢٤

[4] لیکن اصمعیؒ نے جو بہت بڑے لغوی ہیں اس پر رد کرتے ہوئے کہا کہ محرم کے معنی ہیں ذو حرمة یعنی محترم اور بے قصور، کما في قوله: قتلوا كسرى بليل محرمًا، فتولى ولم يمتع بالكفن یعنی کسری شاہ فارس کو رات کے وقت قتل کیا گیا جب کہ وہ بے قصور تھا۔ (فیض الباری – ج٣ ص١٣٨)

حدیث یزید بن الاصم اور ابورافع کی ان دونوں کی حدیث میں یہ ہے: تَزَوَّجَهَا وَهُوَ حَلَالٌ [1] ۔ کہتے ہیں یزید بن الاصم میمونہ کے بھانجے تھے اور ابورافع جو کہ حضور ﷺ کے مولیٰ ہیں وہ فرماتے ہیں: وَكُنْتُ الرَّسُولَ بَيْنَهُمَا [2] یعنی حضور ﷺ کی جانب سے میمونہ کو جو کہ اس وقت مکہ مکرمہ میں تھیں پیغام نکاح پہنچانے والا میں ہی تھا، تو جب قاصد وہی تھے تو ان کو اس کی معلومات زیادہ ہوں گی۔

حنفیہ کے نزدیک حدیث ابن عباسؓ کی وجہ ترجیح: اور حنفیہ کے نزدیک اسکے برعکس ترجیح حدیث ابن عباسؓ کو ہے اسلئے کہ صحاح ستہ میں موجود ہے بخلاف یزید بن الاصمؒ کی روایت کے کہ اسکی تخریج امام بخاری ونسائی نے نہیں کی صرف احد الصحیحین میں ہے (افراد مسلم سے ہے) اور ابورافعؓ کی حدیث صرف سنن کی ہے، أخرجه الترمذي وغيره۔ مزید برآں یہ کہ ان دونوں حدیثوں میں اضطراب واختلاف ہے۔ بعض رواۃ نے ان کو مسنداً (بذکر الصحابی) اور بعض نے مرسلاً (بدون ذکر الصحابی) روایت کیا ہے اس کی تفصیل امام ترمذیؒ نے بیان کی ہے، بخلاف حدیث ابن عباسؓ کے کہ اسکی سند میں کوئی گڑبڑ اور اختلاف رواۃ نہیں اور پھر وہ متفق علیہ یعنی صحیحین کی روایت ہے اور جس طرح یزید بن الاصمؒ میمونہ کے بھانجے ہیں اسی طرح ابن عباسؓ بھی انکے بھانجے ہیں (کما تقدم فی کتاب الصلاۃ قول ابن عباس: بِتُّ عند خالتي ميمونة) اور وہ جو انہوں نے کہا کہ ابورافع قاصد تھے آپ کی طرف سے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تو صحیح ہے کہ وہ پیغام نکاح لے جانے والے ہیں لیکن روایات میں تو یہ ہے کہ حضرت میمونہؓ نے اس نکاح کے مسئلے کو اپنی بہن ام الفضل کے سپرد کر دیا تھا، ام الفضل نے اپنے شوہر حضرت عباسؓ کے سپرد کر دیا۔ پس متولی نکاح تو حضرت عباسؓ ہوئے نہ کہ ابورافعؓ اور حضرت عباسؓ کے قصے کو ان کے بیٹے عبداللہ بن عباسؓ جتنا جانتے ہوں گے ظاہر ہے کہ دوسرا اتنا واقف نہیں ہو سکتا۔

تاویل شافعیہ پر رد: اور وہ جو یہ تاویل کرتے ہیں: أي ظهر امر تزوجها وهو محرم، جس کی تشریح امام ترمذیؒ نے اسطرح فرمائی ہے کہ یہ نکاح طریق مکہ میں ہوا بحالت احلال اسکے بعد امر نکاح کا ظہور ہوا (لوگوں کے علم میں آیا) جبکہ آپ ﷺ محرم ہو چکے تھے، اس کے بعد واپسی میں بناء ہوئی مقام سرف میں، اھ [3]۔ اسکے بارے میں میں کہتا ہوں کہ اسکی شکل سوائے اسکے کچھ نہیں بنتی کہ یہ مانا جائے کہ یہ نکاح ذوالحلیفہ میں ہوا احرام سے قبل، لیکن یہ تاویل نسائی کی روایت کے خلاف ہے جس میں یہ ہے: تزوجها وهو محرم بسرف، الا یہ کہ یوں کہا جائے کہ نسائی کی روایت میں تزوج سے مراد بناء ہے نکاح نہیں، لیکن یہ بھی کہاں ہو سکتا ہے اسلئے کہ یہ گو صحیح ہے کہ بناء سرف میں ہوئی تھی لیکن حالت احرام تو بناء سے مانع ہے، لہٰذا حدیث نسائی میں "تزوج" سے

[1] جامع الترمذي- كتاب الحج- باب ماجاء في الرخصة في ذلك (كراهية تزويج المحرم) ٨٤٥، سنن ابن ماجه - كتاب النكاح - باب المحرم يتزوج ١٩٦٤

[2] السنن الكبرى للبيهقي كتاب النكاح باب نكاح المحرم ١٤٢٠٧ ج٧ ص ٣٤٤-٣٤٥

[3] جامع الترمذي- كتاب الحج- باب ماجاء في الرخصة في ذلك (كراهية تزويج المحرم) ٨٤٤

نکاح ہی مراد ہے اور ظاہر ہے کہ جاتے وقت آپ ﷺ سرف میں محرم تھے جیسا کہ روایت میں اس کی تصریح ہے۔

امام طحاوی ؒ کی بیان کردہ وجہ ترجیح: اسی طرح امام طحاویؒ نے شرح معانی الآثار میں یہ حدیث ابن عباسؓ بروایت مجاہد وعطاء ان سے ذکر کی جس کا مضمون یہ ہے کہ آپ ﷺ نے میمونہ بنت الحارثؓ سے تزوج کیا: وَهُوَ حَرَامٌ (بحالت احرام)، پس آپ ﷺ مکہ میں تین دن مقیم رہے تو آپ ﷺ کے پاس بعض قریش مکہ آئے اور کہا کہ تین دن پورے ہوگئے ہیں (اور صلح حدیبیہ میں معاہدہ تین ہی دن قیام کا تھا) لہذا آپ ﷺ یہاں سے چلئے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: وَمَا عَلَيْكُمْ لَوْ تَرَكْتُمُونِي فَعَرَّسْتُ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ اس میں تمہارا کیا حرج ہے کہ تم مجھے یہاں قیام کی مزید مہلت دو تاکہ میں یہاں بناء کردوں اور پھر تمہاری ولیمہ کی دعوت کروں۔ انہوں نے جواب دیا: لَا حَاجَةَ لَنَا فِي طَعَامِكَ، فَاخْرُجْ عَنَّا، اس پر آپ ﷺ وہاں سے میمونہ کو لیکر روانہ ہوگئے یہاں تک کہ آپ ﷺ نے موضع سرف میں پہونچ کر انکے ساتھ بناء کی، اھ [1]۔ اس پر حضرتؒ بذل [2] میں لکھتے ہیں: اس روایت سے معلوم ہورہا ہے کہ نکاح مکہ پہونچنے سے قبل راستہ ہی میں ہوچکا تھا جب ہی تو آپ ﷺ نے مکہ مکرمہ میں دعوت ولیمہ کا ارادہ ظاہر فرمایا (افتراه اراد الوليمة قبل النكاح)۔

١٨٤١- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ نُبَيْهِ بْنِ وَهْبٍ، أَخِي بَنِي عَبْدِ الدَّارِ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ عُبَيْدِ اللَّهِ، أَرْسَلَ إِلَى أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ يَسْأَلُهُ وَأَبَانُ يَوْمَئِذٍ أَمِيرُ الْحَاجِّ وَهُمَا مُحْرِمَانِ إِنِّي أَرَدْتُ أَنْ أُنْكِحَ طَلْحَةَ بْنَ عُمَرَ، ابْنَةَ شَيْبَةَ بْنِ جُبَيْرٍ فَأَرَدْتُ أَنْ تَحْضُرَ ذَلِكَ فَأَنْكَرَ ذَلِكَ عَلَيْهِ أَبَانُ، وَقَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ أَبِي عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «لَا يَنْكِحُ الْمُحْرِمُ وَلَا يُنْكِحُ».

ترجمہ: نبیہ بن وہب جو بنو عبد الدار کے بھائی ہیں ان سے مروی ہے کہ عمر بن عبید اللہ نے ایک شخص کو ابان بن عثمان بن عفانؓ کے پاس بھیجا ان سے سوال کرنے کیلئے اور ابان اس وقت حاجیوں کے امیر تھے اور دونوں حالت احرام میں تھے۔ سوال یہ کیا کہ میں طلحہ بن عمر کا شیبہ بن جبیر کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتا ہوں، تو میں چاہتا ہوں کہ آپ بھی شرکت فرمائیں۔ تو ابان بن عثمان نے ان کی بات کو ناپسند کیا اور فرمایا کہ میں نے اپنے والد حضرت عثمان بن عفانؓ سے فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ محرم آدمی نہ خود نکاح کرے، نہ ہی کسی دوسرے کا نکاح کرائے۔

١٨٤٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرٍ، حَدَّثَهُمْ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ مَطَرٍ، وَيَعْلَى بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ نُبَيْهِ بْنِ وَهْبٍ، عَنْ أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ عُثْمَانَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ مِثْلَهُ زَادَ «وَلَا يَخْطُبُ».

ترجمہ: ابان بن عثمان حضرت عثمان سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح فرمایا اور یہ

---

[1] شرح معاني الآثار - كتاب مناسك الحج - باب نكاح المحرم ٤٢٠٥ (ج٢ ص٢٦٩)

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٩ ص ٨٢

اضافہ ذکر کیا کہ آپ نے فرمایا کہ محرم آدمی نکاح کا پیغام بھی نہ دے۔

تخریج صحيح مسلم - النكاح (١٤٠٩) جامع الترمذي - الحج (٨٤٠) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨٤٢) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨٤٣) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨٤٤) سنن النسائي - النكاح (٣٢٧٥) سنن النسائي - النكاح (٣٢٧٦) سنن أبي داود - المناسك (١٨٤١) سنن ابن ماجه - النكاح (١٩٦٦) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٥٧/١) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٦٤/١) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٦٥/١) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٦٨/١) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٦٩/١) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٧٣/١) موطأ مالك - الحج (٧٨٠) سنن الدارمي - المناسك (١٨٢٣) سنن الدارمي - النكاح (٢١٩٨)

١٨٤٣ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ الشَّهِيدِ، عَنْ مَيْمُونِ بْنِ مِهْرَانَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْأَصَمِّ ابْنِ أَخِي مَيْمُونَةَ، عَنْ مَيْمُونَةَ، قَالَتْ: «تَزَوَّجَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ حَلَالَانِ بِسَرِفَ».

ترجمہ یزید بن اصم جو حضرت میمونہ کے بھتیجے ہیں حضرت میمونہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت میمونہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے اس حال میں نکاح فرمایا کہ ہم دونوں حلال تھے اور مقام سرف میں ہمارا نکاح ہوا۔

تخریج صحيح مسلم - النكاح (١٤١١) جامع الترمذي - الحج (٨٤٥) سنن أبي داود - المناسك (١٨٤٣) سنن ابن ماجه - النكاح (١٩٦٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٣٣/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٣٥/٦) سنن الدارمي - المناسك (١٨٢٤)

١٨٤٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «تَزَوَّجَ مَيْمُونَةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ».

ترجمہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت میمونہؓ سے اس حال میں نکاح فرمایا کہ آپ ﷺ محرم تھے۔

١٨٤٥ - حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ، عَنْ رَجُلٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، قَالَ: وَهِمَ ابْنُ عَبَّاسٍ، فِي تَزْوِيجِ مَيْمُونَةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ.

ترجمہ سعید بن المسیب سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ کو حضرت میمونہؓ کے (نبی کریم ﷺ سے) نکاح کے بارے میں وہم ہو گیا کہ ابن عباسؓ نے نقل کیا ہے: آپ ﷺ محرم تھے۔ (سعید بن جبیر کی تحقیق کے مطابق حضور ﷺ اس نکاح کے وقت حالتِ احرام میں نہیں تھے)۔

تخریج صحيح البخاري - الحج (١٧٤٠) صحيح مسلم - النكاح (١٤١٠) جامع الترمذي - الحج (٨٤٢) جامع الترمذي - الحج (٨٤٣) جامع الترمذي - الحج (٨٤٤) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨٣٧) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨٣٨) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨٣٩) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨٤٠) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨٤١) سنن النسائي - النكاح (٣٢٧١) سنن النسائي - النكاح (٣٢٧٢) سنن النسائي - النكاح (٣٢٧٣) سنن النسائي - النكاح (٣٢٧٤) سنن أبي داود - المناسك (١٨٤٤) سنن ابن ماجه - النكاح (١٩٦٥) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٤٥/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٦٦/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٧٠/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٧٥/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٨٣/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٨٥/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٣٠/١)

مسند أحمد – من مسند بني هاشم (۳۲۳/۱) مسند أحمد – من مسند بني هاشم (۳۳٦/۱) مسند أحمد – من مسند بني هاشم (۳٤٦/۱) مسند أحمد – من مسند بني هاشم (۳٥٤/۱) مسند أحمد – من مسند بني هاشم (۳٦٠/۱) مسند أحمد – من مسند بني هاشم (۳٦۲/۱) سنن الدارمي – المناسك (۱۸۲۲)

شرح الحديث: ابن المسیب ؒ فرماتے ہیں: ابن عباس ؓ کو اس روایت میں وہم ہوا ہے۔ ہماری طرف سے بعض نے جواب [1] ترکی بترکی یہ دیا کہ ابن شہاب نے عمرو بن دینار کے سامنے زیر بحث مسئلہ کے ذیل میں ابن عباس ؓ کی روایت کے مقابلہ میں یزید بن الاصم ؒ کی روایت پیش کی تو اس پر انہوں نے کہا: أتجعل إعرابياً بوالاً على عقبيه إلى ابن عباس (بذل)۔

۳۹۔ بَابُ مَا يَقْتُلُ الْمُحْرِمُ مِنَ الدَّوَابِّ

باب محرم آدمی کونسے جانوروں کا شکار کر سکتا ہے؟

یہاں پر دو مسئلے ہیں:

① الاصطیاد للمحرم یعنی حالت احرام میں شکار کرنا۔

② أکل لحم الصید محرم کا دوسرے شخص کا کیا ہوا شکار کھانا۔ اس باب میں پہلا مسئلہ مذکور ہے اور آنے والے باب میں دوسرا مسئلہ۔

۱۸٤٦- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَمَّا يَقْتُلُ الْمُحْرِمُ مِنَ الدَّوَابِّ، فَقَالَ: "خَمْسٌ لَا جُنَاحَ فِي قَتْلِهِنَّ عَلَى مَنْ قَتَلَهُنَّ فِي الْحِلِّ وَالْحَرَمِ: الْعَقْرَبُ، وَالْفَأْرَةُ، وَالْحِدَأَةُ، وَالْغُرَابُ، وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ".

ترجمہ: سالم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ محرم آدمی کونسے جانوروں کا شکار کر سکتا ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پانچ جانور ایسے ہیں کہ ان کو قتل کرنے میں محرم آدمی کے لئے کوئی حرج نہیں خواہ حرم میں مارے یا حرم سے باہر مارے، وہ بچھو، کوا، چوہا، چیل اور کاٹنے والا کتا ہیں۔

تخریج: صحيح البخاري – الحج (۱۷۳۱) صحيح البخاري – بدء الخلق (۳۱۳۷) صحيح مسلم – الحج (۱۱۹۹) سنن النسائي – مناسك الحج (۲۸۲۸) سنن النسائي – مناسك الحج (۲۸۳۰) سنن النسائي – مناسك الحج (۲۸۳۲) سنن النسائي – مناسك الحج (۲۸۳۳) سنن النسائي – مناسك الحج (۲۸۳٤) سنن النسائي – مناسك الحج (۲۸۳٥) سنن أبي داود – المناسك (۱۸٤٦) سنن ابن ماجه – المناسك (۳۰۸۸) مسند أحمد – مسند المكثرين من الصحابة (۸/۲) مسند أحمد – مسند المكثرين من الصحابة (۳۲/۲) مسند أحمد – مسند المكثرين من الصحابة (۳۷/۲) مسند أحمد – مسند المكثرين من الصحابة (٤۸/۲) مسند أحمد – مسند المكثرين من الصحابة (٥٠/۲) مسند أحمد – مسند المكثرين من الصحابة (٥۲/۲) مسند أحمد – مسند المكثرين من الصحابة (٥٤/۲) مسند أحمد – مسند المكثرين من الصحابة (٦٥/۲) مسند أحمد – مسند المكثرين من الصحابة (۷۷/۲) مسند أحمد – مسند المكثرين من الصحابة (۸۲/۲) مسند أحمد – مسند المكثرين من الصحابة (۱۳۸/۲) موطأ مالك – الحج (۷۹۸) موطأ مالك – الحج (۷۹۹) سنن الدارمي – المناسك (۱۸۱٦)

---

[1] اول تو یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں ایک رجل مبہم ہے، ویسے بھی بظاہر وہ ایسی جرأت نہیں کر سکتے کہ حضرت ابن عباس ؓ کی طرف وہم کی نسبت کریں، ۱۲۔

شرح الحديث جاننا چاہئے کہ محرم کیلئے صید البر (خشکی کا شکار کرنا) حرام ہے بجز بعض ان حیوانات کے جن کا استثناء اس باب کی حدیث میں مذکور ہے، اور صید البحر (دریائی شکار کرنا) جائز ہے۔ اور یہ دونوں حکم نص قرآنی سے ثابت ہیں أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا [1]، اسی طرح حیوان اہلی (پلے ہوئے جانور) کے بارے میں اتفاق ہے کہ ان کا ذبح کرنا محرم کے لئے جائز ہے۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ مذہب حنفیہ کی تفصیل اس طرح ہے، صید البر کی دو قسمیں ہیں: ① ماکول اور ② غیر ماکول، ان میں سے قسم اول کا شکار کرنا ممنوع ہے بلا کسی استثناء کے اور قسم ثانی یعنی غیر ماکول میں یہ تفصیل ہے کہ ان میں سے جو جانور ایسے [2] ہیں کہ وہ انسان کے حق میں موذی اور مبتدی بالاذیٰ ہیں یعنی ابتداءً (بغیر چھیڑے ہی) انسان پر حملہ آور ہوتے ہیں اس کو نقصان پہنچاتے ہیں مثلاً اسد اور نمر (چیتا) حیہ، عقرب وغیرہ، محرم کیلئے ان کا قتل کرنا جائز ہے (حدیث میں خمس کی قید حصر کیلئے نہیں [3] ہے) اور جو جانور مبتدی بالاذیٰ نہیں ہیں ان کو قتل کرنا جائز نہیں جیسے ضبع (بجو) ثعلب (لومڑی) یہ جانور مبتدی بالاذیٰ نہیں ہیں بلکہ یہ تو آدمی کو دیکھ کر بھاگتے ہیں تاوقتیکہ کوئی ان کو نہ چھیڑے (بدائع [4])۔

الْعَقْرَبُ، وَالْفَأْرَةُ، وَالْحِدَأَةُ، وَالْغُرَابُ: بروزن عنبة اس میں یہ تاء تانیث کیلئے نہیں ہے جیسا کہ تمرۃ میں تانیث کیلئے نہیں ہے، وفی روایۃ: الحدیا تصغیر حدأۃ والکلب العقور، اور دوسری روایت میں الْغُرَابُ کی جگہ الْحَيَّةُ مذکور ہے۔ غراب سے کونسا کوا مراد ہے اس میں اختلاف ہے۔ اسلئے کہ غراب کی بہت سی قسمیں ہیں، اس میں فقہاء و شراح حدیث نے تفصیلی کلام کیا ہے۔ صحیح مسلم کی روایت میں غراب کے ساتھ الْأَبْقَعُ کی قید مذکور ہے۔ اسی لئے اکثر علماء کے نزدیک اس مطلق سے مقید ہی مراد ہے، غراب ابقع وہ ہے جو نجاست اور مردار کھاتا ہے جس کے بدن کا بعض حصہ سفید ہوتا ہے، اور وہ غراب جو غلہ دانہ وغیرہ کھاتا ہے جس کو غراب الزرع اور زاغ بھی کہتے ہیں جو سارا ہی سیاہ ہوتا ہے سفیدی اس میں نہیں ہوتی ہے۔ جمہور کے نزدیک یہاں حدیث میں وہ مراد نہیں ہے کیونکہ یہ قسم ماکول و حلال ہے محرم کے لئے اس کا شکار جائز نہیں۔

الْكَلْبُ الْعَقُورُ: اس کی تفسیر میں بھی اختلاف ہے بعض کہتے ہیں اس سے معروف معنی ہی مراد ہیں اور بعض علماء نے اس کی تفسیر اسد سے کی ہے اور بعض ذئب سے اور امام مالکؒ نے موطا میں اس کی تفسیر فرمائی ہے: كُلُّ مَا عَقَرَ النَّاسَ وَعَدَا عَلَيْهِمْ وَأَخَافَهُمْ مِثْلُ الْأَسَدِ وَالنَّمِرِ وَالْفَهْدِ وَالذِّئْبِ۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ کلب عقور سے السبع العادی (ہر وہ درندہ جو انسان پر

---

[1] حلال ہوا تمہارے لئے دریا کا شکار اور دریا کا کھانا تمہارے فائدہ کے واسطے اور سب مسافروں کے اور حرام ہوا تم پر جنگل کا شکار جب تک تم احرام میں رہو (سورۃ المائدۃ ۹۶)

[2] یعنی السبع الصائل المبتدی بالاذیٰ، فقہاء نے ان سب کو قیاس کیا ہے کلب عقور پر۔

[3] اور کہا گیا ہے کہ قید تو حصر ہی کے طور پر تھی لیکن پھر بعد میں آپ ﷺ نے اس پر بعض جانوروں کا اضافہ فرمایا ہے جیسا کہ دوسری روایات میں ہے، ۱۲۔

[4] بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ج ۲ ص ۱۹۵-۱۹۶

حملہ کرے) مراد ہے، یہ کل چار قول ہوگئے۔

اور ہدایہ میں یہ ہے کہا گیا کہ کلب عقور سے مراد ذئب ہے اور یا یہ کہیے کہ ذئب بھی اسی کے حکم میں ہے، پھر آگے فرماتے ہیں امام ابو حنیفہؒ سے مروی ہے کہ کلب عقور وغیر عقور، مستأنس اور متوحش سب برابر ہیں اسلئے کہ اعتبار جنس کا ہے اھ [1]، اور شرح اللباب میں یہ لکھا ہے کہ کلب عقور کے قتل میں تو نہ فدیہ ہے اور نہ گناہ ہے اور غیر عقور کے قتل میں فدیہ تو نہیں لیکن اثم ہے، عقور بمعنی عاقر یعنی جارح۔ بعض فقہاء کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ کلاب تو سارے ہی عقور اور عاقر ہوتے ہیں (گویا یہ صفت صفتِ کاشفہ ہے) اور بعض کے کلام سے فرق معلوم ہوتا ہے۔ کتاب الأم للشافعی میں تو یہ ہے کہ غیر عقور کا قتل بھی محرم کیلئے جائز ہے اور امام نوویؒ کا کلام اسمیں مضطرب ہے، شرح مہذب میں ایک جگہ تو یہ لکھا ہے کہ غیر عقور کا قتل کرنا حرام ہے، اور دوسری جگہ لکھا جائز ہے اور ایک جگہ لکھا ہے جائز ہے لیکن مکروہ تنزیہی ہے (أوجز)۔

۱۸۴۷ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ بَحْرٍ، حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ، عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "خَمْسٌ قَتْلُهُنَّ حَلَالٌ فِي الْحَرَمِ: الْحَيَّةُ، وَالْعَقْرَبُ، وَالْحِدَأَةُ، وَالْفَأْرَةُ، وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ".

ترجمہ: ابو صالح حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پانچ (جانور) ہیں جن کو مارنا حرم میں حلال (جائز) ہے سانپ، بچھو، چیل، چوہا، کاٹنے والا کتا۔

۱۸۴۸ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي زِيَادٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي نُعْمٍ الْبَجَلِيُّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَمَّا يَقْتُلُ الْمُحْرِمُ؟ قَالَ: «الْحَيَّةُ، وَالْعَقْرَبُ، وَالْفُوَيْسِقَةُ، وَيَرْمِي الْغُرَابَ وَلَا يَقْتُلُهُ، وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ، وَالْحِدَأَةُ، وَالسَّبُعُ الْعَادِي».

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے سوال کیا گیا ان (جانوروں) کے بارے میں جن کو محرم قتل کر سکتا ہے، آپ نے فرمایا: سانپ، بچھو، چوہا اور محرم آدمی کوّے کو بھگا دے، اس کو قتل نہ کرے اور کاٹنے والا کتا اور چیل اور حملہ آور ہونے والے درندہ کو بھی محرم شخص قتل کر سکتا ہے۔

تخریج: جامع الترمذي - الحج (۸۳۸) سنن أبي داود - المناسك (۱۸٤۸) سنن ابن ماجه - المناسك (۳۰۸۹) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۳/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۳/ ۸۰)

شرح الحدیث: وَالْفُوَيْسِقَةُ: یہ فاسقہ کی تصغیر ہے اس سے مراد یہاں فارۃ ہے تصغیر تحقیر کے لئے ہے۔ فسق کے اصل معنی خروج کے ہیں فاسق کو فاسق کہا جاتا لخروجه عن طاعة الله تعالى اور فارۃ کو فاسقہ اسلئے کہا لخروجها عن جحرها على الناس،

[1] الهداية شرح بداية المبتدي — ج ۲ ص ۴۳۸

للافساد اور بذل المجہود میں لکھا ہے: ان دواب خمسہ کو حدیث میں فواسق کہا گیا ہے اس لئے کہ یہ جانور دیگر حیوانات کے حکم سے خارج اور مستثنیٰ ہیں، جواز قتل میں یا باعتبار ایذاء وافساد کے دوسرے حیوانات سے خارج اور ممتاز ہیں [1]۔

وَيَرْمِي الْغُرَابَ وَلَا يَقْتُلُهُ: غراب کے بارے میں مشہور روایات میں جواز قتل وارد ہے، یہ روایت ان سب روایات کے خلاف ہے بظاہر مطلب یہ ہے کہ غراب سے نفس تعرض مثلاً تنفیر وغیرہ تو جائز ہے لیکن اس کا قتل جائز نہیں، بعض محدثین نے اس زیادتی (وَلَا يَقْتُلُهُ) کو منکر قرار دیا ہے یا پھر یہ تاویل کی ہے کہ اس سے مراد غراب زرع ہے، واللہ تعالی أعلم۔

٤٠- بَابُ لَحْمِ الصَّيْدِ لِلْمُحْرِمِ

باب محرم آدمی کیلئے شکار کے گوشت کا حکم

یہ وہ دوسرا مسئلہ آیا جس کا ذکر ہم نے باب سابق کے شروع میں کیا تھا۔

مسئلة الباب میں مذاہب علماء: جاننا چاہئے کہ جو شکار محرم خود کرے وہ میتہ کے حکم میں ہے، اس کا اکل حرام ہے محرم اور غیر محرم سب [2] کیلئے اور جو شکار غیر محرم کرے اسکی دو قسمیں ہیں: ① الأول ما صاده لأجل المحرم یعنی شکار کرنے والا تو غیر محرم ہے لیکن اس نے یہ شکار کیا ہے محرم کی نیت سے ② والثاني وما صاده لنفسه أو لشخص آخر غير محرم، یعنی کرنے والا بھی غیر محرم ہے اور جس کیلئے کیا ہے وہ بھی غیر محرم ہے۔ حنفیہ کے نزدیک دونوں قسمیں جائز ہیں، محرم ان دونوں کو کھا سکتا ہے۔ ائمہ ثلاثہ وجمہور کے نزدیک قسم اول ناجائز اور صرف قسم ثانی جائز اور بعض صحابہ وتابعین جیسے علیؓ، ابن عباسؓ، ابن عمرؓ اور سفیان ثوریؒ، اسحق بن راہویہؒ کے نزدیک محرم کیلئے ان دونوں قسموں کا کھانا جائز نہیں، اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اسمیں علماء کے تین مذہب ہیں۔

۱۸٤٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ أَبِيهِ، وَكَانَ الْحَارِثُ، خَلِيفَةَ عُثْمَانَ عَلَى الطَّائِفِ فَصَنَعَ لِعُثْمَانَ طَعَامًا فِيهِ مِنَ الْحَجَلِ وَالْيَعَاقِيبِ وَلَحْمِ الْوَحْشِ، قَالَ: فَبَعَثَ إِلَى عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ فَجَاءَهُ الرَّسُولُ وَهُوَ يَخْبِطُ لِأَبَاعِرَ لَهُ فَجَاءَهُ وَهُوَ يَنْفُضُ الْخَبَطَ عَنْ يَدِهِ، فَقَالُوا لَهُ: كُلْ، فَقَالَ: أَطْعِمُوهُ قَوْمًا حَلَالًا؛ فَأَنَا حُرُمٌ فَقَالَ: عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنْشُدُ اللَّهَ مَنْ كَانَ هَاهُنَا مِنْ أَشْجَعَ أَتَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْدَى إِلَيْهِ رَجُلٌ حِمَارَ وَحْشٍ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَأَبَى أَنْ يَأْكُلَهُ؟"، قَالُوا: نَعَمْ.

ترجمہ اسحاق بن عبد اللہ بن حارث اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اور حارث عثمانؓ کے طائف میں نائب تھے تو

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۹ ص ۸۸-۸۹

[2] لہذا اس نوع کو خارج از بحث سمجھنا چاہئے مصنف کا مقصد بھی اس کو بیان کرنا نہیں ہے۔

انہوں نے حضرت عثمانؓ کیلئے کھانا تیار کیا، اسمیں چکور پرندہ کا گوشت اور گورخر کا گوشت تیار کیا، تو حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ کو اس کھانے پر مدعو کیا، جب قاصد حضرت علیؓ کو بلانے پہنچا اسوقت وہ اپنے اونٹوں کیلئے چارہ تیار کر رہے تھے، پھر حضرت علیؓ کھانے کیلئے تشریف لائے وہ اپنے ہاتھوں سے چارہ جھاڑ رہے تھے تو لوگوں نے ان سے کہا کہ نوش فرمایئے۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ کھانا ایسے لوگوں کو کھلا دو جو احرام میں نہ ہوں اور میں تو محرم ہوں، پھر یہ بھی فرمایا کہ میں یہاں موجود (قبیلہ اشجع کے) لوگوں کو اللہ کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ کیا تم کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو ایک شخص نے حمار وحشی (نیل گائے) ہدیہ کی اور آپ ﷺ نے اسوقت احرام باندھے ہوئے تھے، تو آپ ﷺ نے اس کے کھانے سے انکار فرما دیا؟ لوگوں نے جواب دیا کہ جی ہاں۔

تخریج سنن أبي داود – المناسك (١٨٤٩) مسند أحمد – مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/١٠٠) مسند أحمد – مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/١٠٤)

شرح الحديث فَقَالَ: عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنْشُدُ اللهَ مَنْ كَانَ هَاهُنَا مِنْ أَشْجَعَ أَتَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْدَى إِلَيْهِ رَجُلٌ حِمَارَ وَحْشٍ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَأَبَى أَنْ يَأْكُلَهُ؟" قَالُوا: نَعَمْ: حضرت علیؓ نے فرمایا: میں اللہ کا واسطہ اور اسکی قسم دے کر ان لوگوں سے پوچھتا ہوں جو یہاں قبیلہ اشجع کے موجود ہیں کہ کیا تم یہ بات جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص نے حمار وحشی (گورخر) پیش کیا تھا جبکہ آپ محرم تھے تو آپ ﷺ نے اسکے کھانے سے انکار فرما دیا تھا؟ ان سب نے کہا: ہاں ایسا ہی ہے۔

احادیث الباب کا تجزیہ وتفصیل: مصنفؒ نے اس باب میں چار حدیثیں ذکر کی ہیں، ان میں سے حدیث علیؓ (جو اوپر مذکور ہے) وحدیث ابن عباسؓ یہ دونوں ان حضرات کا مستدل ہیں جو (محرم کیلئے لحم صید کے) مطلقاً عدم جواز کے قائل ہیں جیسا کہ بعض صحابہ وتابعین کا مسلک ہے جن کے اسماء اوپر گزر چکے، اور تیسری حدیث جو جابر بن عبد اللہؓ کی ہے وہ ائمہ ثلاثہ کی دلیل ہے اور چوتھی حدیث یعنی حدیث ابو قتادہؓ یہ حنفیہ کا مستدل ہے فللّٰہ در المصنف کہ انہوں نے جملہ مذاہب کے دلائل ایک باب میں جمع فرما دیئے۔

حدیث اول کا مضمون یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کی ضیافت کیلئے کھانا تیار کیا گیا جس میں پرندوں کا گوشت بھی تھا (حجل ایک پرندہ ہے جس کو چکور کہتے ہیں اور یعاقیب، یعقوب کی جمع ہے) حجل اور یعقوب ایک ہی پرندہ کا نام ہے صرف مادہ اور نر کا فرق ہے (حجل مادہ ہوتی ہے اور یعقوب نر) جب یہ کھانا حضرت عثمانؓ کے سامنے لایا گیا تو انہوں نے حضرت علیؓ کو بھی آدمی بھیج کر بلایا جس وقت قاصد علیؓ کے پاس پہونچا تو دیکھا وہ اپنی اونٹنیوں کیلئے درخت پر سے پتے جھاڑ رہے ہیں (أباعر، أبعرة کی جمع ہے اور أبعرة جمع ہے بعیر کی لہٰذا أباعر جمع الجمع ہوئی) جب حضرت علیؓ تشریف لائے اور ان سے کہا گیا کہ آپ بھی تناول فرمایئے تو انہوں نے عذر فرما دیا اور کہا کہ جو لوگ غیر محرم ہوں ان کو کھلاؤ ہم تو محرم ہیں اور پھر انہوں نے حضور ﷺ کی مذکورہ بالا حدیث ذکر فرمائی

(جس کا ترجمہ اوپر ہو چکا) جس سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ محرم کیلئے لحم صید مطلقاً ممنوع ہے، حضرت علیؓ کو شراح نے انہی صحابہ میں شمار کیا ہے جو مطلقاً منع کے قائل ہیں۔

۱۸۵۰- حَدَّثَنَا [أَبُو سَلَمَةَ]، مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ قَيْسٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ قَالَ: يَا زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ، هَلْ عَلِمْتَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُهْدِيَ إِلَيْهِ عَضُدُ [1] صَيْدٍ فَلَمْ يَقْبَلْهُ، وَقَالَ: «إِنَّا حُرُمٌ». قَالَ: نَعَمْ.

ترجمہ: عطاء حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: اے زید بن ارقم! کیا آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو ایک شکار (جانور) کا گوشت ہدیہ کیا گیا تو آپ ﷺ نے اسے قبول نہیں فرمایا اور فرمایا کہ ہم احرام باندھے ہوئے ہیں؟ زید بن ارقم نے جواب دیا: جی ہاں۔

تخریج: صحيح مسلم - الحج (١١٩٥) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨٢١) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨٢١) سنن أبي داود - المناسك (١٨٥٠) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٦٧/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٧٠/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٧١/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٧٤/٤)

شرح الحدیث: أُهْدِيَ إِلَيْهِ عَضُدُ صَيْدٍ فَلَمْ يَقْبَلْهُ: یعنی آپ ﷺ کی خدمت میں شکار کے گوشت کا ٹکڑا پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے اس کو قبول نہیں فرمایا۔

ہدیۂ صید کے سلسلہ میں قبول اور رد کی روایات میں تطبیق: اس سلسلے میں روایات مختلف ہیں، بعض سے شکار کا قبول کرنا ثابت ہے اور بعض سے رد کرنا، جمع بین الروایات المختلفہ میں علماء مختلف ہیں، حضرت امام بخاریؒ و بیہقیؒ نے تطبیق اسطرح کی کہ رد کی روایات زندہ شکار پر محمول ہیں اور قبول کی روایات لحم صید پر، اسی لئے امام بخاریؒ نے باب قائم کیا بَابٌ إِذَا أَهْدَى لِلْمُحْرِمِ حِمَارًا وَحْشِيًّا حَيًّا لَمْ يَقْبَلْ، لیکن امام نوویؒ نے شرح مسلم میں اس توجیہ پر سخت رد کیا ہے کیونکہ صحیح مسلم کی بعض روایات میں لحم صید کی تصریح کے باوجود یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اسکو رد فرمایا، اسی طرح یہاں ابو داوؒد میں عضو صید کے بارے میں عدم قبول روایت میں مذکور ہے، لہٰذا یہ توجیہ تو واقعی درست نہیں اور دوسری توجیہ وہ ہے جو ائمہ ثلاثہ و جمہور نے اپنے مسلک کے پیش نظر فرمائی ہے کہ رد کی روایات کو ماصید لأجل المحرم پر محمول کیا ہے اور قبول کی روایات کو اس کے علاوہ پر۔

۱۸۵۱- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ يَعْنِي الْإِسْكَنْدَرَانِيَّ الْقَارِيَّ، عَنْ عَمْرٍو، عَنِ الْمُطَّلِبِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «صَيْدُ الْبَرِّ لَكُمْ حَلَالٌ، مَا لَمْ تَصِيدُوهُ أَوْ يُصَدْ لَكُمْ [2]» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: إِذَا تَنَازَعَ الْخَبَرَانِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْظَرُ بِمَا أَخَذَ بِهِ أَصْحَابُهُ.

---

[1] یہاں پر اختلاف نسخ ہے، شیخ عوامہ لکھتے ہیں: عضو صيد: في ب، س: عضد صيد. (كتاب السنن — ج ٢ ص ٤٦٢)

[2] نسخۂ بذل میں أو يصاد لكم ہے، لیکن صحیح أو يصد لكم ہے جس کی طرف شارح نے اشارہ فرمایا ہے۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خشکی کا وہ جانور تمہارے لئے حلال ہے جو نہ تو تم سے شکار کیا ہو اور نہ ہی وہ تمہارے لئے (تمہاری نیت سے) شکار کیا گیا ہو۔ امام ابو داوُدؒ فرماتے ہیں کہ جب احادیث مرفوع میں تعارض ہو جائے تو صحابہ کرام کے طرز عمل کو دیکھا جائے گا۔

تخریج: جامع الترمذي - الحج (٨٤٦) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨٢٧) سنن أبي داود - المناسك (١٨٥١)

شرح الحدیث: اکثر نسخوں میں اسی طرح ہے: أو يصاد لكم، نسائی میں بھی اسی طرح ہے لیکن قواعد کا تقاضا یہ ہے کہ أَوْ يُصَدْ لَكُمْ ہونا چاہیئے اس لئے کہ اسکا عطف مجزوم پر ہے اور یہ لم کے تحت ہے۔ چنانچہ ترمذی شریف میں أَوْ يُصَدْ لَكُمْ ہی ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل اور حنفیہ کی طرف سے اسکا جواب: بہر حال اس حدیث سے ائمہ ثلاثہ نے استدلال کیا کیونکہ اس حدیث کا صریح مفہوم یہ ہے صید البر تمہارے لئے یعنی محرم کیلئے حلال ہے، جب تک کہ وہ شکار تم خود نہ کرو اور نہ وہ تمہارے لئے کیا گیا ہو، ہماری طرف سے اس کے دو جواب ہیں:

① اول یہ کہ یہ حدیث متکلم فیہ ہے منقطع ہے مطلب بن عبد اللہ بن حنطب کا سماع جابرؓ سے ثابت نہیں، كما نقل الترمذي عن شيخه الإمام البخاري رحمهما الله تعالى، ایسے ہی امام شافعیؒ نے اسکو روایت کیا ہے عن عمرو عن رجل من الانصار عن جابر۔

② ممکن ہے لكم کا مطلب یہ ہو: بأمركم أو بإشارتكم۔

③ اس حدیث سے استدلال اس پر موقوف ہے کہ اس کے لفظ اس طرح ہو أو يصد لكم (اسی صورت میں یہ جملہ نفی کے تحت میں ہو گا) حالانکہ روایات میں أو يصاد لكم ہے، لہذا أو يصاد لكم کا مطلب یہ ہے الا ان يصاد لكم یعنی الا یہ کہ وہ شکار تمہارے لئے کیا جائے (تو پھر اس صورت میں جائز ہے) یعنی اگر تم خود کرتے ہو تو ناجائز ہے اور اگر دوسرا تمہارے لئے کرے تو وہ جائز ہے، اسی لئے بذل المجہود میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے تو حنفیہ کی تائید ہوتی ہے[1]۔

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: إِذَا تَنَازَعَ الْخَبَرَانِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْظَرُ بِمَا أَخَذَ بِهِ أَصْحَابُهُ: مصنف کی بعینہ اس طرح کی عبارت کتاب الصلاۃ میں أبواب السترۃ میں قطع صلوۃ بمرور الحمار والمرأۃ کے ذیل میں آئی ہے، مطلب اس کا واضح ہے کہ جب اس مسئلہ میں احادیث مرفوعہ آپس میں مختلف و متعارض ہیں تو ایسی صورت میں صحابہ کرام کے طرز عمل کو دیکھنا چاہیئے کہ وہ کیا ہے۔

١٨٥٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ التَّيْمِيِّ، عَنْ نَافِعٍ، مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى إِذَا كَانَ بِبَعْضِ طَرِيقِ مَكَّةَ تَخَلَّفَ مَعَ أَصْحَابٍ لَهُ

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٩ ص ٩٣

مُحْرِمِينَ وَهُوَ غَيْرُ مُحْرِمٍ، فَرَأَى حِمَارًا وَحْشِيًّا فَاسْتَوَى عَلَى فَرَسِهِ، قَالَ: فَسَأَلَ أَصْحَابَهُ أَنْ يُنَاوِلُوهُ سَوْطَهُ فَأَبَوْا فَسَأَلَهُمْ رُمْحَهُ فَأَبَوْا فَأَخَذَهُ، ثُمَّ شَدَّ عَلَى الْحِمَارِ فَقَتَلَهُ فَأَكَلَ مِنْهُ بَعْضُ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبَى بَعْضُهُمْ فَلَمَّا أَدْرَكُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلُوهُ عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَ: «إِنَّمَا هِيَ طُعْمَةٌ أَطْعَمَكُمُوهَا اللَّهُ تَعَالَى».

ترجمہ نافع جو ابو قتادہ انصاری کے آزاد کردہ غلام ہیں ابو قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابو قتادہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے (حدیبیہ کے سفر کے موقع پر) یہاں تک کہ جب مکہ کے کسی راستے میں ابو قتادہ تھے تو اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ ابو قتادہ آپ ﷺ سے پیچھے رہ گئے ساتھی تو حالت احرام میں تھے مگر خود ابو قتادہ غیر محرم تھے ان کو گورخر (نیل گائے) نظر آیا تو وہ اپنے گھوڑے پر سیدھے ہو گئے فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنے ساتھیوں سے اپنا کوڑا زمین سے اٹھا کر دینے کیلئے کہا تو انہوں نے انکار کر دیا، پھر انہوں نے ساتھیوں سے نیزہ مانگا انہوں نے انکار کر دیا۔ چنانچہ انہوں نے خود ہی نیزہ اٹھا کر نشانہ باندھا اور گورخر کو قتل کر دیا پھر اس کے گوشت میں سے خود کھایا اور بعض اصحاب رسول اللہ ﷺ نے بھی کھایا جبکہ بعض نے کھانے سے انکار کر دیا۔ پھر جب حضور ﷺ کے پاس پہنچے تو آپ ﷺ سے ان صحابہ کرامؓ نے اس کے بارے میں مسئلہ معلوم کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ ایک کھانا ہے جو اللہ نے تم لوگوں کو کھلا دیا۔

تخریج صحيح البخاري - الحج (١٧٢٥) صحيح البخاري - الحج (١٧٢٦) صحيح البخاري - الحج (١٧٢٧) صحيح البخاري - الحج (١٧٢٨) صحيح البخاري - الهبة وفضلها والتحريض عليها (٢٤٣١) صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٦٩٩) صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٧٥٧) صحيح البخاري - الأطعمة (٥٠٩١) صحيح البخاري - الذبائح والصيد (٥١٧٢) صحيح البخاري - الذبائح والصيد (٥١٧٣) صحيح مسلم - الحج (١١٩٦) جامع الترمذي - الحج (٨٤٧) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨١٦) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨٢٤) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨٢٥) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨٢٦) سنن أبي داود - المناسك (١٨٥٢) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٩٣) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٢٩٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٣٠١) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٣٠٢) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٣٠٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٣٠٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٣٠٧) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٣٠٨) موطأ مالك - الحج (٧٨٦) سنن الدارمي - المناسك (١٨٢٦) سنن الدارمي - المناسك (١٨٢٧)

شرح الحديث تَخَلَّفَ مَعَ أَصْحَابٍ لَهُ مُحْرِمِينَ وَهُوَ غَيْرُ مُحْرِمٍ: یہ ہے باب کی وہ چوتھی حدیث ابو قتادہؓ کی جو حنفیہ کی دلیل ہے۔ مضمون حدیث تو واضح ہے اسکے لکھنے کی حاجت نہیں، یہ واقعہ عمرۂ حدیبیہ کے سفر کا ہے کما فی روایۃ البخاری، ہمارا اس حدیث سے استدلال اس طور پر ہے کہ ظاہر ہے ابو قتادہؓ نے گورخر کا شکار تنہا اپنے لئے نہیں کیا ہوگا۔ چنانچہ وہ شکار کرتے ہی فوراً اس کو اپنے اصحاب کے پاس لائے بعض نے تو اس کو قبول کیا اور کھایا اور بعض نے اس وقت نہیں کھایا۔ پھر جب حضور ﷺ سے ملے تو آپ ﷺ سے معلوم کیا آپ ﷺ نے ابو قتادہؓ سے کچھ دریافت [1] کئے بغیر ہی اسکے کھانے کی اجازت دیدی۔

---

[1] اور ابو قتادہ سے یہ دریافت نہیں کیا کہ اس کو تم نے کس کی نیت سے شکار کیا ہے۔

ایک مشہور اشکال وجواب: اس روایت پر ایک مشہور اشکال ہے وہ یہ کہ ابو قتادہؓ کے رفقاء نے تواحرام باندھا، خود انہوں نے کیوں نہیں باندھا؟ اس کے متعدد جواب دیئے گئے ہیں:

① لم یجاوز المیقات، یعنی ابھی تک انہوں نے میقات سے تجاوز نہیں کیا تھا۔

② ممکن ہے اس وقت تک حضور ﷺ کی جانب سے مواقیت کی تعیین ہی نہ ہوئی ہو۔

③ ان کا یہ سفر دخول مکہ اور عمرہ کے ارادہ سے تھا ہی نہیں بلکہ آپ ﷺ نے ان کو کسی جگہ ایک دوسرے کام کیلئے بھیجا تھافی روایۃ: بعثہ فی وجہٍ وفی روایۃ: بعثہ علی الصدقۃ اور ممکن ہے کہ شروع میں تو اسی وجہ سے نہ باندھا ہو بعد میں جب عمرے کا ارادہ ہو گیا ہو تو باندھ لیا ہو (بذل[1]) ۔ الحمد للہ باب پورا ہوا۔

٤١- بَابٌ فِي الْجَرَادِ لِلْمُحْرِمِ

باب محرم آدمی کے لئے ٹڈی کا شکار کرنے کا حکم

١٨٥٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ مَيْمُونِ بْنِ جَابَانَ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الْجَرَادُ مِنْ صَيْدِ الْبَحْرِ».

ترجمہ ابو رافع حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ابوہریرہؓ نے نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل فرمایا کہ ٹڈی سمندری شکار ہے۔

تخریج سنن أبي داود- المناسك (١٨٥٣) سنن ابن ماجه - الصيد (٣٢٢٢)

شرح الحدیث ابو سعید خدریؓ اور عروہ بن الزبیرؒ کا مسلک یہی ہے کہ جراد (ٹڈی) بحری جانور ہے جو حیتان سے پیدا ہوتی ہے پھر دریا اسکو باہر ساحل پر پھینک دیتا ہے، لہذا محرم کیلئے اس کا شکار جائز ہے، فدیہ واجب نہ ہو گا، اور جمہور علماء ومنهم الأئمة الأربعة کے نزدیک خشکی کا جانور ہے، محرم کیلئے اسکا شکار کرنا جائز نہیں، اگر کیا تو فدیہ واجب ہو گا۔ فدیہ کی مقدار ایک تمر ہے جیسا کہ موطأ مالک میں حضرت عمرؓ کا فیصلہ مذکور ہے: تَمْرَةٌ خَيْرٌ مِنْ جَرَادَةٍ (جس کو تم شرح جامی میں کسی جگہ غالباً مبتدا کی تعریف وتنکیر کی بحث میں پڑھ چکے ہو)۔

مصنف نے اس حدیث کو دو طریق سے ذکر کیا ہے۔ پہلا طریق میمون بن جابان کا ہے، میمون غیر معروف راوی ہے، نیز کبھی وہ اسکو مرفوعاً روایت کرتے ہیں اور کبھی موقوفاً علی ابی ہریرہ، دوسرے طریق میں ابو مہزم راوی ہے جو ضعیف بلکہ متروک ہے، خود مصنف نے دونوں حدیثوں کو وہم قرار دیا ہے کما فی المتن، بایں وجوہ یہ حدیث قابل استدلال نہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے مقصود تشبیہ ہے، بیان خلقت وحقیقت نہیں اور تشبیہ اس امر میں ہے کہ جس طرح میتۃ البحر حلال ہے جسکو ذبح

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٩ ص ٩٩

کرنے کی حاجت نہیں یہی حال جراد کا ہے، لقولہ: أحلت لنا المیتتان السمك والجراد [1]۔

۱۸۵۴- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ حَبِيبٍ الْمُعَلِّمِ، عَنْ أَبِي الْمُهَزِّمِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: أَصَبْنَا صِرْمًا مِنْ جَرَادٍ فَكَانَ رَجُلٌ مِنَّا يَضْرِبُ بِسَوْطِهِ وَهُوَ مُحْرِمٌ. فَقِيلَ لَهُ: هَذَا لَا يَصْلُحُ فَذُكِرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: «إِنَّمَا هُوَ مِنْ صَيْدِ الْبَحْرِ». سَمِعْتُ أَبَا دَاوُدَ يَقُولُ: أَبُو الْمُهَزِّمِ ضَعِيفٌ وَالْحَدِيثَانِ جَمِيعًا وَهْمٌ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں ہمیں ایک ٹڈی دل ملا تو ایک شخص اسے اپنے کوڑے سے مارنے لگا حالانکہ وہ احرام باندھے ہوئے تھا اس سے لوگوں نے کہا کہ یہ کام (احرام میں ٹڈی کا شکار کرنا) صحیح نہیں۔ جب اس بات کا نبی کریم ﷺ سے ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ تو سمندری شکار ہے۔ میں نے امام ابوداؤدؒ سے سنا: فرماتے ہیں کہ ابو مہزم ضعیف راوی ہیں اور دونوں ہی روایت وہم ہیں (اس روایت میں ابو مہزم راوی ضعیف ہے اور گزشتہ روایت کعب کا مقولہ ہے حدیث مرفوع نہیں ہے)۔

تخریج: جامع الترمذي - الحج (۸۵۰) سنن أبي داود - المناسك (۱۸۵٤) سنن ابن ماجه - الصيد (۳۲۲۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۳۰٦/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۳٦٤/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۳۷٤/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤۰۷/۲)

۱۸۵۵- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ مَيْمُونِ بْنِ جَابَانَ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ كَعْبٍ، قَالَ: «الْجَرَادُ مِنْ صَيْدِ الْبَحْرِ».

ترجمہ: ابورافع کعب سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ٹڈی سمندری شکار ہے۔

٤٢ - بَابٌ فِي الْفِدْيَةِ

باب فدیہ کے احکام کے بارے میں

۱۸۵٦- حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ الطَّحَّانِ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِهِ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ فَقَالَ: قَدْ آذَاكَ هَوَامُّ رَأْسِكَ قَالَ: نَعَمْ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «احْلِقْ، ثُمَّ اذْبَحْ شَاةً نُسُكًا، أَوْ صُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، أَوْ أَطْعِمْ ثَلَاثَةَ آصُعٍ مِنْ تَمْرٍ عَلَى سِتَّةِ مَسَاكِينَ».

ترجمہ: عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کعبؓ بن عجرہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صلح حدیبیہ کے زمانے میں ان کے پاس سے گزرے (اور ان کے سر سے جوئیں گرتی ہوئیں دیکھیں) تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم کو تمہارے سر کی جوئیں اذیت دیتی ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنا سر منڈوا دو اور ایک بکری بطور فدیہ کے ذبح کرو یا تین روزے رکھو یا تین صاع کھجور چھ مسکینوں میں تقسیم کر دو۔

---

[1] أخرجه ابن ماجه وأحمد وعبد بن حميد والدارقطني وابن مردويه وغيرهم (التعليق الممجد على موطا محمد ج ۲ ص ٦٤۲)

تخريج صحيح البخاري - الحج (١٧١٩) صحيح البخاري - الحج (١٧٢٠) صحيح البخاري - الحج (١٧٢١) صحيح البخاري - الحج (١٧٢٢) صحيح البخاري - المغازي (٣٩٢٧) صحيح البخاري - المغازي (٣٩٥٤) صحيح البخاري - المغازي (٣٩٥٥) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٢٤٥) صحيح البخاري - المرضى (٥٣٤١) صحيح البخاري - الطب (٥٣٧٦) صحيح البخاري - كفارات الأيمان (٦٣٣٠) صحيح مسلم - الحج (١٢٠١) جامع الترمذي - الحج (٩٥٣) جامع الترمذي - تفسير القرآن (٢٩٧٣) جامع الترمذي - تفسير القرآن (٢٩٧٤) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨٥١) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨٥٢) سنن أبي داود - المناسك (١٨٥٦) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٧٩) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٨٠) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٤١/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٤٢/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٤٣/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٤٤/٤) موطأ مالك - الحج (٩٥٤) موطأ مالك - الحج (٩٥٥) موطأ مالك - الحج (٩٥٦)

شرح الحدیث اور اس پر کلام من حیث الفقہ: ھوام جمع [1] ہے ھامّۃ کی (جیسا کہ اس حدیث میں مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ) یعنی زہریلے جانور سانپ، بچھو وغیرہ، یہاں اس سے مراد سر کی جوئیں ہیں۔ یہ حدیث تقریباً تمام ہی صحاح ستہ میں ہے۔ کعب بن عجرہؓ کے سر میں موذی جانور (جوئیں) ہوگئی تھیں، یہ عمرۃ الحدیبیہ کے سفر کا قصہ ہے، یہ پانی گرم کرنے کیلئے ہانڈی کے نیچے آگ سلگارہے تھے اور جوئیں ان کے سر سے جھڑ رہی تھیں روایت میں آتا ہے: وَهُوَ يُوقِدُ تَحْتَ قِدْرٍ ، وَالْقَمْلُ يَتَهَافَتُ عَلَى وَجْهِهِ، آپ ﷺ جب ان کے قریب سے گزرے تو دریافت فرمایا تو انہوں نے اپنا حال بیان کر دیا اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: احْلِقْ، ثُمَّ اذْبَحْ شَاةً نُسُكًا، أَوْ صُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، أَوْ أَطْعِمْ ثَلَاثَةَ آصُعٍ مِنْ تَمْرٍ عَلَى سِتَّةِ مَسَاكِينَ، اس روایت میں اختصار ہے آگے (برقم ١٨٦٠) یہ آرہا ہے: فَأَنْزَلَ اللهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى فِيَّ { فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ فَفِدْيَةٌ [2] }، یعنی میرے بارے میں یہ آیت شریفہ نازل ہوئی اس پر حضور ﷺ نے مجھ کو بلا کر فرمایا کہ اپنے سر کے بالوں کا حلق کرالو اور فدیہ دو۔ فدیہ جو یہاں مذکور ہے وہ تین چیزیں ہیں: نسک یعنی دم، صوم ثلاثۃ ایام، إطعام ستۃ مساکین۔

فدیہ سے متعلق چند مسائل فقہیہ اختلافیہ؟ اب یہاں چند مسائل اختلافی ہیں:

① یہ دم مطلق نسیکہ و ذبیحہ ہے امام مالک واحمد کے نزدیک اور حنفیہ وشافعیہ کے نزدیک ہدی ہے لہٰذا پہلے دونوں اماموں کے نزدیک اس کو جہاں چاہے ذبح کر سکتے ہیں بخلاف حنفیہ وشافعیہ کے ان کے نزدیک اس کا محل ذبح حرم ہے۔

② مقدار طعام کیا ہے؟ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک لکل مسکین نصف صاع من کل شئ فالمجموع ثلاثۃ آصع، کما فی الحدیث [3] وعندنا لکل مسکین مثل صدقۃ الفطر فمن التمر والشعیر صاع ومن البر نصف صاع۔

---

[1] ھوام کا مقابل سوام ہے ھوام اور سوام ہوتے تو ہیں دونوں ہی زہریلے لیکن فرق یہ لکھا ہے کہ اول قاتل ہوتا ہے جیسے حیات وغیرہ اور ثانی غیر قاتل جیسے زنبور (بھڑ) وغیرہ، ۱۲۔

[2] پھر جو کوئی تم میں سے بیمار ہو یا اس کو تکلیف ہو سر کی تو بدلہ دیوے روزے یا خیرات یا قربانی۔ (سورۃ البقرۃ ١٩٦)

[3] لہٰذا حدیث الباب جمہور کی دلیل ہوئی اور حنفیہ کی دلیل یہ ہے کہ اس میں اختلاف روایات ہے کما فی البذل (ج ٩ ص ١١١) عن الحافظ ابن حجر ففی روایۃ للطبرانی نصف صاع من تمر وفی روایۃ نصف صاع طعام وفی روایۃ نصف صاع حنطۃ، لہٰذا احتیاط اس میں ہے جس کو حنفیہ نے اختیار کیا، واللہ أعلم۔

④ ان اشیاء ثلاثہ کے درمیان ترتیب واجب ہے یا نہیں؟ جواب یہ ہے کہ اگر حلق ضرورت اور عذر کی وجہ سے ہو تب تو کوئی ترتیب واجب نہیں باتفاق ائمہ اربعہ، لہٰذا فدیہ میں ان میں سے جو چاہے دیدے اور اگر حلق بلا عذر کے ہو اس صورت میں اختلاف ہے حنفیہ کے نزدیک اس صورت میں دم مقدم ہے اور اگر اس پر قدرت نہ ہو تب باقی دو میں اختیار ہے، حنفیہ کی دلیل اگلی روایت ہے جس میں یہ ہے «أَمَعَكَ دَمٌ؟» قَالَ: لَا، اور عند الشافعية والحنابلة روايتان، ولا يجب الترتيب عند مالك مطلقاً (تراجم بخاری) یہ مسائل اس مقام کے بہت مناسب تھیں اسی لئے لکھے گئے ہیں۔

۱۸۵۷- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ دَاوُدَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ: «إِنْ شِئْتَ فَانْسُكْ نَسِيكَةً، وَإِنْ شِئْتَ فَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، وَإِنْ شِئْتَ فَأَطْعِمْ ثَلَاثَةَ آصُعٍ مِنْ تَمْرٍ لِسِتَّةِ مَسَاكِينَ».

ترجمہ: عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ کعب بن عجرہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا (یعنی کعب بن عجرہ سے) کہ اگر تم چاہو تو ایک جانور ذبح کر دو اور اگر چاہو تو تین روزے رکھ لو اور اگر چاہو تو تین صاع کھجور چھ مسکینوں کو کھلا دو۔

تخریج: صحيح البخاري - الحج (١٧١٩) صحيح البخاري - الحج (١٧٢٠) صحيح البخاري - الحج (١٧٢١) صحيح البخاري - الحج (١٧٢٢) صحيح البخاري - المغازي (٣٩٢٧) صحيح البخاري - المغازي (٣٩٥٤) صحيح البخاري - المغازي (٣٩٥٥) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٢٤٥) صحيح البخاري - المرضى (٥٣٤١) صحيح البخاري - الطب (٥٣٧٦) صحيح البخاري - كفارات الأيمان (٦٣٣٠) صحيح مسلم - الحج (١٢٠١) جامع الترمذي - الحج (٩٥٣) جامع الترمذي - تفسير القرآن (٢٩٧٣) جامع الترمذي - تفسير القرآن (٢٩٧٤) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨٥١) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨٥٢) سنن أبي داود - المناسك (١٨٥٧) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٧٩) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٨٠) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٤١/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٤٢/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٤٣/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٤٤/٤) موطأ مالك - الحج (٩٥٤) موطأ مالك - الحج (٩٥٥) موطأ مالك - الحج (٩٥٦)

۱۸۵۸- حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، ح وحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، وَهَذَا لَفْظُ ابْنِ الْمُثَنَّى، عَنْ دَاوُدَ، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِهِ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ فَذَكَرَ الْقِصَّةَ فَقَالَ: «أَمَعَكَ دَمٌ؟» قَالَ: لَا، قَالَ: «فَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، أَوْ تَصَدَّقْ بِثَلَاثَةِ آصُعٍ مِنْ تَمْرٍ عَلَى سِتَّةِ مَسَاكِينَ بَيْنَ كُلِّ مِسْكِينَيْنِ صَاعٌ».

ترجمہ: عامر شعبی کعب بن عجرہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے موقع پر ان کے پاس سے گزرے، پھر وہی واقعہ ذکر کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا تمہارے پاس قربانی ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تین روزے رکھ لو یا تین صاع کھجور چھ مسکینوں میں صدقہ کر دو، ایک صاع دو مسکینوں کو تقسیم کرو۔

تخریج صحيح البخاري - الحج (١٧١٩) صحيح البخاري - الحج (١٧٢٠) صحيح البخاري - الحج (١٧٢١) صحيح البخاري - الحج (١٧٢٢) صحيح البخاري - المغازي (٣٩٢٧) صحيح البخاري - المغازي (٣٩٥٤) صحيح البخاري - المغازي (٣٩٥٥) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٢٤٥) صحيح البخاري - المرضى (٥٣٤١) صحيح البخاري - الطب (٥٣٧٦) صحيح البخاري - كفارات الأيمان (٦٣٣٠) صحيح مسلم - الحج (١٢٠١) جامع الترمذي - الحج (٩٥٣) جامع الترمذي - تفسير القرآن (٢٩٧٣) جامع الترمذي - تفسير القرآن (٢٩٧٤) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨٥١) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨٥٢) سنن أبي داود - المناسك (١٨٥٨) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٧٩) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٨٠) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٤١/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٤٢/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٤٣/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٤٤/٤) موطأ مالك - الحج (٩٥٤) موطأ مالك - الحج (٩٥٥) موطأ مالك - الحج (٩٥٦)

١٨٥٩ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ أَخْبَرَهُ، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ، وَكَانَ قَدْ أَصَابَهُ فِي رَأْسِهِ أَذًى فَحَلَقَ «فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُهْدِيَ هَدْيًا بَقَرَةً».

ترجمہ: کعب بن عجرہ سے روایت ہے اور ان کے سر میں کچھ تکلیف ہو گئی تھی، تو انہوں نے سر منڈوالیا، تو نبی کریم ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ ایک گائے کی قربانی کریں (گائے کا ذکر شاذ ہے اور منکر ہے)۔

تخریج صحيح البخاري - الحج (١٧١٩) صحيح البخاري - الحج (١٧٢٠) صحيح البخاري - الحج (١٧٢١) صحيح البخاري - الحج (١٧٢٢) صحيح البخاري - المغازي (٣٩٢٧) صحيح البخاري - المغازي (٣٩٥٤) صحيح البخاري - المغازي (٣٩٥٥) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٢٤٥) صحيح البخاري - المرضى (٥٣٤١) صحيح البخاري - الطب (٥٣٧٦) صحيح البخاري - كفارات الأيمان (٦٣٣٠) صحيح مسلم - الحج (١٢٠١) جامع الترمذي - الحج (٩٥٣) جامع الترمذي - تفسير القرآن (٢٩٧٣) جامع الترمذي - تفسير القرآن (٢٩٧٤) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨٥١) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨٥٢) سنن أبي داود - المناسك (١٨٥٩) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٧٩) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٨٠) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٤١/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٤٢/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٤٣/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٤٤/٤) موطأ مالك - الحج (٩٥٤) موطأ مالك - الحج (٩٥٥) موطأ مالك - الحج (٩٥٦)

١٨٦٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي أَبَانُ يَعْنِي ابْنَ صَالِحٍ، عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عُتَيْبَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ، قَالَ: أَصَابَنِي هَوَامُّ فِي رَأْسِي وَأَنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ، حَتَّى تَخَوَّفْتُ عَلَى بَصَرِي فَأَنْزَلَ اللهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى فِيَّ { فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ } الْآيَةَ. فَدَعَانِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِي: «احْلِقْ رَأْسَكَ، وَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ أَوْ أَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِينَ فَرَقًا مِنْ زَبِيبٍ أَوْ انْسُكْ شَاةً». فَحَلَقْتُ رَأْسِي، ثُمَّ نَسَكْتُ.

ترجمہ: عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کعب بن عجرہ سے روایت کرتے ہیں کہ کعب فرماتے ہیں: میرے سر میں

جوؤں کی وجہ سے تکلیف ہو گئی اور میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھا حدیبیہ کے سال میں مجھے اس بات کا ڈر ہونے لگا کہ میری بینائی نہ چلی جائے تو اللہ تعالیٰ نے میرے معاملے کے بارے میں آیت نازل فرمائی کہ جو کوئی تم میں سے بیمار ہو یا اس کے سر میں تکلیف ہو تو وہ شخص فدیہ ادا کرے، روزے یا صدقہ کر کے یا قربانی کر کے إلی آخر الآیة پھر آپ ﷺ نے مجھے بلایا اور مجھ سے فرمایا کہ اپنا سر منڈوا لو اور تین دن کے روزے رکھو یا چھ مسکینوں کو ایک فرق کشمش کا کھلا دو (فرق تین صاع کا ہوتا ہے) یا ایک بکری ذبح کر دو۔ چنانچہ میں نے سر منڈوا کر بکری ذبح کر لی۔

١٨٦١- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ بْنِ مَالِكٍ الْجَزَرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ، فِي هَذِهِ الْقِصَّةِ زَادَ أَيُّ ذَلِكَ فَعَلْتَ أَجْزَأَ عَنْكَ.

ترجمہ: کعب بن عجرہ کے اس واقعہ میں یہ اضافہ مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم جونسا بھی کام کر لو گے تو وہ تمہارے لئے اس کام کے فدیہ میں کافی ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الحج (١٧١٩) صحيح البخاري - الحج (١٧٢٠) صحيح البخاري - الحج (١٧٢١) صحيح البخاري - الحج (١٧٢٢) صحيح البخاري - المغازي (٣٩٢٧) صحيح البخاري - المغازي (٣٩٥٤) صحيح البخاري - المغازي (٣٩٥٥) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٢٤٥) صحيح البخاري - المرضى (٥٣٤١) صحيح البخاري - الطب (٥٣٧٦) صحيح البخاري - كفارات الأيمان (٦٣٣٠) صحيح مسلم - الحج (١٢٠١) جامع الترمذي - الحج (٩٥٣) جامع الترمذي - تفسير القرآن (٢٩٧٣) جامع الترمذي - تفسير القرآن (٢٩٧٤) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨٥١) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨٥٢) سنن أبي داود - المناسك (١٨٦٠) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٧٩) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٨٠) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٢٤١) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٢٤٢) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٢٤٣) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٢٤٤) موطأ مالك - الحج (٩٥٤) موطأ مالك - الحج (٩٥٥) موطأ مالك - الحج (٩٥٦)

٤٣- بَابُ الْإِحْصَارِ

باب حج یا عمرہ کا احرام باندھنے والے کیلئے رکاوٹ ہو جانے کے بارے میں

احصار کی تعریف اور اسمیں اختلاف علماء: احصار کے لغوی معنی حبس اور منع کے ہیں کسی کو کسی کام سے روک دینا اور کتاب الحج میں اس سے مراد محرم کو اسکے نسک (حج یا عمرہ جس کا احرام باندھا ہو) سے روک دینا ہے خواہ یہ روکنے والی شئی عدو ہو یا مرض وغیرہ، یہ مسلک ہے حنفیہ کا روی عن ابن عباس وابن مسعود وزید بن ثابت رضی اللہ عنہم اور اکثر علماء ومنهم الأئمة الثلاثة کے نزدیک يختص الإحصار بالعدو، انکے نزدیک دشمن کے علاوہ اگر کوئی اور چیز محرم کیلئے حرم تک پہنچنے میں مانع بنے تو یہ احصار شرعی نہیں ہے اور ایسے شخص کو جمہور کے نزدیک محصر نہیں کہا جائے گا اور احصار کا جو حکم شرعی ہے وہ اس

پر جاری نہیں ہوگا (بذل[1])۔

۱۸۶۲- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ حَجَّاجٍ الصَّوَّافِ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْحَجَّاجَ بْنَ عَمْرٍو الْأَنْصَارِيَّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ كُسِرَ أَوْ عَرِجَ فَقَدْ حَلَّ وَعَلَيْهِ الْحَجُّ مِنْ قَابِلٍ». قَالَ عِكْرِمَةُ: سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، وَأَبَا هُرَيْرَةَ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَا: صَدَقَ.

ترجمہ: عکرمہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حجاج بن عمرو انصاری سے سنا فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس (محرم) کا راستے میں کوئی عضو ٹوٹ جائے یا وہ لنگڑا ہو جائے تو وہ حلال ہو جائے اور اس پر اگلے سال حج کرنا لازم ہوگا۔ عکرمہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے (اس حدیث کے بارے میں) دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ حجاج نے سچ فرمایا۔

۱۸۶۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَوَكِّلِ الْعَسْقَلَانِيُّ، وَسَلَمَةُ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَافِعٍ، عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كُسِرَ أَوْ عَرِجَ أَوْ مَرِضَ فَذَكَرَ مَعْنَاهُ، قَالَ: سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ قَالَ: أَنْبَأَنَا مَعْمَرٌ.

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن رافع، حجاج بن عمرو سے اور وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس (محرم) کا کوئی عضو ٹوٹ جائے یا وہ لنگڑا ہو جائے یا بیمار ہو جائے اور آگے اسی گزشتہ حدیث کے ہم معنی ذکر کیا۔

تخریج: جامع الترمذي - الحج (۹٤۰) سنن النسائي - مناسك الحج (۲۸٦۰) سنن النسائي - مناسك الحج (۲۸٦۱) سنن أبي داود - المناسك (۱۸٦۲) سنن ابن ماجه - المناسك (۳۰۷۷) سنن ابن ماجه - المناسك (۳۰۷۸) مسند أحمد - مسند المكيين (۳/ ٤۵۰) سنن الدارمي - المناسك (۱۸۹٤)

شرح الأحاديث: مَنْ كُسِرَ أَوْ عَرِجَ فَقَدْ حَلَّ: جس محرم کا راستہ میں کوئی عضو ٹوٹ جائے یا وہ لنگڑا ہو جائے تو اس کے لئے شرعاً حلال ہونا جائز ہے۔

حدیث پر کلام من حیث الفقه: ظاہریہ کے نزدیک یہ حدیث بالکل اپنے ظاہر پر ہے۔ چنانچہ ان کے نزدیک نفس کسر اور عرج سے حلال ہو جائیگا، عند الجمہور ایسا نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے جاز له التحلل کما في قوله ﷺ إِذَا أَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنْ هٰهُنَا، وَأَدْبَرَ النَّهَارُ مِنْ هٰهُنَا...... فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ[2] أي حل الافطار أو دخل في وقت الافطار، لیکن اس جواز تحلل میں فقہاء کے مابین تفصیل ہے، عند الحنفية يحل بالنية والذبح والحلق، یعنی حلال ہونے کے نیت سے ذبح اور حلق کرلے تب حلال

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۹ ص ۱۱۳

[2] صحيح البخاري - كتاب الصوم - باب متى يحل فطر الصائم ۱۸۵۳، صحيح مسلم - كتاب الصيام - باب بيان وقت انقضاء الصوم وخروج النهار ۱۱۰۰

ہو جائے گا، اور شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک حدیث اشتراط پر محمول ہے، یعنی اگر اس نے احرام کے وقت حلال ہونے کی شرط لگائی ہوگی تو اب حلال ہو سکتا ہے اور دم یعنی ہدی بھی واجب نہ ہوگی اور امام مالکؒ کے نزدیک شخص مذکور طواف کے بعد ہی حلال ہو سکتا ہے بغیر اسکے نہیں، اس مسئلہ پر بہت کچھ کلام باب الإشتراط فی الحج میں گزر چکا ہے اس کی طرف رجوع کیا جائے۔

اس حدیث میں احصار بالمرض مذکور ہے جس کے حنفیہ قائل ہیں، لہذا یہ حدیث ائمہ ثلاثہ کے خلاف ہے وہ اسکی تاویل کرتے ہیں کما تقدم قریباً وفیہ تأمل کما لا یخفی۔

وَعَلَيْهِ الْحَجُّ مِنْ قَابِلٍ: یہ محصر بالحج کے لئے ہے کہ اسوقت تو ویسے ہی بغیر نسک ادا کئے حلال ہو جائے اور پھر آئندہ سال حج کرے، حنفیہ کے نزدیک محصر بالحج پر آئندہ سال حج اور عمرہ دونوں واجب ہیں اور عند الجمہور صرف حج۔

محصر بالعمرہ پر کیا واجب ہوتا ہے: اور اگر کوئی شخص محرم بالعمرہ ہو تو اس کا حکم آنے والی حدیث میں مذکور ہے جسکی تفصیل یہ ہے کہ عند الحنفیہ محصر بالعمرہ پر ہدی اور (زوال عذر کے بعد) عمرہ کی قضاء یہ دونوں چیزیں واجب ہیں وھو المشھور عن أحمد اور مالکیہ کے نزدیک دونوں واجب نہیں نہ ہدی اور نہ عمرہ کی قضا اور امام شافعیؒ کے نزدیک ہدی تو واجب ہوگی قضا واجب نہیں وھو روایة عن أحمد۔ حنفیہ کی دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمرة القضاء ہے جو کہ اسی نام سے مشہور ہے معلوم ہوا عمرہ کی قضاء ہوتی ہے۔ شافعیہ اسکا جواب دیتے ہیں: عمرة القضاء میں قضاء سے مراد قضیہ اور فیصلہ ہے، یہ وہ قضاء نہیں جو اداء کا مقابل ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک یہ حکم یعنی وجوب دم اس صورت میں ہے جبکہ احصار بالعدو ہو اور اگر احصار بالمرض ہے تو اس صورت میں چونکہ ان کے یہاں اشتراط ضروری ہے اور اشتراط سے ان کے نزدیک دم بھی ساقط ہو جاتا ہے، کما تقدم قریباً۔

١٨٦٤- حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا حَاضِرٍ الْحِمْيَرِيَّ، يُحَدِّثُ أَبِي مَيْمُونَ بْنَ مِهْرَانَ، قَالَ: خَرَجْتُ مُعْتَمِرًا عَامَ حَاصَرَ أَهْلُ الشَّامِ ابْنَ الزُّبَيْرِ بِمَكَّةَ وَبَعَثَ مَعِي رِجَالٌ مِنْ قَوْمِي بِهَدْيٍ فَلَمَّا انْتَهَيْنَا إِلَى أَهْلِ الشَّامِ مَنَعُونَا أَنْ نَدْخُلَ الْحَرَمَ فَنَحَرْتُ الْهَدْيَ مَكَانِي، ثُمَّ أَحْلَلْتُ، ثُمَّ رَجَعْتُ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ خَرَجْتُ لِأَقْضِيَ عُمْرَتِي فَأَتَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَسَأَلْتُهُ، فَقَالَ: «أَبْدِلِ الْهَدْيَ فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ أَصْحَابَهُ أَنْ يُبَدِّلُوا الْهَدْيَ الَّذِي نَحَرُوا عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فِي عُمْرَةِ الْقَضَاءِ».

ترجمہ: عمرو بن میمون سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو حاضر حمیری سے سنا وہ میرے والد میمون بن مہران سے بیان کر رہے تھے (جسکو میں بھی سن رہا تھا) کہ میں عمرہ کا احرام باندھ کر نکلا اسی سال جس میں اہل شام نے حضرت عبد اللہ بن زبیر کا مکہ میں محاصرہ کیا ہوا تھا، کچھ لوگوں نے جو ہماری قوم ہی سے تھے میرے ساتھ اپنی اپنی ہدایا بھیجدیں تاکہ میں ان کی طرف سے قربانی کر دوں۔ جب ہمارا قافلہ شامی فوج کے قریب پہنچا تو انہوں نے ہمیں حرم میں

داخل ہونے سے روک دیا لہٰذا میں نے اپنی ہدی کو اسی جگہ ذبح کر دیا پھر حلال ہو کر اپنے وطن لوٹ آیا، پھر آئندہ سال اس عمرہ کی قضاء کیلئے نکلا اور حضرت ابن عباسؓ کے پاس مسئلہ دریافت کرنے کیلئے حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ سابق ہدی کا بدل بھی ساتھ لیجانا اسلئے کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی ان صحابہ کو جنھوں نے حدیبیہ میں اپنی ہدایا کو ذبح کیا تھا آئندہ سال عمرۃ القضاء میں گزشتہ سال کی ہدی کا بدل دینے کا حکم فرمایا تھا۔

شرح الحدیث میمون کو منصوب پڑھنا چاہیئے یہ ترکیب میں ابی سے بدل واقع ہو رہا ہے۔ عمرو بن میمون کہتے ہیں ابو حاضر حمیری ایک روز میرے والد یعنی میمون سے واقعہ بیان کر رہے تھے جس کو میں بھی سن رہا تھا (وہ واقعہ یہ ہے) ابو حاضر کہتے ہیں جس سال اہل شام نے عبد اللہ ابن الزبیرؓ کا مکہ مکرمہ میں محاصرہ کر رکھا تھا اس سال میں عمرہ کے ارادہ سے اپنے وطن سے نکلا، کچھ لوگوں نے جو ہماری قوم ہی سے تھے میرے ساتھ اپنی اپنی ہدایا بھیجدیں تاکہ میں ان کی طرف سے قربانی کر دوں۔ جب ہمارا قافلہ شامی فوج کے قریب پہونچا تو انہوں نے ہمیں حرم میں داخل ہونے سے روک دیا (یہ احصار عن العمرۃ ہوا) لہٰذا میں نے اپنی ہدی کو اسی جگہ ذبح کر دیا پھر حلال ہو کر اپنے وطن لوٹ آیا، پھر آئندہ سال میں اس عمرہ کی قضاء کے لئے نکلا اور حضرت ابن عباسؓ سے مسئلہ دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ سابق ہدی کا بدل بھی ساتھ لیجانا اس لئے کہ حضور اکرم ﷺ نے بھی ان صحابہ کو جنھوں نے حدیبیہ میں اپنی ہدایا کو ذبح کیا تھا، آئندہ سال عمرۃ القضاء میں گذشتہ سال کی ہدی کا بدل دینے کا حکم فرمایا تھا۔

ذکر ما یستفاد من الحدیث: اس حدیث سے چند مسائل معلوم ہوئے:

① محصر بالعمرہ کے ذمہ عمرہ کی قضاء ہے۔

② اس پر دم (ہدی) بھی واجب ہے، ان دونوں مسئلوں میں یہ حدیث حنفیہ و حنابلہ کے موافق ہے۔

③ دم احصار کا محل ذبح حرم ہے اور چونکہ ابو حاضر نے پہلے سال جو ہدی ذبح کی تھی وہ بے محل ذبح ہوئی تھی، اسی لئے ابن عباسؓ نے اسکا اعتبار نہ کرتے ہوئے ان کو حکم دیا کہ دوبارہ ہدی لے جائیں اور اسکو حرم میں ذبح کریں۔ حنفیہ کے نزدیک مسئلہ یہی ہے۔ جمہور کا اس میں اختلاف ہے ان کے نزدیک دم احصار کا محل ذبح خود محل حصر ہی ہے اس کا حرم میں ذبح ہونا ضروری نہیں۔

④ چوتھا مسئلہ اس سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ حدیبیہ خارج حرم ہے اسی لئے حضور ﷺ نے گزشتہ سال کی ہدایا کا اعتبار نہیں فرمایا کیونکہ وہ حدیبیہ میں ذبح ہوئی تھیں۔ یہ مسئلہ بھی اختلافی ہے جہاں تک مجھے یاد ہے مذاہب یہ ہیں: عند الحنفیۃ والشافعیۃ بعض الحدیبیۃ من الحرم وبعضہا من الحل، وعند مالک الکل من الحرم، وعند أحمد الکل من الحل، واللہ تعالیٰ أعلم۔

حدیث میں ایک تاریخی واقعہ کی طرف اشارہ: یہ تو اس حدیث پر کلام ہوا من حیث الفقہ اور اس حدیث کا ایک جزء تاریخی ہے عام حاصر أہل الشام یہ واقعہ ۷۳ھ کا ہے، اسکا خلاصہ یہ ہے حضرت عبد اللہ بن الزبیرؓ کی حکومت ...... حجاز و[1] عراق

---

[1] دراصل عبد اللہ بن الزبیرؓ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے یزید کی بیعت سے انکار کیا اور مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ چلے آئے وہاں آکر پناہ لی (اسی لئے ان کو عائذ البیت کہتے ہیں) جس پر یزید ان سے سخت ناراض ہوگیا تھا یزید کا استخلاف ۶۰ھ میں ہوا تھا اور ۶۴ھ چار سال تک وہ خلیفہ رہا۔ اس اثناء میں وہ عبد اللہ بن الزبیرؓ سے قتال اور غلبہ کی کوشش کرتا رہا لیکن مقصد میں کامیاب نہیں ہوئی، یہاں تک کہ ۶۵ھ میں وہ مر گیا۔ علامہ زرقانیؒ لکھتے ہیں: یزید کے مرنے کے بعد اسکا

پر تھی اور عبد الملک بن مروان کی مصر و شام پر، عبد الملک کو ابن الزبیر کی حکومت گوارہ نہیں تھی وہ حجاز و عراق پر بھی اپنا تسلط چاہتا تھا حضرت عبد اللہ بن الزبیرؓ کا قیام مکہ مکرمہ میں تھا۔ چنانچہ اس نے بڑا لشکر تیار کیا جس کا امیر حجاج بن یوسف ثقفی کو بنا کر مکہ مکرمہ پر چڑھائی کیلئے بھیجا ایک ماہ تک محاصرہ اور زبردست مقابلہ رہا، حجاج کو غلبہ ہوا اور اس نے عبد اللہ بن الزبیرؓ کو سولی پر چڑھا دیا۔ إنا لله وإنا إليه راجعون۔ عبد اللہ بن الزبیرؓ ابو بکرؓ کے نواسے اور بہت زیادہ عبادت گزار اور بڑے دلیر و بہادر تھے رضی اللہ تعالی عنہ اور اسی محاصرہ کے زمانہ میں جب حج کا وقت قریب آیا تو عبد الملک نے لوگوں کو حج کرنے اور مکہ مکرمہ جانے سے روکا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ حج کو جائیں اور وہاں عبد اللہ بن الزبیرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لیں جیسا کہ حدیث الباب میں مذکور ہے اور اسی لئے مصنف نے اسکو باب الاحصار میں ذکر کیا ہے۔

٤٤- بَابُ دُخُولِ مَكَّةَ

﴿باب مکہ میں داخل ہونے کے بارے میں﴾

١٨٦٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ، كَانَ «إِذَا قَدِمَ مَكَّةَ بَاتَ بِذِي طَوًى حَتَّى يُصْبِحَ وَيَغْتَسِلَ، ثُمَّ يَدْخُلَ مَكَّةَ نَهَارًا وَيَذْكُرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ فَعَلَهُ».

ترجمہ نافع سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جب مکہ تشریف لے جاتے تو رات ذی طوی مقام میں گزارتے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی تو غسل فرما کر مکہ میں دن کے وقت داخل ہوتے اور نبی کریم ﷺ کے اسی طرح کرنے کو نقل فرماتے۔

تخریج صحيح البخاري - الصلاة (٤٧٠) صحيح البخاري - الحج (١٤٩٨) صحيح البخاري - الحج (١٤٩٩) صحيح البخاري - الحج (١٦٧٨) صحيح مسلم - الحج (١٢٥٩) جامع الترمذي - الحج (٨٥٤) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨٦٢) سنن أبي داود - المناسك (١٨٦٥) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٦/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٤٨/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٥٩/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٨٧/٢) مسند

لفرزند معاویہ بن یزید بن معاویہ خلیفہ بنا اور صرف تین ماہ کے بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ چونکہ اس نے کسی کو اپنا ولی عہد نہیں بنایا تھا اسلئے انکے انتقال کے بعد دو ماہ تک تو لوگ ویسے ہی بغیر خلیفہ کے رہے پھر اسکے بعد مکہ مکرمہ کے ارباب حل وعقد نے عبد اللہ بن الزبیرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ چنانچہ حجاز و عراق پر انکی حکومت رہی اور اہل مصر و شام نے مروان کے ہاتھ پر بیعت کی، اسکی حکومت مصر و شام پر ہو گئی، اھ۔ اور تاریخ الخلفاء للسیوطی میں ہے: یزید کے انتقال پر اہل حجاز و عراق و خراسان نے عبد اللہ بن الزبیرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی، اہل مصر و شام نے اس وقت آپ سے بیعت نہیں کی تھی مگر معاویہ بن یزید کے مرنے کے بعد انہوں نے بھی آپ سے بیعت کر لی تھی لیکن مروان بن الحکم نے بغاوت کی اور شام و مصر کو دبا لیا اور اپنے مرنے تک ان پر قابض رہا اھ۔ میں کہتا ہوں: عبد اللہ بن الزبیرؓ سے بیعت رجب ۶۴ھ میں ہوئی جیسا کہ کتب تاریخ میں ہے اور مروان سے ذیقعدہ ۶۴ھ میں یعنی ابن الزبیرؓ سے چار ماہ بعد اسی لئے مروان کو باغی کہا گیا ہے باقی مروان کی خلافت زیادہ نہیں چلی بلکہ وہ اپنی خلافت کے نو ماہ بعد ہی دنیا سے رخصت ہو گیا اسکے بعد اس کی جگہ اس کا بیٹا عبد الملک بن مروان ۶۵ھ میں خلیفہ ہوا اس کی خلافت تقریباً بیس سال رہی ۶۵ھ سے ۸۶ھ تک اور عبد اللہ بن الزبیرؓ کی خلافت ۶۴ھ سے لیکر ۷۳ھ یعنی نو سال تک رہی ۷۳ھ میں ان کے قتل کا قصہ پیش آیا جس کی طرف حدیث الباب میں اشارہ ہے، فسبحان من لا فناء لملکه ١٢۔

أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۲/۱۵۷) موطأ مالك - الحج (۷۱٤) سنن الدارمي - المناسك (۱۹۲۷)

شرح الحديث **دخول مکہ کے تین آداب مع اختلاف علماء:** مصنف نے ترجمۃ الباب مطلقاً دخول مکہ قائم کیا ہے پھر اس کے تحت میں جو احادیث لائے ہیں ان سے دخول مکہ کے تین آداب مستفاد ہو رہے ہیں:

① دخول مکہ سے پہلے غسل کرنا۔

② دخول نہاراً، دن میں داخل ہونا۔

③ ثنیۃ العلیا سے مکہ میں داخل ہونا اور

④ ثنیۃ السفلیٰ سے خارج ہونا۔

امام بخاریؒ نے ان چاروں کو الگ الگ مستقل باب میں ذکر فرمایا ہے، ان چاروں کی تفصیل یہ ہے:

① دخول مکہ کیلئے غسل کرنا بالاتفاق مستحب ہے پھر بہت سے علماء یہ فرماتے ہیں: غسل کے بجائے وضوء بھی کافی ہو سکتی ہے اور شافعیہ کہتے ہیں اگر غسل سے عاجز ہو تو تیمم کرلے (بذل [1]) یہ غسل عند المالکیۃ لاجل الطواف ہے (کیونکہ مکہ میں پہنچتے ہی طواف کعبہ کیا جاتا ہے اور یہی مسجد حرام کا تحیہ ہے) اور باقی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک دخول مکہ ہی کے لئے ہے۔

② اس میں علماء کے تین قول ہیں: ① حنفیہ ومالکیہ کے نزدیک دخول مکہ نہاراً مستحب ہے وهو أصح الوجهين للشافعية۔ ② دوسرا قول یہ ہے: هما سواءٌ یعنی دخول لیلاً ونہاراً دونوں برابر ہیں، اسی کے قائل ہیں طاؤس، ثوری، ابو الحسن ماوردي من الشافعية وإليه ميل الحنابلة۔ ③ تیسرا قول یہ ہے: دخول لیلاً اولیٰ ہے۔ اسی کو اختیار کیا ہے عائشہؓ اور عمر بن عبد العزیزؒ وسعید بن جبیرؒ نے۔ ④ چوتھا قول جو بعض علماء سے منقول ہے وہ یہ ہے جو شخص اپنے وقت کا امام ومقتدیٰ ہو اس کیلئے دخول نہاراً اولیٰ ہے تاکہ لوگ اسکو دیکھ کر اس سے مستفید ہوں۔

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں: آپ ﷺ کا معمول اس میں دخول نہاراً ہی کا تھا اور دخول لیلاً آپ ﷺ سے ایک مرتبہ یعنی عمرۃ الجعرانہ میں ثابت ہے۔ چنانچہ امام نسائیؒ نے دُخُولُ مَكَّةَ لَيْلًا کا مستقل باب باندھا ہے اور اس میں محرش الکعبی کی حدیث لائے ہیں، عمرۃ الجعرانہ والی (من تراجم البخاری)۔

تیسرا اور چوتھا ادب آگے حدیث کے تحت آرہا: كَانَ يَدْخُلُ مَكَّةَ مِنَ الثَّنِيَّةِ الْعُلْيَا ثنیۂ علیا کا نام کداء [2] ہے (بفتح الكاف والمد) اور ثنیۂ سفلیٰ کا نام کدیٰ ہے (بضم الكاف والقصر) صحیح بخاری میں اسکے برعکس ہے یعنی کدیٰ کو اعلیٰ مکہ اور کداء کو اسفل مکہ لکھا

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ۹ ص ۱۲۰

[2] اسی کا نام حجون بھی ہے اور یہ راستہ معلیٰ (جو کہ اہل مکہ کا قبرستان ہے) پر اترتا ہے اور آج کل یہ مقام معابدہ کے نام سے مشہور ہے، اسی جگہ قصر الملک بھی ہے اور رابطہ عالم اسلامی کا مرکز (جزء الحج)۔

ہے، علماء نے اس کا تخطیہ کیا ہے کہ یہ سہو ہے، آگے حدیث عائشہؓ میں آرہا ہے۔

١٨٦٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ الْبَرْمَكِيُّ، حَدَّثَنَا مَعْنٌ، عَنْ مَالِكٍ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَابْنُ حَنْبَلٍ، عَنْ يَحْيَى، ح وحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، جَمِيعًا، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «كَانَ يَدْخُلُ مَكَّةَ مِنَ الثَّنِيَّةِ الْعُلْيَا» قَالَا: عَنْ يَحْيَى، إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ «يَدْخُلُ مَكَّةَ مِنْ كَدَاءٍ مِنْ ثَنِيَّةِ الْبَطْحَاءِ وَيَخْرُجُ مِنَ الثَّنِيَّةِ السُّفْلَى». زَادَ الْبَرْمَكِيُّ يَعْنِي ثَنِيَّتَيْ مَكَّةَ وَحَدِيثُ مُسَدَّدٍ أَتَمُّ.

ترجمہ: نافع حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ مکہ میں ثنیۃ العلیا (بلندی) سے داخل ہوتے اور اور ثنیۃ السفلیٰ (نشیب) سے باہر تشریف لے جاتے۔ برمکی نے یہ اضافہ کیا کہ (ثَنِيَّتَيْ مَكَّةَ) یہ دونوں جگہیں مکہ مکرمہ کی دو الگ گھاٹیاں ہیں۔

تخریج: صحيح البخاري - الحج (١٥٠٠) صحيح البخاري - الحج (١٥٠١) صحيح البخاري - الحج (١٥٠٤) صحيح البخاري - الحج (١٥٠٤) صحيح البخاري - الحج (١٦٧٨) صحيح مسلم - الحج (١٢٥٧) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨٦٥) سنن أبي داود - المناسك (١٨٦٦) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩٤٠) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٤/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢١/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٣٠/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٤٢/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٥٧/٢) موطأ مالك - الحج (٧١٤) سنن الدارمي - المناسك (١٩٢٨)

١٨٦٧- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «كَانَ يَخْرُجُ مِنْ طَرِيقِ الشَّجَرَةِ، وَيَدْخُلُ مِنْ طَرِيقِ الْمُعَرَّسِ».

ترجمہ: نافع حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ شجرہ کے راستے سے مدینہ سے نکلتے اور معرس کے راستے سے داخل ہوتے۔

تخریج: صحيح البخاري - الحج (١٤٦٠) صحيح مسلم - الحج (١٢٥٧) سنن أبي داود - المناسك (١٨٦٧) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٣٠/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٤٢/٢)

شرح الحديث: كَانَ يَخْرُجُ مِنْ طَرِيقِ الشَّجَرَةِ، وَيَدْخُلُ مِنْ طَرِيقِ الْمُعَرَّسِ: اس حدیث کا تعلق دخول مکہ سے نہیں بلکہ دخول وخروج عن المدینہ سے ہے۔ دراصل یہ پہلی ہی حدیث کا ٹکڑا ہے، مصنف نے اس کو اس سے علیحدہ کر دیا ہے۔ صحیح مسلم میں یہ دونوں مضمون ایک ہی حدیث میں مذکور ہیں، فثبت المناسبة بين الحديث والترجمة (بذل)۔

یہ شجرہ ذوالحلیفہ میں ہے اور معرس کی تفسیر [1] بعض نے تو مسجد ذوالحلیفہ سے کی ہے اور بعض کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مستقل جگہ ہے مسجد ذوالحلیفہ کے قریب حافظؒ کہتے ہیں: شجرہ اور معرس ان میں سے ہر ایک مدینہ سے چھ میل پر ہے، میں شراح

---

[1] اس پر مزید کلام کتاب الحج کی آخری حدیث میں بھی آرہا ہے، ۱۲۔

کے کلام سے سمجھا ہوں کہ ذوالحلیفہ ایک بڑی جگہ ہے اور اسی میں کسی قدر فاصلہ سے یہ دو راستے ہیں (طریق الشجرہ وطریق المعرس) ایک راستہ سے آپ ﷺ کا معمول نکلنے کا تھا اور دوسرے سے داخل ہونے کا۔ عون المعبود میں لکھا ہے: مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ مدینہ سے جب نکلتے تھے تو طریق الشجرہ سے جو کہ مسجد ذوالحلیفہ کے قریب ہے اور جب داخل ہوتے تھے تو طریق المعرس سے ہوتے تھے اور یہ راستہ مسجد ذوالحلیفہ سے ذرا نیچے کو ہے۔ ابن بطالؒ کہتے ہیں: اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ ﷺ عید کے دن مصلیٰ میں جاتے آتے راستہ بدلتے تھے (جسکی مصالح مشہور ہیں) قال المنذري: وأخرجه مسلم والبخاري (عون [1])۔

۱۸۶۸- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: «دَخَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ مِنْ أَعْلَى مَكَّةَ، وَدَخَلَ فِي الْعُمْرَةِ مِنْ كُدًى» . قَالَ: وَكَانَ عُرْوَةُ يَدْخُلُ مِنْهُمَا جَمِيعًا وَكَانَ أَكْثَرُ مَا كَانَ يَدْخُلُ مِنْ كُدًى وَكَانَ أَقْرَبَهُمَا إِلَى مَنْزِلِهِ.

ترجمہ: عروہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے سال مکہ میں بلندی کی جانب سے کداء مقام میں داخل ہوئے اور عمرہ میں کُدیٰ کے جانب سے داخل ہوئے اور عروہ مکہ مکرمہ دونوں طرف سے داخل ہوتے تھے اور اکثر کُدیٰ سے داخل ہوتے اور وہ دونوں مقام ہی ان کی رہائش سے قریب تھے۔

تخریج: صحيح البخاري - الحج (١٥٠٢) صحيح البخاري - الحج (١٥٠٣) صحيح البخاري - الحج (١٥٠٣) صحيح البخاري - الحج (١٥٠٤) صحيح البخاري - الحج (١٥٠٤) صحيح البخاري - المغازي (٤٠٣٩) صحيح مسلم - الحج (١٢٥٨) جامع الترمذي - الحج (٨٥٣) سنن أبي داود - المناسك (١٨٦٨)

شرح الحدیث: وَدَخَلَ فِي الْعُمْرَةِ مِنْ كُدًى: ابوداود کی اس روایت میں یہ ہے کہ آپ ﷺ فتح مکہ کے موقعہ پر تو مکہ میں کداء سے داخل ہوئے اور سفر عمرہ میں کدیٰ سے یہ عائشہؓ کی مشہور روایت کے خلاف ہے باقی سب میں مطلقاً یہ [2] ہے کہ آپ ﷺ مکہ میں اعلیٰ مکہ یعنی اوپر کے راستہ سے داخل ہوتے تھے (خواہ سفر حج یا عمرہ)۔

حافظ ابن قیمؒ نے زاد المعاد میں ابوداود کی اسی روایت کے پیش نظر تحریر فرمایا کہ آپ ﷺ عمرہ میں مکہ مکرمہ میں کدیٰ سے داخل ہوتے تھے اھ [3]۔ حالانکہ یہ بات خلاف تحقیق ہے۔ حضرتؒ نے بذل میں اس پر تفصیل سے کلام فرمایا ہے اور ابوداود کی اس روایت کو غیر معتمد قرار دیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ ابوداود کی یہ روایت بیہقی کی روایت کیخلاف [4] ہے باوجود اتحاد طریق کے۔

---

[1] عون المعبود شرح سنن أبي داود — ج ٥ ص: ٣٢٠-٣٢١

[2] چنانچہ خود ابوداود میں اسکے بعد جو عائشہؓ کی حدیث آرہی ہے اس میں بھی مطلق دخول مذکور ہے۔

[3] زاد المعاد في هدي خير العباد لابن القيم الجوزي — ج ٢ ص ٢٠٧

[4] لیکن یہ بات صحیح نہیں، دراصل یہاں پر بذل المجہود میں بیہقی کی روایات نقل کرنے میں خلط ہو گیا ہے، ورنہ فی الواقع ابوداود کی یہ روایت بیہقی کے مطابق ہے، ۱۲،

۱۸۶۹- حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «كَانَ إِذَا دَخَلَ مَكَّةَ دَخَلَ مِنْ أَعْلَاهَا وَخَرَجَ مِنْ أَسْفَلِهَا».

ترجمہ: ہشام بن عروہ اپنے والد سے اور وہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب مکہ میں داخل ہوتے تو بلندی کی جانب سے داخل ہوتے اور جب نکلتے تو پستی کی جانب سے نکلتے۔

تخریج: صحيح البخاري - الحج (١٥٠٢) صحيح البخاري - الحج (١٥٠٣) صحيح البخاري - الحج (١٥٠٣) صحيح البخاري - الحج (١٥٠٤) صحيح البخاري - الحج (١٥٠٤) صحيح البخاري - المغازي (٤٠٣٩) صحيح مسلم - الحج (١٢٥٨) جامع الترمذي - الحج (٨٥٣) سنن أبي داود - المناسك (١٨٦٩)

٤٥- بَابٌ فِي رَفْعِ الْيَدَيْنِ إِذَا رَأَى الْبَيْتَ

باب بیت اللہ پر جب نظر پڑے تو ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کے متعلق حکم کا بیان

یہ ترجمۃ الباب مجھے صحاح ستہ میں سے صرف دو کتابوں میں ملا ہے: سنن ابوداود اور سنن ترمذی۔ امام ابوداودؒ نے مطلق رفع یدین کا باب قائم کیا ہے اور امام ترمذیؒ نے کراہت رفع کے ساتھ ترجمہ قائم کیا ہے یَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ رَفْعِ الْيَدَيْنِ عِنْدَ رُؤْيَةِ الْبَيْتِ، اور پھر تحت الباب صرف حدیث جابرؓ جو منع پر دال ہے لائے ہیں، امام ابوداودؒ نے حدیث جابرؓ کے علاوہ ایک وہ حدیث بھی ذکر کی ہے جس میں رفع یدین کا ثبوت ہے یعنی باب کی تیسری حدیث: ثُمَّ أَتَى الصَّفَا فَعَلَاهُ حَيْثُ يَنْظُرُ إِلَى الْبَيْتِ فَرَفَعَ يَدَيْهِ لیکن اس پر یہ اشکال کیا گیا ہے کہ یہ رفع تو دعا علی الصفا کیلئے تھا نہ کہ عند رؤیۃ البیت، یہ الگ بات ہے کہ وہاں سے بیت اللہ نظر آرہا تھا۔ بعضوں نے کہا یہ بات نہیں بلکہ اس میں دونوں پہلو ہیں یہ رفع للدعا بھی ہے اور عند رؤیۃ البیت بھی ہے کیونکہ دعا صفا پر اسی جگہ سے مانگی جاتی ہے جہاں سے بیت اللہ شریف نظر آتا ہے۔

۱۸۷۰- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرٍ، حَدَّثَهُمْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا قَزَعَةَ، يُحَدِّثُ، عَنِ الْمُهَاجِرِ الْمَكِّيِّ، قَالَ: سُئِلَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنْ "الرَّجُلِ يَرَى الْبَيْتَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ، فَقَالَ: «مَا كُنْتُ أَرَى أَحَدًا يَفْعَلُ هَذَا إِلَّا الْيَهُودَ وَقَدْ حَجَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَكُنْ يَفْعَلُهُ».

ترجمہ: مہاجر مکی سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جابر بن عبد اللہؓ سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا کہ جو بیت اللہ کو دیکھ کر ہاتھ (دعا کیلئے) اٹھائے، انہوں نے جواب دیا: میں نے یہود کے سوا اس طرح کسی کو کرتے ہوئے نہیں دیکھا اور ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کیا، آپ ﷺ تو اس طرح نہ کرتے تھے۔

تخریج: سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨٩٥) سنن أبي داود - المناسك (١٨٧٠) سنن الدارمي - المناسك (١٩٢٠)

شرح الحدیث: جاننا چاہیے کہ اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے اور روایات حدیثیہ بھی مختلف ہیں، حضرت جابرؓ کی اس

حدیث میں تو نفی مذکور ہے لیکن مثبتینِ رفع نے اس حدیث کی تضعیف کی ہے دو وجہ سے: ① ایک تو یہ کہ اسکی سند میں مہاجر مکی ہے جو مجہول ہے، ② دوسرے اسوجہ سے کہ اکثر روایات میں ثبوت رفع ہے، من جملہ انکے وہ حدیث ہے جو کتاب الصلوۃ میں رفع یدین کے مسئلہ میں گذر چکی یعنی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما مرفوع ترفع الایدی فی سبعة مواطن افتتاح الصلوۃ واستقبال البیت الخ[1]۔ امام بیہقیؒ نے اپنی سنن میں دونوں قسم کی روایات ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ ثبوت کی روایات اگرچہ اکثر مرسل ہیں لیکن اہل علم کے نزدیک وہی اشہر ہیں، اھ[2]۔

مسئلة الباب میں مذاہب ائمہ: اور فقہاء میں سے حضرت امام احمدؒ اس کے قائل ہیں، ایک روایت حنفیہ کی بھی یہی ہے لیکن راجح عندنا نفی ہی ہے صرح به الطحاوی، اسی طرح مالکیہ بھی اس کے قائل نہیں، شافعیہ کی دونوں روایتیں ہیں امام نوویؒ اور بیہقیؒ نے ثبوت کو ترجیح دی ہے۔

روایات متعارضه کے درمیان تطبیق کس طرح کی گئی ہے :

① ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں: ثبوت رفع کی روایات اول بار پر محمول ہیں اور نفی کی ہر مرتبہ پر یعنی بیت اللہ پر جب پہلی بار نظر پڑی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین کیا اور پھر ہر مرتبہ میں نہیں کیا۔

② حضرت سہارنپوریؒ فرماتے ہیں: ثبوت رفع کی روایات کا تعلق اس رفع یدین سے ہے جو دعا کے وقت ہاتھ پھیلا کر ہوتا ہے اور نفی کا تعلق اس رفع سے ہے جو تعظیماً للبیت ہو جس طرح افتتاح صلوٰۃ میں ہوتا ہے۔

مَا كُنْتُ أُرَى أَحَدًا يَفْعَلُ هَذَا إِلَّا الْيَهُودَ: یعنی مسلمان بیت اللہ کو دیکھ کر کہاں رفع یدین کرتے ہیں، یہ تو یہود کا طریقہ ہے کہ وہ جب اپنے قبلہ کو دیکھتے ہیں جو کہ بیت المقدس ہے تو رفع یدین کرتے ہیں اور اگر مراد یہی ہے کہ وہ بیت اللہ کو دیکھ کر رفع یدین کرتے ہیں تو اس صورت میں بظاہر مطلب یہ ہوگا کہ وہ تحقیراً ایسا کرتے ہیں إشارةً إلى هدمه، نہ کہ تعظیماً کیونکہ وہ تو مسلمانوں کے قبلہ کے مخالف اور دشمن ہیں (بذل[3])۔

۱۸۷۱- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا سَلَّامُ بْنُ مِسْكِينٍ، حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ رَبَاحٍ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «لَمَّا دَخَلَ مَكَّةَ طَافَ بِالْبَيْتِ وَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَلْفَ الْمَقَامِ» يَعْنِي يَوْمَ الْفَتْحِ.

ترجمہ: عبد اللہ بن رباح انصاری حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں داخل ہوئے تو بیت اللہ کا طواف کیا اور دو رکعات مقام ابراہیم کے پیچھے پڑھیں یعنی فتح مکہ کے دن۔

---

[1] السنن الكبرى للبيهقي كتاب الحج باب رفع اليدين إذا رأى البيت ٩٢١٠ (ج٥ ص١١٧)

[2] السنن الكبرى للبيهقي — ج٥ ص١١٧

[3] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ٩ ص ١٢٥

۱۸۷۲- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا بَهْزُ بْنُ أَسَدٍ، وَهَاشِمٌ يَعْنِي ابْنَ الْقَاسِمِ قَالَا: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَبَاحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: «أَقْبَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ مَكَّةَ فَأَقْبَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْحَجَرِ فَاسْتَلَمَهُ ثُمَّ طَافَ بِالْبَيْتِ ثُمَّ أَتَى الصَّفَا فَعَلَاهُ حَيْثُ يَنْظُرُ إِلَى الْبَيْتِ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَجَعَلَ يَذْكُرُ اللَّهَ مَا شَاءَ أَنْ يَذْكُرَهُ وَيَدْعُوهُ» . قَالَ: وَالْأَنْصَارُ تَحْتَهُ، قَالَ هَاشِمٌ: فَدَعَا وَحَمِدَ اللَّهَ وَدَعَا بِمَا شَاءَ أَنْ يَدْعُوَ.

ترجمہ عبد اللہ بن رباح حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو حجر اسود کے پاس تشریف لائے اور اس کو بوسہ دیا، پھر بیت اللہ کا طواف کیا پھر صفا پر آئے اور اسکے اوپر چڑھ گئے جہاں سے آپ ﷺ بیت اللہ کو دیکھ رہے تھے اور اپنے ہاتھ اٹھا کر جو چاہا اللہ کا ذکر اور اس سے دعا مانگنا شروع کر دی اور وہاں رکھے ہوئے بت آپ ﷺ کے قدموں میں ڈھیر تھے۔ ہاشم فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے دعا فرمائی اور اللہ کی حمد بیان کی اور جو چاہا آپ ﷺ نے دعا فرمائی۔

تخریج صحیح مسلم - الجهاد والسير (۱۷۸۰) سنن أبي داود - المناسك (۱۸۷۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/۵۳۸)

شرح الحدیث قوله: وَالْأَنْصَارُ [1] تَحْتَهُ: یہ احجار کی صفت ہے یعنی احجار منصوبہ (نصب کردہ پتھر) آپ کے نیچے تھے۔ غالباً اس سے وہ پتھر مراد ہیں جو صفا پہاڑی پر چڑھنے کیلئے وہاں رکھے گئے ہوں گے سیڑھیوں کی طرح، اور حضرتؒ کی رائے بذل [2] میں یہ ہے کہ شاید اس سے مراد اصنام ہیں (مورتیاں) جو وہاں صفا پر پہلے سے کفار نے رکھے ہوں گے اور تحتہ کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ ان پر کھڑے ہو گئے ان کو پامال کرنے کیلئے اور بعض نسخوں میں بجائے انصاب کے انصار ہے یعنی حضور ﷺ تو صفا پر تھے اور بعض انصاری صحابہ آپ ﷺ کے سامنے [3] پہاڑی سے نیچے کھڑے ہوئے تھے، یہ واقعہ فتح مکہ کے موقع کا ہے۔

٤٦- بَابٌ فِي تَقْبِيلِ الْحَجَرِ

باب حجر اسود کو بوسہ دینے کے بیان میں

۱۸۷۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَابِسِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ عُمَرَ، أَنَّهُ جَاءَ إِلَى الْحَجَرِ فَقَبَّلَهُ، فَقَالَ: «إِنِّي أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَنْفَعُ وَلَا تَضُرُّ وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ».

---

[1] نسخہ بذل میں بجائے الأنصار کے الأنصاب ہے، حضرت سہارنپوریؒ نے بھی شرح میں اس پر کلام کیا ہے۔ (بذل المجهود في حل أبي داود - ج ۹ ص ۱۲۹)

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ۹ ص ۱۲۹-۱۳۰

[3] اس پر سوال ہوگا کہ یہ صحابہ آپ ﷺ کے ساتھ صفا پر کیوں نہیں چڑھے؟ جواب اگر یہ چڑھنا سعی بین الصفا والمروہ کیلئے ہوتا تب تو صحابہؓ بھی اوپر چڑھتے لیکن یہ چڑھنا تو دوسری غرض سے تھا یعنی دعا اور صحابہؓ کو خطاب وغیرہ کرنے کیلئے اور اس سے قبل جو طواف آپ نے کیا تھا وہ عمرہ کا طواف نہیں تھا کہ اس کے بعد آپ ﷺ سعی فرماتے واللہ أعلم (بذل)۔

ترجمہ: عابس بن ربیعہ حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ حجر اسود کے پاس آئے اور اس کو بوسہ دیکر فرمانے لگے کہ میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہی ہے جو نہ تو کوئی نفع پہنچاتا ہے نہ نقصان اور اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھ کو بوسہ نہ دیتا۔

تخریج: صحيح البخاري - الحج (١٥٢٠) صحيح البخاري - الحج (١٥٢٨) صحيح البخاري - الحج (١٥٣٢) صحيح مسلم - الحج (١٢٧٠) صحيح مسلم - الحج (١٢٧١) جامع الترمذي - الحج (٨٦٠) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٣٦) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٣٧) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٣٨) سنن أبي داود - المناسك (١٨٧٣) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩٤٣) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١٧/١) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٢١/١) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٢٦/١) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٣٤/١) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٣٩/١) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٤٦/١) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٥١/١) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٥٤/١) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٥٤/١) موطأ مالك - الحج (٨٢٤) سنن الدارمي - المناسك (١٨٦٤) سنن الدارمي - المناسك (١٨٦٥)

شرح الحديث: حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ حجر اسود کی تقبیل کی اور اسکے بعد فرمایا: میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہی ہے نہ تو نفع پہونچا سکتا ہے اور نہ نقصان۔ یہ حدیث صحاح ستہ میں موجود ہے صحاح میں تو اتنی ہی ہے۔ حافظؒ کہتے ہیں: حاکم کی روایت میں یہ زیادتی ہے کہ حضرت عمرؓ کے اس فرمانے کے بعد حضرت علیؓ نے فرمایا: "بل يا امير المؤمنين! انه ينفع ويضر" اور پھر حضور ﷺ کا ارشاد نقل کیا کہ میں نے آپ ﷺ سے سنا کہ حجر اسود کو بروز قیامت میدان حشر میں لایا جائیگا اور اس کو گویائی عطاء کی جائے گی جن لوگوں نے ایمان و توحید کیساتھ اسکا استلام کیا ہوگا ان کے حق میں وہ گواہی دیگا[1]۔ علماء نے لکھا ہے: حضرت عمرؓ نے جو کچھ اسکے بارے میں فرمایا وہ اس مصلحت سے کہ جو لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں استلام حجر کیوجہ سے وہ کہیں شک اور تردد میں نہ پڑ جائیں اور اسکو عبادت اصنام کے قبیل سے نہ سمجھنے لگیں۔

حجر اسود کے فضائل میں روایات صحیحین میں تو نہیں ہیں، ابو داؤد میں بھی نہیں ہیں، البتہ ترمذی شریف اور دوسری کتب حدیث میں ہیں۔ بذل المجہود[2] میں حضرتؒ نے بعض نقل فرمائی ہیں وہاں دیکھ لی جائیں یہاں بخوف اطالت ہم نہیں لکھتے۔

وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ: شراح نے لکھا ہے کہ اس سے ایک قاعدہ کلیہ معلوم ہوا وہ یہ کہ امور دین میں اصل چیز اتباع شارع ہے خواہ ہمیں اس کام کی علت و حکمت معلوم ہو یا نہ ہو، شارع کے سامنے سر تسلیم خم ہونا چاہیے۔

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ٣ ص ٤٦٢

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٩ ص ٦٣١

٤٧ - بَابُ اسْتِلَامِ الْأَرْكَانِ

باب بیت اللہ کے ارکان (اربعہ) کے استلام کا حکم

بیت اللہ کے ارکان اربعہ پر کلام ان کا تعارف ہمارے یہاں باب وقت الاحرام میں (برقم ۱۷۷۲) رَأَيْتُكَ تَصْنَعُ أَرْبَعًا لَمْ أَرَ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِكَ يَصْنَعُهَا الخ کے ذیل میں گزر چکا استلام یا تو سلام بمعنی تحیہ سے ماخوذ ہے (گویا پتھر کو چھونا اسکی تعظیم اور سلام کرنا ہے) یا سلام بکسر السین سے بمعنی الحجارہ یعنی مس الحجارہ اور کہا گیا ہے کہ یہ ماخوذ ہے لامہ سے بمعنی سلاح و ہتھیار تو جس طرح انسان ہتھیار پہن کر دشمن سے محفوظ ہو جاتا ہے اسی طرح جو شخص حجر اسود کا مس کرتا ہے وہ گویا محفوظ ہو جاتا ہے عذاب سے (اوجز[1])۔

۱۸۷۴- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: «لَمْ أَرَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ مِنَ الْبَيْتِ إِلَّا الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ».

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حجر اسود اور رکن یمانی کے سوا کسی اور رکن کو ہاتھ لگاتے ہوئے نہیں دیکھا۔

تخریج: صحيح البخاري - الوضوء (١٦٤) صحيح البخاري - الحج (١٥٢٩) صحيح البخاري - الحج (١٥٣١) صحيح البخاري - اللباس (٥٥١٣) صحيح مسلم - الحج (١١٨٧) صحيح مسلم - الحج (١٢٦٧) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٤٧) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٤٨) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٤٩) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٥٠) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٥١) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٥٢) سنن أبي داود - المناسك (١٨٧٤) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩٤٦) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٣/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٨/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٣٣/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٥٧/٢) موطأ مالك - الحج (٧٤١) سنن الدارمي - المناسك (١٨٣٨)

۱۸۷۵- حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ أُخْبِرَ بِقَوْلِ، عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، «إِنَّ الْحِجْرَ بَعْضُهُ مِنَ الْبَيْتِ» . فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: وَاللَّهِ إِنِّي لَأَظُنُّ عَائِشَةَ إِنْ كَانَتْ سَمِعَتْ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَأَظُنُّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَتْرُكِ اسْتِلَامَهُمَا إِلَّا أَنَّهُمَا لَيْسَا عَلَى قَوَاعِدِ الْبَيْتِ وَلَا طَافَ النَّاسُ وَرَاءَ الْحِجْرِ إِلَّا لِذَلِكَ".

ترجمہ: ابن عمرؓ کو حضرت عائشہؓ کے اس قول کی خبر دی گئی کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حطیم کا کچھ حصہ بیت اللہ میں شامل ہے۔ پھر حضرت ابن عمرؓ فرمانے لگے کہ اللہ کی قسم میں سمجھتا ہوں کہ حضرت عائشہؓ نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے

---

[1] أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج٧ ص ٣٦٣

سنی ہو گی اور میرا یہ خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسی وجہ سے دونوں رکنوں (رکن شامی اور عراقی) کے اسلام کو ترک فرمایا کیونکہ یہ دونوں رکن بیت اللہ کی اصل بنیادوں پر نہیں ہیں اور اسی وجہ سے لوگ حطیم کے پیچھے پیچھے طواف کرتے ہیں۔

شرح الحدیث: إِنَّ الْحِجْرَ بَعْضُهُ مِنَ الْبَيْتِ: یہ حجر کسر حاء کے ساتھ ہے جس کو حطیم بھی کہتے ہیں جو کہ کعبے کی جانب شمال میں نصف دائرہ کی شکل میں احاطہ کے طور پر ایک دیوار ہے تقریباً آدمی کے قد کے برابر اونچی، بیت اللہ کی عمارت سے ذرا فصل سے، یہ دیوار یہ ظاہر کرنے کیلئے قائم کی گئی ہے کہ اسکے اندر کا حصہ بھی کعبہ میں داخل ہے گو کعبہ شریف کی عمارت اس سے پہلے پوری ہو گئی ہے جس کا منشأ پہلے کسی حدیث کے ذیل میں گزر چکا اسی وجہ سے اس حصہ کو بھی طواف میں شامل کیا جاتا ہے۔

١٨٧٦- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي رَوَّادٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «لَا يَدَعُ أَنْ يَسْتَلِمَ الرُّكْنَ الْيَمَانِيَ وَالْحَجَرَ فِي كُلِّ طَوْفَةٍ». قَالَ: وَكَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ.

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے طواف کے ہر چکر میں رکن یمانی اور حجر اسود کا اسلام فرماتے تھے اور راوی کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ بھی یہی کیا کرتے تھے۔

تخریج: صحيح البخاري - الوضوء (١٦٤) صحيح البخاري - الحج (١٥٣١) صحيح البخاري - الحج (١٦٧٨) صحيح البخاري - اللباس (٥٥١٣) صحيح مسلم - الحج (١٢٦٧) صحيح مسلم - الحج (١٢٦٨) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٤٧) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٤٨) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٤٩) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٥٠) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٥١) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٥٢) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٥٣) سنن أبي داود - المناسك (١٨٧٦) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩٤٦) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٨/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٣٣/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٥٧/٢) موطأ مالك - الحج (٧٤١) سنن الدارمي - المناسك (١٨٣٨)

٤٨ ـ بَابُ الطَّوَافِ الْوَاجِبِ

باب طواف واجب (طواف زیارت یا افاضہ) کے بارے میں

طوافِ واجب سے مراد طوافِ زیارت ہے جس کو طواف افاضہ بھی کہتے ہیں، حج میں تین طواف ہوتے ہیں: ① طواف قدوم، ② طواف زیارت، ③ طواف وداع۔

١٨٧٧- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «طَافَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ عَلَى بَعِيرٍ يَسْتَلِمُ الرُّكْنَ بِمِحْجَنٍ».

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں اونٹ پر بیٹھ کر طواف فرمایا، حضور ﷺ لکڑی کی مدد سے حجر اسود کا استلام فرما رہے تھے۔

تخریج صحیح البخاري - الحج (١٥٣٠) صحیح البخاري - الحج (١٥٣٤) صحیح البخاري - الحج (١٥٣٥) صحیح البخاري - الحج (١٥٥١) صحیح البخاري - الطلاق (٤٩٨٧) صحیح مسلم - الحج (١٢٧٢) جامع الترمذي - الحج (٨٦٥) سنن النسائي - المساجد (٧١٣) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٥٤) سنن أبي داود - المناسك (١٨٧٧) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩٤٨) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٢١٥) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٢٣٧) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٢٤٨) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٣٠٤) سنن الدارمي - المناسك (١٨٤٥)

شرح الحدیث **حدیث میں امور اربعہ وضاحت طلب:** اس حدیث میں چند امور ومسائل ہیں:

① طواف کا ماشیاً ہونا ضروری ہے یا غیر ضروری؟

② آپ ﷺ نے طواف راکباً کیوں فرمایا اس میں کیا مصلحت تھی؟

③ یہ طواف جو آپ ﷺ نے راکباً فرمایا کونسا تھا طواف قدوم یا زیارت؟

④ حضور ﷺ نے اس حج میں کل طواف کتنے فرمائے؟

بحث اول: طواف کا ماشیاً ہونا حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک واجب ہے، بدون عذر کے راکباً جائز نہیں، ویعید ما دام بمکۃ والا یجب الدم اور امام شافعیؒ کے نزدیک مشی صرف مستحب ہے، وعن الحنابلۃ روایتان۔

بحث ثانی: طواف راکباً میں جو مصلحت تھی وہ روایات (برقم ١٨٨٠) میں مصرح ہے: لِيَرَاهُ النَّاسُ وَلِيُشْرِفَ وَلِيَسْأَلُوهُ یعنی تاکہ لوگ آپ ﷺ کی بسہولت زیارت کر سکیں اور تاکہ آپ ﷺ کی بھی نظر سب پر رہے اور سوال وجواب میں سہولت ہو اور ایک روایت میں ہے كَرَاهِيَةَ أَنْ يُضْرَبَ عَنْهُ النَّاسُ ❶، طواف پیدل کرنے کی صورت میں لوگوں کو دھکیلنا اور ہٹانا پڑتا کیونکہ لوگ شوق زیارت میں امنڈ امنڈ کر آتے تھے رکوب کی صورت میں اس سے اَمن ہے، آگے ایک روایت (برقم ١٨٨١) میں یہ آرہا ہے: قَدِمَ مَكَّةَ وَهُوَ يَشْتَكِي، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی علت ناسازیٔ طبع تھی لیکن یہ حدیث ضعیف ہے۔

بحث ثالث: ظاہر یہ ہے کہ یہ طواف طواف زیارت تھا۔ یہی رائے حضرتؒ کی ہے بذل میں اور یہی حافظ ابن قیمؒ کی ہے وبہ جزم النووی فی مناسکہ اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ آگے باب طواف الافاضہ میں جو حدیث آرہی ہے اس میں اس بات کی تصریح ہے کہ آپ ﷺ نے اس طواف میں رمل نہیں کیا، جس کی وجہ یہی ہے کہ آپ ﷺ اس میں راکب تھے بخلاف طواف قدوم کے کہ اس میں آپ ﷺ کا رمل کرنا حدیث جابرؓ میں مذکور ہے، اور رمل طواف ماشیاً ہی میں ہو سکتا ہے (بذل وحاشیہ) ❷۔

بحث رابع: آپ ﷺ نے تین طواف تو بالاتفاق کئے سب سے پہلے مکہ پہونچتے ہی جو طواف آپ ﷺ نے کیا تھا وہ

---

❶ صحیح مسلم - كتاب الحج - باب جواز الطواف على بعير وغيره واستلام الحجر بمحجن ونحوه للراكب ١٢٤٧

❷ بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٩ ص ١٣٧

عند الجمہور تو طواف قدوم تھا اور عند الحنفیہ طواف عمرہ اسلئے کہ آپ ﷺ قارن تھے اور عند الجمہور قران میں طواف عمرہ مستقل نہیں ہوتا (کما تقدم الخلاف فیہ) اور دوسرا طواف زیارت کیا اور تیسرا طواف وداع۔ یہ تین طواف روایات کثیرہ سے ثابت ہیں اس میں کوئی تردد نہیں، علی مسلک الجمہور تو بات صاف اور واضح ہے لیکن علی مسلک الحنفیہ چار طواف ہونے چاہئیں، طواف عمرہ کے بعد طواف قدوم بھی ان کے نزدیک قارن کیلئے مسنون ہے، اب یہ کہ اس کا ثبوت بھی ہے یا نہیں؟ ظاہر کلام طحاویؒ سے تو ثبوت کا انکار معلوم ہوتا ہے لیکن حضرت شیخ جزء الحج میں تحریر فرماتے ہیں کہ حجۃ الوداع والے سال آپ ﷺ مکہ میں چار ذی الحجہ کو پہنچ گئے تھے اور اس وقت سے تا یوم الترویہ گویا چار روز تک مکہ ہی میں قیام رہا، یوم الترویہ میں منیٰ کو روانہ ہوئے۔ سو آپ ﷺ کے احوال سے یہ بات بعید معلوم ہوتی ہے کہ ان چار دن میں آپ ﷺ عمرہ کے علاوہ کوئی طواف نہ کریں جبکہ ایام منیٰ (جن میں حاجی کا قیام منیٰ میں ہوتا ہے) میں بھی بعض روایات سے مکہ مکرمہ تشریف لاکر آپ ﷺ کا طواف کرنا مستفاد ہوتا ہے، فکیف لا وهو بمكة. والله سبحانه وتعالى أعلم۔

۱۸۷۸- حَدَّثَنَا مُصَرِّفُ بْنُ عَمْرٍو الْيَامِيُّ، حَدَّثَنَا يُونُسُ يَعْنِي ابْنَ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي ثَوْرٍ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ، قَالَتْ: «لَمَّا اطْمَأَنَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ طَافَ عَلَى بَعِيرٍ يَسْتَلِمُ الرُّكْنَ بِمِحْجَنٍ فِي يَدِهِ»، قَالَتْ: «وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهِ».

ترجمہ: عبید اللہ بن عبد اللہ بن ابی ثور، صفیہ بنت شیبہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کو فتح مکہ کے سال مکہ میں اطمینان حاصل ہو گیا تو آپ نے اونٹ پر سوار ہو کر حجر اسود کا استلام فرمایا اس لکڑی کے ذریعہ جو آپ ﷺ کے ہاتھ میں تھی۔ فرماتی ہیں کہ اسوقت میں آپ کو دیکھ رہی تھی۔

تخریج: سنن أبي داود - المناسك (۱۸۷۸) سنن ابن ماجه - المناسك (۲۹۴۷)

شرح الحديث: يَسْتَلِمُ الرُّكْنَ بِمِحْجَنٍ: محجن وہ لکڑی جس کا اوپر کا سرا خم دار اور مڑا ہوا ہو (جیسے چوب دستی ہوتی ہے) طواف راکباً میں حجر اسود کی تقبیل تو ہو ہی نہیں سکتی، استلام بالید بھی نہیں ہو سکتا اس لئے آپ ﷺ بجائے استلام بالید کے بالمحجن کرتے تھے یعنی لکڑی سے حجر اسود کا مس کرتے تھے، پھر اس کے بعد اس محجن کی تقبیل کرتے تھے گویا حجر اسود کی تقبیل بالواسطہ ہو گئی جیسا کہ آگے ابو الطفیل کی حدیث میں آرہا ہے: يَسْتَلِمُ الرُّكْنَ بِمِحْجَنِهِ، ثُمَّ يُقَبِّلُهُ۔ اسی طرح طواف ماشیاً میں بھی اگر ازدحام کی وجہ سے تقبیل نہ کر سکے تو استلام بالید ہی پر اکتفا کرے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو طواف کے دوران جب بھی حجر اسود کی محاذات میں پہونچے تو اس کا استقبال کر کے تکبیر تحریمہ کی طرح رفع یدین[1] کے ساتھ بسم اللہ اللہ أکبر کہے۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: والعمل على هذا عند أهل العلم يستحبون تقبيل الحجر، فإن لم يمكنه ولم يصل

[1] اس طور پر کہ ہتھیلیوں کا رخ حجر اسود کی طرف ہو، ۱۲۔

إليه، أستلمه بيده وقبل يده، وإن لم يصل إليه استقبله إذا حاذى به وكبر، وهو قول الشافعي اهـ [1]۔

استلام سے متعلق چند فروع مختلف فیہا: اب یہاں چند امور میں اختلاف علماء ہے: ① جس چیز کے ذریعہ حجر کا استلام کیا ہے (ید یا محجن) اس کی تقبیل عند الجمہور مستحب ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک غیر مستحب۔ ② جس صورت میں یہ کہا گیا ہے کہ استقبال حجر کرے تکبیر کے ساتھ اس وقت حجر کیطرف اشارہ بالید بھی کرے یا نہیں۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ اشارہ مستحب ہے خلافاً لمالك فلا يستحب عنده، نیز اشارہ بالید کرنے کے بعد تقبیل ید بھی مستحب ہے یا نہیں حنفیہ وشافعیہ کے نزدیک مستحب ہے ولا يستحب عند أحمد (جزء الحج [2])۔

١٨٧٩- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنْ مَعْرُوفٍ يَعْنِي ابْنَ خَرَّبُوذَ الْمَكِّيَّ، حَدَّثَنَا أَبُو الطُّفَيْلِ، قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عَلَى رَاحِلَتِهِ يَسْتَلِمُ الرُّكْنَ بِمِحْجَنِهِ، ثُمَّ يُقَبِّلُهُ. زَادَ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ: ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَطَافَ سَبْعًا عَلَى رَاحِلَتِهِ.

ترجمہ: ابوالطفیل فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی سواری پر بیت اللہ کا طواف کرتے دیکھا آپ حجر اسود کو اپنی لکڑی (عصاً) سے چھوتے اور پھر اس کا بوسہ لے لیتے۔ محمد بن رافع نے یہ اضافہ کیا کہ پھر آپ ﷺ صفا اور مروہ کی طرف تشریف لے گئے اور اپنی سواری پر سات چکر لگائے۔

تخریج: صحيح مسلم - الحج (١٢٧٥) سنن أبي داود - المناسك (١٨٧٩) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩٤٩) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٤٥٤)

شرح الحديث: ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَطَافَ سَبْعًا عَلَى رَاحِلَتِهِ: یہ سعی بین الصفا والمروہ راکباً ہے اس میں بھی مذاہب علماء وہی ہیں جو طواف بالبیت راکباً میں ہیں۔ حنفیہ مالکیہ کے نزدیک بلاعذر جائز نہیں امام شافعی کے نزدیک جائز ہے، وعن أحمد روايتان۔

١٨٨٠- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، يَقُولُ: «طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ عَلَى رَاحِلَتِهِ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِيَرَاهُ النَّاسُ وَلِيُشْرِفَ وَلِيَسْأَلُوهُ فَإِنَّ النَّاسَ غَشُوهُ».

ترجمہ: ابن جریج روایت کرتے ہیں کہ ابوزبیر نے مجھے بتلایا کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں اپنی سواری پر بیت اللہ کا طواف کیا (طوافِ افاضہ) اور صفا مروہ کے

[1] جامع الترمذي - كتاب الحج - باب ما جاء في تقبيل الحجر ٨٦١

[2] حجة الوداع وعمرات النبي صلى الله عليه وسلم مترجم - ص ٧١ - ٧٢

چکر لگائے تاکہ لوگ آپ کو دیکھ سکیں اور آپ ﷺ لوگوں کے سامنے نمایاں ہو جائیں اور تاکہ لوگ آپ سے سوال کر سکیں اسلئے کہ لوگوں نے آپ ﷺ کو گھیرا ہوا تھا۔

تخریج صحيح مسلم - الحج(١٢٧٣) سنن أبي داود - المناسك(١٨٨٠)

١٨٨١- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ مَكَّةَ وَهُوَ يَشْتَكِي «فَطَافَ عَلَى رَاحِلَتِهِ كُلَّمَا أَتَى عَلَى الرُّكْنِ اسْتَلَمَ الرُّكْنَ بِمِحْجَنٍ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ طَوَافِهِ أَنَاخَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ».

ترجمہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مکہ تشریف لائے تو آپ بیمار تھے تو آپ نے اپنی سواری پر بیٹھ کر طواف کیا جب بھی آپ ﷺ حجر اسود پر پہنچتے تو اپنے عصا سے اس کو چھوتے پھر جب طواف سے فارغ ہوگئے تو اونٹ کو بٹھا کر دو رکعت نماز ادا کی۔

تخریج صحيح البخاري - الحج (١٥٣٠) صحيح البخاري - الحج (١٥٣٤) صحيح البخاري - الحج (١٥٣٥) صحيح البخاري - الحج (١٥٥١) صحيح البخاري - الطلاق (٤٩٨٧) صحيح مسلم - الحج(١٢٧٢) جامع الترمذي - الحج(٨٦٥) سنن النسائي - المساجد(٧١٣) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٥٤) سنن أبي داود - المناسك (١٨٨١) سنن ابن ماجه - المناسك(٢٩٤٨) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢١٥/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٣٧/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٤٨/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٠٤/١) سنن الدارمي - المناسك(١٨٤٥)

١٨٨٢- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ نَوْفَلٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ: شَكَوْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي أَشْتَكِي فَقَالَ: «طُوفِي مِنْ وَرَاءِ النَّاسِ وَأَنْتِ رَاكِبَةٌ» . قَالَتْ: فَطُفْتُ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَئِذٍ يُصَلِّي إِلَى جَنْبِ الْبَيْتِ وَهُوَ يَقْرَأُ بِالطُّورِ وَكِتَابٍ مَسْطُورٍ.

ترجمہ زینب بنت ابی سلمہ، ام سلمہ (جو نبی کریم ﷺ کی زوجہ ہیں) سے روایت کرتی ہیں کہ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے اپنی بیماری کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تم لوگوں کے پیچھے سوار ہو کر طواف کرلو۔ فرماتی ہیں کہ میں نے طواف کیا اسوقت رسول اللہ ﷺ بیت اللہ کے ایک طرف نماز ادا فرمارہے تھے اور آپ والطُّورِ وَكِتَابٍ مَسْطُورٍ کی قرأت فرمارہے تھے۔

تخریج صحيح البخاري - الصلاة (٤٥٢) صحيح البخاري - الحج (١٥٤٠) صحيح البخاري - الحج (١٥٤٦) صحيح البخاري - الحج(١٥٥٢) صحيح البخاري - تفسير القرآن(٤٥٧٢) صحيح مسلم - الحج(١٢٧٦) سنن النسائي - مناسك الحج(٢٩٢٥) سنن النسائي - مناسك الحج(٢٩٢٦) سنن النسائي - مناسك الحج(٢٩٢٧) سنن أبي داود - المناسك(١٨٨٢) سنن ابن ماجه - المناسك(٢٩٦١) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار(٢٩٠/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار(٣١٩/٦) موطأ مالك - الحج(٨٣٢)

شرح الحديث: قَالَتْ: فَطُفْتُ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَئِذٍ يُصَلِّي إِلَى جَنْبِ الْبَيْتِ وَهُوَ يَقْرَأُ بِالطُّورِ وَكِتَابٍ مَسْطُورٍ: **طواف ام سلمہؓ راکباً:** حضرت ام سلمہؓ نے اپنے کسی عذر مرض وغیرہ کیوجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لیکر طواف راکباً کیا۔ یہ طواف وداع تھا ۱۴ ذی الحجہ کا واقعہ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ نماز صبح کی نماز تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ سے نکلنے کے بعد محصب میں ٹھہرے پھر وہاں سے اخیر شب میں مکہ مکرمہ طواف وداع کیلئے تشریف لائے اور صبح کی نماز بھی ادا فرمائی جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز ادا فرمارہے تھے عین [1] اسی وقت ام سلمہؓ طواف کر رہی تھیں، نماز بیت اللہ کے بالکل متصل ہو رہی تھی اور ام سلمہؓ طواف راکباً لوگوں کے پیچھے کر رہی تھیں تاکہ تباعد عن الرجال اور تستر حاصل ہو۔ نیز یہ کہ سواری سے کسی نمازی کو اذیت نہ پہنچے۔

فائدہ: حجۃ الوداع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ مکرمہ سے واپسی الی المدینہ جس روز ہوئی اس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صبح کی نماز کا ذکر کتب صحاح میں کسی اور روایت میں نہیں ملتا بجز اس ام سلمہؓ کی روایت کے یا کم از کم مجھے نہیں ملا، قال المنذری: والحديث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي وابن ماجه (عون ج ۵ ص ۳۳۵)۔

۴۹۔ بَابُ الْاِضْطِبَاعِ فِي الطَّوَافِ

باب طواف میں اضطباع کی حالت بنانا

دراصل مناسک حج میں بعض چیزیں ایسی ہیں جو انبیاء و اولیاء کی یادگار ہیں، مثلاً سعی بین الصفا والمروہ، ایسے ہی رمی جمرات، علی ہذا رمل و اضطباع یہ دونوں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خاص وقتی مصلحت کے پیش نظر عمرۃ القضاء میں اختیار فرمائی تھیں لیکن ان کا سلسلہ بعد تک چلا۔ چنانچہ آگے (برقم ۱۸۸۷) حضرت عمرؓ کا ارشاد آرہا ہے: فِيمَ الرَّمَلَانُ الْيَوْمَ وَالْكَشْفُ عَنِ الْمَنَاكِبِ الخ کہ اگرچہ اس زمانہ میں رمل اور اضطباع (جس میں کشف مناکب ہوتا ہے) کی حاجت نہیں رہی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو جماؤ اور پختگی عطا فرمادی ہے [2] لیکن جس کام کو ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کرتے تھے اس کو ترک نہیں کریں گے۔

اضطباع [3] یہ ہے کہ احرام کی چادر کو اسکے وسط سے دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر اسکے ایک سرے کو آگے سینے کی جانب سے اور دوسرے سرے کو پیچھے کمر کی جانب سے بائیں کندھے پر ڈالنا۔ چونکہ اس میں ابداء ضبعین ہوتا ہے آدمی کے دونوں بازو اور ایک مونڈھا کھلا رہتا ہے اس لئے اس کو اضطباع کہتے ہیں، رمل اور اضطباع یہ دونوں اظہار تشجع (بہادری دکھانے کیلئے کئے جاتے

---

[1] اسمیں مصلحت یہی تھی کہ مرد اپنے کام میں مشغول رہیں اور یہ اپنے کام میں اور طواف راکباً کیوجہ سے جو بے پردگی ہوسکتی تھی رونما ہو (نووی)۔

[2] اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرۃ القضاء میں تو اضطباع اظہار تشجع کیلئے کیا تھا اور اس کے بعد حجۃ الوداع میں حصول امن کے باوجود اظہار تشکر یعنی تذکر نعمت کیلئے جیسا کہ محصب میں قیام بھی ایک یہ وجہ بیان کی جاتی ہے، ۱۲۔

[3] افتعال من الضبع بسكون الباء الموحدة وهو العضد ۱۲ نووی۔

ہیں) جس کا منشا آگے روایت میں آرہا ہے اور بعض نے اضطباع کی حکمت یہ لکھی ہے کہ یہ اسراع مشی میں معین ہے، اس ہیئت میں تیز چلنا آسان ہوتا ہے۔

اضطباع عند الأئمة الثلاثة مسنون ہے، امام مالکؒ اسکے قائل نہیں ہیں، اضطباع جمیع اشواط طواف میں ہوتا ہے اور رمل صرف شروع کے تین شوط میں، اضطباع رمل کی طرح عند الحنفية والشافعية على الراجح صرف اس طواف میں مستحب ہے جس کے بعد سعی ہو۔

فائدہ: اضطباع سنن کی روایات سے ثابت ہے، صحیحین اور سنن نسائی میں اس کی حدیث اور باب نہیں ہے امام ترمذیؒ نے اضطباع کی حدیث کو حسنٌ صحیحٌ لکھا ہے، بخلاف رمل کے کہ وہ صحیحین بلکہ صحاح ستہ سے ثابت ہے۔

۱۸۸۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ يَعْلَى، عَنْ يَعْلَى، قَالَ: «طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُضْطَبِعًا بِبُرْدٍ أَخْضَرَ».

ترجمہ: یعلی سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے سبز چادر میں اضطباع کرکے طواف فرمایا۔

تخریج: جامع الترمذي - الحج (٨٥٩) سنن أبي داود - المناسك (١٨٨٣) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩٥٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (٢٢٢/٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (٢٢٣/٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (٢٢٤/٤) سنن الدارمي - المناسك (١٨٤٣)

۱۸۸٤- حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ مُوسَى، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابَهُ: اعْتَمَرُوا مِنَ الْجِعْرَانَةِ فَرَمَلُوا بِالْبَيْتِ وَجَعَلُوا أَرْدِيَتَهُمْ تَحْتَ آبَاطِهِمْ قَدْ قَذَفُوهَا عَلَى عَوَاتِقِهِمُ الْيُسْرَى.

ترجمہ: سعید بن جبیر حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ نے جعرانہ سے عمرہ ادا کیا تو انہوں نے بیت اللہ کے طواف میں رمل کیا اور اپنی بغلوں کے نیچے سے چادروں کو بائیں کندھے پر ڈال دیا (یعنی اضطباع کیا)۔

تخریج: سنن أبي داود - المناسك (١٨٨٤) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٠٦/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٧١/١)

٥٠- بَابٌ فِي الرَّمَلِ

باب رمل کے متعلق حکم [1]

اس میں چند بحثیں ہیں: معنى الرمل، حكمه، لمن، في أي طواف، في كم أشواط، في كم جوانب، حكمة الرمل۔ یہ بات

[1] رمل بفتحتين از باب نصر ۱۲۔

بحثیں ہوئیں:

بحث اول: هو اسراع المشي مع تقارب الخطى وهز المنكبين، مونڈھے ہلاتے ہوئے اکڑ اکڑ کر چھوٹے چھوٹے قدموں کے ساتھ ذرا تیز رفتار چلنا جس طرح مقابلہ کے وقت پہلوان چلتے ہیں۔

بحث ثانی: ائمہ اربعہ کے نزدیک سنت ہے، ابن الماجشون المالکی اور ابن حزم کے نزدیک واجب ہے، ابن عباسؓ سے اس کا انکار منقول ہے جیسا کہ باب کی پہلی حدیث میں آرہا ہے۔

بحث ثالث: ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مکی اور آفاقی دونوں کیلئے ہے، امام احمدؒ کے نزدیک [1] صرف آفاقی کیلئے۔

بحث رابع: امام احمدؒ کے نزدیک صرف طواف قدوم میں، حنفیہ وشافعیہ علی الراجح فی کل طواف بعدہ سعی ہر اس طواف میں جس کے بعد سعی کی جائے۔

اسکی تفصیل یہ ہے مثلاً حج افراد میں صرف ایک سعی ہوتی ہے خواہ طواف قدوم کے بعد کی جائے خواہ طواف زیارت کے بعد پس اگر کسی کا ارادہ طواف قدوم کے بعد سعی کرنے کا ہو تو رمل اسی طواف قدوم میں کرے اور طواف وداع میں بھی رمل نہیں ہے کیونکہ اس کے بعد سعی بین الصفا والمروہ نہیں ہوتی ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک رمل طواف قدوم میں ہے اور اگر اس میں نہ کیا ہو تو طواف زیارت میں، حضرت شیخؒ نے تو یہی لکھا ہے لیکن ان کے..... مسلک میں اس میں مزید تفصیل معلوم ہوتی ہے، کما یظهر من الأوجز۔

بحث خامس: رمل ائمہ اربعہ کے نزدیک شروع کے اشواط ثلاثہ میں ہے اور اگر ان میں نہ کیا ہو تو پھر اس کی قضا اور تلافی باقی اشواط میں نہیں کی جائے گی اس لئے کہ باقی اشواط میں سکون ووقار کی ہیئت اختیار کرنا ہی مسنون ہے۔ اس میں عبداللہ بن الزبیرؓ کا اختلاف ہے۔ ان کے نزدیک رمل جمیع اشواط میں سنت ہے (منهل عن النووي)۔

بحث سادس: رمل عند الأئمة الأربعة بیت اللہ کے جوانب اربعہ میں مسنون ہے، خلافاً لبعض التابعين، إذ قالوا: يمشي فيما بين الركنين یعنی رکن یمانی اور رکن حجر اسود کے درمیان رمل نہیں ہوگا وہاں اپنی معتاد چال اور ہیئت سے چلا جائے، اس کا منشأ آگے معلوم ہو جائے گا۔

بحث سابع: رمل کی حکمت ومصلحت اظہار جلادت وقوت ہے جس کا منشاء آگے روایت میں آرہا ہے، یہ تو ابتداء کے لحاظ سے ہے وأما [2] الآن فحكمته تذكر نعمة الأمن وحصول الغلبة على الكفار۔

---

[1] حضرت شیخؒ نے تو یہی لکھا ہے لیکن زرقانی مالکیؒ نے امام مالکؒ کا مشہور قول بھی یہی لکھا ہے اور دوسرا قول وہ جو جمہور کا ہے کہ مکی کے حق میں بھی مستحب ہے ۱۲۔

[2] یعنی رمل کرنے سے یہ بات ذہن میں آئے گی کہ ایک وقت وہ تھا کہ یہاں مکہ مکرمہ میں کفار ومشرکین کا تسلط تھا اور ان کے استہزاء و تمسخر کے دفعیہ کیلئے ہمیں رمل کی ہدایت دی گئی تھی اور ایک وقت بحمد اللہ یہ ہے کہ سب کچھ اپنے قبضہ میں ہے، ۱۲۔

۱۸۸۵ حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ الْغَنَوِيُّ، عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ، قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: يَزْعُمُ قَوْمُكَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ رَمَلَ بِالْبَيْتِ وَأَنَّ ذَلِكَ سُنَّةٌ، قَالَ: صَدَقُوا وَكَذَبُوا، قُلْتُ: وَمَا صَدَقُوا، وَمَا كَذَبُوا، قَالَ: "صَدَقُوا، قَدْ رَمَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَذَبُوا، لَيْسَ بِسُنَّةٍ إِنَّ قُرَيْشًا قَالَتْ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ دَعُوا مُحَمَّدًا وَأَصْحَابَهُ حَتَّى يَمُوتُوا مَوْتَ النَّغَفِ فَلَمَّا صَالَحُوهُ عَلَى أَنْ يَجِيئُوا مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ، فَيُقِيمُوا بِمَكَّةَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَقَدِمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُشْرِكُونَ مِنْ قِبَلِ قُعَيْقِعَانَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ: «ارْمُلُوا بِالْبَيْتِ ثَلَاثًا»، وَلَيْسَ بِسُنَّةٍ، قُلْتُ: يَزْعُمُ قَوْمُكَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ عَلَى بَعِيرِهِ وَأَنَّ ذَلِكَ سُنَّةٌ، فَقَالَ: صَدَقُوا وَكَذَبُوا، قُلْتُ: مَا صَدَقُوا وَمَا كَذَبُوا؟ قَالَ: صَدَقُوا قَدْ طَافَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ عَلَى بَعِيرِهِ، وَكَذَبُوا لَيْسَ بِسُنَّةٍ، كَانَ النَّاسُ لَا يُدْفَعُونَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يُصْرَفُونَ عَنْهُ، فَطَافَ عَلَى بَعِيرٍ لِيَسْمَعُوا كَلَامَهُ وَلِيَرَوْا مَكَانَهُ وَلَا تَنَالُهُ أَيْدِيهِمْ.

ترجمہ: ابو طفیل سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے دریافت کیا کہ صحابہ کرام کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کے طواف میں رمل کیا ہے اور یہ کہ رمل مستقل سنت ہے۔ تو انہوں (حضرت ابن عباسؓ) نے جواب دیا کہ انہوں نے ایک سچی بات کہی اور ایک جھوٹی بات کہی۔ میں نے وضاحت چاہی کہ سچی بات کیا ہے اور جھوٹی بات کیا ہے؟ تو فرمایا: یہ تو صحیح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمل فرمایا لیکن یہ بات کہ رمل مستقل سنت ہے غلط ہے کیونکہ وہ سنت نہیں ہے۔ (پھر انہوں نے رمل کی ابتداء اور اسکی مشروعیت کی علت بیان کی) کہ قریش نے صلح حدیبیہ کے وقت کہا تھا کہ محمد اور ان کے ساتھیوں کو چھوڑ دو کہ یہ نغف کی بیماری میں خود اپنی موت آپ مر جائیں گے۔ نغف کہتے ہیں مویشیوں اونٹ، گائے، بکری میں ایسی بیماری لگ جائے کہ انکی ناک سے خون بہتا رہے اور وہ مر جائیں (انکے ذہن میں یہ بات تھی کہ مدینہ ایک وبائی شہر ہے وہاں کا بخار بڑا سخت ہوتا ہے اسلئے وہ تو کمزور دلاغر ہوں گے)۔ پھر جب انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات پر صلح کر لی کہ آپ اگلے سال (عمرہ کیلئے) تشریف لائیں اور مکہ میں تین دن ٹھہریں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور مشرکین بھی آپ سے پہلے جبل قعیقعان پر آ کر بیٹھ گئے (کہ مسلمان جب طواف کریں گے تو ان کا مذاق اڑائیں گے)۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی بات سے مطلع فرما دیا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے فرمایا کہ اس طواف میں رمل کریں (اکڑ اور اچھل اچھل کر طواف کریں) تین چکروں میں، لہٰذا یہ مستقل سنت نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا کہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا مروہ کی سعی اپنے اونٹ پر بیٹھ کر فرمائی اور یہ ایک مستقل سنت ہے۔ تو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ انہوں نے ایک سچ کہا اور ایک جھوٹ کہا۔ میں نے وضاحت چاہی کہ کیا سچ کہا اور کیا جھوٹ کہا؟ فرمانے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا و مروہ کے درمیان سعی اونٹ پر بیٹھ کر کی یہ تو انہوں نے سچ کہا اور جھوٹ یہ کہ یہ کوئی مستقل سنت نہیں ہے، اصل میں (ہجوم کی

کثرت تھی) لوگ آپکی زیارت کے شوق میں آگے بڑھتے تھے اور ہٹائے نہ جاتے تھے اسلئے آپ نے اونٹ پر بیٹھ کر سعی فرمائی تاکہ لوگ آپ کی بات سن لیں اور (دور ہی سے) آپ کی زیارت کر سکیں اور لوگوں کے ہاتھ آپ تک نہ پہنچ سکیں۔

تخریج صحيح البخاري - الحج (١٥٢٥) صحيح البخاري - الحج (١٥٦٦) صحيح البخاري - المغازي (٤٠٠٩) صحيح البخاري - المغازي (٤٠١٠) صحيح مسلم - الحج (١٢٦٤) جامع الترمذي - الحج (٨٦٣) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٤٥) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٧٩) سنن أبي داود - المناسك (١٨٨٥) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩٥٣) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٩٠/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٩٥/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٠٦/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٧٣/١)

شرح الحدیث قَالَ: صَدَقُوا وَكَذَبُوا: حضرت ابن عباسؓ سے سوال کیا گیا کہ بہت سے لوگ یہ کہتے ہیں حضور ﷺ نے بیت اللہ کے طواف میں رمل کیا ہے، اور یہ کہ رمل مستقل سنت ہے، انہوں نے جواب میں فرمایا: ان میں سے ایک بات سچی ہے اور ایک جھوٹ، سائل نے اس کی تشریح چاہی تو فرمایا کہ یہ تو صحیح ہے آپ ﷺ نے رمل کیا ہے لیکن یہ بات کہ یہ مستقل سنت ہے غلط ہے (پھر اس کے بعد انہوں نے رمل کی ابتداء اور اس کی مشروعیت کی علت بیان کی) کہ عمرۃ القضاء والے سال جب حضور ﷺ صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کیساتھ مکہ میں عمرہ کے لئے تشریف لا رہے تھے تو چونکہ کفار کے ذہن میں پہلے سے یہ تھا کہ مدینہ ایک وبائی شہر ہے وہاں کا بخار بڑا سخت ہوتا ہے اس لئے وہ کہنے لگے کہ مدینہ کے بخار زدہ طواف کیلئے آرہے ہیں، وَهَنَتْهُمْ حُمَّى يَثْرِبَ، جن کو یثرب کے بخار نے لاغر و کمزور کر رکھا ہے (وہ کیا طواف کریں گے) مزید بر آں انہوں نے یہ کیا کہ حطیم کی جانب جو ایک پہاڑی ہے جس کو جبل قعیقعان کہتے ہیں اس پر بعض ان میں سے اس لئے بیٹھ گئے کہ جب مسلمان یہاں پہنچ کر طواف کریں گے تو ہم ان کا مذاق اڑائیں گے، اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو کفار کے اس مقولہ سے مطلع فرمادیا (دشمن چہ کند چو مہربان باشد دوست) تو آپ نے ان کی اس اسکیم اور افواہ کو فیل کرنے کیلئے صحابہ کو ہدایت فرمائی کہ اس طواف میں رمل کریں (اکڑ کر اور اچھل اچھل کر طواف کریں) اور بعد والی روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے اضطباع کا بھی حکم فرمایا۔

حضرت ابن عباسؓ کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ رمل آپ ﷺ نے ایک وقتی ضرورت و مصلحت کی بناء پر کیا تھا اور وہ علت اس وقت موجود نہیں ہے لہذا یہ سنت مستقلہ نہیں ہے، جمہور یہ کہتے ہیں: کیونکہ رمل آپ ﷺ نے اس کے بعد حجۃ الوداع میں بھی کیا ہے اس لئے یہ سنت مستقلہ ہی ہے۔

حَتَّى يَمُوتُوا مَوْتَ النَّغَفِ: یہاں تک کہ وہ ہلاک ہوجائیں اس کثرت سے جس طرح اونٹ اور بھیڑ بکریاں مر جاتی ہیں نغف کیوجہ سے۔ نغف ایک کیڑا ہوتا ہے جو اونٹ اور بکریوں کی ناک میں پیدا ہوجاتا ہے جس کی وجہ سے وہ منٹوں میں سینکڑوں مر جاتے ہیں۔

قُلْتُ: يَزْعُمُ قَوْمُكَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ عَلَى بَعِيرِهِ وَأَنَّ ذَلِكَ سُنَّةٌ: یہ دوسرا سوال

ہے جو سعی سے متعلق ہے اس کے بارے میں بھی انہوں نے یہی فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے سعی راکباً ایک مجبوری کی وجہ سے فرمائی تھی کہ ہجوم کی کثرت تھی لوگ آپ ﷺ کی زیارت کے شوق میں آگے بڑھتے تھے اور ہٹائے نہیں ہٹتے تھے تو اس لئے آپ ﷺ نے سعی راکباً فرمائی۔

لِيَسْمَعُوا كَلَامَهُ وَلِيَرَوْا مَكَانَهُ وَلَا تَنَالُهُ أَيْدِيهِمْ: تاکہ لوگ بسہولت آپ ﷺ کی بات سن سکیں اور دور ہی سے آپ ﷺ کی زیارت بھی کر سکیں اور لوگوں کے ہاتھ آپ ﷺ تک نہ پہونچ سکیں، بخلاف سعی ماشیاً کے کہ اس صورت میں بڑی پریشانی ہو جاتی، کوئی آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑتا اور کوئی دامن کھینچتا۔ اللہ اکبر! صحابہ کرامؓ کے شوق وجان نثاری کا عجیب عالم تھا، صلی اللہ علیہ وسلم شرف کرمہ ورضی عن أصحابه وأرضاهم۔ قال المنذري: وأبو الطفيل هو عامر بن واثلة وهو آخر من مات من الصحابة رضي الله عنه وقد اخرج هذا الحديث مسلم في صحيحه (عون — ج ۵ ص ۳۳۹)۔

۱۸۸۶ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، أَنَّهُ حَدَّثَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ وَقَدْ وَهَنَتْهُمْ حُمَّى يَثْرِبَ فَقَالَ الْمُشْرِكُونَ: إِنَّهُ يَقْدَمُ عَلَيْكُمْ قَوْمٌ قَدْ وَهَنَتْهُمُ الْحُمَّى وَلَقُوا مِنْهَا شَرًّا فَأَطْلَعَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ نَبِيَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مَا قَالُوهُ: "فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَرْمُلُوا الْأَشْوَاطَ الثَّلَاثَةَ، وَأَنْ يَمْشُوا بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ فَلَمَّا رَأَوْهُمْ رَمَلُوا قَالُوا: هَؤُلَاءِ الَّذِينَ ذَكَرْتُمْ أَنَّ الْحُمَّى قَدْ وَهَنَتْهُمْ هَؤُلَاءِ أَجْلَدُ مِنَّا". قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَلَمْ يَأْمُرْهُمْ أَنْ يَرْمُلُوا الْأَشْوَاطَ كُلَّهَا إِلَّا إِبْقَاءً عَلَيْهِمْ.

ترجمہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ تشریف لائے اور آپ کو مدینہ منورہ کے بخار نے کمزور کر دیا تھا تو مشرکین کہنے لگے کہ تمہارے پاس ایسے لوگ آرہے ہیں کہ جن کو بخار نے لاغر کر دیا اور ان لوگوں کو بخار سے بہت تکلیف بھی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو کفار کے قول سے مطلع فرمادیا تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو ہدایت فرمائی کہ وہ تین چکروں میں رمل کریں اور حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان معمول کی رفتار سے چلیں پھر جب انہوں نے آپ ﷺ اور صحابہ کو رمل (دوڑ کر طواف) کرتے دیکھا تو کہنے لگے کہ یہی ہیں وہ لوگ جن کے بارے میں تم نے کہا تھا کہ ان کو بخار نے لاغر کر دیا، یہ تو ہم سے بھی زیادہ زور آور اور بہادر ہیں۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو سارے چکروں میں رمل کرنے کا حکم ان کے ساتھ نرمی وشفقت کی وجہ سے نہ دیا۔

تخریج صحيح البخاري - الحج (۱۵۲۵) صحيح البخاري - الحج (۱۵٦٦) صحيح البخاري - المغازي (٤٠٠٩) صحيح البخاري - المغازي (٤٠١٠) صحيح مسلم - الحج (١٢٦٤) صحيح مسلم - الحج (١٢٦٦) جامع الترمذي - الحج (٨٦٣) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٤٥) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٧٩) سنن أبي داود - المناسك (١٨٨٦) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩٥٣) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٢٩٠) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٢٩٥) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٣٠٦) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٣٧٣)

شرح الحديث: وَأَنْ يَمْشُوا بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ: رکن یمانی اور رکن حجر اسود کے درمیان اپنی چال چلیں یعنی رمل نہ کریں

جس کی وجہ اگلی روایت میں یہ آرہی ہے کہ چونکہ جو کفار دیکھنے کیلئے جس پہاڑی پر بیٹھے تھے وہ حطیم کی جانب ہے جو رکنین یمانیین کی جانبِ مقابل ہے تو صحابہ کرام طواف کرتے ہوئے جب اس طرف آتے تھے تو چونکہ درمیان میں بیت اللہ کی عمارت حائل ہو جاتی تھی اسلئے وہ کفار کو نظر آنے بند ہو جاتے تھے اور مقصود رمل سے انہی کو دکھانا تھا اس لئے اس جانب میں رمل نہیں کیا گیا، اسی لئے بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ رمل صرف جوانب ثلاثہ میں ہوگا کما تقدم فی البحث السادس، جمہور یہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حجۃ الوداع میں جوانب اربعہ میں فرمایا ہے لہذا اسی پر عمل ہوگا۔

هَؤُلَاءِ أَجْلَدُ مِنَّا: یہ تو ہم سے بھی زیادہ قوی ہیں اور آگے (برقم ۱۸۸۹) ان کا مقولہ میں آرہا ہے: كَأَنَّهُمُ الْغِزْلَانُ کہ یہ تو ہرن کے بچوں کی طرح اچھل رہے ہیں (غزلان بروزن غلمان، جمع غزال ہرنی کا بچہ)۔

إِلَّا إِبْقَاءُ عَلَيْهِمْ: ابقاء کے معنی شفقت کے ہیں، یعنی تمام اشواط میں رمل کا حکم شفقۃً نہیں دیا ورنہ تھک جائینگے۔ قال المنذري: وأخرجه البخاري ومسلم والنسائي اهـ (عون – ج ٥ ص ٣٤٠)۔

١٨٨٧- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، يَقُولُ: «فِيمَ الرَّمَلَانُ الْيَوْمَ وَالْكَشْفُ عَنِ الْمَنَاكِبِ وَقَدْ أَطَّأَ اللَّهُ الْإِسْلَامَ، وَنَفَى الْكُفْرَ وَأَهْلَهُ مَعَ ذَلِكَ لَا نَدَعُ شَيْئًا كُنَّا نَفْعَلُهُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

ترجمہ: زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت عمر بن الخطابؓ کو فرماتے ہوئے سنا: رمل اور کندھوں کو کھولنے (اضطباع) کرنے کی اب کیا وجہ رہ گئی جبکہ اللہ نے اسلام کو سربلند فرمادیا اور کفر اور کفار کو پست فرمادیا، مگر اسکے باوجود ہم جو کام رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں کیا کرتے تھے وہ نہیں چھوڑیں گے (مسنون ہونے کی وجہ سے)۔

تخریج: سنن أبي داود – المناسك (١٨٨٧) سنن ابن ماجه – المناسك (٢٩٥٢) مسند أحمد – مسند العشرة المبشرين بالجنة (٤٥/١)

١٨٨٨- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي زِيَادٍ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّمَا جُعِلَ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَرَمْيُ الْجِمَارِ لِإِقَامَةِ ذِكْرِ اللَّهِ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی اور جمرات کی رمی اللہ کا ذکر کرنے کے لئے مشروع فرمائی گئی۔

تخریج: جامع الترمذي – الحج (٩٠٢) سنن أبي داود – المناسك (١٨٨٨) مسند أحمد – باقي مسند الأنصار (٦٤/٦) مسند أحمد – باقي مسند الأنصار (٧٥/٦) سنن الدارمي – المناسك (١٨٥٣)

شرح الحدیث: بیت اللہ کا طواف اور سعی بین الصفا والمروہ اور رمی جمار، یہ چیزیں اس لئے مشروع کی گئیں تاکہ ان تاریخی اور مقدس مقامات میں اللہ کو یاد کیا جائے، لہذا یہ سب کام پوری توجہ سے کئے جائیں نہ کہ غفلت سے۔ علماء نے لکھا ہے اگرچہ تمام

ہی عبادات سے مقصود ذکر اللہ ہے، ان امور کی تخصیص اس لئے کی گئی ہے کہ یہ کام بظاہر عبادت معلوم نہیں ہوتے ہیں۔

۱۸۸۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ، عَنِ ابْنِ خُثَيْمٍ، عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " اضْطَبَعَ فَاسْتَلَمَ وَكَبَّرَ، ثُمَّ رَمَلَ ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ وَكَانُوا، إِذَا بَلَغُوا الرُّكْنَ الْيَمَانِيَ وَتَغَيَّبُوا مِنْ قُرَيْشٍ مَشَوْا، ثُمَّ يَطْلُعُونَ عَلَيْهِمْ يَرْمُلُونَ، تَقُولُ قُرَيْشٌ: كَأَنَّهُمُ الْغِزْلَانُ"، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَكَانَتْ سُنَّةً.

ترجمہ: ابو طفیل حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم سرور دوعالم ﷺ نے اضطباع فرمایا، پھر حجر اسود کو بوسہ دیا اور تکبیر پڑھی، اسکے بعد تین چکروں میں طواف کے رمل فرمایا اور جب صحابہ کرام طواف کرتے ہوئے رکن یمانی تک پہنچتے اور کفار قریش کی نظروں سے اوجھل ہو جاتے تو عام رفتار سے چلنے لگتے پھر جب ان کی نگاہوں کے سامنے ہوتے تو دوڑنے لگتے تو قریش کہنے لگے: یہ تو ہرنوں کی طرح ہیں۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ پھر رمل کرنا مسنون عمل ہو گیا۔

تخریج: صحيح البخاري - الحج (١٥٢٥) صحيح البخاري - الحج (١٥٦٦) صحيح البخاري - المغازي (٤٠٠٩) صحيح البخاري - المغازي (٤٠١٠) صحيح مسلم - الحج (١٢٦٤) جامع الترمذي - الحج (٨٦٣) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٤٥) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٧٩) سنن أبي داود - المناسك (١٨٨٩) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩٥٣) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٩٠/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٩٥/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٠٦/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٧٣/١)

۱۸۹۰- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ، عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابَهُ «اعْتَمَرُوا مِنَ الْجِعْرَانَةِ فَرَمَلُوا بِالْبَيْتِ ثَلَاثًا، وَمَشَوْا أَرْبَعًا».

ترجمہ: ابو الطفیل حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام نے جعرانہ سے عمرہ کیا تو بیت اللہ کے طواف میں تین چکر دوڑ کر لگائے اور چار چکروں میں عام رفتار سے چلے۔

تخریج: صحيح البخاري - الحج (١٥٢٥) صحيح البخاري - الحج (١٥٦٦) صحيح البخاري - المغازي (٤٠٠٩) صحيح البخاري - المغازي (٤٠١٠) صحيح مسلم - الحج (١٢٦٤) جامع الترمذي - الحج (٨٦٣) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٤٥) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٧٩) سنن أبي داود - المناسك (١٨٩٠) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩٥٣) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٩٠/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٩٥/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٠٦/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٧٣/١)

۱۸۹۱- حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمُ بْنُ أَخْضَرَ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ، «رَمَلَ مِنَ الْحَجَرِ إِلَى الْحَجَرِ، وَذَكَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ ذَلِكَ».

ترجمہ: نافع حضرت ابن عمرؓ کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حجر اسود سے حجر اسود تک رمل کیا اور یہ بات بتلائی کہ رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح کیا۔

تخریج: صحيح البخاري - الحج (١٥٢٦) صحيح البخاري - الحج (١٥٢٧) صحيح البخاري - الحج (١٥٣٧) صحيح البخاري - الحج (١٥٣٨) صحيح البخاري - الحج (١٥٦٢) صحيح مسلم - الحج (١٢٦١) صحيح مسلم - الحج (١٢٦٢) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٤٠) سنن النسائي - مناسك الحج

(٢٩٤١) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٤٢) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٤٣) سنن أبي داود - المناسك (١٨٩١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٣/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٤/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٣٠/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٤٠/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٥٩/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٧١/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٧٥/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٩٨/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٠٠/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١١٤/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٢٣/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٥٥/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٥٧/٢) موطأ مالك - الحج (٨١٧) سنن الدارمي - المناسك (١٨٤١) سنن الدارمي - المناسك (١٨٤٢)

٥١ - بَابُ الدُّعَاءِ فِي الطَّوَافِ

باب دوران طواف دعا کرنے کے متعلق

بَابُ الدعاءِ فِي الطَّوَافِ صحاح ستہ میں سے کسی کتاب میں مجھے نہیں ملا البتہ بَابُ الْكَلَامِ فِي الطَّوَافِ بخاری اور نسائی میں موجود ہے اور امام ترمذیؒ نے باب بلا ترجمہ میں کلام فی الطواف کی حدیث ذکر فرمائی ہے۔ امام بخاریؒ نے بَابُ الْكَلَامِ فِي الطَّوَافِ میں ابن عباسؓ کی حدیث ذکر فرمائی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ کا گزر طواف کرتے ہوئے ایک ایسے شخص پر ہوا جو طواف کر رہا تھا اور اس نے اپنے ہاتھ کو کسی تسمہ وغیرہ سے دوسرے شخص کے ساتھ باندھ رکھا تھا اور وہ دونوں اس کیفیت کے ساتھ طواف کر رہے تھے تو آپ ﷺ نے اس تسمہ کو اپنے دست مبارک سے قطع کر دیا اور زبان سے یہ فرمایا قُدْهُ بِيَدِهِ کہ بجائے باندھنے کے اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو لے چل [1]۔ اس حدیث سے کلام فی الطواف کا ثبوت ہو گیا کیونکہ آپ ﷺ نے طواف کرتے ہوئے اس سے فرمایا: قُدْهُ بِيَدِهِ۔ اور امام ترمذیؒ نے ابن عباسؓ کی ایک روایت مرفوعہ ذکر فرمائی ہے: الطَّوَافُ حَوْلَ الْبَيْتِ مِثْلُ الصَّلَاةِ، إِلَّا أَنَّكُمْ تَتَكَلَّمُونَ فِيهِ، فَمَنْ تَكَلَّمَ فِيهِ فَلَا يَتَكَلَّمَنَّ إِلَّا بِخَيْرٍ [2] اور یہی دونوں روایتیں امام نسائی نے ذکر فرمائی ہیں، اس میں اس طرح ہے: الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ صَلَاةٌ، فَأَقِلُّوا مِنَ الْكَلَامِ [3]۔ معلوم ہوا کلام فی الطواف جائز ہے، جمہور علماء ائمہ اربعہ کا مذہب یہی ہے۔

١٨٩٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عُبَيْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ السَّائِبِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَا بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً، وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ».

ترجمہ: عبد اللہ بن سائب سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حجر اسود اور رکن

---

[1] صحيح البخاري - كتاب الحج - باب الكلام في الطواف ١٥٤١

[2] جامع الترمذي - كتاب الحج - باب ما جاء في الكلام في الطواف ٩٦٠

[3] سنن النسائي - كتاب مناسك الحج - باب إباحة الكلام في الطواف ٢٩٢٢

یمانی کے درمیان یہ دعا کرتے سنا: رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً، وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

تخریج سنن أبي داود - المناسك (١٨٩٢) مسند أحمد - مسند المكيين (٣/٤١١)

شرح الحدیث اس تمہید کے بعد جاننا چاہیے کہ طواف میں کیا دعا پڑھنی چاہیے؟ حدیث الباب میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم طواف کرتے وقت رکنین یمانیین پر جب پہونچتے تھے تو اس وقت رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً الخ پڑھتے تھے، اس سلسلے میں حج کی جو کتابیں چھپتی ہیں اور حج کے زمانہ میں وہاں تقسیم ہوتی ہیں اس میں طواف کے ہر ہر شوط کی الگ الگ دعائیں لکھی ہیں لیکن ان دعاؤں کا ثبوت حدیث سے نہیں ہے۔ قسطلانی شرح بخاری میں ہے: ابن المنذر فرماتے ہیں کہ طواف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی دعا ثابت نہیں بجز رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً الخ کے بین الرکنین الیمانیین، پھر وہ آگے لکھتے ہیں: رافعی سے منقول ہے کہ طواف میں قرأت قرآن افضل ہے دعا غیر ماثور سے اور دعا ماثور افضل ہے تلاوت قرآن سے اور صاحب ہدایہ لکھتے ہیں: طواف میں ذکر اللہ افضل ہے بنسبت تلاوت کے اور مالکیہ کے نزدیک طواف میں قرأت مکروہ ہے، اھ مختصراً [1]۔

١٨٩٣ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ «إِذَا طَافَ فِي الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ أَوَّلَ مَا يَقْدَمُ فَإِنَّهُ يَسْعَى ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ، وَيَمْشِي أَرْبَعًا ثُمَّ يُصَلِّي سَجْدَتَيْنِ».

ترجمہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حج یا عمرہ کا طواف پہلی مرتبہ کر رہے ہوتے تھے تو تین چکروں میں دوڑتے اور چار چکروں میں عام رفتار سے چلتے، پھر دو رکعت نماز پڑھتے۔

تخریج صحيح البخاري - الحج (١٥٢٦) صحيح البخاري - الحج (١٥٢٧) صحيح البخاري - الحج (١٥٣٧) صحيح البخاري - الحج (١٥٣٨) صحيح البخاري - الحج (١٥٦٢) صحيح مسلم - الحج (١٢٦١) صحيح مسلم - الحج (١٢٦٢) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٤٠) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٤١) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٤٢) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٤٣) سنن أبي داود - المناسك (١٨٩٣) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩٥٠) موطأ مالك - الحج (٨١٧) سنن الدارمي - المناسك (١٨٤١) سنن الدارمي - المناسك (١٨٤٢)

شرح الحدیث ثُمَّ يُصَلِّي سَجْدَتَيْنِ: یہ وہ دو رکعتیں ہیں جو طواف کے بعد پڑھی جاتی ہیں (تحیۃ الطواف) یہ نماز چونکہ متعلقات طواف میں سے ہے اور نماز دعا پر مشتمل ہوتی ہی ہے پس گویا اس میں دعا مانگنا یہ دعا فی الطواف ہے (بذل [2])۔

تحیۃ الطواف حنفیہ کے نزدیک واجب اور امام احمدؒ کے نزدیک سنت ہے اور شافعیہ کے دونوں قول ہیں اور تیسرا قول یہ ہے کہ طواف واجب کے بعد واجب ہے اور غیر واجب کے بعد سنت، مالکیہ کے یہاں یہ جملہ اقوال ہیں (جزء الحج [3])۔

---

[1] إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري - ج ٣ ص ١٧٠

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٩ ص ١٥٦

[3] حجة الوداع وعمرات النبي صلى الله عليه وسلم - ص ٧٧

٥٢۔ بَابُ الطَّوَافِ بَعْدَ الْعَصْرِ

باب نماز عصر کے بعد طواف کرنے کا حکم

١٨٩٤- حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، وَالْفَضْلُ بْنُ يَعْقُوبَ وَهَذَا لَفْظُهُ قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بَابَاهُ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تَمْنَعُوا أَحَدًا يَطُوفُ بِهَذَا الْبَيْتِ وَيُصَلِّي أَيَّ سَاعَةٍ شَاءَ مِنْ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ». قَالَ الْفَضْلُ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ، لَا تَمْنَعُوا أَحَدًا".

ترجمہ: عبد اللہ بن باباہ جبیر بن مطعم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کسی شخص کو بیت اللہ کے طواف سے اور نماز سے نہ روکو جس وقت وہ چاہے دن یا رات میں طواف کرے یا نماز پڑھے۔

تخریج: جامع الترمذي - الحج (٨٦٨) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٢٤) سنن أبي داود - المناسك (١٨٩٤) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٢٥٤) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٤/٨١) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٤/٨٣) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٤/٨٤) سنن الدارمي - المناسك (١٩٢٦)

شرح الحدیث: لَا تَمْنَعُوا کا خطاب بنو عبد مناف کو ہے، جیسا کہ بعض روایات میں ہے: یَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ! لَا تَمْنَعُوا الخ اس حدیث میں بنو عبد مناف کو اس بات سے روکا گیا ہے کہ وہ کسی شخص کو منع کریں بیت اللہ کا طواف کرنے سے یا (مسجد حرام میں) نماز پڑھنے سے کسی بھی وقت خواہ دن ہو یا رات۔

یہ حدیث سنن اربعہ کی روایت ہے، اس سے شافعیہ نے اس پر استدلال کیا ہے کہ مکہ مکرمہ میں کوئی وقت......وقت مکروہ نہیں ہے بلکہ وہاں ہر وقت نماز پڑھ سکتے ہیں (کما تقدم فی کتاب الصلاۃ) اس کا جواب اور مذاہب ائمہ وہاں گزر گئے ہیں۔ علامہ سندھیؒ نے حدیث کا مطلب یہ لکھا ہے کہ آپ ﷺ کی مراد یہ ہے: جو شخص بھی مسجد حرام میں نماز یا طواف کے ارادہ سے داخل ہونا چاہیے دن میں یا رات میں کسی بھی وقت، تو تم کو اس کو منع کرنے کا حق نہیں ہے اور یہ مطلب نہیں کہ مکہ میں جو شخص جس وقت بھی نماز یا طواف کرے تو اس کو کرنے دو اور یہ مطلب اس لئے لیا گیا ہے تا کہ یہ حدیث احادیث النہی کے خلاف نہ ہو۔ نیز حرم شریف کے جو دربان تھے وہ اپنی حکومت چلاتے تھے ہر شخص کو ہر وقت دخول کی اجازت نہیں دیتے تھے اسی وجہ سے ان کو تنبیہ کی گئی (کذا سمعت من بعض الأساتذۃ)۔

اسکے بعد سمجھئے کہ طواف بعد العصر یا بعد الفجر بالاتفاق جائز ہے، البتہ تحیۃ الطواف میں اختلاف ہے، حنفیہ ومالکیہ کے نزدیک مکروہ ہے، شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک وہ بھی بلا کراہت جائز ہے، ان کا استدلال اسی حدیث جبیر بن مطعمؓ سے ہے جس کا جواب ہم اوپر لکھ چکے ہیں، واللہ تعالیٰ أعلم۔

٥٣۔ بَابُ طَوَافِ الْقَارِنِ

باب حج قران کرنے والے کے طواف کے متعلق حکم

یہ مشہور اختلافی مسئلہ ہے جو پہلے کئی جگہ گزر چکا، عند الجمہور[1] قارن پر صرف ایک طواف اور ایک سعی ہے، وعند الحنفية: لا بدله من طوافين وسعيين۔

طواف قارن کے سلسلہ میں فریقین کے استدلال کا جائزہ: اس باب میں مصنف نے تین حدیثیں ذکر کی ہیں، حدیث جابر بن عبد اللہؓ اور دو حدیثیں حضرت عائشہؓ کی۔ ان میں سے پہلی حدیث سنن اربعہ اور صحیح مسلم کی ہے اور دوسری حدیث نسائی شریف کی اور تیسری حدیث صحیح مسلم کی۔ ان کے علاوہ اس سلسلے کی جو حدیث متفق علیہ ہے جس کی تخریج بخاری و مسلم دونوں نے کی ہے اس کو مصنف باب الافراد میں لائے ہیں یعنی حدیث عائشہؓ جس کے آخر میں یہ ہے: وَأَمَّا الَّذِينَ كَانُوا جَمَعُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَإِنَّمَا طَافُوا طَوَافًا وَاحِدًا[2]۔ امام بخاریؒ نے باب طواف القارن میں پہلے اسی حدیث کو ذکر فرمایا ہے، اس حدیث کی جو توجیہ ہماری طرف سے کی جاتی ہے وہ ہم باب الافراد میں لکھ چکے ہیں اور بحمد اللہ وہ توجیہ سیاق حدیث کے بہت قریب ہے بلکہ فیض الباری میں تو شاہ صاحب سے یہ نقل کیا ہے کہ بعض روایات کے الفاظ تو اس میں صریح ہیں۔ حضرت امام بخاریؒ نے باب مذکور میں جو دوسری حدیث ذکر فرمائی ہے وہ حدیث ابن عمرؓ ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ حج قران کیا اور اس کیلئے صرف ایک طواف اور ایک سعی کی اور پھر یہ فرمایا: هكذا فعل رسول الله صلى الله عليه وسلم[3]۔

اس کے جواب میں شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں (كما في فيض الباري) کہ اس معاملہ میں زیادہ اہمیت علیؓ کی روایت کو ہو سکتی ہے کیونکہ اول تو حضرت علیؓ حضرت علیؓ ہیں اور ابن عمرؓ ابن عمرؓ ہی ہیں، دوسرے اس لئے کہ علیؓ کا احرام وہی تھا جو حضور ﷺ کا تھا جیسا کہ روایات میں مشہور و معروف ہے اور حضرت علیؓ کا مسلک یہ ہے: القارن يطوف طوافين ويسعى سعيين۔ اسی طرح حضرت ابن مسعودؓ سے بھی یہی منقول ہے، رواهما الطحاوي بأسانيد قوية[4]، حتی کہ حافظ ابن حجرؒ نے بھی اس کا اعتراف کیا

---

[1] قال الحافظ شمس الدين ابن القيمؒ في تهذيب السنن: اختلف العلماء في طواف القارن والمتمتع على ثلاثة مذاهب. أحدها: أن على كل منهما طوافين وسعيين، ويروي ذلك عن عليؓ وابن مسعودؓ وهو قول سفيان الثوري وأبي حنيفة وأهل الكوفة والأوزاعي، وإحدى الروايات عن الإمام أحمد. الثاني: أن عليهما كليهما طوافا واحدا وسعيا واحدا، نص عليه الإمام أحمد في رواية ابنه عبد الله، وهو ظاهر حديث جابر هذا. الثالث: أن على المتمتع طوافين وسعيين وعلى القارن سعي واحد، وهذا هو المعروف عن عطاء وطاوس والحسن، وهو مذهب مالك والشافعي وظاهر مذهب أحمد اه.
(تهذيب السنن—ج ١ ص ٦٧٠–٦٧٢)

[2] سنن أبي داود - كتاب المناسك - باب في إفراد الحج ١٧٨١

[3] صحيح البخاري - كتاب الحج - باب طواف القارن ١٥٥٩

[4] فيض الباري على صحيح البخاري — ج ٣ ص ٢٣٣

ہے، جبکہ ابن حزم نے یہ کہا تھا کہ اس سلسلے میں حضور ﷺ اور آپ کے اصحاب سے کچھ ثابت نہیں ہے، اس پر حافظ صاحب فتح الباری میں فرماتے ہیں: قلت: لكن روى الطحاوي وغيره مرفوعا عن علي وابن مسعود ذلك بأسانيد لا بأس بها اھ[1]
اور شیخ ابن الہمام (اور علامہ عینیؒ) نے حدیث علیؓ کو نسائی کی سنن کبریٰ کے حوالہ سے نقل کیا ہے هكذا: عَن حَمَّاد بن عبد الرَّحْمَن الْأَنْصَارِيّ، عَن إِبْرَاهِيم بن مُحَمَّد بن الحنفية، قَالَ: طفت مَعَ أبي، وَقد جمع بَين الْحَج وَالْعمْرَة، فَطَاف لَهما طوافين، وسعى لَهما سعيين، وحَدثنِي أَن عليا رَضِي الله تَعَالَى عَنهُ فعل ذَلِك، وحدثه أَن رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فعل ذَلِك. قال العلامة ابن الهمام: وَحَمَّاد: هَذَا ضعفه الْأَزْدِيّ؟ قلت: ذكره ابْن حبَان فِي (الثِّقَات)[2]. فلا ينزل حديثه عن درجة الحسن مع انه روى عن علي ﷺ بطرق كثيرة مضعفة ترتقي الى الحسن، اھ۔
علامہ قسطلانی شرح بخاری میں شیخ ابن الہمام کا مذکورہ بالا کلام ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ولا ريب أن العمل بما في صحيح البخاري أولى من حديث لم يكن على رسم الصحيح على ما لا يخفى اھ[3]، لیکن ہمارے علماء یہ کہتے ہیں کہ حدیث بخاری تو مؤول ہے اور اگر اس کو ظاہر پر رکھا جائے تو سبھی کے خلاف پڑ جائیگی، نہ صرف ائمہ فقہ بلکہ جملہ روایات حدیثیہ کے بھی (كما تقدم توضيحه في باب الطواف الواجب) دراصل بات یہ ہے کہ آپ ﷺ نے مکہ مکرمہ پہونچتے ہی پہلے روز جو طواف فرمایا تھا جس کو وہ بھی مانتے ہیں اور ہم بھی اسکے بارے میں ہم تو یہ کہتے ہیں کہ وہ طواف عمرہ تھا اور وہ یہ کہتے[4] ہیں کہ وہ طواف قدوم تھا۔ وہ اپنی رائے پر قرینہ میں اس حدیث کو پیش کرتے ہیں: أَمَّا الَّذِينَ كَانُوا جَمَعُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَإِنَّمَا طَافُوا طَوَافًا وَاحِدًا، اور حنفیہ اپنی رائے کی تائید میں ان روایات کو پیش کرتے ہیں جن میں تعدد طواف و سعی مذکور ہے وہ گو سنداً اتنی قوی نہ ہوں جتنی یہ ہیں لیکن اول تو وہ صریح ہیں مؤول نہیں، دوسرے یہ کہ قیاس کے موافق وہی ہیں، واللہ سبحانہ وتعالیٰ أعلم بالصواب۔

١٨٩٥ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، يَقُولُ: «لَمْ يَطُفِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا أَصْحَابُهُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ إِلَّا طَوَافًا وَاحِدًا طَوَافَهُ الْأَوَّلَ».

ترجمہ: ابو زبیر کہتے ہیں کہ میں نے جابر بن عبد اللہؓ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ نے صفا و مروہ کی ایک مرتبہ سعی فرمائی یعنی بیت اللہ کے طواف قدوم کرنے کے بعد سعی کی تھی۔

تخریج: صحيح مسلم - الحج (١٢١٥) صحيح مسلم - الحج (١٢٧٩) جامع الترمذي - الحج (٩٤٧) سنن أبي داود - المناسك (١٨٩٥) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩٧٢) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩٧٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٢٩٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ٣ ص ٤٩٥
[2] عمدة القاري شرح صحيح البخاري - ج ٩ ص ٢٨٠
[3] إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري - ج ٣ ص ١٨٣
[4] اس پر انور شاہؒ فرماتے ہیں کہ یہ اختلاف روایات نہیں ہے بلکہ اختلاف تخریج ہے، شافعیہ کے مشائخ کی تخریج یہ ہے اور مشائخ حنفیہ کی تخریج وہ ہے ١٢۔

(٣٦٦/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٨١/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٨٧/٣)

شرح الحدیث یہ باب کی پہلی حدیث ہے جس میں طواف کا ذکر نہیں ہے بلکہ سعی وبین الصفا والمروہ مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک سعی فرمائی، ہماری طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ مراد یہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیلئے صرف ایک سعی کی اور یہ صحیح ہے اس لئے کہ حج میں طواف تو کئی ہوتے ہیں (طواف قدوم، طواف زیارت، طواف وداع) لیکن سعی صرف ایک ہی مرتبہ ہوتی ہے لیکن اگر کوئی شخص حج کے ساتھ عمرہ بھی کرے کما فی القران والتمتع تو ظاہر ہے کہ اس کیلئے طواف اور سعی الگ مستقل کرنی ہوگی، دوسرے دلائل کی بنا پر۔

١٨٩٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ أَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِينَ كَانُوا مَعَهُ لَمْ يَطُوفُوا حَتَّى رَمَوُا الْجَمْرَةَ.

ترجمہ حضرت عروہؓ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اصحابِ رسول جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے انہوں نے جمرۂ عقبہ کی رمی کرنے تک طواف زیارت نہ کیا۔

تخریج سنن أبي داود - المناسك (١٨٩٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٥/٦)

شرح الحدیث یہ دوسری حدیث ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے بیت اللہ کا طواف جمرۂ عقبہ کی رمی سے پہلے نہیں کیا۔ اس روایت پر اشکال ظاہر ہے کیونکہ دوسری روایات سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان سب حضرات نے ۴ ذی الحجہ کو مکہ پہنچتے ہی طواف کیا تھا، پھر یہ کہنا کیسے صحیح ہے کہ رمی جمرہ سے قبل کسی نے طواف نہیں کیا؟ لہذا اس کا مطلب یہ لیا جائے گا کہ اس سے راوی کا مقصود مطلق طواف کی نفی نہیں ہے بلکہ طواف افاضہ کی نفی مراد ہے کہ یوم النحر میں جو افعال اربعہ کئے جاتے ہیں (رمی، ذبح، حلق، طواف) ان میں سے یہ طواف زیارت رمی کے بعد کیا گیا، رمی سے قبل کسی نے نہیں کیا اور یا یہ کہا جائے کہ اس سے وہ صحابہ مراد ہیں جو سائق الہدی تھے اور مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں نے طواف للاحلال رمی کے بعد کیا (اور اس سے پہلے اگرچہ انہوں نے طواف کیا تھا لیکن وہ لاجل الاحلال نہیں تھا کیونکہ سوق ہدی تحلل سے مانع ہے) یا یہ کہا جائے کہ اس کا تعلق ان صحابہ سے ہے جو غیر سائق الہدی تھے اور مطلب یہ ہے کہ انہوں نے حج کیلئے طواف رمی سے قبل نہیں کیا (اور اس سے قبل اگرچہ طواف کیا تھا لیکن وہ للحج نہیں تھا بلکہ للعمرۃ [1] تھا) (بذل [2])۔

١٨٩٧ - حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمُؤَذِّنُ، أَخْبَرَنِي الشَّافِعِيُّ، عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا: «طَوَافُكِ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ يَكْفِيكِ لِحَجَّتِكِ وَعُمْرَتِكِ». قَالَ الشَّافِعِيُّ: كَانَ

---

[1] کیونکہ یہ لوگ فسخ الحج إلى العمرۃ کے مامور تھے ان لوگوں نے عمرہ کا طواف وسعی تو شروع ہی میں کر لیا تھا، پھر بعد میں جو طواف زیارت کیا وہ رمی جمرہ کے بعد ہی کیا، واللہ أعلم ١٢۔

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ٩ ص ١٥٩

سُفْيَانُ رُبَّمَا، قَالَ: عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ عَائِشَةَ، وَرُبَّمَا، قَالَ: عَنْ عَطَاءٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا.

ترجمہ: عطاء حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ سے فرمایا کہ تمہارے بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی تمہارے حج اور عمرہ دونوں کیلئے کافی ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ سفیان کبھی عطاء کے واسطے سے حضرت عائشہؓ سے یہ حدیث نقل کرتے ہیں اور کبھی عطاء سے (بغیر حضرت عائشہؓ کے واسطے کے) مرسلاً نبی کریم ﷺ کا حضرت عائشہؓ سے فرمانا نقل کرتے ہیں۔

شرح الحدیث: طَوَافُكِ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ يَكْفِيكِ لِحَجَّتِكِ وَعُمْرَتِكِ: اس حدیث سے بھی جمہور استدلال کرتے ہیں کہ قارن کیلئے ایک طواف اور ایک سعی ہے۔ ہماری طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ استدلال تو اس پر مبنی ہے کہ حضرت عائشہؓ قارنہ تھیں اور ہمارے نزدیک ایسا نہیں ہے، بلکہ ہماری تحقیق یہ ہے کہ وہ مفردہ تھیں (کما سبق مفصلاً في إحرام عائشة) لہذا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ تم نے صرف حج ہی کیا ہے، عمرہ نہیں کیا، مگر شروع میں ارادہ تو دونوں ہی کا تھا اس لئے یہ ایک طواف اور سعی من حیث الأجر والنیة دونوں کیلئے کافی ہیں اور [1] یا یہ کہا جائے کہ آپ ﷺ کا یہ ارشاد حضرت عائشہؓ سے اس گمان پر تھا کہ وہ شروع میں طواف عمرہ کر چکی ہیں اور ان کے حیض وغیرہ کا قصہ آپ ﷺ کے ذہن میں نہیں رہا تھا، یدل علیه قوله [2] صلى الله عليه وسلم: أوما طفت ليالي قدمنا؟ كما في بعض الروايات، والله تعالى أعلم (بذل [3]) قال المنذري: وأخرجه مسلم في صحيحه (عون — ج ٥ ص ٣٥١)۔

٥٤۔ بَابُ الْمُلْتَزَمِ

باب ملتزم کے متعلق حکم

یہ باب صحاح ستہ میں سے صرف دو کتابوں میں ہے یہاں سنن ابوداؤد میں اور سنن ابن ماجہ میں اور ملتزم سے متعلق حدیث بھی صحاح کی صرف ان دو کتابوں میں ہے، ویسے بیہقی وغیرہ میں بھی ہے۔ بیہقی میں ابن عباسؓ سے مروی ہے: مَا بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْبَابِ [4] کو ملتزم کہا جاتا ہے، جو شخص بھی اس جگہ کو چمٹ کر دعا [5] مانگتا ہے وہ قبول ہوتی ہے اور علامہ زرقانیؒ نے بحوالہ ابن

---

[1] اس جواب پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ اگر ایسا تھا تو پھر اس ارشاد گرامی کا فائدہ کیا ہے، فتأمل۔

[2] وقد تقدم الاستدلال بهذا الحديث في باب الإفراد ذيل عمرة التنعيم، ١٢۔

[3] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ٩ ص ١٦٢۔

[4] یعنی بیت اللہ کی دیوار کا وہ حصہ جو بیت اللہ کے دروازہ اور حجر اسود کے درمیان ہے۔ (السنن الکبری للبیهقي — كتاب الحج — باب الوقوف في الملتزم ٩٧٦٦ ج ٥ ص ٢٦٨، تهذيب السنن — ج ١ ص ٦٨٠)

[5] چمٹنے کی صورت حدیث الباب میں یہ مذکور ہے کہ اس جگہ اپنے رخسار اور سینے اور دونوں ہاتھوں کی کلائیوں کو پھیلا کر اس حصہ سے ملا دے اور رو رو کر دعائیں مانگے۔

عبد البرؒ اس کو ابن عباسؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے (کما فی الأوجز ج ۳ ص ۷۳۵)۔ مناسک حج کی کتابوں میں امام نوویؒ اور ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ طواف وداع سے فارغ ہونے کے بعد حاجی کیلئے مستحب ہے کہ عتبۃ البیت (بیت اللہ کے دروازہ کی چوکھٹ) کو چومے اور ملتزم سے چمٹ کر دعا مانگے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی قدس سرہ کی المسلسلات میں بھی استجابۃ الدعا عند الملتزم کی حدیث مرفوع بروایت ابن عباسؓ موجود ہے جس میں یہ ہے کہ ہر راوی نے اپنے شاگرد سے بوقت روایت یہ کہا کہ میں نے وہاں دعا مانگی ہے جو قبول ہوئی۔ تذکرۃ الخلیل میں لکھا ہے: حضرت سہارنپوریؒ فرماتے تھے کہ ملتزم پر میں نے اللہ تعالیٰ سے تین دعائیں مانگی تھیں جن میں سے دو[1] کا قبول ہونا تو دیکھ لیا اور تیسری کی اللہ تعالیٰ کی ذات سے توقع ہے۔

۱۸۹۸- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ صَفْوَانَ، قَالَ: لَمَّا فَتَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ قُلْتُ: لَأَلْبَسَنَّ ثِيَابِي وَكَانَتْ دَارِي عَلَى الطَّرِيقِ، فَلَأَنْظُرَنَّ كَيْفَ يَصْنَعُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقْتُ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، «قَدْ خَرَجَ مِنَ الْكَعْبَةِ هُوَ وَأَصْحَابُهُ وَقَدْ اسْتَلَمُوا الْبَيْتَ مِنَ الْبَابِ إِلَى الْحَطِيمِ وَقَدْ وَضَعُوا خُدُودَهُمْ عَلَى الْبَيْتِ، وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَطَهُمْ».

ترجمہ: مجاہد، عبد الرحمٰن بن صفوان سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح فرمایا تو میں نے کہا کہ میں اپنے کپڑے پہنوں گا اور میرا گھر راستے میں ہی تھا تو میں دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کیا کرتے ہیں پس میں چلا تو میں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ خود اور آپ کے اصحاب کرام کعبہ سے نکلے اور بیت اللہ کے دروازے سے حطیم تک کے حصہ سے چمٹ گئے اور اپنے رخسار بیت اللہ سے لگا دیئے اور رسول اللہ ﷺ ان کے درمیان میں تھے۔

تخریج: سنن أبي داود - المناسك (۱۸۹۸) مسند أحمد - مسند المكيين (۴۳۰/۳) مسند أحمد - مسند المكيين (۴۳۱/۳)

شرح الحدیث: عبد الرحمن بن صفوان کہتے ہیں جس وقت رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ فتح کیا تو میں نے اپنے دل میں سوچا کہ میں اب خوشی میں کپڑے پہن کر جا کر دیکھوں گا کہ اب حضور ﷺ کیا کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں اور ہمارا گھر لب سڑک تھا؟

وَقَدْ اسْتَلَمُوا الْبَيْتَ مِنَ الْبَابِ إِلَى الْحَطِيمِ: تو میں نے دیکھا آپ ﷺ کو اور آپ کے اصحاب کو کہ کعبہ کے اندر سے باہر آنے کے بعد بیت اللہ کے اس حصہ سے چمٹ رہے تھے جو باب کعبہ اور حطیم کے درمیان ہے۔ اس روایت پر یہ اشکال ہے کہ ملتزم تو اس حصے کا نام ہے جو من الباب الی الحجر ہے نہ کہ من الباب الی الحطیم؟ اس کا جواب بعض علماء نے یہ دیا کہ ممکن ہے ہجوم کی وجہ سے اصل ملتزم پر جگہ نہ ہونے کی وجہ سے بعض نے اس حصہ کا التزام کیا ہو اور یہ ضروری نہیں کہ حضور ﷺ بھی انہی لوگوں میں شامل ہوں (بلکہ آپ ﷺ اصل ملتزم پر ہوں) اور حضرت[2] سہارنپوریؒ نے اس کی یہ توجیہ فرمائی ہے کہ ممکن

---

[1] اول یہ کہ اس زمانہ میں حجاز میں شریف حسین کی بغاوت کی وجہ سے جو شدید بدامنی تھی اسکا امن سے بدل جانا، دوسری تصنیف بذل المجہود کی تکمیل مدینہ منورہ کے قیام میں، تیسری موت مدینہ کا حصول، اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے یہ تیسری دعا بھی قبول فرمائی، ۱۲۔

[2] لیکن بعض دوسرے شراح نے یہ لکھا ہے کہ ملتزم تو ما بین الباب والرکن الاسود ہی کو کہتے ہیں، یہ متعین ہے، لیکن حطیم کے مصداق میں اختلاف ہے۔

ہے اصل روایت میں تو من الباب الی الحجر ہو لیکن کسی راوی کو اشتباہ ہو گیا کہ اس نے حجر (بفتح الحاء) کو حجر (بکسر الحاء) سمجھا اور حجر (بالکسر) حطیم کو کہتے ہیں، پھر اس نے یہ کیا کہ روایت بالمعنی ذکر کی اور کہہ دیا: من الباب الی الحطیم (کہاں سے کہاں بات پہونچ گئی) واللہ تعالی أعلم [1]، ۱۲۔

۱۸۹۹ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا الْمُثَنَّى بْنُ الصَّبَّاحِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: طُفْتُ مَعَ عَبْدِ اللهِ فَلَمَّا جِئْنَا دُبُرَ الْكَعْبَةِ قُلْتُ: أَلَا تَتَعَوَّذُ؟ قَالَ: «نَعُوذُ بِاللهِ مِنَ النَّارِ». ثُمَّ مَضَى حَتَّى اسْتَلَمَ الْحَجَرَ وَأَقَامَ بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْبَابِ، فَوَضَعَ صَدْرَهُ وَوَجْهَهُ وَذِرَاعَيْهِ وَكَفَّيْهِ هَكَذَا وَبَسَطَهُمَا بَسْطًا، ثُمَّ قَالَ: «هَكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ».

ترجمہ عمرو بن شعیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے حضرت عبد اللہ (بن عمرؓ) کے ساتھ طواف کیا، جب ہم کعبہ اللہ کے پیچھے آئے تو میں نے کہا: کیا آپ اللہ سے پناہ نہیں مانگتے؟ تو وہ کہنے لگے ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں آگ سے، پھر چلے یہاں تک کہ حجر اسود کو بوسہ دیا۔ حجر اسود اور بیت اللہ کے دروازے کے درمیان عبد اللہ بن عمروؓ نے کھڑے ہو کر اپنا سینہ اور چہرہ اور دونوں کلائیاں اور ہتھیلیاں اسطرح رکھ دیں اور ان کو پھیلا دیا، پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔

تخریج سنن أبي داود - المناسك (۱۸۹۹) سنن ابن ماجه - المناسك (۲۹۶۲).

۱۹۰۰ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا السَّائِبُ بْنُ عُمَرَ الْمَخْزُومِيُّ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ كَانَ يَقُودُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَيُقِيمُهُ عِنْدَ الشُّقَّةِ الثَّالِثَةِ مِمَّا يَلِي الرُّكْنَ الَّذِي يَلِي الْحَجَرَ مِمَّا يَلِي الْبَابَ، فَيَقُولُ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ: أُنْبِئْتُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي هَاهُنَا؟ فَيَقُولُ: «نَعَمْ». فَيَقُومُ فَيُصَلِّي.

ترجمہ محمد بن عبد اللہ بن السائب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ حضرت ابن عباسؓ کو (جب وہ نابینا ہو گئے تھے) لیکر چلا کرتے تھے اور ان کو تیسرے کونے کے قریب جو حجر اسود اور بیت اللہ کے دروازہ سے ملا ہوا ہے یعنی ملتزم، اس جگہ پر کھڑا کر دیتے، پھر ابن عباسؓ ان سے کہتے کہ کیا تمہیں خبر دی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس جگہ کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے؟ تو یہ سائب کہتے: جی ہاں، پھر ابن عباسؓ کھڑے ہو کر نماز پڑھ لیتے۔

تخریج سنن أبي داود - المناسك (۱۹۰۰) مسند أحمد - مسند المكيين (۳/۴۱۰)

ف: ایک قول یہ ہے کہ کعبہ کی شمالی جانب میں جو دیوار ہے جس نے بیت اللہ کے اس حصہ کو گھیر رکھا ہے جو تعمیر سے چھوٹا ہوا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ حطیم اور حجر اس زمین کا نام ہے جس کو اس دیوار سے گھیر آگیا ہے۔ اور تیسرا قول یہ ہے کہ حطیم مابین الرکن الاسود والباب کا نام ہے (جس کو ملتزم کہتے ہیں) لہذا اس آخری قول پر ابوداودؒ کی اس روایت پر کوئی اشکال نہ ہو گا، ۱۲۔

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۹ ص ۱۶۵

شرح الحدیث: كَانَ يَقُومُ ابْنُ عَبَّاسٍ فَيُقِيمُهُ عِنْدَ الشُّقَّةِ الثَّالِثَةِ: الشُّقَّةِ الثَّالِثَةِ (تیسرا ٹکڑا)۔

حضرت سہارنپوریؒ بذل المجہود میں فرماتے ہیں: ملتزم جدار بیت کا تیسرا ٹکڑا اس لحاظ سے ہے کہ بیت اللہ کی جس دیوار میں دروازہ ہے اسکے تین حصے اس طرح ہوگئے کہ ایک ٹکڑا تو اس دیوار کا وہ ہے جو رکن عراقی سے لیکر بیت اللہ کے دروازہ کی بازو تک ہے اور دوسرا ٹکڑا وہ جس میں خود دروازہ ہے اور تیسرا ٹکڑا وہ ہے جو دروازہ کی دوسری بازو سے لیکر رکن حجر اسود تک ہے اور اسی کو ملتزم کہتے ہیں [1]۔

مِمَّا يَلِي الرُّكْنَ الَّذِي يَلِي الْحَجَرَ مِمَّا يَلِي الْبَابَ: (ترجمہ) جدار بیت اللہ کا وہ حصہ جو متصل ہے اس کونہ سے جس کے متصل حجر اسود ہے (یعنی ایک جانب سے اور دوسری جانب اس کی) متصل ہے باب کعبہ سے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ آخر میں نابینا ہوگئے تھے اسلئے عبداللہ بن السائب ان کا ہاتھ پکڑ کر انکو اس جگہ لاکر کھڑا کر دیا کرتے تھے ابن عباسؓ نے ان سے پوچھا تمہیں خبر بھی ہے کہ حضور ﷺ اس جگہ نماز پڑھا کرتے؟ چنانچہ پھر ابن عباسؓ بھی وہاں نماز پڑھتے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا جسطرح ملتزم کا التزام کیا جاتا ہے اسی طرح اسکے قریب کھڑے ہوکر نماز بھی پڑھنا چاہیئے۔

٥٥ ـ بَابُ أَمْرِ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ

باب صفا و مروہ (کی سعی) کا حکم

صفا مروہ کے درمیان سعی یہ یادگار ہے حضرت ہاجرہ کی جو پانی کی تلاش میں اس جگہ دوڑی تھیں واقعہ مشہور [2] ہے سعی میں تین بحثیں ہیں:

① حکمہٗ ② صفا سے مروہ اور پھر مروہ سے صفا یہ دونوں مل کر ایک شوط ہے یا دو شوط؟ ③ بین الصفا والمروہ سعی یعنی دوڑنا ضروری ہے یا مشی بھی جائز ہے؟

بحث اول: سعی بین الصفا والمروہ کے حکم میں اختلاف ہے اس میں چار قول ہیں:

① امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے قول مشہور میں سعی رکن ہے لایتم الحج الا به ،أصح الروایتین عن أحمد بھی یہی ہے۔

② اور حنفیہ کے یہاں واجبات میں سے ہے جس کے ترک سے دم واجب ہوتا ہے یہی امام مالکؒ کی بھی ایک روایت ہے۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود – ج ٩ ص ١٦٧

[2] کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت ہاجرہ اور ان کے شیر خوار بیٹے اسماعیل کو وادی غیر ذی زرع (جنگل بیابان) میں جہاں اب مسجد حرام ہے چھوڑ کر چلے گئے تو جو پانی مشکیزے میں ان کے پاس تھا جب وہ ختم ہوگیا تو اب وہ پانی کی تلاش میں نکلیں، برابر میں صفا پہاڑی تھی اس پر چڑھیں مگر پانی نہ ملا پھر جلدی سے بچے کے فراق میں نیچے اتر کر بھاگی بھاگی بچے کو دیکھنے کے واسطے آئیں، پھر دوبارہ مروہ پہاڑی پر اسی پانی کی تلاش میں چڑھیں، اسی طرح سات بار صفا مروہ پر چڑھیں اور اتریں اور ساتویں بار جب بچے کے پاس آئیں تو دیکھتی ہیں کہ بچہ جس جگہ پاؤں کی ایڑیاں رگڑ رہا تھا وہاں سے اللہ کی رحمت سے پانی کا چشمہ ابل رہا ہے جس کو زمزم کہتے ہیں، الحاصل اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ ادا پسند آئی اور ہمیشہ کے لئے حج میں سعی کی سنت جاری ہوگئی، ١٢۔

③ سفیان ثوریؒ کے نزدیک نسیاناً ترک کی صورت میں تو دم سے تلافی ہو سکتی ہے، عمداً ترک میں نہیں، یہی عطاء کا قول ہے۔

④ ابن عباسؓ کے نزدیک سنت ہے وهو رواية عن أحمد (لامع وفتح الباري)۔ دلیل وجوب مسند احمد کی روایت ہے حبیبہ بنت ابی تجراۃ مرفوعاً روایت کرتی ہیں میں نے آپ ﷺ سے سنا جب کہ آپ ﷺ سعی فرما رہے تھے: كُتِبَ عَلَيْكُمُ السَّعْيُ فَاسْعَوْا [1]، نیز حدیث مسلم مَا أَتَمَّ اللهُ حَجَّ امْرِئٍ وَلَا عُمْرَتَهُ لَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ [2] (عون)۔

بحث ثاني: صفا سے مروہ ایک شوط شمار ہوتا ہے اور پھر مروہ سے واپسی صفا پر یہ دوسرا شوط ہے وهكذا عند الجمهور خلافاً لبعض الشافعية والطحاوي من الحنفية ان کے نزدیک صفا سے مروہ اور پھر مروہ سے صفا دونوں ملکر ایک شوط ہے۔

بحث ثالث: بطن [3] وادی میں سعی دوڑنا اولیٰ و مستحب ہے، اگر کوئی شخص بجائے سعی کے مشی اختیار کرے تو بالاتفاق جائز ہے صرف خلاف اولیٰ ہے۔

۱۹۰۱- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ قَالَ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَا يَوْمَئِذٍ حَدِيثُ السِّنِّ أَرَأَيْتِ قَوْلَ اللهِ تَعَالَى: { إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللهِ [4] } فَمَا أَرَى عَلَى أَحَدٍ شَيْئًا أَنْ لَا يَطَّوَّفَ بِهِمَا، قَالَتْ عَائِشَةُ: كَلَّا لَوْ كَانَ كَمَا تَقُولُ: كَانَتْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ لَا يَطَّوَّفَ بِهِمَا إِنَّمَا أُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِي الْأَنْصَارِ، كَانُوا يُهِلُّونَ لِمَنَاةَ وَكَانَتْ مَنَاةُ حَذْوَ قُدَيْدٍ، وَكَانُوا يَتَحَرَّجُونَ أَنْ يَطُوفُوا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَلَمَّا جَاءَ الْإِسْلَامُ سَأَلُوا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى: { إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللهِ }.

ترجمہ: ہشام اپنے والد (عروہ) سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عائشہؓ جو نبی کریم ﷺ کی زوجہ ہیں سے سوال کیا جبکہ میں کم عمر تھا کہ آیت إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللهِ سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ حج میں سعی بین الصفا والمروہ ضروری نہیں (یعنی اسکو ترک بھی کر سکتے ہیں) حضرت عائشہؓ نے جواب دیا ایسی بات ہر گز نہیں ہے جیسا تم کہہ رہے ہو (اگر ایسا ہوتا جیسا تم کہہ رہے ہو) تو یہ ہوتا: فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ لَا يَطَّوَّفَ بِهِمَا (پھر اس آیت کے نزول کی حضرت عائشہؓ نے وجہ بتائی) یہ آیت در اصل ان انصار کے حق میں نازل ہوئی جو (زمانہ جاہلیت میں) منات نامی بت کا حج کرتے تھے اور منات قدید کے سامنے (اور اسکی محاذات میں اساف نائلہ بت تھے) تو ان کو صفا و مروہ کے درمیان سعی

---

[1] مسند أحمد- مسند القبائل- حديث حبيبة بنت أبي تجراة ٢٧٣٦٧ (ج ٤٥ ص ٣٦٣)

[2] صحيح مسلم- كتاب الحج- باب بيان أن السعي بين الصفا والمروة ركن لا يصح الحج إلا به ١٢٧٧

[3] یعنی دونوں پہاڑیوں کے درمیان کا وہ حصہ جو ہموار ہے جس میں اتار اور چڑھائی نہیں اور جہاں سے چڑھائی شروع ہو وہاں سعی مستحب نہیں ہے بلکہ مشی، اگرچہ آجکل تقریباً سارا ہی حصہ ہموار کر دیا گیا، اسی لئے بطن وادی میں دو نشان لگا دیئے گئے ہیں جن کو میلین اخضرین کہتے ہیں۔

[4] بے شک صفا اور مروہ نشانیوں میں سے ہیں اللہ کی (سورۃ البقرۃ ١٥٨)

کرنے میں گناہ معلوم ہوتا تھا جب اسلام آیا(یعنی وہ مسلمان ہوگئے) تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا، اسوقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَائِرِ اللَّهِ۔

تخریج صحيح البخاري - الحج (١٥٦١) صحيح البخاري - الحج (١٦٩٨) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٢٢٥) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٥٨٠) صحيح مسلم - الحج (١٢٧٧) جامع الترمذي - تفسير القرآن (٢٩٦٥) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٦٧) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٦٨) سنن أبي داود - المناسك (١٩٠١) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩٨٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/١٤٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/١٦٣) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٢٢٧) موطأ مالك - الحج (٨٣٨)

شرح الحدیث **عروہ وعائشہؓ کے درمیان سوال وجواب:** یہ حدیث یعنی عروہ کا حضرت عائشہؓ سے اس آیت کے بارے میں سوال وجواب مختلف طرق سے تمام صحاح ستہ میں ہے، صحیح مسلم کے بعض طرق میں کچھ گڑبڑ بھی ہے۔ عروہ حضرت عائشہؓ کے بھانجے اور بڑے محبوب وبے تکلف شاگرد ہیں، عائشہؓ سے کثیر الروایت ہیں۔ انہوں نے ایک مرتبہ عائشہؓ سے یہ سوال کیا کہ آیت کریمہ: إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَائِرِ اللَّهِ الخ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حج میں سعی بین الصفا والمروہ ضروری نہیں ہے، اسکو ترک بھی کرسکتے ہیں، کیونکہ فرمارہے ہیں: فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَن يَطَّوَّفَ بِهِمَا ؕ کہ جو شخص حج میں ان دونوں کے درمیان سعی کرے تو اس پر کوئی گناہ اور حرج نہیں ہے۔ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا کہ تم غلط [1] سمجھے، اگر ایسا ہوتا جو تم کہہ رہے ہو تو پھر اس طرح ہونا چاہیئے تھا: فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ لَا يَطَّوَّفَ بِهِمَا، چونکہ یہاں طالبعلمانہ یہ سوال ہوتا تھا کہ جب سعی ضروری تو پھر آیت میں یہ طرز کیوں اختیار کیا گیا کہ سعی کرنے میں صرف حرج کی نفی کی گئی ہے؟ اسلئے آگے چل کر حضرت عائشہؓ نے اس کی وضاحت فرمائی: إِنَّمَا أُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِي الْأَنْصَارِ كَانُوا يُهِلُّونَ لِمَنَاةَ الخ کہ دراصل بات یہ ہے زمانہ جاہلیت اور کفر میں انصار کے دو گروہ اور فریق تھے ایک گروہ مناۃ نامی بت کا حج کیا کرتا تھا اور دوسرا گروہ اساف ونائلہ کا۔ مناۃ کا محل وقوع (جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت میں ہے) مشلل تھا علی شط [2] البحر یعنی سمندر کے ساحل پر قدید کے سامنے اور اس کی محاذات میں اور اساف ونائلہ رکھے ہوئے تھے صفا اور مروہ پر، اساف ونائلہ والے مناۃ کے قریب نہیں جاتے تھے اور مناۃ والے اساف ونائلہ کے قریب نہیں آتے تھے۔ پھر جب یہ دونوں گروہ اسلام میں داخل ہوگئے تو دونوں ہی کو صفا مروہ کی سعی کرنے میں اشکال ہوا کہ یہ چیز تو رسم جاہلیت سے ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ نازل فرما کر اس حرج کی نفی فرمائی جو ان کے ذہن میں تھا، الحاصل قرآن کریم کا یہ طرز بیان وتعبیر مخاطبین کے مافی الذہن کے لحاظ سے ہے [3]۔

---

[1] کیونکہ فاعل سعی سے اثم کی نفی مستلزم نہیں ہے تارک سعی سے نفی اثم کو۔۱۲

[2] اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں اساف ونائلہ کے بارے میں یہ ہے کہ یہ دونوں علی شط البحر تھے، قاضی عیاضؒ نے اس کو وہم قرار دیا ہے (بذل)۔

[3] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۹ ص ۱۷۰

تنبیہ: یہ سارا مضمون یہاں ابوداؤد کی اس روایت میں نہیں ہے ہم نے اس سلسلے کی جملہ روایات کو سامنے رکھ کر لکھا ہے اور اس کو اسی طرح سمجھنا چاہیئے ورنہ بعض روایات اس میں مبہم اور بعض مختصر اور بعض میں وہم واقع ہوا ہے۔ واللہ الموفق۔

۱۹۰۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اعْتَمَرَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ وَصَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ وَمَعَهُ مَنْ يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ. فَقِيلَ لِعَبْدِ اللهِ: أَدَخَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَعْبَةَ قَالَ: لَا.

ترجمہ: عبداللہ بن ابی اوفیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرہ ادا فرمایا تو بیت اللہ کا طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعات پڑھیں، اسوقت آپ کے ساتھ اتنے لوگ تھے جنھوں نے آپ ﷺ کو اپنی اوٹ میں لے لیا تھا۔ عبداللہ بن ابی اوفیؓ سے کسی نے پوچھا: کیا آپ ﷺ کعبہ میں داخل ہوئے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں۔

۱۹۰۳ - حَدَّثَنَا تَمِيمُ بْنُ الْمُنْتَصِرِ، أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا شَرِيكٌ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى بِهَذَا الْحَدِيثِ زَادَ ثُمَّ أَتَى الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ فَسَعَى بَيْنَهُمَا سَبْعًا ثُمَّ حَلَقَ رَأْسَهُ.

ترجمہ: اسماعیل بن ابی خالد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ سے یہ حدیث (گزشتہ روایت) سنی اور یہ اضافہ اس میں ہے کہ آپ ﷺ نے صفا مروہ کے درمیان سات چکر لگا کر پھر اپنا سر منڈوایا۔

تخریج: صحيح البخاري - الحج (١٥٢٣) صحيح البخاري - الحج (١٦٩٩) صحيح البخاري - المغازي (٣٩٥٢) صحيح البخاري - المغازي (٤٠٠٨) صحيح مسلم - الحج (١٣٣٢) سنن أبي داود - المناسك (١٩٠٢) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩٩٠) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٥٥/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٨١/٤) سنن الدارمي - المناسك (١٩٢٢)

شرح الحدیث: أَدَخَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَعْبَةَ قَالَ: لَا: یہ سوال وجواب عمرۃ القضاء سے متعلق ہے کہ اس موقعہ پر آپ ﷺ بیت اللہ شریف کے اندر داخل ہوئے یا نہیں؟

حجۃ الوداع کے سفر میں حضور ﷺ بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے یا نہیں؟ جاننا چاہیئے حضور اقدس ﷺ کی ہجرۃ کے بعد مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ تشریف آوری تین مرتبہ ہوئی ہے۔ اولاً عمرۃ القضاء ۷ھ میں اس وقت تک چونکہ مکہ فتح نہیں ہوا تھا اور بیت اللہ کے اندر مشرکین نے اصنام رکھ رکھے تھے اسلئے اس موقع پر آپ ﷺ اس میں داخل نہیں ہوئے جیسا کہ اس روایت میں مذکور ہے۔ دوسرا سفر آپ ﷺ کا ۸ھ میں فتح مکہ کیلئے ہوا اس وقت آپ ﷺ بیت اللہ میں بالاتفاق داخل ہوئے پہلے آپ ﷺ نے اس میں سے ان تمام بتوں اور مورتیوں کو نکلوا کر پھینکا اس کے بعد آپ ﷺ بیت اللہ کے اندر داخل ہوئے، تیسری حاضری آپ ﷺ کی حجۃ الوداع ۱۰ھ میں ہوئی، اس سفر میں آپ ﷺ داخل ہوئے یا نہیں؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے، بعض اس کے قائل ہیں اور بعض منکر۔ کتاب الحج کے اواخر میں ایک باب آرہا ہے: بَابُ الصَّلَاةِ فِي الْكَعْبَةِ، وہاں اس سلسلے کی کئی روایات ہیں، ان کو دیکھا جائے، وہاں ایک حدیث حضرت عائشہؓ کی یہ آرہی ہے: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

خَرَجَ مِنْ عِنْدِهَا وَهُوَ مَسْرُورٌ، ثُمَّ رَجَعَ إِلَيَّ وَهُوَ كَئِيبٌ [1]۔ اس روایت کے بارے میں شراح حدیث کا یہ اختلاف ہو رہا ہے کہ یہ حدیث آپ ﷺ کے سفر سے متعلق ہے، جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث فتح مکہ والے سفر سے متعلق ہے ان حضرات کی رائے تو یہ ہے کہ آپ ﷺ حجۃ الوداع میں بیت اللہ میں داخل نہیں ہوئے اس لئے کہ اس حدیث کے علاوہ کوئی اور حدیث ایسی نہیں ہے جس سے آپ ﷺ کا حجۃ الوداع والے سال بیت اللہ میں دخول ثابت ہوتا ہو، سو جب یہ حدیث ان کے نزدیک حجۃ الوداع سے متعلق نہیں ہے تو پھر یہی ماننا پڑے گا کہ اس موقعہ پر آپ ﷺ داخل نہیں ہوئے۔

اور جو شراح یہ کہتے ہیں: اس حدیث کا تعلق حجۃ الوداع ہی سے ہے وہ اس کے قائل ہیں کہ اس سفر میں آپ ﷺ بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے اور ظاہر بھی یہی ہے کہ یہ حدیث حجۃ الوداع ہی سے متعلق ہے جس کی وجہ ہم اسی جگہ لکھیں گے۔

١٩٠٤- حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ جُمْهَانَ، أَنَّ رَجُلًا، قَالَ: لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِنِّي أَرَاكَ تَمْشِي وَالنَّاسُ يَسْعَوْنَ قَالَ: «إِنْ أَمْشِ فَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِي وَإِنْ أَسْعَ فَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْعَى وَأَنَا شَيْخٌ كَبِيرٌ».

ترجمہ کثیر بن جمہان روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے صفا مروہ کے درمیان سوال کیا کہ اے ابو عبد الرحمٰن! کیا بات ہے کہ آپ صفا مروہ کے درمیان معمول کے مطابق چلتے ہیں جبکہ دوسرے لوگ یہاں پر دوڑ لگاتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: اگر میں چلوں تو (تب بھی درست ہے) کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو چلتے دیکھا ہے اور اگر میں دوڑ لگاؤں تو (تب بھی درست ہے) کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دوڑ لگاتے ہوئے دیکھا ہے اور میرا حال یہ ہے کہ میں بوڑھا شخص ہوں (اسلئے میں چلتا ہوں جو خلافِ سنت نہیں)۔

تخریج جامع الترمذي - الحج (٨٦٤) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٧٦) سنن أبي داود - المناسك (١٩٠٤) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩٨٨)

شرح الحدیث يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِنِّي أَرَاكَ تَمْشِي وَالنَّاسُ يَسْعَوْنَ الخ: یہ پہلے گزر چکا کہ بین الصفا والمروہ سعی یعنی دوڑنا مستحب ہے اور مشی بھی جائز ہے اس میں کچھ حرج نہیں۔

ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے سوال کیا کہ آپ بین الصفا والمروہ مشی کرتے ہیں اور دوسرے لوگ سعی کرتے ہیں، یہ کیا بات؟ انہوں نے جواب دیا کہ اگر میں مشی کروں تب درست اور اگر سعی کروں تب درست اس لئے کہ میں نے آپ ﷺ کو سعی کرتے ہوئے بھی دیکھا ہے اور مشی کرتے ہوئے بھی۔ شراح نے اس کا مطلب یہ لکھا ہے کہ ابن عمرؓ کی مراد یہ ہے حضور ﷺ مسعیٰ میں سعی کرتے تھے اور ممشیٰ میں مشی [2] اور اس کے بعد جو انہوں نے فرمایا: وَأَنَا شَيْخٌ كَبِيرٌ اس کے بارے میں یہ لکھا

---

[1] سنن أبي داود - كتاب المناسك - باب في دخول الكعبة ٢٠٢٩

[2] لیکن بندے کو اس مطلب میں یہ اشکال ہے کہ اس صورت میں یہ پہلا جواب جواب کیسے ہوا؟ اس سے سائل کا اشکال کہاں حل ہوا اس لئے کہ سائل کا

ہے کہ یہ جواب ثانی ہے وہ یہ کہ مجھے عذر ہے اسلئے سعی نہیں کرتا۔قال المنذري: وأخرجه الترمذي والنسائي وابن ماجه،
قال الترمذي: حديث حسن صحيح، ولفظ الترمذي: رأيت ابن عمر يمشي في المسعى، فقلت: أتمشي في المسعى الخ.
(عون ج ۵ ص ۳۵۸-۳۵۹)

٥٦- بَابُ صِفَةِ حَجَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کا تفصیلی بیان

اس باب میں مصنف نے صرف ایک ہی حدیث ذکر فرمائی ہے جسکے راوی جابر بن عبداللہؓ ہیں چونکہ یہ حدیث بہت طویل ہے اسمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کا قصہ من أوله إلى آخره پوری تفصیل سے مذکور ہے اسلئے یہ حدیث جابر [1] الطویل کے نام سے مشہور ہے اور زبان زد ہے۔

١٩٠٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَهِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدِّمَشْقِيَّانِ، وَرُبَّمَا زَادَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضِ الْكَلِمَةَ وَالشَّيْءَ قَالُوا: حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ فَلَمَّا انْتَهَيْنَا إِلَيْهِ، سَأَلَ عَنِ الْقَوْمِ حَتَّى انْتَهَى إِلَيَّ، فَقُلْتُ: أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، فَأَهْوَى بِيَدِهِ إِلَى رَأْسِي فَنَزَعَ زِرِّي الْأَعْلَى، ثُمَّ نَزَعَ زِرِّي الْأَسْفَلَ، ثُمَّ وَضَعَ كَفَّهُ بَيْنَ ثَدْيَيَّ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ غُلَامٌ شَابٌّ، فَقَالَ: مَرْحَبًا بِكَ، وَأَهْلًا يَا ابْنَ أَخِي سَلْ عَمَّا شِئْتَ فَسَأَلْتُهُ وَهُوَ أَعْمَى وَجَاءَ وَقْتُ الصَّلَاةِ، فَقَامَ فِي نِسَاجَةٍ مُلْتَحِفًا بِهَا يَعْنِي ثَوْبًا مُلَفَّقًا كُلَّمَا وَضَعَهَا عَلَى مَنْكِبِهِ رَجَعَ طَرَفَاهَا إِلَيْهِ مِنْ صِغَرِهَا، فَصَلَّى بِنَا وَرِدَاؤُهُ إِلَى جَنْبِهِ عَلَى الْمِشْجَبِ، فَقُلْتُ: أَخْبِرْنِي عَنْ حَجَّةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: بِيَدِهِ فَعَقَدَ تِسْعًا، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَثَ تِسْعَ سِنِينَ لَمْ يَحُجَّ، ثُمَّ أُذِّنَ فِي النَّاسِ فِي الْعَاشِرَةِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجٌّ، فَقَدِمَ الْمَدِينَةَ بَشَرٌ كَثِيرٌ كُلُّهُمْ يَلْتَمِسُ أَنْ يَأْتَمَّ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَعْمَلَ بِمِثْلِ عَمَلِهِ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَرَجْنَا مَعَهُ حَتَّى أَتَيْنَا ذَا الْحُلَيْفَةِ، فَوَلَدَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ مُحَمَّدَ بْنَ أَبِي بَكْرٍ، فَأَرْسَلَتْ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ أَصْنَعُ؟ فَقَالَ: «اغْتَسِلِي وَاسْتَذْفِرِي بِثَوْبٍ وَأَحْرِمِي»، فَصَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ، ثُمَّ رَكِبَ الْقَصْوَاءَ حَتَّى

له منشا بھی تو یہی تھا کہ آپ کو سعی میں سعی اور مشی میں مشی کرنی چاہیے (کما هو مقتضى لفظ الترمذي) حالانکہ آپ ساری مسافت میں مشی کرتے تھے اسی لئے بندے کا خیال ناقص یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے یہاں اپنے اس کلام میں بطریق ظرافت توریہ استعمال فرمایا ہے گول مول بات فرمائی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی دونوں طرح ثابت ہے سعی بھی اور مشی بھی (اشکال کیوں کرتے ہو) پھر اس کے بعد انہوں نے جو اصل اور تحقیقی جواب تھا وہ دیا کہ أنا شيخ كبير. والله تعالى أعلم۔ توریہ میں یہ ہوتا ہے کہ متکلم اپنے کلام کا مطلب ظاہر کچھ کر رہا ہے اور مراد کچھ اور لے رہا ہے، ۱۲۔

[1] حدیث جابر الطویل اس کے علاوہ ایک اور ہے جس پر امام نوویؒ نے بَابُ حَدِيثِ جَابِرٍ الطَّوِيلِ ترجمہ باندھا ہے، مسلم جلد ثانی کے بالکل آخر میں، ۱۲۔

إِذَا اسْتَوَتْ بِهِ نَاقَتُهُ عَلَى الْبَيْدَاءِ، قَالَ: جَابِرٌ نَظَرْتُ إِلَى مَدِّ بَصَرِي مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ مِنْ رَاكِبٍ وَمَاشٍ وَعَنْ يَمِينِهِ مِثْلَ ذَلِكَ وَعَنْ يَسَارِهِ مِثْلَ ذَلِكَ وَمِنْ خَلْفِهِ مِثْلَ ذَلِكَ، وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَظْهُرِنَا وَعَلَيْهِ يَنْزِلُ الْقُرْآنُ، وَهُوَ يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ فَمَا عَمِلَ بِهِ مِنْ شَيْءٍ، عَمِلْنَا بِهِ فَأَهَلَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالتَّوْحِيدِ «لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ» وَأَهَلَّ النَّاسُ بِهَذَا الَّذِي يُهِلُّونَ بِهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا مِنْهُ، وَلَزِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلْبِيَتَهُ، قَالَ جَابِرٌ: لَسْنَا نَنْوِي إِلَّا الْحَجَّ لَسْنَا نَعْرِفُ الْعُمْرَةَ، حَتَّى إِذَا أَتَيْنَا الْبَيْتَ مَعَهُ اسْتَلَمَ الرُّكْنَ فَرَمَلَ ثَلَاثًا، وَمَشَى أَرْبَعًا، ثُمَّ تَقَدَّمَ إِلَى مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ فَقَرَأَ {وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى [1]} فَجَعَلَ الْمَقَامَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْبَيْتِ. قَالَ: فَكَانَ أَبِي يَقُولُ قَالَ: ابْنُ نُفَيْلٍ، وَعُثْمَانُ وَلَا أَعْلَمُهُ ذَكَرَهُ إِلَّا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ سُلَيْمَانُ: وَلَا أَعْلَمُهُ إِلَّا. قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ بِقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ وَقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى الْبَيْتِ فَاسْتَلَمَ الرُّكْنَ، ثُمَّ خَرَجَ مِنَ الْبَابِ إِلَى الصَّفَا، فَلَمَّا دَنَا مِنَ الصَّفَا قَرَأَ {إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ [2]} «نَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللَّهُ بِهِ» فَبَدَأَ بِالصَّفَا فَرَقِيَ عَلَيْهِ حَتَّى رَأَى الْبَيْتَ فَكَبَّرَ اللَّهَ وَوَحَّدَهُ وَقَالَ: «لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ أَنْجَزَ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ» ثُمَّ دَعَا بَيْنَ ذَلِكَ، وَقَالَ: مِثْلَ هَذَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ نَزَلَ إِلَى الْمَرْوَةِ حَتَّى إِذَا انْصَبَّتْ قَدَمَاهُ رَمَلَ فِي بَطْنِ الْوَادِي، حَتَّى إِذَا صَعِدَ مَشَى حَتَّى أَتَى الْمَرْوَةَ، فَصَنَعَ عَلَى الْمَرْوَةِ مِثْلَ مَا صَنَعَ عَلَى الصَّفَا، حَتَّى إِذَا كَانَ آخِرُ الطَّوَافِ عَلَى الْمَرْوَةِ، قَالَ: «إِنِّي لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ لَمْ أَسُقِ الْهَدْيَ وَلَجَعَلْتُهَا عُمْرَةً، فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ لَيْسَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيَحْلِلْ وَلْيَجْعَلْهَا عُمْرَةً» فَحَلَّ النَّاسُ كُلُّهُمْ وَقَصَّرُوا إِلَّا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَقَامَ سُرَاقَةُ بْنُ جُعْشُمٍ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلِعَامِنَا هَذَا أَمْ لِلْأَبَدِ؟ فَشَبَّكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَابِعَهُ فِي الْأُخْرَى، ثُمَّ قَالَ: «دَخَلَتِ الْعُمْرَةُ فِي الْحَجِّ» هَكَذَا مَرَّتَيْنِ «لَا بَلْ لِأَبَدِ أَبَدٍ، لَا بَلْ لِأَبَدِ أَبَدٍ» قَالَ: وَقَدِمَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، مِنَ الْيَمَنِ بِبُدْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا مِمَّنْ حَلَّ، وَلَبِسَتْ ثِيَابًا صَبِيغًا وَاكْتَحَلَتْ فَأَنْكَرَ عَلِيٌّ ذَلِكَ عَلَيْهَا، وَقَالَ: مَنْ أَمَرَكِ بِهَذَا، فَقَالَتْ: أَبِي، فَكَانَ عَلِيٌّ يَقُولُ: بِالْعِرَاقِ ذَهَبْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحَرِّشًا عَلَى فَاطِمَةَ فِي الْأَمْرِ الَّذِي صَنَعَتْهُ مُسْتَفْتِيًا لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الَّذِي ذَكَرَتْ عَنْهُ فَأَخْبَرْتُهُ، أَنِّي أَنْكَرْتُ ذَلِكَ عَلَيْهَا فَقَالَتْ: إِنَّ أَبِي أَمَرَنِي بِهَذَا، فَقَالَ: «صَدَقَتْ، صَدَقَتْ مَاذَا، قُلْتَ حِينَ فَرَضْتَ الْحَجَّ» قَالَ: قُلْتُ اللَّهُمَّ إِنِّي أُهِلُّ بِمَا أَهَلَّ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «فَإِنَّ

---

[1] اور بناؤ ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کی جگہ (سورۃ البقرۃ ۱۲۵)

[2] بے شک صفا اور مروہ نشانیوں میں سے ہیں اللہ کی (سورۃ البقرۃ ۱۵۸)

مَعِي الْهَدْيَ فَلَا تَحِلَّ» قَالَ: وَكَانَ جَمَاعَةُ الْهَدْيِ الَّذِي قَدِمَ بِهِ عَلِيٌّ مِنَ الْيَمَنِ وَالَّذِي أَتَى بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِينَةِ مِائَةً فَحَلَّ النَّاسُ كُلُّهُمْ، وَقَصَّرُوا إِلَّا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ، قَالَ: فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ وَوَجَّهُوا إِلَى مِنًى أَهَلُّوا بِالْحَجِّ، فَرَكِبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى بِمِنًى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ وَالصُّبْحَ، ثُمَّ مَكَثَ قَلِيلًا حَتَّى طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَأَمَرَ بِقُبَّةٍ لَهُ مِنْ شَعْرٍ فَضُرِبَتْ بِنَمِرَةَ، فَسَارَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا تَشُكُّ قُرَيْشٌ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاقِفٌ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ بِالْمُزْدَلِفَةِ، كَمَا كَانَتْ قُرَيْشٌ تَصْنَعُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَأَجَازَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَتَى عَرَفَةَ فَوَجَدَ الْقُبَّةَ قَدْ ضُرِبَتْ لَهُ بِنَمِرَةَ، فَنَزَلَ بِهَا حَتَّى إِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ أَمَرَ بِالْقَصْوَاءِ فَرُحِلَتْ لَهُ فَرَكِبَ حَتَّى أَتَى بَطْنَ الْوَادِي فَخَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ: "إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا، أَلَا إِنَّ كُلَّ شَيْءٍ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمَيَّ مَوْضُوعٌ، وَدِمَاءُ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعَةٌ، وَأَوَّلُ دَمٍ أَضَعُهُ دِمَاؤُنَا: دَمُ". قَالَ عُثْمَانُ: دَمُ ابْنِ رَبِيعَةَ" وَقَالَ سُلَيْمَانُ: دَمُ رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وَقَالَ: بَعْضُ هَؤُلَاءِ كَانَ مُسْتَرْضَعًا فِي بَنِي سَعْدٍ فَقَتَلَتْهُ هُذَيْلٌ، وَرِبَا الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعٌ، وَأَوَّلُ رِبًا أَضَعُهُ رِبَانَا: رِبَا عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَإِنَّهُ مَوْضُوعٌ كُلُّهُ، اتَّقُوا اللهَ فِي النِّسَاءِ، فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوهُنَّ بِأَمَانَةِ اللهِ، وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللهِ، وَإِنَّ لَكُمْ عَلَيْهِنَّ أَنْ لَا يُوطِئْنَ فُرُشَكُمْ، أَحَدًا تَكْرَهُونَهُ، فَإِنْ فَعَلْنَ فَاضْرِبُوهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ، وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ، وَإِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ: كِتَابَ اللهِ وَأَنْتُمْ مَسْئُولُونَ عَنِّي، فَمَا أَنْتُمْ قَائِلُونَ" قَالُوا: نَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ، وَأَدَّيْتَ، وَنَصَحْتَ، ثُمَّ قَالَ: بِأُصْبُعِهِ السَّبَّابَةِ يَرْفَعُهَا إِلَى السَّمَاءِ وَيَنْكُبُهَا إِلَى النَّاسِ: «اللَّهُمَّ اشْهَدْ، اللَّهُمَّ اشْهَدْ، اللَّهُمَّ اشْهَدْ»، ثُمَّ أَذَّنَ بِلَالٌ ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الظُّهْرَ، ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الْعَصْرَ، وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا، ثُمَّ رَكِبَ الْقَصْوَاءَ حَتَّى أَتَى الْمَوْقِفَ فَجَعَلَ بَطْنَ نَاقَتِهِ الْقَصْوَاءِ إِلَى الصَّخَرَاتِ، وَجَعَلَ حَبْلَ الْمُشَاةِ بَيْنَ يَدَيْهِ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، فَلَمْ يَزَلْ وَاقِفًا حَتَّى غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَذَهَبَتِ الصُّفْرَةُ قَلِيلًا حِينَ غَابَ الْقُرْصُ وَأَرْدَفَ أُسَامَةَ خَلْفَهُ، فَدَفَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ شَنَقَ لِلْقَصْوَاءِ الزِّمَامَ حَتَّى إِنَّ رَأْسَهَا لَيُصِيبُ مَوْرِكَ رَحْلِهِ، وَهُوَ يَقُولُ بِيَدِهِ الْيُمْنَى «السَّكِينَةَ أَيُّهَا النَّاسُ، السَّكِينَةَ أَيُّهَا النَّاسُ» كُلَّمَا أَتَى حَبْلًا مِنَ الْحِبَالِ أَرْخَى لَهَا قَلِيلًا حَتَّى تَصْعَدَ، حَتَّى أَتَى الْمُزْدَلِفَةَ فَجَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِأَذَانٍ وَاحِدٍ وَإِقَامَتَيْنِ، قَالَ عُثْمَانُ: وَلَمْ يُسَبِّحْ بَيْنَهُمَا شَيْئًا، ثُمَّ اتَّفَقُوا ثُمَّ اضْطَجَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى طَلَعَ الْفَجْرُ، فَصَلَّى الْفَجْرَ حِينَ تَبَيَّنَ لَهُ الصُّبْحُ، قَالَ سُلَيْمَانُ: بِنِدَاءٍ وَإِقَامَةٍ، ثُمَّ اتَّفَقُوا، ثُمَّ رَكِبَ الْقَصْوَاءَ حَتَّى أَتَى الْمَشْعَرَ الْحَرَامَ فَرَقِيَ عَلَيْهِ، قَالَ عُثْمَانُ وَسُلَيْمَانُ: فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَحَمِدَ اللهَ وَكَبَّرَهُ وَهَلَّلَهُ، زَادَ عُثْمَانُ وَوَحَّدَهُ فَلَمْ يَزَلْ وَاقِفًا حَتَّى أَسْفَرَ جِدًّا، ثُمَّ دَفَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَأَرْدَفَ الْفَضْلَ بْنَ عَبَّاسٍ وَكَانَ رَجُلًا حَسَنَ الشَّعْرِ أَبْيَضَ وَسِيمًا، فَلَمَّا دَفَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ الظُّعُنُ يَجْرِينَ،

تَطِفقَ الْفَضْلُ يَنْظُرُ إِلَيْهِنَّ فَوَضَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ عَلَى وَجْهِ الْفَضْلِ، وَصَرَفَ الْفَضْلُ وَجْهَهُ إِلَى الشِّقِّ الْآخَرِ. وَحَوَّلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ إِلَى الشِّقِّ الْآخَرِ، وَصَرَفَ الْفَضْلُ وَجْهَهُ إِلَى الشِّقِّ الْآخَرِ يَنْظُرُ حَتَّى أَتَى مُحَسِّرًا، فَحَرَّكَ قَلِيلًا. ثُمَّ سَلَكَ الطَّرِيقَ الْوُسْطَى الَّذِي يُخْرِجُكَ إِلَى الْجَمْرَةِ الْكُبْرَى، حَتَّى أَتَى الْجَمْرَةَ الَّتِي عِنْدَ الشَّجَرَةِ فَرَمَاهَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ مِنْهَا بِمِثْلِ حَصَى الْخَذْفِ فَرَمَى مِنْ بَطْنِ الْوَادِي، ثُمَّ انْصَرَفَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَنْحَرِ فَنَحَرَ بِيَدِهِ ثَلَاثًا وَسِتِّينَ، وَأَمَرَ عَلِيًّا فَنَحَرَ مَا غَبَرَ يَقُولُ: مَا بَقِيَ، وَأَشْرَكَهُ فِي هَدْيِهِ، ثُمَّ أَمَرَ مِنْ كُلِّ بَدَنَةٍ بِبَضْعَةٍ فَجُعِلَتْ فِي قِدْرٍ فَطُبِخَتْ فَأَكَلَا مِنْ لَحْمِهَا وَشَرِبَا. مِنْ مَرَقِهَا قَالَ سُلَيْمَانُ: ثُمَّ رَكِبَ، ثُمَّ أَفَاضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْبَيْتِ فَصَلَّى بِمَكَّةَ الظُّهْرَ، ثُمَّ أَتَى بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَهُمْ يَسْقُونَ عَلَى زَمْزَمَ فَقَالَ: «انْزِعُوا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَلَوْلَا أَنْ يَغْلِبَكُمُ النَّاسُ عَلَى سِقَايَتِكُمْ لَنَزَعْتُ مَعَكُمْ» ، فَنَاوَلُوهُ دَلْوًا فَشَرِبَ مِنْهُ.

ترجمہ: جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ ہم جابر بن عبداللہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے جب انکے پاس پہنچے تو انہوں نے دریافت کیا کہ یہاں پر کون کون ہے؟ (کیونکہ حضرت جابرؓ نابینا ہو گئے تھے) جب وہ پوچھتے پوچھتے مجھ تک پہنچے تو میں نے بتایا کہ میں محمد بن علی بن حسین ہوں۔ انہوں نے (اہل بیت سے فرط محبت کی وجہ سے) میرے سر پر اپنا ہاتھ پھیر کر میرا اوپر کا دامن اٹھایا اسکے نیچے کا دامن اٹھایا اور اپنی ہتھیلیوں کو میرے سینہ پر رکھا اور اس وقت میں جوان لڑکا تھا، پھر فرمایا: اے بھتیجے! تم کو مبارک ہو، تم اپنوں ہی میں آئے ہو، تم جو سوال کرنا چاہو کر لو۔ چنانچہ میں نے ان سے سوال کیا۔ اس وقت وہ نابینا تھے اور نماز کا وقت آیا تو وہ ایک اوڑھنی اوڑھ کر کھڑے ہوئے اسکو لپیٹ کر یعنی وہ کپڑا اتنا چھوٹا تھا کہ اسکو لپٹنے کیلئے ایک کندھے پر ڈالتے تو دوسری طرف سے گر جاتا۔ انہوں نے ہمیں نماز پڑھائی اور بڑی سی چادر ان کے پہلو میں تپائی پر رکھی ہوئی تھی۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ مجھے نبی کریم ﷺ کے حج کی کیفیت بیان کیجیے تو انہوں نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا اور نو کا عدد گنوایا پھر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے نو سال (مدینہ میں) قیام فرمایا لیکن حج نہ کیا پھر دسویں سال لوگوں میں اعلان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ حج کرنے والے ہیں تو بہت لوگ مدینہ آگئے اور ہر ایک یہ چاہتا تھا کہ نبی کریم ﷺ کی پیروی کرے اور آپ جیسا ہی عمل کرے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نکلے اور ہم بھی آپ ﷺ کے ہمراہ نکلے یہاں تک کہ ہم ذوالحلیفہ پہنچے اسوقت اسماء بنت عمیسؓ کے ہاں محمد بن ابو بکر کی ولادت ہوئی تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو پیغام بھجوایا کہ میں کیا کروں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ غسل کر دو اور کپڑے کا لنگوٹ باندھ لو اور احرام باندھ لو۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں نماز پڑھی، پھر قصوا اونٹنی پر سوار ہوئے اور جب اونٹنی ان کو لیکر بیداء مقام میں کھڑی ہو گئی جابر فرماتے ہیں کہ میں نے تاحد نگاہ آپکے سامنے دیکھا کہ سوار اور پیدل لوگ ہیں اور آپ کے دائیں جانب اسی طرح لوگوں کا ہجوم تھا اسی طرح بائیں جانب اور اسی طرح آپ کے پیچھے کی جانب تھا اور رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان تھے، آپ ﷺ پر قرآن نازل ہوتا اور

آپ اس کی مراد جانتے تھے۔ چنانچہ آپ جو عمل کرتے ہم بھی وہی عمل کرتے آپ ﷺ نے تلبیہ پڑھا میں حاضر ہوں اے اللہ! میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، تعریف اور نعمت آپ ہی کیلئے ہے اور بادشاہت آپ کیلئے ہے، آپ کا کوئی شریک نہیں اور لوگوں نے بھی بلند آواز سے تلبیہ پڑھا، جو لوگ بلند آواز سے پڑھتے تھے مگر آپ ﷺ نے ان کو اس پر کچھ نہ کہا اور خود اپنا تلبیہ پڑھتے رہے۔ جابرؓ فرمانے لگے ہم نے تو حج ہی کی نیت کی تھی اور عمرہ نہ جانتے تھے جب ہم آپ ﷺ کے ساتھ بیت اللہ تک پہنچے تو آپ نے حجر اسود کو بوسہ دیا پھر تین چکروں میں رمل کیا اور چار چکروں میں معمول کی رفتار سے چلے پھر مقام ابراہیم پر آئے اور یہ آیت تلاوت کی: اور مقام ابراہیم کو اپنا مصلیٰ بناؤ۔ آپ نے مقام ابراہیم کو اپنے اور بیت اللہ کے درمیان کیا۔ جعفر بن محمد فرماتے ہیں کہ میرے والد (محمد بن علی بن حسین) نے کہا مصنف کے اساتذہ ابن نفیل اور عثمان بن ابی شیبہ نے اپنی حدیثوں میں نقل کیا کہ ہمارے خیال میں جابرؓ نے نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے کہ...... سلیمان راوی کے یہ الفاظ ہیں کہ میرے خیال میں حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ احرام کی دو رکعت میں سورۂ اخلاص اور سورۂ کافرون کی تلاوت ہوتی ہے اور پہلے دو استادوں نے یہ الفاظ کہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو رکعت پڑھیں، اسمیں سورۃ الاخلاص اور سورۃ الکافرون کی تلاوت فرمائی۔ پھر رسول اللہ ﷺ دوبارہ بیت اللہ تشریف لے گئے اور آپ ﷺ نے حجر اسود کا استلام فرمایا، پھر دروازہ سے نکل کر صفا (پہاڑی) پر تشریف لے گئے، سو جب صفا کے قریب پہنچے تو آیت تلاوت فرمائی کہ بیشک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیاں ہیں اور فرمایا کہ جس سے اللہ نے ابتداء فرمائی ہم اسی سے ابتداء کرتے ہیں، پھر آپ ﷺ نے صفا سے سعی شروع فرمائی اور صفا کی چڑھائی چڑھے یہاں تک کہ بیت اللہ دکھائی دینے لگا تو آپ نے تکبیر کہی اور اللہ کی وحدانیت بیان کی اور کہا: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ. لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ أَنْجَزَ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ...... نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ تعالیٰ کے وہ اکیلا ہے اسکا کوئی شریک نہیں اسی کیلئے بادشاہت ہے اور تعریف اسی کیلئے ہے وہ زندہ کرتا ہے اور وہی موت دیتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اسکا کوئی شریک نہیں، وہ اکیلا ہے، اسنے اپنا وعدہ پورا فرمایا اور اپنے بندے کی مدد کی اور (کفار کے) لشکروں کو تن تنہا شکست دی۔ پھر اسکے درمیان اسی طرح ان الفاظ سے تین مرتبہ دعا مانگی، پھر مروہ کی طرف اترے جب آپکے دونوں پاؤں وادی میں اتر گئے تو وادی (میلین اخضرین) کے درمیان آپنے دوڑ لگائی پھر جب چڑھائی پر پہنچے تو عام رفتار سے چلتے ہوئے مروہ کی طرف آگئے پھر مروہ پر بھی اسی طرح (سعی اور مشی) کا عمل کیا جسطرح صفا پر کیا یہاں تک کہ جب آخری چکر مروہ پر تھا تو فرمایا کہ جو بات مجھے بعد میں معلوم ہوئی اگر وہ بات مجھے پہلے معلوم ہو جاتی تو میں سوق ہدی نہ کرتا اور اس احرام حج کو عمرہ بنا دیتا سو جو کوئی تم میں سے اپنے ساتھ ہدی نہ لایا ہو تو وہ حلال ہو جائے اور اس (احرام) کو عمرہ سے بدل دے۔ چنانچہ سبھی لوگ حلال ہو گئے اور انہوں نے بال کاٹ لئے سوائے آپ ﷺ کے اور ان لوگوں کے جن کے ساتھ ہدی تھی، تو سراقہ

بن جعشم (انصاریؓ) کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! یہ رخصت صرف ہمارے لئے اسی سال کیلئے ہے یا ہمیشہ کیلئے؟ تو آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے (تشبیک فرمائی) ایک دوسرے میں ڈال کر فرمایا: عمرہ حج میں داخل ہو گیا، اس طرح دو مرتبہ کیا نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ یمن سے نبی کریم ﷺ کے اونٹ لیکر حاضر ہوئے اور انہوں نے حضرت فاطمہؓ کو حلال ہونے والوں میں پایا اور یہ کہ وہ رنگین کپڑے پہنے ہوئے تھیں اور سرمہ لگائے ہوئے تھیں تو حضرت علیؓ نے ان سے اس پر ناراضگی کا اظہار فرمایا اور کہا تمہیں اس طرح کرنے کو کس نے کہا؟ انہوں نے فرمایا کہ میرے باپ حضرت محمد ﷺ نے یہ حکم فرمایا۔ حضرت علیؓ جب اپنے دارالخلافہ عراق میں تھے اسوقت فرماتے ہیں کہ میں یہ سنکر حضرت فاطمہؓ پر ناراض ہوتے ہوئے حضور ﷺ کے پاس گیا اس کام کے بارے میں دریافت کرنے کیلئے جو حضرت فاطمہ نے کیا تھا اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو بتلایا کہ میں نے حضرت فاطمہؓ کے اس فعل پر نکیر کی تھی تو فاطمہؓ نے مجھے بتلایا کہ میرے والد ﷺ نے یہ کام کرنے کا فرمایا ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ سچ کہتی ہے، وہ سچ کہتی ہے اور تم نے حج کا احرام باندھتے وقت کیا نیت کی تھی؟ میں نے عرض کیا کہ میں نے یوں کہا تھا کہ اے اللہ! میں احرام باندھتا ہوں وہی احرام جو رسول اللہ ﷺ نے باندھا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس تو ہدی ہے (اسلئے میں نے احرام نہیں کھولا) تو اب تم بھی حلال نہ ہونا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ یمن سے ہدی کے جانور لیکر آئے اور جو ہدی کے جانور رسول اللہ ﷺ مدینہ سے لائے تھے، کل ملا کر سو ہو گئے تو تمام لوگ حلال ہو گئے اور انہوں نے بال کاٹ لئے سوائے نبی کریم ﷺ کے اور ان لوگوں کے جو اپنے ساتھ ہدی لیکر چلے تھے۔ آگے فرماتے ہیں کہ پھر جب یوم الترویہ آٹھ ذی الحجہ کو انہوں نے منیٰ جانے کا ارادہ کیا تو حج کا احرام باندھا اور رسول اللہ ﷺ اونٹ پر سوار ہوئے اور منیٰ میں حضور ﷺ نے ظہر، عصر، مغرب، عشاء، فجر (پانچ) نمازیں پڑھیں، پھر سورج نکلنے کا انتظار فرمایا اور نمرہ وادی میں ایک خیمہ جو بالوں سے بنایا گیا تھا تیار کرنے کا حکم دیا تو وادی نمرہ میں خیمہ بنایا گیا پھر رسول اللہ ﷺ منیٰ سے عرفات کی طرف چلے اور رسول اللہ ﷺ کے بارے میں قریش کو شک نہ تھا کہ آپ ﷺ قریش کے زمانہ جاہلیت کے طریقے کی طرح ہی مزدلفہ میں مشعر حرام کے قریب قیام فرمائیں گے مگر رسول اللہ ﷺ آگے بڑھ گئے اور عرفات پہنچے آپ کیلئے خیمہ تیار تھا نمرہ وادی میں، تو وہاں اترے سورج کے ڈھلنے تک اور قصواء (اونٹنی) تیار کرنے کا حکم دیا اس پر آپ کیلئے پالان باندھا گیا آپ اس پر سوار ہو کر بطن وادی میں تشریف لے گئے اور لوگوں سے خطبہ ارشاد فرمایا۔ اسمیں فرمایا کہ بے شک تمہارے خون اور تمہارے اموال تم پر (آپس میں) ایسے ہی حرام ہیں جیسے تمہارے آج کے دن کی حرمت تمہارے اس شہر میں تمہارے اس وطن میں اور یہ کہ جاہلیت کے رسم و رواج کو میں اپنے قدموں کے نیچے روندتا ہوں اور اسی طرح زمانہ جاہلیت کی لڑائیوں میں جو خون ہوئے وہ سب (موضوع اور) ساقط ہیں اور پہلا خون معاف کرنے کی ابتداء میں کرتا ہوں جو ہمارے (چچا کے لڑکے) ربیعہ بن الحارث کا خون ہے۔ عثمان راوی کہتے ہیں: ابن

عبیعہ کا خون اور سلیمان راوی کہتے ہیں کہ ربیعہ بن عبدالمطلب کا خون اور وہ قبیلہ بنو سعد میں دودھ پیا کرتا تھا اس کو قبیلہ ہزیل نے مار ڈالا تھا اور دور جاہلیت کے سب سود معاف ہیں اور پہلا سود جس کو میں معاف کرتا ہوں وہ میرے چچا حضرت عباسؓ کا سود ہے، وہ سب کا سب معاف ہے اور تم عورتوں کے حقوق کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہو، اسلئے کہ تم نے ان کو اللہ کی امانت کے ساتھ اپنے نکاح میں لیا ہے اور اللہ کے نام پر ان کی شرمگاہوں کو حلال کیا ہے اور تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ وہ تمہارے بچھونوں کو ایسے لوگوں سے نہ روندوائیں جن کو تم پسند نہیں کرتے پھر اگر وہ ایسا کریں تو ان کو مارو اسطرح کہ زخمی نہ ہوں اور ان کا تم پر کھلانا اور کپڑا پہنانا اچھے طریقے سے لازم ہے اور میں تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑتا ہوں کہ اگر تم اگر اسکو مضبوطی سے تھامے رہو گے تو گمراہ نہ ہو گے اور وہ چیز کتاب اللہ ہے اور تم سے میرے متعلق سوال کیا جائے گا تو تم کیا جواب دو گے؟ صحابہ نے عرض کیا: ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے ہمیں اللہ کا دین پہنچا دیا اور امانت ادا کر دی اور آپ نے خیر خواہی فرمائی۔ پھر آپ نے فرمایا اپنی شہادت کی انگلی کو آسمان کی طرف اٹھا کر اور پھر لوگوں کی طرف جھکا کر فرمایا: اے اللہ! تو گواہ رہ، اے اللہ! تو گواہ رہ، اے اللہ! تو گواہ رہ۔ پھر حضرت بلالؓ نے اذان و اقامت کہی اور آپ ﷺ نے ظہر کی نماز ادا فرمائی۔ پھر حضرت بلالؓ نے اقامت کہی تو آپ ﷺ نے نماز عصر پڑھی اور ان دونوں نمازوں کے درمیان کوئی نماز نہ پڑھی۔ پھر قصواء اونٹنی پر سوار ہوئے اور عرفات تشریف لائے اور اپنی اونٹنی قصواء کا پیٹ پتھروں کی طرف کر دیا اور مقام جبل مشاۃ کو سامنے کر دیا، پھر قبلہ رخ ہو گئے اور مسلسل کھڑے رہے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا اور اس کی زردی کچھ غائب ہو گئی جس وقت سورج کی ٹکیہ غروب ہو گئی حضرت اسامہؓ کو اپنے پیچھے بٹھایا اور آپ ﷺ (عرفات سے مزدلفہ) روانہ ہوئے (تو آپ ﷺ کی اونٹنی قصواء بہت زور پر تھی حالانکہ) آپ ﷺ نے اونٹنی کی لگام کو بہت تنگ کر رکھا تھا (اور اپنی طرف کھینچ رکھا تھا) یہاں تک کہ اونٹنی کا سر کجاوہ کے مورک (کجاوہ کے آگے کا حصہ جس پر سوار تھک کر پاؤں رکھتا ہے، جو چمڑے کا تسمہ سا ہوتا ہے) کو لگ رہا تھا اور آپ ﷺ نے ہاتھ کے اشارہ کے ساتھ فرمایا: آہستہ چلو اے لوگو! آہستہ چلو اے لوگو! جب چلتے چلتے کسی جگہ تودہ ریگ (ریت کا ٹیلہ) آتا تو آپ سواری کی نکیل ڈھیلی چھوڑ دیتے تھے تاکہ وہ اس پر بسہولت چڑھ سکے یہاں تک کہ آپ ﷺ مزدلفہ پہنچ گئے تو مغرب وعشاء کی نمازیں اکٹھے ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ ادا فرمائیں۔ عثمان راوی فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے دونوں نمازوں کے درمیان کوئی نوافل نہ پڑھے، پھر راویوں کا اتفاق ہے کہ پھر آپ ﷺ لیٹ گئے اور طلوع فجر تک آرام فرمایا، پھر فجر کی نماز پڑھی جبکہ صبح کی روشنی ہو گئی سلیمان فرماتے ہیں کہ اذان اور اقامت کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی، پھر راویوں کا اتفاق ہے کہ آپ ﷺ قصواء اونٹنی پر سوار ہوئے اور مشعر حرام تشریف لائے اور اس پر چڑھے۔ عثمان اور سلیمان فرماتے ہیں: پھر آپ ﷺ نے قبلہ رخ فرمایا اور اللہ کی تعریف اور اس کی بڑائی بیان فرمائی اور تہلیل فرمائی۔ عثمان راوی نے یہ اضافہ کیا کہ اور اسکی وحدانیت بیان کی۔ پھر ٹھہرے رہے یہاں تک کہ خوب روشنی پھیل گئی، اسکے بعد رسول اللہ ﷺ سورج طلوع

ہونے سے پہلے روانہ ہو گئے اور حضرت فضل بن عباسؓ کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھایا اور وہ خوبصورت بالوں والے اور سفید رنگت کے خوبصورت آدمی تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے تو عورتیں ہودج میں سوار گزر رہی تھیں، حضرت فضلؓ ان کی طرف دیکھنے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فضل کے چہرے پر ہاتھ رکھا اور فضل نے اپنے چہرہ کا رخ دوسری جانب پھیر لیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ دوسری طرف رکھا تو حضرت فضلؓ نے دوسری جانب چہرہ کر لیا اور دیکھنے لگے یہاں تک کہ وادی محسر میں پہنچے تو آپ نے اپنی سواری کو تھوڑی حرکت دی اور اس درمیانی راستے سے چلے جو اے مخاطب تجھ کو سیدھا جمرۃ الکبری جمرۂ عقبہ پر لے جاتا ہے یہاں تک کہ آپ اس جمرہ پر تشریف لائے جو درخت کے قریب ہے پھر اسکی رمی فرمائی سات ایسی کنکریوں سے کہ ہر کنکری پر تکبیر کہی ان میں سے ہر کنکری ایسی تھی جو لوبیہ کے دانے کے بقدر کہ دو انگلیوں کے بیچ میں دبا کر اس کو پھینکا اور وادی میں اتر کر رمی فرمائی (یعنی اوپر سے نہ فرمائی) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قربان گاہ تشریف لائے اور اپنے ہاتھ سے تریسٹھ اونٹ نحر فرمائے اور حضرت علیؓ کو حکم فرمایا تو انہوں نے باقی اونٹوں کو نحر کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو اپنی ہدی میں شامل فرمایا اور ہر اونٹ کے بارے میں ایک بوٹی (ٹکڑے) کا حکم فرمایا تو ایک ہنڈیا میں (ان ٹکڑوں کو) ڈال کر پکایا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ نے اس میں سے گوشت تناول فرمایا اور اس کا شوربا پیا۔ سلیمان فرماتے ہیں کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر بیٹھے اور آپ بیت اللہ پہنچے اور نماز ظہر مکہ میں ادا فرمائی، پھر بنو عبدالمطلب کے پاس وہ آئے آب زم زم پلا رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اے بنو عبدالمطلب! ڈول خوب کھینچو (حجاج کرام کو پانی پلاؤ) اور اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ تم پر غالب آ جائیں گے (اور تم سے ڈول رسی چھین کر خود سے کھینچنے لگیں گے یعنی میری اتباع میں) تو میں بھی تمہارے ساتھ کھینچنے میں شریک ہو جاتا۔ تو انہوں نے ڈول کھینچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا، تو آپ نے اس میں سے پانی پی لیا۔

تخریج صحيح البخاري - الحج (١٤٤٤) صحيح البخاري - الحج (١٤٩٣) صحيح البخاري - الحج (١٥٦٨) صحيح البخاري - الحج (١٦٩٣) صحيح مسلم - الحج (١٢١٠) صحيح مسلم - الحج (١٢١٦) صحيح مسلم - الحج (١٢١٨) صحيح مسلم - الحج (١٢٩٩) جامع الترمذي - الحج (٨١٧) جامع الترمذي - الحج (٨٥٦) جامع الترمذي - الحج (٨٥٧) جامع الترمذي - الحج (٨٦٢) جامع الترمذي - الحج (٨٦٩) جامع الترمذي - الحج (٨٨٦) جامع الترمذي - الحج (٨٩٧) جامع الترمذي - تفسير القرآن (٢٩٦٧) جامع الترمذي - المناقب (٣٧٨٦) سنن النسائي - الطهارة (٢١٤) سنن النسائي - الطهارة (٢٩١) سنن النسائي - الحيض والاستحاضة (٣٩٢) سنن النسائي - الغسل والتيمم (٤٢٩) سنن النسائي - المواقيت (٦٠٤) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧١٢) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٤٠) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٤٣) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٤٤) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٥٦) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٦١) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٦٢) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٦٣) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧٩٨) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨٠٥) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٣٩) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٤٤) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٦١) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٦٢) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٦٣) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٦٩) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٧٠) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٧١) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٧٢) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٧٣) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٧٤) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٧٦) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٨١) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٨٢) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٨٣) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٨٤) سنن النسائي - مناسك

الحج (٢٩٨٥) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٩٤) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٢١) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٢٢) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٥٣) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٥٤) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٧٤) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٧٥) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٧٦) سنن النسائي - الضحايا (٤٤١٩) سنن أبي داود - المناسك (١٩٠٥) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩١٣) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩١٩) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩٥١) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩٦٠) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩٦٦) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩٨٠) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٢٣) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٧٤) سنن ابن ماجه - الأضاحي (٣١٥٨) موطأ مالك - الحج (٨١٦) موطأ مالك - الحج (٨٣٥) موطأ مالك - الحج (٨٣٦) موطأ مالك - الحج (٨٤٠) سنن الدارمي - المناسك (١٨٠٥) سنن الدارمي - المناسك (١٨٤٠) سنن الدارمي - المناسك (١٨٥٠) سنن الدارمي - المناسك (١٨٩٩)

شرح الحديث یہ حدیث افراد مسلم سے ہے، امام بخاریؒ نے اس کی تخریج [1] نہیں فرمائی صحاح ستہ میں سے تین جگہ صحیح مسلم، سنن ابوداؤد و ابن ماجہ میں یہ حدیث بطولہ مذکور ہے اور امام ترمذیؒ، نسائیؒ نے متعدد مقامات اور ابواب میں اس کے قطعات ذکر کئے ہیں، صاحب مشکوۃ نے بھی اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔

یہ حدیث بڑی جامع ہے۔ حضرت جابرؓ نے حضور ﷺ کے حج کے اس قصہ کو اہل بیت کے ایک فرد یعنی حضرت امام محمد باقر جو امام زین العابدین کے بیٹے اور حضرت حسینؓ کے پوتے ہیں کی فرمائش پر بڑی تفصیل اور دلچسپی سے سنایا تھا۔ امام نوویؒ نے شرح مسلم میں اس حدیث کی بہت تعریف اور اہمیت بیان کی ہے کہ بڑی جامع ہے، بہت سے فوائد اور اہم قواعد دین پر مشتمل ہے۔ فرماتے ہیں: بہت سے علماء نے اس حدیث سے بکثرت احکام فقہیہ مستنبط کئے ہیں اور ابن المنذر نے اس پر مستقل ایک جزء تالیف کیا ہے جس میں ڈیڑھ سو سے زائد مسائل کا استخراج کیا اور اگر وہ کلام کا استقصاء کرتے تو تقریباً اتنے ہی اور مسائل استنباط کر لیتے (نوویؒ [2])۔

حضرت شیخ جزء حجۃ الوداع میں لکھتے ہیں: شیخ ابن الہمامؒ نے فتح القدیر میں کتاب الحج کے شروع میں اولاً اس پوری حدیث کو ذکر فرمایا اور فرمایا کہ میں کتاب الحج کا افتتاح اس بابرکت حدیث سے کر رہا ہوں، فإنه أصل كبير وأجمع حديث في الباب اھ [3]۔ بہت سے حضرات محدثین اور مؤرخین جنہوں نے حجۃ الوداع پر لکھا ہے ان میں سے بہت سوں نے اسی حدیث کو اپنی تالیف کی اساس اور بنیاد ٹھہرایا ہے۔

---

[1] بظاہر اس لئے کہ اس حدیث طویل کا مدار جعفر بن محمد پر ہے اور جعفر کی روایت کو امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں نہیں لیا ہے۔ یہ حدیث جعفر بن محمد کے علاوہ دوسرے طرق سے بھی مروی ہے لیکن دوسرے رواۃ نے اس کو مطولاً ذکر نہیں کیا بلکہ مختصراً۔ چنانچہ امام بخاریؒ نے اس کو عطاء ابن ابی رباح اور مجاہد کے طریق سے ذکر فرمایا ہے۔ واضح رہے کہ اس حدیث کو جابرؓ سے روایت کرنیوالے محمد باقر کے علاوہ چھ راوی اور ہیں: ابو الزبیر، عطاء، مجاہد، محمد بن المنکدر، ابو صالح ذکوان، ابو سفیان، طلحہ بن نافع الواسطی (ناصر الدین البانی) ان میں سے اکثر کی روایات صحاح میں موجود ہیں اور سب مختصر ہیں۔

[2] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج٨ ص ١٧٠

[3] فتح القدير للكمال ابن الهمام — ج ٢ ص ٤١٠، حجة الوداع وعمرات النبي صلى الله عليه وسلم — ص ١٣ - ١٤

حجۃ الوداع کے اسماء عدیدہ: جاننا چاہیئے کہ حضور ﷺ کے اس حج کا مشہور نام حجۃ الوداع ہے اس کے علاوہ بھی اور نام ہیں۔ چنانچہ اس کو حجۃ الإسلام بھی کہتے ہیں، حجۃ الإسلام کا اطلاق عرف فقہاء میں حج فرض پر ہوتا ہے یعنی وہ حج جو اسلام کا ایک اہم رکن ہے۔ آپ ﷺ نے چونکہ فرضیت حج کے بعد صرف یہی ایک حج کیا ہے اسلئے اسکو حجۃ الإسلام کہتے ہیں اور حجۃ البلاغ بھی کیوں کہ اس میں آپ ﷺ نے لوگوں کو احکام شرعیہ خصوصاً حج کے مسائل پہونچائے ہیں قولاً وفعلاً اور حجۃ التمام والکمال بھی شاید اس وجہ سے کہ آیت کریمہ: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ [1] اسی حج میں نازل ہوئی، لیکن زیادہ مشہور نام حجۃ الوداع ہے (واؤ کے فتح کیساتھ و بجوز الکسر) اس نام کی وجہ تسمیہ یہ لکھی ہے کہ اس حج میں حضور ﷺ نے مسلمانوں کو رخصت فرمایا تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا خُذُوا عَنِّي مَنَاسِكَكُمْ لَعَلِّي لَا أَرَاكُمْ بَعْدَ عَامِي هٰذَا [2] کہ مجھ سے مناسک حج اچھی طرح سیکھ لو، شاید اس کے بعد میری تم سے ملاقات نہ ہو۔

فائدہ اولی: صحیح بخاری میں ابن عمرؓ کا مقولہ مروی ہے: كُنَّا نَتَحَدَّثُ بِحَجَّةِ الْوَدَاعِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَظْهُرِنَا وَلَا نَدْرِي مَا حَجَّةُ الْوَدَاعِ [3] کہ حضور ﷺ کی زندگی میں ہم آپس میں حجۃ الوداع کا ذکر تذکرہ تو کیا کرتے تھے لیکن ہمیں یہ خبر نہیں تھی کہ آپ ﷺ کا یہ حج حجۃ الوداع کس لحاظ سے ہے اور کیوں اسکو حجۃ الوداع کہتے ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ اسکی شرح میں لکھتے ہیں: یعنی پھر جب آپ ﷺ کا اسکے بعد قریب ہی میں وصال ہو گیا تب ہم سمجھے کہ اس حج کو حجۃ الوداع اسی لحاظ سے کہا جاتا تھا (کہ آپ لوگوں کو دنیا سے رخصت فرما کر جارہے تھے) [4]۔ حضرت گنگوہیؒ کی ایک تقریر میں یہ ہے کہ صحابہ کرام حضور ﷺ کے ساتھ غایت محبت وعشق کی وجہ سے یہاں پر لفظ وداع کو شروع میں اس معنی پر محمول کرنے کیلئے تیار [5] نہیں تھے پھر بعد میں مجبوراً ماننا ہی پڑا۔

فائدہ ثانیہ: ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ وہ اس تسمیہ یعنی حجۃ الوداع نام کو مکروہ سمجھتے تھے، اسی طرح نیل المآرب (فی فقہ الحنابلۃ) میں بھی اس تسمیہ کو مکروہ لکھا ہے۔ بظاہر اس کی وجہ یہ ہے کہ وداع کے اندر ترک کے معنی پائے جاتے ہیں اور ظاہر بات ہے کہ حج جیسی عظیم عبادت رخصت کرنے اور ترک کرنیکی چیز نہیں ہے، بلکہ بار بار کرنے کی چیز ہے، نہ یہ کہ بس ایک مرتبہ کرلیا پھر چھٹی۔

---

[1] آج میں پورا کر چکا تمہارے لئے دین تمہارا اور پورا کیا تم پر میں نے احسان اپنا (سورۃ المائدۃ ٣)

[2] السنن الکبری للبیهقي - کتاب الحج - باب الإیضاع في وادي محسر ٩٥٢٤ (ج٥ ص ٢٠٤)

[3] صحیح البخاري - کتاب المغازي - باب حجة الوداع ٤١٤١

[4] فتح الباري شرح صحیح البخاري - ج٨ ص ١٠٧

[5] ولنعم ما قال شیخ الهند في مرثیة شیخه القطب الگنگوهي"

نہ سمجھے تھے کہ اس جان جہاں سے یوں جدا ہوں گے ؎ یہ سنتے گو چلے آئے تھے اک دن جان ہی جانی

فائدہ ثالثہ: حضرت امام بخاریؒ نے باب حجۃ الوداع کا ترجمہ کتاب المغازی کے اخیر میں ذکر فرمایا ہے مغازی کے بعد سرایا کو اور پھر وفود کو ترتیب وار ذکر کرنے کے بعد اخیر میں حجۃ الوداع کو ذکر کیا ہے کیونکہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسفار میں آخری سفر ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسفار زیادہ تر غزوات اور یا پھر حج وعمرہ کے لئے ہوتے تھے۔ الحاصل امام بخاریؒ کا اس باب کو وہاں ذکر کرنا فقہی حیثیت سے نہیں ہے بلکہ تاریخی حیثیت سے ہے واللہ تعالیٰ أعلم۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ الخ: یہ حدیث مصنف کو متعدد شیوخ سے پہونچی ہے حَتَّى انْتَهَى إِلَيَّ یہاں تک کہ میرا نمبر آیا میں نے اپنا نام بتادیا کہ میں محمد بن علی بن حسین ہوں، حضرت جابرؓ ان کا نام ونسب سن کر اہل بیت کے ساتھ فرط تعلق ومحبت کی وجہ سے پھڑک گئے اور ان کے گریبان کی گھنڈیاں کھول کر ان کے سینہ پر دست شفقت پھیرا، حضرت نے بذل میں یہی لکھا ہے کہ یہ ہاتھ پھیرنا حبا واکراما لاہل البیت تھا اور امام نوویؒ نے یہ لکھا ہے کہ چونکہ یہ صغیر السن تھے اس لئے ثانیاً انہوں نے ایسا کیا ورنہ جوان آدمی کے سینہ پر اس طرح ہاتھ پھیرنا غیر مناسب ہے (بذل [1]) قلت: والأظهر هو الأول۔

فَقَامَ فِي نِسَاجَةٍ: نساجہ کی تفسیر کتاب میں مذکور ہے ثوب ملفق، یعنی دوہری چادر، دھوتی، ممکن ہے اس کے دونوں سروں کو جوڑ کر اس لئے سیا گیا ہو کہ وہ دریدہ ہو حاصل سب کا یہ ہے کہ انہوں نے ایک معمولی اور چھوٹی سی چادر اوڑھ کر نماز پڑھی جو چھوٹی ہونے کی وجہ سے ان کے کندھے پر ٹھہر نہیں رہی تھی بلکہ گر گر جاتی تھی حالانکہ ایک دوسری اچھی اور بڑی سی چادر ان کے برابر میں تپائی پر رکھی ہوئی تھی (معلوم نہیں ایسا کرنے میں کیا مصلحت تھی) اس حدیث سے صلوۃ فی ثوب واحد کے جواز پر بھی استدلال کیا گیا ہے باوجود ایک سے زائد کپڑا موجود ہونے کے۔

فَقَالَ: بِيَدِهِ فَعَقَدَ تِسْعًا: قال بمعنی أشار یعنی انہوں نے اپنی انگلیوں پر شمار کرکے سمجھایا اور بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعد الہجرۃ اتنے سال یعنی نو سال تک ٹھہرے رہے حج نہیں کیا پھر جب دسواں سال ہوا تو اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان عام کرایا کہ اس سال مجھے حج کرنا ہے۔ چنانچہ مدینہ منورہ میں بے شمار لوگ جمع ہونے شروع ہوگئے (جن کی تعداد میں مختلف قول ہیں کم سے کم نوے ہزار اور زیادہ سے زیادہ ایک لاکھ تیس ہزار منقول ہے)۔

كُلُّهُمْ يَلْتَمِسُ أَنْ يَأْتَمَّ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الخ: ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ اس حج میں حضور کا پورا پورا اتباع کرے [2] اور جس نوع کا احرام آپ کا ہو اسی نوع کا اس کا بھی ہو۔

فَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَرَجْنَا مَعَهُ: اس سے قبل باب الافراد میں حدیث عائشہؓ (برقم ۱۷۷۸) خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُوَافِينَ هِلَالَ ذِي الْحِجَّةِ کے تحت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ سے تاریخ روانگی کا بیان

---

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج۸ ص ۱۷۱، بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۹ ص ۱٤٤

[2] یہی وجہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو فسخ الحج إلى العمرة اور حلال ہونے کا حکم دیا تو اس پر وہ حضرات بڑے متامل ہوئے، کما سبق فی محلہ۔

گزر چکا ہے۔

وَلَدَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ: یہ مضمون بَابُ الْحَائِضِ تُهِلُّ بِالْحَجِّ میں گزر چکا (رقم الحدیث ۱۷۴۳ کے ذیل میں)۔

انتہائی بابرکت اور مقدس منظر: وَرَسُولُ اللهِ ﷺ بَيْنَ أَظْهُرِنَا وَعَلَيْهِ يَنْزِلُ الْقُرْآنُ: چاروں طرف صحابہ کرامؓ کا مجمع اور درمیان میں فخر الانبیاء وسید الرسل کی ہستی درانحالانکہ آپ ﷺ پر نزول قرآن ہورہا ہے، جبرئیل امین علیہ السلام کی بار بار آمد ہورہی ہے، کس قدر عظیم القدر بابرکت منظر تھا جسکی نظیر نہ کبھی گزشتہ زمانہ میں پائی گئی اور نہ آئندہ اس عالم میں ممکن۔

وَأَهَلَّ النَّاسُ بِهَذَا الَّذِي يُهِلُّونَ بِهِ: یعنی صحابہ کرامؓ اپنا اپنا تلبیہ پڑھ رہے تھے (جو اپنے ذوق وشوق سے الفاظ تلبیہ میں اضافہ کرتے تھے) اور حضور اکرم ﷺ نے اپنے تلبیہ کو لازم پکڑ رکھا تھا یعنی آپ ﷺ اس میں کوئی کمی وزیادتی نہیں فرماتے تھے۔

لَسْنَا نَنْوِي إِلَّا الْحَجَّ: تقدم الكلام عليه في باب الإفراد في الحج تحت قوله: لانرى إلا أنه الحج (برقم ۱۷۸۳)۔

حَتَّى إِذَا أَتَيْنَا الْبَيْتَ مَعَهُ: یہ حدیث جابرؓ اگرچہ بڑی مفصل اور جامع ہے لیکن اس میں یہاں آکر اختصار ہوگیا ہے، مدینہ منورہ سے روانہ ہونے کے بعد مکہ مکرمہ پہونچنے تک جس میں آٹھ دن صرف ہوتے ہیں اس دوران میں جو واقعات اور امور آپ ﷺ کو راستہ میں پیش آئے، اس حدیث میں اس کا مطلقاً ذکر نہیں ہے، البتہ دوسری روایات میں ہے جن کو حضرت شیخؒ نے جزء حجۃ الوداع میں ذکر فرمایا ہے۔

اسْتَلَمَ الرُّكْنَ: یہ آپ ﷺ کا مکہ داخل ہوتے ہی پہلا طواف ہے جس کو جمہور تو طواف قدوم بتاتے ہیں اور حنفیہ طواف عمرہ ... طواف کی ابتداء حجر اسود کے استلام [1] سے ہی ہوتی ہے۔

فَرَمَلَ ثَلَاثًا: اس سے معلوم ہوا کہ یہ طواف ماشیاً تھا کیونکہ رمل طواف ماشیاہی میں ہوسکتا ہے، بعض طواف آپ ﷺ نے راکباً بھی کیے ہیں، کما تقدم الكلام عليه في باب الطواف الواجب۔

قَالَ: فَكَانَ أَبِي يَقُولُ: اسکے قائل جعفر بن محمد ہیں اور ابی سے مراد محمد ہیں جو اس قصے کو حضرت جابرؓ سے روایت کررہے ہیں۔

شرح السند: قَالَ: ابْنُ نُفَيْلٍ وَعُثْمَانُ: چونکہ مصنف کے شیوخ اس حدیث میں متعدد ہیں اسلئے كَانَ أَبِي يَقُولُ کے بعد جو عبارت ہے اس میں شیوخ مصنف کا اختلاف ہے، مصنف اس کو بیان کررہے ہیں وہ یہ کہ ابن نفیل اور عثمان نے تو کہا: وَلَا أَعْلَمُهُ ذَكَرَهُ إِلَّا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور مصنف کے تیسرے استاذ یعنی سلیمان نے کہا: وَلَا أَعْلَمُهُ إِلَّا. قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ مطلب اس سب کا یہ ہے کہ جعفر کے والد محمد کہتے ہیں کہ آگے جو بات میں کہنا چاہتا ہوں یعنی تحیۃ

---

[1] اسی طرح طواف کا اختتام بھی استلام ہی پر ہوتا ہے لہذا ایک طواف میں آٹھ مرتبہ استلام پایا جائیگا پھر اگر طواف کے بعد سعی بھی کرنی ہو جیسا کہ یہاں روایت میں مذکور ہے تو اس کے شروع میں بھی چونکہ استلام مستحب ہے لہذا کل نو مرتبہ ہو جائیگا لیکن بذل المجہود میں اس آخری استلام کو استلام ثامن لکھا ہے جو بظاہر سبقت قلم ہے، ثامن کے بجائے تاسع ہونا چاہیئے۔

الطواف کی رکعتین میں سورۂ کافرون واخلاص کی قرأت اس کو جابرؓ نے حضور ﷺ ہی [1] سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ ان دو رکعتوں میں سورۂ کافرون واخلاص پڑھا کرتے تھے اور سلیمان کے الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان رکعتین میں ان دو سورتوں کا پڑھنا حضور ﷺ سے قولاً مروی ہے یعنی آپ ﷺ نے فرمایا ان دو رکعتوں میں ان دو سورتوں کو پڑھا جائے، لیکن صحیح مسلم کی روایت میں إِلَّا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ کے بجائے إِلَّا قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ہے، اس صورت میں یہ روایت قولی نہ ہوگی بلکہ فعلی، وهو الموافق للسياق كما لا يخفى۔

ثُمَّ رَجَعَ إِلَى الْبَيْتِ فَاسْتَلَمَ الرُّكْنَ: اس سے معلوم ہوا سعی کی ابتداء بھی استلام حجر سے ہونی چاہیئے، ہمارے فقہاء نے بھی اسکے استحباب کی تصریح کی، بلکہ ابن قدامہؒ نے اس پر ائمہ اربعہ کا اتفاق لکھا ہے۔

ثُمَّ خَرَجَ مِنَ الْبَابِ إِلَى الصَّفَا: باب سے مراد باب الصفا ہے، كما في رواية الطبراني، یہ باب حجر اسود کی جانب بالکل اسکے سامنے ہے اور صفا پر جانے کے لئے سب سے قریب یہی باب ہے، اس دروازے سے نکل کر جانا مستحب ہے۔

نَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللّٰهُ بِهِ: سعی کی ابتداء صفا سے عند الائمة الاربعة واجب ہے خلافاً لبعض التابعین۔

حَتَّى إِذَا انْصَبَّتْ قَدَمَاهُ رَمَلَ فِي بَطْنِ الْوَادِي: صفا پر سے دعاء وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد آپ ﷺ نیچے کی طرف اترے اور بطن وادی میں رمل کیا یعنی سعی کی اور دوڑ کر چلے پھر مروہ کی چڑھائی شروع ہوئی تو بجائے سعی کے مشی کی۔

طواف وسعی کے بعد آپ کی طرف سے فسخ الحج کا امر جازم: فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ لَيْسَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيُحْلِلْ: سعی مکمل ہونے کے بعد آپ ﷺ نے ان صحابہ کو جنکے ساتھ ہدی نہیں تھی حلال ہونیکا حکم فرمایا اور یہ کہ اس طواف و سعی کو عمرہ قرار دیں یعنی بجائے اسکے کہ وہ اس طواف کو طواف قدوم ٹھہرائیں اور اس سعی کو حج کی سعی قرار دیں جو طواف قدوم کے بعد بھی جائز ہے جیسا کہ اس کو طواف زیارت کے بعد بھی کر سکتے ہیں اس سب کا نام فسخ الحج إلى العمرة ہے اور یہ زیادہ تر وہ حضرات تھے جو مفرد بالحج تھے۔

وَمَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ: ان حضرات کی تعیین ہمارے یہاں پہلے باب فی افراد الحج میں گزر چکی ہے۔

دَخَلَتِ الْعُمْرَةُ فِي الْحَجِّ: اس سے مراد عند الاکثر جواز الاعتمار فی أشهر الحج ہے جس کو ظاہر اور ثابت کرنے کے لئے آپ ﷺ نے فسخ الحج إلى العمرة کرایا تھا، اس کے اور بھی معنی لئے گئے [2] ہیں، كما في البذل۔

---

[1] یہ حصر راوی حدیث جابرؓ کے لحاظ سے ہے یعنی محمد نے جابر سے سورتین کی قرأت جو نقل کی ہے وہ حضور ﷺ کی نماز سے متعلق ہے نہ کہ جابرؓ کی نماز سے، ۱۲۔

[2] فقيل: معناه جواز القران، والمراد بالدخول دخول افعال العمرة في افعال الحج كما هو عند الجمهور خلافاً للحنفية. وقيل: معناه جواز فسخ الحج الى العمرة الى الابد كما هو مسلك الحنابلة والظاهرية. وضعف هذين المعنيين النووي كما في البذل۔ لیکن حافظ ابن قیمؒ نے زاد المعاد میں اسکو فسخ الحج الی العمرۃ ہی پر محمول کیا ہے اور بڑے زور شور سے یہ کہا ہے کہ اگر ہم میں سے کوئی شخص حج کا احرام باندھے تو میں اس پر فرض اور واجب سمجھتا ہوں کہ وہ اس کو فسخ کر کے عمرہ قرار دے اور رسول اللہ ﷺ کی اس ناراضگی سے بچے جو آپ ﷺ نے ان صحابہ پر ظاہر فرمائی تھی جن کو فسخ الحج میں تامل ہوا تھا الی آخر ما قال، ۱۲۔

فَوَجَدَ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا مِمَّنْ حَلَّ، وَلَبِسَتْ ثِيَابًا صَبِيغًا وَاكْتَحَلَتْ فَأَنْكَرَ عَلِيٌّ ذَلِكَ عَلَيْهَا: حضرت علیؓ جن کو آپ ﷺ نے پہلے سے یمن بھیج رکھا تھا وہ وہاں سے لوٹ کر مکہ مکرمہ پہونچے، اپنی اور حضور ﷺ کی ہدایا لے کر اور ادھر اکثر صحابہ جن میں ازواج مطہرات اور حضرت فاطمہؓ بھی تھیں، آپ کے حکم سے فسخ الحج إلى العمرة کر کے حلال ہو چکی تھیں۔ حضرت علیؓ چونکہ بعد میں پہنچے تھے انکو اس ماجرہ کی خبر نہیں تھی اسلئے جب انہوں نے پہونچتے ہی فاطمہؓ کو دیکھا کہ وہ اپنے احرام سے حلال ہو چکی ہیں تو وہ ان پر بگڑنے لگے کہ یہ تم نے کیا کیا؟ اس پر انہوں نے فرمایا کہ میں نے اپنے باپ (حضور ﷺ) کے حکم سے ایسا کیا ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں: میں یہ سن کر ان پر ناراض ہوتا ہوا حضور ﷺ کے پاس گیا اور ساری بات جا کر حضور ﷺ سے عرض کی، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: صَدَقَتْ، صَدَقَتْ فاطمہؓ سچ کہتی ہے، فاطمہؓ سچ کہتی ہے، وہ میرے ہی حکم سے حلال ہوئی ہے۔

فَكَانَ عَلِيٌّ يَقُولُ: بِالْعِرَاقِ: راوی کہتے ہیں حضرت علیؓ یہ بات کہ میں فاطمہؓ پر ناراض ہوتا ہوا حضور ﷺ کے پاس گیا الخ، جب وہ اپنے دار الخلافہ عراق میں تھے اس وقت بیان کیا کرتے تھے۔

مَاذَا قُلْتَ حِينَ فَرَضْتَ الْحَجَّ: آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کی بات کا جواب دینے کے بعد فرمایا کہ تم اپنی کہو کہ جب تم نے احرام باندھا تھا تو کیا نیت کی تھی یعنی کس نوع کا احرام باندھا تھا؟ انہوں نے عرض کیا: میں نے احرام باندھتے وقت یہ نیت کی تھی کہ یا اللہ! جس قسم کا احرام تیرے نبی کا ہے اسی احرام کی میں بھی نیت کرتا ہوں (اس کو احرام معلق کہتے ہیں)، احرام معلق واحرام مبہم پر کلام ہمارے یہاں اس سے قبل گزر چکا ہے۔ حضور ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ چونکہ میں اور تم دونوں سائق الہدی ہیں اسلئے ہم حلال نہیں ہوتے، اور باقی وہ سب لوگ جو غیر سائق الہدی تھے عمرہ کر کے حلال ہو گئے۔

فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ وَوَجَّهُوا إِلَى مِنًى أَهَلُّوا بِالْحَجِّ: جو لوگ عمرہ کر کے ۴ ذی الحجہ کو حلال ہو گئے تھے وہ (تین دن گزرنے کے بعد چوتھے دن) یوم الترویہ یعنی آٹھ ذی الحجہ کو جب انہوں نے منی جانے کا ارادہ کیا تو از سر نو حج کا احرام باندھا اور منی میں جا کر سب نے ظہر کی نماز اور پھر عصر کے وقت عصر اسی طرح مغرب وعشاء اور فجر پڑھی۔ اس سے معلوم ہوا حج کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ مکہ سے منی یوم الترویہ کو ظہر سے پہلے پہونچ جائے اور وہاں جا کر ایک شب قیام کرے اور ظہر سے فجر تک پانچ نمازیں وہاں پڑھے جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے کیا۔

حَتَّى طَلَعَتِ الشَّمْسُ: پھر ۹ ذی الحجہ کی صبح کو طلوع شمس کے بعد آپ ﷺ یہاں سے عرفات کیلئے روانہ ہوئے۔

حج کے ایام خمسہ اوران ایام کی کاروائی: حج کے پانچ دن مشہور ہیں جن میں حج کی ساری کاروائی شروع ہو کر پوری ہو جاتی ہے، یعنی آٹھ ذی الحجہ سے بارہ ذی الحجہ تک۔ حاجی آٹھ تاریخ کو مکہ سے منی جاتا ہے، وہاں ایک شب قیام کر کے نو تاریخ کی صبح کو طلوع آفتاب کے بعد وہاں سے عرفات اور پھر وہاں سے غروب کے بعد واپسی میں مزدلفہ میں رات گزارنا اور پھر یوم النحر

یعنی دس ذی الحجہ کی صبح کو صبح صادق کے بعد غلس میں فجر کی نماز پڑھنے کے بعد مشعر حرام کے قریب تھوڑی دیر وقوف کرنا،اسکے بعد طلوع شمس سے قبل مزدلفہ سے واپسی الی منیٰ اور منیٰ میں آکر پہلے دن (دس ذی الحجہ کو) رمی جمرۃ العقبہ صرف جمرۃ الکبریٰ کی رمی کرنا، اسکے بعد ذبح (قربانی کرنا) پھر حلق، پھر مکہ مکرمہ آکر طواف زیارت۔ یہ افعال اربعہ اسی ترتیب سے دس ذی الحجہ کو کئے جاتے ہیں سب سے زیادہ مشغولی حاجی کو اسی تاریخ میں ہوتی ہے کہ یکے بعد دیگرے مسلسل چار کام کرنے ہوتے ہیں۔ پھر گیارہ اور بارہ ذی الحجہ کو جمرات ثلاثہ کی رمی یہ کل پانچ دن ہوگئے، اب آگے حاجی کو اختیار ہے چاہے تو تیرہ ذی الحجہ کو بھی ٹھہرے اور اس دن رمی کرے اور چاہے تو بارہ ہی کو منیٰ سے مکہ واپس آئے قال تعالیٰ: فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ [1]، بارہ ذی الحجہ کو یوم النفر الاول اور تیرہ کو یوم النفر الثانی اور ۱۱، ۱۲، ۱۳ ان تینوں کو ایام منیٰ کہا جاتا ہے، اب حاجی کے ذمہ صرف ایک کام رہ جاتا ہے یعنی مکہ سے وطن واپسی کے دن طواف وداع، یہ افعال حج کی اجمالی [2] ترتیب ہے۔

وَأَمَرَ بِقُبَّةٍ لَهُ مِنْ شَعْرٍ فَضُرِبَتْ بِنَمِرَةٍ: آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے منیٰ سے روانگی سے پہلے یہ نظم فرمایا کہ اپنے لئے عرفات کے قریب موضع نمرہ میں بالوں کا بنا ہوا خیمہ قائم کرایا تاکہ وہاں پہونچ کر اس میں ٹھہریں اور پھر جب وقوف عرفہ کا وقت آئے تو یہاں سے غسل وغیرہ کر کے تیار ہو کر چلیں۔ چنانچہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وہاں پہونچ کر اس میں ٹھہرے زوال شمس تک، زوال کے بعد یہاں سے آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سوار ہو کر بطن عرنہ پہونچے، وہاں پہنچ کر خطبہ دیا، خطبہ کے بعد ظہر اور عصر دو نمازوں کو جمع فرمایا، لیکن واضح رہے کہ ابھی تک وقوف عرفہ شروع نہیں ہوا اس لئے کہ بطن عرنہ عند الجمہور عرفات سے خارج ہے اسی لئے ائمہ اربعہ میں سے کسی کے نزدیک بھی اس جگہ کا وقوف معتبر نہیں ہے، کما فی الأوجز۔ اسی طرح نمرہ بھی جہاں آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے قبہ قائم کرایا تھا عند الجمہور خارج عرفات ہے، البتہ حنفیہ کے نزدیک داخل عرفات ہے وقیل: عند مالك أيضاً۔

بہر حال آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خطبہ اور جمع بین الصلوٰتین سے فارغ ہونے کے بعد یہاں سے موقف (جائے وقوف) تشریف لے گئے یعنی جبل رحمت کے دامن میں جو کہ میدان عرفات کے بیچ میں واقع ہے۔ چنانچہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اپنی ناقہ قصواء پر سوار رہتے ہوئے غروب شمس تک اس جگہ وقوف فرمایا اس سب کا ذکر آگے روایت میں آرہا ہے، ہم نے تکمیل مضمون کیلئے یہاں سب کو یکجا ذکر کیا۔

وَلَا تَشُكُّ قُرَيْشٌ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاقِفٌ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ: جاننا چاہیئے کہ حاجی اولاً مکہ سے منیٰ آتا ہے پھر وہاں ایک رات ٹھہر کر میدان عرفات جاتا ہے منیٰ اور عرفات کے درمیان مزدلفہ واقع ہے جس طرح منیٰ مکہ سے تین میل کے فاصلے پر ہے، اسی طرح منیٰ سے مزدلفہ بھی تین میل کے فاصلے پر ہے، پھر اسی طرح مزدلفہ سے آگے عرفات بھی تین

---

[1] پھر جو کوئی جلدی چلا گیا دو ہی دن میں تو گناہ نہیں اس پر اور جو کوئی رہ گیا تو اس پر بھی کچھ گناہ نہیں (سورۃ البقرۃ ۲۰۳)

[2] جن لوگوں نے اب تک حج نہ کیا ہو ان کو کتاب الحج کی احادیث کا سمجھنا ذرا مشکل ہوتا ہے کیونکہ حج کا نقشہ سامنے نہیں ہوتا ایسے ہی لوگوں کے لئے ہم نے یہ اجمالی کیفیت لکھی ہے والله الموفق۔

میل پر ہے۔

اسکے بعد سمجھیے کہ منٰی اور مزدلفہ یہ دونوں تو حد حرم میں داخل ہیں اور عرفات خارج حرم ہے، اسلام سے پہلے یہ دستور تھا کہ عام لوگ تو وقوف میدان عرفات ہی میں جاکر کرتے تھے لیکن قریش نے اس بارے میں اپنے ساتھ خصوصی وامتیازی برتاؤ کر رکھا تھا، وہ کہتے تھے: نَحْنُ قَطِینُ اللهِ ❶ یعنی یہ کہ ہم بیت اللہ کے ساکنین اور پڑوسی ہیں، ہمارے تمام کام حج سے متعلق حد حرم ہی میں ہوں گے۔ چنانچہ وہ وقوف بجائے عرفات کے مزدلفہ میں کرتے تھے اور پھر یہیں سے لوٹ کر منٰی آجاتے تھے۔ کفار قریش کے اسلام لانے کے بعد حضور ﷺ نے صرف ایک ہی حج کیا ہے جسکو حجۃ الوداع کہتے ہیں تو اس حج میں جو قریش آپ ﷺ کے ساتھ تھے وہ یہ سمجھتے تھے کہ آپ بھی وقوف مزدلفہ ہی میں کریں گے لیکن ہوا یہ کہ راستے میں جب مزدلفہ آیا تو حضور ﷺ اسکو چھوڑ کر پورے مجمع کیساتھ سیدھے عرفات پہونچے، سارے قریش دیکھتے رہ گئے۔ اسی کو راوی بیان کر رہا ہے: وَلَا تَشُكُّ قُرَيْشٌ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاقِفٌ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ۔ اسی کے بارے میں قرآن کریم کہہ رہا ہے: ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ ❷ یعنی سب لوگوں کو یہی چاہیئے کہ وہ عرفات میں وقوف کرکے وہاں سے لوٹیں۔

إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا: **خطبۂ عرفات کے بعض فقروں کی تشریح:** یعنی جیسا تمہارے نزدیک دوسرے کی جان ومال پر حملہ کرنا ان مخصوص ایام میں اور ذی الحجہ کے مہینہ میں اور خاص حد حرم میں حرام ہے اسی طرح شرعاً وعند اللہ یہ چیز دوسرے ایام اور دوسرے مہینوں میں بھی حرام ہے، لہٰذا ہر زمان اور ہر مکان میں دوسرے کی جان ومال سے ناحق تعرض کرنے کو حرام سمجھنا چاہیئے۔

أَلَا إِنَّ كُلَّ شَيْءٍ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمَيَّ مَوْضُوعٌ: آپ ﷺ نے اس خطبہ میں بڑے زوردار اور مؤثر جملے ارشاد فرمائے، اسلام کی بنیادی تعلیمات واضح فرمائیں۔

سبحان اللہ! رسالت کا حق ادا فرمادیا، ارشاد فرمارہے ہیں: رسوم جاہلیت (زمانہ جاہلیت کے تمام رسم ورواج اور عادات) کو میں اپنے قدموں کے نیچے کچلتا ہوں (پامال کرتا ہوں، مٹاتا ہوں) اسی طرح دماء جاہلیت (زمانہ جاہلیت کی لڑائیوں میں جو قتل ہوئے جن کا انتقام اور قصاص ذہنوں میں ہے) وہ سب موضوع اور ساقط ہیں یعنی مضٰی ما مضٰی اب ان کا بدلہ نہ لیا جائے۔

وَأَوَّلُ دَمٍ أَضَعُهُ دِمَاؤُنَا: فرماتے ہیں: اور اس ترک قصاص وعدم انتقام کی ابتداء اور پہل میں خود اپنے ہی سے کرتا ہوں۔ چنانچہ میں ربیعہ ❸ بن الحارث کے بیٹے (جس کا نام ایاس ہے) کے خون کو معاف کرتا ہوں جس کو ہذیل نے قتل کیا تھا (لہٰذا اب

---

❶ جامع الترمذي - كتاب الحج - باب ما جاء في الوقوف بعرفات والدعاء بها ۸۸٤

❷ پھر طواف کے لئے پھرو جہاں سے سب لوگ پھریں (سورۃ البقرۃ ۱۹۹)

❸ ربیعہ بن الحارث آپ کے چچازاد بھائی ہیں۔ ربیعہ کے بیٹے ایاس بچپن میں قبیلہ بنو سعد میں دودھ پیتے تھے (کسی دایہ کا) اس قبیلہ کی قبیلہ ہذیل سے لڑائی چل رہی تھی اتفاق سے ایسا ہوا کہ ایک دن یہ بچہ گھٹنوں (گھٹنوں کے بل) چل رہا تھا اچانک ہذیل کی طرف سے ایک پتھر آکر اس کے لگا وہ ختم ہوگیا۔

ہذیل سے میں اس کا قصاص یا دیت نہیں لوں گا)۔

وَأَوَّلُ رِبًا أَضَعُهُ رِبَانَا: رِبَا عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ: فرماتے ہیں: اسی طرح سودی معاملات کے سلسلہ میں میرے چچا عباس کا جو روپیہ پیسہ اس مد کا لوگوں کے ذمہ ہے وہ ساقط ہے، نہ صرف سود کی رقم بلکہ ان کے حق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا کہ وہ رأس المال بھی نہیں لیں گے کما ھو مصرح فی بعض الروایات، بخلاف دوسرے لوگوں کے کہ وہ صرف سود کی رقم نہ لیں۔

وَإِنَّ لَكُمْ عَلَيْهِنَّ أَنْ لَا يُوطِئْنَ فُرُشَكُمْ: یعنی منجملہ مردوں کے حقوق اپنی بیویوں پر یہ ہے کہ وہ تمہارے بچھونوں کو ایسے لوگوں سے نہ روندوائیں جن کو تم پسند نہیں کرتے ہو یعنی شوہروں کی غیبت میں عورتیں گھر میں ایسے شخصوں کو آنے کی اجازت نہ دیں جن کا گھر میں داخل ہونا ان کو پسند نہ ہو۔ زمانہ جاہلیت میں جبکہ بہت زیادہ بے پردگی تھی، شوہر کی عدم موجودگی میں بھی عورتیں گھروں میں اجنبی مردوں کو اندر بلا لیتی تھیں اور آپس میں بیٹھ کر بلا تکلف بات چیت کرتی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس خطبہ میں اس بری عادت سے منع فرمارہے ہیں۔ ایطاء کا مجرد وطأ ہے بمعنی روندنا، ایطاء فرش سے مراد وہ ہے جو ہم نے ذکر کیا اور یہ کنایہ عن الزنا نہیں ہے ورنہ تو پھر اس کی سزا و عقوبت حد اور رجم ہوتی نہ کہ ضرب (بذل [1]) اس ہی صورت میں تکرھونہ کی قید بھی بے محل ہو جائے گی اسلئے کہ زنا مطلقاً ہر شخص پر حرام ہے۔

وَأَنْتُمْ مَسْئُولُونَ عَنِّي: آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ بروز قیامت تم سے میرے بارے میں سوال ہو گا کہ تمہارے نبی نے احکام خداوندی پہونچائے تھے یا نہیں، حق رسالت ادا کیا تھا یا نہیں؟ تو تم کیا جواب دوگے؟ سب نے یک زبان ہو کر عرض کیا کہ ہم گواہی دیں گے اس بات کی کہ بیشک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احکام پہونچائے اور امانت کو ادا کیا اور امت کے ساتھ پوری پوری خیر خواہی فرمائی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کا جواب سن لیا تو اس پر اللہ تعالیٰ شانہ کو گواہ بنایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مسبحہ سے آسمان کیطرف اشارہ فرماتے اور پھر اس کو حاضرین کی طرف جھکاتے یہ کہتے ہوئے: اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ اے اللہ! تو گواہ رہنا ان سب لوگوں کے اداء رسالت کا اعتراف کرنے پر۔

فائدہ: یہ خطبہ عرفات والا یہاں اس روایت میں تو اتنا ہی ہے، ویسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں مختلف مقامات میں متعدد خطبے ارشاد فرمائے ہیں۔ ایام منیٰ میں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبے دیئے ہیں ان کا ذکر آگے مصنف نے مستقل چند ابواب میں کیا ہے، کتب صحاح میں تو یہ خطبے مجمل اور مختصر ہیں حدیث کی دوسری کتب مسند احمد وغیرہ میں کسی قدر تفصیل سے ملتے ہیں، ان میں سے بہت سے خطبوں کو مولانا حبیب الرحمن اعظمیؒ نے ہمارے حضرت شیخؒ کے ایماء پر جمع فرمایا ہے، ایک مستقل رسالہ جزء خطبات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے جزء حجۃ الوداع کا تکملہ قرار دیا گیا ہے۔

ثُمَّ أَذَّنَ بِلَالٌ ثُمَّ أَقَامَ: اس خطبہ سے فارغ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر و عصر دو نمازوں کو ظہر کے وقت میں جمع فرمایا۔

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۹ ص ۱۹۰

جمع بین الصلوتین بعرفة: اس حدیث میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے یہاں پر ان دو نمازوں کو باذان واقامتین جمع فرمایا، ائمہ ثلاثہ ابو حنیفہ، شافعی واحمد کا مسلک یہی ہے، امام مالکؒ کے نزدیک یہ جمع باذانین واقامتین ہے۔ اس جمع کے لئے ایک شرط بھی ہے وہ یہ کہ جماعت کی نماز ہو، نیز امام المسلمین یا اس کے نائب کی اقتداء میں ہو، لیکن یہ شرط امام ابو حنیفہ، سفیان ثوری، ابراہیم نخعی کے نزدیک ہے ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کے نزدیک نہیں ہے، ان کے نزدیک منفرد بھی جمع کر سکتا ہے۔ یہاں ایک اختلاف اور ہے وہ یہ کہ یہ جمع ائمہ ثلاثہ کے نزدیک للنسك ہے (اس کا تعلق حج سے ہے) لہذا اس میں مسافر اور مقیم برابر ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک یہ جمع للسفر ہے لہذا جو مکہ کا مقیم ہوگا اس کے لئے یہ جمع بین الصلوتین مشروع نہ ہوگا۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ مزدلفہ میں جو جمع بین الصلوتین ہوتا ہے اس میں ائمہ ثلاثہ کا مسلک وہی ہے جو جمع بین الصلوتین بعرفہ میں ہے یعنی شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک باذان واقامتین اور مالکیہ کے نزدیک باذانین واقامتین، لیکن حنفیہ کے نزدیک ان دونوں جمع میں فرق ہے۔ پہلی جگہ باذان واقامتین اور مزدلفہ میں باذان واقامۃ یعنی اذان بھی ایک، اقامت بھی ایک، بخلاف عرفات کے وہاں اذان ایک اور اقامت دو، جس کی اصل وجہ تو اختلاف روایات ہے، دوسری وجہ موافقت قیاس ہے اس لئے کہ پہلی جگہ تو عصر قبل از وقت ہو رہی ہے اس لئے اس کے لئے مزید اطلاع کی ضرورت ہے بخلاف مزدلفہ کے کہ یہاں نماز ثانی اپنے وقت کے اندر ہو رہی ہے، فلا حاجة الی تکرار الاعلام۔

وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا: ان دو نمازوں کے درمیان بالاتفاق کوئی نفل یا سنت نماز نہیں پڑھی جائے گی۔

ثُمَّ رَكِبَ الْقَصْوَاءَ حَتَّى أَتَى الْمَوْقِفَ: پھر آپ ﷺ یہاں یعنی عرنہ سے ناقہ قصواء پر سوار ہو کر موقف یعنی وہ خاص جگہ عرفات کی جہاں آپ ﷺ وقوف کرنا چاہتے تھے تشریف لائے۔

فَجَعَلَ بَطْنَ نَاقَتِهِ[1] الْقَصْوَاءِ إِلَى الصَّخَرَاتِ: اس سے راوی کا مقصود یہ بتانا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی ناقہ کس جگہ اور کس طرح کھڑی کی، وہ یہ کہ آپ ﷺ نے اپنی ناقہ (جبل رحمت کے نیچے) اس جگہ لا کر روکی جہاں پتھر بچھے ہوئے تھے۔

وَجَعَلَ حَبْلَ الْمُشَاةِ[2]: حبل المشاۃ سے مراد حبل الرمل ہے یعنی ریتیلا راستہ اس کی نسبت مشاۃ کی طرف اس لئے کی گئی کہ ایسے راستے میں پیدل چلنے والے ہی چل سکتے ہیں سواری کا اس پر کو چلنا بہت مشکل ہے۔ خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ اونٹنی ایسی جگہ کھڑی تھی جہاں پتھر بچھے ہوئے تھے اور اس کے سامنے ریتیلا راستہ تھا اور ناقہ کا رخ قبلہ کی جانب تھا۔

فَلَمْ يَزَلْ وَاقِفًا حَتَّى غَرَبَتِ الشَّمْسُ: عرفات میں غروب شمس تک ٹھہرنا واجب ہے، غروب کے بعد ہی یہاں سے روانگی

---

[1] آپ نے اپنی ناقہ کے پیٹ کو صخرات کی طرف کر دیا، اس کا پیٹ صخرات کیطرف اسی وقت ہوگا جب وہ صخرات پر کھڑی ہوگی اور اسکے نیچے صخرات ہوں گے، کما لا یخفی ۱۲

[2] مشاۃ ماشی کی جمع جیسے قضاۃ قاضی کی اور حبل حاء مہملہ کے فتح اور سکون باء موحدہ کیساتھ بمعنی الرمل المستطیل ریت کا لمبا سلسلہ اور اس کو جبل بالجیم وبفتحتین بھی پڑھا گیا ہے یعنی طریق، ۱۲۔

ہونی چاہیئے، عرفات میں کب سے کب تک ٹھہرنا ضروری ہے اور اس وقوف کی مقدار فرض کیا ہے اور مقدار واجب کیا ہے؟ اس کی تفصیل مع اختلاف ائمہ باب الوقوف بعرفۃ میں آئے گی۔

وَأَرْدَفَ أُسَامَةَ خَلْفَهُ: آپ ﷺ نے عرفات سے واپسی الی المزدلفہ میں اپنا ردیف حضرت اسامہؓ کو بنایا اور مزدلفہ سے روانگی الی منیٰ کے وقت فضل بن عباسؓ کو (کما سیاتی قریباً)۔

وَقَدْ شَنَقَ لِلْقَصْوَاءِ الزِّمَامَ: شنق یعنی ضیق یعنی جس وقت آپ ﷺ عرفات سے روانہ ہوئے تو آپ ﷺ کی ناقہ شریفہ بہت زور پر تھی، وہ بڑے جوش اور قوت سے تیز چل رہی[1] تھی حالانکہ آپ ﷺ نے اسکی باگ ڈور کو بہت تنگ کر رکھا تھا (اور اپنی طرف کو کھینچ رکھا تھا) یہاں تک کہ ناقہ کا سر کجاوہ کے مورک[2] کو لگ جاتا تھا۔

وَهُوَ يَقُولُ بِيَدِهِ الْيُمْنَى السَّكِينَةَ: لوگ عرفات سے روانگی کے وقت (مزدلفہ جلد پہونچنے کے اہتمام میں) اپنی اپنی سواریوں کو خوب دوڑا رہے تھے۔ چنانچہ آگے روایت میں آرہا ہے: وَالنَّاسُ يَضْرِبُونَ الإِبِلَ يَمِينًا وَشِمَالاً اور دوسری روایت میں ہے: وَقَالَ: « أَيُّهَا النَّاسُ عَلَيْكُمْ[3] بِالسَّكِينَةِ فَإِنَّ الْبِرَّ لَيْسَ بِإِيجَافِ الْخَيْلِ وَالإِبِلِ »۔ یہاں روایت میں ہے: يَقُولُ بِيَدِهِ، بذل المجہود[4] میں یقول کی تفسیر یشیر کیساتھ کی ہے جسکی وجہ یہ ہے کہ روایت میں لفظ بیدہ موجود ہے، اسکا تقاضا تو یہی ہے لیکن چونکہ دوسری روایات سے (کما ذکرنا ھا آنفاً) معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہدایت آپ قولاً ولساناً دے رہے تھے اسلئے یقول بیدہ کا مطلب یہ لینا چاہیئے یقول بلسانہ مشیراً بیدہ یعنی زبان سے فرماتے تھے، ہاتھ کے اشارہ کیساتھ واللہ تعالیٰ أعلم۔

كُلَّمَا أَتَى حَبْلًا مِنَ الْحِبَالِ: جب چلتے چلتے کسی جگہ تودۂ ریگ (ریت کا ٹیلہ) آتا تھا تو آپ سواری کی نکیل ڈھیلی چھوڑ دیتے تھے تاکہ وہ اس پر بسہولت چڑھ سکے۔

جمع بین الصلوتین بمزدلفہ: حَتَّى أَتَى الْمُزْدَلِفَةَ فَجَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِأَذَانٍ وَاحِدٍ وَإِقَامَتَيْنِ: اذان و اقامت کے بارے میں ائمہ اربعہ کے مذاہب جمع بین الصلوتین بعرفۃ کے ذیل میں گزر چکے یعنی امام شافعیؒ و احمدؒ کے نزدیک باذان واقامتین (کما فی ہذہ الروایۃ) اور حنفیہ کے نزدیک باذان واقامۃ اور امام مالک کے نزدیک باذانین واقامتین، یہاں یعنی مزدلفہ میں جمع بین الصلوتین میں تین قول اور ہیں:

1. باقامۃ فقط، بہ قال الثوری وأحمد فی روایۃ۔
2. باقامتین فقط، بہ قال اسحق وأحمد فی روایۃ۔

---

[1] ممکن ہے شہسوار کی روحانیت ناقہ میں اثر انداز ہو رہی ہو، یا بسبب افتخار کے کہ اس کا سوار شاہ دوجہاں تھا۔

[2] مورک فتح میم اور کسر راء کے ساتھ، کجاوہ کے آگے وہ حصہ جس پر سوار تھک کر پاؤں رکھتا ہے جو چمڑے کا تسمہ سا ہوتا ہے۔

[3] اے لوگوں سکون اختیار کرو اسلئے کہ نیکی سواریوں کے دوڑانے میں منحصر نہیں ہے۔

[4] بذل المجهود فی حل أبی داود – ج ۹ ص ۱۹۲

④ لا أذان ولا اقامة، اختاره بعض السلف۔

وَلَمْ يُسَبِّحْ بَيْنَهُمَا شَيْئًا: دونوں نمازوں کے بیچ میں بالاتفاق کوئی سنت یا نفل نماز نہیں پڑھی جائے گی البتہ بعد میں مغرب وعشاء کی سنتیں اور وتر نماز پڑھی جائے گی عند الحنفية والشافعية دون المالكية۔

ثُمَّ اضْطَجَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى طَلَعَ الْفَجْرُ: یعنی مزدلفہ میں جمع بین الصلوتین سے فارغ ہونے کے بعد آپ ﷺ لیٹ گئے اور طلوع فجر تک آرام فرمایا۔

لیلۃ المزدلفہ میں آپ ﷺ نے تہجد کی نماز پڑھی یا نہیں؟ اس کے ظاہر سے یہ مستفاد ہو رہا ہے کہ اس شب میں آپ ﷺ نے قیام لیل یعنی تہجد کی نماز نہیں پڑھی۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ کی بھی یہی رائے ہے، شاہ صاحب فرماتے ہیں: آپ ﷺ بعض مستحبات کو مجامع میں ترک فرمادیا کرتے تھے لوگوں کی سہولت کیلئے ورنہ پھر سب آپ کے اتباع میں اسکے کرنے پر مجبور ہوں گے اگرچہ ان میں سے بعض کو عذر ہو اور یہی بات علامہ قسطلانیؒ نے مواہب لدنیہ میں لکھی ہے کمافی البذل۔ اسکے بعد حضرت سہارنپوریؒ تحریر فرماتے ہیں: اس روایت میں تو سنت اور وتر کا بھی ذکر نہیں ہے (حالانکہ سنت اور وتر کے سب قائل ہیں) لہذا یا تو یہ توجیہ کی جائے کہ یہ نفی علم راوی پر مبنی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ آپ ﷺ نے قیام لیل فرمایا تھا اور یا پھر کم از کم اتنا مانا جائے کہ راوی کی مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ فرض نماز کے بعد سنت اور وتر پڑھ کر سو گئے، تہجد کیلئے نہیں اٹھے، مطلق نماز کی نفی مراد نہیں ہے [1]، واللہ تعالیٰ أعلم۔

فَصَلَّى الْفَجْرَ حِينَ تَبَيَّنَ لَهُ الصُّبْحُ: صبح روشن ہوتے ہی آپ ﷺ نے فجر کی نماز ادا فرمائی اس پر سب کا اتفاق ہے کہ یہاں صبح کی نماز میں تغلیس مسنون ہے۔

حَتّٰى أَتَى الْمَشْعَرَ الْحَرَامَ: آگے باب الصلوٰۃ بجمع میں بجائے المشعر الحرام کے لفظ قزح ہے، وَوَقَفَ عَلَى قُزَحَ فَقَالَ: هٰذَا قُزَحُ [2] مشعر حرام اور قزح ایک ہی چیز ہے، امام نوویؒ فرماتے ہیں: یہ مزدلفہ میں ایک مشہور پہاڑ ہے۔

یہاں پر دو چیزیں ہیں: ایک بیت مزدلفہ یعنی مزدلفہ میں رات گزارنا اور ثانی وقوف مزدلفہ یعنی صبح صادق کے بعد فجر کی نماز پڑھ کر تھوڑی دیر مشعر حرام کے قریب وقوف کرنا، ان دونوں کے حکم میں ائمہ کا اختلاف ہے جس کو ہم آئندہ اسکے مناسب باب میں بیان کریں گے۔

ثُمَّ دَفَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ: مزدلفہ سے آپ ﷺ طلوع آفتاب سے پہلے روانہ ہوئے اور اس وقت آپ ﷺ نے اپنے چچازاد بھائی فضل بن عباسؓ کو اپنی سواری پر پیچھے بٹھایا (اور عرفات سے روانگی کے وقت اسامہ

---

[1] حجة الله البالغة للدهلوي — ج ۲ ص ۹۹، بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۹ ص ۱۹۹

[2] سنن أبي داود — كتاب المناسك — باب الصلاة بجمع ۱۹۳۵

کو اپنی سواری پر بٹھایا تھا، کماسبق)۔

جاننا چاہیئے کہ باب الصلوٰۃ بجمع میں حضرت عمرؓ کی حدیث آرہی ہے: كَانَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ لَا يُفِيضُونَ حَتَّى يَرَوُا الشَّمْسَ عَلَى ثَبِيرٍ [1]، یعنی زمانہ جاہلیت میں مشرکین جب حج کرتے تھے تو مزدلفہ سے اس وقت تک روانہ نہ ہوتے تھے جب تک طلوع آفتاب نہ ہوجائے۔ حضور ﷺ نے ان کی مخالفت فرمائی اور یہاں سے طلوع آفتاب سے قبل روانہ ہوئے۔

مَرَّ الظُّعُنُ يَجْرِينَ: ظعن [2] ظعینہ کی جمع ہے بمعنی ہودج نشین عورت۔ یہ مضمون اس سے قبل باب الرجل یحج عن الغیر میں ابن عباسؓ کی روایت سے اسی طرح گزرا ہے۔

شرح حدیث اور نظر الرجل الی المرأة وعکسہ میں مذاہب ائمہ: فَجَاءَتْهُ امْرَأَةٌ مِنْ خَثْعَمَ تَسْتَفْتِيهِ، فَجَعَلَ الْفَضْلُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا: اس سے معلوم ہورہا ہے کہ فضل بن عباسؓ کی نظر سب گزرنے والی عورتوں پر نہیں پڑرہی تھی بلکہ صرف اس عورت پر جو حضور ﷺ کے سامنے آئی تھی مسئلہ دریافت کرنے کیلئے، تو اس سوال وجواب کے وقت وہ اس کو دیکھنے لگے اور عادتاً ایسا ہوتا ہی ہے کہ جب کوئی شخص سامنے آکر کسی سے بات کرتا ہے تو اسکے مصاحب کی نظر بھی اس بات کرنے والے پر پڑتی ہے۔ نیز عام طور سے ایسے مواقع پر مقصود متکلم کو دیکھنا نہیں ہوتا بلکہ مقصود بالنظر اس گفتگو کو سننا ہوتا ہے، تاہم حضور ﷺ نے احتیاطاً ان کو اس طرف نظر کرنے سے روکا لیکن بعض روایات کے [3] سیاق والفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ فضل اس خثعمیہ کے حسن ہی کو دیکھ رہے تھے لیکن یہ راوی کا اپنا ظن وحسبان ہے۔ بہر حال اگر ایسا ہی ہے تب بھی کوئی خاص اشکال کی بات نہیں اس لئے کہ اکثر ائمہ [4] کے نزدیک نظر الرجل الی المرأة وجہ اور کفین کے حق میں جائز ہے بشرطیکہ خوف فتنہ نہ ہو اور نہ یہ دیکھنا بقصد لذت وشہوت ہو، وھھنا کذلک۔ چنانچہ ترمذی شریف کی روایت میں ہے کہ جب حضور ﷺ نے فضل کا چہرہ اس طرف سے ہٹایا، تو آپ ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ نے سوال کیا یارسول اللہ! آپ نے اپنے چچازاد بھائی کا چہرہ موڑ

---

[1] سنن أبي داود - كتاب المناسك - باب الصلاة بجمع ١٩٣٨

[2] اس کی مزید تحقیق باب الرجل یحج عن الغیر میں لا یستطیع الحج والعمرة ولا الظعن کے ذیل میں گزرچکی ہے۔

[3] قال الحافظ: وفي رواية: وَكَانَ الْفَضْلُ رَجُلًا وَضِيئًا أَيْ جَمِيلًا، وَأَقْبَلَتِ امْرَأَةٌ مِنْ خَثْعَمَ وَضِيئَةٌ، فَطَفِقَ الْفَضْلُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا، وَأَعْجَبَهُ حُسْنُهَا اه (فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ٤ ص ٦٨)۔

[4] اس سلسلہ میں مذاہب ائمہ کی تحقیق ان شاء اللہ تعالی یہ ہے "نظر الرجل الی المرأة" اس میں خلاصۃ المذاہب یہ ہے کہ شافعیہ میں سے امام نوویؒ کے نزدیک مطلقاً حرام اور ناجائز ہے، خوف فتنہ ہو یا نہ ہو، شہوت ہو یا نہ ہو اور یہی امام احمد کی رائے ہے کما فی المغنی اور شافعیہ میں سے علامہ رافعی کی رائے یہ ہے کہ مرد کی نظر عورت کے وجہ اور کفین کیطرف جائز ہے، بشرط عدم الشہوة واللذة اور یہی مسلک حنفیہ ومالکیہ کا ہے۔ "نظر المرأة الی الرجل" شافعیہ میں سے امام نوویؒ کے نزدیک مطلقاً ناجائز اور حرام ہے (کعکسہ) اور حنفیہ ومالکیہ کے نزدیک عورت مرد کے بدن کا وہ حصہ دیکھ سکتی ہے جتنا مرد اپنی محرم عورت کا دیکھ سکتا ہے (یعنی وجہ اور کفین میں انحصار نہیں) اور حنابلہ کی ایک روایت تو یہی ہے اور دوسری یہ ہے کہ صرف وجہ اور کفین دیکھ سکتی ہے، وھی روایۃ عن الشافعیۃ (ملخصاً من الأوجز - ج ٢ ص ٤١٣، بزیادۃ من روضۃ المحتاجین)۔

دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: رَأَيْتُ شَابًّا وَشَابَّةً فَلَمْ آمَنِ الشَّيْطَانَ عَلَيْهِمَا [1]۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ تصریف الوجہ صرف خوف فتنہ کیوجہ سے تھا نہ کہ وقوع فتنہ کیوجہ سے۔ یہی بات شارح مسلم ابّی نے بھی فرمائی ہے اور انہوں نے امام نوویؒ اور قاضی عیاضؒ پر رد کیا ہے جن کے کلام سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ یہاں حضور ﷺ نے امر منکر کی تغییر بالید فرمائی ہے، ابّی فرماتے ہیں: وقوع نہیں بلکہ خوف وقوع تھا جیسا کہ قرطبیؒ نے لکھا ہے، واللہ تعالیٰ أعلم (من الأوجز ج ۳ ص ٤٥٤)۔

شراح نے لکھا ہے: آدمی کی فطرت اور جبلت میں داخل ہے حسین صورت کیطرف دیکھنے کی رغبت اور یہ معصیت بھی نہیں بشرطیکہ بقصد لذت وشہوت نہ ہو ورنہ ناجائز اور ممنوع ہے۔

تنبیہ: صحیحین [2] وغیرہ اکثر کتب حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے جب فضل کے چہرے پر ہاتھ رکھا تو انہوں نے اپنا چہرہ دوسری طرف پھیر کر اس طرف سے دیکھنے لگے تو آپ ﷺ نے اس طرف سے دیکھنے سے بھی روکدیا، فقط۔ اور یہاں ابوداؤد کی روایت میں مزید یہ ہے کہ جب حضور ﷺ نے ان کو دوسری جانب سے بھی دیکھنے سے روکا تو پھر وہ اسکی دوسری جانب سے دیکھنے لگے، یہ تیسری بار دیکھنا بندے کو ابوداؤد کے علاوہ کسی اور کتاب میں نہیں ملا، لہٰذا میرا ظن غالب یہ ہے کہ یہ زیادتی شاذ اور غیر معتمد ہے، واللہ سبحانہ وتعالیٰ أعلم اور حضرت نے بذل المجہود میں اسکی یہ توجیہ فرمائی ہے کہ اس تیسری بار میں ینظر سے مراد نظر إلی المرأۃ نہیں ہے بلکہ نظر إلی ذلك الجانب ہے، اھ [3]۔ قلت ولم آل جهدا في تحقيق هذا المقام وتشريحه ولم اره مجموعا في شرح من شروح الحديث. فلله الحمد والمنة۔

وادی محسر سے تیز چلنے کی وجہ: حَتَّى أَتَى مُحَسِّرًا: وادی محسر میں آپ ﷺ نے اپنی سواری کو ذرا تیز چلایا۔ اس کی وجہ تسمیہ میں مشہور قول تو یہ ہے کہ اس جگہ اصحاب فیل کے فیل کو حسر واقع ہوا تھا یعنی وہ یہاں آکر رک گیا تھا اور اسی جگہ ان پر عذاب نازل ہوا تھا تو اس کے محل عذاب ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ وہاں سے جلدی سے گزرے جیسا کہ دیار عاد وثمود سے آپ ﷺ تیزی سے گزرتے تھے، لیکن ملا علی قاریؒ نے اس وجہ سے تسمیہ کی تردید کی ہے، وہ فرماتے ہیں: صحیح یہ ہے کہ اصحاب فیل حد حرم تک نہیں پہونچ سکے تھے اس سے قبل ہی ان پر عذاب نازل ہو گیا تھا اور یہ وادی محسر حد حرم میں ہے بلکہ یہاں سے تیز چلنے کی وجہ یہ ہے کہ کسی شخص نے یہاں شکار کیا تھا تو اس پر آسمان سے آگ برسی تھی اسی لئے اس کو وادی نار

---

[1] جامع الترمذي - كتاب الحج - باب ما جاء أن عرفة كلها موقف ۸۸۵

[2] چنانچہ یہی حدیث جابر طویل جو ہمارے یہاں چل رہی ہے اسمیں مسلم (کتاب الحج باب حجة النبي ﷺ ۱۲۱۸) کی روایت میں اسطرح ہے: فَوَضَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ عَلَى وَجْهِ الْفَضْلِ، فَحَوَّلَ الْفَضْلُ وَجْهَهُ إِلَى الشِّقِّ الْآخَرِ يَنْظُرُ، فَحَوَّلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ مِنَ الشِّقِّ الْآخَرِ عَلَى وَجْهِ الْفَضْلِ، يَصْرِفُ وَجْهَهُ مِنَ الشِّقِّ الْآخَرِ يَنْظُرُ اور صحیح بخاری (أبواب الإحصار وجزاء الصيد باب حج المرأة عن الرجل ۱۷۵٦) میں ابن عباسؓ کی روایت میں اسطرح ہے: فَجَعَلَ الْفَضْلُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا، وَتَنْظُرُ إِلَيْهِ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْرِفُ وَجْهَ الْفَضْلِ إِلَى الشِّقِّ الْآخَرِ اهـ

[3] بذل المجهود في حل أبي داود ـ ج ۹ ص ۲۰۲

بھی کہتے ہیں (بذل [1])۔

ثُمَّ سَلَكَ الطَّرِيقَ الْوُسْطَى الَّتِي تُخْرِجُكَ إِلَى الْجَمْرَةِ الْكُبْرَى: یہاں تک پہونچنے کے بعد اب منٰی کی طرف دو راستے جاتے ہیں ایک کا نام طریق ضب ہے اور دوسرے کا طریق المازمین آتے وقت جب آپ ﷺ منٰی سے عرفات آرہے تھے تو اس وقت آپ ﷺ نے طریق ضب کو اختیار فرمایا تھا اور اس وقت واپسی میں طریق المازمین کو جس کی مصلحت خود روایت میں یہ مذکور ہے کہ اے مخاطب! وہ راستہ ایسا راستہ ہے جو تجھ کو سیدھا جمرۃ الکبریٰ پر نکالتا ہے۔ میں کہتا ہوں: اور جانا بھی آپ ﷺ کو اسی پر تھا اس لئے کہ اس دن صرف اسی جمرہ کی رمی ہوتی ہے۔

بِمِثْلِ حَصَى الْخَذْفِ: خذف کہتے ہیں کنکری کو دو [2] انگلیوں کے بیچ میں دبا کر زور سے پھینکنا جیسا کہ بچے کھیل کود میں ایسا کیا کرتے ہیں تو مطلب یہ ہوا جس مقدار کی کنکری اس طرح پھینکتے ہیں (جس کی مقدار سب کے ذہنوں میں ہے) ایسی ہی کنکریوں سے آپ ﷺ نے رمی کی۔

فَرَمَى مِنْ بَطْنِ الْوَادِي: یعنی آپ ﷺ نے رمی وادی میں اتر کر فرمائی یعنی اوپر سے نہیں کی (وہاں کی زمین اور راستوں میں اونچ نیچ ہے)۔

جمرۂ عقبہ کی رمی کی کیفیت اور اس میں اختلاف: جاننا چاہئے کہ جمرۂ عقبہ کی رمی کی صحیح صورت جس کو جمہور علماء نے اختیار کیا ہے یہ ہے کہ آدمی مستقبل الجمرۃ اس طرح کھڑا ہو کہ اسکے دائیں طرف منٰی ہو اور بائیں جانب مکہ مکرمہ، کمافی رواية الصحيحين: جَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ يَسَارِهِ وَمِنًى عَنْ يَمِينِهِ [3] اور سنن ترمذی [4] کی روایت میں جو ابن مسعودؓ سے مروی ہے یہ ہے کہ انہوں نے رمی مستقبل القبلۃ کی یعنی رمی کے وقت اپنا رخ قبلہ کیطرف کیا اس صورت میں منٰی پیچھے کیطرف اور مکہ مکرمہ آگے کی طرف ہو گا۔ چنانچہ بعض شافعیہ اور حنابلہ نے اسی کو مستحب قرار دیا ہے مستدلاً بروایة الترمذی لیکن علماء نے ترمذی کی روایت کی تضعیف کی ہے (لاجل المسعودی وهو عبد الرحمن بن عبد الله بن عتبة بن مسعود)۔ رمی کے وقت تکبیر بھی مستحب ہے بِسْمِ اللهِ اللهُ أَكْبَرُ رِضًى لِلرَّحْمٰنِ وَرَغْمًا لِلشَّيْطَانِ۔ اس حدیث میں یہ نہیں ہے کہ آپ ﷺ نے رمی راکباً فرمائی یا ماشیاً، لیکن مشہور فی الروایات یہ ہے کہ آپ ﷺ نے رمی راکباً فرمائی اور بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یوم النحر کی رمی آپ ﷺ نے راکباً فرمائی اور اس کے بعد پھر ماشیاً، اس کی تفصیل باب الرمی میں آئے گی۔

---

[1] مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح – ج ٥ ص ٤٧٣، بذل المجهود في حل أبي داود – ج ٩ ص ٢٠٣

[2] انگوٹھے کے سرے پر کنکری رکھ کر اس کو انگلی سے دبا کر دور پھینکنا، ۱۲۔

[3] صحيح البخاري – كتاب الحج – باب رمي الجمار بسبع حصيات ١٦٦١، صحيح مسلم – كتاب الحج – باب رمي جمرة العقبة من بطن الوادي وتكون مكة عن يساره ١٢٩٦

[4] جامع الترمذي – كتاب الحج – باب ما جاء كيف ترمى الجمار ٩٠١

ثُمَّ انْصَرَفَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَنْحَرِ: رمی کے بعد آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اونٹوں کا نحر فرمایا (قربانی کی) آپ نے سو اونٹوں کی قربانی کی تھی، قربانی کا گوشت کھانا سنت ہے اور ظاہر ہے سب میں سے کھانا مشکل تھا اس لئے آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اس کی یہ تدبیر فرمائی کہ ہر ایک کی ایک ایک بوٹی لے کر اس کو ہانڈی میں پکالیا پھر اس میں سے کچھ گوشت اور باقی شوربا نوش فرمایا۔

ثُمَّ أَفَاضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْبَيْتِ: یوم النحر (۱۰ ذی الحجہ) میں چار مناسک ادا کئے جاتے ہیں، جن کی ترتیب یہ ہے اول رمی جمرۂ عقبہ کی پھر ذبح، پھر حلق ثم الطواف (طواف افاضہ وزیارت)۔

اس حدیث جابرؓ میں ان میں سے تین چیزوں کا ذکر ہے، حلق کا ذکر اس میں رہ گیا، ان افعال میں ترتیب مذکور صرف سنت ہے یا واجب؟ مسئلہ مختلف فیہ ہے بَابٌ فِيمَنْ قَدَّمَ شَيْئًا قَبْلَ شَيْءٍ فِي حَجِّهِ میں آرہا ہے۔

یوم النحر میں آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے نماز ظہر کہاں اداء کی؟ فَصَلَّى بِمَكَّةَ الظُّهْرَ: دس تاریخ کو منیٰ سے مکہ میں آکر اولاً آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے طواف زیارت کیا اسکے بعد ظہر کی نماز کہاں پڑھی مکہ ہی میں یا واپس آکر منیٰ میں؟ اس میں روایات مختلف ہیں اس حدیث جابرؓ میں یہ ہے کہ مکہ ہی میں ادا فرمائی، اسی طرح باب رمی الجمار میں حدیث عائشہؓ آرہی ہے اس میں بھی یہی ہے کہ ظہر آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے مکہ میں پڑھی، اسکے برخلاف حدیث ابن عمرؓ جو آگے بَابُ الْإِفَاضَةِ فِي الْحَجِّ میں (برقم ۱۹۹۸) آرہی ہے اس میں یہ ہے: فَأَفَاضَ يَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ صَلَّى الظُّهْرَ بِمِنًى يَعْنِي رَاجِعًا، یہ حدیث ابن عمرؓ صحیحین کی روایت ہے اور حدیث جابرؓ افراد مسلم سے ہے لیکن حدیث عائشہؓ اس کی مؤید ہے، اب یا تو جمع بین الروایتین کیا جائے کہ ممکن ہے مکہ مکرمہ میں آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے تحیۃ الطواف جو پڑھی تھی اس کو راوی ظہر سمجھا یا طریق ترجیح کو اختیار کیا جائے اس طور پر کہ ابن عمرؓ کی حدیث متفق علیہ ہے لہذا وہ راجح ہے اور یا اس طور پر کہ حدیث جابرؓ کا مؤید حدیث عائشہؓ موجود ہے، نیز مکہ میں نماز افضل ہے منیٰ سے لہذا حدیث جابرؓ راجح ہے، واللہ تعالیٰ أعلم۔

ثُمَّ أَتَى بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَهُمْ يَسْقُونَ عَلَى زَمْزَمَ: فقہاء فرماتے ہیں: طواف سے فارغ ہو کر اول تحیۃ الطواف پھر چاہ زمزم پر آکر زمزم پینا سنت اور مستحب ہے لیکن یہاں اس روایت میں طواف کے بعد تحیۃ الطواف کا ذکر نہیں ہے اور نہ بندہ کو کسی اور حدیث میں ملا (ویسے زیادہ تلاش بھی نہیں کیا) شراح نے بھی اس سے تعرض نہیں کیا۔

حضرت شیخ نے بھی جزء حجۃ الوداع میں اس پر کچھ نہیں لکھا، ہاں اس سے قبل شروع روایت میں جہاں طواف قدوم کا ذکر آیا تھا وہاں البتہ تحیۃ الطواف مذکور ہے لیکن وہاں شرب زمزم کا ذکر نہیں ہے۔

بنو عبد المطلب سے مراد اولاد عباس ہے جو سقایۃ الحاج کی خدمت انجام دیتے تھے، آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے جب ان کو دیکھا کہ وہ حجاج کرام کو زمزم پلا رہے ہیں تو مسرور ہوئے اور اس پر ان کی ہمت افزائی فرمائی کہ ہاں خوب کھینچو اور حجاج کو پلاؤ اور اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ تم پر غالب آجائیں گے (اور تم سے ڈول رسی چھین کر خود کھینچنے لگیں گے یعنی میرے اتباع میں) تو میں بھی

تمہارے ساتھ کھینچنے میں شریک ہو جاتا۔ امام نوویؒ نے اس جملہ کے دوسرے معنی لکھے ہیں کہ اگر میں ایسا کروں گا تو لوگ اس کو مناسک حج میں سے سمجھ کر ضروری سمجھنے لگیں گے اور پھر ہر شخص کھینچے گا[1]۔

اس پر یہ اشکال ہے کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے دست مبارک سے کھینچا تھا جیسا کہ صاحب ہدایہ نے لکھا ہے۔ شیخ ابن الہمامؒ نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ اس حدیث جابرؓ کا تعلق طواف افاضہ سے ہے اور دوسری حدیث کا طواف وداع سے (بذل[2]) پس اثبات اور نفی ہر ایک کا محل الگ الگ ہے۔

بحمد اللہ تعالیٰ قصۂ حجۃ الوداع کی حدیث پوری ہو گئی، اللہ تعالیٰ شانہٗ ہمیں اور آپ کو اس کی برکت سے حج مبرور نصیب فرمائے آمین اور جو کچھ احقر سے اس کی شرح میں قصور اور بے ادبی ہوئی ہو اس کو معاف فرمائے۔

١٩٠٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ، ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ، الْمَعْنَى وَاحِدٌ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ بِأَذَانٍ وَاحِدٍ بِعَرَفَةَ، وَلَمْ يُسَبِّحْ بَيْنَهُمَا وَإِقَامَتَيْنِ وَصَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِجَمْعٍ بِأَذَانٍ وَاحِدٍ، وَإِقَامَتَيْنِ وَلَمْ يُسَبِّحْ بَيْنَهُمَا» . قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا الْحَدِيثُ أَسْنَدَهُ حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ فِي الْحَدِيثِ الطَّوِيلِ، وَوَافَقَ حَاتِمَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ عَلَى إِسْنَادِهِ، مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ الْجُعْفِيُّ، عَنْ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَابِرٍ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: فَصَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعَتَمَةَ بِأَذَانٍ وَإِقَامَةٍ.

ترجمہ: جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر کی نماز ایک اذان سے عرفات میں ادا فرمائیں ان دو نمازوں کے درمیان کوئی سنت یا نفل نماز نہ پڑھی اور دو اقامتیں تھیں اور مغرب اور عشاء کی نماز مزدلفہ میں ایک اذان اور دو اقامتوں سے ادا فرمائیں اور ان کے درمیان کوئی اور نماز نہ پڑھی۔ امام ابو داودؒ نے فرمایا: اس حدیث کو حاتم بن اسماعیل نے طویل حدیث میں مسنداً روایت کیا اور محمد بن علی جعفی نے جعفر کے واسطے سے ان کے والد سے اور ان کے والد نے جابرؓ سے جو روایت کی اس میں انہوں نے حاتم بن اسماعیل کی اس روایت کو مسنداً نقل کرنے میں ان کی موافقت کی ہے مگر اس روایت میں محمد بن علی جعفی نے یہ کہا کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب اور عشاء ایک اذان اور ایک اقامت سے ادا فرمائی۔

تخریج: صحيح مسلم - الحج (١٢١٨) سنن النسائي - المواقيت (٦٠٤) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٧١٢) سنن أبي داود - المناسك (١٩٠٦) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٧٤) سنن الدارمي - المناسك (١٨٥٠)

١٩٠٧- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «قَدْ نَحَرْتُ هَا هُنَا وَمِنًى كُلُّهَا مَنْحَرٌ» وَوَقَفَ بِعَرَفَةَ فَقَالَ: «قَدْ وَقَفْتُ هَا هُنَا وَعَرَفَةُ كُلُّهَا مَوْقِفٌ» وَوَقَفَ بِالْمُزْدَلِفَةِ فَقَالَ: «قَدْ وَقَفْتُ هَا هُنَا وَمُزْدَلِفَةُ كُلُّهَا مَوْقِفٌ».

---

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج٨ ص ١٩٤

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ٩ ص ٢٠٦

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ پھر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے یہاں نحر کیا اور منیٰ سارا کا سارا قربانی کی جگہ ہے اور عرفات میں وقوف فرمایا تو ارشاد فرمایا: میں نے یہاں وقوف کیا ہے اور عرفہ سارا کا سارا وقوف کی جگہ ہے اور مزدلفہ میں وقوف فرمایا تو ارشاد فرمایا کہ میں نے اس جگہ وقوف کیا اور مزدلفہ سارا کا سارا وقوف کی جگہ ہے۔

۱۹۰۸- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنْ جَعْفَرٍ، بِإِسْنَادِهِ، زَادَ: «فَانْحَرُوا فِي رِحَالِكُمْ».

ترجمہ: حفص بن غیاث حضرت جعفر سے اپنی سند سے روایت نقل کرتے ہیں اور اس میں حفص نے یہ اضافہ فرمایا کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے مقام پر قربانی کرلو۔

۱۹۰۹- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ، عَنْ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ جَابِرٍ، فَذَكَرَ هَذَا الْحَدِيثَ وَأَدْرَجَ فِي الْحَدِيثِ عِنْدَ قَوْلِهِ { وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى [1] }، قَالَ: فَقَرَأَ فِيهِمَا بِالتَّوْحِيدِ وَقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ وَقَالَ فِيهِ: قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بِالْكُوفَةِ، قَالَ أَبِي: هَذَا الْحَرْفُ لَمْ يَذْكُرْهُ جَابِرٌ: «فَذَهَبْتُ مُحَرِّشًا»، وَذَكَرَ قِصَّةَ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا.

ترجمہ: جعفر روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد نے حضرت جابرؓ سے یہ روایت نقل کی اور اس میں انہوں نے {وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى} پڑھنے کے بعد فرمایا کہ پھر آپ ﷺ نے دو رکعات میں قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کی تلاوت فرمائی اور جعفر راوی اس میں فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے (عراق کے بجائے) کوفہ میں یہ بات ارشاد فرمائی۔ میرے والد فرماتے ہیں کہ حضرت جابرؓ نے اس میں یہ الفاظ ذکر نہیں فرمائے کہ میں ناراض ہوتے ہوئے گیا اور حضرت فاطمہؓ کے متعلق واقعہ نقل فرمایا۔

تخریج: صحيح مسلم - الحج (۱۲۱۸) سنن أبي داود - المناسك (۱۹۰۷).

۵۷ - بَابُ الْوُقُوفِ بِعَرَفَةَ

باب وقوف عرفہ کے بارے میں

۱۹۱۰- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَتْ قُرَيْشٌ وَمَنْ دَانَ دِينَهَا يَقِفُونَ بِالْمُزْدَلِفَةِ وَكَانُوا يُسَمَّوْنَ الْحُمْسَ وَكَانَ سَائِرُ الْعَرَبِ يَقِفُونَ بِعَرَفَةَ قَالَتْ: فَلَمَّا جَاءَ الْإِسْلَامُ أَمَرَ اللهُ تَعَالَى نَبِيَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَأْتِيَ عَرَفَاتٍ فَيَقِفَ بِهَا، ثُمَّ يُفِيضَ مِنْهَا فَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى: { ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ [2] }.

ترجمہ: ہشام بن عروہ اپنے والد کے واسطہ سے حضرت عائشہؓ سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ قریش

[1] اور بناؤ ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کی جگہ (سورۃ البقرۃ ۱۲۵)

[2] پھر طواف کے لئے پھرو جہاں سے سب لوگ پھریں (سورۃ البقرۃ ۱۹۹)

اور جو لوگ ان کے طریقے کو اختیار کئے ہوئے تھے (عرفات کے بجائے) مزدلفہ میں قیام کرتے تھے اور ان (قریش) کا لقب حمس (بہادر) تھا اور باقی عرب عرفات میں ٹھہرتے تھے۔ فرماتی ہیں کہ جب اسلام آیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ وہ عرفات جاکر وقوف فرمائیں اور پھر وہاں سے واپس لوٹیں۔ اللہ کا ارشاد ہے کہ تم لوگ اس مقام سے واپس لوٹو جہاں سے تمام لوگ لوٹتے ہیں (میدان عرفات سے)۔

تخریج صحیح البخاری - الحج (۱۵۸۲) صحیح البخاری - تفسیر القرآن (۴۲۴۸) صحیح مسلم - الحج (۱۲۱۹) جامع الترمذی - الحج (۸۸۴) سنن النسائی - مناسك الحج (۳۰۱۲) سنن أبی داود - المناسك (۱۹۱۰) سنن ابن ماجه - المناسك (۳۰۱۸)

شرح الحدیث كَانَتْ قُرَيْشٌ وَمَنْ دَانَ دِينَهَا: قریش اور جو لوگ ان کے طور وطریق کو اختیار کرنے والے تھے یعنی ان کے ہم مسلک اور تابع تھے، وَكَانُوا يُسَمَّوْنَ الْحُمْسَ قریش کا لقب حمس تھا، حمس، احمس کی جمع ہے، ماخوذ ہے حماسہ سے، جس کے معنی شجاعت کے ہیں۔ ان کا یہ لقب اسلئے تھا کہ وہ اپنے مذہب اور دین میں متصلب اور پختہ تھے۔ اس روایت کا مضمون یہ ہے کہ قریش بجائے عرفات کے مزدلفہ میں وقوف کرتے تھے، اسکی توضیح باب سابق میں وَلَا تَشُكُّ قُرَيْشٌ الخ کے تحت میں گزر چکی ہے۔ اس کے بعد سمجھنا چاہئے کہ وقوف عرفہ بالاتفاق ارکان حج میں سے ہے جس کے فوت ہونے سے حج فوت ہو جاتا ہے۔

وقت وقوف ابتداءً وانتہاءً نیز مقدار وقوف وجوبًا وفرضًا: اب یہ کہ اس کا وقت کب سے کب تک ہے اور کتنی مقدار وقوف کی فرض ہے؟ دونوں مسئلہ مختلف فیہ ہیں۔ اما المسألة الأولى اى وقت الوقوف ابتداءً وانتهاءً، سو عند الجمهور والأئمة الثلاثة وقت وقوف من زوال عرفة إلى فجر يوم النحر ہے (نو تاریخ کو زوال کے وقت سے دس تاریخ کی صبح صادق تک ہے) وعند الإمام أحمد: من فجر عرفة إلى فجر يوم النحر (ان کے نزدیک نو تاریخ کی صبح صادق سے وقت وقوف شروع ہو جاتا ہے)۔

واما المسألة الثانية اعنى مقدار الوقوف، پس مقدار وقوف دو ہیں، یعنی اسکے دو درجے ہیں ایک فرض اور ایک واجب۔ جو مقدار فرض ہے اس میں کمی کرنے سے تو وقوف ہی نہ ہوگا اور جو مقدار واجب ہے اس میں کمی کرنے سے وقوف ناقص ہوگا۔ پس مقدار واجب حنفیہ وحنابلہ کے نزدیک امتداد الوقوف من الزوال إلى الغروب ہے یعنی زوال سے لے کر غروب آفتاب تک مسلسل وہاں ٹھہرنا واجب ہے گو فرض اس سے کم سے بھی ادا ہو جائے گا لیکن مقدار واجب یہی ہے۔

اور شافعیہ ومالکیہ کے نزدیک الجمع بين الليل والنهار في اى وقت منهما یعنی کچھ حصہ رات کا اور کچھ حصہ دن کا وہاں ٹھہرنا واجب ہے (شرعا رات کی ابتداء غروب شمس سے ہو جاتی ہے) لیکن شافعیہ کے نزدیک اگر صرف دن میں (بعد الزوال) یا صرف رات میں وقوف کیا تو فرض وقوف ادا ہو جائیگا اور ترک واجب لازم آئے گا اور مالکیہ کے نزدیک صرف دن میں وقوف سے فرض ادا نہ ہوگا، ہاں صرف رات میں وقوف سے فرض ادا ہو جائے گا۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا وقوف بعد الغروب ائمہ ثلاثہ کے نزدیک صرف واجب ہے اور مالکیہ کے نزدیک فرض ہے ان شاء اللہ تعالیٰ اس مسئلہ کی تحقیق اور تفصیل یہی ہے جو ہم نے لکھی۔

۵۸۔ بَابُ الْخُرُوجِ إِلَى مِنًى

باب (مکہ مکرمہ سے حاجی کی) منیٰ کی طرف روانگی کے بارے میں

اس باب سے لیکر بَابُ التَّعْجِيلِ مِنْ جَمْعٍ تک کل آٹھ باب ہیں۔ ان ابواب کو مصنفؒ نے اسی ترتیب سے قائم کیا ہے جس ترتیب سے حج ہوتا ہے۔ ان ابواب ثمانیہ میں وہ تمام افعال ومناسک آگئے ہیں جو حج کے ایام خمسہ میں کئے جاتے ہیں۔ آٹھ[1] ذی الحجہ سے لیکر بارہ یا تیرہ ذی الحجہ تک، فللہ در المصنف۔ سنن ابو داؤد کی ترتیب میرے نزدیک صحاح ستہ میں سب سے عمدہ ہے۔

۱۹۱۱- حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا الْأَحْوَصُ بْنُ جَوَّابٍ الضَّبِّيُّ، حَدَّثَنَا عَمَّارُ بْنُ رُزَيْقٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَعْمَشِ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ مِقْسَمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: «صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ وَالْفَجْرَ يَوْمَ عَرَفَةَ بِمِنًى».

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز آٹھ ذی الحجہ کو اور فجر کی نماز عرفات کے دن (نو ذی الحجہ کو) منیٰ میں ادا فرمائیں۔

تخریج: جامع الترمذي - الحج (۸۸۰) سنن أبي داود - المناسك (۱۹۱۱)

۱۹۱۲- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْأَزْرَقُ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ، قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، قُلْتُ: أَخْبِرْنِي بِشَيْءٍ عَقَلْتَهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَيْنَ صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ، فَقَالَ: «بِمِنًى» قُلْتُ: فَأَيْنَ صَلَّى الْعَصْرَ يَوْمَ النَّفْرِ؟ قَالَ: «بِالْأَبْطَحِ»، ثُمَّ قَالَ: «افْعَلْ كَمَا يَفْعَلُ أُمَرَاؤُكَ».

ترجمہ: عبد العزیز بن رفیع فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے پوچھا کہ مجھے بتلائیے کوئی بات جو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سیکھی ہو کہ آپ نے آٹھ ذی الحجہ کو کہاں نماز ظہر پڑھی؟ انہوں نے جواب دیا: منیٰ میں، میں نے پوچھا: اور واپسی کے دن عصر کی نماز کہاں ادا فرمائی؟ انہوں نے بتایا کہ ابطح میں، پھر فرمایا کہ تم وہی کرو جو تمہارے امیر کریں۔

تخریج: صحيح البخاري - الحج (۱۵۷۰) صحيح البخاري - الحج (۱۵۷۱) صحيح البخاري - الحج (۱٦۷٤) صحيح مسلم - الحج (۱۳۰۹) جامع الترمذي - الحج (۹٦٤) سنن النسائي - مناسك الحج (۲۹۹۷) سنن أبي داود - المناسك (۱۹۱۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۳/۱۰۰) سنن الدارمي - المناسك (۱۸۷۲)

---

[1] چنانچہ ۸ ذی الحجہ کو سب سے پہلے یہی کام ہوتا ہے کہ حاجی مکہ سے منیٰ آتا ہے جس کو مصنف اس پہلے باب میں بیان کر رہے ہیں۔ حج کے ایام خمسہ کے افعال بالترتیب ہم اس سے قبل بیان کر چکے ہیں، لہذا آپ اس ترتیب کو ذہن میں رکھ کر ان ابواب کو اس پر منطبق کر لیجئے، طالب علم کو خود بھی کچھ محنت کرنی چاہئے بغیر ہمت اور محنت کے کوئی کام نہیں ہوتا۔ ۱۲۔

شرح الحدیث: أَخْبِرْنِي بِشَيْءٍ عَقَلْتَهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: حضرت انسؓ سے کسی نے یہ سوال کیا کہ تم نے حضور ﷺ کے ساتھ حج کیا ہے لہذا آپ ﷺ کے ساتھ حج کر کے تم نے جو کچھ دیکھا اور سمجھا ہے اس میں سے اس سوال کا جواب دو کہ آپ ﷺ نے یوم الترویہ میں نماز ظہر کہاں ادا فرمائی تھی، مکہ مکرمہ میں یا منیٰ میں؟ یعنی ظہر پڑھ کر منیٰ کیلئے روانہ ہوئے تھے یا منیٰ ہی میں پہونچ کر ظہر پڑھی تھی، انہوں نے جواب دیا کہ منیٰ میں جاکر پڑھی تھی (یہ پہلے آچکا ہے کہ منیٰ میں پہونچ کر پانچ نمازیں از ظہر تا فجر پڑھنا مسنون ہے)۔

قُلْتُ: فَأَيْنَ صَلَّى الْعَصْرَ يَوْمَ النَّفْرِ؟: دوسرا سوال یہ کیا اچھا! یہ بھی بتاؤ کہ منیٰ سے واپسی کے دن عصر آپ ﷺ نے کہاں پڑھی تھی؟ منیٰ ہی میں یا محصب میں؟ ان دونوں سوالوں میں مناسبت یہ ہے کہ ایک سوال کا تعلق حج کے ایام خمسہ میں سے پہلے دن سے ہے اور دوسرے سوال کا تعلق آخری دن سے ہے پس ایک سوال ابتداء سے متعلق ہوا اور دوسرا انتہاء سے۔

اس سوال کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ اس دن عصر آپ نے محصب میں پڑھی تھی۔ اس سوال وجواب سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب عصر ہی کے بارے میں یہ تردد ہے کہ وہ کہاں پڑھی تھی منیٰ میں یا محصب میں تو ظہر کے بارے میں تو گویا یہ متعین ہوا کہ وہ منیٰ میں پڑھی تھی، حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اس دن آپ ﷺ نے ظہر بھی محصب ہی میں ادا فرمائی تھی، جس کی دلیل یہ ہے کہ باب التحصیب کی آخری حدیث جو ابن عمرؓ سے مروی ہے اس میں تصریح ہے کہ آپ ﷺ نے اس دن ظہر سے عشاء تک سب نمازیں محصب میں ہی آکر پڑھی تھیں۔

ثُمَّ قَالَ: «افْعَلْ كَمَا يَفْعَلُ أُمَرَاؤُكَ»: مطلب یہ ہے ان نمازوں کا محصب میں آکر پڑھنا صرف سنت ہے واجب نہیں اور امیر کی اطاعت واجب ہے لہذا اگر تمہارا امیر الحج بالفرض اس کے خلاف کرے تو تمہیں اس کی اطاعت کرنی چاہیے، حضور ﷺ کی طرف سے ہمیں یہی ہدایت ہے۔

٥٩۔ بَابُ الْخُرُوجِ إِلَى عَرَفَةَ

﴿باب (۹ تاریخ کو منیٰ میں) عرفات کی طرف روانگی کے بارے میں﴾

یعنی دوسرے دن ۹ تاریخ کو منیٰ سے روانگی عرفات کی طرف۔ جاننا چاہیئے کہ اس دن منیٰ سے روانگی سیدھے عرفات کو نہیں ہوتی ہے بلکہ راستہ میں ایک اور منزل ہے یعنی نمرہ وہاں ٹھہرنے کے بعد پھر حاجی آگے جاتا ہے، لہذا یہاں ترجمۃ الباب میں عرفہ سے مراد قرب عرفہ ہے اور اس سے اگلے ترجمۃ الباب میں جس روانگی کا ذکر ہے وہ یہاں نمرہ سے مراد ہے۔ پس دونوں ترجموں میں فرق ظاہر ہو گیا کہ پہلے باب میں روانگی من منی إلی نمرۃ مراد ہے (جو عرفات کے قریب ہے) اور آنے والے باب میں روانگی من نمرۃ إلی عرفۃ مراد ہے۔ نیز واضح رہے کہ یہاں بھی روانگی نمرہ سے براہ راست عرفہ کو نہیں ہوتی ہے بلکہ حاجی نمرہ سے چل کر راستہ میں بطن عرنہ ٹھہرتے ہوئے وہاں سے عرفات جاتا ہے، کما سبق فی حدیث حجۃ الوداع۔ اس بطن عرنہ میں پہنچ کر

امیر الحج اول خطبہ دیتا ہے، اس کے بعد جمع بین الصلوتین ظہر اور عصر دونوں کو ظہر کے وقت میں ادا کر کے پھر یہاں سے وقوف کی نیت سے عرفات کے میدان میں جاتا ہے، خوب اچھی طرح سمجھ لیجئے۔

۱۹۱۳- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: «غَدَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مِنًى حِينَ صَلَّى الصُّبْحَ صَبِيحَةَ يَوْمِ عَرَفَةَ حَتَّى أَتَى عَرَفَةَ فَنَزَلَ بِنَمِرَةَ، وَهِيَ مَنْزِلُ الْإِمَامِ الَّذِي يَنْزِلُ بِهِ بِعَرَفَةَ حَتَّى إِذَا كَانَ عِنْدَ صَلَاةِ الظُّهْرِ رَاحَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُهَجِّرًا فَجَمَعَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ، ثُمَّ خَطَبَ النَّاسَ، ثُمَّ رَاحَ فَوَقَفَ عَلَى الْمَوْقِفِ مِنْ عَرَفَةَ».

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (نوذی الحجہ) کے دن صبح ہی صبح فجر کی نماز ادا فرما کر منیٰ سے عرفات کی طرف روانہ ہو گئے، جب عرفات پہنچ گئے تو مقام نمرہ (وادی) میں ٹھہرے اور یہ ٹھہرنے کی وہ جگہ ہے جہاں امیر حج عرفہ میں ٹھہرتا ہے اور جب ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا تو آپ ﷺ سویرے چلے اور ظہر اور عصر کی نمازوں کو (ظہر کے وقت میں) ایک ساتھ ادا فرمایا، پھر خطبہ ارشاد فرمایا اور پھر آپ وقوف کرنے کی جگہ تشریف لے گئے، وہاں پر آپ ﷺ نے میدان عرفات میں ٹھہرنے کی جگہ (جبل رحمت کے قریب) وقوف عرفات فرمایا۔

تخریج: سنن أبي داود - المناسك (۱۹۱۳) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۲/۱۲۹)

٦٠- بَابُ الرَّوَاحِ إِلَى عَرَفَةَ

باب زوال کے بعد عرفہ کی طرف روانگی

اس باب سے متعلق کلام پہلے باب میں ہو چکا۔ رواح کہتے ہیں زوال کے بعد چلنے کو۔ چنانچہ نمرہ سے زوال کے بعد ہی چلتے ہیں۔ باب سابق میں اگر بجائے خروج کے باب الغدو إلى عرفة ہوتا تو بہت عمدہ تقابل ہو جاتا کیونکہ منیٰ سے روانگی صبح کے وقت ہوتی ہے۔

۱۹۱۴- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ حَسَّانَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: لَمَّا أَنْ قَتَلَ الْحَجَّاجُ ابْنَ الزُّبَيْرِ، أَرْسَلَ إِلَى ابْنِ عُمَرَ أَيَّةَ سَاعَةٍ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرُوحُ فِي هَذَا الْيَوْمِ؟ قَالَ: «إِذَا كَانَ ذَلِكَ رُحْنَا» فَلَمَّا أَرَادَ ابْنُ عُمَرَ أَنْ يَرُوحَ، قَالُوا: لَمْ تَزِغِ الشَّمْسُ، قَالَ: «أَزَاغَتْ» ، قَالُوا: لَمْ تَزِغْ أَوْ زَاغَتْ، قَالَ: "فَلَمَّا قَالُوا: قَدْ زَاغَتْ ارْتَحَلَ".

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حجاج بن یوسف حضرت ابن زبیرؓ کے قتل سے فارغ ہو گیا تو اس نے حضرت ابن عمرؓ سے قاصد بھیج کر دریافت کیا کہ آج کے دن (۹ تاریخ کو) رسول اللہ ﷺ زوال کے بعد کس گھڑی روانگی فرماتے تھے؟ عبد اللہ بن عمرؓ نے جواب دیا کہ جب وہ وقت آجائیگا تو ہم روانہ ہوں گے۔ چنانچہ جب حضرت ابن عمرؓ نے روانگی کا ارادہ فرمایا تو لوگوں نے عرض کیا کہ سورج ابھی ڈھلا نہیں، انہوں نے پھر دریافت فرمایا: کیا

سورج ڈھل گیا؟ لوگوں نے بتایا: نہیں ڈھلا۔ پھر جب لوگوں نے بتایا کہ سورج ڈھل چکا ہے تب انہوں نے کوچ فرمایا۔

تخریج: صحيح البخاري - الحج (١٥٧٧) صحيح البخاري - الحج (١٥٨٠) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٠٥) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٠٩) سنن أبي داود - المناسك (١٩١٤) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٠٩) موطأ مالك - الحج (٩١١)

شرح الحديث: لَمَّا أَنْ قَتَلَ الْحَجَّاجُ ابْنَ الزُّبَيْرِ: اس واقعہ کی قدرے تشریح باب الإحصار کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

أَرْسَلَ إِلَى ابْنِ عُمَرَ أَيَّةُ سَاعَةٍ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرُوحُ: اس روایت میں اختصار ہے، نسائی کی روایت میں اس حدیث کا ابتدائی حصہ مذکور ہے، پورا مضمون یہ ہے: جب حجاج بن یوسف ابن الزبیرؓ کے قتال سے ان کو سولی پر چڑھا کر فارغ ہو گیا اور اب حجاز پر بھی عبدالملک بن مروان کی حکومت ہوگئی تو عبدالملک نے حجاج کے پاس یہ ہدایت بھجوائی کہ وہ مسائل حج میں حضرت ابن عمرؓ کا اتباع کرے جس طرح وہ فرمائیں اسی طرح لوگوں کو حج کرائے اور کسی مسئلہ میں ان کی مخالفت نہ کرے [1]۔ چنانچہ ۹ تاریخ کو جس وقت سب حجاج وادی نمرہ میں تھے تو حجاج بن یوسف نے حضرت ابن عمرؓ سے معلوم کرایا کہ اب یہاں سے عرفات کب چلنا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: جب چلنے کا وقت آئے گا تو ہم چل دیں گے (اور تم کو اس کی اطلاع کرا دیں گے)۔

٦١ - بَابُ الْخُطْبَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ بِعَرَفَةَ

باب میدان عرفات میں خطبہ دینے کے متعلق

مشہور تو یہی ہے کہ حج کے خطبات میں ایک خطبہ وہ ہے جو عرفات میں ہوتا ہے جیسا کہ مصنف یہاں ترجمۃ الباب میں فرمارہے ہیں، لیکن یہ خطبہ بطن عرنہ میں ہوتا ہے جو عند الجمہور عرفات سے خارج ہے مگر چونکہ وہ عرفات کے بالکل قریب بلکہ اس کا کنارہ ہے شاید اسی لئے اس کو خطبہ عرفہ کہتے ہیں، واللہ تعالی أعلم (ولم أر من نبه عليه)۔

خطب الحج کی تعداد وتعیین مع اختلاف ائمہ: خطب الحج کی تعداد میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ حنفیہ ومالکیہ کے نزدیک تین ہیں ان تاریخوں میں: ۷ ذی الحجہ، ۹ ذی الحجہ، ۱۱ ذی الحجہ، اور شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک خطبے چار ہیں ان تاریخوں میں: ۷، ۹، ۱۰، ۱۲ اور امام زفرؒ کے نزدیک تین ہیں، پہلا ۸ ذی الحجہ کو، دوسرا ۹ ذی الحجہ کو، تیسرا ۱۰ ذی الحجہ کو۔ خطبہ سے متعلق یہ پہلا باب ہے باقی خطبوں کا ذکر آگے مستقل ابواب میں آرہا ہے۔

١٩١٥ - حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، عَنِ ابْنِ أَبِي زَائِدَةَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ رَجُلٍ، مِنْ بَنِي ضَمْرَةَ، عَنْ

---

[1] اس لئے کہ حکومتوں کی جو آپس کی لڑائیاں ہوا کرتی ہیں جیسے یہاں ابن الزبیرؓ اور عبدالملک میں تھی اس میں عوام زیادہ دخل نہیں دیتے ہیں لیکن مسائل شرعیہ میں عوام علماء اور مفتیان کرام ہی کی بات مانتے ہیں، اس میں حکام کی بات نہیں چلتی، اسی لئے عبدالملک نے حجاج بن یوسف کو جو اس وقت امیر الحج تھا یہ تجربہ کی بات لکھوائی کہ وہ مناسک حج میں حضرت ابن عمرؓ سے مشورہ کرتا رہے اور اسی کے مطابق لوگوں کو حج کرائے ورنہ لوگ مزاحمت کریں گے اور انتشار ہوگا، کذا سمعت من شیخی مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ تعالی۔

أَبِيهِ، أَوْ عَمِّهِ، قَالَ: «رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ بِعَرَفَةَ».

ترجمہ: زید بن اسلم بنی ضمرہ کے ایک شخص کے واسطے سے اس کے والد یا چچا سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو عرفات میں منبر پر (خطبہ دیتے ہوئے) دیکھا۔

شرح الحدیث: وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ بِعَرَفَةَ: آپ ﷺ کا خطبہ عرفات میں ناقہ قصواء پر تھا جیسا کہ حدیث جابرؓ طویل میں گزر چکا اور یہ بات متعین ہے کہ آپ ﷺ کے زمانہ میں عرفات میں منبر نہیں تھا۔ شراح فرماتے ہیں: یا تو یہ وہم راوی ہے اور یا یہ کہیے کہ راوی کی مراد منبر سے مجازاً ناقہ ہی ہے۔

۱۹۱۶- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُدَ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ نُبَيْطٍ، عَنْ رَجُلٍ، مِنَ الْحَيِّ، عَنْ أَبِيهِ نُبَيْطٍ، أَنَّهُ: رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاقِفًا بِعَرَفَةَ عَلَى بَعِيرٍ أَحْمَرَ يَخْطُبُ.

ترجمہ: سلمہ بن نبیط قبیلہ حیؔ کے ایک شخص کے واسطے سے اپنے والد نبیط سے روایت کرتے ہیں کہ نبیط نے رسول اللہ ﷺ کو وقوفِ عرفات کے دوران سرخ اونٹ پر خطبہ دیتے دیکھا۔

تخریج: سنن النسائي-مناسك الحج(۳۰۰۷) سنن النسائي-مناسك الحج(۳۰۰۸) سنن أبي داود-المناسك(۱۹۱۶) سنن ابن ماجه-إقامة الصلاة والسنة فيها(۱۲۸٦) مسند أحمد-أول مسند الكوفيين(۳۰۵/٤) مسند أحمد-أول مسند الكوفيين(۳۰٦/٤)

شرح الحدیث: عَلَى بَعِيرٍ أَحْمَرَ يَخْطُبُ: یہ بھی خلاف مشہور ہے، بعیر تو اونٹ کو کہتے ہیں حالانکہ آپ ﷺ تو ناقہ پر تھے اور نسائی کی روایت میں جو اسی سند سے ہے بجائے بَعِيرٍ کے عَلَى جَمَلٍ أَحْمَرَ ہے حالانکہ امام نسائیؒ نے خود اس پر باب الْخُطْبَةُ يَوْمَ عَرَفَةَ عَلَى النَّاقَةِ ترجمہ قائم کیا ہے، ممکن ہے بعیر کا اطلاق ناقہ پر بھی ہوتا ہو اور یا یہ کہ راوی نے دور سے دیکھا ہو اور اسکو اونٹ ہی سمجھا ہو واللہ تعالیٰ أعلم۔ سند میں جو راوی ہے خالد بن العداء بن ہوذہ یہ مقلوب الاسماء میں سے ہے صحیح اسکا عکس ہے یعنی العداء بن خالد، کما فی التقریب۔

۱۹۱۷- حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ عَبْدِ الْمَجِيدِ، قَالَ: حَدَّثَنِي الْعَدَّاءُ بْنُ خَالِدِ بْنِ هَوْذَةَ -قَالَ: هَنَّادٌ، عَنْ عَبْدِ الْمَجِيدِ أَبِي عَمْرٍو- قَالَ: حَدَّثَنِي خَالِدُ بْنُ الْعَدَّاءِ بْنِ هَوْذَةَ -قَالَ: «رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ النَّاسَ يَوْمَ عَرَفَةَ عَلَى بَعِيرٍ قَائِمٌ فِي الرِّكَابَيْنِ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ ابْنُ الْعَلَاءِ، عَنْ وَكِيعٍ كَمَا قَالَ: هَنَّادٌ.

ترجمہ: خالد بن عدّاء بن ہوذہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو عرفہ کے دن اونٹ پر دونوں رکابوں میں کھڑے ہو کر خطبہ دیتے ہوئے دیکھا۔ امام ابو داوؒد فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو ابن علاء نے وکیع سے اسی طرح روایت کیا جسطرح کہ ہناد راوی نے بیان کیا۔

۱۹۱۸- حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَجِيدِ أَبُو عَمْرٍو، عَنِ الْعَدَّاءِ بْنِ خَالِدٍ بِمَعْنَاهُ.

عبد المجید ابو عمرو، عداء بن خالد سے اس حدیث کے ہم معنی روایت نقل کرتے ہیں۔

سنن أبي داود - المناسك (١٩١٧) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٣٠/٥)

٦٢ - بَابُ مَوْضِعِ الْوُقُوفِ بِعَرَفَةَ

میدان عرفات میں وقوف کی جگہ کے متعلق باب

١٩١٩ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُفَيْلٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو يَعْنِي ابْنَ دِينَارٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ صَفْوَانَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ شَيْبَانَ، قَالَ: أَتَانَا ابْنُ مِرْبَعٍ الْأَنْصَارِيُّ وَنَحْنُ بِعَرَفَةَ فِي مَكَانٍ يُبَاعِدُهُ عَمْرٌو عَنِ الْإِمَامِ فَقَالَ: أَمَا إِنِّي رَسُولُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْكُمْ يَقُولُ لَكُمْ: «قِفُوا عَلَى مَشَاعِرِكُمْ، فَإِنَّكُمْ عَلَى إِرْثٍ مِنْ إِرْثِ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ».

ترجمہ: عمرو بن عبد اللہ بن صفوان، یزید بن شیبان سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں: ہمارے پاس ابن مربع انصاری تشریف لائے، اسوقت ہم عرفات میں ایسی جگہ پر تھے جس کو عمرو امام سے دور خیال کرتے تھے تو انہوں نے فرمایا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھیجا ہوا تمہارے پاس آیا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ جس جگہ ٹھہرے ہو وہیں ٹھہرے رہو اسلئے کہ تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی میراث پر ہو۔

تخریج: جامع الترمذي - الحج (٨٨٣) سنن أبي داود - المناسك (١٩١٩)

شرح الحدیث: أَتَانَا ابْنُ مِرْبَعٍ الْأَنْصَارِيُّ وَنَحْنُ بِعَرَفَةَ فِي مَكَانٍ [1] يُبَاعِدُهُ عَمْرٌو عَنِ الْإِمَامِ: مضمون حدیث یہ ہے یزید بن شیبانؓ جو کہ صحابی ہیں وہ فرماتے ہیں جس وقت حجۃ الوداع میں ہم عرفات میں ٹھہرے ہوئے تھے تو ہمارے پاس ابن مربع انصاری (قیل: اسمہ زید، وقیل: یزید، وقیل: عبد اللہ) آئے اور انہوں نے آکر فرمایا: میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھیجا ہوا آیا ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پیام لایا ہوں آپ نے فرمایا ہے کہ تم لوگ جس جگہ ٹھہرے ہوئے ہو وہیں ٹھہرے رہو اس لئے کہ تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی میراث پر ہو یعنی ان کے طریقہ پر اور تمہارا یہ وقوف ان کی سنت کے مطابق ہے۔ سوال یہ ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات کیوں فرمائی؟ اسکی وضاحت کیلئے راوی نے ایک [2] جملہ حدیث میں مدرج کیا: فِي مَكَانٍ يُبَاعِدُهُ عَمْرٌو عَنِ الْإِمَامِ۔ عمرو سے عمرو بن عبد اللہ مراد ہیں، مطلب یہ ہے کہ عمرو بن عبد اللہ کہتے ہیں: جس جگہ یہ لوگ عرفات میں وقوف کر رہے تھے وہ جگہ امام کے موقف سے دور تھی امام ان سے کافی فاصلہ پر تھا اسی لئے آپ کو ان لوگوں کی تسلی اور تطییب خاطر کے

---

[1] یہ عمرو بن دینار کا مقولہ ہے جس کو وہ عمرو بن عبد اللہ سے نقل کر رہے ہیں۔ ترجمہ: یہ لوگ ایسی جگہ میں وقوف کر رہے تھے جس کو عمرو بن عبد اللہ امام کو جگہ سے دور بتاتے ہیں۔ حضرت نے بذل میں اس جملہ کی تشریح میں کلام طویل فرمایا ہے جسکی وجہ یہ ہے کہ بعض کتب حدیث میں یہ جملہ دوسرے لفظوں میں ہے۔

[2] ابوداؤد کی روایت سے یہی مستفاد ہو رہا ہے کہ یہ جملہ مدرج ہے اور نسائی کا سیاق اس سے مختلف ہے، اس سے مدرج ہونا معلوم نہیں ہوتا، اسمیں اس طرح ہے: ان یزید بن شیبان قال كنا وقوفاً بعرفة مكاناً بعيداً من الموقف الخ، اس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ جملہ خود اصل راوی یزید بن شیبان کا ہے، نیچے کے راوی کیطرف سے مدرج نہیں ہے، غالباً صحیح صورت حال وہی ہے جو ابوداؤد کی روایت میں ہے، واللہ تعالی أعلم۔

لئے یہ بات کہلانے کی ضرورت پیش آئی۔

دراصل عرفات، بہت طویل وعریض میدان ہے اس میں کسی بھی جگہ وقوف کیا جائے درست ہے۔ عرفات میں وقوف کیلئے خیمے پہلے سے نصب کئے جاتے ہیں، ان حضرات نے اپنے خیمے ایسی جگہ لگائے ہوں گے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے موقف سے دور تھی اور پھر بعد میں وہاں سے منتقل ہونے میں ظاہر ہے کہ حرج تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تسلی کیلئے آدمی بھیج کر یہ بات کہلوائی کہ جہاں تم ہو وہیں ٹھہرے رہو، امام ہی کے قریب وقوف کرنا کوئی ضروری نہیں اور اصل تو اس میں حضرات ابراہیم علیہ السلام کا اتباع ہے سو بحمد اللہ وہ حاصل ہے بخلاف قریش کے کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کی سنت کے خلاف مزدلفہ میں وقوف کیا کرتے تھے جو شرعاً معتبر نہیں، واللہ تعالی أعلم۔

سبحان اللہ! کس قدر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی دلداری فرماتے ہیں، جزا الله سيدنا ومولانا محمداً عنابما هو اهله. قال المنذری وأخرجه الترمذي والنسائي وابن ماجه (عون)۔

تنبیہ: بذل المجهود [1] کے نسخے میں اس طرح ہے: فَإِنَّكُمْ عَلَى إِرْثٍ مِنْ إِرْثِ إِبْرَاهِيمَ، اس میں لفظ أَبِيكُمْ چھوٹ گیا مِنْ إِرْثِ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ، جیسا کہ دوسرے نسخوں میں ہے اور نسائی کی روایت میں بھی۔

٦٣ـ بَابُ الدَّفْعَةِ مِنْ عَرَفَةَ

باب میدانِ عرفات سے (مزدلفہ) واپسی کے متعلق

یعنی عرفات سے مزدلفہ کیطرف واپسی (مزدلفہ منیٰ اور عرفات کے درمیان ہے) اس باب کی پہلی حدیث کی شرح حجۃ الوداع والی حدیث میں گزر چکی۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، ح وحَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَيَانٍ، حَدَّثَنَا عَبِيدَةُ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الْأَعْمَشُ الْمَعْنَى، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ مِقْسَمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَفَاضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَةَ وَعَلَيْهِ السَّكِينَةُ وَرَدِيفُهُ أُسَامَةُ، وَقَالَ: «أَيُّهَا النَّاسُ، عَلَيْكُمْ بِالسَّكِينَةِ، فَإِنَّ الْبِرَّ لَيْسَ بِإِيجَافِ الْخَيْلِ وَالْإِبِلِ» قَالَ: فَمَا رَأَيْتُهَا رَافِعَةً يَدَيْهَا عَادِيَةً حَتَّى أَتَى جَمْعًا، زَادَ وَهْبٌ ثُمَّ أَرْدَفَ الْفَضْلَ بْنَ الْعَبَّاسِ، وَقَالَ: «أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ الْبِرَّ لَيْسَ بِإِيجَافِ الْخَيْلِ وَالْإِبِلِ فَعَلَيْكُمْ بِالسَّكِينَةِ» قَالَ: فَمَا رَأَيْتُهَا رَافِعَةً يَدَيْهَا حَتَّى أَتَى مِنًى.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات سے آہستگی اور سکون کے ساتھ روانہ ہوئے اور اسوقت آپ کے پیچھے حضرت اسامہ بن زید سوار تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا: اے لوگو! تم پر

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۹ ص ۲۲۳

سکون سے چلنا لازم ہے اسلئے کہ گھوڑوں اور اونٹوں کو بھگانا کوئی نیکی نہیں۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے ان (اونٹوں اور گھوڑوں) کو ہاتھ اٹھا کر دوڑتے نہیں دیکھا یہاں تک کہ آپ ﷺ مزدلفہ تشریف لے آئے۔ وہب راوی نے یہ اضافہ کیا کہ پھر آپ ﷺ نے حضرت فضل بن عباسؓ کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھایا اور فرمایا: اے لوگو! نیکی گھوڑوں اور اونٹوں کو بھگانا نہیں ہے سو تم پر لازم ہے سکون اختیار کرنا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے گھوڑوں اور اونٹوں کو ہاتھ اوپر اٹھائے بھاگتے نہ دیکھا یہاں تک کہ آپ ﷺ منیٰ پہنچ گئے۔

تخریج صحيح البخاري - الحج (١٤٦٩) صحيح البخاري - الحج (١٥٨٦) صحيح البخاري - الحج (١٥٨٧) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠١٨) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠١٩) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٢٠) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٥٢) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٥٨) سنن أبي داود - المناسك (١٩٢٠) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٢٦/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٤٤/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٥١/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٦٩/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٧٧/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٥٣/١)

١٩٢١- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، وَهَذَا لَفْظُ حَدِيثِ زُهَيْرٍ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عُقْبَةَ، أَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ، أَنَّهُ سَأَلَ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ، قُلْتُ: أَخْبِرْنِي كَيْفَ فَعَلْتُمْ أَوْ صَنَعْتُمْ عَشِيَّةَ رَدِفْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: جِئْنَا الشِّعْبَ الَّذِي يُنِيخُ النَّاسُ فِيهِ لِلْمُعَرَّسِ فَأَنَاخَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاقَتَهُ، ثُمَّ بَالَ، وَمَا قَالَ: زُهَيْرٌ أَهْرَاقَ الْمَاءَ، ثُمَّ دَعَا بِالْوَضُوءِ فَتَوَضَّأَ وُضُوءًا لَيْسَ بِالْبَالِغِ جِدًّا، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، الصَّلَاةُ، قَالَ: «الصَّلَاةُ أَمَامَكَ» قَالَ: فَرَكِبَ حَتَّى قَدِمْنَا الْمُزْدَلِفَةَ فَأَقَامَ الْمَغْرِبَ، ثُمَّ أَنَاخَ النَّاسُ فِي مَنَازِلِهِمْ وَلَمْ يَحُلُّوا، حَتَّى أَقَامَ الْعِشَاءَ، وَصَلَّى، ثُمَّ حَلَّ النَّاسُ. زَادَ مُحَمَّدٌ فِي حَدِيثِهِ قَالَ: قُلْتُ: كَيْفَ فَعَلْتُمْ حِينَ أَصْبَحْتُمْ؟ قَالَ: رَدِفَهُ الْفَضْلُ وَانْطَلَقْتُ أَنَا فِي سُبَّاقِ قُرَيْشٍ عَلَى رِجْلَيَّ.

ترجمہ کریب فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت اسامہ بن زیدؓ سے سوال کیا کہ مجھے بتلاؤ کہ عرفہ کی شام کو جب تم حضور ﷺ کے پیچھے سوار ہو کر (مزدلفہ کیلئے) چلے تو راستہ میں تم نے کیا کیا؟ (یعنی کہیں ٹھہرے یا بس مسلسل چلتے رہے؟) انہوں نے جواب دیا کہ ہم راستہ میں جب اس گھاٹی میں پہنچے جہاں آج لوگ (یعنی امراء بنوامیہ) تعریس کرتے ہیں تو آپ نے اپنے اونٹ کو بٹھایا اور اتر کر پیشاب کیا اور اسامہؓ نے پانی بہانے کا ذکر نہیں فرمایا، پھر وضو کا پانی منگوایا اور مختصر وضو فرمایا جس میں زیادہ مبالغہ نہیں فرمایا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! نماز کا وقت ہو گیا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نماز آگے چل کر پڑھیں گے۔ اسامہ فرماتے ہیں کہ پھر آپ ﷺ سواری پر بیٹھے یہاں تک کہ ہم مزدلفہ پہنچ گئے پھر مغرب کی نماز ادا فرمائی، اسکے بعد لوگوں نے اپنے اونٹوں کو اپنی اپنی جگہ بٹھادیا اور اونٹوں سے سامان ابھی اتارا نہ گیا کہ عشاء کی نماز کھڑی ہو گئی اور آپ نے نماز عشاء ادا فرمائی، اسکے بعد لوگوں نے اونٹوں سے سامان اتارا۔ محمد بن کثیر مصنف کے استاد اپنی حدیث میں یہ

اضافہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ تم نے جب صبح ہوئی اسوقت کیا کیا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اسوقت حضرت فضل بن عباسؓ آپ ﷺ کے پیچھے سوار ہوئے اور میں قریش کے ساتھ آگے پیدل چلا۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَيَّاشٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: ثُمَّ أَرْدَفَ أُسَامَةَ فَجَعَلَ يُعْنِقُ عَلَى نَاقَتِهِ وَالنَّاسُ يَضْرِبُونَ الْإِبِلَ يَمِينًا، وَشِمَالًا، لَا يَلْتَفِتُ إِلَيْهِمْ وَيَقُولُ: «السَّكِينَةَ أَيُّهَا النَّاسُ» وَدَفَعَ حِينَ غَابَتِ الشَّمْسُ.

ترجمہ: عبید اللہ بن ابورافع حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں، حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ پھر آپ ﷺ نے حضرت اسامہؓ کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھایا اور آپ ﷺ اپنی اونٹنی کو متوسط رفتار سے چلا رہے تھے اور دوسرے لوگ اپنی سواریوں کو مار مار کر خوب دوڑا رہے تھے، دائیں اور بائیں جانب اور حضور ﷺ انکی طرف متوجہ ہو کر فرما رہے تھے کہ اے لوگو! سکون کے ساتھ چلو اور حضور ﷺ غروب شمس کے وقت (عرفات سے) لوٹے۔

تخریج: صحيح البخاري - الوضوء (١٣٩) صحيح البخاري - الوضوء (١٧٩) صحيح البخاري - الحج (١٥٨٤) صحيح البخاري - الحج (١٥٨٦) صحيح البخاري - الحج (١٥٨٨) صحيح مسلم - الحج (١٢٨٠) سنن النسائي - المواقيت (٦٠٩) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٢٤) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٢٥) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٣١) سنن أبي داود - المناسك (١٩٢١) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠١٩) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (٢٠٢/٥) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (٢٠٨/٥) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (٢١٠/٥) موطأ مالك - الحج (٩١٤) سنن الدارمي - المناسك (١٨٨١)

شرح: قُلْتُ: أَخْبِرْنِي كَيْفَ فَعَلْتُمْ أَوْ صَنَعْتُمْ عَشِيَّةَ رَدِفْتَ: یعنی عرفہ کی شام کو جب تم حضور ﷺ کے پیچھے سوار ہو کر مزدلفہ کے لئے چلے تو راستہ میں کیا کیا یعنی کہیں ٹھہرے یا بس مسلسل چلتے رہے؟ (اس کا حال بیان کرو)۔

قَالَ: جِئْنَا الشِّعْبَ الَّذِي يُنِيخُ النَّاسُ فِيهِ لِلْمُعَرَّسِ: یعنی راستہ میں جب ہم اس گھاٹی میں پہونچے جہاں آج کل لوگ یعنی امراء بنو امیہ تعریس کرتے ہیں تو آپ ﷺ اس جگہ اترے اور اتر کر پیشاب کیا اور مختصر سی وضو فرمائی (جس میں زیادہ پانی نہیں بہایا) اس کے بعد فوراً وہاں سے آگے چل دیئے (تاکہ جلدی سے مزدلفہ پہونچ کر وہاں مغرب وعشاء کو جمع کریں)۔ اس کلام میں تعریض ہے اس طرف کہ امراء بنو امیہ خلاف سنت یہاں تعریس کرتے ہیں، صرف یہی نہیں بلکہ وہاں مغرب کی نماز بھی پڑھتے ہیں جیسا کہ مسلم شریف وغیرہ کی روایت میں اس کی تصریح ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ جس جگہ کو آپ ﷺ نے مبال (پیشاب کرنے کی جگہ) بنایا تھا تم لوگ اس کو مصلیٰ (نماز کی جگہ) بناتے ہو، کیسے تعجب کی بات ہے۔ قَالَ: الصَّلَاةُ أَمَامَكَ نماز یہاں نہیں آگے پڑھنی ہے۔ آگے روایت میں یہ ہے کہ پھر جب آپ ﷺ مزدلفہ پہنچ گئے تو پہونچتے ہی مغرب کی نماز پڑھی اس کے بعد سواریوں کو جو ابھی تک کھڑی ہی تھیں بٹھایا لیکن ان پر سے سامان وغیرہ نہیں اتارا، پھر عشاء کی نماز پڑھ کر ان پر سے سامان اور کجاووں کو اتارا۔ اس سے معلوم ہوا مزدلفہ میں پہونچ کر نماز پڑھنے میں ذرا تاخیر نہ کی جائے بلکہ سب سے پہلے

یہی کام کیا جائے، آج کل لوگ نماز پڑھنے میں بہت دیر کرتے ہیں، ایسا نہیں کرنا چاہیے۔

مغرب کی نماز مزدلفہ کے راستہ میں، اور اس میں مذاہب ائمہ: مغرب کی نماز مزدلفہ کے راستہ میں پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ مسئلہ مختلف فیہ ہے، طرفین (امام ابوحنیفہؒ و محمدؒ) کے نزدیک درست نہیں ہے، امام ابویوسفؒ کے نزدیک جائز ہے (قدوری) اور ائمہ ثلاثہ امام شافعی، مالک واحمد کے نزدیک بھی جائز ہے بلکہ ان حضرات کے نزدیک تو جمع بین المغرب والعشاء بھی جائز ہے۔ امام شافعی واحمد کے نزدیک تو مطلقاً یعنی ولو فی وقت المغرب اور امام مالکؒ کے نزدیک مغرب تو بہرحال صحیح ہے اور جمع بین المغرب والعشاء اس وقت درست ہے جبکہ عشاء کا وقت ہو جائے ورنہ صرف مغرب صحیح ہوگی، عشاء صحیح نہیں ہوگی (منہل وتحفۃ الأحوذی)۔

قُلْتُ: كَيْفَ فَعَلْتُمْ حِينَ أَصْبَحْتُمْ؟ سائل نے پوچھا: پھر جب مزدلفہ میں رات گزار کر صبح ہوگئی تو تم نے کیا کیا؟ یعنی اب اس سے آگے کی سرگزشت سناؤ، تو اس پر حضرت اسامہؓ نے جواب دیا مزدلفہ کے آگے میں آپ ﷺ کے ساتھ نہیں رہا بلکہ یہاں سے آپ ﷺ کے ردیف فضل بن عباسؓ ہوئے (لہٰذا اس کی تفصیل وہ فرمائیں گے) میں تو ان نوجوانان قریش میں تھا جو مزدلفہ سے منیٰ بہت سویرے پیدل روانہ ہوگئے تھے۔ چنانچہ آگے بَابُ التَّعْجِيلِ مِنْ جَمْعٍ میں (برقم ۱۹۴۰) آرہا ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں: قَدَّمَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْمُزْدَلِفَةِ أُغَيْلِمَةَ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، عَلَى حُمُرَاتٍ الخ۔

فَجَعَلَ يُعْنِقُ عَلَى نَاقَتِهِ: عنق کہتے ہیں متوسط رفتار کو یعنی آپ ﷺ اپنی ناقہ کو متوسط رفتار چلا رہے تھے اور دوسرے لوگ اپنی سواریوں کو مار مار کے خوب دوڑا رہے تھے، آپ ﷺ ان کو سکون کے ساتھ چلنے کی ترغیب فرماتے رہتے۔

لَا يَلْتَفِتُ إِلَيْهِمْ: آپ ان کے طرف مڑ کر نہیں دیکھتے تھے بلکہ صرف زبان سے ارشاد فرماتے کہ جلدی نہ کرو اور مسند احمد اسی طرح ترمذی شریف میں بجائے لایلتفت کے یلتفت ہے، دونوں روایتوں کو ملانے سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ کبھی آپ ﷺ التفات فرماتے اور کبھی نہ فرماتے، واللہ أعلم۔

۱۹۲۳- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ قَالَ: سُئِلَ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَأَنَا جَالِسٌ، كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسِيرُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ حِينَ دَفَعَ؟ قَالَ: «كَانَ يَسِيرُ الْعَنَقَ فَإِذَا وَجَدَ فَجْوَةً نَصَّ». قَالَ هِشَامٌ: النَّصُّ فَوْقَ الْعَنَقِ".

ترجمہ: ہشام بن عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت اسامہ بن زید سے سوال کیا گیا اور اس وقت میں بیٹھا تھا کہ رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع میں کیسے چلے تھے جب کہ آپ عرفات سے مزدلفہ لوٹے؟ انہوں نے جواب دیا کہ آپ ﷺ درمیانی رفتار سے چلے تھے، پھر جب آپ ﷺ کو راستہ مل جاتا تو آپ رفتار تیز کر دیتے۔ ہشام فرماتے ہیں کہ نص عنق سے تیز رفتار ہوتی ہے۔

تخريج صحيح البخاري - الحج (١٥٨٣) صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٨٣٧) صحيح البخاري - المغازي (٤١٥١) صحيح مسلم - الحج (١٢٨٦) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٢٣) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٥١) سنن أبي داود - المناسك (١٩٢٣) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠١٧) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (٢٠٢/٥) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (٢٠٥/٥) موطأ مالك - الحج (٨٩٣) سنن الدارمي - المناسك (١٨٨٠)

شرح الحديث النَّصُّ فَوْقَ الْعَنَقِ: فجوہ کے معنی میدان یعنی جس جگہ بھیڑ ہوتی وہاں تو آپ ﷺ ذرا ہلکی رفتار چلتے (جس کو عنق کہتے ہیں) اور جہاں کھلا میدان ہوتا وہاں آپ ﷺ رفتار تیز کر دیتے۔

١٩٢٤- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ كُرَيْبٍ، مَوْلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أُسَامَةَ، قَالَ: كُنْتُ رِدْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا وَقَعَتِ الشَّمْسُ دَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ حضرت اسامہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سواری پر بیٹھا تھا تو جب سورج غروب ہوا اسوقت رسول اللہ ﷺ عرفہ سے مزدلفہ کی طرف چلے۔

تخریج جامع الترمذي - الحج (٨٨٥) سنن أبي داود - المناسك (١٩٢٤) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (٢٠٢/٥)

شرح حدیث فَلَمَّا وَقَعَتِ الشَّمْسُ دَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: یعنی عرفات سے آپ ﷺ غروب شمس کے بعد روانہ ہوئے اس سے قبل نہیں اور یہی واجب ہے حنفیہ وحنابلہ کے نزدیک وقد تقدمت المذاهب في مقدار الوقوف في باب الوقوف بعرفة۔ اگر کوئی شخص قبل الغروب وہاں سے روانہ ہو جائے، يصح حجه عند الأئمة الثلاثة ويجب الدم، وعند الإمام مالك لا يصح حجه، إذ فرض الوقوف عنده لا يحصل الا بالوقوف بعد الغروب اعني ليلة المزدلفة۔

١٩٢٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ كُرَيْبٍ، مَوْلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ: دَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَةَ حَتَّى إِذَا كَانَ بِالشِّعْبِ، نَزَلَ فَبَالَ فَتَوَضَّأَ، وَلَمْ يُسْبِغِ الْوُضُوءَ، قُلْتُ لَهُ: الصَّلَاةُ، فَقَالَ: «الصَّلَاةُ أَمَامَكَ» فَرَكِبَ فَلَمَّا جَاءَ الْمُزْدَلِفَةَ نَزَلَ فَتَوَضَّأَ فَأَسْبَغَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ، ثُمَّ أَنَاخَ كُلُّ إِنْسَانٍ بَعِيرَهُ فِي مَنْزِلِهِ، ثُمَّ أُقِيمَتِ الْعِشَاءُ فَصَلَّاهَا، وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا.

ترجمہ عبد اللہ بن عباسؓ حضرت اسامہ بن زید سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے سنا حضرت اسامہ بن زیدؓ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عرفات سے لوٹے تو جس وقت آپ گھاٹی میں پہنچے تو سواری سے اتر کر پیشاب کیا اور وضو فرمایا لیکن مکمل وضو نہ فرمایا۔ میں نے عرض کیا: (اے اللہ کے رسول!) نماز کا وقت ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: نماز آگے پڑھیں گے، پھر سواری پر بیٹھے اور مزدلفہ پہنچ کر پڑاؤ ڈالا اور مکمل وضو فرمایا، پھر نماز کھڑی ہوئی اور آپ ﷺ نے مغرب کی نماز پڑھی اور سب لوگوں نے اپنے اونٹ بٹھائے اپنی اپنی جگہ پر عشاء کی اقامت ہوئی اور عشاء کی نماز آپ ﷺ نے پڑھی اور ان

دو نمازوں کے درمیان کوئی نماز نہ پڑھی۔

تخریج: صحيح البخاري - الوضوء (١٣٩) صحيح البخاري - الوضوء (١٧٩) صحيح البخاري - الحج (١٥٨٤) صحيح البخاري - الحج (١٥٨٦) صحيح البخاري - الحج (١٥٨٨) صحيح مسلم - الحج (١٢٨٠) سنن النسائي - المواقيت (٦٠٩) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٢٤) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٢٥) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٣١) سنن أبي داود - المناسك (١٩٢٥) سنن ابن ماجة - المناسك (٣٠١٩) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (٢٠٢/٥) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (٢٠٨/٥) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (٢١٠/٥) موطأ مالك - الحج (٩١٤) سنن الدارمي - المناسك (١٨٨١)

٦٤ - بَابُ الصَّلَاةِ بِجَمْعٍ

مزدلفہ میں نماز پڑھنے کا بیان

مزدلفہ کو جمع اسلئے کہتے ہیں کہ نزول من السماء کے بعد حضرت آدم و حواء ایک دوسرے سے اسی جگہ ملے تھے اور اس کو مزدلفہ اسلئے کہتے ہیں ازدلاف کے معنی قرب کے ہیں کہ حجاج وہاں وقوف کر کے اور رات گزار کر اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرتے ہیں اور یا اسلئے کہ وہاں پہنچ کر حاجی لوگ منیٰ کے قریب ہوجاتے ہیں بخلاف عرفات کے کہ جو وہاں تھے تو منیٰ سے بعید تھے۔

اس باب میں مصنف نے وہ احادیث بیان کی ہیں جن میں وہ امور مذکور ہیں جو مزدلفہ میں کئے جاتے ہیں یعنی جمع بین الصلوتین۔ نیز ان کا ایک اذان اور ایک اقامت سے ہونا یا تعدد اذان و اقامۃ کے ساتھ ہونا جو کہ اختلافی مسئلہ ہے ہمارے یہاں دو مرتبہ اس سے قبل گزر چکا ہے اور پھر صبح صادق کے بعد مشعر حرام کے قریب تھوڑی دیر وقوف کرنا اور پھر اسکے بعد طلوع شمس سے قبل وہاں سے منیٰ کیلئے روانہ ہونا۔

١٩٢٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِالْمُزْدَلِفَةِ جَمِيعًا.

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز اکٹھے ادا فرمائی (عشاء کے وقت کے داخل ہونے کے بعد ایک ہی وقت میں دونوں نمازیں اکٹھی ادا کیں)۔

١٩٢٧ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ وَقَالَ: بِإِقَامَةٍ إِقَامَةٍ جَمَعَ بَيْنَهُمَا، قَالَ أَحْمَدُ، قَالَ وَكِيعٌ: صَلَّى كُلَّ صَلَاةٍ بِإِقَامَةٍ.

ترجمہ: زہری سے ان کی حدیث کی سند اور اسی حدیث کے ہم معنی روایت ہے، اس میں یہ اضافہ ہے کہ ہر ایک نماز کیلئے علیحدہ علیحدہ اقامت کہلوا کر دونوں نمازوں کو اکھٹا ادا فرمایا۔ احمد بن حنبلؒ استاد نے فرمایا کہ وکیع نے فرمایا کہ ہر نماز کیلئے علیحدہ اقامت کہلوائی۔

۱۹۲۸- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا شَبَابَةُ، ح، وحَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ الْمَعْنَى، أَخْبَرَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، بِإِسْنَادِ ابْنِ حَنْبَلٍ، عَنْ حَمَّادٍ، وَمَعْنَاهُ قَالَ: بِإِقَامَةٍ وَاحِدَةٍ لِكُلِّ صَلَاةٍ وَلَمْ يُنَادِ فِي الْأُولَى، وَلَمْ يُسَبِّحْ عَلَى إِثْرِ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا. قَالَ مَخْلَدٌ: لَمْ يُنَادِ فِي وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا.

ترجمہ: زہری استاد سے احمد بن حنبل استاد کی وہ سند جو حماد سے مروی ہے اسی سند کے ساتھ اسی حدیث کے ہم معنی روایت مروی ہے اس میں یہ الفاظ ہیں کہ ہر نماز کیلئے ایک اقامت کہلوائی اور پہلی نماز کیلئے اذان نہیں دی اور دونوں نمازوں میں سے کسی ایک نماز کے بعد سنتیں ادا نہیں فرمائیں۔ مخلد استاد نے صرف لَمْ يُنَادِ فِي وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا کے الفاظ نقل کئے۔

تخریج: صحيح البخاري - الجمعة (١٠٤١) صحيح البخاري - الجمعة (١٠٥٧) صحيح البخاري - الجمعة (١٠٥٨) صحيح البخاري - الحج (١٥٨٥) صحيح البخاري - الحج (١٥٨٩) صحيح البخاري - الحج (١٧١١) صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٨٣٨) صحيح مسلم - الحج (٧٠٣) صحيح مسلم - الحج (١٢٨٨) جامع الترمذي - الحج (٨٨٧) سنن النسائي - المواقيت (٦٠٦) سنن النسائي - المواقيت (٦٠٧) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٢٨) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٢٩) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٣٠) سنن أبي داود - المناسك (١٩٢٦) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٢١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٣/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٨/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٣٣/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٥٦/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٦٢/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٧٩/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٧٩/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٨٢/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٢٥/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٥٢/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٥٧/٢) موطأ مالك - الحج (٩١٣) موطأ مالك - الحج (٩١٦) سنن الدارمي - الصلاة (١٥١٨) سنن الدارمي - المناسك (١٨٨٤)

۱۹۲۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ الْمَغْرِبَ ثَلَاثًا، وَالْعِشَاءَ رَكْعَتَيْنِ، فَقَالَ لَهُ: مَالِكُ بْنُ الْحَارِثِ مَا هَذِهِ الصَّلَاةُ؟ قَالَ: «صَلَّيْتُهُمَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا الْمَكَانِ، بِإِقَامَةٍ وَاحِدَةٍ».

ترجمہ: عبد اللہ بن مالک کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن عمرؓ کے ساتھ مغرب کی تین رکعات اور عشاء کی دو رکعتیں (مقام مزدلفہ میں) پڑھیں تو مالک بن حارث نے ابن عمرؓ سے کہا کہ یہ کیسی نماز ہے؟ تو عبد اللہ بن عمرؓ نے جواب دیا کہ میں نے رسول ﷺ کے ساتھ اس جگہ پر یہ دونوں نمازیں ایک اقامت سے ادا کیں تھیں۔

۱۹۳۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ يَعْنِي ابْنَ يُوسُفَ، عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَا: صَلَّيْنَا مَعَ ابْنِ عُمَرَ، بِالْمُزْدَلِفَةِ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِإِقَامَةٍ وَاحِدَةٍ، فَذَكَرَ مَعْنَى حَدِيثِ ابْنِ كَثِيرٍ.

ترجمہ: سعید بن جبیرؒ اور عبد اللہ بن مالکؒ کہتے ہیں کہ ہم نے عبد اللہ بن عمرؓ کے ساتھ مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک اقامت کے ساتھ ادا کیں، اسکے بعد محمد بن کثیر استاد کی حدیث کے ہم معنی روایت مروی ہے۔

تخريج صحيح البخاري - الجمعة (١٠٤١) صحيح البخاري - الجمعة (١٠٥٧) صحيح البخاري - الجمعة (١٠٥٨) صحيح البخاري - الحج (١٥٨٥) صحيح البخاري - الحج (١٥٨٩) صحيح البخاري - الحج (١٧١١) صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٨٣٨) صحيح مسلم - الحج (١٢٨٨) جامع الترمذي - الحج (٨٨٧) سنن النسائي - المواقيت (٦٠٦) سنن النسائي - المواقيت (٦٠٧) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٢٨) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٢٩) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٣٠) سنن أبي داود - المناسك (١٩٢٩) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٢١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٣/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٨/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٣٣/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٥٦/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٦٢/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٧٩/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٧٩/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٨٢/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٢٥/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٥٢/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٥٧/٢) موطأ مالك - الحج (٩١٣) موطأ مالك - الحج (٩١٦) سنن الدارمي - الصلاة (١٥١٨) سنن الدارمي - المناسك (١٨٨٤).

١٩٣١ - حَدَّثَنَا ابْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ: عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: أَفَضْنَا مَعَ ابْنِ عُمَرَ فَلَمَّا بَلَغْنَا جَمْعًا «صَلَّى بِنَا الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِإِقَامَةٍ وَاحِدَةٍ ثَلَاثًا، وَاثْنَتَيْنِ» فَلَمَّا انْصَرَفَ، قَالَ لَنَا ابْنُ عُمَرَ: هَكَذَا صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا الْمَكَانِ.

ترجمہ: سعید بن جبیرؒ کہتے ہیں کہ ہم ابن عمرؓ کے ساتھ عرفات سے مزدلفہ کیطرف لوٹے جب ہم مزدلفہ پہنچ گئے تو ابن عمرؓ نے ہم کو ایک اقامت کے ساتھ مغرب کی تین رکعتیں اور عشاء کی دو رکعتیں پڑھائیں، جب آپؓ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ ہمیں اسی طرح نماز پڑھائی تھی۔

تخريج صحيح البخاري - الجمعة (١٠٤١) صحيح البخاري - الجمعة (١٠٥٧) صحيح البخاري - الجمعة (١٠٥٨) صحيح البخاري - الحج (١٥٨٥) صحيح البخاري - الحج (١٥٨٩) صحيح البخاري - الحج (١٧١١) صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٨٣٨) صحيح مسلم - الحج (١٢٨٨) جامع الترمذي - الحج (٨٨٧) سنن النسائي - المواقيت (٦٠٦) سنن النسائي - المواقيت (٦٠٧) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٢٨) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٢٩) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٣٠) سنن أبي داود - المناسك (١٩٣١) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٢١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٣/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٨/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٣٣/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٥٦/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٦٢/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٧٩/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٧٩/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٨٢/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٢٥/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٥٢/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٥٧/٢) موطأ مالك - الحج (٩١٣) موطأ مالك - الحج (٩١٦) سنن الدارمي - الصلاة (١٥١٨) سنن الدارمي - المناسك (١٨٨٤).

١٩٣٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ، حَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ، قَالَ: رَأَيْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ، أَقَامَ بِجَمْعٍ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثَلَاثًا، ثُمَّ صَلَّى الْعِشَاءَ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ قَالَ: شَهِدْتُ ابْنَ عُمَرَ صَنَعَ فِي هَذَا الْمَكَانِ مِثْلَ هَذَا، وَقَالَ: «شَهِدْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ مِثْلَ هَذَا فِي هَذَا الْمَكَانِ».

ترجمہ: سلمہ بن کہیل کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیرؒ کو دیکھا کہ انہوں نے مزدلفہ میں نماز کی اقامت کہنے کے بعد مغرب کی تین رکعتیں پڑھیں پھر عشاء کی دو رکعتیں پڑھیں، پھر فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ ابن عمرؓ نے اس جگہ اسی طرح فرمایا تھا اور انہوں نے یہ بھی فرمایا تھا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس جگہ اسی طرح کیا تھا۔

تخریج: صحيح البخاري - الجمعة (١٠٤١) صحيح البخاري - الجمعة (١٠٥٧) صحيح البخاري - الجمعة (١٠٥٨) صحيح البخاري - الحج (١٥٨٥) صحيح البخاري - الحج (١٥٨٩) صحيح البخاري - الحج (١٧١١) صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٨٣٨) صحيح مسلم - الحج (١٢٨٨) جامع الترمذي - الحج (٨٨٧) سنن النسائي - المواقيت (٦٠٦) سنن النسائي - المواقيت (٦٠٧) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٢٨) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٢٩) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٣٠) سنن أبي داود - المناسك (١٩٣٢) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٢١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٣/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٨/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٣٣/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٥٦/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٦٢/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٧٩/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٧٩/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٨٢/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٢٥/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٥٢/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٥٧/٢) موطأ مالك - الحج (٩١٣) موطأ مالك - الحج (٩١٦) سنن الدارمي - الصلاة (١٥١٨) سنن الدارمي - المناسك (١٨٨٤)

١٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، حَدَّثَنَا أَشْعَثُ بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَقْبَلْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ مِنْ عَرَفَاتٍ إِلَى الْمُزْدَلِفَةِ فَلَمْ يَكُنْ يَفْتُرُ، مِنَ التَّكْبِيرِ وَالتَّهْلِيلِ، حَتَّى أَتَيْنَا الْمُزْدَلِفَةَ فَأَذَّنَ وَأَقَامَ، أَوْ أَمَرَ إِنْسَانًا فَأَذَّنَ وَأَقَامَ فَصَلَّى بِنَا الْمَغْرِبَ ثَلَاثَ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَيْنَا. فَقَالَ: «الصَّلَاةَ» فَصَلَّى بِنَا الْعِشَاءَ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ دَعَا بِعَشَائِهِ. قَالَ: وَأَخْبَرَنِي عِلَاجُ بْنُ عَمْرٍو بِمِثْلِ حَدِيثِ أَبِي، عَنِ ابْنِ عُمَرَ. قَالَ: فَقِيلَ لِابْنِ عُمَرَ فِي ذَلِكَ. فَقَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَكَذَا.

ترجمہ: اشعث بن سلیم اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ میں ابن عمرؓ کے ساتھ عرفات سے مزدلفہ آیا تو ابن عمرؓ مزدلفہ پہنچنے تک مسلسل اللہ أکبر اور لا إله إلا الله کا ورد فرماتے رہے، پھر انہوں نے اذان و اقامت کہی یا کسی انسان سے اذان اور اقامت کہلوائی اور ہمیں مغرب کی تین رکعات نماز پڑھائی، پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر کہا: نماز عشاء پڑھنی ہے اور آپ نے ہمیں دو رکعات نماز عشاء پڑھائی، پھر کھانا منگوایا...... اشعث کہتے ہیں کہ مجھے علاج بن عمرو نے میرے والد کی ابن عمرؓ کی نقل کردہ حدیث کی طرح بیان کیا...... پس ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ (آپ نے صرف ایک اقامت کیوں کہی؟) تو عبداللہ بن عمرؓ نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اسی طرح نماز ادا کی تھی۔

تخریج: صحيح البخاري - الجمعة (١٠٤١) صحيح البخاري - الجمعة (١٠٥٧) صحيح البخاري - الجمعة (١٠٥٨) صحيح البخاري - الحج (١٥٨٥) صحيح البخاري - الحج (١٥٨٩) صحيح البخاري - الحج (١٧١١) صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٨٣٨) صحيح مسلم - الحج (١٢٨٨) جامع الترمذي - الحج (٨٨٧) سنن النسائي - المواقيت (٦٠٦) سنن النسائي - المواقيت (٦٠٧) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٢٨) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٢٩) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٣٠) سنن أبي داود - المناسك (١٩٣٣) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٢١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٣/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٨/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من

الصحابة (۳۳/۲) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۵۶/۲) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۶۲/۲) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۷۹/۲) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۷۹/۲) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۸۲/۲) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۱۲۵/۲) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۱۵۲/۲) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۱۵۷/۲) موطأ مالك - الحج (۹۱۳) موطأ مالك - الحج (۹۱۶) سنن الدارمي - الصلاة (۱۵۱۸) سنن الدارمي - المناسك (۱۸۸٤)

۱۹۳٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، أَنَّ عَبْدَ الْوَاحِدِ بْنَ زِيَادٍ، وَأَبَا عَوَانَةَ، وَأَبَا مُعَاوِيَةَ، حَدَّثُوهُمْ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عِمَارَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: «مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى صَلَاةً إِلَّا لِوَقْتِهَا إِلَّا بِجَمْعٍ، فَإِنَّهُ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ، وَصَلَّى صَلَاةَ الصُّبْحِ مِنَ الْغَدِ قَبْلَ وَقْتِهَا».

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ہر نماز اسکے وقت مقررہ پر پڑھتے ہوئے دیکھا ہے سوائے مقام مزدلفہ کے کہ وہاں پر رسول اللہ ﷺ نے مغرب اور عشاء کی نماز کو نماز عشاء کے وقت میں اکٹھے ادا فرمایا اور فجر کی نماز کو اگلے دن صبح اسکے معتاد وقت سے پہلے پڑھا۔

تخریج: صحيح البخاري - الحج (۱۵۹۱) صحيح البخاري - الحج (۱۵۹۸) صحيح البخاري - الحج (۱۵۹۹) صحيح مسلم - الحج (۱۲۸۹) سنن النسائي - مناسك الحج (۳۰۱۰) سنن النسائي - مناسك الحج (۳۰۲۷) سنن النسائي - مناسك الحج (۳۰۳۸) سنن أبي داود - المناسك (۱۹۳٤) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٤٦١/١)

۱۹۳۵ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَيَّاشٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: فَلَمَّا أَصْبَحَ يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَقَفَ عَلَى قُزَحَ فَقَالَ: «هَذَا قُزَحُ وَهُوَ الْمَوْقِفُ، وَجَمْعٌ كُلُّهَا مَوْقِفٌ، وَنَحَرْتُ هَاهُنَا، وَمِنًى كُلُّهَا مَنْحَرٌ، فَانْحَرُوا فِي رِحَالِكُمْ».

ترجمہ: حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب مزدلفہ کے مقام پر صبح فرمائی تو قزح پہاڑ پر آپ ﷺ نے وقوف فرمایا اور ارشاد فرمایا: یہ قزح پہاڑ ہے اور مزدلفہ میں اس پر وقوف ہو سکتا ہے اور مزدلفہ پورا کا پورا علاقہ ایسا ہے جہاں ٹھہرنا صحیح ہے...... اور میں نے اس مقام پر جانور کی قربانی کی ہے (یہ آخری جملہ منیٰ آنے کے بعد ارشاد فرمایا) اور منیٰ سارا کا سارا قربانی کرنے کا علاقہ ہے لہٰذا تم لوگ اپنی جگہوں پر قربانی کر لو۔

تخریج: جامع الترمذي - الحج (۸۸۵) سنن أبي داود - المناسك (۱۹۳۵) سنن ابن ماجه - المناسك (۳۰۱۰)

شرح الحدیث: هَذَا قُزَحُ وَهُوَ الْمَوْقِفُ، وَجَمْعٌ كُلُّهَا مَوْقِفٌ، وَنَحَرْتُ هَاهُنَا، وَمِنًى كُلُّهَا مَنْحَرٌ: قزح کہتے ہیں مشعر حرام کو جو مزدلفہ میں ایک پہاڑ ہے، جہاں آپ ﷺ نے وقوف فرمایا تھا۔ ارشاد عالی کا مطلب یہ ہے کہ خاص جس جگہ میں نے وقوف کیا ہے ہر شخص کو وہاں وقوف کرنا ضروری نہیں بلکہ پورا مزدلفہ محل وقوف ہے جہاں چاہے کیجیے۔ اسی طرح منیٰ میں جس جگہ میں نے قربانی کی یہ ضروری نہیں کہ سب لوگ خاص اسی جگہ قربانی کریں۔ صحابہ کرامؓ کا ذوق وشوق چونکہ یہ تھا کہ جو کام آپ ﷺ

جس جگہ اور جس طرح کریں ہم بھی اسی طرح کریں اور ظاہر بات ہے کہ اس صورت میں سب کو بڑی پریشانی لاحق ہوتی، بہت ضیق اور تنگی میں مبتلا ہو جاتے اس لئے صحابہ کی سہولت کیلئے آپ نے یہ تعلیم فرمائی۔

۱۹۳۶- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «وَقَفْتُ هَاهُنَا بِعَرَفَةَ وَعَرَفَةُ كُلُّهَا مَوْقِفٌ، وَوَقَفْتُ هَاهُنَا بِجَمْعٍ وَجَمْعٌ كُلُّهَا مَوْقِفٌ، وَنَحَرْتُ هَاهُنَا، وَمِنًى كُلُّهَا مَنْحَرٌ فَانْحَرُوا فِي رِحَالِكُمْ».

ترجمہ: حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے یہاں پر مقام عرفہ میں وقوف کیا ہے اور پورا کا پورا عرفہ میں وقوف کرنا صحیح ہے اور میں نے مزدلفہ میں اس جگہ وقوف کیا ہے اور مزدلفہ میں ہر جگہ پر وقوف ہو سکتا ہے اور میں نے یہاں (منیٰ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا) قربانی کی ہے اور منیٰ میں ہر جگہ قربانی ہو سکتی ہے، پس تم لوگ اپنی قیام گاہ پر قربانی کر لو۔

تخریج: سنن أبي داود - المناسك (١٩٣٦) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٤٨) سنن الدارمي - المناسك (١٨٧٩)

۱۹۳۷- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ عَطَاءٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «كُلُّ عَرَفَةَ مَوْقِفٌ، وَكُلُّ مِنًى مَنْحَرٌ، وَكُلُّ الْمُزْدَلِفَةِ مَوْقِفٌ، وَكُلُّ فِجَاجِ مَكَّةَ طَرِيقٌ وَمَنْحَرٌ».

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میدان عرفات میں ہر جگہ وقوف کرنا صحیح ہے اور منیٰ کے ہر حصہ میں قربانی کی جا سکتی ہے اور مزدلفہ کے ہر حصہ میں وقوف ہو سکتا ہے اور مکہ مکرمہ کے تمام کشادہ راستے مکہ مکرمہ تک پہنچنے کے راستے ہیں اور وہاں پر قربانی ہو سکتی ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - المناسك (١٩٣٧) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٤٨) سنن الدارمي - المناسك (١٨٧٩)

۱۹۳۸- حَدَّثَنَا ابْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: كَانَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ لَا يُفِيضُونَ حَتَّى يَرَوُا الشَّمْسَ عَلَى ثَبِيرٍ، فَخَالَفَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «فَدَفَعَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ».

ترجمہ: عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا: زمانہ جاہلیت میں لوگ دس ذی الحجہ کو مزدلفہ میں منیٰ اس وقت لوٹتے تھے جب وہ ثبیر پہاڑ پر سورج کو طلوع ہوتا ہوا دیکھ لیتے، تو نبی اکرم ﷺ نے زمانہ جاہلیت کی اس رسم پر رد کرتے ہوئے انکی مخالفت میں مزدلفہ سے منیٰ کی طرف طلوع شمس سے پہلے کوچ فرمایا۔

تخریج: صحيح البخاري - الحج (١٦٠٠) صحيح البخاري - المناقب (٣٦٢٦) جامع الترمذي - الحج (٨٩٦) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٤٧) سنن أبي داود - المناسك (١٩٣٨) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٢٢) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/١٤) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/٢٩) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/٤٠) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/٤٢) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/٥٠) مسند أحمد -

مسند العشرة المبشرين بالجنة (٥٤/١) سنن الدارمي - المناسك (١٨٩٠)

شرح الحديث: اس حدیث کا مضمون اور حوالہ ہمارے یہاں حجۃ الوداع والی حدیث میں گزر چکا ہے۔

یہ اثر عمرؓ سوائے صحیح مسلم کے جملہ صحاح ستہ میں ہے اور ابن ماجہ میں اس میں ایک لفظ کا اضافہ ہے: أَشْرِقْ ثَبِيرُ كَيْمَا نُغِيرُ۔ ثبیر مزدلفہ میں ایک پہاڑ ہے، جبال مکہ میں سب سے بڑا وہی ہے۔ یہ منصرف ہے لیکن یہاں اس پر تنوین نہیں کیونکہ یہ منادیٰ مفرد معرفہ ہے، اصل میں یا ثبیر ہے، أشرق بمعنی أدخل في وقت الشروق یعنی چاہیئے کہ تجھ پر جلدی سے سورج کی روشنی پڑ جائے تاکہ پھر ہم یہاں سے تیزی کے ساتھ روانہ ہوں اور بعض نے كَيْمَا نُغِيرُ کا مطلب یہ لکھا ہے تاکہ ہم جلدی سے قربانی کے گوشت پر لوٹ مار کریں۔

٦٥ - بَابُ التَّعْجِيلِ مِنْ جَمْعٍ

مزدلفہ سے جلدی جانے کا بیان

لیلۃ المزدلفہ (یوم النحر کی شب جس میں حاجی مزدلفہ میں ہوتا ہے) یہاں دو چیزیں ہیں:

① بیت مزدلفہ یعنی یہ رات مزدلفہ میں گزارنا۔

② وقوف مزدلفہ یعنی رات گزرنے کے بعد صبح صادق کے وقت یہاں تھوڑی دیر وقوف کرنا، ان دونوں کے حکم میں اختلاف ہے۔

مبیت مزدلفہ اور وقوف مزدلفہ میں اختلاف ائمہ: جمہور کے نزدیک [1] تو ان میں سے اول واجب ہے اور ثانی وقوف وہ سنت ہے اور حنفیہ کے نزدیک اسکے برعکس ہے، وقوف واجب اور بیت سنت اور ابن حزم کے نزدیک وقوف مزدلفہ رکن ہے اسکے فوت ہونے سے حج فوت ہو جاتا ہے۔ پھر جمہور کے ہاں اس میں اختلاف ہے کہ بیت کی کتنی مقدار واجب ہے؟ امام شافعیؒ واحمدؒ کے نزدیک الی مابعد نصف الليل، وهذا لمن ادركه قبل النصف والا فالحضور ساعة في النصف الاخير كاف، (جزء الحج) وعند مالك مقدار يسير بقدر حط الرحال (جتنی دیر میں آدمی سواری پر سے اپنا سامان اتار لے)۔

١٩٣٩ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي يَزِيدَ، أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ، يَقُولُ: «أَنَا مِمَّنْ قَدَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْمُزْدَلِفَةِ فِي ضَعَفَةِ أَهْلِهِ».

ترجمہ: عبید اللہ بن ابی یزید کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن عباسؓ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں ان لوگوں میں شامل تھا جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ کی رات اپنے کمزور اہل خانہ کے ہمراہ جلدی روانہ فرما دیا تھا۔

تخریج: صحيح البخاري - الحج (١٥٩٣) صحيح البخاري - الحج (١٥٩٤) صحيح البخاري - الحج (١٧٥٧) صحيح مسلم - الحج

---

[1] اور بعض مالکیہ جیسے ابن الماجشونؒ اور ابن العربیؒ ان کے نزدیک بیت مزدلفہ فرض ہے، ۱۲۔

(١٢٩٣) جامع الترمذي - الحج (٨٩٢) جامع الترمذي - الحج (٨٩٣) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٣٢) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٣٣) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٤٨) سنن أبي داود - المناسك (١٩٣٩) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٢٥) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٢٦) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٢٣٤) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٢٧٧) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٣١١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٣٤٣) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٣٤٤)

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ، عَنِ الْحَسَنِ الْعُرَنِيِّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَدَّمَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْمُزْدَلِفَةِ أُغَيْلِمَةَ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، عَلَى حُمُرَاتٍ فَجَعَلَ يَلْطَخُ أَفْخَاذَنَا، وَيَقُولُ: «أُبَيْنِيَّ لَا تَرْمُوا الْجَمْرَةَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ» . قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "اللَّطْخُ: الضَّرْبُ اللَّيِّنُ".

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم عبد المطلب کے خاندان کے چند لڑکوں کو مزدلفہ کی رات ہی جمرات (منیٰ) کی طرف روانہ فرمادیا تھا۔ حضور ﷺ ہم بچوں کی رانوں پر آہستہ آہستہ ہاتھ مارتے ہوئے ارشاد فرماتے کہ اے بچو! تم لوگ بڑے شیطان کو اس وقت تک کنکر نہ مارنا جب تک سورج طلوع نہ ہو جائے۔ امام ابو داودؒ فرماتے ہیں کہ لطخ کا معنیٰ ہے کہ آہستہ آہستہ ہاتھ مارنا۔

صحيح البخاري - الحج (١٥٩٣) صحيح البخاري - الحج (١٥٩٤) صحيح البخاري - الحج (١٧٥٧) جامع الترمذي - الحج (٨٩٢) جامع الترمذي - الحج (٨٩٣) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٣٢) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٣٣) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٤٨) سنن أبي داود - المناسك (١٩٤٠) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٢٥) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٢٦) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٢٣٤) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٢٧٧) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٣١١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٣٤٣) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٣٤٤)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَدَّمَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْمُزْدَلِفَةِ أُغَيْلِمَةَ [1] بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ:

ابن عباسؓ فرماتے ہیں: ہمیں یعنی بنو عبد المطلب کے لڑکوں کو مزدلفہ کی شب میں حضور ﷺ نے مزدلفہ سے منیٰ پہلے ہی روانہ فرمادیا تھا اس پر سب کا اتفاق ہے کہ بچوں اور عورتوں پر وہاں رات گزارنا واجب نہیں ہے، وہ مزدلفہ سے منیٰ رات ہی کے کسی حصہ میں آسکتے ہیں۔

عَلَى حُمُرَاتٍ فَجَعَلَ يَلْطَخُ أَفْخَاذَنَا: آپ ﷺ نے ہمیں گدھوں پر سوار کر کے روانہ فرمادیا اور روانہ کرتے وقت آپ ﷺ ہماری رانوں پر ہاتھ مارتے تھے (تھپکتے تھے)۔

وَيَقُولُ: «أُبَيْنِيَّ [2] لَا تَرْمُوا الْجَمْرَةَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ»: روانہ کرتے وقت آپ ﷺ ہمیں ہدایت دے رہے تھے

---

[1] أغيلمة تصغیر ہے غلمة کی اور غلمة جمع ہے غلام کی۔ ۱۲۔

[2] اس لفظ کی تحقیق میں اختلاف ہے: ① بتشدید الیاء یہ تصغیر ہے ابناء جمع ابن کی، ② ابن کی تصغیر ابین ہے جس کی جمع ابینین ہے، پھر اس کی اضافت یاء متکلم کی طرف کی گئی، نون جمع کے ساقط کر کے ابینی ہو گیا۔

میرے بیٹو! منیٰ پہنچ کر رمی جمرہ طلوع شمس سے قبل مت کرنا۔ پہلے دن یوم النحر میں رمی صرف جمرۃ العقبہ کی ہوتی ہے جسکو جمرۃ الکبریٰ بھی کہتے ہیں اور پھر اس کے بعد ایام تشریق میں (از گیارہ تا تیرہ ذی الحجہ) جمرات ثلاثہ کی رمی ہوتی ہے۔

رمی یوم النحر اور رمی ایام تشریق کا وقت مع اختلاف ائمہ: پھر جاننا چاہئے کہ یوم النحر کی رمی کا وقت الگ ہے اور ایام تشریق کی رمی کا علیحدہ ہے۔ رمی یوم النحر امام شافعیؒ و احمدؒ کے نزدیک نصف لیل کے بعد کر سکتے ہیں یعنی لیلۃ المزدلفہ میں اور حنفیہ و مالکیہ کے نزدیک رات گزرنے پر طلوع فجر کے بعد سے اس کا وقت شروع ہو جاتا ہے اس سے قبل جائز نہیں۔ ابراہیم نخعیؒ، سفیان ثوریؒ کے نزدیک طلوع شمس کے بعد اس کا وقت شروع ہوتا ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ افضل طلوع شمس کے بعد ہی ہے کیونکہ آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا تھا۔

اور ایام تشریق کی رمی کا وقت بالاتفاق زوال شمس کے بعد ہوتا ہے، البتہ یوم النفر الثانی یعنی ۱۳ ذی الحجہ کو اول تو منیٰ میں ٹھہرنا ضروری نہیں کسی کے نزدیک بھی، لیکن اگر کوئی شخص ٹھہرے تو پھر عند الجمہور (الأئمة الثلاثة والصاحبان) اس دن کی رمی بھی بعد الزوال ہی کر سکتے ہیں اس سے قبل نہیں لیکن صرف امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس دن کی رمی قبل الزوال کر سکتے ہیں، جائز مع الکراھۃ۔

۱۹٤۱- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ عُقْبَةَ، حَدَّثَنَا حَمْزَةُ الزَّيَّاتُ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «يُقَدِّمُ ضُعَفَاءَ أَهْلِهِ بِغَلَسٍ، وَيَأْمُرُهُمْ يَعْنِي لَا يَرْمُونَ الْجَمْرَةَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ».

ترجمہ: عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے کمزور اہل خانہ کو مزدلفہ سے رات کے اندھیرے میں منیٰ کی طرف جلدی روانہ فرمایا کرتے تھے اور انکو یہ حکم ارشاد فرماتے کہ وہ سورج طلوع ہونے تک بڑے شیطان کو کنکر نہ ماریں۔

تخریج: صحيح البخاري - الحج (۱٥۹۳) صحيح البخاري - الحج (۱٥۹٤) صحيح البخاري - الحج (۱۷٥۷) جامع الترمذي - الحج (۸۹۲) جامع الترمذي - الحج (۸۹۳) سنن النسائي - مناسك الحج (۳۰۳۲) سنن النسائي - مناسك الحج (۳۰۳۳) سنن النسائي - مناسك الحج (۳۰٤۸) سنن أبي داود - المناسك (۱۹٤۱) سنن ابن ماجه - المناسك (۳۰۲٥) سنن ابن ماجه - المناسك (۳۰۲٦) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (۱/۲۳٤) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (۱/۲۷۷) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (۱/۳۱۱) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (۱/۳٤۳) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (۱/۳٤٤)

۱۹٤۲- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، عَنِ الضَّحَّاكِ يَعْنِي ابْنَ عُثْمَانَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ: أَرْسَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأُمِّ سَلَمَةَ لَيْلَةَ النَّحْرِ فَرَمَتِ الْجَمْرَةَ قَبْلَ الْفَجْرِ، ثُمَّ مَضَتْ فَأَفَاضَتْ، وَكَانَ ذَلِكَ الْيَوْمُ الْيَوْمَ الَّذِي يَكُونُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - تَعْنِي - عِنْدَهَا.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ام سلمہؓ کو دس ذی الحجہ کی رات منیٰ روانہ فرما دیا تھا تو

ام سلمہؓ نے بڑے شیطان کو فجر سے پہلے کنکر مارے پھر ام سلمہؓ بیت اللہ گئیں اور انہوں نے طواف زیارت کر لیا۔ اور یہ دن وہ دن تھا جس میں رسول اللہ ﷺ کی باری ام سلمہؓ کے گھر میں تھی۔

شرح الحديث عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ: أَرْسَلَ النَّبِيُّ ﷺ بِأُمِّ سَلَمَةَ لَيْلَةَ النَّحْرِ فَرَمَتِ الْجَمْرَةَ قَبْلَ الْفَجْرِ: آپ ﷺ نے حضرت ام سلمہؓ کو مزدلفہ سے منیٰ بھیجا تھا رات میں۔ چنانچہ انہوں نے منیٰ آکر رمی کی قبل الفجر، یہ حدیث امام شافعیؒ واحمدؒ کے موافق ومؤید ہے مذکورہ بالا مسئلہ میں۔

حنفیہ کی طرف سے حدیث کی توجیہ: حنفیہ ومالکیہ کی طرف سے اس کی توجیہ یہ کی جاتی ہے کہ مراد قبل الفجر سے قبل صلوۃ الفجر ہے، قبل طلوع الفجر نہیں یا پھر یوں کہا جائے کہ یہ ان کا اپنا فعل ہے بغیر اذن النبی ﷺ۔ چنانچہ اوپر ابھی گزرا ہے کہ آپ ﷺ نے ان لڑکوں سے جن کو پہلے روانہ کر دیا تھا یہ فرمایا تھا: أُبَيْنِيَّ لَا تَرْمُوا الْجَمْرَةَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ۔ جزء حجۃ الوداع میں یہ ہے کہ یہ حدیث صرف سنن ابوداؤد میں ہے، ابوداؤد اسکے ساتھ متفرد ہیں۔ ابن قیمؒ نے اس کو وہم اور منکر قرار دیا ہے اسی طرح امام طحاویؒ اور بیہقیؒ نے بھی اس حدیث کا انکار کیا ہے [1] واللہ تعالیٰ أعلم۔ فأفاضت اور طواف افاضہ کیا۔

وَكَانَ ذَلِكَ الْيَوْمُ الْيَوْمَ، الَّذِي يَكُونُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - تَعْنِي - عِنْدَهَا: اس سے راوی اشارہ کر رہا ہے علت تعجیل کی طرف کہ انکو پہلے بھیجنے کی مصلحت یہ تھی کہ یہ دن انکی نوبت اور باری کا تھا تا کہ رمی وغیرہ سے وہ جلدی سے فارغ ہو جائیں۔ چنانچہ انہوں نے طلوع شمس سے پہلے منیٰ جا کر رمی کی اور پھر دن ہی میں طواف افاضہ کیا، بخلاف باقی ازواج مطہرات کے کہ انہوں نے طواف افاضہ آنے والی رات میں کیا، (بذل [2])۔

ایک اشکال مع جواب: یہاں پر ایک سوال ہے وہ یہ کہ اس حدیث سے تو مستفاد ہو رہا ہے کہ یوم النحر ام سلمہؓ کی باری کا دن تھا اور باب الافاضہ فی الحج میں ایک حدیث (برقم ۱۹۹۹) آرہی ہے جس میں حضرت ام سلمہؓ خود یہ فرما رہی ہیں: كَانَتْ لَيْلَتِي الَّتِي يَصِيرُ إِلَيَّ فِيهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَاءَ يَوْمِ النَّحْرِ کہ یوم النحر کی شام یعنی اسکے بعد آنے والی رات میری باری کی رات تھی، تو جب یوم النحر کے بعد آنیوالی رات میں ان کی باری تھی تو اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ یوم النحر کے بعد والا دن یعنی گیارہ ذی الحجہ ان کی باری کا دن ہوا۔ اشکال ظاہر ہے، اس کا جواب حضرت شیخؒ نے لامع اور جزء حجۃ الوداع میں یہ دیا ہے اور درس بخاری میں بھی فرمایا تھا کہ فقہاء نے تصریح کی ہے اس بات کی کہ اگرچہ لیالی تابع ہوا کرتی ہیں ایام آتیہ کے لیکن زمانہ حج میں اس کے برعکس ایام ماضیہ کے تابع ہوتی ہیں، لہذا یوم النحر کے بعد جو رات آرہی ہے وہ یوم النحر کی رات شمار ہوگی نہ کہ آنیوالے دن کی، واللہ تعالیٰ أعلم۔

---

[1] حجة الوداع وعمرات النبي صلى الله عليه وسلم — ص ۱۲۱

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۹ ص ۲۵۱

۱۹۴۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، أَخْبَرَنِي مُخْبِرٌ، عَنْ أَسْمَاءَ، أَنَّهَا رَمَتِ الْجَمْرَةَ، قُلْتُ: إِنَّا رَمَيْنَا الْجَمْرَةَ بِلَيْلٍ، قَالَتْ: «إِنَّا كُنَّا نَصْنَعُ هَذَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

ترجمہ: حضرت اسماءؓ فرماتی ہے کہ انہوں نے شیطان کو کنکر مارے تو میں نے ان سے عرض کیا کہ ہم نے تو اس بڑے شیطان کو رات میں کنکر مار لیئے، تو حضرت اسماءؓ نے جواب دیا کہ ہم عہد نبوی ﷺ میں اسی طرح کنکر مارا کرتے تھے۔

تخریج: صحیح البخاری - الحج (۱۵۹۵) سنن النسائي - مناسك الحج (۳۰۵۰) سنن أبي داود - المناسك (۱۹۴۳) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۴۷/۶) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۵۱/۶) موطأ مالك - الحج (۸۸۹)

شرح الحدیث: أَخْبَرَنِي مُخْبِرٌ، عَنْ أَسْمَاءَ، أَنَّهَا رَمَتِ الْجَمْرَةَ، قُلْتُ: إِنَّا رَمَيْنَا الْجَمْرَةَ بِلَيْلٍ: پہلی حدیث میں جو قصہ مذکور تھا وہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ کے متعلق تھا یہ دوسرا قصہ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ سے متعلق ہے جو صحیحین میں زیادہ تفصیل سے ہے وہ یہ کہ عبداللہ جو کہ مولی ہیں اسماءؓ کے وہ کہتے ہیں: حضرت اسماءؓ جب مزدلفہ میں تھیں تو رات کے وقت کچھ دیر تک نفلیں پڑھتی رہیں، پھر دریافت کیا کہ هَلْ غَابَ الْقَمَرُ؟ (چاند نظر آنا بند ہوا یا نہیں؟) میں نے کہا: ابھی تک غائب نہیں ہوا، نظر آرہا ہے، انہوں نے پھر نفلوں کی نیت باندھ لی، سلام کے بعد پھر دریافت کیا: هَلْ غَابَ الْقَمَرُ؟ میں نے کہا: ابھی نہیں، انہوں نے پھر نفلوں کی نیت باندھ لی، سلام پھیرنے کے بعد پھر دریافت کیا: هَلْ غَابَ الْقَمَرُ؟ میں نے کہا: غائب ہو گیا، فرمایا کہ اچھا یہاں سے کوچ کرو۔ چنانچہ وہاں سے چل کر منیٰ آگئیں وہاں آکر رمی جمرہ، کی رمی سے فارغ ہو کر اپنے خیمہ میں آکر صبح کی نماز پڑھی۔

فَقُلْتُ لَهَا يَا هَنْتَاهُ مَا أُرَانَا إِلَّا قَدْ غَلَّسْنَا: میں نے ان سے کہا ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ ہم نے رمی میں بہت جلدی کی (غلس میں کرلی) اس پر انہوں نے فرمایا: کچھ حرج نہیں، حضور ﷺ نے عورتوں، بچوں کو اس کی اجازت دے رکھی ہے (بخاری)

شافعیہ کے استدلال کا جواب: اس حدیث سے شافعیہ وحنابلہ (فی روایۃ) نے اس پر استدلال کیا کہ یوم النحر کی رمی نصف لیل کے بعد کر سکتے ہیں، حنفیہ مالکیہ، احمد فی روایۃ کے نزدیک ایسا جائز نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے مہینہ کی دس تاریخ کو چاند طلوع فجر کے قریب غائب ہوتا ہے توجب طلوع فجر سے قبل مزدلفہ سے روانہ ہوئیں تو ظاہر ہے کہ طلوع فجر کے بعد منیٰ پہونچی ہوں گی اس وقت انہوں نے منیٰ جاکر رمی کی تو یہ رمی بعد طلوع الفجر ہوئی نہ کہ قبلہ اور اسکی تائید لفظ غَلَّسْنَا سے بھی ہو رہی ہے کہ لیل سے مراد (جو کہ ابوداؤد کی روایت میں ہے) غلس ہے نہ کہ حقیقۃً رات (افادہ ابن القیم رحمہ اللہ تعالی فی تهذيب السنن)۔

۱۹۴۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: «أَفَاضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ السَّكِينَةُ، وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَرْمُوا بِمِثْلِ حَصَى الْخَذْفِ، وَأَوْضَعَ فِي وَادِي مُحَسِّرٍ».

ترجمہ: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مزدلفہ سے لوٹے اطمینان اور سکون کے ساتھ اور آپ ﷺ نے

لوگوں کو حکم دیا کہ وہ ٹھیکری کی کنکریوں کے بقدر رمی سے شیطان کو ماریں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وادی محسر میں سواری کو تیز دوڑایا۔

تخریج صحيح مسلم - الحج (١٢١٨) صحيح مسلم - الحج (١٢٩٩) جامع الترمذي - الحج (٨٨٦) جامع الترمذي - الحج (٨٩٧) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٢١) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٢٢) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٥٣) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٥٤) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٧٤) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٧٥) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٧٦) سنن أبي داود - المناسك (١٩٤٤) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٢٣) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٧٤) سنن الدارمي - المناسك (١٨٥٠) سنن الدارمي - المناسك (١٨٩٩)

٦٦ - بَابُ يَوْمِ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ

حج اکبر والا دن کونسا ہے؟

١٩٤٥ - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ يَعْنِي ابْنَ الْغَازِ، حَدَّثَنَا نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَفَ يَوْمَ النَّحْرِ بَيْنَ الْجَمَرَاتِ فِي الْحَجَّةِ الَّتِي حَجَّ، فَقَالَ: «أَيُّ يَوْمٍ هَذَا؟» قَالُوا: يَوْمُ النَّحْرِ. قَالَ: «هَذَا يَوْمُ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ».

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دس ذی الحجہ والے دن تین جمروں کے درمیان ٹھہر گئے یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجۃ الوداع کا واقعہ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آج کونسا دن ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ آج قربانی کا دن (دس ذی الحجہ) ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ حج اکبر والا دن ہے۔

تخریج سنن أبي داود - المناسك (١٩٤٥) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٥٨)

شرح الحدیث فَقَالَ: «أَيُّ يَوْمٍ هَذَا؟» قَالُوا: يَوْمُ النَّحْرِ. قَالَ: «هَذَا يَوْمُ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ»: بندہ کے خیال میں یہاں دو[1] چیزیں الگ الگ ہیں: الْحَجُّ الْأَكْبَرُ، دوسری يَوْمُ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ۔ اگرچہ شراح نے اسکی تصریح نہیں کی بلکہ دونوں کو خلط کر دیا۔ يَوْمُ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ میں تین قول ہیں: یوم النحر، یوم عرفہ، یوم حج ابی بکرؓ یعنی ابو بکر صدیقؓ نے جس دن حج کیا ۹ھ میں، اسلئے کہ اس دن مسلمین، مشرکین اور اہل کتاب یہود و نصاری سب نے حج کیا تھا، اسکے بعد پھر کبھی اس طرح تمام طوائف و اہل ملل جمع نہیں ہوئے بلکہ مشرکین کے حج کرنے کی بندش کا اعلان کر دیا گیا تھا أَنْ لَا يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ[2]، اور الحج الاکبر میں بھی تین قول ہیں: ① قیل: هو القران والحج الأصغر الإفراد، ② وقيل: الحج الأكبر هو الحج والحج الأصغر هو العمرة، ③ وقيل: الحج الأكبر هو وقفة الجمعة یعنی جس حج میں وقوف عرفہ جمعہ کے دن کا ہو جسکی فضیلت زیادہ ہے۔ چنانچہ ملا علی

---

[1] اس کی تائید باب کی حدیث ثالث سے ہوتی ہے جس میں یہ ہے: يَوْمُ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ، يَوْمُ النَّحْرِ، وَالْحَجُّ الْأَكْبَرُ الْحَجُّ، ١٢۔

[2] صحيح البخاري - كتاب التفسير - باب سورة براءة التوبة، ٤٣٨٠

قاریؒ نے اس پر مستقل ایک تصنیف [1] فرمائی ہے، الحظ الأوفر في الحج الأكبر جسکا ذکر انہوں نے شرح لباب میں کیا ہے۔

١٩٤٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، أَنَّ الْحَكَمَ بْنَ نَافِعٍ، حَدَّثَهُمْ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، حَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: بَعَثَنِي أَبُو بَكْرٍ فِيمَنْ يُؤَذِّنُ يَوْمَ النَّحْرِ بِمِنًى «أَنْ لَا يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ، وَلَا يَطُوفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ، وَيَوْمُ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ يَوْمُ النَّحْرِ وَالْحَجُّ الْأَكْبَرُ الْحَجُّ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے جس جماعت کو اعلان کرنے کیلئے روانہ فرمایا تھا اس جماعت میں مجھے بھی روانہ فرمایا کہ دس ذی الحج والے دن یہ اعلانات کئے جائیں مقام منیٰ میں: ① اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کریگا ② اور بیت اللہ کا کوئی شخص برہنہ ہوکر طواف نہیں کرے گا ③ اور دس ذی الحج کا دن حج اکبر والا دن ہے ④ اور حج اکبر حج کرنے کو کہا جاتا ہے (عمرہ کرنے کو حج اصغر کہتے ہیں)۔

٦٧- بَابُ الْأَشْهُرِ الْحُرُمِ

حرمت والے مہینوں کا بیان

١٩٤٧- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ فِي حَجَّتِهِ، فَقَالَ: "إِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ اللهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ، السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا، مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ، ثَلَاثٌ مُتَوَالِيَاتٌ: ذُو الْقَعْدَةِ، وَذُو الْحِجَّةِ، وَالْمُحَرَّمُ، وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِي بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ".

ترجمہ: حضرت ابو بکرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے حج (حجۃ الوداع) میں خطبہ دیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ زمانہ گھوم پھر کر اسی حالت پر (واپس) آگیا (جس پر کہ وہ پہلے روز تھا) جب اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا تھا۔ سال بارہ مہینوں کا ہے جس میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں۔ تین تو پے در پے ہیں؛ ذوالقعدہ، ذوالحجہ، اور محرم اور (چوتھا) رجب مضر ہے جو جمادی اور شعبان کے درمیان ہے۔

١٩٤٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَيَّاضٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ السَّخْتِيَانِيُّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنِ ابْنِ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ، قَالَ: أَبُو دَاوُدَ سَمَّاهُ ابْنُ عَوْنٍ، فَقَالَ: عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، فِي هَذَا الْحَدِيثِ

ترجمہ: محمد بن سیرین، ابن ابی بکرہ سے اور وہ اپنے والد حضرت ابو بکرہؓ سے نبی کریم ﷺ سے گزشتہ حدیث کے ہم معنیٰ روایت کرتے ہیں۔ امام ابو داؤدؒ کہتے ہیں: ابن عون راوی نے ابن ابی بکرہؓ کا نام عبد الرحمن بن ابی بکرہؓ لیا ہے۔

---

[1] اور شرح لباب کے حاشیہ "إرشاد الساري إلى مناسك الملا علي القاري" میں اس پورے رسالہ کو نقل کیا ہے، پھر حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے اپنی آخر حیات میں اس کو مستقل علیحدہ طبع کرایا تھا۔

تخریج: صحيح البخاري - الحج (١٦٥٤) صحيح البخاري - بدء الخلق (٣٠٢٥) صحيح البخاري - المغازي (٤١٤٤) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٣٨٥) صحيح البخاري - الأضاحي (٥٢٣٠) صحيح البخاري - التوحيد (٧٠٠٩) صحيح مسلم - القسامة والمحاربين والقصاص والديات (١٦٧٩) سنن أبي داود - المناسك (١٩٤٧) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٣٧/٥)

شرح الأحاديث: اشہر حرم چار مہینے ہیں: رجب، ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم، اہل جاہلیت ان مہینوں کی تعظیم کرتے تھے، ان میں قتال کو حرام اور ناجائز سمجھتے تھے، ابتداء اسلام میں بھی اس کی رعایت کی گئی۔ چنانچہ مشروعیت جہاد کی ابتداء میں ان مہینوں میں جہاد و قتال ممنوع تھا۔

لیکن مشرکین ان میں گڑبڑ کرتے تھے جس کو نسی کہتے ہیں یعنی تقدیم و تاخیر، قال تعالیٰ: إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ [1] - وفی الحدیث: يَجْعَلُونَ الْمُحَرَّمَ صَفَرًا یعنی جب محرم میں قتال کا ارادہ کرتے تھے تو اس کیلئے حیلہ یہ کرتے تھے کہ یوں کہتے تھے: اس سال صفر کا مہینہ محرم سے قبل آگیا [2]۔ لکھا ہے کہ وہ ہر سال اسی طرح کرتے رہتے تھے یہاں تک کہ ماہ محرم تمام سال کے مہینوں میں گھوم جاتا تھا اور گھوم پھر کر اپنے اصل وقت میں بھی آجاتا تھا اسی لئے حج بھی کبھی اپنے اصلی وقت میں ہوتا اور کبھی غیر وقت میں لیکن جس سال [3] حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا اس سال حساب شہور درست ہو کر حج اپنے اصلی وقت میں ہوا تھا، اسی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں: إِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ کہ زمانہ گھوم پھر کر اپنی اصلی حالت پر آگیا ہے۔

وَرَجَبُ مُضَرَ: رجب کی نسبت قبیلہ مضر کی طرف اس لئے کی جاتی ہے کہ وہ اس کی تعظیم بنسبت دوسرے قبائل کے زیادہ کرتے تھے۔

الَّذِي بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ: یہ قید اس لئے بڑھائی گئی ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ رجب سے اصلی رجب مراد ہے اور نسی والا رجب مراد نہیں ہے جو اپنے صحیح وقت سے ہٹا ہوا ہو۔

٦٨ - بَابُ مَنْ لَمْ يُدْرِكْ عَرَفَةَ

جس شخص کا وقوف عرفات فوت ہو جائے

وقوف عرفہ بالاتفاق رکن حج ہے بلکہ من اعظم ارکان الحج ہے، لیکن اس کے وقت، ابتداء و انتہاء اور مقدار وقوف کا مسئلہ مختلف فیہ بین الائمہ ہے جس کی تفصیل باب الوقوف بعرفة میں گزر چکی ہے۔

١٩٤٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنِي بُكَيْرُ بْنُ عَطَاءٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَعْمَرَ الدِّيلِيِّ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ

---

[1] یہ جو مہینہ ہٹا دینا ہے سو بڑھائی ہوئی بات ہے کفر کے عہد میں (سورۃ التوبۃ ٣٧)

[2] فتح الباری شرح صحیح البخاری - ج ٨ ص ٣٢٥

[3] اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ اس سے قبل ٩ ھ میں حج ابو بکر غیر وقت میں ہوا تھا، اس پر کسی قدر کلام ہمارے ہاں کتاب الحج کی ابتدائی بحثوں میں آچکا ہے۔

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِعَرَفَةَ فَجَاءَ نَاسٌ أَوْ نَفَرٌ مِنْ أَهْلِ نَجْدٍ فَأَمَرُوا رَجُلًا فَنَادَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ الْحَجُّ؟ فَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا فَنَادَى «الْحَجُّ، الْحَجُّ، يَوْمُ عَرَفَةَ، مَنْ جَاءَ قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ مِنْ لَيْلَةِ جَمْعٍ فَتَمَّ حَجُّهُ أَيَّامُ مِنًى ثَلَاثَةٌ، فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ، فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ، وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ» ، قَالَ: ثُمَّ أَرْدَفَ رَجُلًا خَلْفَهُ فَجَعَلَ يُنَادِي بِذَلِكَ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَلِكَ رَوَاهُ مِهْرَانُ، عَنْ سُفْيَانَ، قَالَ: «الْحَجُّ، الْحَجُّ» مَرَّتَيْنِ وَرَوَاهُ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ، عَنْ سُفْيَانَ قَالَ: «الْحَجُّ» مَرَّةً.

ترجمہ عبد الرحمن بن یعمر الدیلی فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ مقام عرفہ میں تھے اور آپکے پاس اہل نجد سے کچھ لوگ حاضر ہوئے تھے۔ انہوں نے ایک شخص کو رسول اللہ ﷺ سے سوال پوچھنے کا کہا تو اس شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پکار کر پوچھا کہ حج کس طرح کیا جاتا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو اسکا جواب بتلا کر حکم دیا کہ تم لوگوں کو بتلا دو، تو اس شخص نے باآواز بلند کہا کہ حج مقام عرفۃ میں اس کے دن میں ٹھہرنے کا نام ہے، جو شخص مزدلفہ کی رات صبح کی نماز سے پہلے میدان عرفات آگیا تو اسکا حج مکمل ہو گیا...... منیٰ میں ٹھہرنے کے تین دن ہیں پس جو شخص منیٰ میں دو دن ٹھہر کر جلدی چلا جائے تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں اور جو شخص تیسرا دن ٹھہر کر جلدی چلا جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور جو شخص تیسرا دن منیٰ میں ٹھہر کر دیر سے جائے تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں...... پھر حضور ﷺ نے ایک شخص کو سواری پر اپنے پیچھے بٹھایا اور وہ شخص یہ اعلان کر رہا تھا (پہلے اعلان کرنے والے شخص کی سواری پر بیٹھ کر اسکی طرح پیچھے والا بھی یہی اعلان کر رہا تھا) امام ابو داودؒ فرماتے ہیں کہ مہران راوی نے بھی اسی طرح سفیان سے دو مرتبہ الحجّ، الحجّ نقل کیا ہے، لیکن یحییٰ بن سعید قطان نے سفیان راوی سے ایک مرتبہ الحجّ نقل کیا ہے فنادی: الحج یوم عرفۃ والے جملے میں۔

تخریج جامع الترمذي - الحج (٨٨٩) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٤٤) سنن أبي داود - المناسك (١٩٤٩) سنن ابن ماجة - المناسك (٣٠١٥) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٠٩/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣١٠/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٣٥/٤) سنن الدارمي - المناسك (١٨٨٧)

شرح الحدیث مَنْ جَاءَ قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ مِنْ لَيْلَةِ جَمْعٍ فَتَمَّ حَجُّهُ: جو شخص مزدلفہ کی رات[1] میں صبح کی نماز سے قبل مراد طلوع فجر سے قبل ہے (اسلئے کہ وہاں صبح کی نماز بالکل غلس اول وقت میں ہوتی ہے) میدان عرفات میں پہنچ گیا تو سمجھو کہ اس نے حج کو پالیا۔

أَيَّامُ مِنًى ثَلَاثَةٌ: تین دن یعنی از گیارہ ذی الحجہ تا تیرہ ذی الحجہ ایام منیٰ کہلاتے ہیں، یوم النحر یعنی دس ذی الحجہ ان میں داخل نہیں ہے اور ایام النحر بھی عند الجمہور تین ہیں از دس ذی الحجہ تا بارہ ذی الحجہ اور شافعیہ کے نزدیک ایام نحر چار دن ہیں، تیرہ تاریخ

---

[1] اس سے بظاہر امام مالکؒ کے مسلک کی تائید ہوتی ہے جن کے نزدیک فرض وقوف کی ادائیگی لیلۃ المزدلفہ میں وقوف سے ہوتی ہے، اور دن میں وقوف ان کے نزدیک واجبات میں سے ہے فرض نہیں، كما تقدم في باب الوقوف، والله تعالى أعلم، ١٢۔

بھی اس میں شامل ہے۔

١٩٥٠ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَامِرٌ، أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ مُضَرِّسٍ الطَّائِيُّ، قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَوْقِفِ يَعْنِي بِجَمْعٍ قُلْتُ: جِئْتُ يَا رَسُولَ اللهِ مِنْ جَبَلِ طَيِّئٍ أَكْلَلْتُ مَطِيَّتِي وَأَتْعَبْتُ نَفْسِي وَاللهِ مَا تَرَكْتُ مِنْ حَبْلٍ إِلَّا وَقَفْتُ عَلَيْهِ فَهَلْ لِي مِنْ حَجٍّ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ أَدْرَكَ مَعَنَا هَذِهِ الصَّلَاةَ، وَأَتَى عَرَفَاتٍ، قَبْلَ ذَلِكَ لَيْلًا أَوْ نَهَارًا، فَقَدْ تَمَّ حَجُّهُ، وَقَضَى تَفَثَهُ».

ترجمہ: عروہ بن مضرس الطائی فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مقام مزدلفہ میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں قبیلہ طئی کے دو پہاڑوں سے آپکی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، میں نے اپنی سواری کو تھکا دیا اور اپنی جان کو مشقت میں ڈال دیا، خدا کی قسم! میں نے کوئی پہاڑ نہیں چھوڑا مگر میں اس پر ضرور ٹھہرا، کیا میرا حج ہو گیا؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے ہمارے ساتھ مزدلفہ کی صبح یہ نماز پالی اور اس سے پہلے وہ دن یا رات میں میدان عرفات میں حاضر ہو چکا تھا تو اسکا حج مکمل ہو گیا اور یہ شخص اپنا میل کچیل، بال ناخن، وغیرہ دور کر سکتا ہے۔

تخریج: جامع الترمذي - الحج (٨٩١) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٣٩) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٤٠) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٤١) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٤٢) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٤٣) سنن أبي داود - المناسك (١٩٥٠) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠١٦) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (١٥/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٦١/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٦٢/٤) سنن الدارمي - المناسك (١٨٨٨)

شرح الحديث: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ مُضَرِّسٍ الطَّائِيُّ: حجۃ الوداع والے سال جب کہ آپ ﷺ حج کیلئے مکہ مکرمہ تشریف لا چکے تھے تو ان صحابی کو جن کا نام عروہ بن مضرس ؓ ہے اس کا پتہ چلا تو یہ فوراً اپنے وطن سے حج کے ارادہ سے چل دیئے تا کہ حضور ﷺ کے ساتھ وہ بھی حج کریں مگر ان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ وقوف حج کہاں اور کس میدان میں ہوتا ہے اسلئے یہ راستہ میں ہر ریتیلے میدان میں ٹھہرتے ہوئے اس خیال سے کہ شاید اسی جگہ وقوف ہوتا ہو اور اپنی سواری کو بہت تیز دوڑاتے ہوئے حضور اکرم ﷺ کے پاس مزدلفہ میں پہنچے، پہنچتے ہی آپ ﷺ سے سوال کیا: یارسول اللہ! میں نے اپنے آپ کو اور اپنی سواری کو دوڑاتے دوڑاتے تھکا دیا اور ہر میدان میں ٹھہرتا ہوا اس وقت یہاں آپ کے پاس پہنچ رہا ہوں، یارسول اللہ! یہ بتا دیجئے کہ میرا حج بھی ہو گیا یا نہیں؟ اس پر آپ ﷺ (روحی فداہ) نے ارشاد فرمایا: مَنْ أَدْرَكَ مَعَنَا هَذِهِ الصَّلَاةَ، اس جملہ میں وقوف مزدلفہ مذکور ہے، جس شخص نے ہمارے ساتھ یہ نماز (صلوۃ الفجر بمزدلفہ) پالی۔

وَأَتَى عَرَفَاتٍ، قَبْلَ ذَلِكَ: اس جملہ میں وقوف عرفہ مذکور ہے، یہ ثانی تو بالاتفاق فرض اور رکن ہے اور وقوف مزدلفہ [1] میں اختلاف ہے۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ وقوف سنت ہے، حنفیہ کے نزدیک واجب ہے، ابن الماجشون مالکی وابن العربی مالکی کے

[1] طلوع فجر کے بعد تھوڑی دیر مزدلفہ میں ٹھہرنا، ۱۲۔

نزدیک فرض ہے اور ظاہریہ کے نزدیک رکن ہے۔ (جزء الحج) شعبی، نخعی، ابن خزیمہ، ابن جریر الطبری کے نزدیک بھی رکن ہے بغیر اس کے حج نہیں ہوتا (عون)۔

لَيْلًا [1] أَوْ نَهَارًا: نہار کے عموم سے امام احمدؒ نے استدلال فرمایا کہ خواہ وہ وقوف قبل الزوال ہو، چنانچہ ان کے نزدیک عرفہ کی ابتداء یوم عرفہ کی صبح صادق سے ہے، وعند الأئمة الثلاثة من الزوال کما تقدم، اس لئے کہ حضور ﷺ اور آپ کے بعد خلفاء راشدین سبھی نے ہمیشہ وقوف بعد الزوال شروع کیا ہے نہ کہ اس سے قبل۔

فَقَدْ تَمَّ حَجُّهُ، وَقَضَى [2] تَفَثَهُ: پوری حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ جس شخص نے وقوف عرفہ اور وقوف مزدلفہ دونوں کر لئے تو اس کا حج پورا ہو گیا اور ازالہ تفث (میل کچیل کو دور کرنا غسل وغیرہ کے ذریعہ) اس کیلئے جائز ہو گیا (اس جملہ کی تشریح ہم نے حاشیہ میں کر دی) قال المنذري: وأخرجه الترمذي والنسائي وابن ماجه. وقال الترمذي: حسن صحيح اهـ [3].

٦٩ - بَابُ النُّزُولِ بِمِنًى

منیٰ میں کس دن نزول کیا جائے گا؟

١٩٥١ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ حُمَيْدٍ الْأَعْرَجِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مُعَاذٍ، عَنْ رَجُلٍ، مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: خَطَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ بِمِنًى وَنَزَّلَهُمْ مَنَازِلَهُمْ فَقَالَ: «لِيَنْزِلِ الْمُهَاجِرُونَ هَا هُنَا» وَأَشَارَ إِلَى مَيْمَنَةِ الْقِبْلَةِ «وَالْأَنْصَارُ هَا هُنَا» وَأَشَارَ إِلَى مَيْسَرَةِ الْقِبْلَةِ «ثُمَّ لِيَنْزِلِ النَّاسُ حَوْلَهُمْ».

ترجمہ: نبی کریم ﷺ کے ایک صحابیؓ نے کہا: نبی کریم ﷺ نے منیٰ میں لوگوں سے خطبہ ارشاد فرمایا اور انہیں اپنے اپنے مقامات پر اترنے کا ارشاد فرمایا۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا: قبلہ کے دائیں طرف اشارہ فرماتے ہوئے کہا: مہاجرین یہاں اتریں، اور قبلہ کی بائیں جانب اشارہ فرماتے ہوئے فرمایا: انصار یہاں اتریں، پھر اور لوگ ان کے ارد گرد قیام کریں۔

تخریج: سنن أبي داود - المناسك (١٩٥١) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٤/٦١) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٣٧٤)

---

[1] اس سے معلوم ہوا وقوف عرفہ کا تحقق وقوف لیلاً اور وقوف نہاراً ہر ایک سے ہو سکتا ہے جیسا کہ ائمہ ثلاثہ کا مسلک ہے بخلاف مالکیہ کے کہ ان کے نزدیک فرض وقوف کا تحقق وقوف لیلاً سے ہوتا ہے، کما سبق فی محلہ ۱۲۔

[2] والتفث فی الاصل بمعنی الوسخ، والمحرم مادام محرماً ممنوع عن ازالۃ التفث، فمعنی الکلام کما فی حاشیۃ السندی علی النسائی انہ قضی مدۃ ابقاء التفث، فقد جازلہ إزالۃ التفث، واللہ تعالیٰ أعلم ۱۲۔ یعنی بدن کے میل کچیل باقی رکھنے کی جو مدت تھی اس کو اس نے پورا کر دیا، لہٰذا اب اس کے لئے ازالہ تفث جائز ہو گیا یعنی احرام سے باہر آنا جائز ہو گیا تکمیل حج کی وجہ سے۔

[3] عون المعبود شرح سنن أبي داود - ج ٥ ص ٤٢٩

شرح الحدیث وَنَزَّلَهُمْ مَنَازِلَهُمْ: منیٰ میں چونکہ حاجیوں کا قیام مسلسل تین دن تک رہتا ہے بخلاف عرفہ ومزدلفہ کے اس لئے آپ نے سب لوگوں کو ان کے مناسب منزلوں میں اتارا یعنی مختلف گروہوں کو ہر ایک کو جہاں مناسب سمجھا ان کے قیام کی جگہ متعین فرمائی، یہ اجمال ہے آگے اس کی تفصیل ہے وہ یہ کہ مہاجرین سے فرمایا کہ وہ قبلہ کی دائیں جانب ٹھہریں اور انصار سے فرمایا وہ قبلہ کی بائیں جانب ٹھہریں، آگے باب میں آرہا ہے آپ ﷺ نے مہاجرین کو مقدم مسجد یعنی مسجد خیف کی سامنے جانب میں اتارا اور انصار کو مسجد کے پیچھے، لہذا حدیث الباب میں بھی مَيْمَنَةِ الْقِبْلَةِ سے مقدم مسجد کی جانب یمین اور مَيْسَرَةِ الْقِبْلَةِ سے مؤخر مسجد کی جانب یسار مراد ہوگی، (بذل [1])۔

ثُمَّ لِيَنْزِلِ النَّاسُ حَوْلَهُمْ: مہاجرین وانصار کی جگہ متعین فرمانے کے بعد دوسرے لوگوں کے لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ انہیں کے ارد گرد قیام کریں یعنی باقی لوگوں کے لئے کوئی تخصیص نہیں فرمائی، واللہ أعلم۔

٧٠۔ بَابُ أَيِّ يَوْمٍ يَخْطُبُ بِمِنًى

منیٰ میں کس دن وعظ کیا جائے گا؟

١٩٥٢۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ رَجُلَيْنِ مِنْ بَنِي بَكْرٍ، قَالَا: رَأَيْنَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ بَيْنَ أَوْسَطِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ، وَنَحْنُ عِنْدَ رَاحِلَتِهِ وَهِيَ خُطْبَةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي خَطَبَ بِمِنًى.

ترجمہ ابن ابی نجیح اپنے والد کے واسطے سے بنو بکر قبیلہ کے دو افراد سے روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کو ایام تشریق کے درمیان والے دن (بارہ ذی الحجہ) کو وعظ کرتے ہوئے دیکھا اور ہم آپ ﷺ کی سواری کے پاس تھے اور یہ رسول اللہ ﷺ کا وہ وعظ ہے جو آپ ﷺ نے مقام منیٰ میں فرمایا تھا۔

شرح الحدیث يَخْطُبُ بَيْنَ أَوْسَطِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ: یعنی ١٢ ذی الحجہ، خطب الحج کتنے ہیں؟ اور کس کس تاریخ میں ہیں؟ اس میں اختلاف علماء پہلے گزر چکا ہے، بارہویں ذی الحجہ کو خطبہ امام شافعیؒ واحمدؒ کے نزدیک ہے۔ حنفیہ ومالکیہ کے نزدیک نہیں ہے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ یہ خطبہ لغوی [2] تھا یعنی سوال وجواب، خطبۂ عرفی نہ تھا۔

١٩٥٣۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، حَدَّثَنَا رَبِيعَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حُصَيْنٍ، حَدَّثَتْنِي جَدَّتِي سَرَّاءُ بِنْتُ نَبْهَانَ، وَكَانَتْ رَبَّةَ بَيْتٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ قَالَتْ: خَطَبَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الرُّءُوسِ، فَقَالَ: «أَيُّ يَوْمٍ هَذَا؟»،

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ٩ ص ٢٦٤

[2] لانما خوطب بها بعض الناس، ١٢۔

قُلْنَا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: «أَلَيْسَ أَوْسَطَ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ؟». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَلِكَ قَالَ: عَمُّ أَبِي حُرَّةَ الرَّقَاشِيِّ، إِنَّهُ خَطَبَ أَوْسَطَ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ.

ترجمہ ربیعہ بن عبد الرحمٰن کہتے ہیں کہ میری دادی سراء بنت نبہان نے مجھے بتایا...... یہ زمانہ جاہلیت میں بتوں کے ایک بت کدہ کی مالکن تھیں...... کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے روس والے دن (بارہ ذی الحجہ) ہمیں وعظ ارشاد فرمایا اور فرمایا: یہ کونسا دن ہے؟ تو ہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو زیادہ معلوم ہے، تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا ایام تشریق کا درمیان والا دن نہیں ہے؟ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ ابو حرہ الرقاشی کے چچا نے اسی طرح کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایام تشریق کے درمیان والے دن میں وعظ ارشاد فرمایا۔

شرح الحديث حَدَّثَتْنِي جَدَّتِي سَرَّاءُ بِنْتُ نَبْهَانَ، وَكَانَتْ رَبَّةَ بَيْتٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ: سراء بنت نبہان صحابیہ ہیں۔ بیت سے مراد بیت الصنم ہے یعنی زمانہ جاہلیت میں یہ مندر والی تھیں، یعنی ان کے گھر میں بت رکھا ہوا تھا، وہ فرماتی ہیں: حضور ﷺ نے خطبہ دیا یوم الروس میں، یوم [1] الروس کہتے ہیں گیارہ ذی الحجہ کو۔ یہ حدیث حنفیہ کے مسلک کے مطابق ہے۔ یہی بات سنن ابو داؤد کے نسخہ مطبوعہ مجتبائیہ کے حاشیہ میں لکھی ہے، یہ حاشیہ حضرت شیخ الہندؒ کی طرف منسوب ہے، جزء حجۃ الوداع میں بھی حضرت شیخ نے یہی لکھا ہے، لیکن بذل المجہود [2] میں اس کا مصداق بارہ ذی الحجہ کو قرار دیا ہے، یہ بات قابل اشکال ہے، ہاں اوسط ایام تشریق سے مراد بارہ ذی الحجہ ہی ہے جیسا کہ اس سے پہلی حدیث میں مذکور ہے۔

٧١ - بَابُ مَنْ قَالَ: خَطَبَ يَوْمَ النَّحْرِ

دس ذی الحجہ کے دن وعظ کرنے کا بیان

١٩٥٤ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ، حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ، حَدَّثَنِي الْهِرْمَاسُ بْنُ زِيَادٍ الْبَاهِلِيُّ، قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «يَخْطُبُ النَّاسَ عَلَى نَاقَتِهِ الْعَضْبَاءِ يَوْمَ الْأَضْحَى بِمِنًى».

ترجمہ ہرماس بن زیاد باہلی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو منیٰ میں قربانی والے دن آپ کی عضباء اونٹنی پر بیان فرماتے ہوئے دیکھا۔

تخریج سنن أبي داود - المناسك (١٩٥٤) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٨٥/٣) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٧/٥).

١٩٥٥ - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلٌ يَعْنِي ابْنَ الْفَضْلِ الْحَرَّانِيَّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، حَدَّثَنَا ابْنُ جَابِرٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمُ بْنُ عَامِرٍ الْكَلَاعِيُّ، سَمِعْتُ

---

[1] سری پائے کا دن، عام طور سے پہلے دن میں لوگ لحم قربانی کھاتے ہیں پھر رات میں سری پائے پکتے رہتے ہیں جو کہ اگلے روز (۱۱ ذی الحجہ کی) کھاتے ہیں، غالباً اسی لئے اس کو یوم الروس کہتے ہیں۔

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ٩ ص ٢٦٦

أَبَا أُمَامَةَ، يَقُولُ: سَمِعْتُ خُطْبَةَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى يَوْمَ النَّحْرِ.

ابو اسامہ فرماتے ہیں کہ میں نے قربانی والے دن مقام منیٰ میں رسول اللہ ﷺ کا وعظ سنا ہے۔

٧٢- بَابُ أَيِّ وَقْتٍ يَخْطُبُ يَوْمَ النَّحْرِ

دس ذی الحجہ کو کس وقت وعظ کیا جائے گا؟

١٩٥٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ، عَنْ هِلَالِ بْنِ عَامِرٍ الْمُزَنِيِّ، حَدَّثَنِي رَافِعُ بْنُ عَمْرٍو الْمُزَنِيُّ، قَالَ: «رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ النَّاسَ بِمِنًى حِينَ ارْتَفَعَ الضُّحَى عَلَى بَغْلَةٍ شَهْبَاءَ، وَعَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يُعَبِّرُ عَنْهُ وَالنَّاسُ بَيْنَ قَاعِدٍ وَقَائِمٍ».

ترجمہ: رافع بن عمرو المزنیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ مقام منیٰ میں اپنی شہباء خچر پر لوگوں کے سامنے وعظ فرمارہے تھے جس وقت دھوپ کافی چڑھ چکی تھی اور حضرت علیؓ حضور ﷺ کی گفتگو دور والے لوگوں تک پہنچارہے تھے اور بہت سے لوگ کھڑے تھے اور بہت سے لوگ بیٹھے تھے۔

شرح الحدیث: شہباء وہ اونٹنی جس کی سفیدی سیاہی پر غالب ہو۔ اس سے پہلی حدیث میں تھا: عَلَى نَاقَتِهِ الْعَضْبَاءِ، فی نفسہ تو اس کی یہ توجیہ ہوسکتی ہے کہ پہلی حدیث میں یوم الاضحیٰ یعنی یوم النحر کی تصریح تھی یہاں روایت میں دن کی تصریح نہیں ہے، پس ہوسکتا ہے کہ یہ کسی دوسرے دن کا واقعہ ہو، لیکن یہ توجیہ ترجمۃ المصنف کے خلاف ہے انہوں نے اس کو بھی یوم النحر پر ہی محمول کیا ہے لہٰذا اب اس کی توجیہ یہ ہوسکتی ہے کہ ممکن ہے اس دن آپ ﷺ نے دوسرا خطبہ دیا ہو، ایک مرتبہ عضباء پر اور ایک مرتبہ بغلہ شہباء پر (منہل [1])۔ یوم النحر میں خطبہ کی حدیث حنفیہ کے خلاف ہے، اس کی توجیہ یہ کرتے ہیں کہ یہ اصطلاحی خطبہ نہ تھا بلکہ وصایائے عامہ تھے۔

٧٣- بَابُ مَا يَذْكُرُ الْإِمَامُ فِي خُطْبَتِهِ بِمِنًى

امام منیٰ کے خطبہ میں لوگوں کو کیا باتیں سکھلائے؟

١٩٥٧- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ حُمَيْدٍ الْأَعْرَجِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مُعَاذٍ التَّيْمِيِّ، قَالَ: خَطَبَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَنَحْنُ بِمِنًى فَفُتِحَتْ أَسْمَاعُنَا، حَتَّى كُنَّا نَسْمَعُ مَا يَقُولُ: وَنَحْنُ فِي مَنَازِلِنَا فَطَفِقَ يُعَلِّمُهُمْ مَنَاسِكَهُمْ حَتَّى بَلَغَ الْجِمَارَ فَوَضَعَ أُصْبُعَيْهِ السَّبَّابَتَيْنِ، ثُمَّ قَالَ: «بِحَصَى الْخَذْفِ» ثُمَّ أَمَرَ الْمُهَاجِرِينَ فَنَزَلُوا فِي مُقَدَّمِ الْمَسْجِدِ، وَأَمَرَ الْأَنْصَارَ فَنَزَلُوا مِنْ وَرَاءِ الْمَسْجِدِ، ثُمَّ نَزَلَ النَّاسُ بَعْدَ ذَلِكَ.

[1] فتح الملك المعبود تكملة المنهل العذب المورود – ج ٢ ص ١٠٥

ترجمہ: عبدالرحمٰن بن معاذ التیمی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں مقام منیٰ میں وعظ ارشاد فرمایا، پس ہمارے کانوں کی سماعت کھل گئی یہاں تک کہ ہم حضور ﷺ کی گفتگو اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے سن رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کو حج کے احکام سکھلا رہے تھے یہاں تک کہ آپ ﷺ صحابہ کو حج کے احکام سکھلاتے سکھلاتے جمرات کو کنکر مارنے کا طریقہ بتلانے لگے، تو آپ ﷺ نے اپنی شہادت کی انگلی اور بائیں ہاتھ کے انگوٹھے سے ملی ہوئی انگلی اپنے کانوں میں ڈال کر ارشاد فرمایا کہ تم لوگ ٹھیکری کے چھوٹے چھوٹے کنکر مارنا۔ پھر حضور ﷺ نے مہاجرین صحابہؓ کو مسجد کے اگلے حصہ میں قیام کرنے کا حکم دیا تو مہاجرین مسجد کے اگلے حصہ میں قیام پذیر ہو گئے اور حضور ﷺ نے انصار مدینہ کو مسجد کے پچھلے حصہ میں پڑاؤ ڈالنے کا حکم فرمایا تو انصار مسجد کے پچھلے حصہ میں قیام پذیر ہو گئے، پھر دیگر لوگ ان کے بعد جگہ بنا کر قیام پذیر ہو گئے۔

تخریج: سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٩٦) سنن أبي داود - المناسك (١٩٥٧) سنن الدارمي - المناسك (١٩٠٠)

شرح الحديث: فَفُتِحَتْ أَسْمَاعُنَا، حَتَّى كُنَّا نَسْمَعُ مَا يَقُولُ: وَنَحْنُ فِي مَنَازِلِنَا: ہمارے کان کھل گئے یعنی آپ ﷺ کے خطبہ کی آواز ہم سب تک بسہولت پہنچ رہی تھی، حتی کہ ہم آپ ﷺ کی بات سن رہے تھے اپنے منازل میں ہوتے ہوئے، منازل سے مراد خیمے ہیں جو منیٰ میں قیام کے لئے عارضی طور پر حاجی قائم کرتے ہیں۔

فَطَفِقَ يُعَلِّمُهُمْ مَنَاسِكَهُمْ: آپ ﷺ اس خطبہ میں لوگوں کو مناسک و مسائل حج کی تعلیم فرماتے رہے یہاں تک کہ جب رمی جمار کی تعلیم پر پہنچے تو مقدار کنکری کے بارے میں ہدایت کو بہت بلند آواز سے کانوں میں انگلیاں داخل کر کے فرمایا: بمثل حصي الخذف[1] کہ رمی ایسی کنکریوں سے کی جائے جو خذف کی کنکریوں کے برابر ہوں۔ اللہ اکبر! تعلیم و تفہیم میں کس قدر اہتمام بلیغ اختیار فرمایا گیا جس کی نظیر نا ممکن ہے، جزی اللہ سیدنا و مولانا محمداً اعنا بما ھو اھلہ۔

٧٤- بَابُ يَبِيتُ بِمَكَّةَ لَيَالِيَ مِنًى

منیٰ کی راتوں میں مکہ مکرمہ میں رات گزارنے کا حکم کیا ہے؟

ایام منیٰ گیارہ، بارہ اور تیرہ ذی الحجہ کو کہتے ہیں، ان دنوں میں حاجی منیٰ رہتا ہے رمی کرنے کی غرض سے اسی لئے ان کو ایام منیٰ کہتے ہیں۔ اصل تو یہ ہے کہ جس طرح ان تاریخوں میں حاجی کا دن یہاں گزرتا ہے اسی طرح بیت یعنی رات بھی یہیں گزرنی چاہیئے اب یہ کہ ایسا کرنا ضروری ہے یا صرف سنت؟ اس میں اختلاف ہے۔

مبیت منیٰ کے حکم میں اختلاف علماء: حنفیہ کے نزدیک بیت منیٰ فی لیالی منیٰ سنت مؤکدہ ہے اور عند الجمہور واجب ہے۔ نیز ایک روایت شافعیہ و حنابلہ سے عدم وجوب کی ہے، پس جن کے نزدیک مبیت منیٰ واجب ہے ان کے نزدیک اس کے ترک سے دم واجب ہو گا، حنفیہ کے نزدیک نہ ہو گا۔

---

[1] ایک انگلی کے سرے پر کنکری رکھ کر دوسری انگلی کے سرے سے اس کو زور سے پھینکنا، ظاہر ہے کہ اس قسم کی کنکری چھوٹی سی ہوتی ہے حمص کے بقدر ۱۲۔

۱۹۵۸- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، حَدَّثَنِي حَرِيزٌ أَوْ أَبُو حَرِيزٍ الشَّكُّ مِنْ يَحْيَى، أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ فَرُّوخٍ يَسْأَلُ ابْنَ عُمَرَ، قَالَ: إِنَّا نَتَبَايَعُ بِأَمْوَالِ النَّاسِ فَيَأْتِي أَحَدُنَا مَكَّةَ فَيَبِيتُ عَلَى الْمَالِ، فَقَالَ: «أَمَّا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَاتَ بِمِنًى وَظَلَّ».

ترجمہ: عبدالرحمٰن بن فروخ، عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھ رہے تھے کہ ہم لوگوں سے خرید و فروخت کرتے ہیں تو ہم میں سے ایک آدمی مکہ مکرمہ آجاتا ہے اور وہ مال خرید کر اسکی حفاظت کی غرض سے مکہ مکرمہ میں رات گزارتا ہے (جو راتیں منیٰ میں گزاری جاتی ہیں) تو عبداللہ بن عمرؓ نے جواب دیا کہ منیٰ میں ٹھہرنے کے دنوں میں رسول اللہ ﷺ نے رات اور دن منیٰ میں ہی گزارے۔

شرح الحدیث: باب کی پہلی حدیث میں یہ ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے دریافت کیا کہ ہم لوگ خرید و فروخت کے لئے ایام منیٰ کے دوران مکہ مکرمہ میں آتے ہیں، پھر بعض مرتبہ خرید شدہ مال کی حفاظت کیلئے جو مکہ میں رکھا ہوا ہوتا ہے وہ رات مکہ ہی میں گزار لیتے ہیں بجائے منیٰ میں گزارنے کے (اور پھر دن میں منیٰ میں آکر رمی کرتے ہیں) تو کیا ایسا کر سکتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: أَمَّا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَاتَ بِمِنًى وَظَلَّ۔ ارے میاں! حضور ﷺ نے تو رات بھی یہیں منیٰ میں گزاری ہے اور دن بھی۔ مطلب یہ ہوا کہ تمہارا یہ فعل خلاف سنت ہے۔

۱۹۵۹- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، وَأَبُو أُسَامَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: «اسْتَأْذَنَ الْعَبَّاسُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَبِيتَ بِمَكَّةَ لَيَالِيَ مِنًى مِنْ أَجْلِ سِقَايَتِهِ فَأَذِنَ لَهُ».

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ عباسؓ نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی حاجیوں کو پانی اور مشروب پلانے کی غرض سے وہ منیٰ کی راتوں میں مکہ مکرمہ میں ٹھہرنے کی اجازت چاہتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے انکو اجازت مرحمت فرمادی۔

تخریج: صحيح البخاري - الحج (١٥٥٣) صحيح البخاري - الحج (١٦٥٨) صحيح مسلم - الحج (١٣١٥) سنن أبي داود - المناسك (١٩٥٩) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٦٥) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٩/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢٢/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢٨/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٨٨/٢) سنن الدارمي - المناسك (١٩٤٣)

شرح الحدیث: اسْتَأْذَنَ الْعَبَّاسُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: حضرت عباسؓ عم رسول اللہ ﷺ نے آپ سے مکہ مکرمہ میں رات گزارنے کی اجازت طلب کی سقایۃ الحاج کیلئے (کہ وہ حاجیوں کو زمزم پلایا کرتے تھے) تو آپ ﷺ نے ان کو اجازت مرحمت فرمادی۔ اسی طرح باب رمی الجمار میں ایک حدیث آرہی ہے عاصم بن عدیؓ کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے رعاۃ یعنی چرواہوں کو بھی غیر منیٰ رات گزارنے کی اجازت دیدی تھی۔ لہذا رعاۃ اور سقاۃ کیلئے تو بالاتفاق اس کی اجازت ہے حدیث میں تصریح آجانے کی وجہ سے لیکن ان دو کے علاوہ کسی اور غرض کیلئے بھی ترک مبیت جائز ہے یا نہیں؟

سقاية ورعاية کے علاوہ کسی دوسری غرض سے ترک مبیت؟ مالکیہ کے نزدیک تو یہ اجازت انہی دو کے ساتھ خاص ہے اور شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک حفظ مال اور مرض کیوجہ سے بھی جائز ہے اور حنفیہ کے نزدیک تو یہ مبیت واجب ہی نہیں ہے کما سبق اولاً۔ استیذان عباس والی روایت کے بارے میں منذری فرماتے ہیں: وأخرجه البخاري ومسلم والنسائي وابن ماجه اھ۔

۷۵- بَابُ الصَّلَاةِ بِمِنًى

منیٰ میں نماز پڑھنے کا بیان

ترجمۃ الباب کی تشریح اور اسکی غرض: حجاج عام طور سے مسافر ہی ہوتے ہیں وہاں کے مقامی تو بہت کم ہوتے ہیں لہذا قصر فی الصلوۃ کے مسئلہ کے بیان کی ضرورت پیش آئی۔ حج میں عرفات ومزدلفہ میں جمع بین الصلوتین بھی ہوتا ہے، عند الجمہور تو جمع بین الصلوتین ہر ہی سفر میں ہوتا ہے لیکن یہاں عند الحنفیہ [1] بھی ہوتا ہے، کیونکہ یہ جمع عند الجمہور والأئمة الثلاثة (أبو حنيفة، مالك، أحمد) لاجل النسك ہے لاجل السفر نہیں لہذا یہ جمع سب حاجیوں کیلئے ہے۔ اسمیں امام شافعیؒ کا اختلاف ہے ان کے نزدیک لاجل السفر ہے لہذا انکے نزدیک جو حاجی وہاں کا مقامی ہو گا اسکے لئے یہ جمع جائز نہ ہو گی بلکہ دونوں نمازیں اپنے اپنے وقت میں پڑھی جائینگی۔

قصر الصلوۃ بمنی میں امام مالکؒ کے مسلک کی تحقیق: اب رہا مسئلہ قصر کا، سو قصر عند الائمہ الاربعہ لاجل السفر ہی ہے عرفات ہو یا منیٰ، مزدلفہ ہو یا مکہ اگر حاجی مسافر ہے تو قصر کرے گا ورنہ اتمام، صحیح یہی ہے لیکن مشہور عند الشراح یہ ہے کہ یہ قصر امام مالکؒ کے نزدیک لاجل النسک ہے۔ چنانچہ بذل المجہود میں بھی حضرت نے یہی تحریر فرمایا ہے۔ ہمارے حضرت شیخ نے درس میں اور اپنی تصانیف میں اس پر تنبیہ فرمائی ہے کہ ایسا نہیں ہے بلکہ امام مالکؒ کے نزدیک بھی یہ قصر لاجل السفر ہی ہے، البتہ جمہور اور امام مالکؒ کے مسلک میں یہ فرق ہے کہ عند الجمہور تو حاجی اگر مسافت قصر سے آیا ہے تب تو قصر کریگا ورنہ نہیں اور امام مالکؒ کے نزدیک یہ قید ملحوظ نہیں ہے بلکہ مطلق سفر کافی ہے، مسافت قصر ہو یا نہ ہو۔ چنانچہ ان کے نزدیک اہل مکہ جب منیٰ، مزدلفہ وغیرہ آئیں گے تو نماز میں قصر کریں گے لیکن اگر کوئی منیٰ ہی میں رہتا ہے، وہاں کا مقیم ہے تو منیٰ میں حج کے زمانہ میں قصر نہیں کرے گا، اسی طرح اہل مکہ بھی مکہ میں قصر نہیں کریں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام مالکؒ کے نزدیک یہ قصر ہے تو سفر ہی کیوجہ سے لیکن سفر عام ہے، قصیر ہو یا طویل اور اگر انکے نزدیک یہ قصر لاجل النسك [2] ہوتا تو پھر حج

---

[1] جس کیلئے کچھ شرطیں ہیں بغیر ان کے حنفیہ کے نزدیک یہ جمع جائز نہیں، ۱۲۔

[2] بندہ کہتا ہے: امام مالکؒ عام اسفار میں تو مسافت قصر کے اعتبار سے جمہور کے ساتھ ہیں، صرف سفر حج ہی میں انہوں نے اس عموم کو اختیار کیا ہے کہ مسافت قصر ہو یا نہ ہو، قصر کیا جائیگا، لہذا کہہ سکتے ہیں کہ امام مالکؒ کے نزدیک یہ قصر لاجل النسك ہے، ۱۲ فتأمل۔

کے زمانہ میں اہل مکہ کو مکہ میں بھی قصر کرنا چاہیے تھا جس طرح منی میں وہ قصر کرتے ہیں، والله تعالى أعلم. أفاده الشيخ رحمه الله تعالى۔

١٩٦٠ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، أَنَّ أَبَا مُعَاوِيَةَ، وَحَفْصَ بْنَ غِيَاثٍ، حَدَّثَاهُ وَحَدِيثُ أَبِي مُعَاوِيَةَ أَتَمُّ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ، قَالَ: صَلَّى عُثْمَانُ بِمِنًى أَرْبَعًا، فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ: «صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ، وَمَعَ أَبِي بَكْرٍ رَكْعَتَيْنِ، وَمَعَ عُمَرَ رَكْعَتَيْنِ» ، زَادَ، عَنْ حَفْصٍ، وَمَعَ عُثْمَانَ صَدْرًا مِنْ إِمَارَتِهِ، ثُمَّ أَتَمَّهَا زَادَ مِنْ هَاهُنَا عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ، ثُمَّ تَفَرَّقَتْ بِكُمُ الطُّرُقُ فَلَوَدِدْتُ أَنْ لِي مِنْ أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ رَكْعَتَيْنِ مُتَقَبَّلَتَيْنِ. قَالَ: الْأَعْمَشُ، فَحَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ قُرَّةَ، عَنْ أَشْيَاخِهِ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ صَلَّى أَرْبَعًا، قَالَ: فَقِيلَ لَهُ: عِبْتَ عَلَى عُثْمَانَ ثُمَّ صَلَّيْتَ أَرْبَعًا، قَالَ: «الْخِلَافُ شَرٌّ» .

ترجمہ: عبد الرحمن بن یزید کہتے ہیں کہ حضرت عثمان نے منیٰ میں چار رکعت نماز پڑھائی تو حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی ہے اور حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ بھی دو رکعت نماز قصر پڑھی ہے اور حضرت عمرؓ کے ساتھ بھی دو رکعت نماز قصر پڑھی ہے اور حضرت عثمانؓ کی خلافت کے ابتدائی سالوں میں بھی انکے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی ہے، پھر حضرت عثمانؓ نے قصر چھوڑ کر پوری نماز پڑھانی شروع فرمادی۔ مسدد راوی نے یہاں سے ابو معاویہ راوی سے یہ اضافہ نقل کیا ہے: پھر تم لوگوں کے نماز پڑھنے کے طریقے مختلف ہو گئے (کوئی امام نماز قصر پڑھاتا ہے اور کوئی اتمام کرتا ہے) مجھے یہ پسند ہے کہ میں پوری چار رکعت کے بجائے میری دو رکعتیں قصر کے ساتھ اللہ کے دربار میں قبول ہو جائیں۔ اعمش کہتے ہیں کہ مجھے معاویہ بن قرہ نے اپنے مشائخ سے نقل کیا ہے کہ عبد اللہ بن مسعودؓ نے حضرت عثمانؓ پر نکیر کرنے کے بعد چار رکعات نماز ادا فرمائی تو آپؓ سے عرض کیا گیا کہ آپ نے ابھی تو عثمانؓ کے نماز پوری پڑھنے پر نکیر فرمائی تھی اور آپ خود انکے پیچھے چار رکعات نماز ادا کر رہے ہیں؟ تو حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ حاکم وقت کی مخالفت کرنے میں فتنہ اور فساد کا اندیشہ ہے۔

١٩٦١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَنَّ عُثْمَانَ إِنَّمَا صَلَّى بِمِنًى أَرْبَعًا لِأَنَّهُ أَجْمَعَ عَلَى الْإِقَامَةِ بَعْدَ الْحَجِّ.

ترجمہ: زہری کہتے ہیں عثمانؓ نے منیٰ میں چار رکعات نماز ادا کر کے اسلئے پڑھی کیونکہ حج کرنے کے بعد اقامت کی نیت فرمائی تھی۔

١٩٦٢ - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنِ الْمُغِيرَةِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: إِنَّ عُثْمَانَ، صَلَّى أَرْبَعًا لِأَنَّهُ اتَّخَذَهَا وَطَنًا.

ترجمہ: ابراہیم کہتے ہے کہ حضرت عثمان نے چار رکعات اتمام کر کے اسلئے ادا فرمائیں کیونکہ انہوں نے مکہ مکرمہ کو وطن بنالیا تھا۔

۱۹۶۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: لَمَّا اتَّخَذَ عُثْمَانُ الْأَمْوَالَ بِالطَّائِفِ وَأَرَادَ أَنْ يُقِيمَ بِهَا صَلَّى أَرْبَعًا، قَالَ: ثُمَّ أَخَذَ بِهِ الْأَئِمَّةُ بَعْدَهُ۔

ترجمہ: زہری کہتے ہیں کہ جب حضرت عثمانؓ نے مقام طائف میں اپنی کچھ زمینیں حاصل کیں اور انہوں نے وہاں پر اقامت کا ارادہ فرمایا تھا اس زمانہ میں انہوں نے مکہ مکرمہ میں چار رکعات نماز پوری ادا فرمائی۔ زہری کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کے بعد کے بنو امیہ کے حکمرانوں نے حضرت عثمانؓ کے اس طریقہ کو اختیار کر لیا۔

۱۹۶۴- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ، أَتَمَّ الصَّلَاةَ بِمِنًى مِنْ أَجْلِ الْأَعْرَابِ لِأَنَّهُمْ كَثُرُوا عَامَئِذٍ فَصَلَّى بِالنَّاسِ أَرْبَعًا لِيُعَلِّمَهُمْ أَنَّ الصَّلَاةَ أَرْبَعٌ.

ترجمہ: زہری کہتے ہیں کہ عثمان بن عفانؓ نے منیٰ میں پوری چار رکعات دیہاتیوں کی وجہ سے ادا فرمائی کیونکہ اس سال حج میں دیہات سے بکثرت لوگ آگئے تھے تو حضرت عثمانؓ نے لوگوں کو چار رکعات اتمام کے ساتھ اسلئے پڑھائی تاکہ ان دیہاتیوں کو سکھلانا تھا نماز تو چار رکعتیں ہیں۔

تخریج: صحيح البخاري - الجمعة (١٠٣٤) صحيح البخاري - الحج (١٥٧٤) صحيح مسلم - صلاة المسافرين وقصرها (٦٩٥) سنن النسائي - تقصير الصلاة في السفر (١٤٤٨) سنن النسائي - تقصير الصلاة في السفر (١٤٤٩) سنن أبي داود - المناسك (١٩٦٠) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١/٣٧٨) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١/٤١٦) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١/٤٢٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١/٤٢٥) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١/٤٦٤) سنن الدارمي - المناسك (١٨٧٤)

شرح الاحادیث: أَنَّ عُثْمَانَ إِنَّمَا صَلَّى بِمِنًى أَرْبَعًا: اس کی توجیہات آگے آئیں گی۔

فَلَوَدِدْتُ أَنَّ لِي مِنْ أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ رَكْعَتَيْنِ: یہ عبد اللہ بن مسعودؓ کا مقولہ ہے جب انہوں نے حضرت عثمانؓ کے پیچھے بجائے دو کے چار رکعات پڑھیں تو اس وقت انہوں نے یہ جملہ فرمایا تھا جس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں:

① کاش ان چار رکعات میں سے دو ہی قبول ہو جائیں (جو اصل ہیں)۔

② کاش کہ عثمانؓ ان چار کے بجائے دو رکعت پڑھتے جو مقبول ہوتیں (ان چار کی تو خبر نہیں کہ قبول ہوں گی یا نہیں کیونکہ خلاف سنت ہیں)۔

قَالَ: «الْخِلَافُ شَرٌّ»: کسی نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے عرض کیا کہ آپ تو حضرت عثمانؓ کے چار رکعات پڑھنے پر نقد فرماتے تھے، پھر اب کیوں ان کے پیچھے آپ نے چار رکعات پڑھ لیں؟ اس پر انہوں نے فرمایا: الْخِلَافُ شَرٌّ کہ امیر کی مخالفت میں شر اور فتنہ ہے، قال المنذری: وأخرجه البخاري ومسلم والنسائي مختصراً ومطولاً۔

أَنَّ عُثْمَانَ إِنَّمَا صَلَّى بِمِنًى أَرْبَعًا لِأَنَّهُ أَجْمَعَ عَلَى الْإِقَامَةِ بَعْدَ الْحَجِّ: حضرت عثمانؓ منیٰ میں اتمام صلوۃ کیوں کرتے تھے؟ امام ابوداؤدؒ نے حضرت عثمانؓ کے اتمام کے بارے میں جو وجوہ واسباب منقول ہیں ان میں سے بعض کو یہاں ذکر فرمایا ہے۔ دو وجہ تو

مصنف نے امام زہریؒ سے نقل کی ہیں:

① حضرت عثمانؓ نے طائف میں اپنے لئے کچھ اموال، باغ یا زمین وغیرہ رکھ چھوڑے تھے جن کی دیکھ بھال و نگرانی کے لئے مکہ میں قیام کی نوبت آتی رہتی تھی تو اس زمانہ قیام میں وہ وہاں اتمام کرتے تھے۔

② ایک سال ایسا ہوا کہ مکہ مکرمہ میں اعراب بکثرت جمع ہو گئے تو ان کی رعایت میں چار رکعات پڑھیں کہ کہیں وہ غلط فہمی میں نہ مبتلا ہو جائیں اور رباعی نمازوں کو ثنائی سمجھ بیٹھیں۔

③ ایک وجہ ابراہیم نخعیؒ سے نقل کی ہے: لِأَنَّهُ اتَّخَذَهَا وَطَنًا کہ انہوں نے مکہ مکرمہ کو وطن بنالیا تھا، یہ کوئی مستقل وجہ نہیں ہے بلکہ یہ اور وجہ اول ایک ہی ہیں، یہ ذرا مجمل ہے۔

④ ایک وجہ یہ بیان کی جاتی ہے: انه تأهل بمكة کہ حضرت عثمانؓ کے بعض اہل وعیال وہاں تھے اس لئے جب وہ مکہ مکرمہ آتے تھے تو اتمام کرتے تھے۔ اس پر حافظ منذریؒ نے یہ اشکال کیا کہ حضور ﷺ نے بھی مکہ مکرمہ کا سفر مع اپنی ازواج کے فرمایا ہے تو باوجود ازواج کے ساتھ ہونے کے آپ ﷺ نے وہاں اتمام نہیں فرمایا اور حافظ ابن قیمؒ نے تھذیب السنن میں اس کو اس طرح رد کیا ہے کہ یہ بات کہ عثمانؓ کے بعض اہل وعیال مکہ مکرمہ میں مقیم تھے لہٰذا جب عثمانؓ مکہ میں جاتے تھے تو ان اہل وعیال کے وہاں ہونیکی وجہ سے اتمام کیا کرتے تھے، یہ بات خلاف معروف ہے، معروف تو یہی ہے کہ عثمانؓ کے اہل وعیال میں سے وہاں یعنی مکہ میں کوئی نہیں تھا اور نہ ہی ان کا وہاں مال تھا، اس لئے کہ مؤطا مالک[1] میں ایک روایت یہ وارد ہے کہ بعض مرتبہ ایسا ہوتا تھا کہ حضرت عثمانؓ جب مکہ میں عمرہ کے لئے جاتے تھے تو سواری پر سے کجاوہ وغیرہ کو بھی اتارنے کی نوبت نہیں آتی تھی یہاں تک کہ واپس لوٹ آتے تھے (تو اگر وہاں ان کے بعض اہل ہوتے تو ایسا کیوں کرتے؟) نیز حضرت عثمانؓ مہاجرین اولین میں سے ہیں، ان کے لئے مکہ میں قیام اختیار کرنا کب جائز تھا۔

⑤ ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں: اصح توجیہ یہ ہے کہ عثمانؓ سفر میں قصر اور اتمام دونوں کو مباح سمجھتے تھے۔

⑥ اور بعض نے یہ کہا کہ عثمانؓ وعائشہؓ کا اعتقاد حضور ﷺ کے قصر کے بارے میں یہ تھا کہ وہ آپ ﷺ نے رخصت ہونے کی حیثیت سے رفقاً بالأمة اختیار فرمایا تھا، اسلئے ان دونوں نے اپنے حق میں عزیمت کو ترجیح دی، آپ ﷺ کا رخصت پر عمل کرنا تو امت کے مصلحت کی وجہ سے تھا نہ کہ افضل یا متعین ہونیکی وجہ سے۔

٧٦۔ بَابُ الْقَصْرِ لِأَهْلِ مَكَّةَ

مکہ والوں کیلئے قصر پڑھنے کا بیان

بظاہر یہ باب گزشتہ باب سے متعلق ہے یعنی منیٰ میں امام مسافر جب قصر نماز پڑھائے تو کیا اس کے پیچھے پڑھنے والے اگر مکی ہوں

---

[1] قد ذكر مالك في الموطأ: أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ كَانَ إِذَا اعْتَمَرَ رُبَّمَا لَمْ يَحْطُطْ عَنْ رَاحِلَتِهِ حَتَّى يَرْجِعَ (موطأ مالك كتاب الحج ١٢٦٠)، ١٢۔

تو وہ بھی قصر پڑھیں؟ جواب یہ ہے کہ جمہور علماء ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تو وہ اتمام کریں گے، لیکن امام مالکؒ کے نزدیک وہ بھی قصر کریں گے کما تقدم فی الباب السابق۔

۱۹۶۵- حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي حَارِثَةُ بْنُ وَهْبٍ الْخُزَاعِيُّ، وَكَانَتْ أُمُّهُ تَحْتَ عُمَرَ فَوَلَدَتْ لَهُ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ، قَالَ: «صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى وَالنَّاسُ أَكْثَرُ مَا كَانُوا، فَصَلَّى بِنَا رَكْعَتَيْنِ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: حَارِثَةُ بْنُ خُزَاعَةَ: وَدَارُهُمْ بِمَكَّةَ.

ترجمہ حارثہ بن وہب خزاعی کہتے ہیں...... ان کی والدہ حضرت عمرؓ کے نکاح میں تھیں...... تو ان کی والدہ کے یہاں حضرت عمرؓ کا بیٹا عبید اللہ بن عمرؓ پیدا ہوا...... حارثہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ منیٰ میں حجۃ الوداع کے موقع پر دو رکعت نماز قصر پڑھی جبکہ لوگ پچھلے کسی بڑے اجتماع کے مقابلے میں بہت زیادہ تھے۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ حارثہ بن وہب کا تعلق قبیلہ خزاعہ سے ہے اور ان کا قبیلہ مکہ مکرمہ میں تھا۔

تخریج صحيح البخاري - الجمعة (١٠٣٣) صحيح البخاري - الحج (١٥٧٣) صحيح مسلم - صلاة المسافرين وقصرها (٦٩٦) جامع الترمذي - الحج (٨٨٢) سنن النسائي - تقصير الصلاة في السفر (١٤٤٥) سنن النسائي - تقصير الصلاة في السفر (١٤٤٦) سنن أبي داود - المناسك (١٩٦٥)

شرح الحديث حارثہ بن وہب کی والدہ ام کلثوم ہیں، وہ پہلے وہب کے نکاح میں تھیں بعد میں حضرت عمرؓ کے نکاح میں آگئیں تھیں اور پھر ان سے عبید اللہ بن عمر متولد ہوئے تھے، تو گویا حارثہ عبید اللہ بن عمر کے اخیافی بھائی ہوئے۔ حارثہ کا مکان مکہ مکرمہ میں تھا جیسا کہ ابوداؤد کے بعض نسخوں میں ہے، تو ظاہر یہ ہے کہ حارثہ کا قیام بھی مکہ ہی میں ہوگا (گو ضروری نہیں) اسی لئے مصنف اس حدیث کو اس ترجمۃ الباب کے تحت لائے ہیں کہ حارثہ اہل مکہ میں سے تھے، واللہ أعلم۔

صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى وَالنَّاسُ أَكْثَرُ مَا كَانُوا: حارثہ یہ کہہ رہے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کے ساتھ منیٰ میں نماز قصر ایسی حالت میں پڑھی جب کہ لوگوں کی وہاں ہمیشہ سے زیادہ کثرت تھی یعنی اتنی کثرت لوگوں کی وہاں اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی۔ اس کثرت کو بیان کرنے سے وہ اس بات کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ قصر فی الصلوۃ حالت خوف کے ساتھ خاص نہیں ہے جیسا کہ ظاہر [1] قرآن سے معلوم ہوتا ہے بلکہ حالت امن اور کثرت میں بھی سفر میں نماز قصر کی جائیگی۔

حدیث سے مالکیہ کا استدلال اور جمہور کی طرف سے اسکا جواب: اس حدیث کو ترجمۃ الباب سے مناسبت یہ ہے کہ حارثہ مکی تھے اور پھر بھی انہوں نے حضور ﷺ کے ساتھ منیٰ میں نماز قصر پڑھی، لہذا یہ حدیث مالکیہ کی

---

[1] وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا (سورۃ النساء ۱۰۱)، دیکھئے اس سے بظاہر یہی معلوم ہو رہا ہے کہ قصر فی السفر بصورت خوف ہے ویسے نہیں۔

دلیل ہوئی۔ بذل میں جمہور کی طرف سے اس کے متعدد جواب لکھے ہیں:

① صلی بنا رکعتین میں ضروری نہیں کہ اہل مکہ بھی شامل ہوں اور اگر ہوں تو پھر یہ ضروری نہیں کہ آپ ﷺ کے ساتھ دو رکعت پڑھ کر باقی دو رکعت برائے اتمام نہ پڑھی ہوں۔

② ان کا گھر مکہ میں تھا، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مقیم بھی مکہ ہی میں ہوں۔ (بذل [1]) خطابیؒ کہتے ہیں: اگر انہوں نے واقعی دو ہی رکعت پڑھیں تو ہو سکتا ہے یہ انکا اپنا اجتہاد ہو، آپ سے چونکہ انہوں نے اپنے بارے میں استفسار نہیں فرمایا اس لئے آپ نے بھی بیان نہ فرمایا ہو۔ آگے فرماتے ہیں حضرت عمرؓ کا معمول تھا کہ جب سفر منیٰ میں وہ نماز پڑھاتے تو نماز قصر پڑھا کر فرماتے: أَتِمُّوا يَا أَهْلَ مَكَّةَ فَإِنَّا قَوْمٌ سَفْرٌ (عون ج ٥ ص ٤٤٤)۔

٧٧- بَابٌ فِي رَمْيِ الْجِمَارِ

جمرات کو کنکر مارنے کے طریقہ کا بیان [2]

ایام رمی چار ہیں اور جمار جن کی رمی ہوتی ہے وہ تین ہیں: الجمرة الأولى، الجمرة الوسطى، الجمرة الكبرى۔ اس ثالث کو جمرة العقبة اور الجمرة القصوى و الاخرى بھی کہتے ہیں۔ جمرۂ اولیٰ مسجد خیف اور مزدلفہ کے قریب ہے اور جمرة العقبة یعنی تیسرا جمرہ یہ مکہ مکرمہ کے قریب اور منیٰ سے دور ہے، اسی لئے اسکو الجمرة القصوى کہتے ہیں یعنی بعید از منیٰ رمی کی ابتداء جمرۂ اولیٰ سے ہوتی ہے پھر وسطیٰ کی پھر کبریٰ کی۔ یہ ترتیب حنفیہ کے ایک قول میں سنت اور دوسرے قول میں واجب ہے۔ (شرح اللباب)

ان جمرات میں سے پہلے دن (یوم النحر) میں صرف جمرة العقبة کی رمی ہوتی ہے (حجاج مزدلفہ سے جب منیٰ آتے ہیں تو راستہ میں جمرة الاولیٰ و الوسطیٰ کو چھوڑتے ہوئے سیدھے اسی جمرہ پر پہنچ کر رمی کرتے ہیں) اور باقی تین دنوں میں جمرات ثلاثہ کی رمی ہوتی ہے۔

پھر سمجھئے کہ یہاں پر تین مسئلے قابل ذکر ہیں: ① رمی کا حکم۔ ② اس کا وقت۔ ③ رمی راکباً افضل ہے یا ماشیاً۔

مسئلہ اولیٰ: رمی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک واجب ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک سنت مؤکدہ اور ابن الماجشون مالکی کے

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ٩ ص ٢٧٩

[2] جمار جمرہ کی جمع ہے بمعنی کنکری مگر یہاں اس سے مراد منی کے وہ خاص مقامات ہیں جن کی رمی کی جاتی ہے، پھر ان مواضع پر علامت کیلئے تقریباً آدمی کے قد کے برابر ستون بنا دیئے گئے ہیں، تو دراصل جمار جن کی رمی کرنا مقصود ہے وہ یہ ستون نہیں ہیں جیسا کہ اکثر عوام سمجھتے ہیں بلکہ جس جگہ پر یہ ستون قائم ہیں وہ اس کے آس پاس کی جگہ مقصود بالرمی ہے۔ اس رمی کا منشاء وہ ہے جس کو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں بروایت ابن عباسؓ نقل کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام افعال حج ادا کرنے کے لئے آئے تو اولاً جمرۃ العقبہ پر ان کو شیطان نظر آیا، آپ علیہ السلام نے اس کے سات کنکریاں ماریں جس سے وہ زمین میں دھنس گیا، پھر اور آگے بڑھے تو پھر نظر آیا اسوقت بھی انہوں نے اس کے اسی طرح کنکریاں ماریں (یہ جمرة الوسطیٰ ہوا)، پھر اور آگے چلے تو تیسری بار پھر نظر آیا، آپ علیہ السلام نے یہاں بھی اس کے کنکریاں ماریں (یہ جمرة الاولیٰ ہوا) (معلم الحجاج)۔

نزدیک یوم النحر کی رمی رکن اور فرض ہے۔

مسئلہ ثانیہ: جاننا چاہئے کہ یوم النحر کی رمی کا وقت الگ ہے اور ایام [1] تشریق کی رمی کا الگ، اس کی تفصیل مع اختلاف ائمہ باب التعجیل من جمع میں گزر گئی۔

مسئلہ ثالثہ: حنفیہ کے اس میں تین قول ہیں: ① مطلقاً راکباً افضل ہے۔ ② مطلقاً ماشیاً افضل ہے۔ ③ کل رمی بعدہ رمی فماشیاً، والا فراکباً، لہذا جمرۂ اولی اور وسطی کی رمی ماشیاً افضل ہوگی اور جمرۃ العقبہ کی راکباً۔

اور شافعیہ کے نزدیک فی الیوم الاول والآخر راکباً اور درمیان میں دو دن گیارہ اور بارہ تاریخ کو ماشیاً افضل ہے۔ امام احمدؒ کے نزدیک فی الیوم الاول راکباً والباقی ماشیاً اور امام مالکؒ کے نزدیک فی الیوم الاول علی حالہ السابق [2]، ان کان راکباً فراکباً، وان ماشیاً فماشیاً، وفی الباقی المشی۔

۱۹۶۶ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ، أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْأَحْوَصِ، عَنْ أُمِّهِ، قَالَتْ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي، وَهُوَ رَاكِبٌ يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ وَرَجُلٌ مِنْ خَلْفِهِ يَسْتُرُهُ، فَسَأَلْتُ عَنِ الرَّجُلِ، فَقَالُوا: الْفَضْلُ بْنُ الْعَبَّاسِ، وَازْدَحَمَ النَّاسُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ! لَا يَقْتُلْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا، وَإِذَا رَمَيْتُمُ الْجَمْرَةَ فَارْمُوا بِمِثْلِ حَصَى الْخَذْفِ».

ترجمہ: سلیمان بن عمرو بن الاحوص اپنی والدہ سے نقل کرتے ہیں کہ انکی والدہ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو جمرہ عقبہ کی رمی بطن وادی سے کرتے ہوئے دیکھا، آپ ﷺ سواری پر سوار تھے اور آپ ہر کنکر کے ساتھ اللہ اکبر کہہ کر بڑے شیطان کو کنکر مارتے اور ایک آدمی آپ کے پیچھے سے آپکا بچاؤ کر رہے تھے۔ پس میں نے اس شخص کے بارے میں پوچھا کہ وہ کون تھا؟ تو لوگوں نے بتایا کہ یہ فضل بن عباس تھے...... بڑے شیطان کو کنکر مارنے کیلئے لوگوں کا ہجوم بڑھ گیا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لوگو! تم میں سے کوئی دوسرے کی تکلیف یا ایذاء رسانی کا سبب نہ بنے...... جب تم لوگ جمرے کو کنکر مارو تو ٹھیکری کے پتھر کے جیسے کنکر سے مارا کرو۔

تخریج: سنن أبي داود - المناسك (۱۹۶۶) سنن ابن ماجه - المناسك (۳۰۲۸) سنن ابن ماجه - المناسك (۳۰۳۱) مسند أحمد - مسند المكيين (۵۰۳/۳) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۷۹/۶)

---

[1] ایام نحر تین ہیں: دس ذی الحجہ اور گیارہ و بارہ اور ایام تشریق بھی تین ہیں ۱۱، ۱۲، ۱۳ لہذا دس ذی الحجہ تو صرف یوم النحر ہے اور تیرہ ذی الحجہ صرف یوم التشریق ہے اور درمیانی دو یعنی گیارہ، بارہ ذی الحجہ یہ یوم النحر بھی ہیں اور یوم التشریق بھی اور یہ چاروں دن، دس سے تیرہ تک ایام رمی ہیں جن میں سے آخری دن اختیاری ہے اس میں ٹھہرنا منی میں ضروری نہیں ہے لیکن اگر ٹھہرا تو پھر رمی واجب ہوگی۔

[2] پہلے دن یعنی یوم النحر میں اگر پہلے سے سوار ہے اور اسی حال میں جمرہ پر پہنچا ہے تو اس صورت میں اس جمرہ کی رمی بھی سوار ہو کر ہی افضل ہے اور اگر ماشی ہے تو ماشیاً افضل ہے، ۱۲۔

شرح الحديث: يَرْمِي الْجَمْرَةَ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي: رمی وادی یعنی نشیب میں کھڑے ہو کر کر رہے تھے۔

وَرَجُلٌ مِنْ خَلْفِهِ يَسْتُرُهُ: جس وقت آپ ﷺ رمی کر رہے تھے تو فضل بن عباسؓ آپ کا بچاؤ کر رہے تھے یعنی حجارہ سے لوگ جو کنکریاں مار رہے ہیں وہ کہیں آپ ﷺ کے نہ لگ جائیں اور اس سے پہلے باب فی المحرم یظلل میں یہ گزرا ہے کہ بچاؤ کرنیوالے حضرت اسامہؓ تھے اور حضرت بلالؓ نے ناقہ کی نکیل پکڑ کر رکھی تھی لیکن وہاں یہ بھی گزر چکا یستره من الحر یعنی دھوپ اور سورج کی تپش سے، پس ایک جگہ ستر سے ...... ستر من حر الشمس اور دوسری جگہ ستر من الحجارۃ مراد ہے (بذل [1])۔

۱۹۶۷- حَدَّثَنَا أَبُو ثَوْرٍ إِبْرَاهِيمُ بْنُ خَالِدٍ، وَوَهْبُ بْنُ بَيَانٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبِيدَةُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْأَحْوَصِ، عَنْ أُمِّهِ، قَالَتْ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ رَاكِبًا وَرَأَيْتُ بَيْنَ أَصَابِعِهِ حَجَرًا فَرَمَى، وَرَمَى النَّاسُ.

ترجمہ: سلیمان بن عمرو بن الاحوص اپنی والدہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بڑے شیطان کے پاس سواری کی حالت میں دیکھا اور میں نے آپکی انگلیوں کے درمیان ایک کنکر دیکھا، حضور ﷺ نے اس کنکر کے ذریعے بڑے شیطان کی رمی فرمائی اور دیگر لوگوں نے بھی بڑے شیطان کو کنکر مارے۔

۱۹۶۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي زِيَادٍ، بِإِسْنَادِهِ فِي مِثْلِ هَذَا الْحَدِيثِ زَادَ: وَلَمْ يَقُمْ عِنْدَهَا.

ترجمہ: یزید بن ابی زیاد نے اپنی گزشتہ سند کے ساتھ اس حدیث کو ذکر کیا اور اس میں ابن ادریس راوی نے یہ اضافہ کیا کہ حضور ﷺ بڑے شیطان کو کنکر مارنے کے بعد وہاں پر نہیں ٹھہرے۔

تخریج: سنن أبي داود - المناسك (١٩٦٧) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٢٨) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٣١) مسند أحمد - مسند المكيين (٣/٥٠٣) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٣٧٩)

شرح الحديث: وَلَمْ يَقُمْ عِنْدَهَا: یعنی جمرۃ العقبہ کی رمی کر کے اس کے قریب آپ ﷺ دعا وغیرہ کیلئے ٹھہرے نہیں بخلاف جمرۂ اولیٰ اور وسطیٰ کے کہ وہاں آپ ﷺ رمی سے فارغ ہو کر اسکے قریب تھوڑے سے فاصلہ پر دیر تک ٹھہرے رہے اور دعا میں مشغول رہے۔ اسی لئے فقہاء نے بھی یہی لکھا ہے کہ جمرہ اولیٰ اور وسطیٰ کے قریب کھڑے ہو کر دعا مانگنی چاہئے اور جمرۃ العقبہ پر نہ ٹھہرے، واللہ أعلم بحكمة [2]۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۹ ص ۲۸۱

[2] علماء کے اسکی حکمت میں تین قول ہیں: ① توسط الدعاء بين العبادتين اور ظاہر ہے کہ جو دعا عبادتین کے درمیان ہوگی وہ اسرع اجابۃً ہوگی۔ ② جمرۃ العقبہ کا محل وقوع تنگ ہے اور ممر للناس ہے لہذا وہاں ٹھہرنے میں لوگوں کو دقت ہوگی۔ ③ بطور تفاؤل کے دعاء ترک کرتے ہیں کہ رمی سے فراغ کیساتھ ان شاء اللہ تعالیٰ سب دعائیں قبول ہو چکیں، واللہ تعالیٰ أعلم، ۱۲۔

۱۹۶۹- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ يَعْنِي ابْنَ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ كَانَ «يَأْتِي الْجِمَارَ فِي الْأَيَّامِ الثَّلَاثَةِ بَعْدَ يَوْمِ النَّحْرِ مَاشِيًا ذَاهِبًا وَرَاجِعًا، وَيُخْبِرُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرؓ تینوں دن...... دس ذی الحجہ کے بعد...... پیدل جمرات کی رمی کرنے کیلئے تشریف لے جاتے اور واپس بھی پیدل تشریف لاتے اور عبد اللہ بن عمرؓ بتلاتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

تخریج: جامع الترمذي - الحج (۹۰۰) سنن أبي داود - المناسك (۱۹۶۹)

۱۹۷۰- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، يَقُولُ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْمِي عَلَى رَاحِلَتِهِ يَوْمَ النَّحْرِ يَقُولُ: «لِتَأْخُذُوا مَنَاسِكَكُمْ، فَإِنِّي لَا أَدْرِي لَعَلِّي لَا أَحُجُّ بَعْدَ حَجَّتِي هَذِهِ».

ترجمہ: ابو زبیر کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے سنا کہ میں نے دس ذی الحجہ کو رسول اللہ ﷺ کو اپنی سواری پر بڑے شیطان کو کنکر مارتے ہوئے دیکھا اور حضور ﷺ ارشاد فرما رہے تھے: تم لوگ مجھ سے حج کا طریقہ سیکھ لو، شاید کہ میں اس حج کے بعد حج نہ کر سکوں۔

تخریج: صحيح مسلم - الحج (۱۲۹۷) سنن أبي داود - المناسك (۱۹۷۰) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۳/۳۳۷)

۱۹۷۱- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، يَقُولُ: «رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْمِي عَلَى رَاحِلَتِهِ يَوْمَ النَّحْرِ ضُحًى، فَأَمَّا بَعْدَ ذَلِكَ فَبَعْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ».

ترجمہ: ابو زبیر کہتے ہیں کہ انہوں نے جابر بن عبد اللہؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دس ذی الحجہ کے دن چاشت کے وقت اپنی سواری پر بڑے شیطان کو کنکر مارتے ہوئے دیکھا اور دس ذی الحجہ کے بعد کے دنوں میں حضور ﷺ نے زوال شمس کے بعد تینوں جمروں کو کنکر مارے۔

تخریج: صحيح مسلم - الحج (۱۲۹۷) جامع الترمذي - الحج (۸۹٤) سنن أبي داود - المناسك (۱۹۷۱) سنن ابن ماجه - المناسك (۳۰۵۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۳/۳۱۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۳/۳٤۱) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۳/۳۷۸) سنن الدارمي - المناسك (۱۸۹۶)

۱۹۷۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الزُّهْرِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مِسْعَرٍ، عَنْ وَبَرَةَ، قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ، مَتَى أَرْمِي الْجِمَارَ، قَالَ: «إِذَا رَمَى إِمَامُكَ فَارْمِ»، فَأَعَدْتُ عَلَيْهِ الْمَسْأَلَةَ، فَقَالَ: «كُنَّا نَتَحَيَّنُ زَوَالَ الشَّمْسِ فَإِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ رَمَيْنَا»

ترجمہ: وبرہ کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن عمرؓ سے پوچھا کہ میں (دس ذی الحجہ کے بعد کے دنوں میں) کس وقت جمروں کو کنکر ماروں؟ تو حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے جواب دیا کہ جب تمہارا حاکم رمی کرے تو تم بھی اس کے ساتھ رمی کر لینا۔ تو میں نے ابن عمرؓ سے دوبارہ یہی مسئلہ پوچھا تو انہوں نے یہی جواب دیا کہ ہم زوال شمس کے وقت کا انتظار کیا کرتے

تھے جب زوال شمس ہو جاتا تو ہم جمروں کی رمی کرتے۔

۱۹۷۳- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ بَحْرٍ، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ الْمَعْنَى قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: «أَفَاضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ آخِرِ يَوْمِهِ حِينَ صَلَّى الظُّهْرَ، ثُمَّ رَجَعَ إِلَى مِنًى، فَمَكَثَ بِهَا لَيَالِيَ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ يَرْمِي الْجَمْرَةَ، إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ كُلَّ جَمْرَةٍ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ، وَيَقِفُ عِنْدَ الْأُولَى، وَالثَّانِيَةِ فَيُطِيلُ الْقِيَامَ، وَيَتَضَرَّعُ، وَيَرْمِي الثَّالِثَةَ وَلَا يَقِفُ عِنْدَهَا».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دن کے آخری حصے میں (دس ذی الحجہ کے دن) طواف زیارت فرمایا، جب آپ ﷺ نے نماز ظہر ادا کی (مکہ مکرمہ میں) پھر (طواف زیارت اور نماز ظہر سے فارغ ہو کر) منیٰ تشریف لے گئے اور مقام منیٰ میں ایام تشریق کی راتوں میں قیام فرمایا اور حضور ﷺ تینوں جمروں کی رمی زوال شمس کے بعد فرماتے تھے، ہر جمرہ کو سات کنکر مارتے اور ہر کنکر کے ساتھ اللہ اکبر کہتے اور پہلے اور دوسرے جمرہ کی رمی کے بعد وہاں ٹھہرتے اور کچھ دیر کھڑے ہو کر عاجزی کے ساتھ دعا مانگتے اور تیسرے جمرہ کی رمی کرنے کے بعد حضور ﷺ اسکے پاس نہیں ٹھہرتے تھے۔

تخریج: سنن أبي داود - المناسك (١٩٧٣) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٩٠)

شرح الحدیث: عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: «أَفَاضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ آخِرِ يَوْمِهِ حِينَ صَلَّى الظُّهْرَ: آپ ﷺ نے طواف افاضہ فرمایا یوم النحر میں دن کے اخیر حصہ میں، اخیر حصہ سے مراد بعد الزوال ہے، پھر ظہر کی نماز پڑھ کر آپ ﷺ منیٰ لوٹے، اس دن آپ ﷺ نے نماز ظہر کہاں پڑھی تھی مکہ میں یا منیٰ واپس جاکر؟ اس سلسلے کی روایت مختلف اور ان پر کلام حدیث جابرؓ طویل کے ذیل میں گزر چکا۔

اس روایت میں اس بات کی تصریح ہے کہ آپ ﷺ نے طواف زیارت یوم النحر میں ظہر کے وقت کیا اور اسکے بعد باب الافاضہ میں ایک حدیث (برقم ۲۰۰۰) آرہی ہے جس میں یہ ہے: أَخَّرَ طَوَافَ يَوْمِ النَّحْرِ إِلَى اللَّيْلِ، اس پر کلام انشاء اللہ تعالیٰ اسی جگہ آئے گا۔

۱۹۷٤- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، وَمُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: «لَمَّا انْتَهَى إِلَى الْجَمْرَةِ الْكُبْرَى، جَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ يَسَارِهِ، وَمِنًى عَنْ يَمِينِهِ، وَرَمَى الْجَمْرَةَ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ»، وَقَالَ: «هَكَذَا رَمَى الَّذِي أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ وہ جب بڑے شیطان کے پاس پہنچے تو انہوں نے بیت اللہ کو اپنے بائیں جانب کیا اور منیٰ کو اپنی دائیں جانب کیا اور بڑے شیطان کو سات کنکر مارے اور فرمایا کہ جس ذات پر سورۂ بقرہ نازل ہوئی ہے انہوں نے اسی طرح بڑے شیطان کو کنکر مارے تھے۔

تخریج: صحيح البخاري-الحج(١٦٦٠)صحيح البخاري-الحج(١٦٦١)صحيح البخاري-الحج(١٦٦٢)صحيح البخاري-الحج(١٦٦٣)صحيح مسلم-الحج(١٢٩٦)جامع الترمذي-الحج(٩٠١)سنن النسائي-مناسك الحج(٣٠٧٠)سنن النسائي-مناسك الحج(٣٠٧١)سنن النسائي-مناسك الحج(٣٠٧٢)سنن النسائي-مناسك الحج(٣٠٧٣)سنن أبي داود-المناسك(١٩٧٤)سنن ابن ماجه-المناسك(٣٠٣٠)مسند أحمد-مسند المكثرين من الصحابة(٣٧٤/١)مسند أحمد-مسند المكثرين من الصحابة(٤٠٨/١)مسند أحمد-مسند المكثرين من الصحابة(٤١٥/١)مسند أحمد-مسند المكثرين من الصحابة(٤٢٢/١)مسند أحمد-مسند المكثرين من الصحابة(٤٢٧/١)مسند أحمد-مسند المكثرين من الصحابة(٤٣٠/١)مسند أحمد-مسند المكثرين من الصحابة(٤٣٢/١)مسند أحمد-مسند المكثرين من الصحابة(٤٣٦/١)مسند أحمد-مسند المكثرين من الصحابة(٤٥٦/١)مسند أحمد-مسند المكثرين من الصحابة(٤٥٧/١)مسند أحمد-مسند المكثرين من الصحابة(٤٥٨/١)

شرح الحديث **رمی جمرات کی کیفیت مع اختلاف ائمہ:** عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: لَمَّا انْتَهَى إِلَى الْجَمْرَةِ الْكُبْرَى، جَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ يَسَارِهِ، وَمِنًى عَنْ يَمِينِهِ: اس حدیث میں رمی جمرہ کی کیفیت مذکور ہے کہ کس طرح کھڑے ہو کر کی جائے، وہ یہ کہ مستقبل جمرہ اس طرح کھڑا ہو کہ مکہ مکرمہ اس کی بائیں جانب ہو اور منیٰ دائیں جانب لیکن یہ کیفیت جمرۃ العقبۃ کی رمی کی ہے کما فی الحدیث اور جمرۃ الاولیٰ والوسطیٰ کی رمی مستقبل القبلۃ ہو گی (کما فی العرف الشذی [1]) اور حنابلہ کے نزدیک کما فی الروض المربع مستحب یہ ہے کہ تمام جمرات کی رمی مستقبل القبلۃ ہو اور شافعیہ کے یہاں مستحب یہ ہے کہ یوم النحر میں جمرۃ العقبۃ کی رمی تو مستقبل الجمرۃ ہو اور باقی ایام میں سب جمرات کی رمی جس میں جمرۃ العقبۃ بھی شامل ہے مستقبل القبلۃ ہو۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ یہ حدیث ابوداود کے علاوہ ترمذی اور صحیحین میں بھی ہے۔ صحیحین میں تو اسی طرح ہے جس طرح یہاں ابوداود میں، لیکن ترمذی میں اسکے خلاف ہے، اسمیں اس طرح ہے: لَمَّا أَتَى عَبْدُ اللهِ جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ اسْتَبْطَنَ الْوَادِيَ، وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ [2]۔ استقبال قبلہ کی صورت میں منیٰ دائیں جانب نہیں ہو گا بلکہ پیچھے کیطرف ہو جائیگا، اگرچہ حنابلہ اور بعض شافعیہ کا مسلک یہی ہے کما قال النووي لیکن ترمذی کی روایت کے الفاظ مشہور روایت کے خلاف ہیں اور نہ ہی جمہور فقہاء کا اس پر عمل ہے۔ ترمذی کی روایت میں ایک راوی ہے المسعودی (عبد الرحمن بن عبد اللہ بن عتبۃ بن مسعود الکوفی) وہ ضعیف ہے۔

۱۹۷۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي الْبَدَّاحِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رَخَّصَ لِرِعَاءِ الْإِبِلِ فِي الْبَيْتُوتَةِ يَرْمُونَ يَوْمَ النَّحْرِ، ثُمَّ يَرْمُونَ الْغَدَ، وَمِنْ بَعْدِ الْغَدِ بِيَوْمَيْنِ وَيَرْمُونَ يَوْمَ النَّفْرِ.

[1] بذل المجهود في حل أبي داود- ج ٢ ص ٢٦٥

[2] جامع الترمذي-كتاب الحج-باب ماجاء كيف ترمى الجمار ٩٠١.

ترجمہ ابو البداح بن عاصم اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اونٹوں کے چرواہوں کو منیٰ میں رات گزارنے کے متعلق اجازت مرحمت فرمائی (کہ وہ منیٰ کے علاوہ کسی دوسری جگہ رات گزار سکتے ہیں) یہ چرواہے دس ذی الحجہ کو بڑے شیطان کو کنکر ماریں پھر اگلے دن گیارہ ذی الحجہ کو اس دن کی اور اس سے اگلے دن بارہ ذی الحجہ دونوں دن کی (تینوں شیطانوں کو) رمی کریں (گیارہ ذی الحجہ کو اس دن کی اور اس اگلے دن کی دونوں دن کی رمی کرلیں) اور پھر تیرہ ذی الحجہ کو واپسی لوٹنے کے دن جمروں کی رمی کریں۔

تخریج جامع الترمذي - الحج (٩٥٤) جامع الترمذي - الحج (٩٥٥) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٦٨) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٦٩) سنن أبي داود - المناسك (١٩٧٥) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٣٦) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٣٧) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٤٥٠) موطأ مالك - الحج (٩٣٥) سنن الدارمي - المناسك (١٨٩٧)

شرح الحديث أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رَخَّصَ لِرِعَاءِ الْإِبِلِ فِي الْبَيْتُوتَةِ يَرْمُونَ يَوْمَ النَّحْرِ: اس حدیث کا حوالہ ہمارے یہاں قریب ہی میں استاذن العباس رسول اللہ ﷺ الخ، کے تحت میں گزرا ہے اور مسئلہ بھی وہاں گزر چکا ہے، وہ یہ کہ رعاۃ اور سقاۃ کیلئے ترک بیت بمنیٰ جائز ہے۔ اس حدیث کی مزید تشریح کی حاجت ہے وہ یہ کہ چرواہوں کیلئے آپ ﷺ نے اس بات کی اجازت دیدی کہ وہ رات بجائے منیٰ کے مکہ میں گزار سکتے ہیں۔ نیز یہ کہ ان کو اس کی بھی اجازت ہے کہ وہ دو دن کی رمی ایک دن میں کرلیا کریں، ان کو مکہ سے منیٰ روزانہ آنے کی ضرورت نہیں ہے، لہٰذا وہ یوم النحر کو رمی کر کے چلے جائیں اور پھر گیارہ اور بارہ دو دن کی رمی ایک ایک دن میں کرلیں جس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں: ایک تقدیماً اور دوسری تاخیراً۔ تقدیم کا مطلب یہ ہے کہ وہ گیارہ اور بارہ دونوں دن کی رمی گیارہ تاریخ میں کرلیں اور تاخیر یہ ہے کہ دونوں دن کی رمی بارہ تاریخ میں کریں، لیکن مسئلہ یہ ہے کہ تقدیم رمی ائمہ اربعہ میں سے کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں البتہ ابن حزم ظاہری کے نزدیک جائز ہے، لہٰذا یہاں تقدیم والی صورت مراد نہیں لی جاسکتی [1]۔

اب یہاں یہ سوال رہ گیا کہ تقدیم رمی تو بالاتفاق ناجائز ہے اور تاخیر رمی کا کیا حکم ہے؟ جواب یہ ہے کہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ امام ابو حنیفہ و امام مالکؒ کے نزدیک ہر دن کی رمی اسی دن کے ساتھ موقت [2] ہے جس طرح تقدیم جائز نہیں تاخیر بھی جائز نہیں (إلا لمن رخص) اور امام شافعی و احمدؒ اور صاحبین کے نزدیک ہر دن کی رمی اس دن کیساتھ موقت نہیں ہے بلکہ یجوز التاخیر الی آخر

---

[1] چنانچہ امام مالکؒ نے موطا میں اس حدیث کی تشریح میں یہی فرمایا کہ گیارہ اور بارہ دو دن کی رمی بارہویں تاریخ میں کریں۔ لیکن ترمذی شریف (رقم الحديث ٩٥٥) میں اس طرح ہے: قَالَ مَالِكٌ: ظَنَنْتُ أَنَّهُ قَالَ: فِي الْأَوَّلِ مِنْهُمَا، لیکن یہ تفسیر موطا کے خلاف ہے اور مذاہب فقہاء کے بھی۔ پس یا تو کہا جائے ترمذی میں جو ہے وہ وہم ہے اور یا یہ کہا جائے کہ ترمذیؒ میں امام مالکؒ اپنے استاذ کا قول نقل کرتے ہیں اور موطا میں جو ہے وہ امام مالکؒ کی اپنی رائے ہے۔ واللہ أعلم

[2] امام صاحب کے نزدیک ایام تشریق کی رمی کا وقت مستحب زوال کے بعد سے غروب تک ہے اور بعد الغروب الی طلوع الفجر جائز مع الکراہۃ ہے اور بعد الطلوع ناجائز ہے، دم واجب ہوگا اور امام مالکؒ کے نزدیک غروب تک وقت ادا ہے اسکے بعد قضاء، دم واجب ہو جائے گا، گویا رات شروع ہونے سے ان کے نزدیک رمی قضاء ہو جاتی ہے اور امام صاحب کے نزدیک رات بھی وقت ادا ہے۔ (جزء حجۃ الوداع)

ایام التشریق الیوم الرابع من ایام الرمی اعنی ۱۳ ذی الحجۃ۔

۱۹۷۶- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، وَمُحَمَّدُ ابْنَيْ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ أَبِيهِمَا، عَنْ أَبِي الْبَدَّاحِ بْنِ عَدِيٍّ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «رَخَّصَ لِلرِّعَاءِ أَنْ يَرْمُوا يَوْمًا، وَيَدَعُوا يَوْمًا».

ترجمہ: ابو البداح بن عدی اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے چرواہوں کو اجازت دی کہ وہ ایک دن رمی کریں اور ایک دن رمی چھوڑ دیں (دس ذی الحجہ کی رمی کرنے کے بعد گیارہ ذی الحجہ کے دن رمی نہ کریں) پھر بارہ ذی الحجہ کو پچھلے دن اور اس دن کی رمی اکٹھا کرلیں۔

تخریج: جامع الترمذي - الحج (۹۵٤) جامع الترمذي - الحج (۹۵۵) سنن النسائي - مناسك الحج (۳۰٦۸) سنن النسائي - مناسك الحج (۳۰٦۹) سنن أبي داود - المناسك (۱۹۷٦) سنن ابن ماجه - المناسك (۳۰۳٦) سنن ابن ماجه - المناسك (۳۰۳۷) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٤٥۰/٥) موطأ مالك - الحج (۹۳۵) سنن الدارمي - المناسك (۱۸۹۷)

۱۹۷۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْمُبَارَكِ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا مِجْلَزٍ، يَقُولُ: سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ: عَنْ شَيْءٍ مِنْ أَمْرِ الْجِمَارِ، قَالَ: «مَا أَدْرِي أَرَمَاهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسِتٍّ أَوْ بِسَبْعٍ».

ترجمہ: ابو مجلز کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن عباسؓ سے جمروں کے متعلق کوئی بات دریافت کی تو عبد اللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ مجھے نہیں معلوم کہ رسول اللہ ﷺ نے جمرہ کو چھ کنکر مارے تھے یا سات کنکر مارے تھے۔

تخریج: سنن النسائي - مناسك الحج (۳۰۷۸) سنن أبي داود - المناسك (۱۹۷۷) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (۳۷۲/۱)

شرح الحدیث: مَا أَدْرِي أَرَمَاهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسِتٍّ أَوْ بِسَبْعٍ: یہ حضرت ابن عباسؓ اپنے علم کے اعتبار سے فرما رہے ہیں ورنہ سبع کا ثبوت روایات میں موجود ہے اور عند الجمہور استیفاء سبعہ واجب ہے۔ البتہ امام احمدؒ سے مختلف روایات ہیں:

① ایک یا دو کی کمی جائز ہے۔

② اگر بھول کر ہو تو جائز ہے، عمداً نہیں۔

③ تیسرا قول مثل جمہور کے کہ سات کا پورا کرنا ضروری ہے۔

۱۹۷۸- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا رَمَى أَحَدُكُمْ جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ فَقَدْ حَلَّ لَهُ كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا النِّسَاءَ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا حَدِيثٌ ضَعِيفٌ الْحَجَّاجُ لَمْ يَرَ الزُّهْرِيَّ وَلَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص بڑے شیطان کو کنکر مار چکے (اور ذبح اور حلق سے فارغ ہو جائے) تو اسکے لئے تمام چیزیں حلال ہیں سوائے بیویوں کے۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں

کہ یہ حدیث ضعیف ہے، حجاج راوی نے نہ تو زہری کی زیارت کی ہے اور نہ ہی انہوں نے زہری سے کوئی حدیث سنی ہے۔

تخریج سنن أبي داود - المناسك (١٩٧٨) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/١٤٣)

شرح الحدیث **حج میں دو تحلل ہوتے ہیں تحلل اصغر واکبر:** إِذَا رَمَىٰ أَحَدُكُمْ جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ فَقَدْ حَلَّ لَهُ كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا النِّسَاءَ: حج میں دو تحلل ہوتے ہیں، اصغر اور اکبر۔ اصغر میں بعض محظورات احرام حلال ہوتے ہیں اور اکبر میں تمام محظورات۔ تحلل اصغر کس چیز سے حاصل ہوتا ہے، اس میں اختلاف ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک صرف رمی جمرۂ عقبہ سے کما فی ھذا الحدیث، لیکن یہ حدیث ضعیف ہے کما قال المصنف اور شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک بای اثنین من الأمور الثلاثۃ الرمی والحلق والطواف، یعنی ان تین میں سے صرف دو کے ذریعہ سے حاصل ہو جاتا ہے خواہ کوئی سے دو ہوں اور جب تیسرا امر کر لیگا تو اس سے تحلل اکبر حاصل ہو جائیگا۔ ان دونوں اماموں کے نزدیک نحر کو تحلل میں کوئی دخل نہیں ہے۔ یہ ساری تفصیل ہم نے ان ائمہ کی کتب فروع سے دیکھ کر نقل کی ہے [1]، اور حنفیہ کے نزدیک تحلل اصغر مفرد کے حق میں رمی اور حلق سے حاصل ہوتا ہے اور متمتع و قارن کے حق میں رمی، ذبح، حلق تینوں سے، اب یہ کہ تحلل اصغر میں حلال ہونے سے کیا چیز باقی رہ جاتی ہے؟ حنفیہ کے نزدیک صرف نساء یعنی وطی اور دواعی وطی اور شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک وطی ودواعی وطی اور عقد نکاح بھی اور مالکیہ کے نزدیک الا النساء والطیب والصید (لیکن طیب صرف مکروہ ہے، اسمیں فدیہ نہیں اور صید میں فدیہ ہے (کذا فی الکافی لابن عبد البر)۔

یہ حدیث مالکیہ کے موافق اور جمہور کی خلاف ہے: تحلل اصغر کے بارے میں حدیث الباب مالکیہ کے موافق ہے اور حنفیہ بلکہ جمہور کے خلاف ہے۔ جواب یہ ہے کہ یہ حدیث مسند احمد اور بیہقی میں بھی ہے، اس میں حلق بھی مذکور ہے: إِذَا رَمَيْتُمْ وَحَلَقْتُمْ فَقَدْ حَلَّ لَكُمُ الطِّيبُ وَالثِّيَابُ وَكُلُّ شَيْءٍ إِلَّا النِّسَاءَ [2]۔ فزال الإشكال بحمد الله تعالى۔

٧٨- بَابُ الْحَلْقِ وَالتَّقْصِيرِ

بال منڈھنے اور بال چھوٹے کرانے کا بیان

حج میں حلق رأس کا حکم: حلق یا تقصیر شافعیہ کے نزدیک ارکان حج میں سے ہے۔ ان کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جبتک محرم حلق نہیں کریگا احرام کے حکم سے خارج نہ ہوگا، ہمیشہ محرم ہی رہے گا اور باقی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک واجبات میں سے ہے۔

ایک اور اختلافی مسئلہ: یہاں ایک مسئلہ اختلافی یہ ہے کہ حلق مناسک میں سے ہے یا استباحت محظور ہے، یعنی حلق کو ایک عبادت اور کار ثواب ہونے کی حیثیت سے کیا جاتا ہے یا یہ کہ ایک مباح کام کو کرنا ہے جو احرام کیوجہ سے محظور

---

[1] کتاب الکافی لابن عبد البر، وروضة المحتاجين ونيل المآرب

[2] السنن الكبرى للبيهقي- كتاب الحج- باب ما يحل بالتحلل الأول من محظورات الإحرام ٩٥٩٧ (ج٥ص٢٢٢)

وممنوع ہوگیا تھا (اظہار تحلل)۔ امام بخاریؒ نے باب قائم کیا ہے بَابُ الْحَلْقِ وَالتَّقْصِيرِ عِنْدَ الْإِحْلَالِ۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: امام بخاریؒ نے اشارہ فرمایا کہ حلق نسک ہے محض تحلل کا نام نہیں ہے اسی لئے عِنْدَ الْإِحْلَالِ فرمایا[1]۔

نیز حلق افضل ہے تقصیر سے اس لئے کہ آپ ﷺ نے محلقین کے لئے بار بار دعا مغفرت فرمائی اور مقصرین کے لئے ایک بار وہ بھی صحابہؓ کی درخواست پر اور عورت کے حق میں تو تقصیر متعین ہے، حلق اس کے لئے حرام اور مُثلہ ہے۔

حلق رأس کی مقدار: ایک مسئلہ یہاں پر یہ ہے کہ حلق رأس کی کتنی مقدار واجب ہے؟ اس میں مذاہب ائمہ کا خلاصہ یہ ہے کہ جو مذاہب وضوء میں مسح رأس کے اندر ہیں وہی یہاں ہیں یعنی حنفیہ کے نزدیک ربع رأس کے حلق سے واجب ادا ہو جائیگا اگرچہ ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ یہ قزع ہے جو ممنوع ہے جیسا کہ کتاب اللباس میں آرہا ہے اور شافعیہ کے نزدیک تین بال کاٹنے سے واجب ادا ہو جائیگا اور امام مالکؒ و احمدؒ کے نزدیک استیعاب رأس ضروری ہے، لیکن اس مسئلہ میں ملا علی قاریؒ نے حنفیہ کے مسلک پر بحث اور نقد کیا ہے اور مالکیہ وحنابلہ کے مسلک کو ترجیح دی ہے اسلئے کہ حضور ﷺ اور آپکے اصحاب سے حلق بعض پر اکتفاء کرنا ثابت نہیں ہے، جب کہ آپ ﷺ نے فرمایا: خُذُوا عَنِّي مَنَاسِكَكُمْ[2]، وهو مختار الشيخ ابن الهمام. وأجاب عنه الشيخ في البذل فارجع اليه لو شئت[3]۔

١٩٧٩ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «اللَّهُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِينَ»، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَالْمُقَصِّرِينَ؟ قَالَ: «اللَّهُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِينَ»، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَالْمُقَصِّرِينَ؟ قَالَ: «وَالْمُقَصِّرِينَ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے اللہ! حلق کرنے والوں پر رحم فرما، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! جن لوگوں نے اپنے بالوں کو چھوٹا کرایا ہے ان کیلئے بھی رحمت کی دعا فرمائیے، تو نبی اکرم ﷺ نے دوسری مرتبہ بھی یہی ارشاد فرمایا: اے اللہ! سر منڈھنے والوں پر رحم فرما، پھر صحابہ کرامؓ نے یہی عرض کیا: اے اللہ کے رسول! بال چھوٹے کرنے والوں کیلئے بھی رحمت کی دعا کیجیے تو پھر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے اللہ! بال چھوٹے کرنے والوں پر بھی رحم فرما۔

تخریج: صحيح البخاري - الحج (١٦٤٠) صحيح مسلم - الحج (١٣٠١) جامع الترمذي - الحج (٩١٣) سنن أبي داود - المناسك (١٩٧٩) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٤٤) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٦/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٣٤/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٧٩/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ٣ ص ٥٦١

[2] السنن الكبرى للبيهقي - كتاب الحج - باب الإيضاع في وادي محسر ٩٥٢٤ (ج ٥ ص ٢٠٤)

[3] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٩ ص ٢٩٤ - ٢٩٥

(۲/۱۱۹) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۲/۱۳۸) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۲/۱٤۱) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۲/۱۵۱) موطأ مالك - الحج (۹۰۱) سنن الدارمي - المناسك (۱۹۰۶)

۱۹۸۰- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ يَعْنِي الْإِسْكَنْدَرَانِيَّ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: حَلَقَ رَأْسَهُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ.

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر اپنے سر کو مونڈھا ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الحج (۱۶۳۹) صحيح البخاري - الحج (۱۶٤۲) صحيح البخاري - المغازي (٤۱٤۸) صحيح البخاري - المغازي (٤۱٤۹) صحيح مسلم - الحج (۱۳۰۱) صحيح مسلم - الحج (۱۳۰٤) جامع الترمذي - الحج (۹۱۳) سنن النسائي - مناسك الحج (۲۸۵۹) سنن أبي داود - المناسك (۱۹۸۰) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۲/۳۳) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۲/۸۸) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۲/۸۹) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۲/۱۱۹) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۲/۱۲۸) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۲/۱۵۱) سنن الدارمي - المناسك (۱۸۹۳)

۱۹۸۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا حَفْصٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ يَوْمَ النَّحْرِ، ثُمَّ رَجَعَ إِلَى مَنْزِلِهِ بِمِنًى فَدَعَا بِذِبْحٍ، فَذُبِحَ، ثُمَّ دَعَا بِالْحَلَّاقِ، فَأَخَذَ بِشِقِّ رَأْسِهِ الْأَيْمَنِ فَحَلَقَهُ فَجَعَلَ يَقْسِمُ بَيْنَ مَنْ يَلِيهِ الشَّعْرَةَ وَالشَّعْرَتَيْنِ، ثُمَّ أَخَذَ بِشِقِّ رَأْسِهِ الْأَيْسَرِ فَحَلَقَهُ، ثُمَّ قَالَ: «هَا هُنَا أَبُو طَلْحَةَ؟» فَدَفَعَهُ إِلَى أَبِي طَلْحَةَ.

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قربانی والے دن (دس ذی الحجہ والے دن) بڑے شیطان کو کنکر مارے، پھر آپ ﷺ منیٰ میں اپنی قیام گاہ کی طرف واپس لوٹ گئے، پھر آپ ﷺ نے ایک مینڈھا منگوا کر اس کو ذبح فرمایا، پھر آپ ﷺ نے نائی (بال کاٹنے والے) کو بلایا تو اس نائی نے پہلے حضور ﷺ کے سر کے دائیں جانب کے بال لیکر ان کو مونڈھ دیا، پھر حضور ﷺ اپنے قریبی موجود افراد کو ایک ایک بال اور دو دو بال کرکے تقسیم فرمانے لگے، پھر حالق (نائی) نے حضور ﷺ کے سر کے بائیں جانب کو لیکر اسکو مونڈھ دیا، پھر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا یہاں ابو طلحہ موجود ہیں؟ پھر وہ بال حضور ﷺ نے ابو طلحہ کو عنایت فرما دیئے۔

۱۹۸۲- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ هِشَامٍ أَبُو نُعَيْمٍ الْحَلَبِيُّ، وَعَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، الْمَعْنَى قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ، بِإِسْنَادِهِ بِهَذَا قَالَ فِيهِ: قَالَ لِلْحَالِقِ: «ابْدَأْ بِشِقِّيَ الْأَيْمَنِ فَاحْلِقْهُ».

ترجمہ: ہشام بن حسان اپنی اس سند سے نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے نائی سے ارشاد فرمایا کہ میری دائیں جانب سے پہلے حلق کرو۔

تخریج صحيح البخاري-الوضوء(١٦٩)صحيح مسلم-الحج(١٣٠٥)جامع الترمذي-الحج(٩١٢)سنن أبي داود-المناسك(١٩٨١)

شرح الحدیث: ثُمَّ دَعَا بِالْحَلَّاقِ: اسمه معمر بن عبد الله العدوی، وقیل: خراش بن امیه، لیکن حافظؒ نے قول اول کو صحیح قرار دیا ہے اور خراش کے بارے میں کہا کہ وہ حدیبیہ میں حالق تھے۔ آگے روایت میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے سر کی ایک جانب کے موئے مبارک حاضرین میں تقسیم فرمادیئے اور دوسری جانب کے ابوطلحہؓ کو اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں بجائے اسکے ام سلیم کا ذکر ہے، پس ہوسکتا ہے کہ جب آپ ﷺ نے ابوطلحہؓ کو دریافت فرمایا تو وہ اسوقت وہاں حاضر نہ ہوں اسلئے آپ ﷺ نے ام سلیمؓ کو دیدیئے کہ وہ انکو اپنے شوہر ابوطلحہؓ کو پہونچادیں۔ نیز صحیحین کی روایات اس بارے میں بھی مختلف ہیں کہ آپ ﷺ نے کس جانب کے بال تقسیم فرمائے تھے اور کس جانب کے ابوطلحہؓ کو عطا فرمائے تھے؟ حافظ ابن قیمؒ کی تحقیق یہ ہے کہ شق ایمن کے بال تو تقسیم کیے گئے جس میں ابوطلحہؓ کا بھی حصہ تھا، شق ایسر کے بال خالص ابوطلحہؓ کو عطا فرمائے واللہ تعالیٰ أعلم۔

تقسیم شعر کی مصلحت: تقسیم شعر کے بارے میں حضرت شیخ[1] نے علامہ زرقانیؒ سے نقل فرمایا ہے: انما قسم رسول الله صلى الله عليه وسلم شعره في أصحابه ؛ليكون بركة باقية بينهم، وتذكرة لهم، وكأنه أشار بذلك إلى اقتراب الأجل. وخص أباطلحة بالقسمة التفاتاً إلى هذا المعنى ؛لأنه هو الذي حفر قبره صلى الله عليه وسلم، ولحد له، وبنى فيه اللبن. یعنی موئے مبارک آپ ﷺ نے اسلئے تقسیم فرمائے تا کہ ایک بابرکت چیز صحابہ کے پاس باقی رہے نیز آپ ﷺ کی یادگاران کے پاس رہے پس اس میں قرب وفات کی طرف بھی اشارہ ہو اسلئے کہ یادگار کا مسئلہ تو موت کے بعد ہی کیلئے ہوتا ہے، زندگی میں تو اصل شئ سامنے ہوتی ہے اور ابوطلحہؓ کی خصوصیت کہ ایک جانب کے سارے تنہا انہی کو دیئے گئے اس وجہ سے ہو سکتی ہے کہ آپ ﷺ سے متعلق آخری خدمت انہوں نے ہی انجام دی۔ چنانچہ آپ ﷺ کیلئے لحد شریف انہوں نے ہی[2] بنائی تھی، پس ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ پر یہ امر کسی درجہ میں پہلے ہی منکشف ہو گیا ہو۔

١٩٨٣. حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، أَخْبَرَنَا خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُسْأَلُ يَوْمَ مِنًى فَيَقُولُ: «لَا حَرَجَ» فَسَأَلَهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: إِنِّي حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ، قَالَ: «اذْبَحْ وَلَا حَرَجَ» قَالَ: إِنِّي أَمْسَيْتُ وَلَمْ أَرْمِ، قَالَ: «ارْمِ وَلَا حَرَجَ».

ترجمہ: ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے منیٰ کے دن کچھ باتیں دریافت کی گئیں تو حضور ﷺ ان

---

[1] حجة الوداع وعمرات النبي صلى الله عليه وسلم — ص ١٦٩

[2] حدیث کی کتابوں میں آتا ہے کہ آپ ﷺ کی قبر شریف کے بارے میں صحابہ کا اختلاف ہوا کہ کیسی بنائی جائے، شق یا لحد؟ فیصلہ یہ ہوا کہ دونوں شخصوں کے پاس قاصد بھیج دیا جائے، جو ان میں سے پہلے پہنچ جائے ویسی ہی بنوائی جائے۔ ابوطلحہؓ تو لحد بناتے تھے، وہ لاحد تھے اور ابوعبیدہ بن الجراحؓ شقاق تھے، وہ شق بناتے تھے۔ چنانچہ ابوطلحہ پہلے پہنچ گئے اسلئے لحد ہی بنوائی گئی اور ہمیشہ کے لئے اس سعادت کا سہرا انہی کے سر رہا، ۱۲۔

کے جواب میں فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی گناہ نہیں۔ چنانچہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ میں نے جانور ذبح کرنے سے پہلے اپنا سر مونڈھ لیا، تو حضور ﷺ نے جواب ارشاد فرمایا کہ تم اب جانور ذبح کرلو، اسمیں کوئی گناہ نہیں، ایک اور شخص نے سوال کیا کہ مجھے رات ہوگئی لیکن میں نے رمی نہیں کی، تو حضور ﷺ نے جواب دیا کہ تم اسوقت رمی کرلو تم پر کوئی گناہ نہیں۔

تخریج: صحيح البخاري - العلم (٨٤) صحيح البخاري - الحج (١٦٣٤) صحيح البخاري - الحج (١٦٣٥) صحيح البخاري - الحج (١٦٣٦) صحيح البخاري - الحج (١٦٤٧) صحيح البخاري - الحج (١٦٤٨) صحيح البخاري - الأيمان والنذور (٦٢٨٩) صحيح مسلم - الحج (١٣٠٧) سنن النسائي - مناسك الحج (٣٠٦٧) سنن أبي داود - المناسك (١٩٨٣) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٤٩) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٥٠)

شرح الحديث: فَقَالَ: إِنِّي حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ: یوم النحر کے افعال اربعہ میں ترتیب کا مسئلہ عنقریب مستقل ایک باب میں آرہا ہے۔

تاخیر رمی جائز ہے یا نہیں؟ إِنِّي أَمْسَيْتُ وَلَمْ أَرْمِ: رمی یوم النحر میں افضل یہ ہے کہ قبل الزوال ہو اور اگر قبل الغروب کرلی تب بھی کوئی حرج نہیں، خلاف اولی ہے۔ البتہ اگر رات ہوگئی تو پھر اختلاف ہے۔ امام مالکؒ کی ایک روایت ہے کہ دم واجب ہوگا۔ ثوری کہتے ہیں: عمد کی صورت میں دم ہے ورنہ نہیں۔ ہمارے یہاں صبح صادق تک کرسکتا ہے، اس کے بعد اگر کی تو امام صاحبؒ کے نزدیک دم واجب ہوگا، صاحبین اور شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک واجب نہ ہوگا۔ اصل اختلاف اس میں ہے امام صاحب اور امام مالکؒ کے نزدیک ہر روز کی رمی اسی دن کیساتھ موقت ہے، شافعیہ وحنابلہ وصاحبین کے نزدیک موقت نہیں بلکہ آخر ایام رمی تک کرسکتے ہیں کما تقدم قریباً۔

١٩٨٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الْعَتَكِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: بَلَغَنِي، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ بْنِ عُثْمَانَ، قَالَتْ: أَخْبَرَتْنِي أُمُّ عُثْمَانَ بِنْتُ أَبِي سُفْيَانَ، أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَيْسَ عَلَى النِّسَاءِ حَلْقٌ، إِنَّمَا عَلَى النِّسَاءِ التَّقْصِيرُ».

ترجمہ: صفیہ بنت شیبہ بن عثمان کہتی ہیں، ابوسفیان کی بیٹی ام عثمان نے مجھے بتلایا کہ عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ عورتوں کو اپنا سر مونڈھنا صحیح نہیں ہے، عورتوں نے اپنے سر کے بالوں کو چھوٹا کرانا ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - المناسك (١٩٨٤) سنن الدارمي - المناسك (١٩٠٥)

١٩٨٥- حَدَّثَنَا أَبُو يَعْقُوبَ الْبَغْدَادِيُّ، ثِقَةٌ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ شَيْبَةَ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ، قَالَتْ: أَخْبَرَتْنِي أُمُّ عُثْمَانَ بِنْتُ أَبِي سُفْيَانَ، أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَيْسَ عَلَى النِّسَاءِ الْحَلْقُ، إِنَّمَا عَلَى النِّسَاءِ التَّقْصِيرُ».

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ عورتوں نے اپنے سر کو نہیں مونڈھنا۔ عورتوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے سر کے بالوں کو چھوٹا کرائیں (جب وہ احرام سے نکلنے کا ارادہ کریں)۔

تخریج: سنن أبي داود - المناسك (١٩٨٥) سنن الدارمي - المناسك (١٩٠٥)

٧٩ - بَابُ الْعُمْرَةِ

عمرہ کرنے کا بیان

عمرہ سے متعلق بعض فقہی مسائل: یہ پہلے گزر چکا کہ عمرہ کو حج اصغر کہتے ہیں۔ عمرہ کے لغوی معنی زیارت کے ہیں اور شرعاً بیت الحرام کی زیارت کرنا طواف اور سعی کیلئے۔ عمرہ میں دو فرض ہیں اور دو واجب، احرام اور طواف بیت اللہ فرض اور سعی و حلق واجب ہیں۔ ہذا عندنا اور شافعیہ کے نزدیک ارکان عمرہ چار ہیں: نیت، طواف، سعی، حلق یا تقصیر اور احرام واجبات میں سے ہیں۔ عمرہ عند الشافعیہ والحنابلہ مشہور قول کے مطابق فرض عین ہے مثل الحج کتب شافعیہ وحنابلہ میں اسکی تصریح ہے ویسے ایک روایت ان دونوں کے ہاں عدم وجوب کی بھی ہے۔ مالکیہ کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے، حنفیہ کے یہاں دو قول ہیں: سنیت اور وجوب۔ بعض فقہاء (کصاحب البحر) سنیت کو ترجیح دی ہے، وقال: ھو ظاھر الروایۃ اور بعض نے (کصاحب البدائع وقاضی خان) وجوب کو، لیکن فرضیت کا کوئی قول ہمارے یہاں نہیں ہے۔ قائلین فرضیت کا استدلال وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ [1] سے ہے۔ اسکے علاوہ بعض ضعیف احادیث سے جن میں فرضیت کی تصریح ہے، حالانکہ ضعاف سے فرضیت کا ثبوت مشکل ہے، نیز استدلال بالآیۃ بھی مخدوش ہے، اذلا یلزم من وجوب الاتمام وجوب الابتداء۔ قائلین سنیت کہتے ہیں: وہ احادیث مشہورہ صحیحہ جن میں فرائض اسلام کو شمار کرایا ہے، مثل بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ [2] وغیرہ ان میں حج کیساتھ عمرہ مذکور نہیں ہے (اوجز - ج ۷ ص ۵ - ۱۰)۔

عمرہ کا احرام آفاقی کیلئے میقات حج سے ہوگا اور حلی کیلئے حل سے اور جو شخص مکہ میں ہو یا داخل حرم اس کیلئے اقرب حل سے تاکہ جمع بین [3] الحل والحرم پایا جائے، جس طرح آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو محصب سے (جو کہ حد حرم میں ہے) احرام کیلئے تنعیم بھیجا تھا۔ نیز عمرہ کا کوئی وقت متعین نہیں ہے پورے سال کر سکتے ہیں، صرف پانچ دن کے اندر کرنا مکروہ ہے نویں ذی الحجہ سے لیکر آخر ایام تشریق (۱۳ ذی الحجہ) تک۔

۱۹۸٦ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ يَزِيدَ، وَيَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: «اعْتَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ يَحُجَّ».

---

[1] اور پورا کرو حج اور عمرہ اللہ کے واسطے (سورۃ البقرۃ ۱۹٦)

[2] صحيح البخاري - كتاب الإيمان - باب الإيمان وقول النبي صلى الله عليه وسلم (بني الإسلام على خمس) ۸، صحيح مسلم - كتاب الإيمان - باب أركان الإسلام ودعائمه العظام ١٦

[3] اور حج چونکہ عرفات میں ہوتا ہے جو کہ خارج حرم اور حل ہے اسلئے مکی حج کا احرام حرم ہی سے باندھتا ہے تاکہ جمع بین الحل والحرم ہو جائے، ۱۲۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع سے پہلے عمرہ فرمایا ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الحج (١٦٨٤) سنن أبي داود - المناسك (١٩٨٦)

شرح الحدیث: یہ حدیث یہاں مختصر ہے، پوری حدیث مسند احمد میں ہے وہ یہ کہ ایک شخص نے ابن عمرؓ سے سوال کیا: میں نے اب تک حج نہیں کیا، تو کیا حج سے پہلے عمرہ کر سکتا ہوں؟ اس پر انہوں نے یہ فرمایا: جو یہاں مذکور ہے، واضح رہے کہ باب الاقران سے قبل ایک حدیث گزری ہے کہ ایک شخص حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آکر عرض کیا: میں نے حضور ﷺ سے آپ ﷺ کے مرض الوفات میں سنا: يَنْهَى عَنِ الْعُمْرَةِ قَبْلَ الْحَجِّ [1] کہ حج سے پہلے عمرہ کرنے سے منع فرماتے تھے، اس پر کلام وہیں گزر چکا ہے۔

١٩٨٧- حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنِ ابْنِ أَبِي زَائِدَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: "وَاللَّهِ مَا أَعْمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَائِشَةَ فِي ذِي الْحِجَّةِ إِلَّا لِيَقْطَعَ بِذَلِكَ أَمْرَ أَهْلِ الشِّرْكِ، فَإِنَّ هَذَا الْحَيَّ مِنْ قُرَيْشٍ وَمَنْ دَانَ دِينَهُمْ كَانُوا يَقُولُونَ: إِذَا عَفَا الْوَبَرْ وَبَرَأَ الدَّبَرْ وَدَخَلَ صَفَرْ فَقَدْ، حَلَّتِ الْعُمْرَةُ لِمَنِ اعْتَمَرْ فَكَانُوا يُحَرِّمُونَ الْعُمْرَةَ حَتَّى يَنْسَلِخَ ذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ".

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! حضور ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو ذوالحجہ کے مہینے میں اسی لئے عمرہ کروایا تاکہ مشرکین کے اس غلط نظریے کی تردید ہو جائے...... کیونکہ قریش مکہ اور جو لوگ ان کے مذہب کے پیروکار تھے کہا کرتے تھے کہ جب اونٹوں کی پیٹھ کے بال بڑھ جائیں اور اونٹوں کی پیٹھ پر لگے ہوئے زخم بالکل ٹھیک ہو جائیں اور ماہ صفر شروع ہو جائے، تب عمرہ کرنے والوں کیلئے عمرہ کرنا حلال ہو جاتا ہے۔ لہٰذا یہ کفار قریش ذوالحجہ کے بعد محرم کے مہینے کے ختم ہونے تک عمرہ کرنے کو حرام قرار دیتے تھے۔

تخریج: صحيح البخاري - الحج (١٤٨٩) صحيح مسلم - الحج (١٢٤٠) سنن أبي داود - المناسك (١٩٨٧) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٥٢/١)

شرح الحدیث: كَانُوا يَقُولُونَ: إِذَا عَفَا الْوَبَرْ [2] وَبَرَأَ الدَّبَرْ وَدَخَلَ صَفَرْ فَقَدْ، حَلَّتِ الْعُمْرَةُ لِمَنِ اعْتَمَرْ: یہ مضمون ہمارے یہاں اس سے قبل غالباً فسخ الحج إلى العمرة کی بحث میں گزر چکا۔ ان جملوں کا ترجمہ یہ ہے: جب اونٹوں کی پشت کے بال بڑھنے لگیں اور ان کی پشت کے زخم صحیح اور درست ہو جائیں (جو حج کے زمانہ میں کثرت اسفار اور بوجھ ڈھونے کی وجہ سے ان کی پشتوں میں ہو گئے تھے) اور صفر کا مہینہ داخل ہو جائے، تو اب عمرہ کرنے والے کیلئے عمرہ کرنا جائز اور حلال ہو جاتا ہے۔

---

[1] سنن أبي داود - كتاب المناسك - باب في إفراد الحج ١٧٩٣

[2] قال النووي: وهذه الألفاظ تقرأ ساكنة الراء لارادة السجع اهـ ١٢ (المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج - ج٨ ص٢٢٦)

تنبیہ: صحیحین کی روایت میں بجائے دَخَلَ صَفَرُ کے اِنْسَلَخَ صَفَرُ ہے یعنی صفر کا مہینہ گزر جائے اور یہاں ہے دَخَلَ صَفَرُ۔
جواب یہ ہے کہ ابوداؤد میں صفر سے صفر اصلی مراد ہے اور صحیحین میں صفر سے نسئ والا صفر مراد ہے جیسا کہ آتا ہے يُحِلُّونَ الْمُحَرَّمَ صَفَرًا[1]، لہذا وہاں صفر سے محرم مراد ہے، اسی لئے ایک جگہ کہا گیا: انسلاخ محرم اور دوسری جگہ کہا گیا: دخول صفر، پس ایک دوسرے کے موافق ہو گئے۔ اب آگے مصنف ایک صحابیہ جن کو ام معقلؓ کہا جاتا ہے ان کا قصہ بیان کرتے ہیں جس میں عمرۂ رمضان کی فضیلت مذکور ہے۔

۱۹۸۸- حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُهَاجِرٍ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَخْبَرَنِي رَسُولُ مَرْوَانَ، الَّذِي أُرْسِلَ إِلَى أُمِّ مَعْقِلٍ، قَالَتْ: كَانَ أَبُو مَعْقِلٍ حَاجًّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَدِمَ، قَالَتْ أُمُّ مَعْقِلٍ: قَدْ عَلِمْتَ أَنَّ عَلَيَّ حَجَّةً فَانْطَلَقَا يَمْشِيَانِ حَتَّى دَخَلَا عَلَيْهِ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ عَلَيَّ حَجَّةً وَإِنَّ لِأَبِي مَعْقِلٍ بَكْرًا، قَالَ أَبُو مَعْقِلٍ: صَدَقَتْ، جَعَلْتُهُ فِي سَبِيلِ اللهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَعْطِهَا فَلْتَحُجَّ عَلَيْهِ، فَإِنَّهُ فِي سَبِيلِ اللهِ» فَأَعْطَاهَا الْبَكْرَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي امْرَأَةٌ قَدْ كَبِرْتُ وَسَقِمْتُ فَهَلْ مِنْ عَمَلٍ يُجْزِئُ عَنِّي مِنْ حَجَّتِي، قَالَ: «عُمْرَةٌ فِي رَمَضَانَ تُجْزِئُ حَجَّةً».

ترجمہ: ابوبکر بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ مروان نے جس قاصد کو حضرت ام معقلؓ کے پاس بھیجا تھا اس قاصد نے مجھے بتلایا کہ ام معقلؓ نے فرمایا کہ ابو معقل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج پر تھے، جب ابو معقلؓ حج سے واپس تشریف لائے تو ام معقلؓ نے ان سے کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ میں اپنے اوپر حج کرنے کو لازم سمجھتی ہوں؟ پس یہ دونوں شوہر بیوی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے، تو ام معقلؓ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! مجھ پر حج کرنا لازم ہے اور ابو معقلؓ کے پاس ایک جوان اونٹ ہے (تو ان سے کہہ دیا جائے کہ وہ مجھے حج کرنے کیلئے یہ اونٹ دیدیں) تو ابو معقل نے کہا: تم نے سچ کہا لیکن میں اس جانور کو اللہ کے راستے (جہاد) میں صدقہ کر چکا ہوں، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی بیوی کو یہ اونٹ دیدو تاکہ تمہاری بیوی اس پر سوار ہو کر حج کر سکے کیونکہ یہ حج کا سفر بھی اللہ کے راستہ کا سفر ہے۔ پس ابو معقلؓ نے انکو یہ جوان اونٹ دیدیا، تو ام معقلؓ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں ایک ایسی خاتون ہوں کہ میری عمر زیادہ ہو چکی ہے اور میں بیمار رہتی ہوں تو کیا کوئی ایسا عمل ہے جو میرے حج کی طرف سے کافی ہو جائے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رمضان میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے۔

تخریج: جامع الترمذي - الحج (۹۳۹) سنن أبي داود - المناسك (۱۹۸۸) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۷۵/۶) مسند أحمد - من مسند القبائل (۴۰۵/۶) موطأ مالك - الحج (۷۷۷) سنن الدارمي - المناسك (۱۸۶۰)

شرح الحدیث أَخْبَرَنِي رَسُولُ مَرْوَانَ، الَّذِي أُرْسِلَ إِلَى أُمِّ مَعْقِلٍ: مروان نے جس قاصد کو ام معقلؓ کے پاس بھیجا

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج۸ ص ۳۲۵

تھا (ان کے قصہ حج کو دریافت کرنے کیلئے) اس نے مجھ کو خبر دی، اس مضمون کی جو آگے روایت میں آرہا ہے۔

عمرۂ رمضان سے متعلق قصۂ ام معقل اور اس جیسے دوسرے قصے: ام معقلؓ نے اپنا قصہ اس طرح بیان کیا کہ مجھے یہ بات معلوم ہوئی کہ میرے شوہر ابو معقل کا ارادہ حضور ﷺ کیساتھ حج کو جانے کا ہے تو جب وہ گھر میں آئے تو میں نے ان سے کہا کہ آپ کو یہ بات معلوم ہے کہ مجھ پر حج فرض ہے (لہذا مجھے بھی اپنی ساتھ لے چلو)۔ پھر یہ دونوں (ابو معقلؓ وام معقلؓ) حضور ﷺ کے پاس گئے وہاں جاکر ام معقلؓ نے آپ ﷺ سے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھ پر حج واجب ہے اور ابو معقلؓ کے پاس ایک جوان اونٹ ہے (جس پر میں حج کو جاسکتی ہوں)، اس پر ابو معقلؓ نے کہا: بے شک ام معقلؓ سچ کہتی ہیں، لیکن میں نے تو اس اونٹ کو جہاد فی سبیل اللہ کیلئے وقف کر دیا ہے۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے ابو معقل سے فرمایا: وہ اونٹ تم ان کو دے دو حج بھی سبیل اللہ ہی ہے۔ چنانچہ انہوں نے وہ اونٹ ام معقلؓ کو دیدیا (لیکن جب سواری کا نظم ہو گیا) تو وہ کہنے لگیں: یارسول اللہ! میں بوڑھی ہوگئی ہوں اور بیمار بھی ہوں تو کیا کوئی دوسرا عمل ایسا ہے جو حج کا بدل بن سکے؟ حضور ﷺ فرمایا: عُمْرَةٌ فِي رَمَضَانَ تُجْزِئُ حَجَّةً۔ ہاں رمضان میں ایک عمرہ کرنا حج کے برابر ہے۔ اس حدیث میں رمضان المبارک میں عمرہ کی بڑی اونچی فضیلت مذکور ہے یعنی یہ کہ وہ حج کے برابر ہے اور دوسرے طریق میں یہ ہے کہ وہ عمرہ میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے یعنی ثواب اور فضیلت کے لحاظ سے اور یہ مطلب نہیں کہ عمرۂ رمضان حج فرض کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ چنانچہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ عمرۂ رمضان سے حج ساقط نہیں ہوتا۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے: قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ [1]۔ امام بخاریؒ نے اس حدیث پر مستقل ترجمۃ الباب قائم کیا ہے: بَابُ عُمْرَةٍ فِي رَمَضَانَ، لیکن قصہ جو ذکر کیا ہے وہ اس سے مختلف ہے۔ بخاری کی ایک روایت میں تو اس طرح ہے کہ آپ ﷺ نے ایک انصاری عورت سے فرمایا۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ام سنانؓ سے فرمایا کہ تم ہماری ساتھ حج میں کیوں نہیں گئی؟ انہوں نے عرض کیا: ہمارے پاس دو اونٹ تھے ایک پر تو میرے شوہر اور اس کا بیٹا حج کو چلے گئے تھے اور دوسرا اونٹ جو تھا وہ کھیت سیراب کرنے کے لئے تھا، اس لئے میں آپ کے ساتھ حج کو نہیں جاسکی۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب رمضان کا مہینہ آئے تو اس میں عمرہ کرلینا فَإِنَّ عُمْرَةً فِي رَمَضَانَ حَجَّةٌ اھ [2]۔ صحیح مسلم میں بھی یہ روایت اسی طرح ہے [3]۔ امام بخاریؒ نے اس قصہ اور حدیث کو دو جگہ ذکر فرمایا ہے، ایک جگہ تو اس پر بَابُ عُمْرَةٍ فِي رَمَضَانَ اور دوسری جگہ بَابُ حَجِّ النِّسَاءِ [4] ترجمہ قائم کیا ہے، گویا رمضان میں عمرہ کرنا یہ حج النساء ہے۔

---

[1] جامع الترمذي - كتاب فضائل القرآن - باب ما جاء في سورة الإخلاص ٢٨٩٩

[2] صحيح البخاري - أبواب العمرة - باب عمرة في رمضان ١٦٩٠

[3] صحيح مسلم - كتاب الحج - باب فضل العمرة في رمضان ١٢٥٦

[4] صحيح البخاري - أبواب الإحصار وجزاء الصيد - باب حج النساء ١٧٦٤

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ امام ابوداودؒ نے اولاً تو یہ قصہ خود ام معقلؓ کی روایت سے بیان کیا ہے، اس کے بعد بروایت ابن عباسؓ اس کو بیان کیا ہے، لیکن اس میں ام معقلؓ کے نام کے تصریح نہیں ہے مطلق امرأۃ مذکور ہے اور صحیحین میں بھی یہ حدیث بروایت ابن عباسؓ ہے لیکن صحیحین کے سیاق اور ابوداود کے سیاق میں فرق ہے، کما تری۔ نیز حافظؒ نے فتح الباری میں اس قسم کے کئی قصے ذکر کیے ہیں دوسری کتب حدیث سے، بعض میں قصہ کی نسبت ام سلیمؓ کی طرف ہے اور بعض میں ام طلیقؓ کی طرف، نیز انہوں نے ابوداود اور نسائی کے حوالہ سے ام معقلؓ کا یہ قصہ بھی ذکر کیا ہے۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں: ظاہر یہ ہے کہ یہ قصے الگ الگ اور مستقل ہیں، واللہ تعالیٰ أعلم [1]۔ نیز واضح رہے کہ مصنف نے ام معقلؓ کے قصہ کو نام کی تصریح کے ساتھ دو طریق سے ذکر کیا ہے لیکن دونوں طریق کے سیاق بظاہر مختلف ہیں اور محتاج توجیہ وتاویل ہیں۔

۱۹۸۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ الطَّائِيُّ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ خَالِدٍ الْوَهْبِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ عِيسَى بْنِ مَعْقِلِ بْنِ أُمِّ مَعْقِلٍ الْأَسَدِيِّ أَسَدِ خُزَيْمَةَ، حَدَّثَنِي يُوسُفُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ، عَنْ جَدَّتِهِ أُمِّ مَعْقِلٍ، قَالَتْ: لَمَّا حَجَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَّةَ الْوَدَاعِ وَكَانَ لَنَا جَمَلٌ، فَجَعَلَهُ أَبُو مَعْقِلٍ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَأَصَابَنَا مَرَضٌ وَهَلَكَ أَبُو مَعْقِلٍ وَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ حَجِّهِ جِئْتُهُ، فَقَالَ: «يَا أُمَّ مَعْقِلٍ مَا مَنَعَكِ أَنْ تَخْرُجِي مَعَنَا؟» . قَالَتْ: لَقَدْ تَهَيَّأْنَا فَهَلَكَ أَبُو مَعْقِلٍ وَكَانَ لَنَا جَمَلٌ هُوَ الَّذِي نَحُجُّ عَلَيْهِ فَأَوْصَى بِهِ أَبُو مَعْقِلٍ فِي سَبِيلِ اللهِ، قَالَ: «فَهَلَّا خَرَجْتِ عَلَيْهِ، فَإِنَّ الْحَجَّ فِي سَبِيلِ اللهِ، فَأَمَّا إِذْ فَاتَتْكِ هَذِهِ الْحَجَّةُ مَعَنَا فَاعْتَمِرِي فِي رَمَضَانَ فَإِنَّهَا كَحَجَّةٍ» فَكَانَتْ تَقُولُ: الْحَجُّ حَجَّةٌ، وَالْعُمْرَةُ عُمْرَةٌ، وَقَدْ قَالَ: هَذَا لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَدْرِي أَلِي خَاصَّةً؟

ترجمہ: یوسف بن عبداللہ بن سلام عیسیٰ بن معقل کی دادی ام معقلؓ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ ام معقلؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے جب حجۃ الوداع فرمایا (میں کچھ عوارض کی وجہ سے حج پر نہ جا سکی) ہمارا ایک اونٹ تھا جس کو ابو معقلؓ نے اللہ کے راستہ میں وقف کر دیا تھا۔ نیز ہمیں بیماری لاحق ہو گئی تھی، نیز میرے شوہر ابو معقلؓ بھی انتقال کر گئے تھے (ان وجوہات کی وجہ سے میں حجۃ الوداع میں شرکت نہ کر سکی) جب رسول اللہ ﷺ اپنے حج سے فارغ ہو کر تشریف لائے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے معقل! تم کس وجہ سے ہماری ساتھ حج پر نہ جا سکیں؟ تو ام معقلؓ نے جواب دیا: ہم نے حج کی تیاری کر رکھی تھی لیکن ابو معقلؓ کا انتقال ہو گیا۔ نیز ہمارا ایک اونٹ تھا جس پر ہم نے حج کرنے کا ارادہ کیا ہوا تھا لیکن ابو معقلؓ نے وصیت کر دی کہ اسکو اللہ کے راستہ میں دے دیا جائے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اسی اونٹ پر حج کو چلی جاتیں کیونکہ حج بھی سبیل اللہ میں داخل ہے، اب چونکہ ہمارے ساتھ تم حج نہ کر سکیں تو تم رمضان میں عمرہ کرنا کیونکہ رمضان کا عمرہ حج کے برابر ہے۔ حضرت ام معقلؓ کہا کرتیں کہ حج کا ثواب تو حج کرنے سے حاصل ہوتا ہے اور عمرہ کرنے سے

[1] فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۳ ص ۶۰۴

عمرہ کا ثواب ملتا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے یہ ارشاد فرمایا ہے (کہ تمہارا رمضان کا عمرہ حج کے برابر ہے) تو نہیں معلوم کہ یہ حکم میرے ساتھ خاص ہے (یا تمام مسلمانوں کے لئے یہی حکم ہے؟)۔

تخریج جامع الترمذي - الحج (٩٣٩) سنن أبي داود - المناسك (١٩٨٩) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٧٥/٦) مسند أحمد - من مسند القبائل (٤٠٥/٦) موطأ مالك - الحج (٧٧٧) سنن الدارمي - المناسك (١٨٦٠)

١٩٩٠ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ عَامِرٍ الْأَحْوَلِ، عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَرَادَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَجَّ فَقَالَتْ: امْرَأَةٌ لِزَوْجِهَا أَحِجَّنِي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى جَمَلِكَ، فَقَالَ: مَا عِنْدِي مَا أُحِجُّكِ عَلَيْهِ، قَالَتْ: أَحِجَّنِي عَلَى جَمَلِكَ فُلَانٍ، قَالَ: ذَاكَ حَبِيسٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، فَأَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنَّ امْرَأَتِي تَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَرَحْمَةَ اللَّهِ، وَإِنَّهَا سَأَلَتْنِي الْحَجَّ مَعَكَ، قَالَتْ: أَحِجَّنِي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: مَا عِنْدِي مَا أُحِجُّكِ عَلَيْهِ، فَقَالَتْ أَحِجَّنِي عَلَى جَمَلِكَ فُلَانٍ، فَقُلْتُ: ذَاكَ حَبِيسٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، فَقَالَ: «أَمَا إِنَّكَ لَوْ أَحْجَجْتَهَا عَلَيْهِ كَانَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ؟» قَالَ: وَإِنَّهَا أَمَرَتْنِي أَنْ أَسْأَلَكَ مَا يَعْدِلُ حَجَّةً مَعَكَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَقْرِئْهَا السَّلَامَ وَرَحْمَةَ اللَّهِ وَبَرَكَاتِهِ، وَأَخْبِرْهَا أَنَّهَا تَعْدِلُ حَجَّةً مَعِي» - يَعْنِي عُمْرَةً فِي رَمَضَانَ -.

ترجمہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حج کا ارادہ فرمایا تو ایک خاتون (ام معقلؓ) نے اپنے شوہر سے کہا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں حج کرا دو تو ان کے شوہر نے کہا: میرے پاس ایسی سواری نہیں ہے جس پر میں تمہیں حج پر بھیج سکوں، تو اس خاتون نے کہا کہ مجھے اپنے فلاں اونٹ پر حج کیلئے بھیج دو، تو ان کے شوہر نے جواب دیا کہ یہ اونٹ تو اللہ کے راستے میں وقف ہو چکا ہے، تو یہ شوہر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میری اہلیہ نے آپکو سلام اور اللہ کی رحمتیں کہلوائی ہیں اور انہوں نے مجھ سے آپکی معیت میں حج کرنے کا مطالبہ کیا اور کہا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں حج پر بھیج دو تو میں نے ان سے کہا کہ میرے پاس ایسی سواری موجود نہیں جس پر تمہیں حج پر بھیج سکوں تو میری اہلیہ نے کہا کہ تم اپنے فلاں نے اونٹ پر مجھے سوار کر کے حج پر بھیج دو، تو میں نے ان سے کہا کہ یہ اونٹ اللہ تعالیٰ کے راستے کیلئے وقف ہو چکا ہے۔ تو اس سب بات کو سن کر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم اپنی اہلیہ کو اس وقف شدہ اونٹ پر حج کرا دیتے تو یہ سفر بھی اللہ کے راستے میں شمار ہوتا۔ شوہر نے کہا کہ میری اہلیہ نے مجھ سے پوچھوایا ہے کہ میں آپ سے یہ سوال کروں کہ وہ کون سی عبادت ہے جسکو کرنے سے آپ کی معیت میں حج کرنے کا ثواب حاصل ہو جائیگا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی اہلیہ کو میرا سلام اور اللہ کی رحمت اور برکتوں کی دعا کہنا اور ان کو بتلانا کہ رمضان میں عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ثواب رکھتا ہے۔

تخریج صحيح البخاري - الحج (١٦٩٠) صحيح البخاري - الحج (١٧٦٤) صحيح مسلم - الحج (١٢٥٦) سنن أبي داود - المناسك (١٩٩٠) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩٩٤) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٢٩/١) سنن الدارمي - المناسك (١٨٥٩)

شرح الحديث فَقَالَ: مَا عِنْدِي مَا أُحِجُّكِ عَلَيْهِ، قَالَتْ: أَحِجَّنِي عَلَى جَمَلِكَ فُلَانٍ: میں نے کہا میرے پاس کوئی ایسی سواری نہیں ہے جس پر تجھ کو حج کرا سکوں، اس نے کہا مجھ کو توحج کرادے اپنے فلاں اونٹ پر۔

۱۹۹۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ، حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «اعْتَمَرَ عُمْرَتَيْنِ عُمْرَةً فِي ذِي الْقِعْدَةِ، وَعُمْرَةً فِي شَوَّالٍ».

ترجمہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دو عمرے فرمائے ہیں: ایک عمرہ ذی قعدہ کے مہینے میں فرمایا اور دوسرا عمرہ ماہ شوال میں فرمایا۔

تخریج صحيح البخاري - الحج (۱۶۸۵) صحيح مسلم - الحج (۱۲۵۵) سنن أبي داود - المناسك (۱۹۹۱) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۷۰/۲) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۱۵۵/۲)

شرح الحديث اس روایت میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے دو عمرے کئے ایک ذیقعدہ میں دوسرا شوال میں۔

آپ ﷺ کے عمروں کی تعداد اور اجمالی بیان: جاننا چاہیئے کہ روایات کثیرہ شہیرہ میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے چار عمرے کئے: ① عمرۃ الحدیبیہ ۶ ھ میں ② عمرۃ القضاء ۷ ھ میں، ③ عمرۃ الجعرانہ ۸ ھ میں، ④ وہ عمرہ جو آپ ﷺ نے حج کیساتھ کیا کیونکہ آپ ﷺ کا حج، حج قران تھا۔ ان چار میں پہلا یعنی عمرۃ الحدیبیہ عمرۂ حکمی ہے حقیقی نہیں، کیونکہ اس میں آپ ﷺ کو احصار واقع ہو گیا تھا کفار مکہ کی طرف سے جس بناء آپ ﷺ اس سال عمرہ نہ کر سکے تھے مگر چونکہ احرام بھی باندھا تھا اور ہدی کی قربانی بھی حدیبیہ میں کی تھی، دوسرے یہ کہ عمرہ کا پختہ ارادہ تھا اس لئے اس کو بھی عمرہ ہی شمار کیا جاتا ہے۔

دوسری بات یہ بھی سمجھیے کہ آپ ﷺ کے یہ سب عمرے ذیقعدہ میں ہوئے، لیکن اس حدیث میں حضرت عائشہؓ صرف دو عمرے بیان کر رہی ہیں اور ساتھ میں یہ فرما رہی ہیں کہ ان میں سے ایک شوال میں ہوا، لہذا یہاں دو اشکال ہوئے ایک تعداد میں، دوسرا مہینہ کے بارے میں۔ جواب یہ ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے حضرت عائشہؓ نے صرف عمرۃ القضاء اور عمرۃ الجعرانہ کو لیا ہے عمرۃ الحدیبیہ کو اسلئے چھوڑ دیا کہ وہ عمرۂ حکمی ہے اور حج والے عمرہ کو اسلئے چھوڑ دیا کہ وہ حج کے ضمن میں ہوا تھا اور عمرۂ شوال سے مراد عمرۃ الجعرانہ ہے اسلئے کہ اس عمرہ کی صورت میں یہ ہوئی تھی، کہ فتح مکہ کے بعد بماہ شوال آپ ﷺ مکہ سے روانہ ہوئے غزوۂ حنین کیلئے، پھر اس غزوہ سے فراغ پر آپ ﷺ جب مقام جعرانہ میں فروکش ہوئے اور وہاں غنائم حنین کو تقسیم فرمایا۔

عمرۂ جعرانہ: توچونکہ وہاں سے مکہ مکرمہ قریب ہے، آپ ﷺ نے مناسب نہ سمجھا کہ بغیر عمرہ کئے یہاں سے سیدھے [1] مدینہ منورہ روانہ ہو جائیں اس لئے واپسی سے ایک دن قبل شب میں آپ ﷺ جعرانہ سے عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ تشریف لائے، رات ہی میں افعال عمرہ ادا کئے، بعد الفراغ اسی وقت جعرانہ واپس آگئے، صبح یہیں پہنچ کر کی۔ چونکہ رات

---

[1] ایک قول اس میں یہ ہے آپ ﷺ کا مقصود دراصل عمرہ کرنا نہ تھا بلکہ چونکہ ابھی قریب میں مکہ فتح ہوا تھا اس لئے وہاں پہنچ کر فتح کے بعد کے حالات کا جائزہ لینا تھا، ۱۲۔

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے چار عمرے فرمائیں: ① حدیبیہ کا عمرہ، ② جب رسول اللہ ﷺ اور قریش مکہ نے اگلے سال عمرہ کرنے پر اتفاق کیا تھا (عمرۃ القضاء ذی القعدہ سن سات ہجری میں فرمایا)، ③ جعرانہ کا عمرہ، ④ حضور ﷺ نے اپنے حج کے ساتھ ملا کر عمرہ فرمایا تھا۔

تخریج: جامع الترمذي - الحج (٨١٦) سنن أبي داود - المناسك (١٩٩٣) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٠٣) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٢٤٦) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٣٢١) سنن الدارمي - المناسك (١٨٥٨)

١٩٩٤ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، وَهُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «اعْتَمَرَ أَرْبَعَ عُمَرٍ كُلُّهُنَّ فِي ذِي الْقِعْدَةِ إِلَّا الَّتِي مَعَ حَجَّتِهِ» . قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَتْقَنْتُ مِنْ هَا هُنَا مِنْ هُدْبَةَ وَسَمِعْتُهُ مِنْ أَبِي الْوَلِيدِ، وَلَمْ أَضْبِطْهُ عُمْرَةً زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ أَوْ مِنَ الْحُدَيْبِيَةِ، وَعُمْرَةَ الْقَضَاءِ فِي ذِي الْقِعْدَةِ، وَعُمْرَةً مِنَ الْجِعْرَانَةِ حَيْثُ قَسَمَ غَنَائِمَ حُنَيْنٍ فِي ذِي الْقِعْدَةِ، وَعُمْرَةً مَعَ حَجَّتِهِ.

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے چار عمرے فرمائیں، سارے عمرے ماہ ذی القعدہ میں فرمائیں سوائے اس عمرے کے جو آپ ﷺ نے اپنے حج کے ساتھ فرمایا تھا (اس عمرہ کے ارکان ماہ ذی الحجہ میں ادا فرمائیں اور اس کا احرام ماہ ذی القعدہ ہی میں باندھا تھا)۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ یہاں تک۔ مجھے ہدبہ استاد کی حدیث اچھی طرح یاد ہے اور یہ حدیث میں نے ابوالولید استاد سے بھی سنی ہے لیکن مجھے اسکے الفاظ اچھی طرح یاد نہیں، اس میں یہ اضافہ ہے کہ حدیبیہ کے سال یا مقام حدیبیہ سے ماہ ذی القعدہ میں پہلا عمرہ کیا اور ذی القعدہ کے مہینے میں مقام جعرانہ سے ایک اور عمرہ کیا جہاں حضور ﷺ نے جنگ حنین کی غنیمتوں کو تقسیم فرمایا تھا اور ایک عمرہ آپ ﷺ نے اپنے حجۃ الوداع کے ساتھ فرمایا۔

تخریج: صحيح البخاري - الحج (١٦٨٧) صحيح البخاري - الحج (١٦٨٨) صحيح البخاري - المغازي (٣٩١٧) صحيح مسلم - الحج (١٢٥٣) سنن أبي داود - المناسك (١٩٩٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٢٤٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٢٥٦) سنن الدارمي - المناسك (١٧٨٧)

٨٠ - بَابُ الْمُهِلَّةِ بِالْعُمْرَةِ تَحِيضُ فَيُدْرِكُهَا الْحَجُّ فَتَنْقُضُ عُمْرَتَهَا وَتُهِلُّ بِالْحَجِّ هَلْ تَقْضِي عُمْرَتَهَا؟

جو خاتون عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد حائضہ ہو جائے پھر اسے حج کا زمانہ مل جائے تو یہ خاتون اپنے عمرہ کو چھوڑ کر حج کا احرام باندھ لے تو کیا یہ خاتون اپنے عمرہ کی قضاء کرے گی؟

حدیث الباب کا تعلق احرام عائشہؓ سے ہے، جس کی تفصیل ہمارے یہاں کتاب الحج کے اوائل میں گزر چکی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک وہ مفردہ تھیں اور جمہور کے نزدیک قارنہ، ہمارے نزدیک انہوں نے رفض عمرہ کیا تھا، جس کی قضاء میں انہوں نے عمرۂ تنعیم کیا۔

کے شروع میں بھی آپ ﷺ جعرانہ ہی میں تھے اور پھر صبح ہونے سے پہلے جعرانہ پہنچ گئے اسی کو راوی کہتا ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے: فَأَصْبَحَ بِالْجِعْرَانَةِ [1] كَبَائِتٍ (صبح کی آپ ﷺ نے جعرانہ میں اس طور پر کہ گویا رات بھی یہیں گزری) حالانکہ پوری رات یہاں نہیں گزری بلکہ وہ تو مکہ مکرمہ جانے آنے اور عمرہ کرنے میں گزری۔ اس تفصیل سے ہماری غرض یہ ہے کہ جس سفر کے ضمن میں یہ عمرہ ہوا یعنی غزوۂ حنین اس سفر کی ابتداء شوال میں ہوئی تھی، اسی لحاظ سے اس عمرہ کو عمرۂ شوال کہا گیا ہے، ورنہ فی الواقع یہ عمرہ بھی آپ کا دوسرے عمروں کی طرح ماہ ذیقعدہ ہی میں ہوا تھا۔

فائدہ: حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے جس طرح جزء حجۃ الوداع رسالہ تصنیف فرمایا اسی طرح اس کا تکملہ جزء العمرات بھی تالیف فرمایا ہے جس میں آپ ﷺ کے تمام عمروں کی تفصیل مذکور ہے۔ اس رسالہ میں عمرۂ جعرانہ کے بیان میں لکھا ہے کہ چونکہ یہ عمرہ رات کے وقت میں ہوا تھا اسلئے بعض صحابہ پر یہ عمرہ مخفی رہ گیا [2]۔ چنانچہ صحیح مسلم میں نافع سے روایت ہے: ذُكِرَ عِنْدَ ابْنِ عُمَرَ عُمْرَةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْجِعْرَانَةِ، فَقَالَ: لَمْ يَعْتَمِرْ مِنْهَا [3]۔ اور صحیح بخاری میں اس طرح ہے: نافع فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے کوئی عمرہ جعرانہ سے نہیں کیا اور اگر یہ عمرہ آپ ﷺ نے کیا ہوتا تو ابن عمرؓ پر پوشیدہ نہ رہتا۔

١٩٩٢ - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: سُئِلَ ابْنُ عُمَرَ كَمِ اعْتَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ: مَرَّتَيْنِ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: لَقَدْ عَلِمَ ابْنُ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِ «اعْتَمَرَ ثَلَاثًا سِوَى الَّتِي قَرَنَهَا بِحَجَّةِ الْوَدَاعِ».

ترجمہ مجاہد کہتے ہیں کہ ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے کتنے عمرے فرمائیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ دو عمرے فرمائیں، تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ عبد اللہ بن عمرؓ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے عمرے کے علاوہ تین عمرے فرمائیں ہیں۔

تخریج صحيح البخاري - الحج (١٦٨٥) سنن أبي داود - المناسك (١٩٩٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/٧٠) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/١٥٥)

١٩٩٣ حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، وَقُتَيْبَةُ، قَالَا: حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْعَطَّارُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: "اعْتَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعَ عُمَرٍ: عُمْرَةَ الْحُدَيْبِيَةِ، وَالثَّانِيَةَ حِينَ تَوَاطَئُوا عَلَى عُمْرَةٍ مِنْ قَابِلٍ، وَالثَّالِثَةَ مِنَ الْجِعْرَانَةِ، وَالرَّابِعَةَ الَّتِي قَرَنَ مَعَ حَجَّتِهِ".

---

[1] جامع الترمذي - كتاب الحج - باب ما جاء في العمرة من الجعرانة ٩٣٥، صحیح تو یہی ہے، لیکن ابوداود شریف کی روایت (برقم ١٩٩٦) میں اس کے بجائے فَأَصْبَحَ بِمَكَّةَ كَبَائِتٍ ہے کما سیأتي التنبيه علمية، ١٢۔

[2] حجة الوداع وعمرات النبي صلى الله عليه وسلم — ص ٣٢٦

[3] صحيح مسلم — كتاب الأيمان — باب نذر الكافر وما يفعل فيه إذا أسلم ١٦٥٦

احرام عائشہ میں مصنف کی رائے: امام ابو داؤدؒ نے جو ترجمۃ الباب قائم کیا اور پھر اس کے ذیل میں احرام عائشہؓ والی روایت ذکر فرمائی اس سے معلوم ہوا کہ مصنف بھی احرام عائشہؓ کے بارے میں حنفیہ کے موافق ہیں کہ انہوں نے رفض عمرہ کر کے بعد میں اس کی قضاء کی تھی۔

۱۹۹۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ، حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ مَاهَكَ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ أَبِيهَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ: «يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ أَرْدِفْ أُخْتَكَ عَائِشَةَ فَأَعْمِرْهَا مِنَ التَّنْعِيمِ فَإِذَا هَبَطْتَ بِهَا مِنَ الْأَكَمَةِ فَلْتُحْرِمْ فَإِنَّهَا عُمْرَةٌ مُتَقَبَّلَةٌ».

ترجمہ: حفصہ بنت عبد الرحمن بن ابی بکر اپنے والد عبد الرحمن بن ابی بکر سے روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عبد الرحمن سے فرمایا: اے عبد الرحمن! اپنی بہن عائشہ کو اپنی سواری میں پیچھے بٹھاؤ اور انکو تنعیم سے عمرہ کراؤ، پس جب تم ٹیلوں والی جگہ سے حضرت عائشہؓ کے ساتھ نیچے اترو تو وہاں سے عائشہؓ احرام باندھ لیں کیونکہ یہ عمرہ قبول ہوگا۔

تخریج: صحيح البخاري - الحج (١٦٩٢) صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٨٢٣) صحيح مسلم - الحج (١٢١٢) جامع الترمذي - الحج (٩٣٤) سنن أبي داود - المناسك (١٩٩٥) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩٩٩) مسند أحمد - مسند الصحابة بعد العشرة (١٩٧/١) مسند أحمد - مسند الصحابة بعد العشرة (١٩٨/١) سنن الدارمي - المناسك (١٨٦٢) سنن الدارمي - المناسك (١٨٦٣)

۱۹۹۶- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مُزَاحِمِ بْنِ أَبِي مُزَاحِمٍ، حَدَّثَنِي أَبِي مُزَاحِمٍ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَسِيدٍ، عَنْ مُحَرِّشٍ [1] الْكَعْبِيِّ، قَالَ: «دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجِعْرَانَةَ فَجَاءَ إِلَى الْمَسْجِدِ فَرَكَعَ مَا شَاءَ اللهُ، ثُمَّ أَحْرَمَ، ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى رَاحِلَتِهِ فَاسْتَقْبَلَ بَطْنَ سَرِفَ حَتَّى لَقِيَ طَرِيقَ الْمَدِينَةِ فَأَصْبَحَ بِمَكَّةَ كَبَائِتٍ».

ترجمہ: حضرت محرّش کعبیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مقام جعرانہ میں پہنچے اور وہاں موجود مسجد تشریف لیجا کر اسمیں چند رکعات نماز ادا فرمائیں پھر آپ ﷺ نے وہاں سے (عمرہ کا) احرام باندھا پھر اپنی سواری پر تشریف فرما ہوئے اور آپ ﷺ نے بطن سرف والا راستہ اختیار کیا یہاں تک کہ آپ اس راستے پر پہنچ گئے جو راستہ مدینہ طیبہ کی طرف جارہا ہے اور آپ نے مکہ مکرمہ میں ایسے صبح فرمائی جیسا کہ رات وہیں گزاری ہو۔

تخریج: جامع الترمذي - الحج (٩٣٥) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨٦٣) سنن أبي داود - المناسك (١٩٩٦) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٢٦/٣) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٢٧/٣) سنن الدارمي - المناسك (١٨٦١)

شرح الحدیث: فَاسْتَقْبَلَ بَطْنَ سَرِفَ حَتَّى لَقِيَ طَرِيقَ الْمَدِينَةِ فَأَصْبَحَ بِمَكَّةَ كَبَائِتٍ: یعنی جعرانہ سے احرام باندھ کر آپ ﷺ سواری پر سوار ہوئے اور بطن سرف کی طرف روانہ ہوئے اور مقام سرف پر پہنچ کر آپ ﷺ کو وہ سڑک مل گئی جو

---

[1] نسائی کی ایک روایت میں اسطرح ہے: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنَ الْجِعْرَانَةِ لَيْلًا..... فَاعْتَمَرَ، ثُمَّ أَصْبَحَ بِهَا كَبَائِتٍ یعنی جس وقت آپ ﷺ رات کی تاریکی میں جعرانہ سے روانہ ہوئے تو آپ ﷺ ایسے چمک رہے تھے جیسے بہتا ہوا چاندی کا پانی۔ ۱۲۔

مکہ سے مدینہ کا راستہ ہے، یعنی اس سڑک پر آنے کے بعد آپ ﷺ وہاں سے مکہ پہنچ کر آپ ﷺ نے صبح کی اس طرح کہ جیسے کسی نے وہیں رات گزاری ہو۔

واضح رہے کہ موضع سرف لب سڑک ہی واقع ہے، وہ سڑک جو مکہ سے مدینہ آرہی ہے لہٰذا پہلے آپ ﷺ جعرانہ سے سرف تشریف لائے (جعرانہ سے براہ راست راستہ مکہ کی طرف نہیں ہے) اور وہاں سے سیدھا راستہ مکہ کو جارہا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ وہاں سے مکہ تشریف لے آئے، ان راستوں کا نقشہ اس طرح ہے:
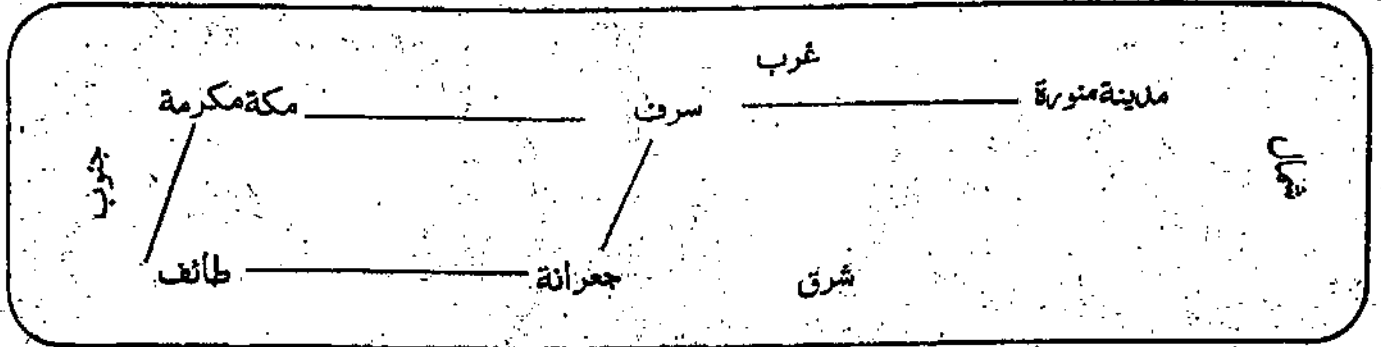
ابوداود کی روایت میں ایک وہم: اس کے بعد سمجھیے کہ یہ حدیث جو عمرۂ جعرانہ سے متعلق ہے یہاں ابو داؤد شریف میں بہت ہی مختصر ہے اس میں اختصار مخل واقع ہوا ہے۔ روایت مفصلہ ترمذی شریف میں ہے، اس عمرہ کی صورت حال ہمارے یہاں ابھی قریب میں گزری ہے۔ ابوداود کی روایت میں اختصار کے علاوہ ایک وہم ہے، اس میں ہے: فَأَصْبَحَ بِمَكَّةَ كَبَائِتٍ، حالانکہ صحیح یہ ہے: فَأَصْبَحَ بِالْجِعِرَّانَةِ كَبَائِتٍ، چنانچہ ترمذی اور نسائی میں اسی طرح ہے جس کی توضیح ہمارے یہاں گزر چکی ہے۔ دوسری بات قابل ذکر یہ ہے کہ یہ حدیث یہاں بے محل ہے باب کی پہلی حدیث جس میں عمرۂ تنعیم مذکور ہے وہ تو عین ترجمۃ الباب کے مطابق ہے لیکن اس حدیث کا ترجمۃ الباب سے کوئی تعلق نہیں ہے، بظاہر ناسخین نے یہاں غلطی سے نقل کردی، واللہ تعالیٰ أعلم۔ سوچنے سے ایک مناسبت ذہن میں آئی وہ یہ کہ اگرچہ اس عمرہ کو ترجمۃ الباب سے کوئی مناسبت نہیں ہے لیکن آپس میں ان دونوں عمروں کو بعض وجوہ سے مناسبت ہے، وہ یہ کہ یہ دونوں عمرے رات کے وقت میں ہوئے، نیز دونوں عجلت کی حالت میں ہوئے، اسی طرح ایک کا تعلق ان میں سے حضور ﷺ سے ہے اور دوسرے کا آپ ﷺ کی ان اہلیہ محترمہ سے ہے جو آپ ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں، اور مصنف کی یہ عادت ہے کہ وہ بعض علمی فوائد باب کے تحت کسی مناسبت سے لے آتے ہیں، واللہ أعلم۔

۸۱۔ بَابُ الْمُقَامِ فِي الْعُمْرَةِ

عمرہ کی ادائیگی کے بعد مکہ مکرمہ میں کتنے دن قیام کرسکتے ہیں؟

حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ رُشَيْدٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ أَبَانَ بْنِ صَالِحٍ، وَعَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ،

عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «أَقَامَ فِي عُمْرَةِ الْقَضَاءِ ثَلَاثًا».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرۃ القضاء کرنے کے بعد مکہ مکرمہ میں تین دن قیام فرمایا۔

٨٢۔ بَابُ الْإِفَاضَةِ فِي الْحَجِّ

حج کے ارکان ادا کرنے کے بعد طواف زیارت کرنے کا بیان

یعنی حج کے طواف افاضہ کا بیان، جس کو طواف زیارت اور طواف رکن بھی کہتے ہیں۔

١٩٩٨- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «أَفَاضَ يَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ صَلَّى الظُّهْرَ بِمِنًى يَعْنِي رَاجِعًا».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دس ذی الحجہ کو طواف زیارت فرمایا پھر مکہ مکرمہ سے منیٰ لوٹ کر نماز ظہر مقام منیٰ میں ادا فرمائی۔

تخریج: صحيح مسلم - الحج (١٣٠٨) سنن أبي داود - المناسك (١٩٩٨) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٣٤/٢).

شرح الحدیث: اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں: ① اول یہ کہ آپ ﷺ نے طواف افاضہ یوم النحر یعنی دس ذی الحجہ کو دن میں کیا، ظہر سے قبل، ② دوسری بات یہ کہ آپ ﷺ نے ظہر کی نماز منیٰ میں پہنچ کر پڑھی۔ اس امر ثانی میں روایات مختلف ہیں کما تقدم فی حدیث جابرؓ الطویل، اور امر اول میں صحیح یہی ہے جو یہاں ہے اور اس کی تائید اس سے قبل باب رمی الجمار میں گزر چکی جس کے لفظ یہ ہیں: أَفَاضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ آخِرِ يَوْمِهِ [1] لیکن اسی باب میں اس سے اگلی حدیث میں یہ ہے:

أَخَّرَ طَوَافَ يَوْمِ النَّحْرِ إِلَى اللَّيْلِ پر تفصیلی کلام: عَنْ عَائِشَةَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَخَّرَ طَوَافَ يَوْمِ النَّحْرِ إِلَى اللَّيْلِ۔ اس روایت کا حوالہ ہمارے یہاں باب رمی الجمار میں بھی گزر چکا ہے۔ اس روایت میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے طواف زیارت رات میں کیا (کیونکہ یوم النحر میں جو طواف ہوتا ہے وہ تو طواف زیارت ہی ہے)۔ حافظ ابن قیمؒ نے اس حدیث کی شدت سے تغلیط کی ہے کہ یہ سب روایات کے خلاف ہے، اسکے غلط ہونے میں کوئی عالم شک نہیں کر سکتا ہے۔ اسی طرح ابن القطان نے بھی اسکو غیر صحیح کہا ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے طواف افاضہ بالاتفاق دن میں کیا نہ کہ رات میں۔ عائشہؓ وابن عباسؓ کے اثر کو حضرت امام بخاریؒ نے بھی صحیح بخاری میں تعلیقاً ذکر فرمایا ہے لیکن اسکے لفظ دوسرے ہیں: أَخَّرَ النَّبِيُّ

---

[1] سنن أبي داود - كتاب المناسك - باب في رمي الجمار ١٩٧٣

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزِّيَارَةَ إِلَى اللَّيْلِ [1]۔ اس صورت میں اشکال بہت ہلکا ہو جاتا ہے یعنی طواف زیارت مراد نہیں ہے بلکہ نفس زیارت بیت، کیونکہ زیارت بیت بھی عبادت ہے یا نفلی طواف نہ کہ طواف زیارت بعض علماء نے فرمایا کہ شاید تسمیۂ طواف میں غلطی ہو گئی، رات میں آپ ﷺ نے جو طواف کیا تھا یعنی اخیر شب میں وہ طواف وداع ہے نہ کہ طواف زیارت ایک توجیہ یہ کی گئی ہے (کمافی الکوکب) مراد عملاً تاخیر نہیں ہے بلکہ تجویزِ تاخیر (تاخیر کو جائز قرار دینا اور اس سے اشارہ طواف النساء کی طرف ہے کہ آپ ﷺ اپنی نے ازواج کو تاخیر طواف کی اجازت دی [2]۔ چنانچہ انہوں نے طواف زیارت یوم النحر کے بعد آنے والی شب میں کیا۔ ایک توجیہ یہ بھی کی گئی ہے کہ ممکن ہے لیل سے مراد بعد الغروب نہ ہو بلکہ وقت العشی یعنی بعد الزوال جس کو مجازاً لیل سے تعبیر کر دیا۔

نیز اس حدیث میں سنداً کمزوری یہ ہے کہ ابو الزبیر اس کو عائشہؓ وابن عباسؓ سے بلفظ "عن" روایت کر رہے ہیں، ابو الزبیر مدلس ہیں۔ نیز ان کا سماع گو ابن عباسؓ سے ثابت ہے، لکن فی سماعہ عن عائشۃؓ نظر کماقال الإمام البخاریؒ، وحکاہ عنہ الترمذی فی کتاب العلل۔ (ملخص من جزء الحج) امام ترمذیؒ سے تعجب ہے انہوں نے تو اس حدیث پر مستقل ترجمۃ الباب بَابُ مَا جَاءَ فِي طَوَافِ الزِّيَارَةِ بِاللَّيْلِ قائم کیا ہے اور حدیث کے بارے میں فرمایا: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ اھ [3]، حالانکہ اس حدیث کے بارے میں اکثر محدثین کو کلام ہے یا کم از کم مؤول ہے۔

۱۹۹۹۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَيَحْيَى بْنُ مَعِينٍ الْمَعْنَى وَاحِدٌ قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنَا أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَمْعَةَ، عَنْ أَبِيهِ، وَعَنْ أُمِّهِ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، يُحَدِّثَانِهِ جَمِيعًا ذَاكَ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَتْ لَيْلَتِي الَّتِي يَصِيرُ إِلَيَّ فِيهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَاءَ يَوْمِ النَّحْرِ فَصَارَ إِلَيَّ وَدَخَلَ عَلَيَّ وَهْبُ بْنُ زَمْعَةَ وَمَعَهُ رَجُلٌ مِنْ آلِ أَبِي أُمَيَّةَ مُتَقَمِّصَيْنِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِوَهْبٍ: «هَلْ أَفَضْتَ أَبَا عَبْدِ اللهِ؟» قَالَ: لَا وَاللهِ، يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «انْزِعْ عَنْكَ الْقَمِيصَ» قَالَ: فَنَزَعَهُ مِنْ رَأْسِهِ وَنَزَعَ صَاحِبُهُ قَمِيصَهُ مِنْ رَأْسِهِ، ثُمَّ قَالَ: وَلِمَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: «إِنَّ هَذَا يَوْمٌ رُخِّصَ لَكُمْ إِذَا أَنْتُمْ رَمَيْتُمُ الْجَمْرَةَ أَنْ تَحِلُّوا» - يَعْنِي مِنْ كُلِّ مَا حُرِمْتُمْ مِنْهُ إِلَّا النِّسَاءَ -، «فَإِذَا أَمْسَيْتُمْ قَبْلَ أَنْ تَطُوفُوا هَذَا الْبَيْتَ صِرْتُمْ حُرُمًا كَهَيْئَتِكُمْ قَبْلَ أَنْ تَرْمُوا الْجَمْرَةَ حَتَّى تَطُوفُوا بِهِ».

ترجمہ: حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ دس ذی الحجہ گزرنے کے بعد والی شام کو جب رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو وہ رات میری باری کی رات تھی پس آپ میرے گھر ہی رہے۔ چنانچہ میرے گھر میں وہب بن زمعہ اور انکے ساتھ بنو امیہ

---

[1] صحيح البخاري - كتاب الحج - باب الزيارة يوم النحر

[2] جاننا چاہیے کہ طواف زیارت امام اعظمؒ کے نزدیک ایام النحر کیساتھ موقت ہے، اسکے بعد اگر کیا تو دم واجب ہوگا۔ امام شافعی وصاحبین کے نزدیک موقت نہیں ہے بلکہ تاخیر عن ایام النحر جائز ہے۔ پس معلوم ہوا یوم النحر کے بعد والی شب میں بالاتفاق جائز ہے ۱۲۔

[3] جامع الترمذي - كتاب الحج - باب ما جاء في طواف الزيارة بالليل ۹۲۰

کے خاندان کا ایک شخص قمیص پہنے ہوئے داخل ہوئے تو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے وہب سے فرمایا: اے ابو عبد اللہ! کیا تم نے طواف زیارت کر لیا؟ تو وہب نے کہا اے اللہ کے رسول! میں نے طواف زیارت نہیں کیا، تو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی قمیص اتارو تو وہب اور انکے ساتھی نے اپنے سر کی جانب سے اپنی قمیص اتاری پھر وہب نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول آپ نے ہمیں قمیص اتارنے کا حکم کیوں ارشاد فرمایا؟ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ جب تم لوگ شیطان کو کنکر مار چکو تو آج کے دن تمہارے لئے اجازت ہے کہ تم ان چیزوں کو حلال کر کے اختیار کر سکتے ہو جو چیزیں تمہارے اوپر حرام کی گئیں تھیں البتہ بیویوں سے فائدہ اٹھانا اب بھی جائز نہیں پس اگر تم لوگ بیت اللہ کے طواف زیارت کرنے سے پہلے رات کے وقت میں داخل ہو جاؤ تو تم لوگ دوبارہ اسی طرح حالت احرام میں لوٹ جاؤ گے جیسا کہ تم شیطان کو کنکر مارنے سے پہلے احرام کی حالت میں تھے یہاں تک کہ تم طواف زیارت کر لو۔

تخریج سنن أبي داود - المناسك (١٩٩٩) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٢٩٥)

شرح الحدیث كَانَتْ لَيْلَتِي الَّتِي يَصِيرُ إِلَيَّ فِيهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اس جملہ کی تشریح و توضیح مع مالہ وماعلیہ بَابُ التَّعْجِيلِ مِنْ جَمْعٍ میں تحت حدیث: وَكَانَ ذَلِكَ الْيَوْمُ الْيَوْمَ الَّذِي يَكُونُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - تَعْنِي - عِنْدَهَا (برقم ١٩٤٢) گزر چکی، فارجع إليه لو شئت۔

یہ حدیث بالاتفاق محتاج تاویل ہے: وَدَخَلَ عَلَيَّ وَهْبُ بْنُ زَمْعَةَ وَمَعَهُ رَجُلٌ مِنْ آلِ أَبِي أُمَيَّةَ مُتَقَمِّصَيْنِ: اس حدیث سے مستفاد ہو رہا ہے کہ رمی وغیرہ کے بعد جو تحلل اصغر حاصل ہوتا ہے وہ مشروط ہے اس شرط کے ساتھ کہ آدمی یوم النحر میں غروب سے قبل تک طواف افاضہ کر لے اور اگر رات ہونے سے پہلے طواف افاضہ نہیں کیا تو وہ حاصل شدہ تحلل ختم ہو جاتا ہے اور پھر دوبارہ وہ شخص ویسا ہی ہو جاتا ہے جیسا کہ رمی کرنے سے پہلے تھا یعنی لبس مخیط وغیرہ اس کیلئے ناجائز ہو جاتا ہے، لیکن یہ کسی فقیہ اور امام کا مسلک نہیں ہے، لہذا یہ حدیث بالاتفاق محتاج توجیہ و تاویل ہے۔ تاویل یا تو یہ کی جائے کہ مقصود یہ ہے طواف زیارت میں تاخیر نہیں کرنی چاہیئے اور تغلیظاً یہ بھی فرمادیا کہ اگر تاخیر کی تو پھر جیسے تھے ویسے ہی ہو جاؤ گے، محض توبیخ اور تغلیظ ہے حقیقت کلام مراد نہیں ہے یا یہ کہا جائے کہ ممکن ہے ان کا وہ قمیص جو انہوں نے پہن رکھا تھا وہ متطیب ہو اور طیب چونکہ داعی الی الجماع ہوتی ہے تو اس خوف سے کہ یہ قمیص کہیں مفضی الی الجماع نہ ہو جائے ایسا فرمایا گیا یعنی یہ کہ اس قمیص کو اتار دو، واللہ سبحانہ وتعالی أعلم۔

٢٠٠٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «أَخَّرَ طَوَافَ يَوْمِ النَّحْرِ إِلَى اللَّيْلِ».

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے دس ذی الحجہ کے

طواف کو رات تک مؤخر فرمایا۔

تخریج جامع الترمذي - الحج (۹۲۰) سنن أبي داود - المناسك (۲۰۰۰) سنن ابن ماجه - المناسك (۳۰۵۹) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (۲۸۸/۱) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (۳۰۹/۱) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۲۱۵/۶)

۲۰۰۱ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «لَمْ يَرْمُلْ فِي السَّبْعِ الَّذِي أَفَاضَ فِيهِ».

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے طواف زیارت کے سات چکروں میں رمل نہیں فرمایا۔

تخریج سنن أبي داود - المناسك (۲۰۰۱) سنن ابن ماجه - المناسك (۳۰۶۰)

شرح الحدیث آپ ﷺ نے ان سات چکروں میں جو طواف افاضہ کے تھے رمل نہیں کیا۔ ملا علی قاریؒ نے اسکی وجہ بیان کی: لِتَقَدُّمِ السَّعْيِ عَلَيْهِ [1] یعنی چونکہ آپ ﷺ نے طواف قدوم کیساتھ شروع ہی میں سعی بین الصفا والمروہ کرلی تھی اور اس وقت یعنی طواف افاضہ کے بعد سعی کرنی نہیں تھی (جیسا کہ مسئلہ بھی یہی ہے) اور رمل اس طواف میں ہوتا ہے جس کے بعد سعی ہو، اسی لئے آپ ﷺ نے اس طواف میں رمل نہیں کیا، لیکن اس پر ہمارے حضرتؒ نے بذل المجہود میں حنفیہ وشافعیہ کے اختلاف کی طرف اشارہ فرمایا ہے جو قابل غور [2] ہے، پھر حضرت نے اپنی رائے یہ لکھی ہے کہ بظاہر رمل نہ کرنیکی وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کا یہ طواف راکبا تھا اور رکوب کی صورت میں رمل ممکن نہیں ہے۔ (بذل [3]) میں کہتا ہوں: باب الطواف الواجب میں یہ بحث گزر چکی کہ آپ ﷺ نے جو طواف راکبا فرمایا تھا وہ کونسا طواف تھا، وہاں بھی گزرا ہے کہ ظاہر یہ ہے وہ طواف زیارت ہی تھا، اور یہ روایت اس کی مؤید ہے، قال المنذري: وأخرجه الترمذي والنسائي وابن ماجه. اھ۔

۸۳۔ بَابُ الْوَدَاعِ

بیت اللہ سے رخصت ہونے کے طریقہ کا بیان

طواف وداع (رخصتی طواف) عند الأئمة الثلاثة واجب ہے، امام مالکؒ اور داؤد ظاہری کے نزدیک سنت ہے۔ نیز یہ طواف حج

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح — ج ۵ ص ۵۷۵

[2] حضرت کا منشا یہ ہے کہ عند الاکثر آپ ﷺ قارن تھے اور عند الحنفیہ قارن پر دو طواف اور دو سعی ہیں بخلاف شافعیہ وغیرہ کے کہ انکے نزدیک ایک ہی طواف اور ایک ہی سعی ہے، لہذا ہمارے مسلک کا تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ طواف افاضہ کے بعد سعی فرمائیں، یہ تو تشریح ہوئی حضرت کے کلام کی، لیکن احقر کہتا ہے کہ مسئلہ حنفیہ کے نزدیک بھی یہ ہے کہ اگر قارن طواف قدوم کے بعد سعی کرلے تو پھر اب طواف افاضہ کے بعد سعی نہ ہوگی، ملا علی قاریؒ کا کلام اسی پر مبنی ہے، واللہ اعلم، بذل المجہود میں ایک مقام پر خود حضرتؒ نے بھی اس طرف اشارہ فرمایا ہے، ۱۲۔

[3] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۹ ص ۳۳۲

کرنے والے کے حق میں ہے، معتمر پر نہیں ہے۔ نیز آفاقی پر ہے دون المکی۔ عورت اگر حائض ہو تو اس پر بھی نہیں ہے جیسا کہ آئندہ باب میں آرہا ہے خلافاً لعمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ فیجب عندہ علی الحائض ایضاً، فتقیم حتی تطهر فتطوف۔

۲۰۰۲- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَحْوَلِ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ النَّاسُ يَنْصَرِفُونَ فِي كُلِّ وَجْهٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يَنْفِرَنَّ أَحَدٌ حَتَّى يَكُونَ آخِرُ عَهْدِهِ الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے فرماتے ہیں کہ لوگ حج سے فارغ ہونے کے بعد واپس لوٹ جاتے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص حج سے فارغ ہونے کے بعد مکہ مکرمہ سے اس وقت تک واپس نہ جائے یہاں تک کہ اس کا آخری زمانہ بیت اللہ کے طواف کے ساتھ گزرے۔

تخریج: صحيح البخاري - الحج (۱٦٦۸) صحيح مسلم - الحج (۱۳۲۷) سنن أبي داود - المناسك (۲۰۰۲) سنن ابن ماجه - المناسك (۳۰۷۰) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (۲۲۲/۱) سنن الدارمي - المناسك (۱۹۳۲)

شرح الحدیث: كَانَ النَّاسُ يَنْصَرِفُونَ فِي كُلِّ وَجْهٍ: أي جانب وطريق یعنی لوگ حج سے فارغ ہونے کے بعد اپنے اپنے گھروں اور وطنوں کی طرف جانے لگے، کوئی کسی راستہ سے جارہا ہے اور کوئی کسی راستہ سے (ظاہر یات ہے کہ جو جس طرف سے آیا تھا وہ اسی طرف جائے گا) یعنی بغیر ہی طواف اور بیت اللہ شریف پر حاضری کے۔ جب آپ ﷺ نے یہ منظر دیکھا تو فرمایا: لَا يَنْفِرَنَّ أَحَدٌ حَتَّى يَكُونَ آخِرُ عَهْدِهِ الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ۔ ہر گز نہ لوٹے کوئی شخص اپنے وطن کی طرف جب تک وہ آخری ملاقات بیت اللہ سے نہ کرلے بطریق طواف۔ یہ حدیث دلیل جمہور ہے وجوب طواف میں، قال المنذري: أخرجه مسلم والنسائي وابن ماجه (عون)۔

۸٤- بَابُ الْحَائِضِ تَخْرُجُ بَعْدَ الْإِفَاضَةِ

عورت طواف زیارت کرنے کے بعد (طواف وداع کئے بغیر جاسکتی ہے یا نہیں؟)

ترجمۃ الباب والامسئلہ گزشتہ باب کے تحت گزر چکا ہے۔

۲۰۰۳- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ، فَقِيلَ: إِنَّهَا قَدْ حَاضَتْ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَعَلَّهَا حَابِسَتُنَا». قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّهَا قَدْ أَفَاضَتْ، فَقَالَ: «فَلَا إِذًا».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صفیہ بنت حیی کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ وہ حالت حیض میں ہے تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: شاید یہ عورت ہمیں مدینہ واپسی سے روک دے گی تو گھر والوں نے بتایا کہ

حضرت صفیہ طواف زیارت کر چکی ہیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تب تو صفیہ ہم کو واپسی کے سفر سے نہیں روکے گی۔

تخریج صحيح البخاري - الحيض (٣٢٢) صحيح البخاري - الحج (١٤٨٦) صحيح البخاري - الحج (١٦٤٦) صحيح البخاري - الحج (١٦٧٠) صحيح البخاري - الحج (١٦٧٣) صحيح البخاري - الحج (١٦٨٢) صحيح البخاري - المغازي (٤١٤٠) صحيح البخاري - الطلاق (٥٠١٩) صحيح البخاري - الأدب (٥٨٠٥) صحيح مسلم - الحج (١٢١١) جامع الترمذي - الحج (٩٤٣) سنن النسائي - الحيض والاستحاضة (٣٩١) سنن أبي داود - المناسك (٢٠٠٣) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٧٢) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٧٣) موطأ مالك - الحج (٩٤٢) موطأ مالك - الحج (٩٤٣) موطأ مالك - الحج (٩٤٥) سنن الدارمي - المناسك (١٩١٧)

شرح الحدیث مع اشکال وجواب: عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضور ﷺ نے واپسی کے دن صفیہ کا ذکر فرمایا (اور ذکر اس انداز سے کیا جس سے عائشہؓ سمجھیں کہ آپ ﷺ کا ارادہ وقاع کا ہے) اس پر عائشہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! وہ تو حائض ہیں، یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: اب تو شاید ہمیں اس کی وجہ سے ٹھہرنا پڑے گا (آپ ﷺ یہ سمجھے کہ جب حائض ہیں تو شاید طواف افاضہ بھی نہ کیا ہو، طواف وداع تو کیا ہی نہیں) حضرت عائشہؓ نے فرمایا: یا رسول اللہ! طواف زیارت تو وہ کر چکی ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: پھر کچھ حرج نہیں یعنی اب ہمیں محض طواف وداع کی وجہ سے رکنا نہیں پڑے گا۔ اس سے معلوم ہوا حائض سے طواف وداع ساقط ہے۔

یہاں ایک اشکال وجواب مشہور ہے، حضرت شیخ نے درس بخاری میں بھی ذکر فرمایا تھا، وہ یہ کہ اس مقام کی نوعیت دو حال سے خالی نہیں ہے یا تو آپ ﷺ کو صفیہؓ کا طواف افاضہ کرنا معلوم ہوگا یا نہیں ہوگا، اگر معلوم تھا تو پھر آپ ﷺ نے لَعَلَّهَا حَابِسَتُنَا کیوں فرمایا؟ اور اگر معلوم نہیں تھا تو پھر آپ ﷺ نے ان سے استمتاع کا ارادہ کیسے فرمایا؟ اس کا جواب بہت آسان سا ہے وہ یہ کہ آپ ﷺ کے ذہن میں پہلے سے مجموعی طور پر تو یہی تھا کہ جملہ ازواج طواف افاضہ کر چکی ہیں، اسی بنیاد پر جماع کا ارادہ بھی فرمایا لیکن جب آپ ﷺ سے صفیہؓ کے بارے میں یہ کہا گیا کہ وہ فی الحال حائض ہیں جس کا آپ ﷺ کو پہلے سے علم نہ تھا تو اس پر آپ ﷺ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ ان کو حیض پہلے سے آرہا ہو اور طواف افاضہ بھی نہ کیا ہو، اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا: لَعَلَّهَا حَابِسَتُنَا، قال المنذري: وأخرجه البخاري ومسلم والنسائي، اھ (عون)۔

٢٠٠٤- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَوْسٍ، قَالَ: أَتَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، فَسَأَلْتُهُ عَنِ الْمَرْأَةِ تَطُوفُ بِالْبَيْتِ يَوْمَ النَّحْرِ، ثُمَّ تَحِيضُ. قَالَ: «لِيَكُنْ آخِرُ عَهْدِهَا بِالْبَيْتِ» قَالَ: فَقَالَ الْحَارِثُ: كَذَلِكَ أَفْتَانِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: فَقَالَ عُمَرُ: أَرِبْتَ عَنْ يَدَيْكَ سَأَلْتَنِي عَنْ شَيْءٍ سَأَلْتَ عَنْهُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لِكَيْ مَا أُخَالِفَ.

ترجمہ: حضرت حارث بن عبد اللہ بن عوسؓ کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطابؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے ان سے پوچھا کہ اگر ایک عورت یوم النحر (دس ذی الحجہ) کو بیت اللہ کا طواف زیارت کرنے کے بعد حیض سے ہو

جائے؟ (تو کیا یہ عورت بغیر طواف وداع کے اپنے وطن لوٹ سکتی ہے؟) تو حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ اسکا آخری زمانہ بیت اللہ کے طواف (وداع) کے ساتھ گزرنا ضروری ہے تو حارثؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے یہی جواب مرحمت فرمایا تھا، تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: تم اپنے ہاتھوں کی غلطی کے سبب نقصان اور خسارہ اٹھاؤ تم نے مجھ سے ایسا مسئلہ پوچھا جو مسئلہ تم رسول اللہ ﷺ سے پوچھ چکے تھے تم مجھ سے رسول اللہ ﷺ کے خلاف مسئلہ کا جواب دلوانا چاہ رہے تھے۔

تخریج جامع الترمذي - الحج (٩٤٦) سنن أبي داود - المناسك (٢٠٠٤) مسند أحمد - مسند المكيين (٤١٦/٣) مسند أحمد - مسند المكيين (٤١٧/٣)

شرح الحدیث أَتَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، فَسَأَلْتُهُ عَنِ الْمَرْأَةِ: اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ سے سوال کیا گیا کہ اگر عورت کو طواف وداع سے پہلے حیض آجائے تو کیا اس کو اسکی وجہ سے ٹھہرنا پڑے گا؟ انہوں نے فرمایا: ہاں ٹھہرنا پڑے گا۔ اس پر سائل نے کہا: آپ نے صحیح جواب دیا، میں اس مسئلہ کو حضور ﷺ سے بھی دریافت کیا تھا تو آپ ﷺ نے بھی یہی جواب دیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے یہ سنکر فرمایا: أَرِبْتَ عَنْ يَدَيْكَ تجھے خدا کرے کوئی مصیبت اپنے ہاتھوں پہنچے، جب تو نے حضور ﷺ سے معلوم کر لیا تھا تو پھر مجھ سے پوچھنے کی کیا ضرورت تھی؟ اسلئے پوچھا تھا کہ ممکن ہے میں اسکے خلاف تجھ کو مسئلہ بتاؤں، یعنی [1] حضور ﷺ نے تو تجھ سے یہ فرمایا تھا کہ ہاں حائض کو ٹھہرنا چاہیئے اس کے بعد تو نے مجھ سے سوال کیا کہ شاید یہ یوں فرمادیں کہ حائض کو ٹھہرنے کی ضرورت نہیں ہے، بھلا بیوقوف! میں حضور ﷺ کے خلاف بتا سکتا ہوں کیا؟

٨٥ - بَابُ طَوَافِ الْوَدَاعِ

طواف وداع کا بیان

باب سابق سے مقصود طواف وداع کا حکم بیان کرنا تھا اور اس باب کی غرض حضور ﷺ کے طواف وداع کو بیان کرنا ہے کہ آپ ﷺ نے بھی طواف وداع کیا تھا۔

٢٠٠٥ - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ أَفْلَحَ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: «أَحْرَمْتُ مِنَ التَّنْعِيمِ بِعُمْرَةٍ فَدَخَلْتُ فَقَضَيْتُ عُمْرَتِي وَانْتَظَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْأَبْطَحِ حَتَّى فَرَغْتُ، وَأَمَرَ النَّاسَ بِالرَّحِيلِ». قَالَتْ: «وَأَتَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ فَطَافَ بِهِ ثُمَّ خَرَجَ».

ترجمہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے تنعیم سے عمرہ کا احرام باندھا اور میں مکہ مکرمہ میں آئی اور میں نے

---

[1] بندہ کے ذہن میں اس کا مطلب اور آرہا ہے وہ یہ کہ حضرت عمرؓ نے اس مسئلہ میں حضور ﷺ سے کچھ سن نہیں رکھا تھا بلکہ وہ اس میں اپنے اجتہاد سے کام لیتے تھے جس میں خطاؤ صواب دونوں کا احتمال ہے اور یہاں اگرچہ وہ اجتہاد درست نکلا حدیث کے موافق ہونیکی وجہ سے لیکن فی نفسہ خلاف ہونے کا احتمال تو ضرور تھا اور اگرچہ خلاف ہونیکے علم کے بعد عمرؓ اپنے اس اجتہاد سے رجوع کر لیتے لیکن تھوڑی سی دیر تک تو مخالفت پائی ہی جاتی ہے، واللہ تعالی أعلم۔

اپنا عمرہ کیا اور رسول اللہ ﷺ نے میرے عمرہ سے فارغ ہونے تک وادی محصب میں میرا انتظار کیا، جب میں عمرہ کر چکی تو حضور ﷺ نے لوگوں کو مدینہ کوچ کرنے کا حکم فرمایا، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ کا طواف وداع فرمایا، پھر آپ مدینہ منورہ کیطرف واپس لوٹ گئے۔

تخریج: صحيح مسلم - الحج (١٢١١) سنن أبي داؤد - المناسك (٢٠٠٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٢٤/٦)

شرح الحدیث وَانْتَظَرَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْأَبْطَحِ حَتَّى فَرَغْتُ: اس حدیث میں حضرت عائشہؓ خود اپنے عمرہ کو جو عمرۃ التنعیم کے نام سے مشہور ہے بیان کر رہی ہیں، اس عمرہ کا بیان ہمارے یہاں ایک حدیث کے ذیل میں باب فی افراد الحج میں گزر چکا ہے۔ یہاں پر عائشہؓ یہ فرما رہی ہیں کہ آپ ﷺ نے میرا محصب میں انتظار فرمایا اور جب تک میں عمرہ کر کے اس سے فارغ ہو کر نہیں آئی اس وقت تک آپ ﷺ یہاں سے روانہ نہیں ہوئے۔

حدیث پر اشکال مع جواب: اس پر اشکال یہ ہے کہ صحیح بخاری کی روایت میں اس سلسلہ میں اس طرح ہے فَلَقِيَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُصْعِدٌ مِنْ مَكَّةَ وَأَنَا مُنْهَبِطَةٌ عَلَيْهَا أَوْ أَنَا مُصْعِدَةٌ وَهُوَ مُنْهَبِطٌ مِنْهَا[1]، دراصل محصب کا محل وقوع بلندی پر ہے اور مکہ مکرمہ و بیت اللہ شریف نشیب میں ہے اسلئے حضرت عائشہؓ انہباط اور صعود کا لفظ استعمال فرما رہی ہیں۔ یہاں روایت میں اگرچہ شک راوی ہے لیکن صحیح اس میں شق اول ہے، یعنی جب میں عمرہ سے فارغ ہو کر آپ ﷺ کی خدمت میں آ رہی تھی تو اس وقت حضور ﷺ مجھے راستہ میں ملے، آپ ﷺ محصب سے اتر رہے تھے (مکہ آنے کیلئے تاکہ طواف وداع کریں) اور میں محصب کیطرف چڑھ کر آپ کے پاس جا رہی تھی۔ لہذا ابوداؤد شریف کی یہ روایت بخاری کی روایت کے خلاف ہوئی، بخاری کی روایت سے معلوم ہو رہا ہے آپ ﷺ نے انتظار نہیں فرمایا اور ابوداود کی روایت میں انتظار مذکور ہے۔ شراح حدیث نے اس اشکال و تعارض کا جواب یہ دیا ہے کہ دونوں روایتیں اپنی اپنی جگہ درست ہیں اور جمع بین الروایتین کی صورت یہ ہے کہ آپ ﷺ نے عائشہؓ کے جانے کے بعد ان کی واپسی کا کافی دیر تک تو انتظار فرمایا پھر جب آپکا اندازہ یہ ہوا کہ بس اب وہ آ رہی ہوں گی اس وقت آپ ﷺ محصب سے روانہ ہوئے۔ چنانچہ راستہ ہی میں حدود محصب ہی کے اندر ایک کی دوسرے سے ملاقات ہو گئی، پس انتظار اور راستہ میں دونوں کی ملاقات ہونا دونوں باتیں صادق آ گئیں۔

وَأَتَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ فَطَافَ بِهِ ثُمَّ خَرَجَ: حاصل یہ کہ حضرت عائشہؓ جب اخیر شب میں محصب پہنچیں تب آپ نے لوگوں میں کوچ کر اعلان فرما دیا کہ سب قافلہ والے چل دیں یعنی مدینہ کی طرف بیت اللہ شریف پر گزرتے ہوئے اور طواف وداع کرتے ہوئے، کما هو رأي شيخنا خلافاً لأكثر الشراح والبسط في حاشية اللامع[2]۔

---

[1] صحيح البخاري - كتاب الحج - باب التمتع والإقران والإفراد بالحج وفسخ الحج لمن لم يكن معه هدي ١٤٨٦

[2] عمرۂ تنعیم اور حضور ﷺ کے طواف وداع کی جو ترتیب ہم نے لکھی ہے یہ وہ ہے جس کو ہمارے حضرت شیخؒ نے اپنی تقریر بخاری اور تالیفات لامع الدراری وغیرہ میں اختیار فرمایا ہے اور یہ رائے اس پر مبنی ہے کہ حدیث میں فَلَقِيَنِي وَهُوَ مُنْهَبِطَةٌ وَأَنَا مُصْعِدَةٌ صحیح ہے، لیکن عام شراح بالخصوص امام نوویؒ اور

آپ ﷺ کا راستہ مدینہ جانیکا بیت اللہ ہی کی طرف سے تھا کیونکہ آپ ﷺ کی واپسی مکہ سے مدینہ کیلئے کُدی یعنی اسفل مکہ سے طے تھی اور محصب اس کی سمت مخالف یعنی اعلیٰ مکہ میں ہے تو آپ ﷺ کو مکہ ہی کی طرف سے نکلنا تھا (بذل)۔

تنبیہ: یہاں پر راوی نے حضور ﷺ کی صبح کی نماز کے بارے میں کچھ نہیں بیان کیا حالانکہ صبح کی نماز آپ ﷺ نے یہیں مکہ میں پڑھی، مسجد حرام میں۔ آپ ﷺ کی اس نماز کا ذکر حدیث ام سلمہؓ (برقم ۱۸۸۲) میں ہے: «طُوفِي مِنْ وَرَاءِ النَّاسِ وَأَنْتِ رَاكِبَةٌ»، قَالَتْ: فَطُفْتُ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَئِذٍ يُصَلِّي إِلَى جَنْبِ الْبَيْتِ وَهُوَ يَقْرَأُ بِالطُّورِ وَكِتَابٍ مَسْطُورٍ، مر الحديث في باب الطواف الواجب۔ تعجب ہے کہ عام طور سے راویان حدیث سے آپ ﷺ کی اس نماز کا بیان فوت ہو گیا اور ذکر سے رہ گیا۔

۲۰۰۶- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ يَعْنِي الْحَنَفِيَّ، حَدَّثَنَا أَفْلَحُ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: «خَرَجْتُ مَعَهُ تَعْنِي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّفْرِ الْآخِرِ فَنَزَلَ الْمُحَصَّبَ» . قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَلَمْ يَذْكُرِ ابْنُ بَشَّارٍ قِصَّةَ بَعْثِهَا إِلَى التَّنْعِيمِ فِي هَذَا الْحَدِيثِ، قَالَتْ: "ثُمَّ جِئْتُهُ بِسَحَرٍ فَأَذَّنَ فِي أَصْحَابِهِ بِالرَّحِيلِ فَارْتَحَلَ فَمَرَّ بِالْبَيْتِ قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ فَطَافَ بِهِ حِينَ خَرَجَ، ثُمَّ انْصَرَفَ مُتَوَجِّهًا إِلَى الْمَدِينَةِ.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں حضور ﷺ کے ساتھ آخری دفعہ میں کوچ کرنے والے لوگوں کی جماعت (تیرہ ذوالحجہ والے دن) میں نکلی اور حضور ﷺ نے وادی محصب میں پڑاؤ ڈالا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ پھر میں عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد سحری کے وقت حضور ﷺ کے پاس پہنچی تو آپ ﷺ نے اپنے صحابہ میں کوچ کرنے کا اعلان فرمایا اور آپ وہاں سے نکل چلے پھر صبح کی نماز سے پہلے آپ نے بیت اللہ کے پاس پہنچ کر رخصتی کا طواف فرمایا جب آپ مدینہ منورہ کی طرف نکل رہے تھے پھر آپ مدینہ منورہ کی طرف رخ کر کے نکل کھڑے ہوئے۔

لہ حضرت گنگوہیؒ کی رائے یہ نہیں ہے یہ حضرات تو فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ حضرت عائشہؓ کو ان کے بھائی عبد الرحمن کے ساتھ احرام عمرہ کیلئے تنعیم روانہ کر کے خود آپ ﷺ محصب سے مکہ مکرمہ طواف وداع کیلئے تشریف لے آئے تھے کیونکہ آپ ﷺ کو تو احرام باندھنا نہیں تھا (طواف کیلئے تو احرام کی ضرورت نہیں ہے) پھر جس وقت آپ ﷺ طواف کر کے مکہ سے واپس محصب کیطرف لوٹ رہے تھے تو اس وقت آپ ﷺ کو یہ دونوں (عائشہؓ و عبد الرحمنؓ) راستہ میں ملے یہ دونوں تنعیم سے احرام باندھ کر مکہ میں عمرہ کیلئے داخل ہو رہے تھے، پھر آپ ﷺ محصب پہنچ کر وہاں عائشہؓ کے منتظر رہے جیسا کہ آپ ﷺ نے وعدہ فرمایا تھا انتظار کرنے کا، پھر جب اخیر شب میں صبح کے قریب عائشہ عمرہ سے فارغ ہو کر محصب میں پہنچیں (کما فی روایۃ: ثُمَّ جِئْتُهُ بِسَحَرٍ) تو آپ ﷺ نے محصب سے کوچ کرنے کا اعلان فرمایا، فأذن فی اصحابه بالرحیل، لیکن آگے اس روایت میں یہ ہے: فمر بالبیت قبل صلوۃ الصبح، فطاف به حین خرج، اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ ﷺ نے طواف وداع جب عائشہؓ عمرہ سے فارغ ہو کر محصب میں آگئیں اور پھر سب وہاں سے کوچ کر گئے تب کیا، یہ نووی وغیرہ کی مذکورہ بالا رائے کے خلاف ہے، اسی لئے امام نوویؒ نے شرح مسلم میں فرمایا کہ اس روایت میں تقدیم و تاخیر ہے اور قاضی عیاضؒ نے اسکی یہ تاویل کی کہ ممکن ہے آپ ﷺ نے دوبارہ طواف وداع کیا ہو، اسکے بعد قاضی عیاضؒ نے مصنف عبد الرزاق کی روایت کے پیش نظر ایک اور احتمال بیان کیا جس کو حافظ نے بھی پسند کیا، فارجع الی الفتح (ص ۳۸۹ ج ۳) لیکن حضرت شیخ نے جو ترتیب اختیار فرمائی ہے اس میں یہ تکرار طواف والا اشکال نہیں ہوتا، ۱۲۔

تخریج: صحيح مسلم - الحج (١٢١١) سنن أبي داود - المناسك (٢٠٠٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٢٤/٦)

-٢٠٠٧ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ أَبِي يَزِيدَ، أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ طَارِقٍ، أَخْبَرَهُ عَنْ أُمِّهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا جَازَ مَكَانًا مِنْ دَارِ يَعْلَى نَسِيَهُ عُبَيْدُ اللهِ اسْتَقْبَلَ الْبَيْتَ فَدَعَا.

ترجمہ: عبدالرحمن بن طارق اپنی والدہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب دار یعلیٰ کے ایک خاص مقام پر سے گزرے...... راوی کہتے ہیں کہ میں اس جگہ کو بھول گیا ہوں...... تو حضور ﷺ نے بیت اللہ کی طرف اپنا رخ کر کے دعا مانگی۔

تخریج: سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨٩٦) سنن أبي داود - المناسك (٢٠٠٧)

شرح الحدیث: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ «إِذَا جَازَ مَكَانًا مِنْ دَارِ يَعْلَى نَسِيَهُ عُبَيْدُ اللهِ اسْتَقْبَلَ الْبَيْتَ فَدَعَا»:

عبدالرحمن بن طارق اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول ﷺ مکہ مکرمہ سے واپسی پر راستہ میں جب دار یعلی کے ایک خاص حصہ سے گزرتے تھے تو وہاں ٹھہر کر بیت اللہ شریف کا استقبال کر کے دعا مانگتے تھے۔ عبید اللہ راوی حدیث کہتا ہے کہ وہ جگہ اب مجھے یاد نہیں رہی کونسی ہے؟ آپ ﷺ راستہ میں اس مقام پر پہنچ کر ٹھہر کر کیوں دعا مانگتے تھے؟ اسکی طرف امام نسائیؒ نے ایک ترجمۃ [1] الباب کے ذریعہ اشارہ فرمایا ہے وہ یہ کہ اس جگہ سے بیت اللہ شریف نظر آتا ہے اس لئے آپ ﷺ کو دیکھ کر وہاں دعا مانگتے تھے۔ كذا قال السندي في حاشيته فجزاه الله تعالى کہ انہوں نے بات ہی صاف کر دی۔ بذل میں حضرت سہارنپوریؒ نے اس سلسلہ کی روایات کے الفاظ نقل فرما کر تحریر فرمایا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ لفظ جاز نہیں ہے بلکہ جاء ہے اس میں کاتب سے تصحیف ہو گئی ہے، اھ [2]۔ چنانچہ نسائی میں لفظ جاء ہی ہے، باقی اگر جاز ہی کا لفظ ہو تب بھی کوئی اشکال نہیں، معنی درست ہیں، یعنی جب آپ ﷺ وہاں سے گزرتے تھے۔

٨٦- بَابُ التَّحْصِيبِ

وادی محصب میں ٹھہرنے کا بیان

تحصیب یعنی نزول فی المحصب۔ محصب، حصبة، أبطح، بطحاء، خيف بني كنانه، سب ایک ہی جگہ کے اسماء ہیں [3]۔ یہ ایک وسیع میدان ہے منیٰ اور مکہ کے درمیان اور منیٰ سے اقرب ہے بنسبت مکہ کے۔ نفر ثانی یعنی تیرہ ذی الحجہ کو زوال کے بعد رمی سے فارغ ہو کر (جو کہ منیٰ سے روانگی کا آخری دن ہے جس میں حاجی منیٰ سے مکہ مکرمہ آتا ہے) اس دن میں آپ ﷺ بجائے

---

[1] انہوں نے اس حدیث پر ترجمہ قائم کیا ہے: الدُّعَاءُ عِنْدَ رُؤْيَةِ الْبَيْتِ۔

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ٩ ص ٣٤١

[3] قال النووي: والمحصب بفتح الحاء والصاد المهملتين والحصبة بفتح الحاء وإسكان الصاد والأبطح والبطحاء وخيف بني كنانة اسم لشيء واحد. (المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج ٩ ص ٥٩)

سیدھے منیٰ سے مکہ آنے کے راستہ میں اس میدان میں ٹھہرتے اور وہاں آپ ﷺ نے ظہر، عصر، مغرب عشاء، چار نمازیں ادا فرمائی تھیں اور اکثر حصہ رات کا وہاں گزارا تھا اور یہیں سے آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو ان کے برادر عبد الرحمن بن ابی بکرؓ کیساتھ عمرۂ تنعیم کیلئے بھیجا تھا اور فرمایا تھا کہ تم جلدی سے عمرہ کر کے یہیں آجاؤ تاکہ پھر ہم سب پورا قافلہ ایک ساتھ یہاں سے روانہ ہو کر اور مکہ میں بیت اللہ کا طواف وداع کرتے ہوئے مدینہ منورہ روانہ ہو جائیں۔

اس کے بعد آپ سمجھئے کہ نزول محصب کی نوعیت میں صحابہ کرامؓ کا اختلاف ہے، وہ یہ کہ اس نزول کا شمار مناسک حج میں ہے یا کسی خارجی مصلحت سے تھا یا دوسرے لفظوں میں یہ کہہ لیجئے کہ یہ نزول اتفاقی تھا ایک جماعت [1] اس کو مناسک حج میں شمار کرتی ہے مگر واجب نہیں بلکہ مسنون و مستحب۔ ابن عمرؓ انہی میں سے ہیں۔ ففي الصحيحين: عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ، كَانَ يَرَى التَّحْصِيبَ سُنَّةً [2] اور ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ یہ نزول خارجی مصلحت سے تھا، ابن عباسؓ و عائشہؓ اسی جماعت میں سے ہیں۔ ففي الصحيحين: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: قَالَ لَيْسَ التَّحْصِيبُ بِشَيْءٍ، إِنَّمَا هُوَ مَنْزِلٌ نَزَلَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [3]۔

۲۰۰۸- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: «إِنَّمَا نَزَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُحَصَّبَ لِيَكُونَ أَسْمَحَ لِخُرُوجِهِ، وَلَيْسَ بِسُنَّةٍ فَمَنْ شَاءَ نَزَلَهُ، وَمَنْ شَاءَ لَمْ يَنْزِلْهُ».

ترجمہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ وادی محصب میں اسلئے ٹھہرے تھے کیونکہ یہاں سے حضور ﷺ کیلئے مدینہ کی طرف نکلنا آسان تھا۔۔۔ یہ سنت نہیں ہے پس جو چاہے وادی محصب میں ٹھہرے اور جو چاہے وادی محصب میں نہ ٹھہرے۔

تخریج صحيح البخاري-الحج(١٦٧٦) صحيح مسلم-الحج(١٣١١) جامع الترمذي-الحج(٩٢٣) سنن أبي داود-المناسك(٢٠٠٨) سنن ابن ماجه-المناسك(٣٠٦٧) مسند أحمد-باقي مسند الأنصار(٤١/٦) مسند أحمد-باقي مسند الأنصار(١٩٠/٦) مسند أحمد-باقي مسند الأنصار(٢٠٧/٦) مسند أحمد-باقي مسند الأنصار(٢٢٥/٦) مسند أحمد-باقي مسند الأنصار(٢٣٠/٦)

شرح الحديث أَسْمَحَ لِخُرُوجِهِ **کی شرح:** اسی طرح حضرت عائشہؓ کی روایت جو اس باب کی پہلی حدیث ہے: إِنَّمَا نَزَلَ [4] رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُحَصَّبَ لِيَكُونَ أَسْمَحَ لِخُرُوجِهِ۔ یعنی آپ ﷺ یہاں راستہ میں سفر کی سہولت کے پیش نظر ٹھہرے تھے تاکہ منیٰ سے نکل کر پہلے تمام حجاج ورفقاء سفر ایک جگہ جمع ہو جائیں اور پھر سب وہاں سے ایک ساتھ روانہ

---

[1] ففي الصحيحين: أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أَرَادَ قُدُومَ مَكَّةَ: «مَنْزِلُنَا غَدًا، إِنْ شَاءَ اللهُ، بِخَيْفِ بَنِي كِنَانَةَ، حَيْثُ تَقَاسَمُوا عَلَى الْكُفْرِ» (صحيح البخاري- كتاب الحج- باب نزول النبي صلى الله عليه وسلم مكة ١٥١٢، صحيح مسلم كتاب الحج باب استحباب طواف الإفاضة يوم النحر ١٣١٤) اور اس کے بالمقابل روایت ابو رافع کی ہے جو افراد مسلم سے ہے اور اس باب میں بھی آرہی ہے، ۱۲۔

[2] صحيح مسلم- كتاب الحج- باب استحباب طواف الإفاضة يوم النحر ١٣١٠۔

[3] صحيح البخاري- كتاب الحج- باب المحصب ١٦٧٧، صحيح مسلم- كتاب الحج- باب استحباب النزول بالمحصب يوم النفر ١٣١٢

[4] قال المنذري: وأخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجة اهـ(عون)۔

ہوں۔ اگر کوئی سوال کرے کہ کیا منیٰ ہی سے سب رفقاء ایک ساتھ روانہ نہ ہو سکتے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مجمع میں ایسا ہونا ذرا مشکل ہے، بہت بڑا مجمع ہے، سب کے ساتھ تمام ضروریات کا سامان بھی ہے، کوئی جوان ہے، کوئی ضعیف اور بوڑھا ہے، بچے اور عورتیں بھی ہیں، کسی کی سواری تیز رفتار ہے، کسی کی بطیٔ السیر ہے اور نزول محصب کی صورت میں یہ ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں روانگی کا اعلان کرا دیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ سے نکل کر محصب میں پہنچ کر...... آرام فرمانے لگے اتنے آہستہ آہستہ تمام لوگ وہاں پہنچ گئے، پھر اخیر شب میں پورا قافلہ وہاں سے مکہ مکرمہ آگیا وہاں آکر سب [1] نے طواف وداع کیا، صبح کی نماز پڑھی، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل مدینہ، مدینہ کیطرف ہو لئے اور دوسرے لوگ اپنے اپنے وطن کی طرف۔

اب رہی یہ بات کہ ائمہ فقہ تحصیب کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ سو ائمہ اربعہ اسکے استحباب پر متفق ہیں مگر امام مالکؒ کے نزدیک اس کا استحباب مقید ہے بشرط ان لایکون متعجلاً وان لایکون الیوم یوم جمعة کہ اس کو چلنے کی جلدی نہ ہو اور دوسرے یہ کہ وہ دن جمعہ کا نہ ہو۔

٢٠٠٩ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ الْمَعْنَى ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالُوا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، قَالَ: قَالَ أَبُو رَافِعٍ: «لَمْ يَأْمُرْنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أُنْزِلَهُ وَلَكِنْ ضَرَبْتُ قُبَّتَهُ، فَنَزَلَهُ» . قَالَ مُسَدَّدٌ: وَكَانَ عَلَى ثَقَلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ عُثْمَانُ: يَعْنِي فِي الْأَبْطَحِ.

ترجمہ سلیمان بن یسار کہتے ہیں کہ ابو رافع نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وادی محصب میں ٹھہرنے کے متعلق نہیں فرمایا تھا لیکن چونکہ میں نے اس جگہ آپکا خیمہ لگایا تھا تو آپ نے وہاں قیام فرمایا۔ مسدد استاد کہتے ہیں کہ ابو رافع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامان کے ذمہ دار تھے۔ عثمان استاد کہتے ہیں کہ ابو رافع نے کہا کہ میں نے وادی محصب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے خیمہ لگایا تھا۔

تخریج صحيح مسلم - الحج (١٣١٣) سنن أبي داود - المناسك (٢٠٠٩)

شرح الحدیث وَكَانَ عَلَى ثَقَلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثقل بمعنی سامان ومتاع مسافر، قال تعالی: وَتَحْمِلُ أَثْقَالَكُمْ إِلَى بَلَدٍ لَّمْ تَكُونُوا بَالِغِيهِ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنفُسِ [2]۔ یعنی ابو رافع جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مولی اور خادم ہیں وہ اس سفر حج میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامان کے نگران و محافظ تھے۔

٢٠١٠ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَيْنَ تَنْزِلُ غَدًا؟ فِي حَجَّتِهِ، قَالَ: «هَلْ تَرَكَ لَنَا عَقِيلٌ مَنْزِلًا؟» ، ثُمَّ قَالَ: «نَحْنُ نَازِلُونَ بِخَيْفِ بَنِي كِنَانَةَ حَيْثُ قَاسَمَتْ قُرَيْشٌ عَلَى الْكُفْرِ» - يَعْنِي الْمُحَصَّبَ - ، وَذَلِكَ أَنَّ بَنِي كِنَانَةَ حَالَفَتْ

---

[1] اس ترتیب میں شراح حدیث کا جو اختلاف ہے اس کو ہم قریب میں لکھ چکے ہیں، ١٢۔

[2] اور اٹھا لے چلتے ہیں بوجھ تمہارے ان شہروں تک کہ تم نہ پہنچتے وہاں مگر جان مار کر (سورۃ النحل ٧)

قُرَيْشًا عَلَى بَنِي هَاشِمٍ أَنْ لَا يُنَاكِحُوهُمْ، وَلَا يُبَايِعُوهُمْ، وَلَا يُؤْوُوهُمْ. قَالَ الزُّهْرِيُّ: وَالْخَيْفُ: الْوَادِي.

ترجمہ حضرت اسامہ بن زیدؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ کل کہاں پڑاؤ ڈالینگے، یہ بات میں نے آپکے حج کے موقع پر عرض کی، تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عقیل نے ہمارے لئے کوئی گھر چھوڑا ہے؟ پھر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہم خیف بنی کنانہ میں پڑاؤ ڈالینگے جہاں پر قریش مکہ نے جمع ہو کر کفر پر قسمیں کھائیں تھیں یعنی وادی محصب میں کل ہمارا پڑاؤ ہوگا۔ اور قریش کی حالت کفر میں قسم کھانے کا یہ واقعہ ہے کہ اس مقام پر بنو کنانہ قبیلے نے کفار قریش کے ساتھ مل کر قسمیں کھاکر معاہدہ کیا تھا کہ بنو ہاشم قبیلے کے ساتھ نہ تو شادی بیاہ کا معاملہ کرینگے اور نہ ہی انکو مکے میں ٹھکانہ دینگے اور نہ ہی ان کے ساتھ کوئی خرید و فروخت کا معاملہ کرینگے (یہاں تک کہ بنو ہاشم ہمیں حضور ﷺ کی ذات مبارکہ حوالہ کردے) امام زہری فرماتے ہیں کہ خیف ایک وادی کا نام ہے۔

٢٠١١- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا عُمَرُ حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو يَعْنِي الْأَوْزَاعِيَّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: حِينَ أَرَادَ أَنْ يَنْفِرَ مِنْ مِنًى «نَحْنُ نَازِلُونَ غَدًا» فَذَكَرَ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ أَوَّلَهُ وَلَا ذَكَرَ الْخَيْفَ الْوَادِي.

ترجمہ حضرت ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے منیٰ سے واپس لوٹتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ہم کل وادی محصب میں پڑاؤ ڈالینگے۔ اسکے بعد گزشتہ حدیث کا مضمون ہے اور اس حدیث میں پہلا حصہ (حضرت اسامہؓ کا سوال و جواب) مذکور ہے اور نہ ہی اسمیں یہ مذکور ہے کہ خیف ایک وادی کا نام ہے۔

تخریج صحيح البخاري - الحج (١٥١١) صحيح البخاري - الحج (١٥١٢) صحيح البخاري - الحج (١٥١٣) صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٨٩٣) صحيح البخاري - المناقب (٣٦٦٩) صحيح البخاري - المغازي (٤٠٣٢) صحيح البخاري - المغازي (٤٠٣٣) صحيح البخاري - المغازي (٤٠٣٤) صحيح البخاري - التوحيد (٧٠٤١) صحيح مسلم - الحج (١٣١٤) صحيح مسلم - الحج (١٣٥١) سنن أبي داود - المناسك (٢٠١٠) سنن ابن ماجه - الفرائض (٢٧٣٠) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩٤٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٣٧) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٦٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٣٢٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٣٥٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٥٤٠) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (٥/٢٠١) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (٥/٢٠٣)

شرح الحدیث قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَيْنَ تَنْزِلُ غَدًا فِي حَجَّتِهِ؟ اس حدیث کو مصنف باب التحصیب میں لائے ہیں اسکا مقتضٰی یہ ہے کہ اس سوال و جواب کا تعلق نزول محصب سے قبل منیٰ سے روانگی کے موقعہ پر تھا، بلکہ حدیث ابوہریرۃؓ جو اسکے بعد آرہی ہے اس میں اسکی تصریح ہے اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں اس طرح ہے: وَذَلِكَ فِي حَجَّتِهِ حِينَ دَنَوْنَا مِنْ مَكَّةَ، اس روایت کا تقاضا بظاہر یہ ہے کہ یہ سوال کو حج کے موقعہ پر تھا لیکن منیٰ سے روانگی کے وقت نہیں بلکہ دخول مکہ سے قبل

اور مسلم ہی کی ایک روایت[1] میں بجائے فِي حَجَّتِهِ کے وَذٰلِكَ زَمَنَ الْفَتْحِ ہے۔ اس اختلاف کا جواب حافظؒ نے فتح الباری میں علی بن مدینیؒ سے یہ نقل کیا ہے کہ یہ تعدد واقعہ پر محمول ہے۔

نیز بخاری کی ایک روایت میں ہے: تَنْزِلُ فِي دَارِكَ بِمَكَّةَ اور مسلم میں ہے: أَتَنْزِلُ فِي دَارِكَ بِمَكَّةَ؟ (ہمزۂ استفہام کے ساتھ) هَلْ تَرَكَ لَنَا عَقِيلٌ مَنْزِلًا؟

حدیث کی تشریح وتوضیح: وفی رواية البخاري: هَلْ تَرَكَ عَقِيلٌ مِنْ رِبَاعٍ[2]؟ وفی رواية المسلم: وَهَلْ تَرَكَ لَنَا عَقِيلٌ مِنْ مَنْزِلٍ؟ اور غیر صحاح کی ایک روایت میں ہے (کما فی الفتح) وَهَلْ تَرَكَ لَنَا عَقِيلٌ مِنْ طَلٍ؟ اس کے بعد آپ سمجھئے کہ اس دار سے مراد شراح حدیث کہتے ہیں آپ ﷺ کا وہ جدی مکان ہے جس میں آپ ﷺ کی ولادت شریفہ ہوئی تھی۔ یہ مکان ہاشم بن عبد مناف کا تھا جو ان کے بعد ان کے بیٹے عبد المطلب کو ترکہ میں ملا تھا (اب آگے یہ تو کہہ نہیں سکتے کہ عبد المطلب کے بعد ان کے بیٹے عبد اللہ کو انکا حصہ ترکہ میں ملا اسلئے کہ عبد اللہ تو عبد المطلب کی زندگی میں وفات پا چکے تھے بلکہ کہا گیا ہے کہ عبد المطلب نے اپنی زندگی میں جب وہ معمر ہو گئے تو وہ مکان اپنے بیٹوں میں تقسیم کر دیا تھا، لہٰذا عبد اللہ کا حق وحصہ آپ ﷺ کی طرف منتقل ہوا (حکاہ الحافظ عن الفاکہی[3])۔

دوسرا قول اسمیں یہ ہے کہ دراصل یہ مکان ابو طالب کا تھا اسلئے کہ موت عبد المطلب کے بعد اس پورے مکان پر قبضہ ابو طالب ہی کا ہو گیا تھا اس لئے کہ وہ عبد المطلب کے بیٹوں میں سب سے بڑے اور اسن تھے اور زمانہ جاہلیت میں یہی ہوتا تھا کہ میت کی اولاد میں جو اسن ہوتا تھا وہی سارا ترکہ سمیٹ لیتا تھا، تو اس قول کی بناء پر اس دار کی اضافت آپ کی طرف بحیثیت سکنیٰ کے ہوگی۔ نیز اپنے قریب ورشتہ دار کا گھر بھی خصوصاً سفر میں اپنا ہی گھر ہوتا ہے۔

بہر کیف عقیل نے چونکہ اس مکان کو فروخت کر دیا تھا، اگر وہ اس کو فروخت نہ کرتے تو سیاق حدیث سے مستفاد ہو رہا ہے کہ پھر آپ اسی میں قیام[4] فرماتے۔ اب یہاں یہ امر وضاحت طلب ہے کہ ابو طالب کے تو چار بیٹے تھے پھر عقیل تنہا اس میں کیسے

---

[1] أوردها مسلم في باب النُّزُولِ بِمَكَّةَ لِلْحَاجِّ وَتَوْرِيثِ دُورِهَا.

[2] بکسر الراء جمع ربع مثل سہم وسہام۔

[3] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ۳ ص ٤٥٢

[4] جاننا چاہیئے کہ ایک قول اس دار کے بارے میں یہ ہے کہ اس کو عقیل نے فروخت نہیں کیا تھا بلکہ وہ مکان اولاد عقیل کے پاس ایک مدت تک رہا، بعد میں اولاد عقیل نے اس کو حجاج بن یوسف کے بھائی محمد بن یوسف کے بدست، بہت گراں قیمت میں فروخت کیا۔ غالباً اسی بنیاد پر شارح حدیث خطابیؒ نے یہ بات کہی کہ میری رائے یہ ہے کہ اگر وہ مکان عقیل کی ملک میں تھا تو پھر آپ ﷺ نے اس میں نزول اسلئے نہیں فرمایا کہ آپ ہجرت فرما کر اس کو اللہ تعالیٰ کیلئے چھوڑ چکے تھے، لیکن دوسرے شراح نے ان کی اس رائے کو یہ کہہ کر رد کر دیا ہے کہ یہ خلاف ظاہر ہے، سیاق حدیث اس کو مقتضی ہے کہ اگر عقیل اس مکان کو فروخت نہ کئے ہوتے تو پھر آپ ﷺ اس میں قیام فرماتے، اھ۔

متصرف ہوئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ موت ابی طالب کے وقت ان کے دو بیٹے جعفر و علی تو مسلمان ہو چکے تھے، وہ دو تو ابو طالب کے اسلئے وارث نہیں ہوئے باقی دو میں سے ابو طالب کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ جنگ بدر میں مفقود ہو گئے تھے اب صرف عقیل رہ گئے جو اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے اس لئے پورے مکان پر انہی کا قبضہ ہو گیا تھا جس کو انہوں نے فروخت کر دیا تھا اسی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں: وَهَلْ تَرَكَ لَنَا عَقِيلٌ مِنْ مَنْزِلٍ۔

اس پوری حدیث کا مضمون یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم حضرت اسامہؓ نے آپ سے منیٰ میں یہ سوال کیا کہ آئندہ کل کو ہماری یہاں سے مکہ روانگی ہے تو مکہ مکرمہ پہنچ کر وہاں کس مکان میں قیام ہوگا؟ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکان میں قیام فرمائیں گے؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عقیل نے ہمارے لئے مکان کہاں چھوڑا ہے؟ (لہذا جب مکہ میں قیام کی کوئی جگہ نہیں ہے) تو ہم ایسا کریں گے کہ منیٰ سے چل کر راستہ میں محصب میں ٹھہر کر رات وہاں گزار لیں گے اور پھر علی الصباح مکہ میں طواف وداع کر کے مدینہ کیلئے روانہ ہو جائیں گے، لہذا نہ مکہ میں قیام ہوگا اور نہ وہاں قیام گاہ کی ضرورت پیش آئیگی۔ یہ بڑی عبرت اور موعظت کا مقام ہے کہ وہ سردار دو جہاں جس کے آباء واجداد اور سارا خاندان مکہ مکرمہ میں رہتا اور بستا تھا اور مکہ مکرمہ جس کا وطن اصلی تھا اس کیلئے وہاں ایک رات گزارنے کی کوئی جگہ نہیں ہے، حق تعالیٰ شانہ کے اپنے مقربین کیساتھ مختلف معاملات ہیں۔

فائدہ: اس حدیث کو امام ابوداودؒ نے کتاب الفرائض میں بھی ذکر کیا ہے بَابُ هَلْ يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ؟ کے تحت کیونکہ جعفرؓ و علیؓ دونوں ابو طالب کی وفات سے قبل مسلمان ہو گئے تھے اسی لئے یہ دونوں باپ کے مکان میں وارث نہیں ہوئے، کیونکہ توارث کیلئے موت مورث کے وقت وارث و مورث کے درمیان اتحاد ملت شرط ہے۔

۲۰۱۲- حَدَّثَنَا مُوسَى أَبُو سَلَمَةَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، وَأَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ، كَانَ يَهْجَعُ هَجْعَةً بِالْبَطْحَاءِ، ثُمَّ يَدْخُلُ مَكَّةَ وَيَزْعُمُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ.

ترجمہ: نافع کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمرؓ وادی محصب میں ہلکی سی نیند فرماتے (جب آپؓ حج کے بعد منیٰ سے مکہ مکرمہ کی طرف لوٹتے) اور ابن عمرؓ فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہی کیا کرتے تھے۔

تخریج: صحيح البخاري - الحج (١٦٨٠) صحيح مسلم - الحج (١٣١٠) جامع الترمذي - الحج (٩٢١) سنن أبي داود - المناسك (٢٠١٢) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٦٩) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢٨/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٠٠/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٢٤/٢)

۲۰۱۳- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَفَّانُ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ، عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، وَأَيُّوبُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِالْبَطْحَاءِ، ثُمَّ هَجَعَ بِهَا هَجْعَةً، ثُمَّ دَخَلَ مَكَّةَ. وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ.

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وادی محصب میں نماز ظہر، عصر، مغرب اور عشاء ادا فرمائی، پھر آپ ﷺ نے ہلکی سی نیند کی پھر آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں داخل ہو گئے۔

تخریج: صحیح البخاري - الحج (۱۶۸۰) صحیح مسلم - الحج (۱۳۱۰) جامع الترمذي - الحج (۹۲۱) سنن أبي داود - المناسك (۲۰۱۳) سنن ابن ماجه - المناسك (۳۰۶۹) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۲/۲۸) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۲/۱۰۰) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۲/۱۲۴)

۸۷۔ بَابٌ فِيمَنْ قَدَّمَ شَيْئًا قَبْلَ شَيْءٍ فِي حَجِّهِ

جو شخص اپنے حج کے افعال میں کسی فعل کو دوسرے فعل سے آگے پیچھے کر دے تو اسکا کیا حکم ہے؟

یوم النحر میں جو افعال اربعہ کئے جاتے ہیں ان میں ترتیب یہ ہے: رمی پھر ذبح، پھر حلق، پھر طواف۔ حضور اکرم ﷺ نے اسی ترتیب سے یہ افعال ادا فرمائے ہیں۔ اس میں اختلاف ہے کہ یہ ترتیب صرف سنت ہے یا واجب ہے؟ شافعیہ و حنابلہ اور صاحبین کے نزدیک سنت ہے، لہذا اسکے خلاف کرنے سے فدیہ وغیرہ کچھ واجب نہ ہوگا۔ امام ابو حنیفہؒ و امام مالکؒ کے نزدیک ان میں سے بعض امور میں ترتیب سنت ہے اور بعض میں واجب ہے۔ امام صاحبؒ کے نزدیک طواف میں ترتیب واجب نہیں اس کو جس طرح چاہے، مقدم مؤخر کر سکتے ہیں باقی تین امور کا یہ ہے کہ حاجی اگر قارن یا متمتع ہے تب تو تینوں واجب ہے اور اگر مفرد ہے تو چونکہ مفرد پر ہدی واجب نہیں ہے اسلئے اس کے لئے باقی دو (رمی و حلق) میں ترتیب واجب ہے خلاف ترتیب کرنے سے دم واجب ہوگا۔

امام مالکؒ[1] کے نزدیک صرف تقدیم الرمی علی الاخیرین یعنی حلق و طواف واجب ہے اس کے خلاف کرنے سے دم واجب ہوگا، ذبح میں ان کے ہاں کوئی ترتیب نہیں ہے جب چاہے کرے، اسی طرح حلق و طواف میں کوئی ترتیب نہیں ایک کو دوسرے پر مقدم و مؤخر کر سکتے ہیں۔

احادیث الباب سے بظاہر شافعیہ و حنابلہ کی تائید ہو رہی ہے۔ جواب یہ ہے ان احادیث میں حرج اخروی یعنی مواخذہ اور گناہ کی نفی مراد ہے حرج دنیوی کی نفی مراد نہیں ہے، اس لئے کہ باب کی آخری حدیث میں آرہا ہے: لَا حَرَجَ إِلَّا عَلَى رَجُلٍ اقْتَرَضَ عِرْضَ رَجُلٍ مُسْلِمٍ کہ حرج اور گناہ تو اس شخص پر ہے جو کسی مسلمان کی پردہ دری کرے اور اس کو رسوا کرے۔ ظاہر ہے کہ مسلم کی پردہ دری میں حرج اخروی ہے نہ کہ حرج دنیوی، کفارہ وغیرہ، اس تقابل سے معلوم ہوا کہ جملۂ اولیٰ میں بھی جس حرج کی نفی ہے وہ حرج اخروی ہے۔

---

[1] والمشهور عند الشراح في مذهب مالك انه يجب عنده تقديم الرمي على الثلاثة الباقية، والصحيح ما ذكرته كما قال الدردير اعني تقديم الرمي على الحلق والطواف، والترتيب فيما سواه، وهو أربع صور سنة. ۱۲۔

دوسری وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ نفی حرج والی روایت ابن عباسؓ سے بھی مروی ہے حالانکہ وہ وجوب کفارہ کے قائل ہیں۔

۲۰۱۴- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عِيسَى بْنِ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، أَنَّهُ قَالَ: وَقَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِمِنًى يَسْأَلُونَهُ، فَجَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي لَمْ أَشْعُرْ فَحَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اذْبَحْ وَلَا حَرَجَ» وَجَاءَ رَجُلٌ آخَرُ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَمْ أَشْعُرْ فَنَحَرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ، قَالَ «ارْمِ وَلَا حَرَجَ» قَالَ: فَمَا سُئِلَ يَوْمَئِذٍ عَنْ شَيْءٍ قُدِّمَ أَوْ أُخِّرَ إِلَّا، قَالَ: «اصْنَعْ وَلَا حَرَجَ»۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ منیٰ میں حجۃ الوداع کے موقع پر کھڑے تھے لوگ آآ کر آپ ﷺ سے مسائل دریافت کر رہے تھے، تو ایک شخص نے آکر عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے مسئلہ معلوم نہ تھا اور میں نے جانور ذبح کرنے سے پہلے اپنا سر مونڈھ لیا، تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم اب اپنا جانور ذبح کرلو اور اس میں کوئی گناہ نہیں اور دوسرا شخص حاضر ہوا اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے مسئلہ معلوم نہ تھا اور میں نے شیطان کو کنکر مارنے سے پہلے اپنا جانور قربان کر دیا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم شیطان کو کنکر مارو، اس میں کوئی گناہ نہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ اس دن رسول اللہ ﷺ سے حج کے کسی فعل کو جلدی کرنے یا تاخیر سے کرنے کے متعلق جو بھی سوال پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم یہ کام کرو، اس میں گناہ نہیں۔

تخریج: صحيح البخاري - العلم (٨٣) صحيح البخاري - العلم (١٢٤) صحيح البخاري - الحج (١٦٤٩) صحيح البخاري - الحج (١٦٥١) صحيح البخاري - الأيمان والنذور (٦٢٨٨) صحيح مسلم - الحج (١٣٠٦) جامع الترمذي - الحج (٩١٦) سنن أبي داود - المناسك (٢٠١٤) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٥١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٥٩/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٦٠/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٩٢/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢٠٢/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢١٠/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢١٧/٢) موطأ مالك - الحج (٩٥٩) سنن الدارمي - المناسك (١٩٠٧) سنن الدارمي - المناسك (١٩٠٨)

۲۰۱۵- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ شَرِيكٍ، قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجًّا فَكَانَ النَّاسُ يَأْتُونَهُ، فَمَنْ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، سَعَيْتُ قَبْلَ أَنْ أَطُوفَ أَوْ قَدَّمْتُ شَيْئًا أَوْ أَخَّرْتُ شَيْئًا فَكَانَ يَقُولُ: «لَا حَرَجَ لَا حَرَجَ، إِلَّا عَلَى رَجُلٍ اقْتَرَضَ عِرْضَ رَجُلٍ مُسْلِمٍ وَهُوَ ظَالِمٌ، فَذَلِكَ الَّذِي حَرِجَ وَهَلَكَ»۔

ترجمہ: حضرت اسامہ بن شریکؓ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کرنے کی نیت سے نکلا تو لوگ آپ ﷺ سے مسائل دریافت کرتے تھے، کسی نے یہ مسئلہ پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! میں نے طواف کرنے سے پہلے سعی کرلی یا کسی نے یہ پوچھا کہ میں نے حج کے کسی فعل کو مقدم یا مؤخر کر دیا، تو رسول اللہ ﷺ ان کے جواب میں ارشاد فرماتے: اس میں کوئی گناہ نہیں، اس میں کوئی گناہ نہیں، گناہ تو اس شخص پر ہے جس نے کسی مسلمان آدمی کی آبروریزی کی اور یہ اس پر ظلم ڈھارہا تھا تو ایسا شخص گناہ اور ہلاکت میں گر پڑا ہے۔

۸۸- بَابٌ فِي مَكَّةَ

مکہ (میں نمازی کے سامنے سترہ کرنے) کے بیان میں

ترجمۃ الباب کی غرض: یہ ترجمۃ الباب مبہم ہے۔ مقصود سترہ کو بیان کرنا ہے کہ مکہ مکرمہ میں نمازی کے سامنے سترہ کی حاجت ہے یا نہیں؟ لہٰذا ترجمۃ الباب اس طرح ہونا چاہیے تھا: باب السترة بمکة۔ پس مصنف نے حدیث الباب سے ثابت کیا کہ مسجد حرام میں سترہ کی حاجت نہیں ہے۔

۲۰۱٦ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، حَدَّثَنِي كَثِيرُ بْنُ كَثِيرِ بْنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ أَبِي وَدَاعَةَ، عَنْ بَعْضِ أَهْلِهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «يُصَلِّي مِمَّا يَلِي بَابَ بَنِي سَهْمٍ وَالنَّاسُ يَمُرُّونَ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَيْسَ بَيْنَهُمَا سُتْرَةٌ» . قَالَ سُفْيَانُ: لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْكَعْبَةِ سُتْرَةٌ. قَالَ سُفْيَانُ: كَانَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنَا عَنْهُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا كَثِيرٌ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: فَسَأَلْتُهُ، فَقَالَ: لَيْسَ مِنْ أَبِي سَمِعْتُهُ وَلَكِنْ مِنْ بَعْضِ أَهْلِي عَنْ جَدِّي.

ترجمہ کثیر بن کثیر بن المطلب اپنے بعض اہل خانہ سے نقل کرتے ہیں اور وہ کثیر کے دادا سے راوی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو طواف کا دوگانہ پڑھتے ہوئے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ طواف کا دوگانہ ادا فرما رہے تھے کہ بیت اللہ کی مسجد کا وہ حصہ بنو سہم قبیلہ سے ملا ہوا ہے (اس حصے کو آج باب العمرۃ کہتے ہیں) اور لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے گزر رہے تھے (طواف کرتے ہوئے)...... اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگوں کے درمیان کوئی سترہ (حائل) نہیں تھا۔ سفیان راوی نے یہ الفاظ کہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور کعبہ کے درمیان کوئی سترہ نہیں تھا...... سفیان کہتے ہیں: ابن جریج نے ہمیں بیان کیا کہ یہ حدیث کثیر راوی سے مروی ہے اور کثیر نے اپنے والد سے روایت نقل کی ہے (تو یہ بات ابن جریج نے مجھے بتلائی تھی) سفیان کہتے ہیں کہ میں نے بنفس نفیس کثیر سے یہ بات پوچھ لی (کہ آپ نے اپنے والد سے سماع کیا ہے یا نہیں؟) تو کثیر نے جواب دیا کہ میں نے اس حدیث کو اپنے والد سے نہیں سنا لیکن میں نے اس حدیث کو اپنے بعض اہل خانہ کے واسطے سے اپنے دادا سے سنا ہے۔

تخریج سنن النسائي - القبلة (٧٥٨) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٥٩) سنن أبي داود - المناسك (٢٠١٦) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩٥٨) مسند أحمد - من مسند القبائل (٣٩٩/٦)

شرح الحدیث مضمون حدیث یہ ہے مطلب بن ابی وداعہ فرماتے ہیں: میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو باب بنی سہم کے قریب مسجد حرام میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جب کہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے گزر رہے تھے حالانکہ وہاں سترہ قائم نہ تھا۔ حضرت نے بذل المجہود میں لکھا ہے کہ آج کل یہ باب باب العمرہ کے نام سے مشہور ہے، اس باب سے لوگ تنعیم جاتے ہیں عمرہ کا احرام باندھنے کیلئے [1]۔

[1] بذل المجهود في حل أبي داود- ج ٩ ص ٣٥٤

مکہ میں سترہ قائم کرنے کی حاجت ہے یا نہیں؟ اس کے بعد آپ سمجھئے کہ امام بخاریؒ نے باب باندھا ہے بَابُ السُّتْرَةِ بِمَكَّةَ وَغَيْرِهَا، جس سے اشارہ کیا جمہور کے مسلک کیطرف کہ سترہ کے بارے میں مکہ اور غیر مکہ برابر ہیں[1]، البتہ اس میں امام احمدؒ کا اختلاف ہے ان کے نزدیک علی الراجح مکہ میں سترہ کی حاجت نہیں ہے بل سائر الحرم عندہ کذلك، اس باب اور حدیث کا حوالہ ہمارے یہاں ابواب السترہ میں گزر چکا ہے، وہاں حنفیہ کا مسلک دیکھ لیا جائے جس کا حاصل یہ ہے کہ مسجد حرام چونکہ مسجد کبیر ہے اس میں موضع سجود کے علاوہ آگے سے گزر سکتے ہیں، ایک قول ہمارے یہاں یہ ہے طواف حکماً صلوۃ ہے، لہذا طائفین، مصلین کے آگے سے گزر سکتے ہیں جس طرح نمازیوں کے سامنے نمازیوں کی صف کھڑی ہوتی ہے، صرح به الشامی، کذا فی هامش البذل[2]۔

قَالَ سُفْيَانُ: كَانَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنَا عَنْهُ: **شرح السند:** اس کا حاصل یہ ہے کہ اوپر سند سفیان نے اس طرح بیان کی تھی: سفيان عن كثير، عن بعض أهله، عن جده۔ یعنی کثیر کا استاذ سفیان نے ان کے گھر والوں میں سے کسی مبہم شخص کو بنایا اور پھر ان کا استاذ جد کثیر یعنی مطلب بن ابی وداعہ کو بنایا۔ اس کے بعد سفیان[3] یہ فرمارہے ہیں دراصل بات یہ ہے کہ یہ حدیث اولاً مجھ کو بواسطہ ابن جریج کے کثیر سے پہونچی تھی تو اس وقت ابن جریج نے کثیر کا استاذ ان کے باپ کو قرار دیا تھا اور سند ایسے بیان کی تھی: أخبرنا كثير، عن أبيه۔ سفیان کہتے ہیں: اس کے بعد میں براہ راست کثیر سے ملا تو انہوں نے مجھے یہ فرمایا کہ یہ حدیث میں نے اپنے باپ سے نہیں سنی ہے بلکہ اپنے بعض اہل سے، لہذا تحقیقی بات یہ ہے کہ کثیر اس حدیث کو عن أبيه، عن جده بیان نہیں کرتے بلکہ عن بعض أهله، عن جده، اب یہ معلوم نہیں ہے کہ بعض أهل کا مصداق کون ہے؟ ہاں یہ معلوم ہے کہ اس کا مصداق باپ نہیں ہے۔

٨٩۔ بَابُ تَحْرِيمِ حَرَمِ مَكَّةَ

مکہ مکرمہ کی حرمت کا بیان

تحریم بمعنی اثبات حرمت وعظمت یعنی مکہ مکرمہ کے لئے حرمت وعظمت کا اثبات یا تحریم بمعنی جعل الشئ حراماً ممنوعاً۔ چنانچہ بعض وہ افعال جو غیر مکہ میں حلال ہیں، مکہ میں وہ حرام ہیں مثلاً قتال، صید، قطع اشجار وغیرہ، لیکن منشا یہاں اس تحریم کا بھی

---

[1] حافظ کہتے ہیں: شاید امام بخاریؒ نے اس عدم الفرق سے اشارہ کیا اس حدیث کی تضعیف کیطرف جس کی تخریج اصحاب السنن نے کی ہے، مطلب بن ابی وداعہ کی حدیث، اھ میں کہتا ہوں: امام ابو داؤدؒ نے بھی اس کی سند پر کلام کیا ہے کما تری، ۱۲۔

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ٩ ص ٣٥٤

[3] ابن جريج روى الحديث، عن كثير، عن أبيه، عن جده، وأما سفيان بن عيينة فرواه عن كثير، عن بعض أهله، عن جده، وصرح بأن المراد بالأهل غير أبيه، فالظاهر ان الصحيح رواية سفيان، ۱۲۔

وہ تعظیم مکہ ہی ہے۔ پس تحریم و تعظیم ہر دو متقارب المعنی اور متلازم ہیں، دراصل تعظیم کے معنی کسی شئ کو عظیم قرار دینا خواہ من حیث الفضل والثواب اور خواہ من حیث الجرم والعقاب۔ چنانچہ مصنف نے اس کتاب میں ایک جگہ باب باندھا ہے بجائے باب تحریم الزنا کے باب تعظیم الزنا، یعنی زنا کو جرم عظیم قرار دینا، واللہ تعالی أعلم۔

۲۰۱۷- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، حَدَّثَنِي يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: لَمَّا فَتَحَ اللَّهُ تَعَالَى عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِمْ فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: "إِنَّ اللَّهَ حَبَسَ عَنْ مَكَّةَ الْفِيلَ وَسَلَّطَ عَلَيْهَا رَسُولَهُ وَالْمُؤْمِنِينَ، وَإِنَّمَا أُحِلَّتْ لِي سَاعَةً مِنَ النَّهَارِ، ثُمَّ هِيَ حَرَامٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ: لَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا، وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا، وَلَا تَحِلُّ لُقَطَتُهَا إِلَّا لِمُنْشِدٍ". فَقَالَ عَبَّاسٌ: - أَوْ قَالَ: - قَالَ الْعَبَّاسُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِلَّا الْإِذْخِرَ فَإِنَّهُ لِقُبُورِنَا وَبُيُوتِنَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِلَّا الْإِذْخِرَ».

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَزَادَنَا فِيهِ ابْنُ الْمُصَفَّى، عَنِ الْوَلِيدِ فَقَامَ أَبُو شَاهٍ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، اكْتُبُوا لِي، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اكْتُبُوا لِأَبِي شَاهٍ». قُلْتُ لِلْأَوْزَاعِيِّ مَا قَوْلُهُ: «اكْتُبُوا لِأَبِي شَاهٍ؟» قَالَ: هَذِهِ الْخُطْبَةُ الَّتِي سَمِعَهَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں مکہ فتح فرمادیا تو رسول اللہ ﷺ اس موقع پر وعظ کیلئے کھڑے ہوئے اور آپ نے اللہ پاک کی حمد و ثناء بیان کی اور پھر ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کی ہاتھی والے لشکر سے حفاظت فرمائی اور اللہ پاک نے اس مکہ شہر پر اپنے رسول ﷺ اور مسلمانوں کو غلبہ عطا فرمادیا...... اور یہ مکہ مکرمہ شہر میرے لئے دن کے ایک حصے تک حلال کیا گیا پھر روز قیامت تک دوبارہ حرام کر دیا گیا...... اس کے درخت کو کاٹانہ جائے اور نہ حرم کے شکار کو بھگایا جائے اور حرم مکہ میں گری پڑی ہوئی شئے اس شخص کے لئے اٹھانا صحیح ہے جو اسکا اعلان کرتا رہے، تو حضرت عباسؓ نے کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا: اے اللہ کے رسول! اذخر جڑی بوٹی کو مستثنیٰ قرار دی جائیں کیونکہ یہ جڑی بوٹی ہماری قبروں اور گھروں کے بنانے میں کام آتی ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اذخر جڑی بوٹی کا استثناء ہے۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ ابن المصفیٰ راوی نے ولید سے یہ اضافہ نقل کیا کہ یمن والوں میں سے ایک شخص ابوشاہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے لئے یہ وعظ لکھوا دیجئے، تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ابوشاہ کیلئے اس وعظ کو لکھ دو...... ولید کہتے ہیں کہ میں نے اوزاعی سے پوچھا: اکْتُبُوا لِأَبِي شَاه میں ابوشاہ راوی کس شئ کو لکھنے کا مطالبہ کر رہے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ابوشاہ صحابی نے رسول اللہ ﷺ سے جو خطبہ سنا تھا اسکو لکھنے کا مطالبہ کیا تھا۔

۲۰۱۸- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فِي هَذِهِ الْقِصَّةِ، قَالَ: «وَلَا يُخْتَلَى خَلَاهَا».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے اس حدیث میں یہ اضافہ مروی ہے کہ حرم مکہ کی تازہ گھاس کو نہیں کاٹا جائے گا۔

تخریج: صحيح البخاري - العلم (١١٢) صحيح البخاري - الجنائز (١٢٨٤) صحيح البخاري - الحج (١٥١٠) صحيح البخاري - الحج (١٧٣٦) صحيح البخاري - الحج (١٧٣٧) صحيح البخاري - البيوع (١٩٨٤) صحيح البخاري - في اللقطة (٢٣٠٢) صحيح البخاري - الجزية (٣٠١٧) صحيح البخاري - المغازي (٤٠٥٩) صحيح البخاري - الديات (٦٤٨٦) صحيح مسلم - الحج (١٣٥٣) جامع الترمذي - الديات (١٤٠٥) جامع الترمذي - العلم (٢٦٦٧) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨٧٤) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨٧٥) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٨٩٢) سنن أبي داود - المناسك (٢٠١٧) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٥٣/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٥٩/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣١٦/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٤٨/١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٣٨/٢) سنن الدارمي - البيوع (٢٦٠٠)

شرح الحديث: إِنَّ اللهَ حَبَسَ عَنْ مَكَّةَ الْفِيلَ وَسَلَّطَ عَلَيْهَا رَسُولَهُ: یعنی جس ذات نے فیل کو مکہ پر چڑھائی کرنے سے روکا تھا اسی ذات نے اپنے رسول کو اس پر چڑھائی کا حکم دیا لیکن اصحاب الفیل کا مقصود اس چڑھائی سے ہدم کعبہ تھا اور رسول اللہ ﷺ کا مقصود تعظیم بیت اللہ اور اخلاء مکۃ عن المشرکین واعداء الدین ہے۔

وَإِنَّمَا أُحِلَّتْ لِي سَاعَةً مِنَ النَّهَارِ: فرماتے ہیں: میرے لئے بھی احلال مکہ صرف ایک ساعت کیلئے تھا اس کے بعد ہمیشہ کیلئے اس کی حرمت لوٹ آئی، اب دوبارہ قیامت تک کسی کیلئے اس [1] میں قتال جائز نہ ہوگا۔

لَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا، وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا: جو امور خاص حرم میں ناجائز ہیں اور شان حرم کے خلاف ہیں یہ ان کا بیان ہے، کہ نہ سرزمین حرم کے درختوں کو کاٹا جائے اور نہ وہاں کے شکار کو چھیڑا جائے (اس کو اس کی جگہ سے ہٹایا نہ جائے) جب صرف تنفیر ہی حرام ہے تو اتلاف واہلاک تو بطریق اولیٰ ناجائز ہوگا۔

حرم کے کس گھاس اور درخت کو کاٹنا منع ہے: حرم کا کونسا درخت اور گھاس ممنوع ہے اس میں تفصیل ہے۔ شافعیہ کے نزدیک اس میں کوئی قید نہیں ہر قسم کا درخت اور گھاس منع ہے، سواء کان مما ینبت الناس او ینبت بنفسہ یعنی خواہ ایسا ہو جس کو عام طور سے لوگ لگاتے اور بوتے ہوں اور چاہے خودرو ہو۔ امام مالکؒ کے نزدیک اس میں جنس کا اعتبار ہے یعنی جو جنس کے لحاظ سے خودرو ہو (جس کو عام طور سے لوگ بوتے نہ ہوں بلکہ وہ خود ہی اگتا ہو) اس کا کاٹنا ممنوع ہے، گو فی الحال کسی نے اس کو بویا ہو۔ امام احمدؒ کے نزدیک جنس کا اعتبار نہیں بلکہ یہ دیکھنا ہے کہ بالفعل وہ کیسا ہے؟ اگر نبت بنفسہ ہے (خود اگا

---

[1] سوال: کیا جہاد بھی جائز نہ ہوگا؟ جواب: نہیں، اسلئے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ کبھی وہاں کفار کا تسلط ہی نہ ہوگا، مکہ دار الحرب ہی نہ بنے گا، فقد روى الترمذي (كتاب السير باب ما جاء قال النبي صلى الله عليه وسلم يوم فتح مكة: إن هذه لا تغزى بعد اليوم ١٦١١) عَنِ الْحَارِثِ بْنِ مَالِكِ ابْنِ الْبَرْصَاءِ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ يَقُولُ: «لَا تُغْزَى هَذِهِ بَعْدَ الْيَوْمِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ» (قال الترمذي: هذا حديث حسن صحيح) کہ بیشک آج کے بعد مکہ پر چڑھائی اور اس کو فتح کرنے کی نوبت نہ آئے گی باقی یہ امر آخر ہے کہ ایک مسلمان بادشاہ مکہ مکرمہ پر دوسرے بادشاہ کی حکومت سلب کرنے کیلئے چڑھائی کرے جس کا وقوع ہوا ہے، حدیث میں اسکی نفی نہیں ہے۔ چنانچہ عبد الملک بن مروان نے ۷۳ھ میں حجاج بن یوسف کو امیر لشکر بنا کر مکہ مکرمہ پر چڑھائی کرائی وہاں حضرت عبد اللہ بن الزبیرؓ کی حکومت تھی اور ان کو شکست دیکر سولی پر چڑھایا جس کا قصہ مشہور ہے یہ چڑھائی دراصل مکہ یا بیت اللہ شریف پر نہ تھی بلکہ وہاں کی حکومت پر تھی، ۱۲۔

ہے) تب تو اسکو کاٹنا منع ہے اور اگر کسی نے اسکو بویا ہے (خواہ جنس کے لحاظ سے خودرو ہی ہو) تب اسکا کاٹنا جائز ہے اور حنفیہ کے نزدیک منع کیلئے جنس اور فعل دونوں کا اعتبار ہے، لہذا جو [1] درخت جنس کے لحاظ سے خودرو ہو اور ویسے بھی خودرو ہو کسی نے اس کو بویا نہ ہو تب اس کا کاٹنا منع ہوگا، هكذا يستفاد من الأوجز۔

قَالَ الْعَبَّاسُ: يَا رَسُولَ اللهِ إِلَّا الْإِذْخِرَ فَإِنَّهُ لِقُبُورِنَا وَبُيُوتِنَا: حضرت عباسؓ نے آپ ﷺ سے عرض کیا: یارسول اللہ! اذخر کا استثناء کر دیجئے یعنی اس کے کاٹنے کی اجازت دیدیجئے کیونکہ (وہ ہماری بہت ضرورت اور کام کی چیز ہے) گھروں میں بھی کام آتا ہے اور قبروں میں بھی، گھروں میں کام آتا ہے کیونکہ چھپر میں اس کو لگاتے ہیں اور لحد قبر کو جب کچی اینٹوں سے بند کرتے ہیں تو اینٹوں کے درمیان کی چھید کو اس سے پُر کرتے ہیں۔

آپ ﷺ نے انکی ترغیب اور تلقین پر اسکا استثناء فرمادیا، اس استثناء کا نام استثناء تلقین ہے جو دوسرے کے کلام میں اضافہ کیا جاتا ہے۔

اكْتُبُوا لِأَبِي شَاهٍ: اس کی تشریح مقدمۂ علم حدیث میں کتابتِ حدیث کی بحث میں گزر چکی ہے، قال المنذري: وأخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي (عون)۔

مقام کے مناسب بعض فقہی جزئیات واختلاف ائمہ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فِي هَذِهِ الْقِصَّةِ، قَالَ: «وَلَا يُخْتَلَى خَلَاهَا»: خلا کہتے ہیں تر گھاس کو (النبات الرطب) تر گھاس کا کاٹنا تو بالاتفاق ممنوع ہے وأما اليابس فكذلك عند مالك، اور حنفیہ وحنابلہ کے نزدیک منع کا تعلق اس سے نہیں ہے، ان دونوں کے نزدیک اس کا قطع اور قلع دونوں جائز ہیں اور شافعیہ کے نزدیک خشک گھاس کا قطع تو جائز ہے لیکن قلع (اکھاڑنا) جائز نہیں۔ یہاں ایک اور مسئلہ ہے وہ یہ کہ اس حدیث سے قطع حشیش کی تو ممانعت معلوم ہوگئی لیکن رعی (جانوروں کو چرانا) کا حکم معلوم نہیں ہوا۔ جواب یہ ہے کہ حنفیہ وحنابلہ کے نزدیک وہ بھی ناجائز ہے بلکہ بطریق اولیٰ ناجائز ہے فانه اشد من الاحتشاش اسلئے کہ اس میں ہتک حرمت اور ترک رعایت زائد ہے بنسبت قطع کے، بخلاف شافعیہ ومالکیہ کے کہ ان کے نزدیک رعی جائز ہے (بذل [2]) نیز واضح رہے کہ اس منع سے زروع وبقول واذخر مستثنیٰ ہیں ان کو کاٹنا بالاتفاق جائز ہے۔ پھر یہ بھی جاننا چاہئے کہ فقہاء کرام کا اس میں اختلاف ہے کہ اشجار حرم کے قطع کی جزاو کفارہ کیا ہے؟ سو امام مالکؒ کے نزدیک جزا اس میں کچھ واجب نہیں بس ارتکاب حرام ہے جس میں گناہ ہے اور امام شافعیؒ واحمدؒ کے نزدیک شجرۂ کبیرہ میں بقرہ ہے اور صغیرہ میں شاۃ واجب ہے اور غایۃ صغیرہ میں قیمت، وعندنا الحنفية القيمة مطلقاً وهي الجزاء، قال المنذري: وأخرجه البخاري ومسلم (عون)۔

---

[1] اور اگر بالفعل تو خودرو ہے، کسی نے اس کو بویا نہیں لیکن جنس کے لحاظ سے ایسا نہیں بلکہ عام طور سے لوگ اسکو بوتے ہیں، اس کو کاٹنا حنفیہ کے نزدیک ممنوع نہیں بلکہ جائز ہوگا کیونکہ منع کی صرف ایک قید موجود ہے دوسری نہیں ۱۲۔

[2] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۹ ص ۳۶۰

۲۰۱۹- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُهَاجِرٍ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ مَاهَكَ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَلَا نَبْنِي لَكَ بِمِنًى بَيْتًا أَوْ بِنَاءً يُظِلُّكَ مِنَ الشَّمْسِ؟ فَقَالَ: «لَا، إِنَّمَا هُوَ مُنَاخُ مَنْ سَبَقَ إِلَيْهِ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم آپکے کیلئے منیٰ میں ایک (گارے اور مٹی سے) کمرہ نہ بنالیں؟ یا یوں کہا کہ آپ کے واسطے کوئی چھوٹی سے عمارت منیٰ میں نہ بنالیں جو آپکو سورج کی دھوپ سے سایہ دے؟ تو حضور ﷺ نے اس سے منع فرمایا اور فرمایا: منیٰ تو اس شخص کے ٹھہرنے کی جگہ ہے جو وہاں پہلے پہنچ جائے۔

تخریج: جامع الترمذي-الحج (۸۸۱) سنن أبي داود-المناسك (۲۰۱۹) سنن ابن ماجه-المناسك (۳۰۰۶) سنن ابن ماجه-المناسك (۳۰۰۷) مسند أحمد-باقي مسند الأنصار (۱۸۷/٦) مسند أحمد-باقي مسند الأنصار (۲۰۷/٦) سنن الدارمي-المناسك (۱۹۳۷)

شرح الحدیث: أَلَا نَبْنِي لَكَ بِمِنًى بَيْتًا: آپ ﷺ سے اجازت طلب کی گئی کہ اگر اجازت ہو تو آپ ﷺ کے لئے باقاعدہ عمارت (یعنی پکی عمارت جو اس زمانہ میں رائج تھی) منیٰ میں بنادی جائے جس مین آپ ایام منیٰ مین ٹھہر سکیں، آپ ﷺ نے اس سے منع فرمادیا۔

مِنًى مُنَاخُ مَنْ سَبَقَ: کہ منیٰ اس شخص کی قیام گاہ ہے جو اس میں پہلے پہنچ جائے، گویا آپ ﷺ نے اشارہ فرمایا اس بات کی طرف کہ منیٰ ارض مباح ہے، کسی کی ملک نہیں، تمام مسلمانوں کا حق اس میں برابر ہے، اس میں ترجیح اگر ہو سکتی ہے تو وہ تقدم اور سبقت کی وجہ سے ہو سکتی ہے۔

ارض حرم موقوف ہے یا مملوک؟ اور اس میں مذاہب ائمہ: علامہ طیبیؒ اس کی شرح میں لکھتے ہیں: یعنی منیٰ اداء نسک کی جگہ ہے، رمی، نحر، حلق وغیرہ جس میں سب لوگ برابر کے شریک ہیں، کسی کو اختصاص حاصل نہیں۔ نیز اگر آپ کے لئے وہاں بناء ہوگی تو پھر سب آپ کے اتباع میں وہاں عمارتیں بنائیں گے اور جگہ تنگ ہو جائیگی۔ پھر آگے طیبیؒ لکھتے ہیں: اور ارض حرم امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک موقوف ہے کسی شخص کیلئے اس کا تملک جائز نہیں، اھ [1]۔ میں کہتا ہوں: پورا مکہ مکرمہ اور منیٰ ومزدلفہ یہ سب ارض حرم میں داخل ہیں، البتہ عرفات حد حرم سے خارج ہے، کما سبق فی محلہ۔ نیز یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ ارض حرم موقوف ہے جس کا تملک ناجائز ہے یا غیر موقوف اور مملوک ہے۔ اس سلسلہ میں امام بخاریؒ نے باب قائم کیا ہے: بَابُ تَوْرِيثِ دُورِ مَكَّةَ وَبَيْعِهَا وَشِرَائِهَا الخ جس سے انہوں نے یہ ثابت فرمایا ہے کہ بیوت مکہ ان کے ارباب کی ملک ہیں جن میں وراثت وغیرہ امور جاری ہوں گے جس طرح آدمی کی املاک میں جاری ہوتے ہیں اسی طرح ان کی بیع وشراء دراصل اس سلسلہ میں دلائل متعارض ہیں، بعض روایات میں تصریح کیساتھ ان تصرفات سے منع کیا گیا ہے اور اسکے بالمقابل بعض سے جواز

[1] مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح — ج ٥ ص ٥٣٧

ثابت ہوتا ہے، یہ سب دلائل کتب فقہ و شروح حدیث میں موجود ہیں۔ حضرت شیخؒ نے بھی لامع الدراری [1] میں کافی تفصیل کے ساتھ متعدد کتب سے نقل فرمائے ہیں، اس میں لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ و امام مالکؒ، سفیان ثوریؒ، عطاء بن ابی رباحؒ اور امام احمد فی روایۃ اس بات کے قائل ہیں کہ ارض حرم موقوف ہے کسی کی ملک نہیں سب کیلئے اس سے انتفاع مباح ہے لہذا اس کی بیع و شراء واجارہ ناجائز ہے اور جو جہاں اور جس بناء میں مقیم ہے، اس کو وہاں سکنیٰ کا حق حاصل ہے، وہ خود اس میں رہے یا دوسرے کو اس میں ٹھہرائے اس کو اس کا اختیار ہے اور حضرت امام شافعیؒ و صاحبینؒ اور امام احمدؒ فی روایۃ کے نزدیک ارض حرم و مکہ موقوف نہیں ہے بلکہ جو جس زمین اور مکان میں رہتا چلا آرہا ہے وہ اسی کی ملک ہے، لہذا اس میں وراثت بھی جاری ہوگی اور بیع و شراء واجارہ بھی جائز ہوگا۔ فریق اول (حنفیہ وغیرہ) کی دلیل یہ ہے کہ مکہ مکرمہ عنوۃً فتح ہوا ہے اور جو ملک اور زمین عنوۃً فتح کی جاتی ہے اس کا اصول یہ ہے کہ اگر اس کو غانمین کے درمیان تقسیم کردیا جائے تب تو وہ ان کی ملک ہوتی ہے اور اگر تقسیم نہ کیا جائے تو پھر وہ وقف ہوتی ہے اور ارض مکہ کے بارے میں سب کو معلوم ہے کہ اس کو فتح کرنے کے بعد تقسیم نہیں کیا گیا لہذا ارض مکہ موقوف ہوگی (تمام مسلمین قیامت تک آنیوالوں کیلئے)۔

کیا ارض حرم اور بناء حرم میں فرق ہے؟ یہ بھی واضح رہے کہ وقف کا تعلق ارض سے ہے بناء اور بیوت سے نہیں انکی بیع و شراء اور اجارہ، ہبہ، وراثت سب چیزیں ان میں جاری ہوں گی لیکن اگر بناء زائل ہو جائے تو پھر یہ تصرفات ارض میں جائز نہ ہوں گے ہاں اعادۂ بناء کر سکتا ہے اور حافظ ابن قیمؒ نے اس میں مسلک تو امام ابو حنیفہؒ ہی کا اختیار کیا ہے لیکن انہوں نے بناء و بیوت مکہ میں بیع و شراء اور اجارہ کے درمیان فرق کردیا یعنی بیوت مکہ کی بیع و شراء وغیرہ کو تو جائز قرار دیا لیکن ان کے اجارہ کو ناجائز کہتے ہیں البتہ ارض مکہ میں دونوں کو ناجائز کہتے ہیں۔

فریق ثانی یہ کہتا ہے (شافعی کے علاوہ) کہ اگرچہ یہ بات بالکل صحیح ہے کہ مکہ مکرمہ عنوۃً فتح ہوا ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ اسکو تقسیم نہیں کیا گیا لیکن بات یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اہل مکہ پر من واحسان فرما کر ان کی املاک زمین و مکانات کو انہی پر چھوڑ دیا تھا جس طرح ہوازن کیلئے ان کی نساء و ابناء کو چھوڑ دیا تھا، لہذا اہل مکہ فتح مکہ کے بعد اپنی زمین و مکانات کے اسی طرح مالک رہے جس طرح فتح سے قبل تھے لہذا ارض حرم موقوف نہ ہوئی بلکہ مملوک۔

اور جمہور علماء میں سے امام شافعیؒ کی رائے تو یہ مشہور ہے کہ وہ یہ فرماتے ہیں: مکہ مکرمہ عنوۃً فتح ہی نہیں ہوا بلکہ صلحاً فتح ہوا، اس صورت میں اہل مکہ کا اپنی ملکیت پر قائم رہنا اور ارض حرم کا موقوف نہ ہونا ظاہر ہے، واللہ سبحانہ وتعالیٰ أعلم۔

تنبیہ: بندہ کے خیال میں اس مسئلہ میں حافظؒ وغیرہ شراح سے امام صاحبؒ کے نقل مسلک میں تسامح ہوا ہے، ہمارا صحیح مسلک وہ ہے جس کو امام طحاویؒ، ابو بکر جصاص رازیؒ اور ملا علی قاریؒ نے نقل کیا ہے، ہم نے اوپر اسی کو نقل کیا ہے، قال المنذری:

[1] لامع الدراري على جامع البخاري ج ۲ ص ۱۹۷

وأخرجه الترمذی وابن ماجه (عون)۔

۲۰۲۰۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ يَحْيَى بْنِ ثَوْبَانَ، أَخْبَرَنِي عِمَارَةُ بْنُ ثَوْبَانَ، حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ بَاذَانَ، قَالَ: أَتَيْتُ يَعْلَى بْنَ أُمَيَّةَ، فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «احْتِكَارُ الطَّعَامِ فِي الْحَرَمِ إِلْحَادٌ فِيهِ».

ترجمہ: موسیٰ بن باذان کہتے ہیں کہ میں یعلی بن امیہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ حرم مکہ میں غلہ کا ذخیرہ کرنا بہت بڑا ظلم شمار ہوتا ہے۔

شرح الحدیث: احْتِكَارُ الطَّعَامِ فِي الْحَرَمِ إِلْحَادٌ فِيهِ: احتکار کہتے ہیں: تاجر کا غلہ کو گرانی اور قحط کے زمانہ میں روک کر رکھنا مزید گرانی کے انتظار میں کہ جب اور زیادہ گراں ہو جائے گا تب فروخت کریں گے، اس کی مزید تفصیل کتاب البیوع میں آئے گی۔ مکہ مکرمہ میں کھیتی نہیں ہوتی، وہ وادیٔ غیر ذی زرع ہے، غلہ کی وہاں فراوانی نہیں ہے تو جب عام جگہوں میں احتکار ممنوع ومکروہ ہے تو مکہ میں یقیناً اشد کراہۃ ہوگا، جس طرح مقام مقدس میں حسنہ کا اجر بہت زیادہ ہے اسی طرح وہاں کی معصیت کا وبال بھی زیادہ ہے اسی لئے اس کو الحاد [1] (ظلم وبد دینی) کہا گیا ہے۔

۹۰۔ بَابٌ فِي نَبِيذِ السِّقَايَةِ

حاجیوں کو نبیذ پلانے کی فضیلت کا بیان

سِقَايَة سے مراد سقایۃ الحاج ہے جو بڑی فضیلت کی چیز ہے جس کا قرآن کریم میں بھی ذکر ہے: أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ [2]۔ یعنی حجاج کو نبیذ پلانا اور اس خدمت کو انجام دینا۔ چنانچہ آل عباسؓ اس خدمت کو انجام دیتے تھے کما تقدم في باب يبيت بمكة ليالي منى "اسْتَأْذَنَ الْعَبَّاسُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَبِيتَ بِمَكَّةَ لَيَالِيَ مِنًى مِنْ أَجْلِ سِقَايَتِهِ" [3]۔

۲۰۲۱۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِابْنِ عَبَّاسٍ: مَا بَالُ أَهْلِ هَذَا الْبَيْتِ يَسْقُونَ النَّبِيذَ، وَبَنُو عَمِّهِمْ يَسْقُونَ اللَّبَنَ وَالْعَسَلَ وَالسَّوِيقَ أَبُخْلٌ بِهِمْ أَمْ حَاجَةٌ؟ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: مَا بِنَا مِنْ بُخْلٍ وَلَا بِنَا مِنْ حَاجَةٍ، وَلَكِنْ دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رَاحِلَتِهِ وَخَلْفَهُ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ فَدَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَرَابٍ، فَأُتِيَ بِنَبِيذٍ، فَشَرِبَ مِنْهُ وَدَفَعَ فَضْلَهُ إِلَى أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، فَشَرِبَ مِنْهُ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَحْسَنْتُمْ وَأَجْمَلْتُمْ، كَذَلِكَ فَافْعَلُوا» فَنَحْنُ هَكَذَا لَا نُرِيدُ أَنْ نُغَيِّرَ مَا قَالَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

---

[1] الالحاد، الانحراف عن الحق الى الباطل ۱۲۔

[2] کیا تم نے کر دیا حاجیوں کا پانی پلانا اور مسجد الحرام کا بسانا (سورۃ التوبۃ ۱۹)

[3] سنن أبي داود - كتاب المناسك - باب يبيت بمكة ليالي منى ۱۹۵۹

ترجمہ بکر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے عبد اللہ بن عباسؓ سے کہا کہ آپ کے اہل خانہ لوگوں کو نبیذ کیوں پلاتے ہیں؟ حالانکہ آپ کے چچازاد بھائی لوگوں کو دودھ اور شہد اور ستو پلاتے ہیں یا آپ کے اہل خانہ کنجوسی کرتے ہیں یا آپ لوگوں پر فقر وفاقہ کے حالات ہیں؟ تو عبد اللہ بن عباسؓ نے جواب دیا: نہ تو ہم کنجوس ہیں اور نہ ہی ہم پر فقر وفاقہ کے حالات ہیں لیکن ہم نبیذ کے پلانے کو اسلئے ترجیح دیتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (سفر حج میں) اپنی سواری پر سوار ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ کے پیچھے سواری پر اسامہ بن زید تھے، تو رسول اللہ ﷺ نے پینے کیلئے طلب فرمائی تو آپکو نبیذ پیش کی گئی تو آپ ﷺ نے اس میں سے نبیذ نوش فرمائی اور اپنا بچا ہوا برتن اسامہ کو دیدیا، پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگوں نے بہت اچھا اور بہت عمدہ کام کیا ہے آئندہ بھی اسی طرح کرتے رہنا لہذا ہم اسی طرح حاجیوں کو نبیذ پلاتے ہیں، ہم رسول اللہ ﷺ کی پسند کردہ چیز میں تبدیلی نہیں کرنا چاہتے ہیں۔

تخریج صحيح مسلم - الحج (١٣١٦) سنن أبي داود - المناسك (٢٠٢١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٤٥/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٩٢/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٢١/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٣٦/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٦٩/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٧٢/١)

شرح الحدیث حدیث الباب کا مضمون یہ ہے کہ ایک شخص نے ابن عباسؓ سے سوال کیا کہ مَا بَالُ أَهْلِ هَذَا الْبَيْتِ؟ اس سے اشارہ خود ابن عباسؓ ہی کے گھر والوں کی طرف ہے کہ آپ لوگوں کو کیا ہو گیا کہ تم تو حجاج کو صرف نبیذ پلاتے ہو (جو معمولی سی چیز ہے) اور تمہارے دوسرے خاندان والے بجائے نبیذ کے دودھ اور شہد (لسی) اور ستو پلاتے ہیں (جو زیادہ عمدہ چیز ہے) تو کیا اس کی وجہ آپ لوگوں کا بخل ہے یا تنگدستی؟ تو اس پر حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا کہ نہ یہ بات ہے نہ وہ بلکہ اس کی اصل وجہ یہ ہے جس سال حضور ﷺ نے حج کیا تو آپ ﷺ اپنی سواری پر سوار ہونے کی حالت میں ہمارے قریب تشریف لائے جہاں ہم لوگ سقایۃ الحاج کی خدمت انجام دے رہے تھے (اس وقت اتفاق سے ہم نبیذ ہی پلا رہے تھے) تو آپ ﷺ نے ہماری نبیذ نوش فرمائی اور اس کا بقیہ اسامہ کو دیا اور فرمایا: أَحْسَنْتُمْ وَأَجْمَلْتُمْ، كَذَلِكَ فَافْعَلُوا کہ یہ تم بہت ہی اچھا کر رہے ہو، اسی طرح یہ کام کرتے رہو۔ لہذا جس چیز کی حضور ﷺ نے تحسین فرمائی ہے ہم اس میں کچھ تغیر کرنا نہیں چاہتے (ورنہ ہمارے لئے دودھ، لسی پلانا بھی کچھ مشکل نہیں ہے)، دراصل صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی یہ کوشش رہا کرتی تھی کہ جہاں تک ہو سکے ہم اسی حال پر رہیں جس پر حضور ﷺ کے زمانہ میں تھے۔ اللهم ارزقنا اتباعهم وسلوك سيرهم. قال النووي: وفيه دليل على استحباب الثناء على أصحاب السقاية وكل صانع جميل [1]۔ قال المنذري: وأخرجه مسلم (عون)۔

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج ج ٩ ص ٦٤

۹۱۔ بَابُ الْإِقَامَةِ بِمَكَّةَ

مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے والے شخص کیلئے مکہ مکرمہ میں کتنے دن ٹھہرنے کی اجازت ہے؟

۲۰۲۲۔ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حُمَيْدٍ، أَنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ، يَسْأَلُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيدَ، هَلْ سَمِعْتَ فِي الْإِقَامَةِ بِمَكَّةَ شَيْئًا؟ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ الْحَضْرَمِيِّ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لِلْمُهَاجِرِينَ: «إِقَامَةٌ بَعْدَ الصَّدْرِ ثَلَاثًا».

ترجمہ عبد الرحمٰن بن حمید سے روایت ہے کہ عمر بن عبد العزیز سائب بن یزیدؓ سے جب یہ سوال کر رہے تھے تو میں سن رہا تھا کہ انہوں نے پوچھا: اے سائب! کیا آپ نے مکہ سے ہجرت کرنے والے شخص کیلئے مکہ مکرمہ میں ٹھہرنے کے متعلق کچھ سنا ہے؟ تو سائب نے جواب دیا کہ ابن الحضرمی نے مجھ سے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جو حضرات مکہ مکرمہ سے دار الاسلام ہجرت کرنے کی خاص فضیلت حاصل کر چکے ہیں ان لوگوں کیلئے حج کا طواف وداع کرنے کے بعد مکہ مکرمہ میں تین دن تک رہنے کی اجازت ہے۔

تخریج صحيح البخاري - المناقب (۳۷۱۸) صحيح مسلم - الحج (۱۳۵۲) جامع الترمذي - الحج (۹٤۹) سنن النسائي - تقصير الصلاة في السفر (۱٤٥٤) سنن النسائي - تقصير الصلاة في السفر (۱٤٥٥) سنن أبي داود - المناسك (۲۰۲۲) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (۱۰۷۳) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (۳۳۹/٤) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٥۲/٥) سنن الدارمي - الصلاة (۱٥۱۱) سنن الدارمي - الصلاة (۱٥۱۲)

شرح الحدیث لِلْمُهَاجِرِينَ: «إِقَامَةٌ بَعْدَ الصَّدْرِ ثَلَاثًا»: علاء بن الحضرمیؓ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: طواف صدر یعنی طواف وداع کے بعد (جو کہ حج کا آخری نسک ہے) مہاجرین مکہ میں زائد سے زائد تین دن ٹھہر سکتے ہیں اس سے زائد نہیں۔ نسائی کی روایت کے لفظ یہ ہیں: يَمْكُثُ الْمُهَاجِرُ بَعْدَ قَضَاءِ نُسُكِهِ ثَلَاثًا۔ اس حدیث میں مہاجرین سے مراد مطلق مہاجرین نہیں ہیں بلکہ مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کیطرف ہجرت کرنے والے مراد ہیں۔ جمہور علماء کا مسلک یہی ہے کہ مہاجرین مکہ کیلئے دوبارہ مکہ میں سکونت اختیار کرنا جائز نہیں ہے جس شہر کو وہ اللہ تعالیٰ کیلئے ایک مرتبہ چھوڑ چکے ہیں اب دوبارہ اسکو اختیار نہیں کرنا چاہیئے، اس میں بعض علماء کا اختلاف ہے وہ یہ کہتے ہیں: یہ حکم فتح مکہ سے قبل تھا فتح مکہ کے بعد مہاجر کیلئے وہاں قیام جائز ہو گیا تھا اور اس حدیث کے بارے میں یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ آپ کا ارشاد اسی وقت اور زمانہ کا ہے جب هجرة من مكة الى المدينة واجب تھی اور یہ حکم هجرة بعد الفتح منسوخ ہو گیا تھا۔

فائدہ: کتاب الصلوۃ میں گزر چکا ہے کہ جمہور کے نزدیک مدت اقامت چار دن ہے کہ اگر مسافر منزل پر پہنچ کر وہاں تین دن تک ٹھہرے تو مسافر ہی رہے گا اور اگر چار دن قیام کی نیت کرے تو مقیم کے حکم میں ہو گا، اس مسئلہ میں جمہور کا استدلال اسی حدیث سے ہے۔

۹۲۔ بَابُ الصَّلَاةِ فِي الْكَعْبَةِ

کعبہ شریف میں نماز پڑھنے کا بیان

۲۰۲۳۔ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْكَعْبَةَ هُوَ وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ الْحَجَبِيُّ، وَبِلَالٌ، فَأَغْلَقَهَا عَلَيْهِ فَمَكَثَ فِيهَا، قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ. فَسَأَلْتُ بِلَالًا، حِينَ خَرَجَ مَاذَا صَنَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ: «جَعَلَ عَمُودًا عَنْ يَسَارِهِ، وَعَمُودَيْنِ عَنْ يَمِينِهِ، وَثَلَاثَةَ أَعْمِدَةٍ وَرَاءَهُ، وَكَانَ الْبَيْتُ يَوْمَئِذٍ عَلَى سِتَّةِ أَعْمِدَةٍ، ثُمَّ صَلَّى».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور اسامہ بن زید، عثمان بن طلحہ حجبی اور حضرت بلالؓ کعبہ شریف میں داخل ہوئے پس آپ ﷺ نے دروازہ بند کر لیا اور بیت اللہ میں ٹھہرے رہے۔ عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ (بیت اللہ سے باہر آنے کے بعد) میں نے حضرت بلالؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ میں کیا کام فرمایا؟ تو حضرت بلالؓ نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ستون اپنے بائیں طرف کیا اور دوسرا ستون اپنی دائیں طرف کیا اور اپنے پیچھے تین ستون لیتے..... اس وقت بیت اللہ میں چھ ستون تھے..... پھر آپ ﷺ نے نماز ادا فرمائی۔

۲۰۲۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ الْأَذْرَمِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ مَالِكٍ، بِهَذَا الْحَدِيثِ لَمْ يَذْكُرِ السَّوَارِيَ قَالَ: ثُمَّ صَلَّى وَبَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ ثَلَاثَةُ أَذْرُعٍ.

ترجمہ: امام مالکؒ سے یہ حدیث مروی ہے اس میں عبد الرحمٰن راوی نے ستونوں کی تعداد ذکر نہیں کی اور انہوں نے امام مالکؒ سے یہ الفاظ نقل کیے کہ حضور ﷺ نے نماز ادا فرمائی آپ ﷺ کے اور قبلہ کے درمیان تین ہاتھ کا فاصلہ تھا۔

۲۰۲۵۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى حَدِيثِ الْقَعْنَبِيِّ، قَالَ: وَنَسِيتُ أَنْ أَسْأَلَهُ كَمْ صَلَّى؟

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ نبی اکرم ﷺ سے حدیث نقل کرتے ہیں جس کا مضمون قعنبی استاد کی حدیث کا ہم معنی ہے۔ اس حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ عبد اللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ میں حضرت بلالؓ سے یہ پوچھنا بھول گیا کہ حضور ﷺ نے بیت اللہ میں کتنی رکعت نماز ادا فرمائی؟

تخریج: صحيح البخاري – الصلاة (۳۸۸) صحيح البخاري – الصلاة (٤٥٦) صحيح البخاري – الصلاة (٤٨٢) صحيح البخاري – الصلاة (٤٨٣) صحيح البخاري – الصلاة (٤٨٤) صحيح البخاري – الجمعة (۱۱۱۸) صحيح البخاري – الحج (۱٥۲۱) صحيح البخاري – الحج (۱٥۲۲) صحيح البخاري – الجهاد والسير (۲۸۲٦) صحيح البخاري – المغازي (٤۱۳۹) صحيح مسلم – الحج (۱۳۲۹) جامع الترمذي – الحج (۸۷٤) سنن النسائي – المساجد (٦۹۲) سنن النسائي – القبلة (۷٤۹) سنن النسائي – مناسك الحج

(٢٩٠٥)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٩٠٦)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٩٠٧)سنن النسائي-مناسك الحج(٢٩٠٨)سنن أبي داود-المناسك(٢٠٢٣)سنن ابن ماجه-المناسك(٣٠٦٣)مسند أحمد-مسند المكثرين من الصحابة(٢/٣٣)مسند أحمد-مسند المكثرين من الصحابة(٢/٥٥)مسند أحمد-مسند المكثرين من الصحابة(٢/١١٣)مسند أحمد-مسند المكثرين من الصحابة(٢/١٢٠)مسند أحمد-مسند المكثرين من الصحابة(٢/١٣٨)مسند أحمد-باقي مسند الأنصار(٦/١٣)مسند أحمد-باقي مسند الأنصار(٦/١٤)مسند أحمد-باقي مسند الأنصار(٦/١٥)موطأ مالك-الحج(٩١٠)سنن الدارمي-المناسك(١٨٦٦)

شرح الحدیث: یہاں پر حدیث الباب کے پیش نظر چند امور اور مسائل ہیں:

① حضور اقدس ﷺ حجۃ الوداع میں بیت اللہ شریف کے اندر داخل ہوئے تھے یا نہیں؟

② دخول بیت مستحب ومندوب ہے یا نہیں؟

③ آپ ﷺ نے فتح مکہ کے روز بیت اللہ میں داخل ہونے کے بعد نماز پڑھی تھی یا نہیں؟

④ بیت اللہ میں فرض نماز ادا کرنا درست ہے یا نہیں؟

بحث اول: یہ بحث ہمارے ہاں باب حجۃ الوداع سے قبل ایک حدیث کے ذیل میں مجملاً گزر چکی ہے۔ جزء حجۃ الوداع اور الأبواب والتراجم میں لکھا ہے: اس پر تو اتفاق ہے کہ آپ ﷺ عمرۃ القضاء کے سفر میں بیت اللہ میں داخل نہیں ہوئے اور اس پر بھی اجماع ہے کہ فتح مکہ کے موقعہ پر آپ ﷺ داخل ہوئے، لیکن حجۃ الوداع میں بھی آپ ﷺ اسمیں داخل ہوئے تھے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، ابن قیمؒ، ابن تیمیہؒ، امام نوویؒ نے تو اس کا انکار کیا ہے اور ابن سعدؒ، بیہقیؒ، ابن حبانؒ وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ داخل ہوئے۔ سہیلیؒ اور ابن الہمامؒ کی رائے یہ ہے کہ اس موقعہ پر آپ ﷺ بیت اللہ میں دو مرتبہ داخل ہوئے، ایک مرتبہ داخل ہونیکے بعد اسمیں نماز بھی پڑھیا اور ایک مرتبہ نماز نہیں پڑھی۔ پہلی مرتبہ یوم النحر میں داخل ہوئے، اس وقت نماز نہیں پڑھی، دوسری مرتبہ اگلے روز داخل ہوئے اور نماز پڑھی۔

بحث ثانی: مذاہب اربعہ کی کتب سے دخول بیت اور اس میں نماز کا مستحب ہونا ثابت ہے، لیکن حافظ ابن قیمؒ وغیرہ بعض علماء اسکے استحباب کے قائل نہیں ہیں۔ فتح الباری میں اسکے استحباب میں یہ حدیث لکھی ہے: عن ابن عبَّاسٍ مرْفُوعًا: مَنْ دَخَلَ الْبَيْتَ دَخَلَ فِي حَسَنَةٍ وَخَرَجَ مَغْفُورًا لَهُ رواه ابن خزيمة والبيهقي وهو ضعيف [1]۔ باقی دخول بیت مناسک حج میں سے نہیں ہے اسی لئے امام بخاریؒ نے باب باندھا ہے بَابُ مَنْ لَمْ يَدْخُلِ الْكَعْبَةَ اور اس میں انہوں نے ابن عمرؓ کا فعل ذکر کیا ہے کہ وہ گو کثرت سے حج کرتے تھے، لیکن بیت اللہ میں داخل نہیں ہوتے تھے اسی طرح ابن عباسؓ بھی دخول کعبہ کے قائل نہ تھے۔ چنانچہ مسلم شریف کی روایت میں ہے، وہ فرماتے تھے: أُمِرْتُمْ بِالطَّوَافِ، وَلَمْ تُؤْمَرُوا بِدُخُولِهِ [2]۔

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري—ج٣ص٤٦٦

[2] صحيح مسلم-كتاب الحج-باب استحباب دخول الكعبة للحاج وغيره، والصلاة فيها، والدعاء في نواحيها كلها ١٣٣٠

بحث ثالث: اس میں روایات مختلف ہیں اثباتاً ونفیاً، حضرت بلالؓ مثبت ہیں اور حضرت ابن عباسؓ [1] اس کی نفی فرماتے ہیں، لیکن حضرت بلالؓ تو آپ ﷺ کیساتھ بیت اللہ میں داخل ہونیوالوں میں ہیں جیسا کہ روایات میں اس کی تصریح ہے اور ابن عباسؓ کا شمار داخل ہونیوالوں میں نہیں ہے، اسی لئے ابن عباسؓ اس نفی کی نسبت کبھی تو اسامہؓ کیطرف کرتے ہیں (جو داخل ہونیوالوں میں ہیں) اور کبھی اپنے بھائی فضل بن عباسؓ کیطرف کرتے ہیں (حالانکہ فضل کا دخول خود مشکوک ہے، مشہور روایات میں نہیں ہے) لہذا ترجیح بلالؓ کی روایت کو ہوگی۔

بحث رابع: امام بخاریؒ نے بھی یہ باب باندھا ہے بَاب الصَّلَاةِ فِي الْكَعْبَةِ، حضرت شیخ لکھتے ہیں: مسئلہ اختلافی ہے، ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ بیت اللہ میں نماز مطلقاً صحیح نہیں ہے للزوم الاستدبار، وبه جزم بعض اهل الظاهر وابن جرير واصبغ المالكي، والجمهور على الجواز، پھر ائمہ کا اس میں اختلاف ہے کہ وہاں صرف نفل نماز صحیح ہے یا نفل اور فرض دونوں جائز ہیں؟ امام مالکؒ واحمدؒ اول کے قائل ہیں اور حنفیہ وشافعیہ ثانی کے یعنی عموم جواز کے۔

جوف کعبہ اور سقف کعبہ پر نماز کب صحیح ہے: لیکن شافعیہ یوں کہتے ہیں: بیت اللہ شریف کے اندر گو جمیع جوانب میں نماز پڑھ سکتے ہیں لیکن باب کعبہ کیطرف رخ کر کے پڑھنا اس وقت درست ہے جب کہ باب کعبہ مغلق ہو مفتوح نہ ہو یا کم از کم اس کی چوکھٹ سامنے ہو جو تقریباً ایک ذراع اونچی ہو، تاکہ استقبال عمارت کعبہ کا ہو محض فضاء کا نہ ہو، اور یہی مسئلہ ان کے یہاں سقف کعبہ کا ہے کہ اس پر نماز اس وقت درست ہوگی جب کہ مصلی کے سامنے چھت کی منڈیر ہو (ابھری ہوئی دیوار) ورنہ نہیں (کذا فی الفتح) شراح بخاری نے یہ مسئلہ ترجمۃ البخاری "باب اغلاق البیت" کے تحت لکھا ہے۔

أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْكَعْبَةَ هُوَ وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ الْحَجَبِيُّ، وَبِلَالٌ: آپ ﷺ کے

---

[1] اور دونوں روایتیں صحیحین کی ہیں، ابن عمرؓ کی روایت (صحيح البخاري كتاب الحج باب إغلاق البيت ويصلي في أي نواحي البيت شاء ١٥٢١) میں تو یہ ہے کہ میں نے بلالؓ سے دریافت کیا: هَلْ صَلَّى فِيهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: نَعَمْ، اور ابن عباسؓ کی ایک روایت (صحيح البخاري كتاب الحج باب من كبر في نواحي الكعبة ١٥٢٤) میں تو اسطرح ہے فَكَبَّرَ فِي نَوَاحِيهِ وَلَمْ يُصَلِّ فِيهِ یعنی آپ ﷺ نے داخل ہو کر وہاں صرف تکبیر پڑھی نماز نہیں پڑھی اور ایک روایت میں ہے: أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا دَخَلَ الْبَيْتَ، دَعَا فِي نَوَاحِيهِ كُلِّهَا، وَلَمْ يُصَلِّ فِيهِ. (صحيح مسلم - كتاب الحج - باب استحباب دخول الكعبة للحاج وغيره، والصلاة فيها، والدعاء في نواحيها كلها ١٣٣٠) یہ سب روایات فتح مکہ کے موقعہ کی ہیں، آپ ﷺ کیساتھ بیت اللہ شریف میں، اسامہؓ، بلالؓ، عثمان بن طلحہ الحجبیؓ داخل ہوئے تھے جیسا کہ روایات میں مصرح ہے۔ حضرت ابن عمرؓ تو یہ فرماتے ہیں کہ میں نے بلالؓ سے دریافت کیا: کیا آپ ﷺ نے نماز پڑھی؟ انہوں نے فرمایا: ہاں پڑھی اور ابن عباسؓ یوں فرماتے ہیں: مجھ سے اسامہؓ نے بتایا کہ آپ ﷺ نے وہاں نماز نہیں پڑھی؟ حافظؒ فرماتے ہیں: ان دونوں میں امام نوویؒ وغیرہ نے اسطرح جمع فرمایا ہے کہ جب یہ حضرات بیت اللہ میں داخل ہوئے تو دعا میں مشغول ہوگئے، اسامہؓ نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ دعا مانگ رہے ہیں تو وہ بھی دعا میں لگ گئے کسی ایک گوشہ میں اور حضور ﷺ تھے دوسرے گوشہ میں آپ نے دعا سے فارغ ہو کر نماز بھی پڑھی جس کو بلالؓ نے دیکھ لیا بوجہ قریب ہونے کے اور اسامہؓ دیکھ نہ سکے بوجہ بعد اور دعا میں مشغول ہونیکے، ویسے بھی اغلاق باب کیوجہ سے کچھ تاریکی ہوگئی، اسلئے اسامہؓ نے نماز کی نفی کردی۔

ساتھ کعبہ میں تین حضرات داخل ہوئے، اسامہؓ، بلالؓ، عثمان بن طلحہؓ اور مسلم کی روایت میں ہے: ولم يدخل معهم احد کہ ان تینوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا، لیکن نسائی کی روایت میں فضل بن عباسؓ کا بھی اضافہ ہے۔ یہ عثمان بن طلحہ حجبی ہیں کلید بردار خانہ کعبہ کے یہ نسبت حجابۃ البیت کیطرف ہے (بیت اللہ کی دربانی) اس کو بند کرنا کھولنا وغیرہ اور ان کے اہل بیت کو حجبہ کہتے ہیں۔ مسلم کی روایت میں ہے آپ ﷺ نے ان سے فتح مکہ کے روز مفتاح کعبہ طلب فرمائی، یہ اپنی والدہ کے پاس گئے مفتاح لینے کیلئے (جن کا نام سلافہ تھا) انہوں نے دینے سے انکار کیا، انہوں نے کہا کہ اگر اپنی خیر چاہتی ہے تو دیدے ورنہ میرے پاس یہ تلوار ہے اس نے فوراً تالی دیدی یہ تالی لیکر حضور ﷺ کے پاس آئے اور کعبہ کا دروازہ کھولا۔ امام نوویؒ شرح مسلم میں لکھتے ہیں: عثمان بن طلحہ، خالد بن الولید کیساتھ صلح حدیبیہ کے زمانہ میں اسلام لائے اور یہ فتح مکہ میں شریک ہوئے، حضور ﷺ نے ان کو اور شیبہ [1] بن عثمان بن ابی طلحہ کو مفتاح کعبہ عطا فرمائی اور فرمایا خُذُوهَا يَا بني طَلْحَةَ خالدةً تالدةً لا ينزعها منكم إلا ظالم [2]۔ (لو سنبھالو اس کنجی کو اے ابو طلحہ کی اولاد! ہمیشہ کیلئے نہیں لیگا اس کو تم سے مگر وہی شخص جو ظالم ہوگا)۔ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں: علماء نے لکھا ہے کہ یہ مفتاح انہی کا حق وحصہ ہے، اس کو ان سے لینا جائز نہیں یہ ولایت بیت اللہ کی حضور ﷺ کی طرف [3] سے انکو ملی ہے ان کے بعد ان کی ذریت میں باقی رہے گی جب تک وہ دنیا میں موجود رہیں اور اس خدمت کی صلاحیت ان میں رہے، واللہ تعالی أعلم۔

جَعَلَ عَمُودًا عَنْ يَسَارِهِ، وَعَمُودَيْنِ عَنْ يَمِينِهِ: اس سلسلہ میں روایات میں شدید اختلاف ہے، صحیحین کی روایات اور فتح الباری کو دیکھنے سے یہ سمجھ میں آیا ہے کہ زیادہ تر صحیحین کی روایات میں بين العمودين اليمانيين یا بين العمودين المقدمين ہے اور بخاری کی ایک روایت میں عَمُودًا عَنْ يَسَارِهِ وَعَمُودَيْنِ عَنْ يَمِينِهِ [4] ہے اور اسی طرح یہاں ابوداؤد میں ہے۔ ان روایات میں تو کوئی خاص اشکال نہیں ہے اسلئے کہ ہم کہیں گے اگرچہ دائیں طرف دو عمود تھے اور بائیں طرف ایک، لیکن اس کے باوجود بين العمودين کہنا درست ہے بایں طور کہ دائیں طرف جو ایک، دوسرا استون تھا اس کا صرف ذکر حذف کیا ہے، نفی نہیں کی،

---

[1] یہ شیبہ عثمان بن طلحہ کے ابن العم (چچازاد بھائی) ہیں بیٹے نہیں، ایک ایک بھائی کی اولاد ہے، دوسرا دوسرے بھائی کی، أفاده الحافظ في الفتح۔ میں نے بعض شروح میں لکھا ہے کہ یہ عثمان بن طلحہ الحجبی لاولد تھے اس لئے ان کے بعد مفتاح کعبہ شیبہ کے حصہ میں آگئی تھی اسی لئے اب ان کلید برداروں کو شیبین کہا جاتا ہے، واللہ تعالی أعلم۔ ان کا سلسلہ نسب اس طرح ہے: شيبة ...... عثمان ...... أبو طلحة ...... عثمان حجبي (الد کو ربی الحدیث)
اس نقشہ سے ظاہر ہو رہا ہے کہ شیبہ بن عثمان، عثمان بن طلحہ الحجبی کے چچازاد بھائی ہیں۔ یہ شیبہ بھی صحابی ہیں اور ان کے والد عثمان کا اسلام ثابت نہیں بلکہ وہ جنگ احد میں مارے گئے۔ کمافی البذل۔

[2] المعجم الكبير للطبراني ١١٢٣٤ (ج ١١ ص ١٢٠)

[3] یعنی اگرچہ یہ عہدہ اور ولایت جس کو حجابة البیت اور سدانة البیت سے تعبیر کیا جاتا ہے ان لوگوں کو پہلے سے حاصل تھا لیکن آپ ﷺ نے اس کو برقرار رکھ کر اور مستحکم فرمادیا۔

[4] صحيح البخاري - أبواب سترة المصلي - باب الصلاة بين السواري في غير جماعة ٤٨٣

لیکن مسلم کی ایک روایت میں جو اس طرح ہے: جَعَلَ عَمُودَيْنِ عَنْ يَسَارِهِ، وَعَمُودًا عَنْ يَمِينِهِ [1] یہ قابل اشکال ضرور ہے۔ حافظ ؒ نے فتح الباری [2] میں امام دار قطنی ؒ سے نقل کیا ہے کہ اکثر روات نے امام مالک ؒ سے عَمُودًا عَنْ يَمِينِهِ وَعَمُودًا عَنْ يَسَارِهِ نقل کیا ہے اور اسماعیل نے امام مالک ؒ سے عَمُودًا عَنْ يَسَارِهِ و عمودين عن يمينه نقل کیا ہے (کما فی روایۃ البخاری وابی داود) اور یحییٰ بن یحییٰ نیسابوری نے ان سے اس کا عکس نقل کیا ہے: عَمُودَيْنِ عَنْ يَسَارِهِ وَعَمُودًا عَنْ يَمِينِهِ (کما فی روایۃ المسلم) لیکن اسماعیل کی متابعت کرنے والے اکثر ہیں یحییٰ کے مقابلہ میں، اسی لئے امام بیہقی ؒ نے اسماعیل کی روایت کو ترجیح دی ہے۔ حاصل یہ کہ مسلم کی یہ روایت مرجوح ہے، واللہ سبحانہ وتعالی أعلم۔

«وَكَانَ الْبَيْتُ يَوْمَئِذٍ عَلَى سِتَّةِ أَعْمِدَةٍ»: يَوْمَئِذٍ سے معلوم ہو رہا ہے کہ بعد میں اس کی بناء میں تغیر واقع ہوا تھا چنانچہ ملا علی قاری ؒ لکھتے ہیں کہ اب بیت اللہ شریف کے اندر صرف تین ستون ہیں۔

۲۰۲۶- حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ صَفْوَانَ، قَالَ: قُلْتُ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ: كَيْفَ صَنَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ دَخَلَ الْكَعْبَةَ؟ قَالَ: «صَلَّى رَكْعَتَيْنِ».

ترجمہ: عبد الرحمن بن صفوان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب ؓ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ میں داخل ہونے کے بعد کیا کیا؟ تو حضرت عمر ؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے دو رکعتیں ادا فرمائیں۔

۲۰۲۷- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ أَبِي الْحَجَّاجِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ أَبَى أَنْ يَدْخُلَ الْبَيْتَ وَفِيهِ الْآلِهَةُ، فَأَمَرَ بِهَا فَأُخْرِجَتْ، قَالَ: فَأُخْرِجَ صُورَةُ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَفِي أَيْدِيهِمَا الْأَزْلَامُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «قَاتَلَهُمُ اللَّهُ، وَاللَّهِ! لَقَدْ عَلِمُوا مَا اسْتَقْسَمَا بِهَا قَطُّ». قَالَ: ثُمَّ دَخَلَ الْبَيْتَ فَكَبَّرَ فِي نَوَاحِيهِ وَفِي زَوَايَاهُ، ثُمَّ خَرَجَ وَلَمْ يُصَلِّ فِيهِ.

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب مکہ مکرمہ تشریف لائے (اور مکہ مکرمہ کو فتح فرما چکے تو) آپ ﷺ نے بیت اللہ میں داخل ہونے سے انکار فرمایا کیونکہ بیت اللہ میں بت رکھے ہوئے تھے پس حضور ﷺ نے ان بتوں کے نکالنے کا حکم دیا تو ان بتوں کو بیت اللہ سے نکال دیا گیا۔ راوی کہتے ہیں: ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کی ایک ایسی مورتی نکالی گئی جس میں یہ دکھایا گیا تھا کہ ان دونوں پیغمبروں کے ہاتھ میں تیر ہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ پاک ان لوگوں کو ہلاک کرے! خدا کی قسم! قریش کے کافروں کو یہ معلوم ہے کہ ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام نے کبھی بھی تیروں کے ذریعے اپنی قسمت نہیں آزمائی۔ ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ پھر رسول اللہ ﷺ بیت اللہ میں داخل ہوئے اور آپ نے بیت اللہ کے گوشوں

[1] صحيح مسلم — كتاب الحج — باب استحباب دخول الكعبة للحاج وغيره، والصلاة فيها، والدعاء في نواحيها كلها ۱۳۲۹

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ۱ ص ۵۷۹

اور کناروں میں تکبیر کہی پھر آپ ﷺ بیت اللہ سے باہر تشریف لے آئے اور آپ ﷺ نے بیت اللہ میں نماز نہیں پڑھی۔

تخریج صحیح البخاري - الصلاة (۳۸۹) صحیح البخاري - أحادیث الأنبیاء (۳۱۷٤) صحیح البخاري - المغازي (٤٠٣٨) سنن النسائي-مناسك الحج (۲۹۱۳) سنن أبي داود - المناسك (۲۰۲۷)

شرح الأحادیث لَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ أَبَى أَنْ يَدْخُلَ الْبَيْتَ: یہ فتح مکہ کا واقعہ ہے یعنی آپ ﷺ اس دن بیت اللہ شریف کے اندر اس وقت تک داخل نہیں ہوئے جب تک اس میں سے بت اور مورتیاں نہیں نکال لیں۔ چنانچہ ان سب کو نکال کر پھینکا گیا، ان خبیثوں نے ان مورتیوں میں دو تصویریں حضرت ابراہیم علیہ السلام و حضرت اسماعیل علیہ السلام کے نام سے بھی بنا رکھی تھیں، (گویا وہ ان دونوں نبیوں کی تصویریں تھیں) اور ان دونوں کے ہاتھ میں انہوں نے ازلام [1] (یہ زلم کی جمع ہے اسکی تفسیر اقلام سے کرتے ہیں یا قداح سے یعنی تراشیدہ لکڑیاں تیر کی لکڑیوں کی طرح) دے رکھے تھے (گویا یہ دونوں حضرات بھی ان اقلام کے ذریعہ اپنی قسمت کو آزماتے تھے اہل جاہلیت کی طرح) یہ دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا: خدا انکا ناس کرے! خود ان کو بھی اس بات کی خبر اور یقین ہے کہ ان دونوں نے کبھی بھی ان تیروں سے قسمت آزمائی نہیں کی (مگر اسکے باوجود ان لوگوں نے ان کے ہاتھوں میں یہ ازلام واقلام دے رکھے ہیں)۔

۹۳- بَابُ الصَّلَاةِ فِي الْحِجْرِ

حطیم کا بیان

۲۰۲۸- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ: كُنْتُ أُحِبُّ أَنْ أَدْخُلَ الْبَيْتَ فَأُصَلِّيَ فِيهِ فَأَخَذَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِي فَأَدْخَلَنِي فِي الْحِجْرِ فَقَالَ: «صَلِّي فِي الْحِجْرِ إِذَا أَرَدْتِ دُخُولَ الْبَيْتِ، فَإِنَّمَا هُوَ قَطْعَةٌ مِنَ الْبَيْتِ، فَإِنَّ قَوْمَكِ اقْتَصَرُوا حِينَ بَنَوُا الْكَعْبَةَ فَأَخْرَجُوهُ مِنَ الْبَيْتِ».

ترجمہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں یہ چاہتی تھی کہ میں بیت اللہ میں داخل ہو کر نماز ادا کروں (کیونکہ حضرت عائشہؓ نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر اللہ پاک رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں مکہ مکرمہ کو فتح فرمادیں گے تو میں بیت اللہ میں جا کر دو رکعت ادا کروں گی) پس رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے حطیم میں داخل کیا اور حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم اگر بیت اللہ میں داخل ہونا چاہتی ہو تو تم حطیم میں نماز پڑھ لو کیونکہ یہ بیت اللہ ہی کا ایک حصہ ہے کیونکہ تمہاری قوم قریش نے بیت

---

[1] ان میں سے ایک پر لکھا ہوتا تھا "افعل" اور ایک پر "لاتفعل" اور ایک تیر خالی، جس پر کچھ لکھا ہوا نہیں ہوتا تھا یہ ازلام سادن (خادم بیت اللہ) کے ہاتھ میں ہوا کرتے تھے۔ جب کسی شخص کو کوئی حاجت ہوتی سفر وغیرہ یا شادی یا کسی اور کام کی اور وہ یہ معلوم کرنا چاہتا کہ مجھے یہ کام کرنا چاہیے یا نہیں تو وہ اس سادن کے پاس آتا اور اس سے کہتا کہ میری قسمت معلوم کرادو کہ آیا مجھے یہ کام کرنا چاہیے یا نہیں؟ یہ کام میرے حق میں بہتر ہے یا نہیں؟ تو اس پر وہ سادن قرعہ اندازی کرتا اگر اسمیں "افعل" نکلتا تو اس کام کو کرتا اور اگر "لاتفعل" نکلتا تو اس کام کو نہ کرتا اور اگر خالی والا تیر نکلتا تو پھر دوبارہ قرعہ اندازی کرتا اور پھر اسی طرح کرتا۔ ان لوگوں نے بہت ساری نامعلوم چیزوں کی معرفت کا ذریعہ اسی طریقہ کو بنا رکھا تھا، بہت سے نزاعی مسائل اسی طرح حل کرتے۔ لاحول ولاقوۃ إلا باللہ العلی العظیم۔

اللہ کی تعمیر کے وقت بیت اللہ کو اسکی اصل پیائش سے چھوٹا بنادیا تھا(کیونکہ مال حلال کم پڑ گیا تھا)تو قریش نے حطیم کو بیت اللہ سے باہر نکال دیا۔

تخریج صحيح البخاري - الحج (١٥٠٦) صحيح البخاري - الحج (١٥٠٧) صحيح البخاري - الحج (١٥٠٨) صحيح البخاري - الحج (١٥٠٩) صحيح البخاري - أحاديث الأنبياء (٣١٨٨) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٢١٤) صحيح البخاري - التمني (٦٨١٦) صحيح مسلم - الحج (١٣٣٣) جامع الترمذي - الحج (٨٧٦) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٠٠) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٠١) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٠٢) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩٠٣) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩١٠) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٩١٢) سنن أبي داود - المناسك (٢٠٢٨) سنن ابن ماجه - المناسك (٢٩٥٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥٧/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦٧/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٩٣/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٠٢/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١١٣/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٧٦/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٨٠/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٣٩/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٤٧/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٥٣/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٦٢/٦) موطأ مالك - الحج (٨١٣) سنن الدارمي - المناسك (١٨٦٨) سنن الدارمي - المناسك (١٨٦٩)

٩٤ - بَابٌ فِي دُخُولِ الْكَعْبَةِ

کعبہ شریف میں داخل ہونے کے بیان میں

٢٠٢٩ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُدَ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهَا وَهُوَ مَسْرُورٌ، ثُمَّ رَجَعَ إِلَيَّ وَهُوَ كَئِيبٌ، فَقَالَ: «إِنِّي دَخَلْتُ الْكَعْبَةَ وَلَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي، مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا دَخَلْتُهَا إِنِّي أَخَافُ أَنْ أَكُونَ قَدْ شَقَقْتُ عَلَى أُمَّتِي».

ترجمہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس سے باہر اس حال میں تشریف لے گئے کہ آپ ﷺ خوش و خرم تھے پھر حضور ﷺ میرے پاس جب واپس تشریف لائے تو آپ ﷺ غم زدہ تھے اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں بیت اللہ کے اندر داخل ہوا ہوں، اگر مجھے جو بات بعد میں ظاہر ہوئی اگر وہ بات میرے ذہن میں پہلے آجاتی تو میں بیت اللہ میں داخل نہ ہوتا...... مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ میں نے بیت اللہ میں داخل ہو کر اپنی اُمت کو مشقت میں ڈال دیا۔

تخریج جامع الترمذي - الحج (٨٧٣) سنن أبي داود - المناسك (٢٠٢٩) سنن ابن ماجه - المناسك (٣٠٦٤)

شرح الحدیث عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهَا وَهُوَ مَسْرُورٌ: اس حدیث کا حوالہ ہمارے یہاں اس سے قبل جہاں یہ بحث گزری ہے کہ حضور اقدس ﷺ حجۃ الوداع میں بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے یا نہیں؟ گزر چکا۔ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: آپ ﷺ میرے پاس سے تشریف لے گئے اس حال میں کہ آپ ﷺ راضی خوشی تھے، اس کے بعد جب لوٹے ہیں تو غمگین تھے (اور غم کی وجہ یہ بیان فرمائی) کہ میں بیت اللہ میں داخل ہوا تھا لیکن جو بات میرے ذہن میں بعد میں آئی اگر داخل ہونے سے پہلے آجاتی تو میں داخل نہ ہوتا اور وہ بات یہ ہے کہ میں نے داخل ہو کر

اپنی امت کو مشقت میں ڈالدیا(کیونکہ اب سب لوگ میرے اتباع میں اس میں داخل ہونے کی کوشش کریں گے اور مشقت میں پڑیں گے)۔

کیا آپ ﷺ حجۃ الوداع میں بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے؟ جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ آپ ﷺ حجۃ الوداع کے موقعہ پر بیت اللہ میں داخل ہوئے تھے وہ اسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں کیونکہ اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ آپ کسی عمرہ کے سفر میں بیت اللہ میں داخل نہیں ہوئے اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ فتح مکہ میں داخل ہوئے، روایات میں اس کی تصریح ہے۔ اب رہ گئی یہ روایت اس میں کچھ تصریح نہیں کہ یہ کب کا واقعہ ہے فتح مکہ کا یا حجۃ الوداع کا لیکن فتح مکہ پر محمول کرنا خلاف ظاہر ہے اسلئے کہ اس سفر میں عائشہؓ آپ ﷺ کے ساتھ نہیں تھیں اور حجۃ الوداع میں ساتھ تھیں۔ باقی یہ احتمال کہ ہوسکتا ہے یہ واقعہ فتح مکہ ہی کا ہو اور مطلب یہ ہے کہ جب آپ ﷺ سفر سے مدینہ منورہ واپس تشریف لائے تو اس وقت حضور ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے یہ بات فرمائی بالکل ہی خلاف ظاہر ہے اسلئے کہ آپ ﷺ کا یہ سفر مبارک بڑی مسرات کا باعث تھا عظیم الشان اس میں دو فتح ہوئیں ایک فتح مکہ دوسری فتح حنین اور تقریباً آپ ﷺ کے دو ماہ اس سفر میں خرچ ہوئے پھر دخول کعبہ کا یہ غم ان تمام مسرات پر کیسے غالب آگیا بلکہ صحیح یہی ہے کہ آپ ﷺ مکہ میں حضرت عائشہؓ کے پاس سے اٹھ کر حرم تشریف لے گئے اور بیت اللہ میں داخل ہوئے پھر چند گھنٹے کے بعد جب لوٹ کر آپ ﷺ ان کے پاس آئے تو اس وقت آپ ﷺ نے ان سے یہ بات فرمائی اس صورت میں یہ واقعہ حجۃ الوداع ہی کا ہو سکتا ہے (جزء حجۃ الوداع وبذل المجهود [1])۔

۲۰۳۰- حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، وَسَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، وَمُسَدَّدٌ، قَالُوا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ الْحَجَبِيِّ، حَدَّثَنِي خَالِي، عَنْ أُمِّي صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ، قَالَتْ: سَمِعْتُ الْأَسْلَمِيَّةَ، تَقُولُ: قُلْتُ لِعُثْمَانَ: مَا قَالَ لَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ دَعَاكَ؟ قَالَ: قَالَ: «إِنِّي نَسِيتُ أَنْ آمُرَكَ أَنْ تُخَمِّرَ الْقَرْنَيْنِ فَإِنَّهُ لَيْسَ يَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ فِي الْبَيْتِ شَيْءٌ يَشْغَلُ الْمُصَلِّيَ» .

قَالَ ابْنُ السَّرْحِ: خَالِي مُسَافِعُ بْنُ شَيْبَةَ.

ترجمہ: منصور حجبی کہتے ہیں کہ مجھے میرے ماموں نے میری والدہ سے نقل کرکے بیان کیا کہ میری والدہ نے کہا کہ میں نے بنو سلیم کی ایک خاتون سے یہ سنا وہ کہہ رہی تھیں کہ میں نے عثمان بن طلحہ سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے جب تمہیں بلالیا تھا اس وقت تم سے رسول اللہ ﷺ نے کیا ارشاد فرمایا تھا؟ تو عثمان بن طلحہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ میں تم سے یہ کہنا بھول گیا کہ تم اس مینڈھے کی دونوں سینگھوں کو ڈھانپ دو (جو مینڈھا حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بدلہ میں پیش کیا گیا تھا) کیونکہ یہ نامناسب بات ہے کہ بیت اللہ میں کوئی ایسی شئی رکھی ہو جو نمازی کو نماز سے پھیر دے۔ ابن سرح استاد نے یہ اضافہ کیا کہ میرے ماموں مسافع بن شیبہ نے بیان کیا۔

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ۹ ص ۳۷۳-۳۷۴

شرح الحديث یہ منصور، شیبہ بن عثمان حجبی (کلید بردار) جن کا ذکر اوپر آچکا ہے کے نواسہ ہیں (اسلئے یہ بھی حجبی ہوئے) وہ کہتے ہیں: مجھ سے میرے ماموں نے بیان کیا میری والدہ سے نقل کرتے ہوئے، منصور کی والدہ صفیہ بنت شیبہ ہیں اور آگے روایت میں آرہاہے کہ انکے ماموں کا نام مسافع ہے۔ اس میں اشکال ہے وہ یہ کہ ماموں تو والدہ کے بھائی کو کہتے ہیں تو مسافع ان کے ماموں اس وقت ہوتے جب کہ وہ منصور کی والدہ کے بھائی ہوتے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ مسافع ان کی والدہ کے بھتیجے ہیں، لہذا ان کو ماموں کہنا مجاز ہے (بذل [1])۔

قُلْتُ لِعُثْمَانَ: مَا قَالَ لَكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ اسلمیہ یوں کہتی ہیں: میں نے عثمان بن طلحہ الحجبی سے یہ دریافت کیا کہ حضور ﷺ نے بیت اللہ شریف سے باہر آنے کے بعد تم سے کیا بات فرمائی تھی؟ انہوں نے جواب دیا کہ آپ ﷺ نے مجھ سے یہ فرمایا تھا کہ جب میں بیت اللہ کے اندر تھا تو یہ خیال ہوا تھا کہ تم سے یوں کہوں گا کہ یہ بیت اللہ شریف میں جو دو سینگ آویزاں ہیں ان کو کسی چیز سے ڈھانپ دو مگر پھر بھول گیا اور تم سے کہہ نہ سکا، لہذا اب کہتا ہوں کہ ان کو ڈھانپ دینا۔ یوں کہتے ہیں کہ یہ سینگ اس مینڈھے کے ہیں جس کو جنت سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ میں لایا گیا تھا، چونکہ ایک تاریخی چیز تھی اس لئے ان کو اس وقت بیت اللہ کے اندر محفوظ کر [2] دیا ہو گا واللہ تعالیٰ أعلم۔

٩٥ - بَابٌ فِي مَالِ الْكَعْبَةِ

بیت اللہ کے اندر موجود مال کے بیان میں

بیت اللہ شریف کے اندر صندوق کی شکل میں ایک غار تھا (بعضوں نے اس کو بئر یعنی کنواں سے تعبیر کیا ہے) اسلام سے پہلے ہمیشہ سے بیت اللہ شریف پر جو چڑھاوے چڑھتے رہے (ہدایا) ان کو اس کنویں میں محفوظ کر دیا جاتا تھا جس کی مقدار ظاہر ہے کہ بہت کثیر ہو گئی ہوگی۔

٢٠٣١ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمُحَارِبِيُّ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ وَاصِلٍ الْأَحْدَبِ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ شَيْبَةَ يَعْنِي ابْنَ عُثْمَانَ، قَالَ: قَعَدَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي مَقْعَدِكَ الَّذِي أَنْتَ فِيهِ، فَقَالَ: لَا أَخْرُجُ حَتَّى أَقْسِمَ مَالَ الْكَعْبَةِ قَالَ: قُلْتُ: مَا أَنْتَ بِفَاعِلٍ، قَالَ: بَلَى، لَأَفْعَلَنَّ قَالَ: قُلْتُ: مَا أَنْتَ بِفَاعِلٍ، قَالَ: لِمَ؟ قُلْتُ: «لِأَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ رَأَى مَكَانَهُ وَأَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، وَهُمَا أَحْوَجُ مِنْكَ إِلَى الْمَالِ فَلَمْ يُخْرِجَاهُ» فَقَامَ فَخَرَجَ.

ترجمہ شیبہ بن عثمان کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب اس جگہ پر بیٹھے تھے جہاں آپ اسوقت بیٹھے ہیں (شقیق ایک دن

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٩ ص ٣٧٥

[2] حضرت شیخ کے حاشیہ بذل میں لکھا ہے بحوالہ حیوۃ الحیوان کہ یہ سینگ جس وقت حجاج نے عبد اللہ بن الزبیرؓ پر مکہ پر چڑھائی کی تھی اس وقت نذر آتش ہو گئے تھے، ۱۲ (بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٩ ص ٣٧٥)۔

شیبہ کے ساتھ بیت اللہ شریف کے اندر ایک کرسی پر بیٹھے تھے اسوقت شیبہ نے شقیق کو مخاطب کر کے یہ فرمایا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں بیت اللہ سے اسوقت تک نہیں نکلوں گا یہاں تک میں بیت اللہ کے مال کو مسلمان فقراء پر تقسیم نہ کردوں، توشیبہ کہتے ہیں: میں نے کہا: آپ ایسا نہیں کر سکتے، تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: کیوں نہیں، میں ضرور بضرور یہ کام کرونگا، شیبہ کہتے ہیں کہ میں نے پھر کہا: آپ ایسا نہیں کر سکتے، حضرت عمرؓ نے فرمایا: تم یہ بات کیوں کہہ رہے ہو؟ تو میں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ اور ابو بکرؓ کو معلوم تھا کہ یہ مال اس جگہ موجود ہے اور دونوں کو آپ سے زیادہ (مسلمانوں کی مالی تنگی کیوجہ سے) اس مال کی زیادہ ضرورت تھی لیکن ان دونوں حضرات نے اس مال کو اس جگہ سے نہیں ہلایا، تو حضرت عمرؓ کھڑے ہو کر بیت اللہ کے باہر تشریف لے گئے۔

تخریج صحيح البخاري - الحج (١٥١٧) صحيح البخاري - الاعتصام بالكتاب والسنة (٦٨٤٧) سنن أبي داود - المناسك (٢٠٣١) سنن ابن ماجه - المناسك (٣١١٦)

شرح الحديث عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ شَيْبَةَ يَعْنِي ابْنَ عُثْمَانَ، قَالَ: قَعَدَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي مَقْعَدِكَ الَّذِي أَنْتَ فِيهِ: اور صحیح بخاری کے لفظ اس طرح ہیں: قَالَ جَلَسْتُ مَعَ شَيْبَةَ عَلَى الْكُرْسِيِّ فِي الْكَعْبَةِ۔ شقیق کہتے ہیں: میں ایک دن شیبہ کے [1] ساتھ کعبہ شریف میں کرسی پر بیٹھا تھا توشیبہ نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دن کی بات ہے حضرت عمرؓ میرے پاس یہاں کعبہ میں اسی طرح بیٹھے تھے جس طرح تم اس وقت یہاں میرے پاس بیٹھے ہو تو وہ یعنی عمرؓ مجھ سے فرمانے لگے: لَا أَخْرُجُ حَتَّى أُقْسِمَ [2] مَالَ الْكَعْبَةِ کہ میں آج یہاں سے اس وقت تک نہیں نکلوں گا جب تک میں اس مال کعبہ کو لوگوں میں (ضرورتمندوں میں) تقسیم نہ کرلوں (کیونکہ یہ مال یہاں ایک مدت سے ویسے ہی فضول پڑا ہے، اس سے بہتر یہ ہے کہ اسکو مسلمانوں میں تقسیم ہی کر دیا جائے تاکہ کام آئے)۔

قُلْتُ: مَا أَنْتَ بِفَاعِلٍ: شیبہ کہتے ہیں: اس پر میں نے عمرؓ سے کہا کہ آپ اس کام کو ہرگز نہیں کر سکتے۔ انہوں نے فرمایا: کیوں نہیں؟ میں اس کو ضرور کروں گا۔ میں نے پھر یہی عرض کیا کہ آپ اس کام کو نہیں کر سکتے۔ انہوں نے دریافت کیا کہ آخر کیا وجہ ہے میں کیوں نہیں کر سکتا؟ میں نے عرض کیا: اسلئے کہ آپ سے پہلے حضور اکرم ﷺ اور اسی طرح ابو بکر صدیقؓ کو اس مال کا یہاں ہونا معلوم تھا مگر ان دونوں میں سے کسی نے بھی اس مال کو اسکی جگہ سے حرکت نہیں دی، حالانکہ انکے زمانہ میں اس مال کی حاجت اسوقت سے زائد تھی۔

فَقَامَ فَخَرَجَ: شیبہ کہتے ہیں: عمرؓ میری یہ بات سن کر فوراً کھڑے ہو گئے اور چلے گئے۔ اسکے بعد صحیح بخاری میں ہے: عمرؓ نے فرمایا: هُمَا الْمَرْءَانِ أَقْتَدِي بِهِمَا کہ یہ دونوں واقعی ایسے شخص ہیں کہ مجھے انکا اقتداء کرنا ہے۔ ابن بطالؒ شارح بخاری فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے اس مال کو اسلئے نہیں چھیڑا کہ وہ مال بیت اللہ کیلئے گویا وقف تھا جس میں کوئی تغیر و تصرف جائز نہ

---

[1] یہ شیبہ وہی شیبہ بن عثمان الحجبی ہیں جن کا ذکر قریب ہی میں گزرا ہے، ۱۲۔

[2] اور صحیح بخاری کے لفظ یہ ہیں: فقال لقد هممت ان لا ادع فيها صفراء ولا بيضاء۔ صفراء بیضاء سے مراد سونا اور چاندی ہے، دراہم و دنانیر، ۱۲۔

تھا❶، لیکن حافظؒ نے اس تعلیل کو رد کر دیا ہے اور کہا: بلکہ ظاہر یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس مال میں تصرف قریش کی ولداری اور رعایت میں نہیں کیا جس طرح بیت اللہ کی تعمیر و بناء قواعد ابراہیم علیہ السلام پر آپ نے قریش کی رعایت میں نہیں فرمائی تھی جیسا کہ حدیث میں اس کی تصریح ہے۔ قال الحافظ: وَيُؤَيِّدُهُ مَا وَقَعَ عِنْدَ مُسْلِمٍ فِي بَعْضِ طُرُقِ حَدِيثِ عَائِشَةَ فِي بِنَاءِ الْكَعْبَةِ لَأَنْفَقْتُ كَنْزَ الْكَعْبَةِ، وَلَفْظُهُ: لَوْلَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيثُو عَهْدٍ بِكُفْرٍ لَأَنْفَقْتُ كَنْزَ الْكَعْبَةِ فِي سَبِيلِ اللهِ❷۔

۲۰۳۲- حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ إِنْسَانٍ الطَّائِفِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنِ الزُّبَيْرِ، قَالَ: لَمَّا أَقْبَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ لِيَّةَ حَتَّى إِذَا كُنَّا عِنْدَ السِّدْرَةِ وَقَفَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي طَرَفِ الْقَرْنِ الْأَسْوَدِ حَذْوَهَا، فَاسْتَقْبَلَ نَخِبًا بِبَصَرِهِ، وَقَالَ: مَرَّةً وَادِيَهُ، وَوَقَفَ حَتَّى اتَّقَفَ النَّاسُ كُلُّهُمْ، ثُمَّ قَالَ: «إِنَّ صَيْدَ وَجٍّ وَعِضَاهَهُ حَرَامٌ مُحَرَّمٌ لِلهِ» وَذَلِكَ قَبْلَ نُزُولِهِ الطَّائِفَ وَحِصَارِهِ لِثَقِيفٍ.

ترجمہ: حضرت زبیر بن عوامؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ثقیف کی وادی لیہ سے واپس لوٹ رہے تھے تو ہم ایک بیری کے درخت کے پاس پہنچے کہ رسول اللہ ﷺ اس بیری کے درخت کے بالمقابل القرن الاسود (چھوٹا پہاڑ ہے) کے ایک جانب کھڑے ہو کر آپ نے نخب وادی کی طرف اپنی نگاہ مبارک بلند کی...... اور کبھی راوی نے یوں کہا کہ اس وادی کی طرف اپنی نگاہ بلند فرمائی اور آپ ٹھہر گئے یہاں تک کہ سب لوگ ٹھہر گئے، پھر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ طائف کی وادی صید وج اور اسکے کانٹے دار درخت سب کے سب قابل تعظیم اور اللہ رب العزت کی رضا کیلئے قابل احترام ہیں اور یہ واقعہ طائف کے میدان میں اترنے سے پہلے کا ہے، اس وقت تک حضور ﷺ نے قبیلہ ثقیف کا حصار نہیں کیا تھا۔

تخریج: سنن أبي داود - المناسك (۲۰۳۲) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۱/۱۶۵)

شرح الحدیث: لِيَّةَ طائف میں ایک وادی (ہے یا جبل ہے، القرن الاسود، یہ ایک پہاڑی ہے اور نخب، یہ بھی طائف میں ایک وادی ہے، حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں: جب ہم آرہے تھے حضور ﷺ کیساتھ مقام لیہ سے (یہ غزوۂ حنین سے واپسی اور طائف کیطرف جانے کے وقت کی بات ہے) توجب ہم ایک بیری کے درخت کے قریب تھے تو وہاں رسول اللہ ﷺ چلتے چلتے رکے قرن اسود کی ایک جانب میں اسی بیری کے درخت کی محاذات میں، تو اس جگہ ٹھہر کر آپ ﷺ نے وادی نخب کو اپنی نگاہ کے سامنے کیا، چنانچہ اور سب لوگ بھی اسی جگہ اسی طرح ٹھہر گئے (آپ ﷺ کے اتباع میں)۔

غرضیکہ آپ ﷺ نے اس جگہ ٹھہر کر یہ ارشاد فرمایا: إِنَّ صَيْدَ وَجٍّ وَعِضَاهَهُ حَرَامٌ مُحَرَّمٌ لِلهِ کہ مقام وج کا شکار اور اس کے خار دار درخت سب کے سب حرام ہیں اللہ تعالیٰ کے لئے، یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے حرم مکہ کے شکار وغیرہ کو حرام قرار دیا ہے اسی

---

❶ شرح صحيح البخاري لابن بطال - ج ٤ ص ٢٧٦

❷ فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ٣ ص ٤٥٧

طرح اس مقام وج کا بھی حال ہے کہ اس کا بھی شکار وغیرہ حرام ہے۔

کیا وجّ طائف حرم کے حکم میں ہے: وجّ طائف میں ایک جگہ کا نام ہے، اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ مقام وجّ کا بھی وہی حکم ہے جو حرم مکہ کا ہے۔ چنانچہ شافعیہ کا یہی مسلک ہے لیکن اس میں اور حرم مکہ میں فرق یہ ہے کہ حرم کے شکار میں جزاء اور ضمان واجب ہوتا ہے اس میں جزاء واجب نہیں۔ جمہور علماء جن میں حنفیہ وحنابلہ بھی داخل ہیں اسکے قائل نہیں ہیں، جمہور یہ کہتے ہیں: یہ حدیث اس درجہ کی مشہور اور قوی نہیں ہے کہ اس پر حلت اور حرمت کا مدار رکھا جاسکے۔ دراصل اس مسئلہ میں عموم بلویٰ ہے (اگر ایسا ہوتا تو اسکی خبر سب کو ہوتی اور یہ حدیث مشہور ہو جاتی حالانکہ ایسا نہیں ہے) اور جس چیز میں عموم بلویٰ ہوتا ہے وہاں خبر مشہور درکار ہوتی ہے، خبر واحد سے وہاں کام نہیں چل سکتا، اصولی مسئلہ ہے۔ خطابیؒ مشہور شارح حدیث بھی اسکے قائل نہیں وہ فرماتے ہیں: ممکن ہے یہ آپ کا فرمان بطریق [1] حمی ہو کسی مخصوص وقت میں نہ کہ ہمیشہ کیلئے، واللہ تعالی أعلم بالصواب۔ شراح حدیث کے کلام سے معلوم ہوا کہ صید وجّ کی حرمت کے شافعیہ قائل ہیں۔ چنانچہ فقہ شافعی کی کتب میں یہ مسئلہ مذکور ومصرح ہے، ففي شرح الاقناع: ويحرم أخذ نبات حرم المدينة ولا يضمن ويحرم صيد الطّائف ونباته ولا ضمان فيهما قطعا اهـ [2]۔ حرم مدینہ کا بیان کتاب میں آگے آرہا ہے۔ اسی طرح حضرت شیخ کے حاشیہ بذل میں ہے: وقال ابن قدامة: صيد وج وشجره مباح وقال أصحاب الشافعي: حرام اهـ [3]۔ بعض علماء نے امام مالکؒ کا مسلک بھی وہی لکھا ہے جو امام شافعیؒ کا ہے لیکن یہ صحیح نہیں، کتب مالکیہ میں مجھے اس کا کہیں ذکر نہیں ملا، لا في الكافي لابن عبد البر، ولا في الدسوقي وغيره۔

٩٦- بَابٌ فِي إِتْيَانِ الْمَدِينَةِ

مدینہ طیبہ کی حاضری کا بیان

کتاب الحج ختم ہو رہی ہے اخیر میں مصنف نے اتیان مدینہ (مدینہ منورہ حاضری) کا باب قائم فرمایا ہے کیونکہ حدیث میں ہے: مَنْ حَجَّ البيتَ وَلَمْ يَزُرْنِي فَقَدْ جَفَانِي۔ (رواه ابن عدی بسند حسن كما في البذل [4]) آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ جو شخص حج کرے اور میری زیارت کیلئے مدینہ نہ آئے اس نے مجھ پر ظلم کیا۔ حضرت امام بخاریؒ نے بھی کتاب الحج کے اخیر میں حرم مدینہ

---

[1] اور بجیرمی نے شرح اقناع ص ٣٨٩ کے حاشیہ میں اس کی ایک اور حکمت لکھی ہے وہ یہ کہ طائف میں کفار نے حضور ﷺ کو شدید اذیت پہنچائی تھی یہاں تک کہ آپ ﷺ کے قدمین خون آلودہ ہو گئے تھے تو اس مصیبت کے بعد آپ ﷺ یہاں آکر بیٹھے تھے اور یہاں آکر آپ ﷺ نے سکون و آرام پایا تھا اور اللہ تعالی شانہ نے آپ کا اکرام فرمایا تھا تو آپ ﷺ کے طفیل میں اس مکان کا بھی اکرام کیا گیا کہ اس کا شکار اور درخت کاٹنا منع کر دیا گیا اھ۔

[2] الإقناع في حل ألفاظ أبي شجاع — ج ١ ص ٥٣٠

[3] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ٩ ص ٣٧٩

[4] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ٩ ص ٣٨٢

اور فضل مدینہ کے بارے میں متعدد ابواب قائم کئے ہیں تقریباً ایک درجن۔

۲۰۳۳- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: مَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِي هَذَا، وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصَى".

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ سواری کی کجاووں کو تین مسجدوں کے علاوہ کی طرف نہیں باندھنا چاہیے (تین مسجدوں کے علاوہ کسی مسجد کی طرف سفر نہیں کرنا چاہیے) ① مسجد الحرام، ② میری یہ مسجد، ③ مسجد اقصیٰ۔

تخریج: صحيح البخاري-الجمعة(١١٣٢)صحيح مسلم-الحج(١٣٩٧)سنن النسائي-المساجد(٧٠٠)سنن أبي داود-المناسك(٢٠٣٣)سنن ابن ماجه-إقامة الصلاة والسنة فيها(١٤٠٩)مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٢/٢٣٤)مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٢/٢٣٨)مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٢/٢٧٨)مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٢/٥٠١)موطأ مالك-النداء للصلاة(٢٤٣)سنن الدارمي-الصلاة(١٤٢١)

شرح الحديث على أحسن وجه: یہ حدیث متفق علیہ ہے امام بخاری و مسلم نے اسکی تخریج کی ہے [1]۔ رحال رحل کی جمع ہے بمعنی کجاوہ اور پالان۔ یہ صیغہ گو مضارع منفی کا ہے لیکن مراد اس سے نہی ہے یعنی نہ باندھے جائیں پالان اونٹوں پر اور یہ کنایہ ہے سفر سے مطلقاً، خواہ سواری سے ہو خواہ بغیر اسکے یعنی سفر نہ کیا جائے کسی طرف بجز مساجد ثلاثہ کے (جو اوپر حدیث میں مذکور ہیں)۔ اس حدیث میں یہ استثناء استثناء مفرغ ہے اسلئے کہ یہاں مستثنیٰ منہ مذکور نہیں جس میں دو احتمال ہیں: خاص مقدر مانا جائے یا عام [2]، پہلی صورت میں وہ لفظ مسجد ہوگا اور دوسری صورت میں لفظ مکان یا موضع یعنی لاتشد الرحال الی مسجد من المساجد الا الی الخ یا لاتشد الرحال الی موضع من المواضع الا الی ثلاثة مساجد الخ۔ ویسے دونوں صورتوں میں رہیگا یہ مستثنیٰ متصل ہی اسلئے کہ مستثنیٰ متصل اسکو کہتے ہیں جہاں مستثنیٰ مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہو اور لفظ مسجد و مکان میں صرف فرق یہ ہے کہ ایک ان میں سے جنس قریب ہے اور ایک جنس بعید، لیکن چونکہ مسند احمد کی ایک روایت میں تصریح ہے: لاتشد الرحال الی مسجد؛ لیصلی فیہ الا الی الخ، اس لئے احتمال خصوص ہی راجح ہے۔ واختارہ الحافظ العراقی وہ فرماتے ہیں: اس حدیث سے مقصود احکام مساجد ہی کو بیان کرنا ہے۔ بہر کیف اگر مستثنیٰ منہ "مسجد" کو مانا جاتا ہے پھر تو کوئی اشکال ہی نہیں اور مطلب یہ ہے ان مساجد ثلاثہ کے علاوہ کسی اور مسجد کا سفر کرنا وہاں جاکر نماز پڑھنے کیلئے لغو اور بے فائدہ ہے، اس میں کوئی فضیلت نہیں ہے کیونکہ سب مساجد کا ثواب برابر ہے بخلاف ان مساجد ثلاثہ کے۔ غرضیکہ فضیلت اور فائدہ کی نفی ہے...... جواز کی نفی نہیں ہے، لہذا یہ نہی للشفقة

---

① بلکہ صحاح ستہ میں ہے: قال المنذری: وأخرجه البخاری ومسلم والنسائی وابن ماجه اھ۔ یہ حدیث ترمذی میں بھی (كتاب الصلاة -باب ماجاء في أي المساجد أفضل ٣٢٦) ہے لیکن من حديث أبي سعيد الخدري لا من حديث أبي هريرة، اسی لئے منذری نے اس کا حوالہ نہیں دیا۔

② استثناء کے مفرغ ہونے کا تقاضا یہی ہے کہ مستثنیٰ منہ عام اور مطلق مانا جائے لیکن یہ ضروری نہیں کہ عام سے مراد بھی عام ہی ہو بلکہ کبھی عام بول کر خاص مراد لیا جاتا ہے کما قال الحافظ فی الفتح یعنی موضع سے مراد بھی مسجد ہی ہوسکتی ہے، ۱۲۔

ہے للتحریم نہیں ہے۔ کذا قال النووی وغیرہ من الشراح، وھکذا فی الکوکب الدری [1]۔

اور اگر مستثنیٰ منہ عام لفظ یعنی مکان مانا [2] جاتا ہے تو اس میں اشکال ظاہر ہے کیونکہ اس صورت میں سفر کا بالکل سد باب ہی ہو جاتا ہے کہ کوئی سفر کیا ہی نہ جائے مساجد ثلاثہ کے علاوہ خواہ وہ سفر طلب علم کیلئے ہو خواہ تجارت کیلئے خواہ جہاد یا لقاء احباب کیلئے، حالانکہ یہ اسفار بالاتفاق مشروع ہیں اب اس اشکال سے بچنے کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ یہ کہا جائے یہ اسفار دوسرے دلائل کے ذریعہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں اور یا یہ [3] توجیہ کی جائے کہ مراد اس حدیث میں یہ ہے کہ مساجد ثلاثہ کے علاوہ کسی مکان کیطرف سفر اس مکان کو مقصود بنا کر اور ذریعۂ تقرب سمجھ کر نہ کیا جائے، اس صورت میں یہ اسفار مذکورہ نہی سے خارج ہو جائیں گے کیونکہ ان اسفار میں ذوات امکنہ مقصود نہیں ہوتیں بلکہ مقصود ان اغراض کا حصول ہے جن کے لئے یہ سفر کیا جارہا ہے یعنی علم و تجارت و زیارت وغیرہ۔

اور بعض علماء نے اس حدیث کو محمول کیا ہے نذر پر کہ کوئی شخص یہ نذر مانے: میں فلاں مسجد میں دو رکعت نماز پڑھوں گا، تو ایفاء نذر کے لئے اسی مسجد میں جا کر نماز پڑھنا ضروری نہ ہوگا، جس مسجد میں بھی پڑھ لے گا نذر پوری ہو جائے گی، بجز مساجد ثلاثہ کے کہ اگر ان میں نماز پڑھنے کی نذر مانی ہے تو اکثر علماء [4] کے نزدیک ایفاء نذر بغیر ان مساجد کے نہ ہوگی ان مساجد کیطرف سفر کرنا ضروری ہوگا لیکن حنفیہ کے نزدیک ان مساجد ثلاثہ میں ادا کرنا اولیٰ تو ہوگا، واجب نہیں (کوکب [5])۔

اور بعض علماء نے اس حدیث کو اعتکاف پر محمول کیا ہے۔ چنانچہ بعض صحابہ جیسے حضرت حذیفہؓ کے نزدیک اعتکاف ان مساجد ثلاثہ کے علاوہ کسی اور مسجد میں صحیح نہیں ہوتا، اور بعض کے نزدیک اعتکاف صرف مسجد النبی میں درست ہوتا ہے۔

علماء وصلحاء یا ان کی قبور کی زیارت کیلئے شد رحل: اب رہ گیا مسئلہ اس سفر کا جو علماء و صلحاء کا حیات میں ان کی زیارت کیلئے یا بعد الوفات ان کی قبور کی زیارت کیلئے کیا جائے۔ حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں لکھتے ہیں: شیخ ابو محمد جوینی نے

---

[1] الکوکب الدری علی جامع الترمذی — ج ۱ ص ۳۲۱

[2] جس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جو نسائی (ص ۲۱۰ ج ۱) میں ہے، حدیث تو وہ طویل ہے اس کا ایک جزء یہ ہے: ابوہریرہؓ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں کوہ طور پر (اس کی زیارت کیلئے) گیا، واپسی میں بصرہ بن ابی بصرہ الغفاری سے ملاقات ہوئی انہوں نے پوچھا: تم کہاں سے آرہے ہو؟ قلت: من الطور، اس پر انہوں نے کہا کہ اگر میری ملاقات تم سے وہاں جانے سے قبل ہو جاتی تو پھر تم وہاں نہ جاتے، قلت: لم قال: إني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لا تعمل المطي إلا إلى ثلاثة مساجد الخ، اس پر ابوہریرہؓ کے سکوت سے معلوم ہوا ان کو بھی ان کی اس رائے سے اتفاق ہوا، ۱۲۔

[3] تقی الدین سبکی اس حدیث پر تفصیلی کلام کرنے کے بعد فرماتے ہیں: اور خلاصہ ہماری اس طویل بحث کا یہ ہے کہ مساجد ثلاثہ کے علاوہ کسی دوسری جگہ کا سفر اس وقت ممنوع ہے جب کہ اس سفر سے مقصود تعظیم بقعہ ہو اور اگر مقصود ساکن بقعہ کی تعظیم ہو یا کوئی اور غرض ہو تب منع نہیں، اھ۔

[4] امام مالکؒ واحمدؒ اور امام شافعیؒ کی روایت اور دوسری روایت امام شافعیؒ سے یہ ہے، جو زیادہ مشہور ہے کہ نذر میں مسجد حرام کی تعیین تو معتبر ہے باقی دو مسجدوں کی نہیں، کما فی الفتح (ج ۳ ص ۶۵)۔

[5] الکوکب الدری علی جامع الترمذی — ج ۱ ص ۳۲۱

اس کو ناجائز اور حرام قرار دیا ہے اور قاضی عیاضؒ اور ایک جماعت نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے، لیکن [1] امام الحرمینؒ وغیرہ علماء شافعیہ کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ اس طرح کا سفر جائز ہے اور حدیث کے ان حضرات نے مختلف جوابات دیئے ہیں، پھر حافظ نے ان کو تفصیل سے لکھا [2]:

① مثلاً ایک یہ کہ حدیث میں فضیلت تامہ کی نفی مراد ہے، نفس فضیلت اور جواز کی نفی مراد نہیں۔

② حدیث نذر پر محمول ہے اگر کوئی شخص مساجد ثلاثہ کے علاوہ کسی اور مسجد میں نماز پڑھنے کی نذر مانے تو اس کو پورا کرنے کیلئے کسی مسجد کا سفر کرنے کی ضرورت نہیں ہے بخلاف ان مساجد کے۔

③ اس حدیث کا تعلق صرف مساجد سے ہے، غیر مساجد سے اس کا تعلق ہی نہیں ہے وغیرہ وغیرہ متعدد توجیہات۔
حضرت گنگوہیؒ اور حضرت شیخ الہند قدس سرہما کی تقاریر درسیہ میں یہ ہے کہ مقابر کی زیارت کے لئے سفر کرنا گو جائز ہے، اس حدیث میں اس سے منع نہیں کیا گیا ہے، لیکن عوارض اور خوف بدعات کا تقاضا یہی ہے کہ اس کو ممنوع قرار دیا جائے اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے أشعة اللمعات اور لمعات التنقیح میں اس بارے میں صرف نقل اختلاف پر اکتفاء فرمایا ہے کہ اس میں علماء کی دو جماعتیں ہیں، ایک جماعت اس کو جائز اور دوسری جماعت ناجائز قرار دیتی ہے، اھ۔ ہمارے حضرت اقدس شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہ نے اس سفر کو ناجائز قرار دیا ہے۔ چنانچہ وہ حجة الله البالغة میں فرماتے ہیں: اہل جاہلیت کا دستور تھا کہ وہ اپنے زعم میں جن مقامات کو معظم و مقدس سمجھتے تھے ان کا قصد کر کے سفر کیا کرتے تھے اور اپنے نزدیک ان جگہوں سے تبرک حاصل کیا کرتے تھے، جس میں ظاہر ہے کہ تحریف اور فساد ہے، اسی لئے آپ ﷺ نے اس قسم کے اسفار کا سدباب فرمایا الخ۔
آگے فرماتے ہیں: والحق عندي أن القبر ومحل عبادة ولي من أولياء الله والطور كل ذلك سواء في النهي اھ [3]۔ مولانا انور شاہ کشمیریؒ نے بھی اس کے جواز میں اظہار تردد فرمایا ہے (کما فی العرف [4]) اور جمہور شافعیہ تو چونکہ جواز کے قائل ہیں اس لئے حضرت امام غزالیؒ نے ان لوگوں پر رد کیا ہے جو اس حدیث (لاتشد الرحال) سے عدم جواز پر استدلال کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں: اس حدیث کا تعلق تو صرف مساجد سے ہے کیونکہ مساجد ثلاثہ کے علاوہ باقی سب مساجد آپس میں برابر ہیں اور ہر شہر و بستی میں مسجد ہوتی ہے پھر کیا وجہ ہے ایک مسجد کو چھوڑ کر کسی دوسری مسجد کی طرف سفر کرنے کی؟ بخلاف مشاہد و مقابر اولیاء کے کہ انکی

---

[1] امام نوویؒ نے بھی اس قول کو نقل کر کے اسکی تغلیط کی ہے حیث کتب وهو غلط ، والصحيح عند أصحابنا وهو الذي اختاره امام الحرمين والمحققون أنه لا يحرم ولا يكره ، قالوا : والمراد أن الفضيلة التامة انما هي في شد الرحال إلى هذه الثلاثة خاصة ، والله أعلم (المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج ـــ ج٩ ص١٠٦)۔

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري ـــ ج٣ ص٦٥

[3] حجة الله البالغة الدهلوي ـــ ج١ ص٣٢٥

[4] العرف الشذي شرح سنن الترمذي ـــ ج١ ص٣٢٨

برکات کا انکار نہیں کیا جاسکتا جو کہ متفاوت ہیں ہر صاحب مقبرہ کی برکت اس کے حسب مرتبہ ہے۔ پس جس طرح علماء وصلحاء کی زیارت ان کی حیات میں عمدہ مقاصد سے ہے اسی طرح ان کی وفات کے بعد ان کی قبور کی زیارت مقاصد رحلہ سے ہے، کذا فی الاحیاء (التعلیق الصبیح) احقر کہتا ہے کہ مجھے شیخ ومرشد حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی قدس سرہ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا: کبھی کبھی اپنے اکابر کے مزارات پر جایا کرو، اور حضرت شیخؒ کا خود بھی معمول تھا کہ حسب موقعہ وفرصت سال میں ایک آدھ مرتبہ یا چند سال میں ایک مرتبہ آس پاس کے مزارات، گنگوہ، دیوبند، رائپور، وغیرہ تشریف لے جاتے۔

شد رحل بقصد زیارت روضۂ شریفہ نبویہ ﷺ: اب باقی رہا مسئلہ نبی کریم سید المرسلین فخر دو عالم ﷺ کی زیارت کیلئے شد رحل کا، سو اس میں اگرچہ حدیث الباب کے پیش نظر بعض علماء نے اختلاف کیا ہے، لیکن جمہور فقہاء و محدثین کے نزدیک یہ عمل من اعظم القربات واجل السعادات ہے بلکہ بعض علماء جیسے تقی الدین سبکیؒ نے تو اسکے جواز پر بلکہ استحباب پر اجماع علماء نقل کیا ہے یعنی اجماع عملی (تعامل)۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں: ہمیشہ سے ہر زمانہ میں بے شمار حجاج حج کے موقعہ پر روضۂ شریفہ کی زیارت کیلئے مدینہ طیبہ حاضر ہوتے ہیں جس میں ہر ملک کے علماء وصلحاء بھی ہوتے ہیں اور ظاہر ہے کہ جو شخص علماء کے اس جم غفیر کا تخطیہ کرے گا وہ خود خطاء پر ہوگا، اھ۔ علامہ سبکیؒ کا اشارہ اس سے ابن تیمیہ کی طرف ہے جو قبر اطہر کی زیارت کیلئے شد رحل کو ناجائز کہتے ہیں، ان کا مسلک یہ ہے کہ آدمی کو چاہئے کہ وہ مسجد نبوی کی زیارت اور اسمیں نماز پڑھنے کی نیت سے مدینہ طیبہ کا سفر کرے پھر جب وہاں حاضر ہو جائے تب روضۂ شریفہ پر حاضر ہو کر اس کی زیارت کرے صلوٰۃ وسلام پڑھے۔

عرف الشذی میں لکھا ہے: اس مسئلہ میں متقدمین میں سے ابن تیمیہ کی چار علماء نے موافقت کی ہے جن میں شیخ ابو محمد جوینی والد امام الحرمین بھی ہیں [1] اور حاشیۂ بذل المجہود [2] میں حضرت شیخ نے قاضی حسین من الشافعیہ اور قاضی عیاض من المالکیہ کو بھی شمار کیا ہے۔ فتح الباری میں علامہ کرمانیؒ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں: ہمارے زمانہ میں بلاد شامیہ میں اس مسئلہ پر علماء کے مابین بڑے مناظرے ہوئے ہیں اور جانبین سے بڑے بڑے رسائل لکھے گئے ہیں۔ اس پر حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: اس سے اشارہ اس بحث اور رد کیطرف ہے جو تقی الدین [3] سبکیؒ نے ابن تیمیہ پر کیا ہے اور پھر ابن تیمیہؒ کی طرف سے شمس الدین ابن عبد الہادی وغیرہ

---

[1] العرف الشذي شرح سنن الترمذي — ج ۱ ص ۳۲۷

[2] ان حضرات کے نام امام نوویؒ نے شرح مسلم میں اور حافظ نے فتح الباری میں بھی لکھے ہیں لیکن شد رحال الی غیر المساجد الثلاثة کے ذیل میں لکھے ہیں، روضۂ شریفہ کی تخصیص کیساتھ نہیں لکھے، ۱۲۔

[3] سبکی کے اس رسالہ کا نام شفاء السقام في زيارة خير الأنام ہے انہوں نے شروع میں اس کا نام شن الغارة على من انكر سفر الزيارة رکھا تھا بعد میں نام بدل دیا تھا۔ پھر اس کی تردید میں ابن عبد الہادی نے جو رسالہ لکھا اس کا نام انہوں نے رکھا الصارم المنكي على نحر السبكي، پھر ابن علان نے اس کا رد لکھا جس کا نام رکھا المبرد المبكي على الصارم المنكي اور یہ سلسلہ چلتا ہی رہا ۱۲ (العرف الشذي شرح سنن الترمذي — ج ۱ ص ۳۲۷)۔

نے سبکی پر کیا ہے۔ نیز حافظ وغیرہ شراح نے لکھا ہے: وَهِيَ مِنْ أَبْشَعِ الْمَسَائِلِ الْمَنْقُولَةِ عَنِ ابْنِ تَيْمِيَّةَ [1] (ابن تیمیہ نے جن مسائل میں جمہور علماء کی مخالفت کی ہے ان میں یہ مسئلہ سب سے زیادہ تلخ اور بدذائقہ ہے) الحمد للہ حدیث "لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ" پر جو کچھ احقر لکھنا چاہتا تھا وہ پورا ہو گیا۔

اس مقام کے مناسب ایک اور مضمون لکھنے کو جی چاہتا ہے جو طلبہ حدیث کی خاص ضرورت کا ہے جس کو استدراک کے عنوان سے لکھتا ہوں۔

استدراک: مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے مسجد حرام و مسجد نبوی کی فضیلت میں صرف یہی ایک حدیث ذکر فرمائی ہے جو ترجمۃ الباب کے عین مناسب ہے، حضرت امام بخاریؒ نے کتاب الصلوۃ میں باب فضل الصلوۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ قائم کر کے اس کے تحت میں دو حدیثیں ذکر کی ہیں ایک تو یہی حدیث جو یہاں مذکور ہے لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ الخ۔

مسجد حرام و مسجد نبوی کی فضیلت میں احادیث اور انکی توضیح وتشریح: دوسری حدیث یہ ہے: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ (مرفوعا) قَالَ: صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي هَذَا خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ [2]۔ اسی طرح صاحب مشکوٰۃ نے باب المساجد و مواضع الصلوۃ میں یہ دونوں حدیثیں ذکر کی ہیں اور دونوں کے بارے میں لکھا متفق علیہ، ان دو میں سے ایک پر تو کلام ہمارے ہاں ہو چکا اب ایک باقی ہے، جس کا مضمون یہ ہے: آپ ﷺ فرماتے ہیں: ایک نماز میری اس مسجد میں بہتر و افضل ہے ان ہزار نمازوں سے جو دوسری مساجد میں پڑھی جائیں سوائے مسجد حرام کے، اس حدیث کی شرح میں تین قول ہیں یعنی اس استثناء میں جو اس حدیث میں مذکور ہے:

① مسجد نبوی کی نماز تمام دیگر مساجد سے افضل ہے مگر مسجد حرام کی نماز سے افضل نہیں بلکہ مسجد حرام کی نماز مسجد نبوی کی نماز سے افضل ہے۔ اسی مطلب کو جمہور علماء نے اختیار کیا ہے اور اس کی تائید عبد اللہ بن الزبیرؓ کی حدیث مرفوع سے ہوتی ہے جس کو روایت کیا ہے امام احمدؒ نے جس میں حدیث مذکور کے بعد یہ زیادتی ہے: وَصَلَاةٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَفْضَلُ مِنْ مِائَةِ صَلَاةٍ فِي هَذَا [3]۔ اب پوری حدیث کا مضمون یہ ہو گیا مسجد نبوی کی ایک نماز باقی مساجد کی ایک ہزار نمازوں سے افضل ہے اور مسجد حرام کی ایک نماز مسجد نبوی کی ایک سو نمازوں سے افضل ہے، لہذا نتیجہ یہ نکلا مسجد حرام کی ایک نماز عام مساجد کی سو ہزار (ایک لاکھ) نمازوں سے افضل ہے، وعند البزار وقال: أسنادہ حسن والطبرانی من حدیث ابی الدرداء رفعه: الصلوۃ فی المسجد الحرام بمائۃ ألف صلوۃ، والصلوۃ فی مسجدی بالف صلوۃ، والصلوۃ فی بیت المقدس بخمسمائۃ صلوۃ۔ یعنی مسجد

---

[1] فتح الباری شرح صحیح البخاری — ج ۳ ص ٦٦

[2] صحیح البخاري - كتاب الصلاة - باب فضل الصلاة في مسجد مكة والمدينة ١١٣٣. صحيح مسلم - كتاب الحج - باب فضل الصلاة بمسجدي مكة والمدينة ١٣٩٤

[3] مسند أحمد - مسند المدنيين - حديث عبد الله بن الزبير بن العوام ١٦١١٧ ج ٢٦ ص ٤١ - ٤٢

حرام کی ایک نماز ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے اور مسجد نبوی کی ایک نماز ایک ہزار نمازوں کے برابر ہے اور بیت المقدس کی ایک نماز پانچ سو نمازوں کے برابر ہے، اس استثناء کا ایک مطلب تو یہ ہوا چونکہ یہ مطلب دوسری روایات سے مؤید ہے اس لئے یہی راجح بلکہ متعین ہے۔

(۲) دوسرا قول اس میں یہ ہے کہ مسجد نبوی کی نماز گو افضل تو مسجد حرام کی نماز سے بھی ہے لیکن بدون الف یعنی ایک ہزار درجہ افضل نہیں بلکہ اس سے کم اور کم واحد کو بھی شامل ہے، لہذا ایک ہزار میں سے صرف ایک کم کر دیا جائے یعنی مسجد نبوی کی ایک نماز عام مساجد سے تو ایک ہزار درجہ افضل ہے اور مسجد حرام کی نماز سے نو سو ننانوے [1] درجہ افضل ہے، قالہ ابن عبد البر۔

(۳) تیسرا قول اس میں یہ ہے کہ اس سے مراد مساوات ہے یعنی مسجد نبوی کی نماز کی جو فضیلت ہے وہ دوسری مساجد کے لحاظ سے ہے، مسجد حرام کے لحاظ سے نہیں، مسجد حرام [2] کی نماز کے برابر ہے۔ اس مطلب کو ابن بطال مالکیؒ نے اختیار کیا ہے اور وجہ ترجیح یہ بیان کی ہے کہ اگر پہلا اور دوسرا مطلب لیا جاتا ہے تو اس صورت میں دوسری دلیل کی طرف رجوع کی حاجت ہوگی جس سے اس تفاوت کی مقدار معلوم ہو بخلاف مساوات کے کہ اس مطلب میں بات پوری معلوم ہو جاتی ہے۔ اس پر حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: شاید ابن بطالؒ کو عبد اللہ بن الزبیرؓ کی وہ حدیث نہیں پہونچی جو مسند [3] احمد میں ہے، اسلئے کہ اسکے پیش نظر کسی دوسری دلیل کی طرف احتیاج باقی نہیں رہتی، اھ۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ صحیحین کی حدیث جو اوپر گزری اس میں تو یہی ہے کہ مسجد نبوی کی ایک نماز کا ثواب ایک ہزار کے برابر ہے اور ابن ماجہ کی بھی ایک حدیث میں تو اسی [4] طرح ہے جس کے راوی جابرؓ ہیں اور اسکی ایک دوسری حدیث میں جس کے راوی انس بن مالکؓ ہیں جس کو صاحب مشکوۃ نے بھی ذکر کیا ہے یہ ہے کہ مسجد نبوی کی ایک نماز پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے، لیکن اس حدیث کی سند میں ایک راوی ابو الخطاب الدمشقی ہے جس کے بارے میں بذل المجہود میں حافظ ابن حجر سے نقل کیا ہے: ھو مجھول۔

فائدہ: بعض شراح حدیث نے لکھا ہے کہ مسجد حرام کی ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ منفرداً پڑھنے کی صورت میں ہے اور اگر جماعت سے پڑھی جائے تو پھر [1] ستائیس لاکھ ہے اور ایک دن رات کی پانچوں نمازوں کا ثواب اس صورت میں ایک کروڑ ۳۵ لاکھ نمازوں کے برابر ہوگا جب کہ کسی شخص کی سو سال کی عمر ہو اور وہ اپنے وطن میں منفرداً سو برس تک نماز پڑھے تو ان نمازوں کی

---

(۱) لیکن اس قول کی بناء پر یہ لازم آئیگا کہ مسجد نبوی اور عام مساجد کے درمیان تو ایک ہزار درجہ کا تفاوت ہو اور مسجد حرام اور عام مساجد کے درمیان صرف ایک درجہ کا تفاوت، ہو ہو کما اتری۔

(۲) کہ مسجد حرام کی نماز کتنی افضل ہے مسجد نبوی سے (فی المعنی الاول) یا مسجد نبوی کی نماز کتنی افضل ہے مسجد حرام سے (فی المعنی الثانی)۔

(۳) یہ حدیث ہمارے یہاں شروع میں گزر چکی ہے، ۱۲۔

(۴) قال الحافظ: وفي ابن ماجه من حديث جابر مرفوعا صلاة في مسجدي أفضل من ألف صلاة فيما سواه إلا المسجد الحرام وصلاة في المسجد الحرام أفضل من مائة ألف صلاة فيما سواه اھ (فتح الباري شرح صحيح البخاري — ج ۳ ص ٦٧)، لہذا صرف واحد کا استثناء کرنے کے بجائے معتد بہ مقدار مثلاً ایک ہزار میں سے نصف کا استثناء کیا جائے تو اشکال نہ ہوگا۔

(۱) لیکن اس میں بعض شراح کو تامل ہے قال الحافظ: لكن هل يجتمع التضعيفان أو لا محل بحث اھ وهكذا في القسطلاني (فتح الباري — ج ۳ ص ٦٨)

تعداد صرف ایک لاکھ اسی ہزار ہوتی ہے۔

فائدہ ثانیہ: یہاں دو تین باتیں تحقیق طلب اور رہ گئیں: ① اول یہ کہ مسجد نبوی میں آپ ﷺ کے بعد جو توسیع ہوئی، خلفاء راشدین نے کرائی ہو یا بعد کے خلفاء نے، وہ حصہ اس تضعیف اجر میں شامل ہے یا صرف قدیم مسجد کے ساتھ خاص ہے؟ امام نوویؒ کی رائے یہ ہے کہ یہ تضعیف اجر اس حصہ کیساتھ خاص ہے جو آپ ﷺ کے زمانہ میں تھا کیونکہ حدیث میں فی مسجدی هذا اسم اشارہ کیساتھ کہا گیا ہے، آپ ﷺ نے صرف فی مسجدی نہیں فرمایا[1]۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں: جب اسم اور اشارہ دونوں جمع ہوں تو کس کے مقتضی پر عمل ہوگا؟ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ امام نووی کا میلان اسی طرف ہے کہ اشارہ کو غلبہ دیا جائے گا اور ظاہر ہے کہ اشارہ شئ موجود کی طرف ہوا کرتا ہے لہذا اس سے وہ مسجد مراد ہوئی جو آپ ﷺ کے زمانہ میں موجود تھی اور حنفیہ کے نزدیک جیسا کہ ان کے ظاہر کلام سے معلوم ہوتا ہے یہ ہے کہ اسم کو غلبہ ہوتا ہے اشارہ پر اھ (التعلیق الصبیح) اسم سے مراد مسجدی جو آپ کے کلام میں مذکور ہے اور مسجد نبوی کا اطلاق مزید اور مزید علیہ دونوں پر ہوتا ہے لہذا تضعیف بھی عام ہونی چاہئے، اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے لمعات میں امام نوویؒ کا اختلاف لکھ کر جمہور علماء کا مسلک عدم تخصیص لکھا ہے وہ فرماتے ہیں: چنانچہ وارد ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: لَوْ مُدَّ هَذَا الْمَسْجِدَ إِلَى صَنْعَاءَ لَكَانَ مَسْجِدِي[2]۔ نیز حضرت عمر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قیام نماز میں اس حصہ میں جس کا بعد میں اضافہ ہوا اس کی دلیل ہے، آگے وہ لکھتے ہیں ابن تیمیہ کی بھی یہی رائے ہے بلکہ انہوں نے اس پر سب کا اتفاق نقل کیا ہے۔ ابن تیمیہ کہتے ہیں: یہ دوسری بات ہے کہ آپ ﷺ کا مقام (جائے قیام) اعظم و افضل ہے تمام مقامات سے، اھ۔ یعنی اس میں تو شک نہیں مسجد کا قدیم حصہ جس میں آپ ﷺ نے نمازیں پڑھی ہیں وہ بعد والے اضافہ سے کہیں افضل ہے لیکن تضعیف اجر اسکے ساتھ خاص نہیں ہے، اسلئے بہتر یہی ہے کہ اسی میں نماز پڑھنے کی کوشش کرنی چاہئے، صاحب لمعات فرماتے ہیں: محب طبری نے اس مسئلہ میں امام نووی کا رجوع نقل کیا ہے یعنی الی مسلک الجمہور اور مسجد حرام کے بارے میں خود امام نووی اور تقریباً سبھی علماء کی رائے یہ ہے کہ وہ عام ہے، موضع صلوٰۃ کے ساتھ خاص نہیں پورا مکہ معظمہ بلکہ پورے حرم کا یہی حکم ہے، لہذا بیوت مکہ بھی مسجد حرام کے حکم میں ہیں، اس لئے کہ پورے حرم پر مسجد حرام کا اطلاق ہوتا ہے (قسطلانی)۔

② ثانی: امر یہ ہے کہ اس مضاعفت اجر کا تعلق صرف فرض نماز سے ہے یا فرض اور نفل دونوں سے ہے؟ حافظ ابن حجرؒ نے جمہور کا مسلک عموم لکھا ہے فرض اور نفل دونوں اور امام طحاویؒ کی یہ رائے لکھی ہے کہ اس سے مراد صرف فرض نماز ہے کیونکہ نفل کا گھر میں پڑھنا افضل ہے لحدیث: أَفْضَلُ صَلَاةِ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ۔ اس پر حافظؒ فرماتے ہیں: امام طحاویؒ کی رائے

---

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج — ج ٩ ص ١٦٦

[2] رواه ابن أبي شيبة والديلمي في مسند الفردوس من حديث أبي هريرة مرفوعا (سبل السلام الموصلة إلى بلوغ المرام — ج ٤ ص ٣٢٣ - ٣٢٤)

کو پیش نظر رکھنے کے باوجود اس تضعیف میں عموم ہو سکتا ہے، عموم سے کوئی مانع نہیں بایں طور کہ یوں کہا جائے: بیوت مکہ و مدینہ کی نفل نماز ایک لاکھ یا ایک ہزار درجہ افضل ہے غیر مکہ و غیر مدینہ کی بیت کی نماز سے یعنی مسجد مکہ و مسجد مدینہ کا تقابل کیجئے دیگر مساجد سے اور بیوت مکہ و مدینہ کا تقابل کیجئے غیر مکہ و غیر مدینہ کے بیوت سے، اھ [1]۔

③ **ثالثا:** تیسری بات یہاں یہ ہے کہ مسجد حرام اور مکہ مکرمہ افضل ہے یا مسجد نبوی اور مدینہ منورہ؟ جمہور علماء تفضیل مکہ کے قائل ہیں مذکورہ بالا حدیث کیوجہ سے (مکہ کی ایک نماز ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے اور مسجد نبوی کی ایک ہزار کے برابر) اس لئے کہ امکنہ کا شرف عبادت کے شرف کے تابع ہے جب مکہ کی عبادت مدینہ کی عبادت سے افضل ہے واشرف ہے تو خود مکہ بھی مدینہ سے اشرف ہوگا۔ امام مالکؒ کی ایک روایت اور ان کے بعض اصحاب کا مسلک بھی یہی ہے جیسے ابن وہب اور ابن حبیب مالکی، لیکن امام مالک کا مشہور قول اور ان کے اکثر اصحاب کا مسلک اسکے برعکس ہے یعنی تفضیل مدینہ، مستدلاً بقوله صلى الله عليه وسلم: مَا بَيْنَ قَبْرِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ [2] کہ میری قبر سے لیکر منبر تک یہ سارا حصہ جنت کا ایک حصہ اور اس کا باغ ہے اور دوسری حدیث میں ہے: مَوْضِعُ سَوْطٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا [3]۔ ابن عبد البرؒ نے اس کا جواب یہ دیا کہ یہ صرف ایک استنباط ہے نص صریح نہیں ہے بخلاف مکہ مکرمہ کے کہ اسکی افضلیت کی صریح دلیل حدیث صحیح موجود ہے، جس کی تخریج اصحاب السنن نے کی ہے، وصححه الترمذي [4] وابن خزيمة وابن حبان جس کے لفظ یہ ہیں: عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ حَمْرَاءَ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاقِفًا عَلَى الْحَزْوَرَةِ فَقَالَ: «وَاللهِ إِنَّكِ لَخَيْرُ أَرْضِ اللهِ، وَأَحَبُّ أَرْضِ اللهِ إِلَى اللهِ، وَلَوْلَا أَنِّي أُخْرِجْتُ مِنْكِ مَا خَرَجْتُ»۔ مکہ میں ایک جگہ کا نام ہے، آپ اس حدیث میں مکہ کو خير أرض الله، احب أرض الله فرمارہے ہیں۔ نیز یہ کہ اگر میں تجھ سے نہ نکالا جاتا تو یہاں سے کبھی نہ نکلتا۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: اکثر منصفین [5] مالکیہ (انصاف پسند) نے اس قول سے رجوع کر لیا ہے اور تفضیل مکہ کے قائل ہو گئے ہیں۔ قاضی عیاض مالکیؒ فرماتے ہیں: لیکن اس سے وہ بقعہ مستثنیٰ ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدفون ہیں، اس کے خیر البقاع ہونے پر سب کا اتفاق ہے (حتی کہ وہ عرش سے بھی افضل ہے)۔ اس پر حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: یہ بات خارج از مبحث ہے اس لئے کہ بحث اس لحاظ سے ہو رہی ہے کہ کونسی جگہ عبادت کیلئے سب سے افضل ہے۔ (ملخصا من الفتح [1]) بندہ کہتا ہے کہ مالکیہ نے تفضیل مدینہ کے بارے میں اس

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ۳ ص ٦٨

[2] مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة - مسند أبي سعيد الخدري رضي الله عنه ١١٦١٠ (ج ۱۸ ص ۱۵۳ - ۱۵٤)

[3] السنن الكبرى للبيهقي - كتاب السير - باب في فضل الجهاد في سبيل الله ١٨٤٩١ (ج ۹ ص ٢٦٦)

[4] جامع الترمذي - كتاب المناقب - باب في فضل مكة ٣٩٢٥

[5] فتح الباری میں "مصنفین" ہے۔ قسطلانی منصفین ہے وهو الصحيح ۱۲

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ۳ ص ٦٨

حدیث سے بھی استدلال کیا ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ایک مرتبہ یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ! ابراہیم علیہ السلام تیرے نبی تھے، انہوں نے اہل مکہ کے لئے دعا کی تھی برکت کی میں تجھ سے اہل مدینہ کے لئے دعا کرتا ہوں اور دوگنی اور چار گنی برکت کی دعا کرتا ہوں، اھ، أخرجه الترمذی أيضاً في باب فضل المدينة.

٩٧- بَابٌ فِي تَحْرِيمِ الْمَدِينَةِ

مدینہ منورہ مقام کی تعظیم کا بیان

صحیح بخاری میں ہے: بَابُ حَرَمِ الْمَدِينَةِ. اس میں تو شک نہیں کہ حرم دو ہیں: حرم مکہ وحرم مدینہ، اسی لئے کہا جاتا ہے: حرمین شریفین، لیکن دونوں کی نوعیت میں فرق ہے، حرم مکہ میں باہر سے آنے والا بغیر احرام کے داخل نہیں ہو سکتا ہے بخلاف حرم مدینہ کے اس میں بالاتفاق بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے اور بعض فرق مختلف فیہ ہیں۔ چنانچہ عند الأكثر ومنهم الأئمة الثلاثة شجر مدینہ اسی طرح صید مدینہ حرام ہیں یعنی جس طرح حرم مکہ کے درختوں کو کاٹنا حرام ہے، وہاں کا شکار حرام ہے اسی طرح مدینہ کا بھی کا حکم ہے لیکن اس میں جزاء واجب نہ ہوگی، وهو مذهب مالك وأحمد في رواية وقول الشافعي في الجديد اور امام احمدؒ کی ایک روایت اور امام شافعی کا قول قدیم یہ ہے کہ جزاء بھی واجب ہوگی وہی جزاء جو حرم مکہ میں واجب ہوتی ہے اور کہا گیا ہے کہ اس کی جزاء اخذ السلب ہے (بدن کے کپڑے اور ساتھ کا سامان جیسا کہ آگے کتاب میں سعد بن ابی وقاصؓ کی حدیث میں آرہا ہے، ودلیل تحریم روایات الباب ہیں۔

حرم مدینہ کے حکم میں جمہور اور حنفیہ کا اختلاف: اور حنفیہ کے نزدیک حرم مدینہ کا حکم یہ نہیں ہے کہ وہاں کے درخت اور شکار حرام ہیں بلکہ صرف یہ ہے کہ وہ معظم ومحترم جگہ ہے اس کی شان کے خلاف وہاں کوئی کام نہ کیا جائے اسکے خوشنما مناظر کو باقی رکھا جائے اور ان کو بلا ضرورت توڑ پھوڑ کر بدنما نہ بنایا جائے۔ امام طحاویؒ نے اس پر استدلال اس حدیث انسؓ سے کیا ہے جس میں ہے: يَا أَبَا عُمَيْرٍ، مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ؟ کہ اگر صید مدینہ حرام ہوتا تو اس کا حبس جائز نہ ہوتا[1]۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ممکن ہے وہ پرندہ (نغیر) انہوں نے حل (خارج حرم) سے پکڑا ہو، لیکن حافظؒ نے اسکو خود رد کر دیا حیث قال: لكن لا يرد ذلك على الحنفية؛ لأن صيد الحل عندهم إذا دخل الحرم كان له حكم الحرم، صید حل بھی حرم میں آکر صید حرم ہی ہو جاتا ہے۔

نیز امام طحاویؒ نے تحریم کی روایات کا ایک جواب یہ دیا ہے کہ ممکن ہے یہ حکم اس وقت کا ہو جب هجرة إلى المدينة واجب تھی تاکہ مدینہ کی زینت باقی رہے اور یہ زینت کا بقاء ہجرۃ کی رغبت اور الفت مدینہ کا ذریعہ ہو پس جب ہجرت منسوخ ہوئی تو یہ تحریم بھی

[1] شرح معاني الآثار - كتاب الصيد والذبائح والأضاحي - باب صيد المدينة ٦٣٢٦ (ج ٤ ص ١٩٤)

منسوخ ہو گئی۔ چنانچہ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ بعض روایات میں آتا ہے: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن ھدم آطام المدینۃ ،فانھا من زینۃ المدینۃ [1]۔ یعنی آپ ﷺ نے مدینہ منورہ کی اونچی دیواروں اور قدیم قلعوں کے منہدم کرنے سے منع فرمایا کیونکہ ان کا وجود باعث زینت ہے، اسی طرح ان تحریم کی روایات (برقم ۲۰۳۵) میں خود استثناء موجود ہے: إِلاَّ أَنْ يَعْلِفَ رَجُلٌ بَعِيرَهُ کہ بقدر ضرورت آدمی اپنی سواری کیلئے گھاس کاٹ سکتا ہے، دوسری روایت (برقم ۲۰۳۶) کے لفظ یہ ہیں: إِلاَّ مَا يُسَاقُ بِهِ الْجَمَلُ اور ایک روایت (برقم ۲۰۳۹) میں ہے: وَلَكِنْ يُهَشُّ هَشًّا رَفِيقًا یعنی وہاں کے درختوں کے پتے ضرورۃً آہستہ آہستہ جھاڑ سکتے ہیں۔ غرضیکہ جن روایات سے جمہور تحریم پر استدلال کر رہے ہیں خود انہی روایات میں عدم تحریم کا پہلو موجود ہے۔

۲۰۳۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: مَا كَتَبْنَا عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلاَّ الْقُرْآنَ وَمَا فِي هَذِهِ الصَّحِيفَةِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْمَدِينَةُ حَرَامٌ مَا بَيْنَ عَائِرٍ إِلَى ثَوْرٍ فَمَنْ أَحْدَثَ حَدَثًا أَوْ آوَى مُحْدِثًا، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلاَئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لاَ يُقْبَلُ مِنْهُ عَدْلٌ وَلاَ صَرْفٌ، وَذِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ وَاحِدَةٌ يَسْعَى بِهَا أَدْنَاهُمْ فَمَنْ أَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلاَئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لاَ يُقْبَلُ مِنْهُ عَدْلٌ وَلاَ صَرْفٌ، وَمَنْ وَالَى قَوْمًا بِغَيْرِ إِذْنِ مَوَالِيهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلاَئِكَةِ، وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لاَ يُقْبَلُ مِنْهُ عَدْلٌ وَلاَ صَرْفٌ».

ترجمہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے صرف یہ قرآن کریم لکھا ہے اور وہ مضمون لکھا ہے جو اس صحیفہ میں ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ عائر پہاڑ سے لیکر ثور پہاڑ کے درمیان اتنا علاقہ ہے، مدینہ طیبہ کا یہ علاقہ قابل احترام ہے پس جو شخص کوئی بدعت ایجاد کرے یا اس جگہ کسی بدعتی کو ٹھکانہ دے تو اس پر اللہ پاک اور اسکے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو، اس سے نہ تو توبہ قبول کیجائیگی اور نہ ہی فدیہ...... تمام مسلمانوں کا عہد اور امان دینے کا ایک ہی حکم ہے، ادنی درجے کا مسلمان بھی کسی کو امان اور پناہ دے سکتا ہے، جو شخص کسی مسلمان کے وعدہ کو توڑدے گا تو اس پر اللہ پاک اور اسکے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو، ایسے شخص کی نہ تو توبہ قبول کی جائیگی اور نہ ہی اس سے فدیہ لیا جائے گا اور جو شخص اپنے آقا سے اجازت لئے بغیر کسی قوم سے موالات کا عہد کرے تو ایسے شخص پر اللہ پاک اور اسکے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو گی، اس سے نہ تو کوئی فرض قبول کیا جائے گا اور نہ ہی نفل۔

۲۰۳۵- حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَبِي حَسَّانَ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فِي

---

[1] وَقَدْ رَأَيْنَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنَعَ مِنْ هَدْمِ آطَامِ الْمَدِينَةِ، وَقَالَ إِنَّهَا زِينَةُ الْمَدِينَةِ (شرح معاني الآثار - كتاب الصيد والذبائح والأضاحي - باب صيد المدينة ٦٣٢١ - ج ٤ ص ١٩٤)

هَذِهِ الْقِصَّةِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا يُخْتَلَى خَلَاهَا، وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا، وَلَا تُلْتَقَطُ لُقَطَتُهَا إِلَّا لِمَنْ أَشَادَ بِهَا، وَلَا يَصْلُحُ لِرَجُلٍ أَنْ يَحْمِلَ فِيهَا السِّلَاحَ لِقِتَالٍ، وَلَا يَصْلُحُ أَنْ يُقْطَعَ مِنْهَا شَجَرَةٌ إِلَّا أَنْ يَعْلِفَ رَجُلٌ بَعِيرَهُ».

ترجمہ حضرت علیؓ نے نبی اکرم ﷺ سے اس واقعہ میں یہ الفاظ زیادہ نقل کئے ہیں کہ حرم مدینہ کے اس علاقہ کی تازہ گھاس پھونس کو نہ کاٹا جائے اور نہ ہی اسکے شکار کو بھگایا جائے اور اس جگہ میں گمشدہ شئی وہی شخص اٹھائے جسکا ارادہ یہ ہو کہ وہ با آواز بلند اسکا اعلان کرے گا اور کسی شخص کیلئے یہ درست نہیں کہ اس جگہ جنگ و جلال کیلئے اسلحہ لیکر آئے اور اس مقام سے کوئی درخت کاٹنا بھی درست نہیں، اگر کوئی شخص اپنے اونٹ کو چارہ کھلائے تو اس کی گنجائش ہے۔

تخریج صحیح البخاري - العلم (۱۱۱) صحیح البخاري - الحج (۱۷۷۱) صحیح البخاري - الجهاد والسير (۲۸۸۲) صحیح البخاري - الجزية (۳۰۰۱) صحیح البخاري - الجزية (۳۰۰۹) صحیح البخاري - الفرائض (۶۳۷۴) صحیح البخاري - الديات (۶۵۰۷) صحیح البخاري - الديات (۶۵۱۷) صحیح البخاري - الاعتصام بالكتاب والسنة (۶۸۷۰) صحیح مسلم - الحج (۱۳۷۰) جامع الترمذي - الديات (۱۴۱۲) جامع الترمذي - الولاء والهبة (۲۱۲۷) سنن النسائي - القسامة (۴۷۳۴) سنن النسائي - القسامة (۴۷۳۵) سنن النسائي - القسامة (۴۷۴۴) سنن النسائي - القسامة (۴۷۴۵) سنن النسائي - القسامة (۴۷۴۶) سنن أبي داود - المناسك (۲۰۳۴) سنن ابن ماجه - الديات (۲۶۵۸) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۷۹/۱) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۸۱/۱) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۱۰۰/۱) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۱۱۹/۱) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۱۲۶/۱) سنن الدارمي - الديات (۲۳۵۶)

حدیث کی مفصل تشریح اَلْمَدِيْنَةُ حَرَامٌ مَا بَيْنَ عَائِرٍ إِلَى ثَوْرٍ: اس حدیث میں حرم مدینہ کی تحدید مذکور ہے اور آگے روایت میں آرہا ہے: حَمَى[1] رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلَّ نَاحِيَةٍ مِنَ الْمَدِيْنَةِ بَرِيْدًا بَرِيْدًا۔ یعنی حضور ﷺ نے مدینہ کو چاروں طرف سے ایک ایک برید کے بقدر محفوظ قرار دیا۔ برید منزل کو کہتے ہیں جس کی مسافت بارہ میل ہوتی ہے اور بخاری کی ایک روایت میں ہے: حُرِّمَ مَا بَيْنَ لَابَتَيِ الْمَدِيْنَةِ[2] اور بعض روایات میں مَا بَيْنَ حَرَّتَيْهَا[1] ہے، لابہ اور حرہ مرادف ہیں الحجارة السود (سیاہ پتھر) مدینہ منورہ حرتین (دو سیاہ پتھریلی زمینوں کے درمیان میں واقع ہے) اور صحیح مسلم میں اس سلسلہ کی روایات مختلف الفاظ میں بکثرت ہیں.... ففي رواية: إِنَّ إِبْرَاهِيْمَ حَرَّمَ مَكَّةَ، وَإِنِّي أُحَرِّمُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا[2]، وفي رواية منه: اللَّهُمَّ إِنِّي أُحَرِّمُ مَا بَيْنَ جَبَلَيْهَا مِثْلَ مَا حَرَّمَ بِهِ إِبْرَاهِيْمُ مَكَّةَ[3]، وفي رواية: وَإِنِّي حَرَّمْتُ الْمَدِيْنَةَ حَرَامًا مَا بَيْنَ

---

[1] اس حدیث میں راوی نے بجائے حرم کے حمی کا لفظ استعمال کیا جو بندہ کے خیال میں مسلک احناف کی طرف رہنمائی کرتا ہے یعنی جس طرح حمی (مخصوص چراگاہ) کی تحریم ایک وقتی اور کسی خاص ضرورت و مصلحت کی بناء پر ہوتی ہے اسی طرح حرم مدینہ کی بھی ہے، واللہ تعالی أعلم۔

[2] صحیح البخاري - أبواب فضائل المدينة - باب حرم المدينة ۱۷۷۰

[1] سنن الدارقطني - كتاب الحدود والديات وغيره ۳۱۵۲

[2] صحیح مسلم - كتاب الحج - باب باب فضل المدينة الخ ۱۳۶۱

[3] صحیح مسلم - كتاب الحج - باب باب فضل المدينة الخ ۱۳۶۵

مَأْزِمَيْهَا [1]۔

اسکے بعد آپ حدیث الباب کے بارے میں سمجھیے کہ اس میں دو لفظ مذکور ہیں: عائر (جس کو عیر بھی کہتے ہیں) اور دوسرا لفظ ثور۔ یہ دو پہاڑوں کے نام ہیں یعنی ان کا درمیانی حصہ سب کا سب حرم مدینہ ہے۔ صحیح بخاری میں ایک جگہ تو اس طرح ہے: من کذا الی کذا، اور ایک جگہ ہے: مابین عائر الی کذا۔ گویا ایک جگہ تو دونوں ہی مبہم ہیں اور دوسری جگہ اول معین اور دوسرا مبہم ہے، غرضیکہ امام بخاریؒ نے ثور کا لفظ اختیار نہیں فرمایا اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں من کذا الی کذا ہے اور ایک روایت میں مابین عیر الی ثور ہے۔ حافظ فرماتے ہیں: بعض شراح کا خیال یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے ثانی کی تعیین قصداً نہیں فرمائی کیونکہ ثور کا لفظ ان کے نزدیک صحیح نہیں تھا اسی لئے بجائے الی ثور کے الی کذا نقل کیا، اسلئے کہ عائر کا مدینہ میں ہونا تو معروف [2] ہے اور ثور کا وہاں ہونا غیر معروف ہے بلکہ اس کا مکہ میں ہونا مشہور و معروف ہے اور یہ وہی پہاڑ ہے جس کے غار میں حضور ﷺ بوقت ہجرت کفار سے بچ کر ٹھہرے تھے۔ اس لئے بعض تو یہ کہتے ہیں یہ لفظ وہم راوی ہے اس کے بجائے کچھ اور ہوگا مثلاً الی احد، چنانچہ مسند احمد کی ایک روایت میں اسی طرح ہے۔

اور بعض شراح نے اس کی ایک اور توجیہ فرمائی وہ یہ کلام قیاس اور تشبیہ پر محمول ہے وہ اس طور پر کہ جس طرح جبل ثور کا مکہ میں ہونا معروف ہے اسی طرح ایک جبل عائر کا نام سے بھی ہے لہذا اس حدیث میں جبل عیر و ثور سے مکہ کے یہ دو پہاڑ مراد ہیں اور مطلب یہ ہے کہ جتنی مسافت ان دو پہاڑوں کے درمیان ہے (مکہ میں) اتنی ہی وسیع جگہ مدینہ میں اس کا حرم ہے۔

اور بعض علماء کی تحقیق یہ ہے جن میں مجد الدین فیروز آبادی (صاحب قاموس) بھی ہیں وہ یہ کہ بعض علماء سے منقول ہے کہ ہم نے مدینہ منورہ میں جاکر خود اسکی تحقیق کی تو بعض معمرین سے پتہ چلا کہ ہاں احد پہاڑ کے پیچھے ایک پہاڑی ہے جسکو ثور کہتے ہیں، واللہ سبحانہ وتعالیٰ أعلم۔

صحیح مسلم بعض مصری نسخوں کے حاشیہ میں تاج العروس سے نقل کیا ہے کہ حدیث الجبلین اور حدیث اللابتین کے مجموعہ سے حرم مدینہ کے حدود اربعہ کی تعیین ہوگئی اس لئے کہ لابتین شرق اور غرب میں واقع ہیں اور عیر و ثور مدینہ کے جنوب و شمال میں ہیں، ان میں سے اول جنوب میں ہے اور ثانی شمال میں۔

فَمَنْ أَحْدَثَ حَدَثًا أَوْ آوَى مُحْدِثًا: مطلب یہ ہے کہ جب معلوم ہوگیا کہ مدینہ منورہ کیلئے حرم ہے اور حرم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ مقدس جگہ ہے تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ وہاں معصیت سے خصوصیت کے ساتھ بچا جائے اور خاص کر ابتداع اور احداث [1] فی الدین سے اور ایسے ہی ایواء محدث سے یعنی بدعتی کی اعانت اور اس کو مدینہ میں ٹھکانہ دینے سے، اور یہ لفظ محدَث بھی ہو سکتا ہے یعنی امر بدعت، جو چیز بدعت کے قبیل سے ہو اسکی ترویج اول تو کسی بھی جگہ نہیں کرنی چاہیے اور خاص کر مدینہ

---

[1] صحيح مسلم — كتاب الحج - باب باب فضل المدينة الخ ١٣٧٤

[2] اگرچہ مصعب زبیری نے تو دونوں ہی کا انکار کیا ہے کہ انمیں سے کوئی بھی پہاڑ مدینہ میں نہیں ہے، لیکن علماء نے عیر کی نفی کو تسلیم نہیں کیا، ۱۲۔

[1] مدینہ منورہ چونکہ دین اسلام کا مرکز ہے اس لئے وہاں سے جو چیز بھی نکلے گی وہ دین ہی سمجھی جائیگی، اس لئے مدینہ کو بدعت اور اہل بدعت کے وہاں قیام سے بچانیکی بہت سخت ضرورت ہے، ۱۲۔

منورہ میں تو قطعاً کرنی ہی نہیں چاہئے اس لئے کہ مقدس جگہ میں جس طرح حسنہ کا ثواب زائد ہوتا ہے اسی طرح سیئہ کا گناہ بھی زائد ہے۔

لَا يُقْبَلُ مِنْهُ عَدْلٌ وَلَا صَرْفٌ: اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ بدعت ایسی منحوس چیز ہے جس سے دوسری نیکیاں بھی برباد ہو جاتی ہیں۔

وَذِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ وَاحِدَةٌ: اگر کوئی مسلم شخص کسی کافر کو امان اور پناہ دیدے تو اس کی رعایت سب پر واجب ہے۔ ایک مسلمان کا پناہ دینا گویا سبھی کا پناہ دینا ہے اور اس پناہ دینے کی سعی ادنیٰ شخص بھی کر سکتا ہے اور یہ ادنیٰ ہونا عام ہے خواہ عدد کے لحاظ سے ہو کہ پناہ دینے والا صرف ایک ہی شخص ہو یا مرتبہ کے لحاظ سے ہو مثلاً یہ کہ وہ عورت ہو یا غلام ہو، حر نہ ہو ایسے ہی خواہ نیچے خاندان کا ہو یا اونچے (شریف و وضیع)۔

وَمَنْ وَالَى قَوْمًا بِغَيْرِ إِذْنِ مَوَالِيهِ: جو شخص عقد موالاۃ [1] کرے اجنبی لوگوں سے بغیر اصلی مولیٰ سے اجازت لئے اس پر لعنت ہے۔ موالاۃ اور ولاء کی دو قسمیں ہیں: ولاء العتاقہ اور ولاء الموالاۃ۔ یہاں پر دونوں مراد ہو سکتے ہیں، اگر اول مراد لیں تو اس کی تشریح یہ ہے کہ حدیث میں ہے: الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ [2]، ولاء دراصل اس خصوصی علاقہ اور تعلق کا نام ہے جو اعتاق کیوجہ سے معتِق اور معتَق کے درمیان پیدا ہوتا ہے جس کے نتیجہ اور صلہ میں مولیٰ (معتِق) معتَق کا وارث ہو جاتا ہے، اسی لئے بعض مرتبہ ولاء بول کر مجازاً مال معتَق بھی مراد لے لیتے ہیں۔ بہر کیف ولاء معتِق ہی کے لئے ہوتا ہے کیونکہ معتِق ہی کا انعام واحسان ہے معتَق پر، اب اگر کوئی آزاد کردہ غلام اپنی نسبت بجائے اصلی معتِق کے کسی دوسرے شخص کیطرف کرے اور کہے کہ میرا مولیٰ یہ شخص ہے تو یہ اس کا انتہائی کمینہ پن اور احسان فراموشی نہیں تو کیا ہے؟ مذکورہ بالا حدیث میں اسی حرکت پر وعید بیان کی گئی ہے اور یقیناً یہ فعل قطعاً حرام ہے اور اس صورت میں بغیر اذن موالیہ کی قید حدیث میں احترازی نہ ہوگی کہ اگر بغیر اجازت کے ایسا کرے گا تو حرام اور ناجائز ہوگا ورنہ جائز ہوگا کیونکہ یہ فعل تو ہر صورت میں ناجائز ہے بلکہ بیان واقع کے طور پر ہے، ظاہر ہے کہ ایسا کام غلام بغیر اجازت ہی کے کرے گا۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں موالاۃ سے عقد موالاۃ مراد ہو جس کو ولاء الموالاۃ بھی کہتے ہیں (دوستی کا عقد) جو زمانہ جاہلیت میں اور ابتداء اسلام میں بکثرت ہوتا تھا اور اس کی وجہ سے استحقاق ارث بھی ہوتا تھا جو بعد میں عند الجمہور تو منسوخ ہو گیا لیکن حنفیہ کے نزدیک منسوخ تو نہیں ہوا البتہ اس [1] میں فرق آگیا، کما سیأتی فی کتاب الفرائض اس دوسری صورت میں بغیر اذن موالیہ کی

---

[1] صرف وعدل کی تعریف وتفسیر میں مختلف اقوال ہیں جو بذل المجہود اور حواشی کتاب میں لکھے ہیں۔

[2] صحیح مسلم — کتاب الطلاق — باب إنما الولاء لمن أعتق ١٥٠٤

[1] وہ یہ کہ ابتداء میں تو مولی الموالاۃ ذوی الارحام پر مقدم تھا بعد میں جب یہ آیت وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ (ترجمہ: اور قرابت والے ایک دوسرے سے لگاؤ رکھتے ہیں، سورۃ الأحزاب ٦) نازل ہوئی تو مولی الموالاۃ ذوی الارحام سے مؤخر کر دیا گیا یعنی ذوی الارحام کے نہ ہونے کی صورت میں مولی الموالاۃ وارث ہوگا، ان کی موجودگی میں نہ ہوگا ١٢۔

قید احترازی ہوگی کیونکہ آدمی اپنے مولی الموالاۃ سے اجازت لیکر دوسرے شخص سے عقد موالاۃ کر سکتا ہے ہاں بدون اطلاع واجازت حرام ہے۔

وَلَا يَصْلُحُ لِرَجُلٍ أَنْ يَحْمِلَ فِيهَا السِّلَاحَ: اور مناسب نہیں کسی شخص کے لئے کہ وہ حرم مدینہ میں ہتھیار اٹھائے، یعنی خارج حرم سے داخل حرم ہتھیار لیکر جائے، یعنی بلا ضرورت اگر ضرورت پڑے تو کچھ حرج نہیں (قالہ ابن رسلان) کتاب الحج کے درمیان میں ایک باب گزرا ہے باب: حمل السلاح بمکۃ، اس کو بھی دیکھ لیا جائے۔

۲۰۳۶- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، أَنَّ زَيْدَ بْنَ الْحُبَابِ، حَدَّثَهُمْ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ كِنَانَةَ، مَوْلَى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ: "حَمَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلَّ نَاحِيَةٍ مِنَ الْمَدِينَةِ بَرِيدًا بَرِيدًا: لَا يُخْبَطُ شَجَرُهُ، وَلَا يُعْضَدُ، إِلَّا مَا يُسَاقُ بِهِ الْجَمَلُ".

ترجمہ: عدی بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ سے ہر ہر سمت میں تین تین میل کے بقدر علاقے کو علاقہ ممنوعہ قرار دیا کہ وہاں کے کسی درخت کے پتے نہ توڑے جائیں اور نہ ہی کوئی درخت کاٹا جائے البتہ اونٹ کو چارہ کے بقدر پتے لے جانے کی اجازت ہے۔

۲۰۳۷- حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ يَعْنِي ابْنَ حَازِمٍ، حَدَّثَنِي يَعْلَى بْنُ حَكِيمٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: رَأَيْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ، أَخَذَ رَجُلًا يَصِيدُ فِي حَرَمِ الْمَدِينَةِ الَّذِي حَرَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَلَبَهُ ثِيَابَهُ، فَجَاءَ مَوَالِيهِ فَكَلَّمُوهُ فِيهِ، فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَرَّمَ هَذَا الْحَرَمَ، وَقَالَ: «مَنْ أَخَذَ أَحَدًا يَصِيدُ فِيهِ فَلْيَسْلُبْهُ ثِيَابَهُ» فَلَا أَرُدُّ عَلَيْكُمْ طُعْمَةً أَطْعَمَنِيهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَكِنْ إِنْ شِئْتُمْ دَفَعْتُ إِلَيْكُمْ ثَمَنَهُ.

ترجمہ: سلیمان بن ابی عبد اللہ کہتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاصؓ نے ایک شخص کو مدینہ طیبہ کے اس حرم میں شکار کرتے ہوئے پکڑ لیا جسکو رسول اللہ ﷺ نے حرم مدینہ قرار دیا تھا اور حضرت سعدؓ نے اسکے کپڑے بھی لے لئے، پس اس شخص نے کچھ آزاد کردہ غلام (یا اسکے آقا) نے آکر حضرت سعد سے اس شخص کے متعلق گفتگو کی تو حضرت سعد نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے اس حرم مدینہ کو قابل احترام بنایا ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص اس حرم میں کسی کو شکار کرتا ہوا دیکھے تو اسکو اس شکار کرنے والے کے کپڑے لے لینا چاہیئے اور رسول اللہ ﷺ نے مجھے جو حق عطاء فرمایا ہے وہ میں تمہیں واپس نہیں کروں گا لیکن اگر تم لوگ چاہو تو میں تمہیں ان کپڑوں کی قیمت دے دونگا۔

تخریج: صحيح مسلم - الحج (١٣٦٤) سنن أبي داود - المناسك (٢٠٣٧) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١٦٨/١) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١٧٠/١)

شرح الحدیث: رَأَيْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ، أَخَذَ رَجُلًا: سعد بن ابی وقاصؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ حرم مدینہ میں شکار

کر رہا تھا تو انہوں نے اسکو پکڑ کر اسکے کپڑے اور سامان چھین لیا۔ اس حدیث پر ابن حزم ظاہری کا عمل ہے۔ نیز امام شافعیؒ کا قول قدیم اور امام احمدؒ کی ایک روایت بھی یہی ہے۔ امام ابو بکر بزارؒ کہتے ہیں: یہ حدیث سعد بن ابی وقاصؓ کے علاوہ کسی اور صحابی سے مروی نہیں ہے اھ۔ بندہ کہتا ہے: اس حدیث پر جمہور کا عمل نہیں ہے کیونکہ یہ اخبار آحاد میں سے ہے اور طرق بھی اسکے متعدد نہیں ہیں اور اخذ مال غیر کا مسئلہ بہت سخت ہے اس کیلئے جیسی مشہور اور قوی حدیث کی ضرورت ہے یہ ویسی نہیں ہے، واللہ أعلم۔

۲۰۳۸- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ صَالِحٍ، مَوْلَى التَّوْأَمَةِ، عَنْ مَوْلًى لِسَعْدٍ، أَنَّ سَعْدًا، وَجَدَ عَبِيدًا مِنْ عَبِيدِ الْمَدِينَةِ يَقْطَعُونَ مِنْ شَجَرِ الْمَدِينَةِ فَأَخَذَ مَتَاعَهُمْ، وَقَالَ: يَعْنِي لِمَوَالِيهِمْ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى أَنْ يُقْطَعَ مِنْ شَجَرِ الْمَدِينَةِ شَيْءٌ، وَقَالَ: «مَنْ قَطَعَ مِنْهُ شَيْئًا فَلِمَنْ أَخَذَهُ سَلَبُهُ».

ترجمہ: حضرت سعدؓ کے آزاد کردہ غلام نقل کرتے ہیں کہ حضرت سعدؓ نے مدینہ طیبہ کے غلاموں میں سے چند غلاموں کو دیکھا کہ وہ مدینہ طیبہ کے درخت کاٹ رہے ہیں تو حضرت سعدؓ نے ان غلاموں کا سامان لے لیا اور ان کے آقاؤں سے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ طیبہ کے درخت کاٹنے سے منع کرتے ہوئے سنا ہے اور آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جو شخص مدینہ طیبہ کے درختوں میں سے کوئی چیز کاٹے تو جو شخص اسکو پکڑ لے گا اس کے پاس موجود سامان اس کو پکڑنے والے شخص کا ہوگا۔

تخریج: صحيح مسلم - الحج (١٣٦٤) سنن أبي داود - المناسك (٢٠٣٨) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١٦٨/١) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١٧٠/١)۔

۲۰۳۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَفْصٍ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْقَطَّانُ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ، أَخْبَرَنِي خَارِجَةُ بْنُ الْحَارِثِ الْجُهَنِيُّ، أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا يُخْبَطُ وَلَا يُعْضَدُ حِمَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَكِنْ يُهَشُّ هَشًّا رَفِيقًا».

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو علاقہ ممنوعہ (حمی) بنائی ہے اس مقام کے درخت کے پتوں کو لاٹھی مار مار کر توڑنا اور درختوں کو کاٹنا منع ہے لیکن نرم اور ہلکے انداز سے ان درختوں سے پتے لئے جاسکتے ہیں۔

۲۰۴۰- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، ح حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، عَنِ ابْنِ نُمَيْرٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «كَانَ يَأْتِي قُبَاءً مَاشِيًا وَرَاكِبًا». زَادَ ابْنُ نُمَيْرٍ وَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ.

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قباء پیدل اور سوار ہو کر دونوں طرح تشریف لے جاتے تھے...... ابن نمیر نے یہ اضافہ کیا کہ مسجد قباء میں دو رکعتیں نماز ادا فرماتے۔

تخریج: صحيح البخاري - الجمعة (١١٣٤) صحيح البخاري - الجمعة (١١٣٥) صحيح البخاري - الجمعة (١١٣٦) صحيح البخاري - الاعتصام بالكتاب والسنة (٦٨٩٥) صحيح مسلم - الحج (١٣٩٩) سنن النسائي - المساجد (٦٩٨) سنن أبي داود - المناسك (٢٠٤٠) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٥/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٣٠/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٥٧/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٥٨/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٦٥/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٧٢/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٨٠/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٠١/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٠٨/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٥٥/٢) موطأ مالك - النداء للصلاة (٤٠٢)

شرح الحديث: كَانَ يَأْتِي قُبَاءَ مَاشِيًا وَرَاكِبًا: مضمون تو چل رہا ہے حرم مدینہ اور فضل مدینہ کا اور چونکہ قریۂ قباء بھی اطراف میں مدینہ میں واقع ہے اسلئے تبعاً اس کی فضیلت کی حدیث بھی یہاں ذکر کر دی۔

٩٨- بَابُ زِيَارَةِ الْقُبُورِ

قبرستان جانے کا بیان

اس سے ایک باب قبل اتیان المدینۃ گزرا ہے جس میں مصنف نے شد رحال والی حدیث ذکر کی ہے جس سے بظاہر اس طرف اشارہ کیا ہے کہ مدینہ کی حاضری سے مقصود مسجد نبوی کی زیارت اور اس میں نماز پڑھنا ہے۔

اور اس باب سے غالباً مقصد ثانی کیطرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں یعنی آنحضرت ﷺ کی قبر شریف کی زیارت اور آس پر حاضری، بلکہ ہمارے بعض فقہاء جن میں شیخ ابن الہمامؒ بھی ہیں وہ تو یہ فرماتے ہیں: اولی یہ ہے کہ مدینہ منورہ کی حاضری سے مقصود اولی روضۂ شریفہ ہی کی زیارت ہونا چاہئے اسلئے کہ قبر شریف کی زیارت کے بارے میں صراحت کیساتھ بیشمار احادیث وارد ہوئی ہیں، ففي رواية: من جَاءَنِي زَائِرًا لم تنزعه حَاجَة إِلَّا زِيَارَتِي كَانَ حَقًّا عَلَيَّ أَنْ أَكُون لَهُ شَفِيعًا يَوْمَ الْقِيَامَة. (شفاء السقام)

یعنی جو شخص میری قبر کی زیارت کیلئے آئے اور اس کی اسکے سوا کوئی اور غرض نہ ہو تو مجھ پر حق ہے اس کی سفارش کرنا۔

٢٠٤١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ، حَدَّثَنَا الْمُقْرِئُ، حَدَّثَنَا حَيْوَةُ، عَنْ أَبِي صَخْرٍ حُمَيْدِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قُسَيْطٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللَّهُ عَلَيَّ رُوحِي حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: جو مسلمان میری قبر پر آکر مجھے سلام کرتا ہے تو اللہ پاک میری روح کو مجھ پر لوٹا دیتے ہیں یہاں تک کہ میں اسکے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

تخریج: سنن أبي داود - المناسك (٢٠٤١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٥٢٧/٢)

شرح الحديث: جو شخص مجھ پر سلام پڑھتا ہے (قبر شریف پر حاضر ہو کر، کما يشير إليه ترجمة الباب) تو اللہ تعالیٰ شانہ مجھ پر میری روح کو لوٹاتے ہیں حتی کہ میں اس کے سلام کا جواب خود بنفس نفیس دیتا ہوں۔ کتنی بڑی خوش قسمتی وسعادت ہے کہ آنحضرت ﷺ سلام پڑھنے والے کا سلام سنتے ہیں اور پھر اس کا جواب دیتے ہیں (گویا ایک لحاظ سے ہم کلامی ہوئی) اگر یہ نعمت

ساری دنیا خرچ کر کے بھی حاصل ہو تو آپ ﷺ کے امتی کے حق میں ارزاں ہے۔

حدیث کی تشریح مع ماله وماعلیه: یہاں ایک علمی اشکال وجواب ہے اور اشکال اسی ترجمہ ومطلب کو لیکر ہے جو اوپر ہم نے لکھا ہے، اشکال یہ ہے کہ رد روح الی الجسم مستلزم ہے مفارقة الروح عن الجسد کو جو مسئلہ حیاۃ انبیاء کے [1] خلاف ہے، اس کی متعدد توجیہات کی گئی ہیں:

توجیه از علامه سندی: علامہ سندی نے اسکی ایک توجیہ یہ کی ہے کہ کلام عرب میں یہ چیز بہت شائع ہے کہ بسا اوقات وہ لوگ جزاء شرط کو حذف کر کے اسکی علت کو اسکے قائم مقام کر دیتے ہیں کما فی قوله تعالیٰ: فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ [2]۔ اس آیت شریفہ میں اصل جزاء کو حذف کر دیا گیا یعنی فلا تحزن اور اسکی علت کو اسکی جگہ ذکر کیا گیا ہے، آپ ﷺ غم نہ کیجئے اسلئے کہ گزشتہ انبیاء کی بھی تو تکذیب کی گئی ہے، والبلیة اذا عمت طابت۔ ایسے ہی اس آیت شریفہ میں إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا [3] اسکی اصل جزاء فلا نضیع عملهم تھی، اسکو حذف کر کے اسکی علت کو اسکی جگہ ذکر کیا گیا ہے، تقدیر کلام اس طرح ہے: ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات لا نضیع عملهم، لانا لا نضیع اجر من احسن عملاً۔ اسی طرح اس حدیث شریف میں تقدیر عبارت اس طرح ہے: ما من احد یسلم علی الا ارد علیه السلام، لان الله قد رد علی روحی۔ یعنی نہیں ہے کوئی شخص جو سلام پڑھتا ہو مجھ پر مگر یہ کہ میں اسکے سلام کا جواب دیتا ہوں، اسلئے کہ اللہ تعالیٰ شانہ نے میری روح کو مجھ پر لوٹا رکھا ہے (عالم برزخ میں) پھر آگے جو حدیث میں ہے: حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ، اسکا مطلب یہ ہے پس اسی سبب سے میں اسکے سلام کا جواب دیتا ہوں اور حدیث کا ترجمہ ومطلب یہ نہیں ہے جو بظاہر سمجھ میں آتا ہے کہ نہیں ہے کوئی شخص جو مجھ پر سلام پڑھتا ہو مگر یہ کہ (اسکے سلام کے بعد) اللہ تعالیٰ مجھ پر روح کو لوٹا دیتے ہیں تا کہ میں اسکے سلام کا جواب دوں، بلکہ حدیث کا ترجمہ ومطلب وہ ہے جو ہم نے اوپر [4] لکھا ہے۔

توجیه از علامه سیوطی: اسی طرح علامہ سیوطیؒ نے اس حدیث پر اشکال مذکور لکھنے کے بعد فرمایا: میں نے اس اشکال کے جواب کیلئے ایک مستقل رسالہ [5] تالیف کیا ہے جس کا نام میں نے "انباء الاذکیاء بحیاۃ الانبیاء" رکھا ہے اور اس میں میں

---

[1] علامہ سیوطیؒ اس حدیث کی توجیہ وتاویل کو ضروری قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ومنها لمخالفة الأحاديث المتواترة الدالة على حياة الأنبياء وما خالف القرآن والسنة المتواترة وجب تأويله اھ۔ صاحب عون المعبود (ج ٦ ص ٢٨) نے بھی اس کو ان سے نقل کیا ہے۔

[2] پھر اگر یہ تجھ کو جھٹلادیں تو پہلے تجھ سے جھٹلائے گئے بہت رسول (سورۃ آل عمران ۱۸۴)

[3] بے شک جو لوگ یقین لائے اور کیں نیکیاں ہم نہیں کھوتے بدلہ اس کا جس نے بھلا کیا کام (سورۃ الکہف ۳۰)

[4] یعنی نہیں ہے کوئی شخص جو مجھ پر سلام پڑھتا ہو مگر میں اسکے سلام کا جواب دیتا ہوں اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر میری روح کو (عالم برزخ) میں لوٹا رکھا ہے، ۱۲۔

[5] یہ رسالہ الحاوی للفتاوی للسیوطی، میں شامل ہے جس کا نام "انباء الاذکیاء بحیاۃ الانبیاء" ہے، اس رسالہ کی ابتداء اس طرح ہے: بسم الله الرحمن الرحيم، الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى، وقع السوال: قد اشتهر ان النبي صلى الله عليه وسلم حي في قبره، ورد انه صلى الله عليه وسلم

نے اس کے پندرہ جواب لکھے ہیں جن میں سب سے اقویٰ جواب یہ ہے کہ رد اللہ علی روحی جملہ حالیہ ہے اور جملۂ حالیہ کا قاعدہ یہ ہے کہ جب وہ مصدَّر بفعل ماضی ہو تو اس کے شروع میں لفظ قد کا ہونا ضروری ہے، خواہ لفظاً مذکور ہو یا مقدر کما فی قولہ تعالیٰ: اَوْ جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ [1] ای وقد حصرت اسی طرح یہاں بھی لفظ [2] قد مقدر ہے: الا وقد رد اللہ علی روحی، ترجمہ یہ ہوگا: نہیں ہے کوئی شخص جو مجھ پر سلام پڑھتا ہو، مگر حال یہ ہے کہ مجھ پر روح رد ہو چکی ہوتی ہے (اس کے سلام سے قبل) اور میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ وہ فرماتے ہیں: یہ حتی برائے تعلیل نہیں ہے بلکہ عاطفہ ہے واؤ کے معنی میں یہاں اشکال جو پیدا ہوتا ہے وہ اسی بناء پر کہ الا رد اللہ علی روحی کو شرط مذکور (مامن احد یسلم علی) کی جزاء اور حتی أرد میں حتی کو تعلیلیہ قرار دیتے ہیں، والامر لیس کذلك اس لئے کہ الا رد اللہ علی روحی کو جزاء قرار دینے سے تو یہ لازم آتا ہے کہ رد روح سلام پر مرتب ہو پہلے سے جسم میں نہ ہو (اور یہی چیز موجب اشکال اور حیاۃ انبیاء کے خلاف ہے) اور جب یہ کہا گیا کہ الا رد اللہ علی روحی جملہ حالیہ ماضیہ ہے جو دال بر جزاء ہے یعنی أرد السلام علیہ پھر اشکال ہی ختم ہو جاتا ہے اس لئے کہ اس صورت [1] میں اس حدیث کا حاصل مطلب یہ نکلتا ہے کہ مسلِّم کا سلام مجھ پر اس حال میں پیش ہوتا ہے کہ مجھ پر روح رد کی ہوئی ہوتی ہے اور میں اسکے سلام کا جواب دیتا ہوں یعنی یہاں دنیا میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح بوقت وفات قبض کرلی گئی پھر عالم برزخ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لیجانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹا دی گئی جس کی بناء پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلِّم کا سلام سنتے بھی ہیں اور اس کا جواب بھی دیتے ہیں۔ نیز اس حدیث شریف کو اگر اس کے ظاہر پر رکھا جائے بلا کسی توجیہ و تاویل کے اور یہی کہا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر رد روح عند تسلیم المسلم ہی ہوتا ہے پہلے سے روح انور جسد اطہر میں نہیں ہوتی تو قطع نظر اس کے کہ یہ مسلّمات کے خلاف ہے، ایک بڑی خرابی اس میں یہ ہے کہ بار بار رد روح اور قبض روح ہوتا رہے کیونکہ روضۂ شریفہ پر صلوۃ و سلام پیش کرنے کا سلسلہ تو مختصر سے وقفات کیساتھ قائم ہی رہتا ہے، اور ظاہر ہے کہ اس بار بار رد و قبض میں جسمانی اذیت کے علاوہ تعدد حیات و ممات ہے جو خلاف عقل و نقل ہے (سیوطی)۔

لہ قال: مامن احد یسلم علی الا رد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام، فظاھرہ مفارقۃ الروح لہ فی بعض الاوقات، فکیف الجمع؟ وھو سوال حسن یحتاج الی النظر والتأمل. فاقول: حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قبرہ ھو وسائر الانبیاء معلومۃ عندنا علماً قطعیاً لما قام عندنا من الادلۃ فی ذلك، وتواتر بہ الأخبار. وقد الف البیھقی جزءً فی حیاۃ الأنبیاء فی قبورھم، فمن الأخبار الدالۃ علی ذلك ما أخرجہ مسلم، عن انس رضی اللہ عنہ: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ أسری بہ مر بموسی علیہ السلام وھو یصلی فی قبرہ اس تالیف میں سیوطی نے احادیث مرفوعہ کے علاوہ متعدد کتب کے حوالہ سے یہ روایت بھی نقل کی ہے: سعید بن المسیب فرماتے ہیں: واقعۃ الحرہ کے زمانہ میں جب کہ مسجد نبوی شریف میں تین دن تک اذان و اقامت بند رہی، میں نماز کے وقت (جب بھی فرض نماز کا وقت آتا) قبر شریف سے اذان و اقامت کے آواز اپنے کانوں سے سنتا تھا اھ۔ جس کا جی چاہے اصل تالیف کیطرف رجوع کرے، ۱۲۔

[1] یا آئے ہیں تمہارے پاس کہ تنگ ہوگئے ہیں دل ان کے (سورۃ النسآء ۹۰)

[2] سیوطی لکھتے ہے: بلکہ بیہقی کی روایت میں لفظ قد موجود ہے یعنی اصل حدیث میں فللّٰہ الحمد والمنۃ

[1] حل حدیث اور دفع اشکال کیلئے ہمیں یہاں کسی قدر تطویل کو اختیار کرنا پڑا ان شاء اللہ تعالیٰ مفید ہوگا، ۱۲۔

علامہ خفاجی کا جواب: علامہ خفاجیؒ نسیم الریاض شرح شفاء لقاضی عیاض میں تحریر فرماتے ہیں: حدیث کا مطلب بلا تکلف جو ذہن میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اور دیگر انبیاء اپنی اپنی قبور میں زندہ ہیں اور ان کی حیات شہداء کی حیات سے زیادہ قوی ہے، یہ حضرات قبور میں آرام فرمارہے ہیں، بمنزلہ نائمین کے ہیں اور ظاہر ہے کہ نائم متکلم کا سلام و کلام بیدار ہونے کے بعد ہی سنتا ہے اسی طرح آنحضرت ﷺ مسلم کا سلام سننے کے بعد تیقظ اور بیدار ہوتے ہیں اور اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں اھ [1]، تو گویا رد روح کنایہ ہے تیقظ و بیداری سے۔

اور اسی نوع کا ایک جواب وہ ہے جس کو حضرت سہارنپوری نے بذل المجہود میں نقل فرمایا ہے کہ رد روح سے مراد یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ عالم برزخ میں آپ ﷺ کی روح انور تجلیات ربانیہ و معارف الٰہیہ کی طرف متوجہ رہتی ہے، جب کوئی امتی آپ ﷺ پر سلام پڑھتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ آپ ﷺ کی روح مبارک کو اس مصلی کی طرف متوجہ فرمادیتے ہیں تاکہ آپ اس کے سلام کا جواب دیں، اھ [1]۔ میں کہتا ہوں: علامہ سیوطیؒ نے بھی اخیر میں اسی توجیہ کو زیادہ پسند [2] فرمایا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ رد روح سے مراد افاقہ عن الاستغراق والمشاهدہ ہے ان کی پہلی توجیہ جو ہمارے یہاں شروع میں نقل ہو چکی ہے وہ من حیث العربیة والقواعد النحویة ہے اور یہ توجیہ روحانی اور معنوی ہے۔

۲۰۴۲- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، قَرَأْتُ عَلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ نَافِعٍ، أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قُبُورًا، وَلَا تَجْعَلُوا قَبْرِي عِيدًا، وَصَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِي حَيْثُ كُنْتُمْ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ تم اپنے گھروں کو قبرستان مت بناؤ اور تم لوگ میری قبر کو عید کی طرح مت بناؤ اور مجھ پر درود بھیجا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پہنچتا ہے، تم جس جگہ سے بھی مجھ پر درود پڑھو۔

تخریج: سنن أبي داود - المناسك (۲۰۴۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/۲۸۴) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/۳۳۷) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/۳٦۷) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/۳۷۸) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/۳۸۸)

---

[1] نسیم الریاض في شرح شفاء القاضي عیاض - ج ۳ ص ۵۰۰

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ۹ ص ۳۹٦

[2] اس توجیہ پر بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے روضہ شریفہ پر تو تقریباً ہر وقت ہی سلام پڑھنے کا سلسلہ قائم رہتا ہے تو کیا بار بار یہ استغراق کی کیفیت اور اس سے افاقہ ہوتا رہتا ہے؟ جواب یہ ہے کہ جب تک صلوۃ و سلام کا سلسلہ رہتا ہے توجہ بھی اسی طرف رہتی ہے اور جب اس میں انقطاع ہوتا ہے تو توجہ میں بھی انقطاع ہو جاتا ہے، اس میں اشکال کیا ہے روح تو بڑی لطیف اور سریع السیر ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ سلام پڑھنے والے اس عالم میں ہیں اور جس پر سلام پڑھا جارہا ہے وہ ذات دوسرے عالم میں ہے، اس دنیا میں نہیں ہے جب مکان میں اختلاف ہے تو زمان میں بھی اختلاف ہو سکتا ہے، ممکن ہے وہاں کے زمان میں طول وامتداد زیادہ ہو بنسبت یہاں کے زمان کے کما يظهر بالتامل في قصة الإسراء المعراج، والله أعلم۔ (كما في ج ۲ ص ۱۵۱، رسالة انباء الاذكياء)

شرح الحديث: لَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قُبُورًا: حدیث کا یہ ٹکڑا کتاب الصلوۃ میں باب صلوۃ الرجل التطوع فی بیتہ میں (برقم ۱۰۴۳) گزر چکا۔

وَلَا تَجْعَلُوا قَبْرِي عِيدًا: میری قبر کو مظہر عید جائے، سرور اور جشن منانے کی جگہ نہ بناؤ، وہاں زینت و سرور کے ساتھ آکر جمع مت ہو، قبر تو عبرت کی چیز ہے اور بعض نے اس کا مطلب یہ لیا ہے کہ میری قبر کی زیارت جلدی جلدی اور بکثرت کیا کرو یہ نہیں کہ عید کی طرح کبھی آگئے جیسے عید سال میں ایک مرتبہ آتی ہے (خصوصاً وہ حضرات جو مدینہ کے قرب وجوار کے رہنے والے ہیں) اور کہا گیا ہے کہ عید بمعنی اعتیاد (کسی کام کی عادت بنالینا) یعنی میری قبر پر بار بار آنے کے عادی مت بنو، اس لئے کہ اس میں سوء ادب کا اندیشہ ہے۔ نیز اس سے یہ بھی شبہ ہوتا ہے کہ اس شخص کے نزدیک آپ ﷺ پر دور کا سلام پیش نہیں ہوتا، اسی لئے آگے فرمارہے ہیں: وَصَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِي حَيْثُ كُنْتُمْ۔ جہاں سے بھی مجھ پر صلوۃ وسلام بھیجو گے وہیں سے پہونچے گا اللهم صل على سيدنا ومولانا محمد وعلى آل سيدنا ومولانا محمد، وبارك وسلم تسليماً، اللهم وآته الوسيلة والفضيلة والمقام المحمود الذي وعدته، واجزه عنا ماهو أهله، واجزه عنا افضل ماجزيت نبياً عن أمته وصل على جميع اخوانه من النبيين والصالحين۔

۲۰۴۲- حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْنٍ الْمَدَنِيُّ، أَخْبَرَنِي دَاوُدُ بْنُ خَالِدٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ رَبِيعَةَ يَعْنِي ابْنَ الْهُدَيْرِ، قَالَ: مَا سَمِعْتُ طَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللَّهِ، يُحَدِّثُ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثًا قَطُّ غَيْرَ حَدِيثٍ وَاحِدٍ، قَالَ: قُلْتُ: وَمَا هُوَ؟ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيدُ قُبُورَ الشُّهَدَاءِ، حَتَّى إِذَا أَشْرَفْنَا عَلَى حَرَّةِ وَاقِمٍ فَلَمَّا تَدَلَّيْنَا مِنْهَا، وَإِذَا قُبُورٌ بِمَحْنِيَةٍ، قَالَ: قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَقُبُورُ إِخْوَانِنَا هَذِهِ؟ قَالَ: «قُبُورُ أَصْحَابِنَا» فَلَمَّا جِئْنَا قُبُورَ الشُّهَدَاءِ، قَالَ: «هَذِهِ قُبُورُ إِخْوَانِنَا».

ترجمہ: ربیعہ بن الہدیر فرماتے ہیں کہ میں نے طلحہ بن عبید اللہ کو ایک حدیث کے علاوہ نبی اکرم ﷺ سے کوئی حدیث بیان کرتے ہوئے نہیں دیکھا...... ربیعہ بن عبد الرحمن کہتے ہیں: میں نے ربیعہ بن ہدیر سے پوچھا کہ وہ کونسی حدیث ہے؟ تو ربیعہ بن ہدیر نے فرمایا کہ طلحہؓ نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ کے ساتھ شہداء کی قبروں پر حاضری کیلئے نکلے یہاں تک کہ ہم مدینہ کی پتھریلی زمین جو ٹیلوں پر مشتمل ہے (حرہ شرقیہ) پر چڑھے اور اس سے نیچے اترے تو چند قبریں اس وادی کی ایک جانب تھیں تو حضرت طلحہ کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا ہمارے بھائیوں کی یہ قبریں ہیں؟ تو نبی اکرم ﷺ نے جواب دیا کہ یہ تو ہمارے ساتھیوں کی قبریں ہیں، پھر جب ہم شہداء کی قبر پر حاضر ہوئے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ ہیں ہمارے بھائیوں کی قبریں۔

تخریج: سنن أبي داود - المناسك (۲۰۴۳) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۱/۱۶۱)

شرح الحدیث خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيدُ قُبُورَ الشُّهَدَاءِ: ہم مدینہ منورہ سے آپ ﷺ کے ساتھ نکلے قبور شہداء کی زیارت کے لئے (بندہ کو کسی شرح میں یہ نہیں ملا کہ کونسے شہداء مراد ہیں؟)، واللہ تعالی أعلم۔

حَتَّى إِذَا أَشْرَفْنَا عَلَى حَرَّةِ وَاقِمٍ فَلَمَّا تَدَلَّيْنَا مِنْهَا، وَإِذَا قُبُورٌ بِمَحْنِيَةٍ: یہاں تک کہ جب ہم حرہ واقم پر چڑھے مدینہ حرتین کے درمیان واقع ہے جیسا کہ مشہور ہے۔ بذل المجهود میں معجم البلدان سے نقل کیا ہے کہ اس سے حرہ شرقیہ مراد ہے اور واقم کے بارے میں دو قول نقل کئے ہیں: اسم رجل اور دوسرا قول یہ کہ واقم آطام مدینہ میں سے ایک اطم کا نام ہے (اطم کہتے ہیں: قلعہ کو، شاید اس حرہ کے قریب کوئی پرانا قلعہ ہوگا، واللہ تعالی أعلم) پھر جب ہم اس حرہ سے نیچے اترنے لگے تو اچانک چند قبور وادی کے موڑ پر ہمیں نظر پڑیں، محنیہ اور محنوہ دونوں لغت ہیں، وادی کے موڑ اور گھوم کو کہتے ہیں۔

قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ، أَقُبُورُ إِخْوَانِنَا هَذِهِ؟ قَالَ: «قُبُورُ أَصْحَابِنَا»: صحابہ نے آپ ﷺ سے دریافت کیا: کیا یہی ہمارے اخوان کی قبریں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں! یہ تو ہمارے اصحاب اور ساتھیوں کی قبریں ہیں۔ پھر جب ہم شہداء کی قبور پر پہونچے جہاں جانا مقصود تھا تب آپ ﷺ نے فرمایا: یہ ہیں ہمارے اخوان کی قبور۔

دو حدیثوں میں دفع تعارض: بذل المجهود[1] میں حضرت گنگوہی کی تقریر سے یہاں ایک اشکال وجواب نقل کیا ہے جس کو ہم یہاں اپنی تشریح کے ساتھ لکھتے ہیں، وہ یہ کہ آپ نے مشکوۃ شریف[2] میں پڑھا ہوگا کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: وَدِدْتُ أَنَّا[3] قَدْ رَأَيْنَا إِخْوَانَنَا قَالُوا: أَوَلَسْنَا إِخْوَانَكَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: أَنْتُمْ أَصْحَابِي، وَإِخْوَانُنَا الَّذِينَ لَمْ يَأْتُوا بَعْدُ۔ یعنی ایک مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا: کاش کہ میں اپنے اخوان کو دیکھ لیتا! اس پر صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہم آپ ﷺ کے اخوان نہیں ہیں؟ اس پر آپ نے فرمایا: تم تو میرے اصحاب ہو، میرے اخوان تو وہ لوگ ہیں جو ابھی پیدا نہیں ہوئے بعد میں آئیں گے۔ یہاں سوال ہوتا ہے آپ ﷺ نے اس ابوداؤد والی حدیث میں بعض صحابہ کو اپنا اصحاب اور بعض کو اخوان سے تعبیر فرمایا جس سے مستفاد ہوتا ہے کہ وصف اخوۃ وصحبت دونوں جمع ہوسکتے ہیں حالانکہ مشکوۃ والی حدیث میں تمام صحابہ کو اپنا صرف اصحاب اور بعد میں آنے امتیوں کو صرف اخوان سے تعبیر فرمایا (جس سے معلوم ہوتا ہے اصحاب واخوان میں تقابل ہے) اس کا جواب حضرت نے یہ تحریر فرمایا کہ ابوداؤد کی حدیث میں اخوۃ سے اخوۃ نسبی مراد ہے جو صحبت کیساتھ جمع ہوسکتی ہے اور مشکوۃ شریف کی حدیث میں اخوۃ سے اخوۃ دینیہ محضہ مراد ہے فلا تعارض بینهما۔

٢٠٤٤- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَاخَ بِالْبَطْحَاءِ

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود — ج ٩ ص ٣٩٩-٤٠٠

[2] مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح كتاب الطهارة ٢٩٨

[3] یہ حدیث شریف بڑی قابل عبرت ہے، دیکھئے! حضور اقدس ﷺ کو اپنی امت کیساتھ کیسی محبت ہے، آپ ﷺ اس بات کی تمنا ظاہر فرمارہے ہیں کہ کسی طرح میں اپنی اس امت کو دیکھ لیتا (دنیا ہی میں) جو میرے بعد پیدا ہوگی، ١٢۔

الَّتِي بِذِي الْحُلَيْفَةِ فَصَلَّى بِهَا. فَكَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ يَفْعَلُ ذَلِكَ.

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام ذوالحلیفہ پر بطحاء وادی میں اپنی اونٹنی کو بٹھایا اور وہاں نماز ادا فرمائی، پس حضرت عبد اللہ بن عمرؓ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

تخریج صحيح البخاري - الحج (١٤٥٩) صحيح البخاري - الحج (١٦٧٨) صحيح البخاري - المزارعة (٢٢١١) صحيح البخاري - الاعتصام بالكتاب والسنة (٦٩١٣) صحيح مسلم - الحج (١١٨٨) صحيح مسلم - الحج (١٢٥٧) صحيح مسلم - الحج (١٣٤٦) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٦٠) سنن النسائي - مناسك الحج (٢٦٦١) سنن أبي داود - المناسك (٢٠٤٤) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢٨/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٨٧/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١١٢/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١١٩/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٣٦/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٣٨/٢) موطأ مالك - الحج (٩٢٣)

حدیث کی توضیح و تشریح حضرت امام بخاریؒ نے کتاب الحج کے اخیر میں باب باندھا: بَابُ النُّزُولِ بِذِي طُوًى قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ مَكَّةَ وَالنُّزُولِ بِالْبَطْحَاءِ الَّتِي بِذِي الْحُلَيْفَةِ اور پھر اس کے ذیل میں انہوں نے حدیث ابن عمرؓ ذکر فرمائی جس کا مضمون یہی ہے کہ وہ مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے قبل پہلے ایک رات ذی طوی میں گزارتے تھے اور پھر صبح کو وہاں سے مکہ میں داخل ہوتے تھے اور مکہ مکرمہ سے واپسی میں مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے پہلے بطحاء ذی الحلیفہ میں قیام فرماتے تھے اسکے بعد مدینہ میں داخل[1] ہوتے تھے۔ بطحاء اور ابطح میدان وسیع کو کہتے ہیں۔ بطحاء دو ہیں: ایک وہ جو بین مکہ و منیٰ ہے جس کو محصب کہتے ہیں اور ایک وہ جو ذی الحلیفہ میں ہے جو یہاں حدیث میں مذکور ہے، ذوالحلیفہ تو ایک قریہ ہے اسی میں یہ میدان ہے جہاں وہ اپنی اونٹنی بٹھاتے تھے اور وہیں ایک مسجد بھی ہے جس کو مسجد ذی الحلیفہ..... اور مسجد المعرس کہتے ہیں۔

اس کے بعد جاننا چاہیئے کہ ایک معمول تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تھا جو ابھی مذکور ہوا (مکہ میں داخل ہونے سے پہلے ذی طوی میں ایک رات گزارنا اور مدینہ میں داخل ہونے سے قبل ذوالحلیفہ میں ٹھہرنا)۔

ذو الحلیفہ سے مدینہ طیبہ کیلئے دو راستے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول: اس کے علاوہ ایک معمول احادیث میں اور آتا ہے جو سنن ابوداؤد میں باب دخول مکہ میں (برقم ١٨٦٧) گزر چکا ہے عَنِ ابْنِ عُمَرَ. أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «كَانَ يَخْرُجُ مِنْ طَرِيقِ الشَّجَرَةِ، وَيَدْخُلُ مِنْ طَرِيقِ الْمُعَرَّسِ»۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ مدینہ سے جب نکلتے تھے تو طریق الشجرہ سے نکلتے تھے اور سفر سے واپسی میں جب مدینہ میں داخل ہوتے تھے تو طریق المعرس سے داخل ہوتے تھے۔

---

[1] امام بخاریؒ کے ترجمۃ الباب اور اس کے تحت جو حدیث انہوں نے ذکر فرمائی ہے اس سے واضح ہو گیا کہ ابوداؤد کی اس حدیث میں جو مذکور ہے (اناخ بالبطحاء) یہ مکہ سے واپسی اور مدینہ میں داخل ہونیکے وقت کی بات ہے ایسے ہی اس کے بعد امام مالک کا جو قول مصنف نے نقل کیا ہے وہ بھی اسی کیطرف مشیر ہے، کمافی بذل المجہود، باقی فی نفسہ یہ بات بھی اپنی جگہ درست ہے کہ آپ مدینہ سے مکہ روانگی کے وقت بھی ذوالحلیفہ میں قیام فرماتے تھے، چنانچہ حجۃ الوداع والے سفر میں آپ کا وہاں ٹھہرنا روایات میں مشہور ہے۔

ذوالحلیفہ سے مدینہ کیطرف دوراستے آتے ہیں: ایک طریق الشجرہ کہلاتا ہے، دوسرا طریق المعرس۔ حضرت امام بخاریؒ نے اس پر مستقل باب قائم فرمایا ہے: باب خُرُوجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى طَرِيقِ الشَّجَرَةِ۔

ایسے ہی آپ ﷺ کا معمول دخول مکہ میں یہ تھا کہ داخل ہوتے اعلیٰ مکہ سے (اوپر کے راستہ سے) اور خروج فرماتے اسفل مکہ سے ـ لقد تقدم فی باب دخول مكة من حديث ابن عمر مرفوعاً (برقم ١٨٦٦): «كَانَ يَدْخُلُ مَكَّةَ مِنَ الثَّنِيَّةِ الْعُلْيَا» قَالَا: عَنْ يَحْيَى، إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ «يَدْخُلُ مَكَّةَ مِنْ كَدَاءٍ مِنْ ثَنِيَّةِ الْبَطْحَاءِ وَيَخْرُجُ مِنَ الثَّنِيَّةِ السُّفْلَى»۔ ثنیہ علیا کو کداء اور ثنیہ سفلی کو کدیٰ کہتے ہیں جیسا کہ روایات میں مشہور ہے، اس تبدیل طریق میں علماء نے مصالح بھی لکھی ہیں، جیسا کہ عیدین میں آپ ﷺ تبدیل طریق فرماتے تھے جس کی مصالح بعض شراح نے بیس تک پہونچادی ہیں، جن میں سے تین، چار الدر المنضود میں گزری ہیں۔

٢٠٤٤ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، قَالَ: قَالَ مَالِكٌ: «لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يُجَاوِزَ الْمُعَرَّسَ إِذَا قَفَلَ رَاجِعًا إِلَى الْمَدِينَةِ حَتَّى يُصَلِّيَ فِيهَا مَا بَدَا لَهُ، لِأَنَّهُ بَلَغَنِي أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَّسَ بِهِ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْحَاقَ الْمَدَنِيَّ، قَالَ: الْمُعَرَّسُ: عَلَى سِتَّةِ أَمْيَالٍ مِنَ الْمَدِينَةِ.

ترجمہ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کیطرف واپس لوٹتے ہوئے جب معرس (مسجد ذوالحلیفہ) پر سے گزرے تو اسکے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہاں نماز پڑھے بغیر مدینہ منورہ کی طرف جائے کیونکہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس مقام پر آرام کی غرض سے کچھ دیر قیام فرمایا تھا۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ محمد بن اسحاق مدنی سے میں نے یہ بات سنی ہے کہ معرس (مسجد ذوالحلیفہ) مدینہ طیبہ سے چھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

شرح الحدیث حضرت امام مالکؒ امام دارالہجرۃ فرمارہے ہیں: مدینہ منورہ میں داخل ہونے والے شخص کو چاہیئے کہ جب وہ مسجد ذوالحلیفہ پر کو گزرے تو بغیر وہاں اترے اور بغیر نماز پڑھے آگے نہ بڑھے اسلئے کہ حضور اکرم ﷺ کا معمول شریف مجھ کو یہی پہنچا ہے۔

معرس کے لغوی معنی جائے نزول و منزل کے ہیں، تعریس بمعنی نزول۔ ذوالحلیفہ میں چونکہ حضور اکرم ﷺ (اور پھر آپ ﷺ کے اتباع میں سبھی) مدینہ سے روانگی اور واپسی میں وہاں ٹھہرتے تھے اسی لئے اس کو معرس کہتے ہیں اور چونکہ آپ ﷺ کا نزول مسجد ذوالحلیفہ میں ہوتا تھا اس لئے معرس بول کر مسجد ذوالحلیفہ بھی مراد لیتے ہیں۔

کتاب الحج کے اخیر کے یہ چند ابواب آداب و فضائل مدینہ سے متعلق ہیں، حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کو مدینہ طیبہ سے جو خصوصیت ہمیشہ رہی ہے وہ کسی پر مخفی نہیں ہے، ان ابواب کے اخیر میں امام موصوف کی رائے و نصیحت کا آجانا شاید اسی خصوصیت کا ثمرہ ہے۔ دعا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ اس ناکارہ کو اور قارئین کتاب ہذا کو بھی اپنے فضل سے مدینہ اور صاحب مدینہ

کیساتھ خصوصی تعلق ومحبت نصیب فرمائے (آمین)۔

وهذا آخر كتاب المناسك. فالحمد لله أولاً وآخراً، والصلوٰة والسلام على نبيه سرمداً ودائماً

وبه قد تم الجزء [1] الثالث من الدر المنضود على سنن أبي داؤد

فالحمد لله الذي بنعمته تتم الصالحات

محمد عاقل عفا الله عنه

۲۳ ربیع الاول ۱۴۱۹ھ [2]

آخر كِتَابُ المَنَاسِكِ

---

[1] الدر المنضود کے اس جزء میں بذل المجہود جلد ثالث کا نصف حصہ آگیا، حضرت سہارنپوریؒ نے طبع اول میں بذل جلد ثالث کے دو حصے فرمائے تھے: پہلا حصہ کتاب الحج تک اور دوسرے حصہ کی ابتداء کتاب النکاح سے تھی۔ طبع ثانی کے وقت حضرت شیخ نے دونوں حصوں کو ایک کرکے صفحات مسلسل کردیئے تھے، ۱۲۔

[2] وقد شرعت في جمعه وتأليفه رمضان المبارك ۱۴۱۷ھ۔

نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ وَّبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ

نَصْرُ الْبَارِي

شرح اردو

صَحِيحُ الْبُخَارِي

مؤلفہ

حضرت العلامہ مولانا محمد عثمان غنی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الحدیث مظاہر العلوم وقف سہارنپور

شاگرد رشید شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

جلد: اوّل | پارہ: ۱ | حدیث: ۱ - ۱۳۴

کتاب الوحی، کتاب الایمان، کتاب العلم

ناشر مکتبۃ الشیخ

۳/۴۴۵، بہادر آباد، کراچی نمبر ۵۔ فون: 021-34935493